

انسائیکلو پیڈیا - ۶

رضی اللہ عنہما
فقہ حضرت عبداللہ بن عمر

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمد زکواس قلعہ جی

مدرسہ عربیہ اسلامیہ، پشاور

نظران، سندھ، عرب

إدارة معارف إسلامي

منصورہ لاہور



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

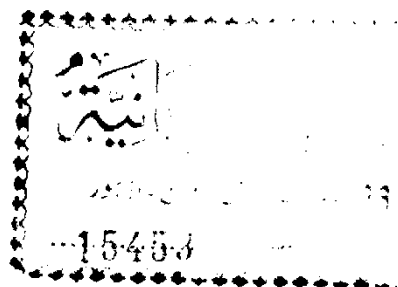


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا :

مَنْ يَتَرَكِ الدِّينَ يَخْرُجْ مِنْ دِينِهِ
مَنْ يَتَرَكِ الدِّينَ يَخْرُجْ مِنْ دِينِهِ

جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے
اُسے دین میں تفرقہ عطا فرمادیتا ہے —



انسائیکلو پیڈیا - ۶

فقہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

ڈاکٹر واس قلعہ جی

ظہران یونیورسٹی، سعودی عرب

اردو ترجمہ

مولانا عبد القیوم

ادارہ معارف اسلامی

منصورہ - لاہور

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب	-----	موسوعہ فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ
تصنیف	-----	ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی
اردو ترجمہ	-----	مولانا عبدالقیوم، فیصل آباد
باہتمام	-----	ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور
طابع	-----	مکتبہ جدید پریس، 9 ریلوے روڈ۔ لاہور
قیمت	-----	
اشاعتِ اول	-----	ستمبر ۲۰۰۰ء

تقسیم کنندہ	-----	اسلاک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ہیڈ آفس:	-----	13 ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور
	-----	فون: 7669546-7669510
برانچ آفس:	-----	منصورہ، ملتان روڈ لاہور۔
	-----	فون 448022-7830033

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مغربی تہذیب نے انسانوں کو بے شمار اقتصادی، مالی، معاشی اور معاشرتی مسائل سے دوچار کر دیا ہے۔ آج کا انسان ان مسائل کے حل کے لیے مغربی تہذیب سے مایوس ہو کر اسلامی فقہ کی طرف دیکھ رہا ہے کہ وہاں سے ان مسائل کا حل دریافت ہو جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک فقہی مسلک کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان کے تمام اقتصادی، مالی، معاشی اور معاشرتی مسائل کا ایسا حل پیش کر سکے جو مغربی تہذیب سے مایوس انسان کو مطمئن کر سکے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام فقہی مذاہب و مسالک مل کر اس چیلنج کا مقابلہ کریں اور جدید تہذیب کو قرآن و سنت کی تعلیمات کی ایسی روشنی فراہم کریں جس کی ضیائی سے آج کا بھٹکا ہوا انسان رہنمائی حاصل کرے، اپنے سفر کی سمت درست کرے اور اپنے رویے کی اصلاح کر کے اطمینان، خوشحالی اور فلاح و کامرانی پا سکے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ انسانی معلومات کی حد تک اسلامی فقہ دنیا کی سب سے زیادہ جامع اور مکمل فقہ ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ اسلامی فقہ کو فقہی مسالک میں بانٹنے کے بجائے ایک جامع اور مکمل فقہ کو دنیا کی مختلف زبانوں میں ڈھال کر اور جدید انداز میں مرتب کر کے دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ انسان اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔

ماضی قریب میں تدوین فقہ اسلامی کا آغاز مصر میں ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ شام میں ۱۹۵۱ء میں اسلامی فقہ کی تدوین کا کام شروع ہوا۔ ۱۹۵۶ء میں حکومت شام نے دمشق کے شریعت کالج کو، جس کے پرنسپل اخوان المسلمون کے مشہور رہنما ڈاکٹر مصطفیٰ سہابی تھے، فقہ اسلامی کا ایک انسائیکلو پیڈیا تیار کرنے کا اختیار دے دیا لیکن مالی وسائل کی قلت اور کچھ عرصے بعد شام کے سیاسی حالات تبدیل ہو جانے سے یہ منصوبہ مکمل نہ ہو سکا۔ اس کے بعد بعض دیگر حکومتوں نے بھی ان کی پیروی کی یہاں تک کہ اب پوری دنیا اس حقیقت کی قائل ہو گئی ہے کہ اسلامی فقہ قانون کا ایسا پیش ہما خزانہ ہے، کہ دنیا کا کوئی قانونی نظام اس کے ہم پلہ نہیں ہے اور جدید دنیا کو اس عظیم فقہ کی برکت و سعادت سے محروم نہیں رکھا جانا چاہیے۔

۱۹۶۵ء میں حکومت کویت نے انسائیکلو پیڈیا فقہ اسلامی کی تیاری کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبے کے لیے معروف شامی ماہر قانون استاد مصطفیٰ الزرقاء کو منتخب کیا گیا جو ڈاکٹر مصطفیٰ سہابی مرحوم کے بعد دمشق کی انسائیکلو پیڈیا کمیٹی کے صدر بنے تھے۔ ان کے ساتھ چار دیگر اساتذہ کرام کو بطور معاون مقرر کیا گیا جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

فیصلہ الشیخ پروفیسر ڈاکٹر عبدالستار ابو غندہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد رواں قلعہ جی، پروفیسر سعدی ابو حبیب اور پروفیسر بام اسطوانی۔ بعض اسباب کی بناء پر اس انسائیکلو پیڈیا کی تیاری کا کام کچھ عرصہ کے لیے تھقل کا شکار ہو گیا تھا لیکن کچھ عرصے بعد پھر کام شروع ہو گیا اور کئی جلدیں شائع ہو گئی ہیں مگر ان میں صحابہ کرامؓ اور تابعین

عظام رحمہ اللہ کی فقہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

فاضل پروفیسر ڈاکٹر محمد رواں قلعہ جی بنے یہ محسوس کیا کہ آج کی دنیائے قانون ایک ایسے انسائیکلو پیڈیا کی طالب ہے جس میں فقہ اسلامی کا ہر مسئلہ مسلک اور ہر اجتہاد بلام و کاست پیش کیا گیا ہو۔ چنانچہ اس ضرورت کو پورا کرنے کی خاطر انہوں نے تنہا بیس سال کی محنت شاقہ سے صحابہ کرامؓ خاص طور پر خلفائے راشدینؓ، تابعین عظامؓ اور فقہائے کرام کی فقہی آراء اور اجتہادات کو مختلف مآخذ سے جمع کیا۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؓ کی فقہ کو ایسے انداز میں مرتب کیا ہے جو جدید فقہی اسالیب سے مطابقت رکھتا ہے۔ اسکی ترتیب حروف ابجد کے حساب سے کی ہے اور اصل مآخذ کے حوالے انتہائی احتیاط و اہتمام کے ساتھ درج کر دیے ہیں۔ اس طرح انہوں نے ایک جامع فقہی انسائیکلو پیڈیا مرتب کرنے کی راہ ہموار کر دی ہے بلکہ اپنی خدا داد قابلیت اور محنت شاقہ کی بدولت سبقت حاصل کر لی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور کی خاص بات یہ ہے کہ اس دور میں قمی اختلافات کم سے کم تھے۔ اس طرح ڈاکٹر محمد رواں قلعہ جی کے مرتب کردہ قمی انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت متفق علیہ قمی آراء اور اجتہادات کی ہے۔

ادارہ معارف اسلامی منصوبہ نے اپنے جو مقاصد اور اہداف متعین کیے تھے، ان میں تحقیق و تصنیف کے علاوہ یہ بھی طے کیا تھا کہ گزشتہ چودہ سو سال کے دوران میں امت کے اصحاب علم و فکر اور مجتہدین نے جو عظیم الشان لٹریچر پیدا کیا ہے اس میں سے اہم ترین اور مفید کتب کو اردو زبان میں منتقل کر کے ایک ایسے اسلوب میں پیش کیا جائے جو جدید ذہن کو مطمئن کر سکتا ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے ادارے نے ڈاکٹر محمد رواں قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلو پیڈیا کے عظیم منصوبہ کو اردو زبان میں ترجمہ کرانے کا کام انجام دیا ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ تر کام حضرت مولانا محمد عبدالقیوم (فصل آباد) نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے بڑی محنت، یکسوئی اور تیز رفتاری کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ ادارے نے اپنے فاضل رفقہ کے ایک سہ رکنی بورڈ سے نظر ثانی کرائی۔ نومبر ۱۹۸۹ء میں اس منصوبے کی پہلی جلد فقہ "حضرت ابوبکرؓ" کے عنوان سے شائع کرائی گئی۔ دسمبر ۱۹۹۹ء تک اس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس فقہی انسائیکلو پیڈیا کی دوسری جلد "فقہ حضرت عمرؓ" کا ترجمہ پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۹۰ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۹۳ء میں شائع کیا گیا۔ اس کا تیسرا ایڈیشن زیر طبع ہے۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی تیسری جلد "فقہ حضرت عثمانؓ" کا ترجمہ پروفیسر الیف الدین ترابی صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۹۳ء میں اور دوسرا ایڈیشن نومبر ۱۹۹۹ء میں شائع کیا گیا۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی چوتھی جلد "فقہ حضرت علیؓ" کا ترجمہ بھی مولانا محمد عبدالقیوم صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۹۹۲ء میں اور دوسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۹۸ء میں شائع کیا گیا۔ اس انسائیکلو پیڈیا کی پانچویں جلد "فقہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ" کا ترجمہ بھی مولانا محمد عبدالقیوم صاحب نے کیا اور اس کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۹۲ء میں اور دوسرا ایڈیشن جنوری ۲۰۰۰ء میں شائع کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب اس عظیم منصوبے کی چھٹی جلد "فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ" جس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کا ترجمہ بھی مولانا محمد عبدالقیوم صاحب نے کیا ہے، شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان چھ صحابہ کرامؓ میں سے سے ایک تھے جنہوں نے کثرت سے فتوے دیے تھے۔ حضرات ابن عمرؓ اجماع سنت کے لیے بہت مشہور ہیں۔ ان کے تفوق اور تجربہ علمی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے شاگردوں کی تعداد دو سو ستائیس بتائی جاتی ہے۔ ان میں صرف اہل مصر کی تعداد چالیس سے زائد تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی عمر بائیس سال کے قریب تھی۔ انہوں نے چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی۔ اس طویل عرصے کے دوران میں فتویٰ دینے کے فن میں آپ کو خاص مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ امام مالک کے قول کے مطابق حضرت عبداللہ بن عمرؓ ساٹھ سال تک لوگوں کو فتوے دیتے رہے۔ اس بناء پر فقہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ضخامت بہت بڑھ گئی ہے۔ امید ہے کہ قارئین حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ماہرانہ فتاویٰ سے پوری طرح استفادہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ فقہی انسائیکلو پیڈیا علمائے کرام، فقہائے عظام، وکلاء صاحبان اور عدلیہ سے تعلق رکھنے والے فاضل حضرات میں بہت مقبول ہوا ہے۔ وکلاء صاحبان فیڈرل شریعت کورٹ، ہائی کورٹوں اور سپریم کورٹ میں اس انسائیکلو پیڈیا کی کتابوں کو حوالے کی کتب کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ حال ہی میں شریعت اپیلیٹ بینچ سپریم کورٹ میں سودی نظام اور قوانین کے خاتمے کے سلسلے میں بھی اس انسائیکلو پیڈیا کی کتب کو بطور حوالہ پیش کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فاضل مصنف پروفیسر ڈاکٹر محمد رواں قلعہ جی کی محنت شاقہ کا پورا پورا اجر انہیں ملے۔ فاضل مترجمین مولانا محمد عبدالقیوم، پروفیسر ساجد الرحمن صدیقی، پروفیسر الیف الدین ترائی کو بھی اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائے۔ ادارہ معارف اسلامی کے جملہ منتظمین بھی شکرِ بے کے مستحق ہیں جن کی توجہ اور محنت سے پہلی پانچ جلدیں شائع ہوئیں اور اب چھٹی جلد شائع ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو وافر اجر عطا فرمائے! اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے کہ اس منصوبے کی باقی ماندہ دو جلدیں ”فقہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ“ اور ”فقہ امام حسن بصریؓ“ بھی جلد زیور طباعت سے آراستہ کر سکیں تاکہ اردو دان حضرات ڈاکٹر محمد رواں قلعہ جی کے مرتب کردہ فقہی انسائیکلو پیڈیا کی آٹھ جلدوں سے استفادہ کر سکیں اور پاکستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ ہموار ہو سکے۔

خاکسار

محمد اسلم سلیمی

ڈائریکٹر ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور

منصورہ، ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

۶ جولائی ۲۰۰۰ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على رسول الله وعلى اله وصحبه اجمعين، ومن تبعهم باحسان الى يوم الدين
اما بعد!

فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات (انسائیکلو پیڈیا) کی یہ ساتویں کڑی ہے اور اس کا نام موسوع فقہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہے۔

اس سے پہلے درج ذیل کڑیاں منصف شہود پر آچکی ہیں۔
موسوع فقہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

موسوع فقہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

موسوع فقہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

موسوع فقہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

موسوع فقہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

موسوع فقہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا موسوعہ فقہ اس سلسلے کی آٹھویں کڑی ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ ؓ کے موسوعہ فقہ کا مسودہ میں نے اس غرض سے تحقیقی

کام کرنے والے ایک سکار کے حوالے کیا ہے کہ وہ اس کی مدد سے ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اپنا مقالہ تیار کریں۔

مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح کے موسوعہ کا مسودہ میں نے ایک صاحب کے حوالے کیا تھا کہ وہ اس کی مدد سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے اپنا مقالہ تیار کریں لیکن وہ میری منشا کے مطابق یہ مقالہ تیار نہ کر سکے اس لئے میں نے یہ مسودہ ایک اور صاحب کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لئے اپنا مقالہ تیار کریں۔ دونوں حضرات نے اس موضوع پر عمدہ کام کیا ہے اور جو باتیں میرے قلم سے رہ گئی تھیں انہوں نے اپنے مقالوں میں ان کا اضافہ کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ دونوں مقالے جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

زیر بحث موسوعہ کی ابتداء میں صاحب فقہ صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے حسب نسب اور حالات زندگی کا مختصر تذکرہ ضروری ہے۔ میری کوشش ہوگی کہ یہ تذکرہ طویل ہونے نہ پائے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سلسلہ نسب:

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: عبداللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب۔ والد کی طرف سے آپ کا نسب لوی بن غالب پر حضور ﷺ کے نسب کے ساتھ جا ملتا ہے۔ آپ کی والدہ زینب بنت مطلقہ ہیں۔ یہ عثمان بن مطلقہ الحمیری کی بہن اور ام المومنین حضرت حفصہؓ کی ماں ہیں۔

۲۔ ولادت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ولادت ہجرت سے دس یا گیارہ سال قبل ہوئی تھی اس لئے کہ غزوہ احد کے موقع پر جنگ میں حصہ لینے کی غرض سے جب آپ حضور ﷺ کے سامنے پیش کئے گئے تو آنحضرت ﷺ نے آپ کو قبول نہیں کیا اس وقت آپ کی عمر چودہ برس تھی۔ پھر غزوہ خندق کے موقع پر حضور ﷺ نے آپ کو جنگ میں حصہ

لینے کی اجازت دے دی۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس تھی ۲۔
 نیز الذمسی کے قول کے مطابق آپ نے فتح مکہ میں حصہ لیا تھا اور آپ کی عمر اس
 وقت بیس برس تھی ۳۔

۳۔ اسلام لانا:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کم سنی میں ہی اسلام لے آئے
 تھے تاہم اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا آپ اپنے والد سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے؟
 ایک گروہ کے قول کے مطابق آپ اور آپ کی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ جو بعد میں حضور
 ﷺ کے عقد زوجیت میں داخل ہوئی تھیں، دونوں اپنے والد حضرت عمرؓ سے پہلے
 مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ جب اسلام لائے تو اس وقت حضرت عبداللہ کی عمر
 سات برس تھی ۴۔

تاہم جمہور مورخین اس روایت کی تردید کرتے ہیں اور مشہور مورخ ابن عبدالبر
 بھی ان کے ہمنوا ہیں ۵۔ ان حضرات کی نظروں میں یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے۔
 حضرت ابن عمرؓ کے آزادہ کردہ غلام نافع کے بیان کے مطابق بعض لوگوں کے ذہن میں
 حضرت ابن عمرؓ کے اسلام لانے کے واقعہ اور بیعت الرضوان میں آپ کی شرکت کے
 واقعہ کے مابین اختلاط ہو گیا تھا جس کے نتیجے میں درج بالا روایت ظہور میں آگئی۔ نافع
 کہتے ہیں: ”لوگ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ حضرت عمرؓ سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔
 یہ بات درست نہیں ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے سال حضرت عمرؓ نے
 اپنے صاحبزادے کو ایک انصاری کے پاس اس غرض سے بھیجا تھا کہ وہ اس کے پاس
 سے اپنے والد کا گھوڑا لے آئیں۔ حضرت عمرؓ یہ گھوڑا جنگ میں استعمال کرنا چاہتے
 تھے۔ جب حضرت ابن عمرؓ گھوڑا لانے کے لئے گئے تو اس وقت حضور ﷺ درخت
 کے نیچے بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لے رہے تھے، حضرت عمرؓ کو اس کی خبر نہیں تھی،
 حضرت ابن عمرؓ نے یہ کیا کہ پہلے بیعت کی اور پھر گھوڑا لینے چلے گئے۔ جب گھوڑا لے
 کر اپنے والد کے پاس لوٹے تو حضرت عمرؓ جنگی لباس پہننے میں مصروف تھے، جب

انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ بیعت لے رہے ہیں تو حضرت عمرؓ اس طرف چل پڑے اور ابن عمرؓ بھی ان کے ساتھ چلے گئے حضرت عمرؓ نے وہاں جا کر بیعت کر لی۔ یہی وہ بات ہے جس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ سے پہلے بیعت کی تھی۔ ۱۔

بتا دیں جو حضرات یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے انہوں نے دراصل بیعت اسلام اور بیعت رضوان کو خلط ملط کر دیا ہے۔ راجح بات یہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ۲۔

۴۔ حضرت ابن عمرؓ کی اولاد:

حضرت ابن عمرؓ غیر معمولی قوت مردی کے مالک تھے اور اس کے اندر انہیں شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ چنانچہ متعدد خواتین سے آپ نے نکاح کیا اور ان کے علاوہ کئی لونڈیاں بھی آپ کی ملکیت میں تھیں۔ ان سب سے آپ کی اولاد کی تعداد سولہ ہے۔ آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی کے بطن سے ابوبکرؓ و اُمّ عبد اللہؓ ابوعبیدہ اور عمر پیدا ہوئے اور دو بیٹیاں حفصہ اور سودہ بھی پیدا ہوئیں۔ دوسری بیوی ام مطلقہ سے عبدالرحمن پیدا ہوئے، ان کے نام پر آپ نے اپنی کنیت ابو عبدالرحمن اختیار کی۔

ایک لونڈی کے بطن سے سالمؓ عبید اللہ اور حمزہ پیدا ہوئے، ایک اور لونڈی سے زید اور عائشہ کی ولادت ہوئی، تیسری لونڈی سے ابوسلمہ اور قلابہ اور چوتھی لونڈی سے بلال پیدا ہوئے۔

۵۔ وفات:

حضرت ابن عمرؓ کے سال وفات کے متعلق مورخین کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ بعض کا قول ہے کہ آپ کی وفات سن ۷۳ ہجری میں ہوئی ہے۔ بعض کے خیال میں یہ سن ۷۴ ہجری کا واقعہ ہے۔ درست بات شاید یہ کہ آپ کی وفات سن ۷۳ ہجری

کے اواخر میں ہوئی تھی^۸۔ اس وقت آپ کی عمر ستاسی برس تھی۔ امام مالک سے یہی روایت ہے^۹۔ جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک آپ کی عمر چوراسی برس تھی۔^{۱۰}

آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی تاہم آپ نے وصیت کی تھی کہ حدود حرم سے باہر مقام سرف میں آپ کی تدفین کی جائے۔^{۱۱} جب بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے اپنے صاحبزادے سالم سے فرمایا: ”بیٹے، اگر میں وفات پا جاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا کیونکہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر جانے کے بعد میں حدود حرم میں دفن ہونا پسند نہیں کرتا“ یہ سن کر بیٹے نے عرض کیا: ”ابا جان! بشرطیکہ ہم ایسا کر سکے“ اس پر آپ نے فرمایا: ”تم میری بات سن رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ: ”بشرطیکہ ہم ایسا کر سکے“ اس پر بیٹے نے کہا کہ: ”حاج ہمیں ایسا نہیں کرنے دے گا اور وہ خود ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھائے گا“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ خاموش ہو گئے۔^{۱۲}

جب آپ کی وفات ہو گئی تو حجاج نے صاحبزادوں کو کچھ کرنے نہیں دیا اور خود ہی نماز جنازہ پڑھا کر حرم کے اندر مہاجرین کے قبرستان میں ذی طویٰ کی سمت مقام فح میں آپ کو دفن کر دیا۔^{۱۳}

آپ کی وفات کا سبب:

حجاج بن یوسف ثقفی اس سال امیر حج مقرر ہوا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ عرفات نیز دیگر مقامات میں حجاج سے آگے نکل کر وہاں وقوف کرتے جہاں حضور ﷺ نے وقوف فرمایا تھا۔ یہ دیکھ کر حجاج کو بہت خفہ آتا^{۱۴}۔ پھر جب حجاج خلیج دینے کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت ابن عمرؓ نے اسے ٹوکتے ہوئے فرمایا: ”تم اللہ کے دشمن ہو“ تم نے اللہ کے حرم کے اندر خونریزی کی، بیت اللہ کی بے حرمتی کی اور اللہ کے دوستوں کی جانیں لیں“ (حضرت ابن عمرؓ نے حجاج کی اس فوج کشی کی طرف اشارہ کیا تھا جو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف مکہ مکرمہ پر کی تھی۔ مترجم) ایسی بات سننے کی حجاج کو کہاں تاب تھی، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ یہ سن کر اس نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ: ”اوبڈھے

کھوسٹ، خاموش زہو“^{۱۵}۔ اور پھر اپنا خطبہ جاری رکھا۔ جب اس کا خطبہ طویل ہو گیا تو حضرت ابن عمرؓ نے اعتراض کرتے ہوئے فرمایا: ”سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا“ یہ سن کر حجاج نے کہا: ”میرا دل چاہتا ہے کہ تمہاری کھوپڑی اڑا دوں“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”تم سے یہ بات بعید نہیں ہے اس لئے کہ تم ایک بے وقوف شخص ہو جسے ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے“^{۱۶}۔ حجاج کا غصہ اور بڑھ گیا چنانچہ اس کی ہدایت کے تحت اس کے ایک نوکر نے اپنے نیزے کی انی زہر میں بھجالی اور جمرہ عقبہ کے پاس راستے میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ٹکرا کر آپ کے قدم کی پشت کو اس کے ذریعے زخمی کر دیا۔ اس زخم کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ بیمار پڑ گئے۔ حجاج عیادت کے لئے آیا اور کہا کہ: ”اگر مجھے اس شخص کا پتہ چل جائے جس نے آپ کے ساتھ یہ حرکت کی ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”تم نے مجھے زخمی کیا ہے“ حجاج نے پوچھا کہ ”وہ کس طرح؟“ آپ نے فرمایا: ”جس دن تم نے اللہ کے حرم میں ہتھیاروں سے مسلح فوج داخل کر دی تھی اس دن ہی تم نے مجھے زخمی کر دیا تھا“ یہ کہہ کر آپ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، حجاج باتیں کرتا رہا آپ نے اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔^{۱۷}

۶۔ حضرت ابن عمرؓ کا لباس:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ پگڑی باندھا کرتے تھے۔ آپ امامہ سر کے چاروں طرف لپیٹ لیتے اور حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑ دیتے۔^{۱۸}

ب۔ آپ ازار باندھا کرتے تھے لیکن ازار کو حضور ﷺ کے حکم کی پیروی میں ٹخنوں سے نیچے جانے نہ دیتے۔ موسیٰ بن وہبال کا کہنا ہے کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ پنڈلیوں کے نصف حصوں تک ازار باندھتے تھے“^{۱۹}۔ جمیل بن زید الطائفی نے کہا کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کے ازار کو ایزہمی کے پٹے کے اوپر اور پنڈلی کے عضلہ کے قریب دیکھا تھا“^{۲۰}۔

ج۔ آپ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر ”عبداللہ بن عمر“ منقش تھا۔ آپ اس انگوٹھی سے اپنے خطوط پر مر لگایا کرتے تھے لیکن انگوٹھی پر کندہ لفظ اللہ کے احرام میں اسے پہنا نہیں کرتے تھے کیونکہ انگوٹھی پہننے کی صورت میں اللہ کے معظم اسم کی بے حرمتی کا خدشہ ہوتا۔ آپ یہ انگوٹھی کبھی اپنی بیوی صفیہ کے پاس محفوظ کر دیتے اور کبھی اپنے بیٹے ابوعبیدہ کے پاس رکھوا دیتے۔ اور جب کسی خط یا دستاویز پر مر لگانے کی ضرورت ہوتی تو انگوٹھی منگوا کر مر لگانے کے بعد اسے واپس کر دیتے۔^{۲۱} ایسا لگتا ہے کہ آپ کے پاس ایک اور انگوٹھی بھی تھی جس پر کوئی لفظ کندہ نہیں تھا۔ آپ یہ انگوٹھی ہمیشہ پہنے رکھتے۔ اسے آپ بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے^{۲۲}۔ اور وضو کرتے وقت اسے حرکت دے دیتے^{۲۳}۔

د۔ آپ موٹے کپڑے پہنا پسند کرتے تھے۔ اس کا ذکر ہم آپ کے متشف کے بیان میں کریں گے۔

۷۔ حضرت ابن عمرؓ کا متشف:

لباس اور رہن سہن کے اندر سادگی اور کم تر معیار اختیار کرنا متشف کہلاتا ہے حضرت ابن عمرؓ اپنے لباس، اپنے طعام اور گھر کے ساز و سامان میں متشف کو ترجیح دیتے تھے۔

الف۔ لباس میں متشف: اس سلسلے میں ہمارے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ریشم نہیں پہنتے تھے تاہم اسے حرام قرار نہیں دیتے تھے۔ اپنی اولاد میں سے بعض کو ریشمی لباس میں دیکھ کر انہیں ٹوکتے نہیں تھے۔^{۲۴} بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ پتلے کپڑے پر موٹے کپڑے کو ترجیح دیتے تھے۔ قزح نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کے جسم پر موٹے کپڑے دیکھے تو عرض کیا کہ ”میں خراسان کا بتا ہوا پتلا کپڑا آپ کے لئے لایا ہوں۔ اگر آپ یہ کپڑے پہن لیں تو اس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ کپڑا دکھاؤ“ آپ نے کپڑے کو ہاتھ لگا کر پوچھا کہ: ”کیا یہ ریشم ہے؟“ میں نے عرض کیا کہ: ”نہیں، یہ سوتی کپڑا ہے“

اس پر آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ کپڑا پہننے سے اس لئے خوف آتا ہے کہ کہیں اسے پہن کر میرے اندر فخر اور غرور پیدا نہ ہو جائے جبکہ اللہ سبحانہ کو فخر اور غرور کرنے والا بندہ پسند نہیں ہے“ ۲۵۔

آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ آپ خود یا آپ کی اولاد پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنا کرے تاکہ نئے کپڑوں پر خرچ ہونے والی رقم کپڑوں کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ ہو جائے۔ میمون بن مہران نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی اولاد میں ایک فرد نے آپ سے نئے ازار کا مطالبہ کیا اس لئے کہ اس کا ازار پھٹ چکا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”پھٹے ہوئے ازار میں پیوند لگا کر پہن لو“۔ لیکن اسے یہ بات پسند نہیں آئی۔ آپ نے فرمایا: ”بندہ خدا اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے مت ہو جاؤ جو اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اپنے پیٹ میں داخل کرتے اور اپنی پشت پر ڈال لیتے ہیں“۔ ۲۶۔

ب۔ گھریلو ساز و سامان میں حضرت ابن عمرؓ کا تشفی: اس سلسلے میں بھی ہمارے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ اگر یہ سارا ساز و سامان جمع کیا جاتا تو اس کی مجموعی قیمت ایک سو درہم سے زائد نہ ہوتی۔ میمون بن مہران نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”میں ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے گھر گیا اور گھر میں موجود بستریاں لحاف یا چٹائی نیز دیگر تمام اشیاء کی قیمت کا اندازہ لگایا تو مجموعی قیمت کو سو درہم کے مساوی نہیں پایا۔ اسی طرح دوسری مرتبہ جب ان کے گھر گیا تو گھر میں موجود سامان کو اپنی اس لمبی سبز چادر کے ٹٹن کے برابر نہیں پایا“ ۲۷۔ ابو یلیح کہتے ہیں کہ میمون کی وفات کے بعد ان کی مذکورہ چادر سو درہم میں فروخت کی گئی۔

ج۔ کھانے پینے کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے تشفی کا اظہار اس طعام کی کیت اور اس کی نوعیت سے ہوتا ہے جسے آپ تناول کرنے کے عادی تھے۔

اشیائے خوردنی کی کیت اور مقدار کی یہ حالت تھی کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک تھیلی لے کر آیا اور آپ کے استفسار پر اس نے بتایا کہ اگر کھانا زیادہ کھا لیا جائے اور اس سے بد ہضمی کا خدشہ ہو تو اس تھیلی میں موجود چورن کھا لینے سے کھانا

ہضم ہو جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”چار ماہ ہو گئے کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا“ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ”ایک ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے کہ میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ میں یہ تھیلی لے کر کیا کروں گا“^{۲۸}۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ”جب سے میں مسلمان ہوا ہوں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا“^{۲۹}۔

جہاں تک طعام کی نوعیت کا تعلق ہے تو وہ مالداروں اور خوش حال لوگوں کے طعام جیسا نہیں تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ آپ سفر یا رمضان کے سوا کبھی ایک ماہ مسلسل گوشت استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ پورا مہینہ گزر جاتا اور آپ گوشت کی ایک بوٹی تک چکھنے نہ پاتے۔^{۳۰}

سفیان نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ جانے کا ارادہ کیا۔ ابن صفوان کو جب اس کا پتہ لگا تو انہوں نے آپ کے لئے زاد راہ کے طور پر چھپے ہوئے آٹے سے کھانا تیار کیا اور اس کے ساتھ فالودہ نیز حلوہ بھی تیار کر کے آپ کے پاس بھیج دیا۔ جب آپ نے یہ کھانا دیکھا تو رو پڑے اور فرمایا: ”ہم پہلے اس طرح نہیں تھے“ مسلمان ہونے کے بعد میں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا“ پھر آپ کے حکم سے یہ سارا کھانا پانی گھاٹ پر موجود لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنا کھانا منگوا یا اور فرمایا: ”صرف اس چیز کے اندر خیر اور بھلائی ہوتی ہے جس کا فائدہ کل قیامت تک باقی رہے“^{۳۱}۔

۸۔ حضرت ابن عمرؓ کا حسن منظر:

حسن منظر یعنی اپنی ظاہری حالت درست رکھنا تعشفت کے منافی نہیں ہے۔ حسن منظر کا تعلق انسان کے عام ذوق سلیم سے ہے اور وہ نظافت نیز صاف ستھرے لباس اور ظاہری حالت درست رکھنے پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے بالوں کو درست رکھنے کی طرف توجہ دے تو اس کی وجہ سے اس کے اندر ظاہری طور پر حسن اور خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے سر کے بال کندھوں تک آتے تھے۔ ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کے بالوں کو ان کے کندھوں پر پڑے دیکھا تھا“^{۳۲}

حضرت ابن عمرؓ اپنے بالوں کا بڑا خیال رکھتے تھے، چنانچہ بالوں میں تیل ڈالتے اور کنگھی کرتے تھے۔ کسی شخص نے ایک دفعہ بیان کیا کہ حسن بصریؒ بالوں میں ہر روز کنگھی کرنا پسند نہیں کرتے تھے، یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع کو غصہ آگیا اور کہا کہ: ”ابن عمرؓ تو ہر روز دو مرتبہ بالوں میں تیل ڈالا کرتے تھے“ ۳۳۔

اگر بالوں میں سفیدی ظاہر ہو جاتی تو حضرت ابن عمرؓ اسے خضاب کے ذریعے دور کرنے میں کوتاہی نہ کرتے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی داڑھی میں خضاب لگایا کرتے تھے ۳۴۔ جلد بن سحیم سے مروی ہے کہ: ”حضرت ابن عمرؓ نے ایک قمیص خریدی اور اسے زیب تن کر لیا۔ پھر اسے واپس کرنے کا ارادہ کیا لیکن قمیص میں داڑھی کے خضاب کے دھبے لگ گئے تھے اس لئے آپ نے واپس کرنے کی بجائے یہ قمیص اپنے پاس رہنے دی“ ۳۵۔ یہ روایت اس امر دلالت کرتی ہے کہ آپ داڑھی کے بالوں کی سفیدی خضاب کے ذریعے زائل کر دیتے تھے۔

اگر سر یا داڑھی یا جسم کے بال بڑھ جاتے تو حضرت ابن عمرؓ انہیں دور کرنے یا زائد حصہ کاٹ کر انہیں سنوار دینے میں کوتاہی نہ کرتے۔ آپ ہر جمعہ اپنے سر کے بال نیز مونچھیں ترشواتے ۳۶۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ داڑھی کے بال ایک مٹھ سے بڑھنے نہ پائیں چنانچہ داڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیتے اور زائد بالوں کو کتر دیتے ۳۸۔ اور داڑھی کے نیچے حلق پر موجود بالوں کو مونڈ دیتے ۳۹۔ اگر سینے اور بازوؤں پر بال بڑھ جاتے تو انہیں مونڈ دیتے۔ ابو شعیب الاسدی نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو منی میں دیکھا کہ بال مونڈنے والا ان کے سر کے بال مونڈنے کے بعد ان کے بازوؤں کے بال مونڈ رہا تھا“ ۴۰۔ یوسف بن مہک سے روایت ہے کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو مروہ پر دیکھا تھا، انہوں نے حلاق (بال مونڈنے والے) سے فرمایا: ”میرے بال بہت زیادہ ہیں اور ان کی وجہ سے مجھے بڑی تکلیف ہے، میں ان پر کوئی چیز بھی نہیں لگا سکتا، کیا تم میرے یہ بال مونڈ دو گے؟“ حلاق نے اثبات میں جواب دیا اور پھر سینے کے بال مونڈنے لگا“ ۴۱۔

۹۔ خوشبو کا استعمال :

حسن منظر جہاں ایک طرف آنکھوں کو بھاتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگ قریب آنا پسند کرتے ہیں وہاں دوسری طرف عمدہ خوشبو بھی مذکورہ اثر پیدا کرنے میں حسن منظر سے پیچھے نہیں رہتی۔ حضرت ابن عمرؓ بہترین خوشبو استعمال کرتے تھے خاص طور پر جب آپ کو لوگوں کے درمیان جانا ہوتا۔ چنانچہ جمعہ کے دن غسل کرنے کے بعد عمدہ خوشبو لگاتے^{۳۲}۔ اسی طرح عید کی نماز کے لئے جاتے وقت بھی بہترین خوشبو استعمال کرتے^{۳۳}۔ جمعہ اور عید کے موقع پر اپنے لباس کو عود اور لوبان کی تین مرتبہ دھونی دیتے۔^{۳۴} آپ لباس سے پیدا ہونے والی بدبو کو صرف خوشبو لگا کر دور کرنے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ غسل کرنے کے ذریعے بدبو کے اسباب دور کرتے۔ آپ کم از کم ہر جمعہ نظافت حاصل کرنے کی خاطر ایک دفعہ غسل فرماتے۔ آپ موئے زیر ناف اور موئے بغل بھی دور کرتے کیونکہ ان مقامات پر پینہ اور میل کچیل جمع ہو جانے کی وجہ سے بدبو پیدا ہو جاتی^{۳۵}۔

۱۰۔ لوگوں کے ساتھ آپ کا حسن تعامل :

حضرت ابن عمرؓ لوگوں کے ساتھ بہت عمدہ طریقے سے لین دین کرتے تھے۔ اس لئے کہ حسن تعامل ہر متقی مسلمان کا نشان اور عنوان ہے۔ یہاں حسن تعامل سے ہماری مراد صرف فرائض کی ادائیگی نہیں ہے بلکہ اس سے ہماری مراد ایک کام کی اس کے فرض کی حد سے بڑھ کر رضا کارانہ طور پر ادائیگی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی ذات میں موجود صفات حمیدہ میں سے ایک یہ صفت بھی تھی۔ آپ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر آپ کسی سے کوئی چیز قرض کے طور پر لیتے تو اس کی ادائیگی مقدار یا صفت کے اعتبار سے بڑھ کر کرتے۔ ابن سباعؓ کے آزاد کردہ غلام عطاء سے مروی ہے کہ: ”میں نے ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ کو دو ہزار درہم قرض کے طور پر دیئے۔ انہوں نے مجھے دو ہزار درہم واپس کر دیئے، میں نے یہ درہم جب وزن کئے تو دو سو درہم زائد نکلے، میں نے دل میں سوچا کہ ابن عمرؓ مجھے آزمانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے ان سے عرض کیا: ”

www.KitaboSunnat.com

ابو عبد الرحمن، آپ کی بھیجی ہوئی رقم دو سو درہم زیادہ ہے، انہوں نے فرمایا: ”یہ دو سو درہم تمہارے لئے ہیں“ ۳۶۔

اگر حضرت ابن عمرؓ اپنے تلامذہ کے ساتھ سفر وغیرہ پر نکلتے تو جس طرح شاگردان کی خدمت کرتے اسی طرح وہ بھی ان کی خدمت کرتے رہتے۔ مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ: ”میں ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ گیا، میں ان کی خدمت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ میری خدمت بڑھ کر کرتے رہے“ ۳۷۔

حضرت ابن عمرؓ بڑے حلیم اور بردبار تھے، اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو آپ کو اس پر غصہ نہ آتا بلکہ آپ درگزر سے کام لیتے۔ خواہ غلطی کرنے والا آپ کا خادم یا غلام کیوں نہ ہوتا۔ ”سیر اعلام النبلاء“ میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے صرف ایک مرتبہ اپنے غلام کو ملعون کہا تھا اور پھر تلافی کرتے ہوئے اسے آزاد کر دیا تھا ۳۸۔

۱۱۔ حضرت ابن عمرؓ کا ورع و تقویٰ:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کے ورع و تقویٰ کی گواہی: محققین کے مابین اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ورع و تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس بات کی گواہی خود حضور ﷺ نے نیز آپ کے ہم عصر صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام نے دی ہے۔

حضور ﷺ کی گواہی: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں استبرق (ریشم اور سونے کے دھاگوں کا بنا ہوا کپڑا) کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ ٹکڑا مجھے جنت کے ہر مقام میں اڑا کر لے گیا“ میں نے اس کا ذکر اپنی ہمشیرہ حفصہؓ سے کیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا: ”میرے خیال میں عبد اللہ ایک صالح شخص ہیں۔“ ترمذی کی روایت میں ہے: ”تمہارا بھائی ایک صالح شخص ہے“ ۳۹۔

جہاں تک ہم عصر صحابہ کرامؓ کی گواہی کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں حضرت عبد اللہ

بن مسعودؓ کی گواہی ہمارے لئے کافی ہے جو کبار صحابہ میں سے ہیں اور اسلام لانے میں ان کا شمار حقہ میں ہوتا ہے۔ ان کا قول ہے: ”قریش کے نوجوانوں میں جن افراد نے اپنے آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ قابو میں رکھا ان میں عبد اللہ بن عمرؓ بھی ہیں“^{۵۰}۔ ان کا یہ قول بھی ہے کہ: ”ہم میں سے جس شخص کو بھی دنیاوی اسے دنیا نے اپنی طرف مائل کر لیا سوائے عبد اللہ بن عمرؓ کے“^{۵۱}۔

ہم عصر تابعین کی گواہی: میمون بن مہران کا قول ہے: ”میں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے بڑھ کر کسی کو متقی اور عبد اللہ بن عباسؓ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا“^{۵۲}۔ طاؤس بن کیمان نے بھی بیحدہ یہی الفاظ کہے ہیں کہ ”میں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے بڑھ کر کسی کو متقی اور عبد اللہ بن عباسؓ سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پایا“^{۵۳}۔ سعید بن المسیب کا قول ہے: ”اگر میں کسی کے متعلق گواہی دے سکتا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے تو یہ گواہی عبد اللہ بن عمرؓ کے بارے میں دیتا“^{۵۴}۔

ب۔ کثرت گریہ :

حضرت ابن عمرؓ کثرت سے روتے تھے۔ جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتے جس میں جہنم کا ذکر ہوتا تو رو پڑتے، جب وعید اور تہدید والی آیت تلاوت کرتے تو آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب یہ آیت تلاوت کرتے (الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذكر الله کیا اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف جھک جائیں) تو رونا شروع کر دیتے حتیٰ کہ ہچکیاں بندھ جاتیں^{۵۵}۔

اگر کسی داعظ کو ہند و فصیح کرتے ہوئے سنتے تو رونے لگ جاتے، یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو عبید بن عمیر کے پاس دیکھا، اس وقت عبید وعظ کر رہے تھے، میں نے دیکھا کہ ابن عمرؓ زار و قطار رو رہے تھے“^{۵۶}۔

آپ جب کبھی حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے، عاصم بن محمد العری نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ: ”ابن عمرؓ کو میں نے جب کبھی حضور

ﷺ کا ذکر کرتے سنا انہیں روتے دیکھا۔“ ۵۷۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کی نماز: اگر ہم یہاں یہ کہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرض نمازوں کی بڑی نگہداشت کرتے تھے تو یہ ایک زائد بات ہوگی اس لئے کہ ان کے عصر میں کوئی بھی شخص فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتا تھا تاہم قابل ذکر بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جماعت کے ساتھ فرض نمازوں کی ادائیگی کا شدت سے التزام کرتے تھے حتیٰ کہ اگر جماعت کے ساتھ کسی فرض نماز کی ادائیگی میں ان سے کوتاہی ہو جاتی تو اپنے آپ کو نہیں بخشے بلکہ سزا کے طور پر اپنے اوپر عبادت لازم کر لیتے جو اللہ سے ان کے تقرب کا ذریعہ بن جاتی اور انہیں بلند درجہ حاصل ہو جاتا۔ چنانچہ اگر ان سے عشاء کی جماعت رہ جاتی تو ساری رات عبادت کرتے ۵۸۔

حضرت ابن عمرؓ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتے اور بہت ہی کم سوتے۔ ۵۹۔ دیر تک قیام میں رہتے حتیٰ کہ تھک کر دیوار سے ٹیک لگا لیتے ۶۰۔ اور طلوع فجر تک اس حالت میں رہتے۔ جب سحر ہو جاتی تو بیٹھ جاتے اور دعا و استغفار میں لگ جاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ: ”حضرت ابن عمرؓ ساری ساری رات جاگ کر نماز پڑھتے رہتے اور پھر مجھ سے پوچھتے کہ کیا سحر ہو گئی ہے؟ میں نفی میں جواب دیتا تو پھر نماز شروع کر دیتے، جب میں کہتا کہ سحر ہو گئی ہے تو بیٹھ جاتے اور دعا و استغفار میں لگ جاتے حتیٰ کہ صبح طلوع ہو جاتی“ ۶۱۔

حضرت ابن عمرؓ کے سونے کی کیفیت یہ تھی کہ بس تھوڑی دیر کے لئے اوٹھ جاتے یعنی ایک نماز ختم کر کے دوسری نماز شروع کرنے سے قبل کچھ دیر کے لئے آنکھیں بند کر کے اوٹھ جاتے ”الاصابتہ“ میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک اوکھلی رکھی ہوتی جس میں پانی بھرا ہوتا۔ رات کے وقت نماز پڑھتے رہتے اور پھر تھک کر بستر پر لیٹ جاتے اور اتنی دیر سوتے جتنی دیر ایک پرندہ سوتا ہے اور پھر اٹھ کر وضو کرتے اور نماز پڑھنے لگ جاتے پھر تھک کر بستر پر دراز ہو جاتے اور کچھ دیر آرام کر کے اٹھ کھڑے ہوتے اور وضو کر کے نماز میں مصروف ہو جاتے۔ وہ یہ عمل رات بھر چار یا پانچ مرتبہ کرتے ۶۲۔

و۔ حضرت ابن عمرؓ کا روزہ: آپ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے حتیٰ کہ حضر کی حالت میں صرف بیماری کی وجہ سے روزہ چھوڑتے^{۶۳}۔ اپنی زندگی کے آخری ایام تک آپ کی یہی کیفیت رہی^{۶۴}۔

اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا فلسفہ یہ تھا کہ پیٹ بھر کر کھانے سے انسان کی روحانی بلندی اور تہذیب نفسی میں سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ کھانا تناول فرماتے تو پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ آپ کے بیٹے حمزہ کا قول ہے: ”اگر کھانا زیادہ ہوتا تو میرے والد پیٹ بھر کر نہ کھاتے بلکہ کوئی اور کھانے والا تلاش کر لیتے“ ابن مطیع آپ کی عیادت کے لئے آئے اور دیکھا کہ آپ کا جسم کمزور ہو گیا ہے، انہوں نے آپ کی بیوی صفیہ سے کہ: ”تم ان کی دیکھ بھال کیوں نہیں کرتیں“ تاکہ ان کی جسمانی صحت بحال ہو جائے تم ان کے لئے خصوصی طور پر کھانا تیار کر دیا کرو“ صفیہ نے جواب میں کہا: ”ہم ان کے لئے کھانا تیار کرتے ہیں لیکن یہ اپنے اہل و عیال نیز حاضرین میں سے تمام افراد کو کھانے پر بلا لیتے ہیں“ تم ہی اس بارے میں انہیں سمجھاؤ“ اس پر ابن مطیع نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا: ابو عبد الرحمن، اگر آپ اپنے لئے ایسا کھانا تیار کرائیں جس سے آپ کی جسمانی صحت بحال ہو جائے تو یہ بات آپ کے لئے بہتر ہوگی“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”آٹھ برس گزر گئے کہ میں نے اس دوران ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ اب تم چاہتے ہو کہ میں کھانے سے اپنا پیٹ بھر لیا کروں جبکہ گدھے کی پیاس کے برابر میری عمر کا حصہ باقی رہ گیا ہے“^{۶۵}

ھ۔ لہو و لعب سے آپ کی کنارہ کشی: حضرت ابن عمرؓ نے سنجیدگی کی زندگی کا التزام کیا تھا۔ آپ نہ تو کسی حرام لہو و لعب کا ارتکاب کرتے نہ ہی اس میں شریک ہوتے۔ حرام لہو و لعب سے بے فائدہ لہو و لعب مراد ہے۔ ان میں درج ذیل چیزیں داخل ہیں۔

۱۔ موسیقی کا سماع:

نافع کہتے ہیں کہ: ”میں ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ راستے میں جا رہا تھا“

انہوں نے طنبورے کی آواز سنی تو فوراً کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری طرف ہو گئے اور جب ہم دور چلے گئے تو فرمایا: ”نافع“ کیا طنبورے کی آواز آرہی ہے؟“ میں نے نفی میں جواب دیا تو کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور فرمایا: ”میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور پھر وہی کچھ کیا جو ابھی میں نے کیا ہے“ ۶۶۔

۲۔ نزد کا کھیل:

نزد ایک کھلونا ہے جو پتھر کے چند ٹکڑوں، دو تاشوں اور ایک صندوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں دونوں تاش ڈال دیئے جاتے ہیں اور ان کے حساب سے پتھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ (ناظرین کی دلچسپی کے لئے یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ لغات میں نزد کی یہ تشریح کی گئی ہے (۱) ایک کھیل جسے ارد شیر بابک شہنشاہ ایران نے ایجاد کیا تھا۔ (مصباح اللغات عربی۔ اردو) (۲) چوسر کی گوٹ، شطرنج کا مرہ، ایک بازی جسے تختہ نزد بھی کہتے ہیں (فیروز اللغات اردو) مترجم) آج کل یہ لعبۃ الطاولتہ (تھیلی کے کھلونے) کے نام سے معروف ہے۔ ۶۷۔ حضرت ابن عمرؓ نزد کے کھیل کو جوے کا کھیل تصور کرتے تھے ۶۸۔ کیونکہ اس کھیل کی بنیاد قسمت پر ہوتی ہے۔ نیز اس میں درست فکر کا پہلو نہیں ہوتا اور یہ اعصاب کو تھکا دینے والا کھیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کھیل کو حرام قرار دیتے تھے اور اگر اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس کھیل میں مشغول پاتے تو اس کی پٹائی کرتے اور کھلونا توڑ ڈالتے اور پھر آگ میں جلا دینے کا حکم دیتے ۶۹۔

۳۔ شطرنج کا کھیل:

حضرت ابن عمرؓ شطرنج کو نزد سے بھی بدتر تصور کرتے تھے ۷۰۔

۴۔ چہارودہ:

یہ کھیل آج کل ”ادرلیس“ کے نام سے معروف ہے۔ اور قدیم سے ”چودہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس کھیل میں مشغول

دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے^{۴۱}۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خاندان کے کچھ افراد کو اس کھیل میں مشغول دیکھا تو کھیل کا سارا سامان اٹھا کر ان پر دے مارا اور سارا سامان ٹوٹ پھوٹ گیا^{۴۲}۔

۵۔ کجہ:

اس کھیل کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر گڑھے پر لکڑی رکھ دیتے ہیں۔ اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کو لپیٹ کر اسے گیند کی شکل دے دیتے ہیں اور پھر اس لکڑی کو اس گیند سے مارتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کچھ لڑکوں کے پاس سے گزرے جو کجہ کا کھیل کھیل رہے تھے آپ نے گڑھا بند کر کے لڑکوں کو اس کھیل سے روک دیا^{۴۳}۔

۶۔ حضرت ابن عمرؓ کا جذبہ صدقہ اور مال سے لگاؤ کا فقدان: مال کے لئے حضرت ابن عمرؓ کے دل میں کوئی جگہ نہیں تھی۔ کیونکہ آپ کا اعتقاد یہ تھا کہ مال صرف یوگوں کی مدد کا ذریعہ اور ان سے تنگدستی اور فقر و فاقہ دور کرنے کا وسیلہ ہے۔ مال دراصل اللہ کی ملکیت ہے۔ اللہ سبحانہ نے یہ مال اپنے بندوں کو اس لئے دیا ہے کہ اس کے ذریعے ضروریات پوری کی جائیں۔ اس لئے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اللہ کے دیئے ہوئے اس مال کا سب سے بڑھ کر مستحق وہ شخص ہوتا جس کو اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی۔

۱۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بھلائی اور نیکی کی راہوں میں بہت زیادہ مال خرچ کرتے تھے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک مجلس میں بائیس ہزار دینار آئے۔ آپ نے جب تک انہیں تقسیم نہیں کر دیا اس وقت تک مجلس سے نہیں اٹھے۔^{۴۴}

۲۔ ابن جعفر نے حضرت ابن عمرؓ کو ان کے غلام نافع کے بدلے دس ہزار درہموں کی پیش کش کی، آپ نے فرمایا: ”اس رقم سے بڑھ کر بھی تو نیکی کی صورت ہو سکتی ہے“ میں اسے لوجہ اللہ آزاد کرتا ہوں“^{۴۵}۔ آپ نے چالیس ہزار میں ایک غلام خرید کر کے اسے آزاد کر دیا۔ غلام نے عرض کیا: ”میرے آقا، آپ نے مجھے آزاد کر دیا“

اب مجھے زندگی گزارنے کے لئے کچھ رقم بھی عنایت کر دیجئے“ آپ نے اسے چالیس ہزار کی رقم دے دی۔ ۷۶۔

اگر آپ کسی غلام کے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے۔ آپ کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، اس سے پوچھا کہ ذبح کرنے کے لئے کوئی بکری ہے؟ چرواہے نے جواب دیا کہ جانوروں کا مالک یہاں نہیں ہے آپ نے فرمایا: ”مالک سے کہہ دینا کہ بھیڑیا بکری اٹھا کر لے گیا ہے“ یہ سن کر چرواہے نے کہا: ”اللہ سے ڈرو“ آپ کو چرواہے کا یہ فقرہ اس قدر پسند آیا کہ آپ نے مالک سے بکریوں کے گلے کے ساتھ اس غلام کو بھی خرید لیا اور پھر اسے آزاد کر کے بکریوں کا گلہ اسے بہہ کر دیا۔ ۷۷۔

حضرت ابن عمرؓ کے غلام آپ کی اس عادت سے واقف تھے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا کہ کوئی غلام مسجد میں رہ کر عبادت کرنے لگتا اور جب آپ اسے اس عمدہ حالت میں دیکھتے تو آزاد کر دیتے۔ آپ کے رفقاء آپ سے کہتے کہ: ”ابو عبد الرحمن! تمہارے یہ غلام صرف تمہیں دھوکہ دینے کے لئے ایسا کرتے ہیں“ تو آپ جواب میں کہتے: ”ہمیں کوئی شخص جب اللہ کے لئے دھوکہ دیتا ہے تو ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں“ ۷۸۔ اس طرح آپ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد بہت ہو گئی تھی حتیٰ کہ نافعؓ نے کہا تھا کہ: ”جب حضرت ابن عمرؓ کی وفات ہوئی تو اس وقت تک آپ ایک ہزار سے زائد انسانوں کو آزاد کر چکے تھے“ ۷۹۔

- ۳۔ حضرت ابن عمرؓ کو جب بھی کوئی چیز پسند آتی اسے صدقہ کر دیتے۔ آپ اپنے اس طرز عمل سے سورہ آل عمران کی آیت (لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون تم نیکی اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی پسندیدہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر ڈالو) کی عملی تفسیر کرتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ کا فلسفہ یہ تھا کہ:
- الف۔ آپ اس طرح اتفاق کر کے اللہ سبحانہ کے ہاں نیکی کے طلب گار ہوتے۔
- ب۔ دل کو پسند آجانے والی چیز صدقہ کر کے اپنا دل اللہ کے لئے فارغ کر لیتے تاکہ دل کے اندر اللہ کے سوا کسی اور چیز کا خیال نہ رہے۔

وہب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک اونٹ فروخت کر دیا، آپ سے کہا گیا کہ: ”اس اونٹ کو اپنے پاس رہنے دیتے تو بہتر ہوتا“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”اونٹ میرے حسب حال تھا لیکن اس نے میرے دل کا ایک حصہ اپنے قبضے میں کر لیا تھا اس لئے میں نے پسند نہیں کیا کہ اپنے دل کو کسی چیز میں مشغول کر لوں“^{۸۰}۔

حضرت ابن عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ انہیں اپنی ایک لونڈی بہت پسند تھی جس کا نام رمیشہ تھا حتیٰ کہ اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز پسندیدہ نہیں تھی۔ آپ فرماتے ہیں: ”میں نے کہا کہ یہ لونڈی لوجہ اللہ آزاد ہے۔ اگر اللہ کی راہ میں دی ہوئی کسی چیز کو میں واپس لے سکتا تو اس لونڈی کے ساتھ ضرور نکاح کر لیتا“ پھر آپ نے اس کا نکاح نافع کے ساتھ کر دیا اور یہ نافع کی ام ولد بن گئی^{۸۱}۔

ایک دفعہ آپ نے مچھلی کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ مچھلی تلی گئی اور آپ کے سامنے پیش کی گئی۔ اتنے میں ایک سائل آگیا اور یہ مچھلی آپ کے حکم سے اسے دے دی گئی^{۸۲}۔

آپ کھانڈ خریدتے اور اسے صدقہ کر دیتے۔ آپ سے کہا جاتا کہ: ”اگر آپ کھانڈ کے شمن سے طعام خرید کر صدقہ کرتے تو صدقہ پانے والوں کے لئے یہ بات بہتر ہوتی“ آپ جواب میں فرماتے: ”جو بات تم کہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں سورہ آل عمران میں اللہ کا فرمان سنا ہے کہ (لن تنالوا البرحتى تنفقوا مماتحبون) حضرت ابن عمرؓ کو کھانڈ بہت پسند تھی^{۸۳}۔

۴۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے مال کو یتیم کے مال کے بچاؤ کا ذریعہ بنا دیتے تھے، آپ جب بھی کھانا کھانے بیٹھتے تو دسترخوان پر کوئی نہ کوئی یتیم بھی ضرور ہوتا^{۸۴}۔ اگر آپ سفر پر جاتے اور اپنے ساتھ یتیم کا مال تجارت کی غرض سے لے جاتے تو یہ مال یا تو خود قرض کے طور پر لے لیتے یا کسی بھروسے والے شخص کو قرض کے طور پر دیدیتے۔ اور پھر جب یتیم کے لئے اس مال سے کوئی سامان تجارت خریدنا چاہتے تو اس مال سے رقم کی ادائیگی کر دیتے یا قرض لینے والے سے اس مال کی وصولی کر لیتے اور اس طرح یتیم کے مال کو ضائع ہونے کے خطرے سے بچا لیتے۔ کیونکہ اگر یہ مال حضرت ابن عمرؓ کے ہاتھ

میں امانت کے طور پر ہوتا اور پھر ضائع ہو جاتا تو اس کا ضیاع یتیم کے حساب میں شمار ہوتا لیکن اگر یہ مال آپ کے قبضے میں قرض کے طور پر ہوتا تو اس کا ضیاع آپ کے حساب سے شمار ہوتا۔ (فقہ کا مسئلہ ہے کہ امانت اگر ضائع ہو جائے تو اسے مالک کا نقصان شمار کیا جاتا ہے۔ اور امین پر اس کا تاوان عائد نہیں ہوتا لیکن قرض کا ضیاع قرض دینے والے کا نقصان شمار نہیں ہوتا بلکہ یہ نقصان قرض لینے والے پر عائد ہوتا ہے۔ مترجم) روایتوں میں یہ وارد ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قبیوں کا مال ضائع ہونے سے بچانے کے لئے قرض کے طور پر حاصل کر لیتے تھے^{۸۵}۔ ”طبقات ابن سعد“ میں نافع سے مروی ہے کہ جب یمامہ کی جنگ میں حضرت زیدؓ شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کا مال لوگوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت ابن عمرؓ اس مال سے قرض دیتے اور قرض لیتے اور پھر لوگوں کی خاطر اس سے تجارت کرتے۔^{۸۶}

۵۔ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کھلے دل سے اللہ کی راہ میں اس کی رضا جوئی اور ثواب کے لئے مال خرچ کرتے تاہم مال کے بدلے اپنا دین فروخت کرنے کے لئے کبھی تیار نہ ہوتے۔ نیز مال کی خاطر حق سے کبھی انحراف نہ کرتے۔ بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور اس کے بعد جب اپنے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آپ سے کہا تو آپ نے فرمایا: ”یعنی مذکورہ رقم کے ذریعے بیعت کروانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ بات ہے تو پھر میرا دین تو بڑا سستا ہے“^{۸۷}۔

ز۔ حضرت ابن عمرؓ کا عہدہ قضا قبول نہ کرنا:

حضرت ابن عمرؓ عہدہ قضا پر کام کرنے سے ہمیشہ انکار کرتے رہے کیونکہ آپ کو یہ خوف رہتا کہ کہیں قدم ڈگلا نہ جائیں۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے آپ سے فرمایا: ”لوگوں کے درمیان فیصلے کرو“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”میں دو افراد کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی دو افراد کی امامت کر سکتا ہوں“ حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر فرمایا: ”کیا تم میرا حکم ٹھکرا رہے ہو؟“ آپ نے جواب دیا: ”نہیں ایسی

بات نہیں۔ لیکن مجھے روایت پہنچی ہے کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو جمالت کی بنیاد پر فیصلے کرے۔ یہ جہنم میں جائے گا۔ دوسرا وہ شخص جو راہ حق سے روگردانی کر کے اپنی خواہشات کا ساتھ دے۔ یہ بھی جہنم میں پڑے گا اور تیسرا وہ شخص جو اجتہاد کر کے درست فیصلے کرے۔ اس کا معاملہ برابر رہے گا یعنی نہ اسے کوئی اجر ملے گا نہ ہی اس پر گناہ کا بوجھ ہوگا“ حضرت عثمانؓ نے یہ سن کر فرمایا: ”تمہارے والد فیصلے کیا کرتے تھے“ آپ نے جواب دیا: ”ہاں، میرے والد فیصلے کیا کرتے تھے، اگر انہیں کوئی اشکال پیش آتا تو وہ حضور ﷺ سے پوچھ لیتے اور اگر حضور ﷺ کو اشکال پیش آ جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھ لیتے، میرے پاس تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس سے پوچھ سکوں، آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ: ”جو شخص اللہ کی پناہ حاصل کرے اسے پناہ مل جاتی ہے“ حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ”ہاں، میں نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے“ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھے عہدہ قضاء پر مامور کریں“ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے آپ کو مجبور نہیں کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ: ”کسی کو اس بات کی خبر نہ دینا“^{۸۸}۔

ح۔ فتویٰ دینے سے حضرت ابن عمرؓ کی پہلو تھی:

حضرت ابن عمرؓ کے تقوے کی یہ کیفیت آپ کو فتویٰ دینے سے بھی دور رکھتی۔ چنانچہ آپ جب تک معاملہ اچھی طرح سمجھ نہ لیتے فتویٰ نہ دیتے۔ ایک شخص نے آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا، آپ نے سر ہلا دیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا، لوگوں نے سمجھا کہ آپ نے سائل کا مسئلہ سنا ہی نہیں۔ سائل نے آپ سے عرض کیا: ”اللہ آپ پر رحم کرے کیا آپ نے میرا مسئلہ سنا نہیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”میں نے تمہارا مسئلہ سن لیا، لیکن تم شاید یہ خیال کرتے ہو کہ اللہ سبحانہ ہم سے اس چیز کے بارے میں کوئی سوال نہیں کرے گا جو تم ہم سے پوچھتے ہو، اللہ تم پر رحم کرے، تم ہمیں چھوڑ دو تاکہ ہم تمہارا مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں، اس کے بعد اگر ہمارے پاس اس کا کوئی جواب ہوگا

تو تمہیں بتا دیں گے ورنہ تمہیں اپنی لاعلمی سے آگاہ کر دیں گے“^{۸۹}۔
 اگر آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور آپ کو اس کا جواب معلوم نہ ہوتا تو آپ
 جواب میں ”مجھے معلوم نہیں“ کہہ کر زیادہ خوشی محسوس کرتے یہ نسبت اس کے کہ
 آپ کو مسئلے کا جواب معلوم ہوتا اور آپ یہ جواب سائل کو بتا دیتے، ایک شخص نے
 آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”مجھے کوئی علم نہیں ہے“ جب سائل
 چلا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ابن عمر نے بہت اچھی بات کہی، اس سے ایک مسئلہ پوچھا گیا
 جس کا اسے علم نہیں تھا، اور اس نے جواب میں کہا: ”مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں
 ہے“^{۹۰}۔

یہی وجہ ہے کہ جن مسائل کے بارے میں آپ نے کوئی جواب نہیں دیا ان کی
 تعداد ان مسائل سے زیادہ ہے جن کا آپ نے جواب دیا تھا۔ نافع کہتے ہیں: ”ابن
 عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ حاجیوں کی آمد پر لوگوں کے مسائل سننے کے لئے بیٹھا
 کرتے تھے۔ اس دوران میں ایک دن حضرت ابن عباسؓ کے پاس بیٹھتا اور ایک دن
 حضرت ابن عمرؓ کے پاس۔ حضرت ابن عباسؓ سے جو بھی مسئلہ پوچھا جاتا، اس کا
 جواب دے دیتے لیکن ابن عمرؓ جن مسائل کا جواب نہ دیتے ان کی تعداد ان مسائل
 سے زیادہ ہوتی جن کے متعلق فتویٰ دیتے“^{۹۱}۔

ط۔ فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی میں شریک ہونے سے پرہیز:

حضرت ابن عمرؓ جہاں ایک طرف یقین کی بنیاد پر فتوے دیتے تھے وہاں دوسری
 طرف یقین ہی کی بنیاد پر کوئی تصرف کرتے اور قدم اٹھاتے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت
 علیؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی کے اندر آپ نے کسی فرق
 کا ساتھ نہیں دیا بلکہ غیر جانبدار رہے۔ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ: ”حضرت ابن عمرؓ
 کے ورع و تقویٰ کے نتیجے میں آپ کو حضرت علیؓ کے زمانے میں ہونے والی لڑائیوں
 کے متعلق اشکال پیدا ہو گیا تھا اور آپ غیر جانبدار رہے تھے تاہم وفات کے وقت آپ
 کو اس کا بڑا افسوس تھا“^{۹۲}۔

ی۔ امارت قبول نہ کرنا:

حضرت ابن عمرؓ کو جب شام کی امارت پیش کی گئی تو آپ نے اپنے ورع و تقویٰ کی بنا پر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ ذمہ داری کے اعتبار سے امارت کسی طرح عمدہ فضا سے کم نہیں ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ”علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے مجھے پیغام بھیجا: ”ابو عبد الرحمن، اہل شام تمہاری بات مانتے ہیں، تم ان کے پاس چلے جاؤ، میں نے تمہیں ان پر امیر مقرر کیا ہے“ میں نے جواب میں کہا: ”میں آپ کو اللہ کا واسطہ نیز رسول ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت داری اور محبت کا واسطہ دے کر آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس عمدے سے معاف رکھیں“ لیکن حضرت علیؓ اپنی بات پر اڑے رہے، میں نے اپنی ہمیشہ حفسہؓ سے سفارش کروائی لیکن حضرت علیؓ پھر بھی نہیں مانے، چنانچہ میں ایک رات مکہ کرمہ کی طرف چل پڑا۔ حضرت علیؓ کو بتایا گیا ابن عمرؓ شام کی طرف چلے گئے ہیں جہاں حضرت علیؓ کے سیاسی حریف حضرت معاویہؓ تھے۔ حضرت علیؓ نے میرے پیچھے ایک آدمی روانہ کر دیا۔ یہ شخص جلدی میں اپنے اونٹ کے پاس آیا اور اپنی گھڑی ہمارے طور پر اونٹ کے ساتھ لگا کر روانہ ہونا چاہا تاکہ راستے میں مجھ سے جا ملے۔ جب حفسہؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت علیؓ کو آگاہ کر دیا کہ حضرت ابن عمرؓ شام کی طرف نہیں گئے بلکہ مکہ چلے گئے ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؓ کا جذبہ سرد ہو گیا“ ۹۳۔

ک۔ عمدہ خلافت قبول نہ کرنا:

جب ایک گروہ نے عمدہ خلافت کے لئے حضرت ابن عمرؓ کا نام تجویز کیا تو آپ نے اپنے ورع و تقویٰ کی بنا پر اسے ٹھکرا دیا، اس وقت کیفیت یہ تھی کہ خانہ جنگی کی آندھیاں چاروں طرف چل رہی تھیں، ہم اس کا ذکر مادہ ”امارت“ کے ذیل میں کریں گے۔ اس لئے کہ ایسے سنگین حالات میں جو شخص عمدہ خلافت قبول کر لیتا اس کے لئے مخالفین کے خلاف اس وقت تک تلوار اٹھالیتا ضروری ہوتا جب تک اختلاف

ختم نہ ہو جاتا اور امت میں وحدت کی کیفیت پیدا نہ ہو جاتی۔ جبکہ حضرت ابن عمرؓ کا ورع و تقویٰ آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ کسی مومن کے خلاف تلوار اٹھائیں جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتا ہو خواہ اپنی مخالفت کے حق میں تاویل کیوں نہ کرتا ہو۔ خالد بن سیر نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: ”حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا گیا کہ: ”اگر آپ مسلمانوں کے معاملات درست کر دیتے تو بہتر ہوتا کیونکہ تمام لوگ آپ کی ذات پر رضامند ہیں“ آپ نے انہیں جواب دیا: ”اگر مشرق سے ایک شخص بھی میرے بارے میں مخالفت کرے تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟“ انہوں نے عرض کیا ”اگر ایک شخص مخالفت کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ امت کی بھلائی کی خاطر ایک شخص کے قتل ہو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”بخدا مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اگر محمد ﷺ کی پوری امت ایک نیزے کا بانس پکڑ لے اور میں اس نیزے کی انی پکڑ لوں اور پھر ایک مسلمان قتل ہو جائے اور اس کے بدلے مجھے دنیا و ما بعدہ مل جائے“ ۹۳۔

ل۔ حضور ﷺ سے حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ احادیث کی قلت:

حضرت ابن عمرؓ کا ورع و تقویٰ آپ کو حضور ﷺ سے کم حدیثیں روایت کرنے پر مجبور کرتا تھا۔ آپ کو خطرہ رہتا کہ کہیں حدیث کی روایت میں کوئی غلطی نہ ہو جائے اور آپ حضور ﷺ کے اس ارشاد کی زد میں نہ آجائیں کہ: ”جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی غلط بات کی نسبت کرے (یعنی مجھ سے غلط حدیث روایت کرے) اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لیتا چاہئے“ ۹۵۔ حتیٰ کہ عامر شیبی نے کہا ہے کہ: ”میں نے ایک سال تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مجالست کی، لیکن انہوں نے اس دوران ایک حدیث بھی حضور ﷺ سے روایت نہیں کی“ ۹۶۔ اسحق بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ: ”حضور ﷺ سے روایت کرنے کے سلسلے میں میں نے ابن عمرؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو پہنچتے ہوئے نہیں دیکھا“ ۹۷۔

تاہم حضرت ابن عمرؓ جب حدیث روایت کرتے تو پوری دقت نظری کا التزام

کرتے اور حدیث میں کوئی کمی بیشی ہونے نہ دیتے۔ ابو جعفر الباقری یعنی محمد بن علی سے مروی ہے کہ: ”حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرامؓ کے اندر کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو حضور ﷺ سے کوئی حدیث سنتا اور پھر حضرت ابن عمرؓ سے بڑھ کر یہ احتیاط کرتا کہ اس حدیث میں کوئی اضافہ یا کمی نہ ہونے پائے“^{۹۸}۔

م۔ سنن و آثار سے تمسک کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی شدت:

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کی اقتداء و اتباع کے بارے میں بڑے سخت تھے حتیٰ کہ خود روایت کرتے ہیں کہ: ”میں حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے چلتا اور کوشش کرتا کہ جس مقام پر حضور ﷺ نے اپنا قدم مبارک رکھا اسی مقام پر میں بھی اپنا قدم رکھوں“ ابن عثمان نے کہا ہے کہ: ”حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار کی کثرت سے بیرونی کرتے تھے“^{۹۹}۔ اس بات کی گواہی صحابہ کرامؓ نے بھی دی ہے۔ حضرت عائشہؓ بھی ان میں شامل ہیں اور جس کے حق میں حضرت عائشہؓ گواہی دیں اس کے لئے یہی گواہی کافی ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”کوئی شخص حضور ﷺ کے قیام کے مقامات کے اندر آپ ﷺ کے آثار کی اس طرح پیروی نہیں کرتا تھا جس طرح ابن عمرؓ کرتے تھے“^{۱۰۰}۔ نافع نے روایت کی ہے کہ ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار و نشانات کی پیروی کرتے اور جن مقامات میں حضور ﷺ نے نمازیں ادا کیں وہ بھی ان مقامات میں نمازیں پڑھتے حتیٰ کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا، حضرت ابن عمرؓ اس درخت کو پانی دیتے رہتے تاکہ خشک نہ ہو جائے“^{۱۰۱}۔ حضور ﷺ کے حکم، آپ کے احوال و سنن نیز آثار کی پیروی میں حضرت ابن عمرؓ اس حد تک آگے نکل گئے تھے کہ دیکھنے والے کو گمان ہوتا کہ آپ حضور ﷺ کے عاشق زار ہیں یا دیوانے ہو چکے ہیں۔ امام مالک نے اپنے اوپر کے راوی سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے احکام اور احوال و آثار کی پیروی میں اس قدر اہتمام کرتے کہ ایسا معلوم ہوتا کہ اس اہتمام کے سلسلے میں

اپنی عقل کھو بیٹھے ہیں اور دیوانے ہو گئے ہیں“ ۱۰۲۔

عاصم الاحول نے اپنے اوپر کے روای سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”ابن عمرؓ کی کیفیت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص انہیں دیکھ لیتا تو خیال کرتا کہ حضور ﷺ کے آثار کی پیروی کے سلسلے میں انہیں کچھ ہو گیا ہے“ ۱۰۳۔ یعنی دیوانے بن گئے ہیں۔

ن۔ بعض ایسے تصرفات جن کا التزام حضرت ابن عمرؓ نے کیا تھا ان کا ذکر آگے آئے گا یہ تصرفات ایسے ہیں جن کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کو کوئی شک و شبہ نہیں تھا بلکہ آپ کے دل میں اس بات کا یقین تھا کہ آپ کے کئے ہوئے یہ تصرفات قطعی طور پر حلال محض تھے۔

۱۳۔ حضرت ابن عمرؓ کا فقہ:

الف۔ اگر حضرت ابن عمرؓ کے علم پر گفتگو شروع کر دی جائے تو پھر بات سے بات نکلتی چلی جائے گی جس کے لئے اس مختصر مقالہ کے اندر گنجائش نہیں ہے۔ اگر بات کا دائرہ حضرت ابن عمرؓ کے تلامذہ کی کثرت تعداد تک محدود رکھا جائے اور طالبان علم کی رغبت اور میلان کو حضرت ابن عمرؓ کے تفوق اور تبرعلی کا عنوان و مقیاس قرار دیا جائے تو ہمارے لئے اتنا ہی جان لینا کافی ہو گا کہ ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ میں ان افراد کی تعداد دو سو ستائیس بتائی ہے جنہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے علوم دین حاصل کر کے آگے پہنچایا تھا۔ ان میں صرف اہل مصر کی تعداد چالیس کے زائد تھی۔ ۱۰۴۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے تھے جنہوں نے کثرت سے فتوے دیئے تھے۔

سلف کا فقہ جمع کرنے اور اس کے استقراء کے دوران مجھے پتہ چلا کہ حضرت ابن عمرؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہیں جنہوں نے کثرت سے فتوے دیئے تھے۔ ہمارے سامنے موجود حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کا یہ موسوعہ (انسائیکلو پیڈیا) اس بات کی گواہی دے گا۔ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب ”الاحکام فی اصول الاحکام“ کے اندر بھی اس

بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”صحابہ کرامؓ میں سے کثرت سے فتوے دینے والوں میں یہ حضرات شامل ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن مسعودؓ، اور حضرت زید بن ثابتؓ“ ۱۰۵۔ ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ کو مذکورہ صحابہ کرام میں شامل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ان تمام حضرات کا فقہ جمع کرنا آسان کر دیا اور میں نے سلف کا فقہ کجا کرنے کے دوران مذکورہ فقہ بھی جمع کر لیا اور اسے زیور طبع سے آراستہ بھی کر لیا۔ البتہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے فقہ کا مسودہ میں نے ایک ریسرچ سکالر کے حوالے کر دیا ہے۔ وہ اسے طبع کرائے گا۔ نیز حضرت زید بن ثابتؓ کے فقہ کا مسودہ بھی ابھی تک طبع نہیں ہوا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ میرے لئے اس کی طباعت آسان کر دے گا۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کی علمی قدر و قیمت

حضرت ابن عمرؓ صغار صحابہؓ میں سے تھے۔ حضرت عائشہؓ کی وفات کے وقت آپ کی عمر بائیس سال سے متجاوز نہیں تھی۔ پھر آپ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے تھے اور حضرت عمرؓ کی حیثیت ہم سب پر واضح ہے۔ اس لئے یہ بات غیر مقول ہوتی کہ لوگ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر ان کے بیٹے حضرت ابن عمرؓ سے فتوے پوچھتے جبکہ حضرت عمرؓ قدیم الاسلام ہونے کے علاوہ عالم، پختہ فکر کے مالک اور بزرگ صحابی تھے اور ان کے بیٹے ایک نوجوان صحابی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی زندگی میں حضرت ابن عمرؓ کے علم کا سورج اپنی تابانی دکھانہ سکا اور اس سے ہمیں مجاہد بن جبر کی یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی نوجوانی میں لوگ آپ سے بہت کم رجوع کرتے تھے مجاہد نے کہا کہ: ”جب حضرت ابن عمرؓ جوان تھے تو دو گون نے ان کی اقتداء نہیں کی لیکن جب بڑی عمر کے ہو گئے تو لوگوں نے انکی اقتداء کی“ ۱۰۶۔

جب کبار صحابہؓ دنیا سے رخصت ہو گئے تو فتویٰ دینے والے حضرات کی صدارت کا مقام حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کو حاصل ہو گیا اور دونوں نے لوگوں کو فتوے دینا شروع کر دیا اور اس میدان میں ان کا کوئی مقابل نہیں تھا۔ ۱۰۷۔ امام مالک فرماتے ہیں: ”مجھ سے امیر المومنین ابو جعفر منصور نے ایک مرتبہ دریافت

کیا: ”آپ دیگر اقوال کو چھوڑ کر حضرت ابن عمرؓ کا قول کیوں اختیار کرتے ہیں؟“ میں نے جواب دیا: ”امیر المؤمنینؓ، وہی باقی رہ گئے تھے اور لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت تھی، نیز ہم سے پہلے لوگوں نے بھی ان کا قول اختیار کیا تھا اس لئے ہم نے بھی ان کا قول اختیار کیا“ یہ جواب سن کر منصور نے کہا: ”نیک ہے“ آپ حضرت ابن عمرؓ کا قول اختیار کریں خواہ یہ قول حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے خلاف کیوں نہ ہو“ ۱۰۸۔

حضرت ابن عمرؓ کو طویل العری کا فائدہ بھی حاصل ہوا، کیونکہ آپ نے چوراسی برس کی عمر میں وفات پائی تھی۔ اس طویل عرصے کے دوران فتویٰ دینے کے فن میں آپ کو خاص مہارت حاصل ہو گئی تھی۔ چنانچہ آپ کا معلومات پختہ ہو گئیں اور سمجھ بوجھ میں وسعت پیدا ہو گئی۔ امام مالک کا قول منقول ہے کہ: ”حضرت زید بن ثابتؓ کے بعد ہمارے نزدیک لوگوں کے امام حضرت عبداللہ بن عمرؓ تھے، آپ ساٹھ برس تک لوگوں کو فتوے دیتے رہے۔“ ۱۰۹۔

محمد بن شہاب زہری کا قول ہے کہ: ”ابن عمرؓ کی رائے کے ساتھ برابری نہ کرو“ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد آپ ساٹھ برسوں تک فتوے دیتے رہے ہیں اس لئے آپ سے حضور ﷺ کا کوئی معاملہ مخفی نہیں رہا اور نہ ہی حضور ﷺ کے صحابہؓ کا کوئی معاملہ آپ سے پوشیدہ رہا“ ۱۱۰۔

ابن سعد نے ”اللبقات“ کے اندر شعبی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ”ابن عمرؓ حدیث کی روایت میں جید تھے لیکن فقہ میں جید نہیں تھے“ ۱۱۱۔ تو ان کا یہ قول دراصل مدینہ منورہ کے ایک فرد کے بارے میں ایک عراقی کی رائے ہے کیونکہ صورت حال یہ تھی کہ عراق کے اہل علم مدینہ منورہ کے اہل علم کے فقہی مسلک پر طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔ اور مدینہ منورہ کے اہل علم عراقیوں کے فقہی مسلک پر تنقید کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اس رائے کے اظہار میں ہر گز وہ اپنے اجتہاد سے کام لیتا تھا۔

یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شاید شعبی کو بعض ایسے مسائل کا پتہ چلا ہو جن کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے سخت موقف اختیار کیا تھا۔ ان مسائل کی چند مثالیں ہم آگے چل کر پیش کریں گے۔ اور اس طرح شعبی کو حضرت ابن عمرؓ کے فقہی مسلک

کے اندر ناقص نظر آیا تھا کیونکہ ان مسائل کے اندر حضرت ابن عمرؓ انتہائے یمن سے انتہائے یار پر پہنچے نظر آتے ہیں۔ اس لئے شعبی نے ان کے متعلق اپنا یہ فقرہ کہا ہے۔ تاہم ایسے مسائل کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور انہیں دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ کے فقہی فکر کے بارے میں درج بالا ریمارکس کسی طرح درست نہیں ہو سکتے۔

د۔ احکام کے استنباط میں حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار:

استنباط احکام میں حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ اس سلسلے میں کتاب اللہ سے رجوع کرتے۔ اگر آپ کو کتاب اللہ کے اندر متعلقہ مسئلے کا جواب نہ ملتا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت سے رجوع کرتے۔ اگر وہاں بھی جواب نہ ملتا تو کبار صحابہؓ کے اجتہادات سے مسئلے کا جواب اخذ کرتے بشرطیکہ صحابہ کرامؓ کا اس جواب پر اتفاق ہوتا۔ اگر اختلاف ہوتا تو ان حضرات کی آراء میں سے جس رائے کو حق سمجھتے اسے اختیار کر لیتے حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع نے روایت کی ہے کہ انہوں نے معوذ بن عفراء کی بیٹی الریحہ کو حضرت ابن عمرؓ سے یہ کہتے سنا تھا کہ: ”میں نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں اپنے شوہر سے خلع حاصل کر لیا تھا۔ میرے چچا حضرت عثمانؓ کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے ”سُربِیا“ تمہاری بیعتی اپنے میکے چلی جائے۔ اس پر نہ تو عدت لازم ہے۔ اور نہ ہی میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ البتہ جب تک حیض نہ آجائے وہ نکاح نہیں کرے گی۔ کیونکہ خطرہ ہے کہ کہیں حاملہ نہ ہو“ یہ تفصیل سنا کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عثمانؓ ہم میں سب سے زیادہ باخبر اور سب سے بڑھ کر عالم ہیں“^{۱۱۳}۔ ابو جہل نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا“ اللہ تعالیٰ نے چونکہ وسعت عطا کی ہے اس لئے مدقہ فطر میں گندم دنیا کھجور دینے سے افضل ہو گا یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میرے رفقاء ایک راہ پر چلے ہیں اور میں ان کی راہ پر چلنا پسند کرتا ہوں“^{۱۱۴}۔

آپ ہمیشہ یہ فقرہ دہرایا کرتے تھے: ”میں نے اپنے رفقاء کو ایک متعین راستے پر چلنے دیکھا ہے اگر میں اس راہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کروں تو خطرہ ہے کہ

میں ان کے ساتھ مل نہ سکوں؟^{۱۱۴}۔

اگر آپ کو مسئلے کا جواب صحابہ کرام کے اجتہادات میں نہ ملا تو آپ نظیر کو نظیر پر قیاس کرنے کا طریقہ اختیار کرتے۔ سلف سے منقول مراجع حضرت ابن عمرؓ کے اس قسم کے قیاسات سے بھرے پڑے ہیں۔ ان کا ذکر ہم آپ کا فقہ پیش کرنے کے دوران کریں گے۔ اس کی ایک مثال کی روایت عمرو بن شعیب نے کی ہے کہ ایک چور نے مطلب بن ودام کے گودام میں نقب لگائی اور اسے اس حالت میں پکڑ لیا گیا کہ اس نے گودام کا سامان اکٹھا کر لیا تھا لیکن یہ سامان گودام سے باہر نہیں نکالا تھا۔ اسے حضرت ابن الزبیرؓ کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور قطعید کا حکم دیا۔ حضرت ابن عمرؓ بھی وہاں سے گزرے اور آپ کو سارا واقعہ بتایا گیا۔ آپ حضرت ابن الزبیرؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا کہ: ”کیا آپ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے؟“ انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”آپ اس وقت تک اس کا ہاتھ نہیں کاٹ سکتے جب تک وہ مسروقہ مال گودام سے باہر نہ لے جاتا، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ ایک غنص کو کسی عورت کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا دیکھ لیں جبکہ اس نے ابھی زنا کا عمل شروع نہ کیا ہو تو کیا آپ اس پر حد زنا جاری کریں گے؟“ حضرت ابن الزبیرؓ نے ار کا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ: ”شاید زنا کاری کے ارتکاب سے پہلے وہ توبہ کر لے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”چوری کا یہ معاملہ بھی اسی طرح ہے، آپ کو کیا خبر کہ وہ اپنے اس فعل سے شاید باز رہتے ہوئے توبہ کر لیتا اور مسروقہ سامان چھوڑ کر چلا جاتا“^{۱۱۵}۔ یہاں آپ نے سرقہ کو زنا پر قیاس کیا۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ آپ نے سیٹگی لگانے کے اوزاروں کی دھوئے بغیر نکلروں کے ذریعے تطہیر کو استنجا کے اندر پتھروں کے کلڑوں کے ذریعے قبل اور دبر کی تطہیر پر قیاس کیا تھا۔^{۱۱۶}۔

آپ اگر کسی حکم کے بارے میں اجتہاد سے کام لیتے تو قیاس کے ساتھ اجتہاد کے معارضہ کی صورت میں یا تو مذکورہ حکم کے متعلق توقف کر لیتے یا قیاس کی طرف لوٹ

آتے۔ اس کی ایک مثال جعفر بن برقان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے کہا: ”تم فلاں نصیبی کو جانتے ہو؟ وہ حضرت ابن عمرؓ کے دوست ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: ”زکوٰۃ حکومت کے کارندوں حوالے کرنے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کیونکہ ارباب اختیار زکوٰۃ کا مال اس کے درست مصارف میں صرف نہیں کرتے“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”اپنی زکوٰۃ انہیں کے حوالے کر دو“ اس پر میں نے عرض کیا کہ: ”اگر یہ لوگ نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھیں تو کیا آپ ان کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں گے؟“ آپ نے اس کے جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر میں نے کہا: ”نماز بھی تو زکوٰۃ کی طرح ہے“ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ان لوگوں نے ہمارے معاملات خلط ملط کر دیئے ہیں اللہ ان کے معاملات خلط ملط کر دے“ ۱۷۔

ھ۔

حضرت ابن عمرؓ کا اپنے والد محترم کے فقہ سے متاثر ہونا۔ ایک ساتھ زندگی گزارنے کے نتیجے میں اثر پذیری پیدا ہوتی ہے۔ یہ معاشرتی زندگی کا قانون ہے۔ اس لئے یہ کوئی انجیسے کی بات نہیں کہ ایک شخص اپنے والد کا اثر قبول کر لے خاص طور پر جب والد اپنی سلامت روی، ایمان اور باوقار شخصیت کے اعتبار سے حضرت عمرؓ جیسا فرد ہو اور بیٹا حق و ایمان کی طلب اور چاہت میں عبد اللہ بن عمرؓ جیسا شخص ہو۔

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابن عمرؓ اپنے والد محترم سے جس قدر متاثر تھے اس کا ذکر سعید بن المسیب نے ان الفاظ میں کیا ہے: ”حضرت عمرؓ کی تمام اولاد میں عبد اللہ بن عمرؓ اپنے والد کے ساتھ سب سے بڑھ کر مشابہت رکھتے تھے اور عبد اللہؓ کے بیٹوں میں سالم اپنے والد کے سب سے زیادہ مشابہ تھے“ ۱۸۔

زید بن اسلم نے اپنے والد سے حضرت ابن عمرؓ کی اثر پذیری کی کیفیت بڑے خوبصورت الفاظ میں روایت کی ہے کہ: ”ریگستان کے اندر اپنا بچہ گم کر دینے والی اونٹنی بھی اپنے بچے کے کھوج میں اتنی سرگرداں نہیں ہوتی جس قدر حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ کے اقوال و آثار کے طلب گار رہے تھے“ ۱۹۔ اپنے والد کی

بیروی اور ان سے اثر پذیری پر اس واقعہ سے پڑھ کر کوئی اور بات دلالت نہیں کر سکتی جس کی روایت ابو بکر نے کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے اس ایک چشم شخص کے متعلق مسئلہ پوچھا جس کی آنکھ غلطی سے پھوڑ دی گئی تھی۔ پاس بیٹھے ہوئے عبداللہ بن صفوان نے کہا کہ اس مسئلے میں حضرت عمرؓ نے پوری دیت ادا کرنے کا فیصلہ سنایا تھا۔ یہ سن کر سائل نے ان سے کہا: ”میں آپ سے مسئلہ نہیں پوچھ رہا ہوں بلکہ ابن عمرؓ سے پوچھ رہا ہوں“ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”ابن صفوان تم سے عمرؓ کا فیصلہ بیان کر رہے ہیں اور اس کے باوجود تم مجھ سے پوچھ رہے ہو“ ۱۲۰

یہی وجہ ہے کہ اگر حضرت ابن عمرؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا جس کے متعلق حضرت عمرؓ سے منقول کوئی حکم آپ کو یاد ہوتا تو جواب میں یہی حکم بیان فرمادیتے۔ ایک دفعہ آپ سے ایک غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا تو آپ نے فرمایا: ”حضرت عمرؓ کے سامنے ایک غلام کا مسئلہ پیش ہوا جس نے ایک باکرہ لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کر کے اس کی بکارت ختم کر دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے مذکورہ غلام کو کوڑے لگا کے اسے جلا وطن کر دیا تھا اور لونڈی کو اس لئے کوڑے نہیں لگائے کہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تھی“ ۱۲۱۔

ہم نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے جتنے فقہی مسائل جمع کئے ہیں ان پر نظر ڈالنے سے ہمارے سامنے والد کے فقہ سے بیٹے کے متاثر ہونے کی بات واضح ہو جاتی ہے۔ ذیل میں ہم وہ مسائل بیان کریں گے جن کے اندر دونوں کا اتفاق ہے۔ اس کے ساتھ ہم: ”موسوعہ فقہ عمرؓ اور موسوعہ فقہ عبداللہ بن عمرؓ“ میں مذکورہ ان مسائل کے مقامات کی نشاندہی بھی کرتے جائیں گے تاکہ قارئین کے سامنے معاملہ پوری طرح واضح ہو جائے۔ وہ مسائل یہ ہیں:-

- ۱- مکہ مکرمہ کے مکانات حاجدوں اور عمرہ کرنے والوں کو اجارے یعنی کرائے پر دینے کا عدم جواز (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ مکہ نمبر ۶ کا جذب) اور (موسوعہ ابن عمرؓ مادہ اجارہ نمبر ۲ کا جز الف نیز مادہ احرام نمبر ۱ کے جذب کا جز ۱۱)

- ۲۔ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانے کی کراہت (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ حج، نمبر ۶ کے جز ۱ کا جز ۲) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ احرام، نمبر ۵ کا جز ب)۔
- ۳۔ قربانی کا گوشت تین دنوں سے زائد ذخیرہ نہ کرنا (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ ادخار کا نمبر ۳) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ ادخار کا نمبر ۲)۔
- ۴۔ ”الصلوة خير من النوم“ کے فقرے کا اضافہ، حضرت عمرؓ نے اس اضافے کا حکم دیا تھا (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ اذان، نمبر ۱ کا جز ۱) اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی قول تھا (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمر، مادہ اذان، نمبر ۱۰ کے جز ۱ الف کا جز ۲)۔
- ۵۔ ایک سے زائد اشخاص کی طرف سے اونٹ یا گائے کی قربانی کا عدم جواز اور ایک گھرانے کی طرف سے اس کا جواز (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ انجیت، نمبر ۳) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ انجیت، نمبر ۴ کا جز ۵)۔
- ۶۔ معکف کا کسی چھت کے نیچے نہ جانا یعنی چھت والے مکان میں داخل نہ ہونا (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ اعتکاف، نمبر ۲) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ اعتکاف، نمبر ۲ کا جز ب)۔
- ۷۔ تشہد کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صلاۃ، نمبر ۲ کے جز ۱ کا جز ۱ ک) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ صلاۃ، نمبر ۷ کے جز ۱ ط کا جز ۳)۔
- ۸۔ تحلیل (طلاق مغضظہ کے سلسلے میں حلالہ کرنے) کے عمل کو زنا تصور کرنا اور اس عمل کے نتیجے میں حد زنا واجب ہونا۔ (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ طلاق، نمبر ۱۸) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ تحلیل، نمبر ۲، ۳)۔
- ۹۔ حج اور عمرہ کے اندر تبلیہ کا صیغہ (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ حج، نمبر ۶ کے جز ۱ کا جز ۴) اور (موسوع فقہ عمرہ، مادہ تبلیہ، نمبر ۲ کا جز الف)۔
- ۱۰۔ جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) پر سواری کرنے کی کراہت (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ نجاست، نمبر ۱ کے جز ب کا جز ۸) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ جلالہ، نمبر ۲ کا جز الف)۔
- ۱۱۔ دباغت کے ذریعے پاک ہو جانے والی اور پاک نہ ہونے والی کھالیں (دیکھئے موسوع

- فقہ عمرہ، مادہ نجاست نمبر ۱ کے جزب کا ۵٪ اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ جلد)۔
- ۱۲۔ یک چشم کی آنکھ کی دیت (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ جنایت نمبر ۳ کے جزب کا ۵٪ اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ جنایت، نمبر ۴ کے جزب کا ۵٪)۔
- ۱۳۔ نفلی جہاد سے کسب حلال افضل ہے (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ کسب) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ کسب نمبر ۳)۔
- ۱۴۔ طواف وداع کا حکم نیز طواف افافہ کے بعد حیض آجانے کی صورت میں حائضہ کے لئے طواف وداع کے ترک کا حکم (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ حج، نمبر ۱۶) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ حج نمبر ۳۳)۔
- ۱۵۔ ٹاف سے لے کر گھٹنے تک حائضہ کے ماتحت الازار سے عدم استمتاع (دیکھئے فقہ عمر، مادہ حیض، نمبر ۲ کا جز) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ حیض نمبر ۳ کا جز)۔
- ۱۶۔ جانور کو خسی کرنے کی ممانعت (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ حیوان نمبر ۳ نیز مادہ خصاء نمبر ۲) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ حیوان نمبر ۶، نیز مادہ خصاء نمبر ۲)۔
- ۱۷۔ مسح علی الخفین کے لئے معین مدت کی عدم تحدید (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ وضو، نمبر ۶ کے جزاؤں کے ۲ کا جزب) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ خف نمبر ۲ کا جز الف)۔
- ۱۸۔ اگر جانور کو اس کی گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو اس کا گوشت نہیں کھایا جائے گا۔ (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ ذبح نمبر ۶ کا جزب) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ ذبح، نمبر ۴ کا جز د)۔
- ۱۹۔ ایک عورت کی گواہی کی بنا پر رضاعت کا عدم اثبات (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ رضاع نمبر ۳) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ رضاع نمبر ۴)۔
- ۲۰۔ غلام کے ساتھ ناحق زیادتی کا کفارہ اسے آزاد کر دینے کی صورت میں ادا کیا جائے گا۔ (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ رق، نمبر ۵ کے جزب کا ۵٪) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ رق نمبر ۸ کے جزب کا ۵٪)۔
- ۲۱۔ صدقہ کی ہوئی چیز کی خریداری نہ کرنا (دیکھئے موسوع فقہ عمر، مادہ بیع نمبر ۱ کے جز د کا جز ۵) اور (موسوع فقہ ابن عمر، مادہ زکوٰۃ نمبر ۱۳)۔

- ۲۲۔ اوقات مکروہہ میں سجدہ تلاوت نہ کرنا (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ مادہ سجود، نمبر ۴ کے جزب کا جز ۵) اور (موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ سجود اتلاوة نمبر ۶ کا جز الف)
- ۲۳۔ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ مادہ صلاۃ، نمبر ۷ کے جزب کا جز ۵) اور (موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزب کا جز ۴)
- ۲۴۔ رجب کے پورے مہینے کے روزے کی کراہت (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ مادہ صیام نمبر ۳ کے جزب کا جز ۳) اور (موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ صیام، نمبر ۱۲ کا جز ۲)
- ۲۵۔ اس عورت کی عدت کا حکم جسے حیض آیا ہو اور پھر عدت ختم ہونے سے پہلے ہی اس کا حیض مرتفع ہو گیا ہو (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ مادہ عدۃ، نمبر ۲ کے جزب کا جز ۳) اور (موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزب کے جز ۲ کا جز الف)
- ۲۶۔ مفقود کی بیوی کے لئے انتظار کی چار سالہ مدت (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ مادہ مفقود، نمبر ۲ کا جز الف) اور (موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ مفقود، نمبر ۳ کا جز الف)
- ۲۷۔ پسندیدہ چیز صدقہ کر دینا (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ وکالت، نمبر ۲ کا جز الف) اور (موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ صدقہ، نمبر ۷)
- و۔ حضرت ابن عمرؓ کی فقہی شخصیت کی حضرت عمرؓ کی فقہی شخصیت سے جداگانہ حیثیت: گزشتہ سطور میں جن مسائل کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی اپنے والد ماجد کی رائے کے ساتھ ہم آہنگی کا ذکر ہوا ہے اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی فقہی سوچ کافی حد تک حضرت عمرؓ سے متاثر تھی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا فقہی طرز فکر حضرت عمرؓ کے طرز فکر کے تابع تھا۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد کی طرح مجتہد مطلق تھے اور انہیں حق حاصل تھا کہ اگر والد کی موافقت برحق نظر آئے تو موافقت کر لیں اور اگر مخالفت برحق معلوم ہو تو مخالفت سے گریز نہ کریں۔ ہم نے ان دونوں حضرات کے جتنے فقہی مسائل جمع کئے ہیں ان پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ درج ذیل مسائل کے اندر حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد کی رائے سے متفق نہیں ہیں بلکہ ان سے اختلاف کرتے ہیں۔
- ۱۔ حضرت عمرؓ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والے کے لئے دھوپ سے کسی چیز کے سائے

میں آنے کو جائز سمجھتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ حج، نمبر ۶ کے جز د کا جز ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اس کے عدم جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ مادہ احرام، نمبر ۶ کا جز ج)

۲۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں حج یا عمرہ کے محرم کے لئے گانے کی حلت تھی (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ حج، نمبر ۴ کے جز د کا جز ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ محرم کے لئے گانا گانے اور سننے کے عدم جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ مادہ احرام، نمبر ۶ کا جز ک)

۳۔ حضرت عمرؓ اس بات کی طرف قائل تھے کہ غیر محرم کے کئے ہوئے شکار کا گوشت محرم کھا سکتا ہے بشرطیکہ محرم نے اسے شکار پکڑنے کا حکم نہ دیا ہو یا اس نے محرم کے لئے شکار نہ کیا ہو (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ حج نمبر ۶ کا جز د) لیکن حضرت ابن عمرؓ ایسے شکار کا گوشت کھانے سے پرہیز کرتے اور اس کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ احرام، نمبر ۶ کا جز س)

۴۔ حضرت عمرؓ خراجی زمین کی بیج سے روکتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ ارض، نمبر ۲ کا جز ب) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اس کی اجازت دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ ارض نمبر ۱)۔

۵۔ حضرت عمرؓ فروخت شدہ لونڈی کے استبراء رحم کے بائع اور مشتری دونوں کی طرف سے وجوب کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ استبراء نمبر ۲ کا جز الف) جبکہ حضرت ابن عمرؓ صرف مشتری کی طرف سے مذکورہ لونڈی کے استبراء کو واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، مادہ استبراء نمبر ۵ کا جز الف)۔

۶۔ حضرت عمرؓ جنگی قیدیوں کے قتل کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ اسر نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۱) اور حضرت ابن عمرؓ اس کے عدم جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، مادہ اسر نمبر ۲)۔

۷۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر ایک شخص سفر کی حالت میں کسی مقام پر تین دن قیام کی نیت کر لے تو وہ پوری نماز پڑھے گا (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ سفر، نمبر ۹ کا جز ب)

جبکہ حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ اگر مسافر کسی مقام پر بارہ دنوں تک قیام کی نیت کر لے تو وہ پوری نماز پڑھے گا (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ اقامتہ نمبر ۲ کا جز ب)۔

۸۔ حضرت عمرؓ ایسے برتن سے پانی پینے کو جائز سمجھتے تھے جس پر چاندی کا پانی چڑھا ہو اور برتن کے اس مقام کو اپنے منہ سے لگاتے جہاں چاندی کا پانی چڑھا نہ ہوتا (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ اثناء نمبر ۲) لیکن حضرت ابن عمرؓ کو اگر ایسے برتن میں پانی دیا جاتا تو آپ اسے توڑ ڈالتے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ اثناء نمبر ۳)۔

۹۔ حضرت عمرؓ ایسی نجس اشیاء کی بیچ کو جائز قرار نہیں دیتے تھے جن سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوتا (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ بیچ نمبر ۱ کے جز ب کا جز ۲) اور حضرت ابن عمرؓ اس کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ بیچ نمبر ۳ کا جز ج)۔

۱۰۔ حضرت عمرؓ عطیہ دینے کے سلسلے میں اولاد کے درمیان مساوات کو واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ جنتہ نمبر ۳ کا جز د) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اس سلسلے میں اولاد کے درمیان مغالطہ (کی بیشی) کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ تبرع نمبر ۵، نیز مادہ جنتہ نمبر ۳)۔

۱۱۔ حضرت عمرؓ تسری (ملک یمن کی بنا پر لونڈی کے ساتھ ہم بستری) کی وجہ سے حرمت مصاہرت کا اثبات کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ تسری نمبر ۵ کا جز الف) لیکن حضرت ابن عمرؓ اس کا اثبات نہیں کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ تسری نمبر ۴ کا جز ج)۔

۱۲۔ حضرت عمرؓ مکروہ اوقات میں سنت طواف کی نماز کی کراہت کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ مادہ حج نمبر ۸) لیکن حضرت ابن عمرؓ اس کراہت کے قائل نہیں تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ حج نمبر ۱۶ کے جز ج کا جز ۳)۔

۱۳۔ حضرت عمرؓ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ حج تمتع اور حج قرآن کے اندر ہدی کے طور پر بکری دی جاسکتی ہے۔ (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ حج نمبر ۱۸ کے جز ب کا جز ۴ اور جز ۵) لیکن حضرت ابن عمرؓ اس مقصد کے لئے گائے یا اونٹ کے سوا کسی اور جانور کی قربانی جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ حج نمبر ۱۷ کے

جزب کا جز ۵ نیز جز ج کا جز ۲)

۱۴۔ حضرت عمرؓ عورتوں کے زیورات میں زکوٰۃ واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ زکاۃ نمبر ۳ کے جزب کا جز ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ زیورات کی زکوٰۃ یہ ہے کہ کسی کو عاریت کے طور پر یہ زیورات دے دئے جائیں (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ حلی نمبر ۳)

۱۵۔ حضرت عمرؓ خلع کو طلاق بائن تصور کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ خلع نمبر ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اسے فسخ نکاح سمجھتے تھے، طلاق نہیں سمجھتے تھے۔ (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ خلع نمبر ۲)

۱۶۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت طلاق یافتہ عورت کی عدت کی طرح ہے۔ (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ خلع نمبر ۶) اور حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں خلع کے اندر استبراء رحم واجب ہوتا ہے، عدت واجب نہیں ہوتی (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ خلع نمبر ۴ کا جزب)

۱۷۔ حضرت عمرؓ وضوء کے اندر دوپٹے پر مسح کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ وضوء نمبر ۶ نیز نمبر ۱ کا جزب) جبکہ ان کے بیٹے اسے مباح قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ غمار نمبر ۲)

۱۸۔ حضرت عمرؓ ماں کی زنج کو اس کے پیٹ میں سوزن بچے کی بھی زنج قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ زنج نمبر ۵) اور حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ اگر ماں کو زنج کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے بچہ برآمد ہو اور بچے کی خلقت مکمل ہو نیز اس کے بال بھی اگ آئے ہوں تو اسے زنج کیا جائے گا (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ زنج، نمبر ۴ کا جز ھ)

۱۹۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں ایک یا دو مرتبہ دودھ چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ رضاع نمبر ۲ کا جزب) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایک مرتبہ دودھ چوسنے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ رضاع نمبر ۳)

۲۰۔ حضرت عمرؓ قائل تھے کہ مدیر غلام اس المال سے آزاد ہو جائے گا (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ رق نمبر ۲) جبکہ حضرت ابن عمرؓ اسے تنہا مال سے آزاد ہونے والا قرار دیتے تھے۔ ان کی رائے میں یہ وصیت کی طرح ہے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ رق، نمبر ۶ کا جز ب)

۲۱۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک حلالہ کرنے والے پر حد زنا واجب نہیں ہوتی (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ زنا، نمبر ۲ کا جز ب کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عمرؓ حلالہ کرنے کے عمل کو زنا قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ تحلیل نمبر ۲)۔

۲۲۔ حضرت عمرؓ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے نکاح کو ایسی خلاف ورزی قرار دیتے تھے جس پر حد واجب نہیں ہوتی (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ نکاح، نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۱) اور حضرت ابن عمرؓ اسے زنا قرار دے کر غلام پر حد زنا کے وجوب کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ نکاح، نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۱)

۲۳۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ سجدہ تلاوت صرف اس شخص پر لازم ہوتی ہے جو آیت سجدہ تلاوت کرے یا قصد آسے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ سجود، نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۱) جبکہ حضرت ابن عمرؓ آیت سجدہ کے ہر سامع اور قاری پر سجدہ تلاوت واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ سجود اتلاوة نمبر ۴)

۲۴۔ حضرت عمرؓ چند شرطوں کے ساتھ گانا گانے اور گانا سننے کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ غناء نمبر ۱) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کسی بھی حالت میں گانا گانے اور گانا سننے کے جواز کے قائل نہیں تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ سماع نمبر ۲ کا جز ب)

۲۵۔ حضرت عمرؓ یوم شک کے روزے کے قائل نہیں تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ صیام، نمبر ۳ کے جز د کا جز ۴) جبکہ حضرت ابن عمرؓ آسمان پر بادل ہونے کی صورت میں مذکورہ دن کے روزے کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ شک نمبر ۲ کا جز الف)

۲۶۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں مسافر و ترک نماز زمین پر ادا کرے گا، سواری پر ادا نہیں

کرے گا (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۱۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں مسافر کے لئے وتر کی نماز سواری پر ادا کر لینا جائز ہے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ صلاۃ نمبر ۹، کے جزی کا جز ۱، نیز مادہ سفر نمبر ۳ کے جزی ۵ کا جز ۱ ج)

۲۷۔ حضرت عمرؓ فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۱۴ کا جز الف) اور حضرت ابن عمرؓ نماز فجر میں قنوت پڑھنے کو بدعت تصور کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ۱)

۲۸۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں مسبوق امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوتا ہے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۱۸ کے جزی ۵ کا جز ۱ ج) اور حضرت ابن عمرؓ مذکورہ حصے کو مسبوق کی نماز کا آخری حصہ تصور کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جزی ۸ کا جز ۱ ج)

۲۹۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک میت کا ولی اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حق دار ہوتا ہے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۲۴ کا جز ۱ ج) جبکہ حضرت ابن عمرؓ امیر یعنی حاکم کو اس عمل کا سب سے بڑھ کر حقدار قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کا جز ۱ ج)

۳۰۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں رمضان کا اثبات دو گواہوں کے ذریعے ہوتا ہے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صیام، نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۱ ج) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ایک گواہ کے ذریعے رمضان کی آمد کا ثبوت ہو جاتا ہے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲ ج)

۳۱۔ حضرت عمرؓ صوم الدہر کو مکروہ تصور کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ صیام نمبر ۳ جزی ۵ کا جز ۱ ج) جبکہ حضرت ابن عمرؓ صوم الدہر کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرہ، نمبر ۱۲ جزی ۱ ج)

۳۲۔ حضرت عمرؓ کا قول تھا کہ اگر الفاظ کنایہ کے ذریعے طلاق دی جائے تو طلاق کی نیت کی صورت میں صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ (دیکھئے موسوع فقہ عمرہ، مادہ طلاق نمبر ۱ جزی ۱ ج) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کے قول کے مطابق اگر کنایہ کے الفاظ طلاق کے معنوں

میں ظاہر اور واضح ہوں تو ان سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اگر ظاہر نہ ہوں تو ان کے ذریعے طلاق دینے والے کی نیت کے مطابق طلاقیں واقع ہوں گی (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ب)

۳۳۔ حضرت عمرؓ کے رائے میں طلاق بائن پانے والی مطلقہ کے لئے عدت کے دوران نفقہ ہوگا (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ نفقہ نمبر ۵ کا جز ب) حضرت ابن عمرؓ اس کے لئے نفقہ کے قائل نہ تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ عدت نمبر ۴ کے جز واؤ کا جز ۲)

۳۴۔ حضرت عمرؓ لونڈی کے ساتھ اس کے آقا کی مہسری ثابت ہو جانے پر پیدا ہونے جانے والے بچے کا نسب آقا سے ثابت کر دیتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ عزل نمبر ۳) لیکن حضرت ابن عمرؓ آقا کی طرف سے بچے پر دعوے کی صورت میں اس سے بچے کا نسب ثابت کرتے تھے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ عزل نمبر ۳)

۳۵۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں مفقود کی بیوی کے انتظار کی مدت ختم ہونے پر مفقود کا ولی اسے طلاق دے گا (موسوع فقہ عمرؓ، مادہ مفقود نمبر ۲ جز ب) لیکن حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ولی کی طرف سے طلاق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (موسوع ابن عمرؓ، مادہ مفقود، نمبر ۳ کا جز الف)

۳۶۔ حضرت عمرؓ تین کپڑوں میں میت کی تکفین کے قائل تھے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ موت نمبر ۶) لیکن حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تکفین پانچ کپڑوں میں ہوتی تھی (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ موت نمبر ۵ کا جز ب)

۳۷۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک نذر کے کفارہ میں وہی صورت واجب ہے جو قسم کے کفارے میں ہے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ نذر نمبر ۵) لیکن حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک نذر کے کفارہ کے اندر وہی صورت واجب ہے جو یحیٰن موکدہ کے کفارے کے اندر ہے (دیکھئے موسوع فقہ ابن عمرؓ، مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ب)

۳۸۔ حضرت عمرؓ کی رائے میں قسم ایک ہوتی ہے اور اس کا کفارہ بھی ایک ہوتا ہے (دیکھئے موسوع فقہ عمرؓ، مادہ حلف نمبر ۳) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں قسم کی دو قسمیں ہیں، یحیٰن موکدہ اور یحیٰن غیر موکدہ اور ہر ایک قسم کا کفارہ دوسری قسم کے

کفارہ سے مختلف ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ، مادہ یمنین نمبر ۳ نیز نمبر ۴ کا جز ج)۔
 ۳۹۔ حضرت عمرؓ عقد نکاح کی صحت کے لئے گواہوں کے وجود کو شرط قرار دیتے تھے (دیکھئے موسوعہ فقہ عمرؓ، مادہ نکاح نمبر ۵ جز ج) جبکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک عقد نکاح پر گواہی قائم کرنا مذکورہ عقد کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے (دیکھئے موسوعہ فقہ ابن عمرؓ، مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز واؤ نیز مادہ اشہاد نمبر ۲)۔
 ز۔ حضرت ابن عمرؓ کے رویے میں سختی کا پہلو:

۱۔ الاستیجاب" میں مذکور اس بیان کی صحت کے بارے میں ہمیں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے فتوؤں کے اندر نیز اپنے مسلک کے بارے میں سخت احتیاط، سوچ بچار اور دقت نظر سے کام لیتے تھے^{۱۲۲}۔ یہ بات آپ کے اس ورع و تقویٰ کی شدت کی بنا پر پیدا ہوئی تھی جس کا ذکر ہم نے فقرہ نمبر ۱۱ میں کیا ہے۔ جزم و احتیاط میں اغراق اور مبالغہ ہی شدت کا دوسرا نام ہے۔ ہم حضرت عبداللہؓ سے اس اغراق یعنی شدت کی نفی نہیں کر سکتے نہ ہی آپ کے متمسک ترین مقرب علامہ ہی اس کی نفی کرنے کی پوزیشن میں ہیں کیونکہ یہ شدت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی کے اندر تھی اور اسی شدت کی بنا پر آپ کی بعض آراء اور اجتہادات مجبور و متروک ہیں جن کی متابعت صرف وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں شدت اور سخت رویے سے جنون کی حد تک دلچسپی ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف حضرت عبداللہؓ کے مقرب ترین رفیق یعنی نافع نے بھی کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے: "حضرت ابن عمرؓ کا ہر عمل پیروی کے قابل نہیں ہے آپ اگر کسی بچے کا منہ چوم لیتے تو وضو کرتے اور جب بھی قرآن کی تلاوت کرتے وضو کرتے"^{۱۲۳}۔ ہم نے حضرت ابن عمرؓ کے جو فقہی مسائل جمع کئے ہیں ان کے تتبع اور استقراء سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ نے جن مسائل میں شدت کا رویہ اختیار کیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان مسائل کی ہے جن کے اندر آپ نے اپنے شخصی تصرفات میں شدت کا رویہ اختیار کیا تھا اور اپنی ذات پر ان کی تطبیق کی تھی کسی اور پر انہیں لازم قرار نہیں دیا تھا۔ دوسری قسم ان مسائل کی

ہے جن کا آپ نے فتویٰ دیا تھا اور آپ کے یہ فتوے شدت کے پہلو کے حامل تھے۔

۲۔ شخصی رویے کے اندر آپ کی شدت:

شخصی رویے کے اندر شدت حضرت ابن عمرؓ کی ایک لازمی صفت تھی۔ شخصی رویے سے ہماری مراد یہ ہے کہ آپ خود ایک عمل کرتے لیکن اس کا فتویٰ نہ دیتے اور نہ ہی لوگوں سے اس عمل کا مطالبہ کرتے۔ اس سلسلے کے درج ذیل امور حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہیں:

الف۔ آپ نے مزارعت کا عقد نہیں کیا حالانکہ آپ کے سامنے یہ بات ثابت تھی کہ لوگ حضور ﷺ کے عہد میں عقد مزارعت کیا کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر ۲ کا جز الف)

ب۔ بازار کی دوکانوں وغیرہ میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت طلب کرنا (دیکھئے مادہ استذان نمبر ۲ کا جز ب)

ج۔ ذکر الہی کے لئے نیز سلام کا جواب دینے کے لئے وضو کرنا (دیکھئے مادہ ذکر اللہ نمبر ۲ نیز مادہ سلام نمبر ۵ کا جز د)

د۔ غسل جنابت کے اندر آنکھوں کے اندرونی حصوں تک پانی پہنچانا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف۔ نیز مادہ وضوء نمبر ۴ کے جز د کا جز ا)

ر۔ ہر اس چیز کا صدقہ کر دینا جو دل کو لبھا جائے اور پسند آجائے (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۷)

س۔ ہمیشہ روزے رکھنا اور رات کے اکثر حصوں میں قیام کرنا۔ اسکا ذکر ہم نے فقرہ نمبر ۱۱ میں حضرت ابن عمرؓ کے ورع و تقویٰ کے ضمن میں کیا ہے۔

۳۔ فتوؤں کے اندر شدت:

اپنی ذات کے بارے میں سخت رویہ اختیار کرنے کے سلسلے میں اگرچہ ہم حضرت ابن عمرؓ کی طرف سے یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ آپ اس شدت کی تطبیق صرف اپنی ذات پر کرتے تھے نیز آپ کو اس سے دلچسپی تھی اور آپ کی طبیعت میں اس سے

انفراج پیدا ہوتا تھا تاہم فتوؤں کے اندر شدت کے سلسلے میں ہم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس شدت کی وجہ سے لوگوں کی جان، جو کھوں میں پڑ جاتی تھی البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حضرت ابن عمرؓ کی بس کی بات نہیں تھی۔ اس لئے کہ آپ کی طبیعت کی ساخت آپ کو اجتہاد کے اندر اس شدت کی طرف مائل کر دیتی تھی اور آپ صرف وہی فتویٰ دیتے جو آپ کے اجتہاد کا تقاضا ہوتا۔

جن مسائل کے اندر آپ سے شدت منقول ہے اگرچہ ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے اور بعض صحابہؓ بھی ان میں سے بعض مسائل کے اندر آپ کے ہمنوا ہیں نیز بعض مسائل کے اندر آپ کا فتویٰ استحباب کے حکم پر مبنی ہے وجوب کے حکم پر مبنی نہیں ہے اور اگرچہ ان مسائل کے بالمقابل وہ مسائل بھی موجود ہیں جن کے اندر آپ نے نرمی سے کام لیا ہے۔ یعنی نرم رویہ اختیار کیا ہے تاہم ان تمام باتوں کے باوجود شدت والے مسائل نے آپ کی ذات کے ساتھ شدت کی صفت چمکا ہی دی ہے۔

جن اجتہادی مسائل میں حضرت ابن عمرؓ نے شدت کی راہ اختیار کی ہے ہماری معلومات کے مطابق وہ مسائل یہ ہیں:

- ۱۔ بھاگے ہوئے غلام کا ذبیحہ اس وقت تک نہ کھانا جب تک وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے۔ (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ۱)
- ۲۔ زمین کو نقد کے بدلے کرائے پر دینے کی عدم اجازت (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جز الف)
- ۳۔ محرم کے لئے اپنے ازار کے دونوں کناروں کو گرہ لگا کر باندھنے کی عدم رخصت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز الف کا جز ۳)
- ۴۔ محرم کے لئے دھوپ سے سایہ حاصل کرنے کی عدم اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ج)
- ۵۔ آپ کا یہ قول کہ: ”دشمن کے ذریعے ادھار کئے واکوئی اور احصار نہیں“ (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳)
- ۶۔ آپ نے قربانی کا گوشت تین دنوں سے زائد ذخیرہ کرنے کی اجازت نہیں دی

(دیکھئے مادہ احصار نمبر ۲)

۷۔ آپ کا یہ قول کہ پانی کو جنبی غرض کا ہاتھ لگتے ہی پانی سے طوریت کی صفت زائل ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ب)

۸۔ آپ کے نزدیک یہ مستحب ہے کہ عورتیں ریٹیم پننے سے باز رہیں اور مرد ایسے کپڑے پننے سے باز رہیں جن کے اندر ریٹیم کی ملاوٹ ہو (دیکھئے ماہ حریر نمبر ۲ کے جز ھ کا جز واؤ)

۹۔ آپ کی یہ رائے کہ صدقہ میں دی ہوئی چیز ملکیت کے کسی بھی سبب کے ذریعے صدقہ کرنے والے کی طرف واپس آنے نہ پائے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۳)

۱۰۔ آپ نے سمندر کے پانی کو ظاہر لیکن غیر مطہر قرار دیا ہے (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف کے جز ۲ کا جز ج)

۱۱۔ کتابی عورتوں سے نکاح کی حرمت اور انہیں مشرب عورتیں قرار دینا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۵)

ح۔ حضرت ابن عمرؓ کی سہولت پسندی:

مذکورہ بالا مسائل کے بالمقابل جن کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی شدت شہرت اختیار کر گئی ہے ایسے مسائل بھی موجود ہیں جن کے اندر آپ نے غایت درجے کی سہولت پسندی اختیار کی ہے، وہ مسائل یہ ہیں:

۱۔ بیچ کے لئے پیش ہونے والی لونڈی کو دیکھنے اور اس کے پوشیدہ اعضاء کو ہاتھ سے چھونے کا جواز ((دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۲))

۲۔ فروخت شدہ چیز کا ٹخن کھرے کرنے سے پہلے ہی اسے خرید لینے کی حلت (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۳ کا جز ی)

۳۔ بیچ سلم کے اندر رہن کی شرط کا عدم جواز (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۳)

۴۔ لونڈی کا صرف ازار باندھ کر چادر کے بغیر بازار وغیرہ میں جانے کی اباحت (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲ جز ب)

- ۵- اس بات کی اباحت کہ آزاد عورت اپنا چہرہ اور کف دست ان پر موجود زیب و زینت مثلاً سرمہ اور ہندی وغیرہ کے ساتھ ظاہر کر سکتی ہے۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲ کے جز الف کا جز ج)
- ۶- رفع حدث کے لئے استعمال شدہ پانی سے رفع حدث کا جواز (دیکھئے مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف کے جز ۲ کا جز ھ)۔
- ۷- پانی نیز ہر ایسی چیز کے ذریعے نجاست کی تطہیر کا جواز جو نجاست زائل کر سکتی ہو (دیکھئے مادہ نجاست نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۲)۔
- ۸- گواہوں کے بغیر عقد نکاح کی صحت (دیکھئے مادہ نکاح، نمبر ۴ کا جز واؤ نیز مادہ اشهاد نمبر ۲)۔

درج بالا تمام مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے ہمارے ذہنوں میں حضرت ابن عمرؓ کی جو تصویر ابھرتی ہے اس سے کیا تاثرین یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ آپ متشدت تھے یا متسامل ؟

میں نہیں سمجھتا کہ لوگوں نے آپ کو تشدد کے وصف سے موصوف کر کے آپ کے ساتھ کوئی انصاف کیا ہے۔ میرے خیال میں آپ پر اس وصف کے اطلاق کے سلسلے میں یہ صورت حال مددگار ثابت ہوئی تھی کہ آپ کے زمانے میں لوگوں نے اسلامی اقدار کے بندھن ڈھیلے کرنے شروع کر دیے تھے اور آپ ان کے درمیان پوری یکسوئی کے ساتھ 'سراٹھائے ہوئے ان اقدار پر سختی سے جبرے رہے۔ اور دوسروں پر گزرنے والی ان مخالف آندھیوں سے آپ کے قدم نہیں ڈکھائے، لوگ تو ان آندھیوں کی رو میں بہہ گئے لیکن آپ ثابت قدم رہے جس کے نتیجے میں آپ کے مخالفین نے ان مسائل کے اندر آپ پر شدت اختیار کرنے کی سمت لگا دی جن میں وہ آپ کی موافقت نہ کر سکے۔ حالانکہ آپ اس سمت سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

ط - فقہ ابن عمرؓ کی جمع و تدوین:

حضرت ابن عمرؓ مدینہ منورہ کے فقہاء میں سے تھے بلکہ اپنے زمانے کے ممتاز ترین

فقہاء میں سے تھے۔ اگرچہ امام مالک نے فقہ کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے بلند درجے کی نشاندہی کی ہے اور اگرچہ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے آپ کے اجتہادات اختیار کرنے کا حکم دیا تھا اس نے امام مالک سے پوچھا تھا کہ: ”آپ لوگ دیگر اقوال چھوڑ کر ابن عمرؓ کا قول کیوں اختیار کرتے ہیں؟“ امام مالک نے جواب میں فرمایا تھا کہ: ”امیر المومنین، صرف ابن عمرؓ باقی رہ گئے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں آپ کو فضیلت حاصل ہے، ہم سے پہلے لوگوں نے بھی آپ کے اقوال اختیار کئے ہیں اس لئے ہم نے بھی آپ کا قول اختیار کیا ہے“ یہ سن کر منصور نے کہا تھا: ”آپ ابن عمرؓ کا قول ہی اختیار کیجئے خواہ یہ قول علیؓ اور ابن عباسؓ کے قول کے خلاف کیوں نہ ہو“ ۱۲۳۔ تاہم میں کہتا ہوں کہ ان تمام باتوں کے باوجود میرے علم کے مطابق کسی نے ابن عمرؓ کا فقہ جمع کرنے کی کوشش نہیں کی اور شاید میں پہلا شخص ہوں جسے اس خدمت کی توفیق ہوئی ہے میں یہ دعویٰ نہیں کرتا اور نہ ہی مجھے اس کا حق حاصل ہے کہ میں نے اس کام کی تکمیل کر دی ہے، تاہم میرے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے، جیسا کہ فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات کی دیگر کڑیوں کے بارے میں میرا طریق کار رہا ہے کہ میں نے پوری کوشش صرف کر دی ہے اور اتنا کچھ مواد جمع کر دیا ہے، جسے جمع کرنے کا موقعہ دوسروں کو نہیں ملا۔ میرے بعد جو شخص اس میں اضافہ کرے گا اسے اس اضافے کے سلسلے میں یقیناً فضیلت حاصل ہوگی۔ شاید میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں جو فقہ سلف کے سلسلہ موسوعات میں میرے جمع کردہ مواد پر کام کریں اور اس پر مزید مطالعہ اور تحقیق کی خدمت سرانجام دیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری زندگی کے باقیماندہ حصے کے اندر اس تحقیق و مطالعہ کی گنجائش ہے تو یہ خدمت میں خود سرانجام دیتا، لیکن زندگی کے باقی ماندہ حصے میں تو جمع و تدوین کی گنجائش نہیں ہے، تحقیق اور چھان بین کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے!۔

۱۳۔ طریقہ تدوین:

حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کی تدوین میں میرا طریق کار وہی ہے جسے میں نے فقہ سلف

کے سلسلہ موضوعات کے اندر دیگر فقہاء کے فقہ کی تدوین کے سلسلے میں اختیار کیا ہے۔ میری یہ تدوین عربی حروف تہجی کی ترتیب پر مبنی ہے، فقہاء کے ابواب فقہ کی ترتیب پر مبنی نہیں ہے۔ اس لئے ناظرین اگر مثلاً ج کی بحث دیکھنا چاہیں تو حرف حاء کی طرف رجوع کریں۔ میں نے بعض فرعی موضوعات کو ان کے اصل ابواب سے علیحدہ کر دیا ہے اور پھر ان پر بحث کی ہے اس لئے کہ انہیں اصل ابواب سے علیحدہ کرنے کا امکان تھا۔ جس طرح میں نے لفظ احرام کے سلسلے میں کیا ہے یا اصل ابواب کے اندر ان کے وجود کے امکان کے حوالہ دے دیا ہے جس طرح میں نے لفظ صغیر اور لفظ مراۃ کے سلسلے میں کیا ہے۔ جبکہ فقہاء کا طریق کار یہ ہے کہ وہ ان فرعی موضوعات کو ان کے اصل ابواب کے اندر درج کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے میں صبر، درست روی اور ثواب کی دعا کرتا ہوں۔ وہی میری دعا سننے والا اور اسے قبول کرنے والا ہے۔

ابوالمستمر

محمد رواس قلعہ جی

ظہران، یونیورسٹی آف پٹولیم

مقدمہ کتاب میں مذکورہ

حوالہ جات۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۳ ج ۳

۲۔ وفیات الاعیان ص ۲۸ ج ۳

۳۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۰ ج ۳

۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۹ ج ۳

۵۔ الاستیعاب ص ۳۴۲ ج ۳

۶۔ بخاری شریف باب غزوہ خندق

۷۔ مفتہ الصغوة ص ۵۶۳ ج ۱

۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۲ ج ۳، تذکرہ

الحفاظ ص ۴۰ ج ۱، الاستیعاب ص ۳۴۴ ج ۳

۲

۹۔ التاريخ الكبير للبخاری ص ۵ ج ۳ سیر اعلام

النبلاء ص ۲۳۰ ج ۳

۱۰۔ حوالہ درج بالا نیز طبقات ابن سعد ص

۱۸۷ جلد ۴

مفتہ الصغوة ص ۵۸۲ ج ۱

۱۱۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۲

۱۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۷ ج ۴

۱۳۔ حوالہ درج بالا نیز الاستیعاب ص ۳۴۴ ج ۳

۲ ج

۱۴۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳

۱۵۔ تذکرہ الحفاظ ص ۳۷ ج ۱، سیر اعلام

النبلاء ص ۲۳۰ ج ۳

۱۶۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳

۱۷۔ تذکرہ الحفاظ ص ۳۷ ج ۱

سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۰ ج ۳

وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳

مفتہ الصغوة ص ۵۸۱ ج ۱

۱۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۲ ج ۳

طبقات ابن سعد ص ۷۷ ج ۴

۱۹۔ حوالہ مذکورہ بالا

۲۰۔ طبقات ابن سعد ص ۷۷ ج ۴

۲۱۔ حوالہ مذکورہ بالا نیز سیر اعلام النبلاء ص

۲۱۳ ج ۳

عبدالرزاق ص ۳۴۷ ج ۱، ص ۳۹۴ ج ۱۰

آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۲

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۱۰

۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱

المجموع ص ۴۳۶ ج ۱

۲۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۲ جلد ۴

۲۵۔ حلیۃ الاولیاء ص ۳۰۲ ج ۱

۲۶۔ مفتہ الصغوة ص ۵۷۷ ج ۱

۲۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۵ ج ۴

۲۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۴

جامع الاصول نمبر ۷۵۷

- ۲۹۔ مفتہ الصفوة ص ۵۷۵ ج ۱
 ۳۰۔ مفتہ الصفوة ص ۵۷۰ ج ۱
 ۳۱۔ مفتہ الصفوة ص ۵۷۵ ج ۱
 ۳۲۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳
 طبقات ابن سعد ص ۱۸۱ ج ۲
 ۳۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ ج ۲
 ۳۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳
 ۳۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۲
 الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
 الحلی ص ۷۷ ج ۲ ص ۱۱۹ ج ۵
 ۳۶۔ شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۱۲
 ۳۷۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
 آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۰
 شرح السنہ ص ۱۰۸ ج ۱۲
 ۳۸۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۳۹
 ۳۹۔ المجموع ص ۳۴۰ ج ۱
 ۴۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۴ ج ۲
 ۴۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۲
 ۴۲۔ ابی ابن شیبہ ص ۸۳ ج ۱۱ الموطا ص ۱۱۰ ج ۱
 ۴۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۲
 ۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ج ۱
 طبقات ابن سعد ص ۱۵۹ ج ۲
 طرح الثریب ص ۵۶ ج ۲
 ۴۵۔ سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۱
 ۴۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۲
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳
 ۴۷۔ مفتہ الصفوة ص ۵۷۶ ج ۱
 ۴۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳
 ۴۹۔ بخاری، مسلم، ترمذی فضائل ابن عمر
 البدایۃ والنہایۃ ص ۵ ج ۹
 وفيات الاعیان ص ۲۹ ج ۳
 ۵۰۔ طلیۃ الاولیاء ص ۲۹۴ ج ۱
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۱ ج ۳
 ۵۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۱ ج ۳
 ۵۲۔ وفيات الاعیان ص ۲۹ ج ۳
 ۵۳۔ مفتہ الصفوة ص ۵۶۶ ج ۱
 ۵۴۔ حوالہ درج بالا
 ۵۵۔ الاصابۃ ص ۳۴۹ ج ۲
 ۵۶۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۴ ج ۳
 ۵۷۔ حوالہ درج بالا
 ۵۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۵ ج ۳
 ۵۹۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۰ ج ۳
 ۶۰۔ عبد الرزاق ص ۲۷۷ ج ۲
 ۶۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۵ ج ۳
 ۶۲۔ الاصابۃ ص ۳۴۸ ج ۲
 ۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۱ ج ۱
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳

- ۶۳۔ سنن بیہقی ص ۳۰۱ ج ۴
المجموع ص ۴۵۰ ج ۶
۶۵۔ عبدالرزاق ص ۳۱۳ ج ۱۱
۶۶۔ سنن ابی داؤد باب کرامۃ الخناء مسند
احمد ص ۳۸ ج ۲
طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۴
الحلی ص ۶۲ ج ۹
المغنی ص ۶ ج ۷
۶۷۔ معجم نعتہ الفقہاء مادہ نزد
۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۱۵ ج ۱۰
۶۹۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱
الموطا ص ۹۵۸ ج ۲
سنن بیہقی ص ۲۱۶ ج ۱۰
الحلی ص ۲۳ ج ۹
۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۱۰
تفسیر ابن کثیر ص ۹۲ جلد ۲
المغنی ص ۱۷۱ ج ۹
۷۱۔ عبدالرزاق ص ۴۶۶ ج ۱۰
۷۲۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱
طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴
سنن بیہقی ص ۲۱۷ ج ۱۰
۷۳۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ ج ۱۰
۷۴۔ مفتہ الصفوۃ ص ۵۷۰ ج ۱
۷۵۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۴ ج ۹
- مفتہ الصفوۃ ص ۵۷۱ ج ۱
۷۶۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۴ ج ۹
۷۷۔ الاصابۃ ص ۳۳۹ ج ۲
۷۸۔ وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳
البدایۃ والنہایۃ ص ۴ ج ۹
۷۹۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳
مفتہ الصفوۃ ص ۵۷۱ ج ۱
۸۰۔ مفتہ الصفوۃ ص ۵۷۱ ج ۱
۸۱۔ الدر المشور ص ۵۰ ج ۲
تفسیر ابن کثیر ص ۳۸۹ ج ۱
وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳
الاصابۃ ص ۳۳۸ ج ۲
۸۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۸ ج ۴
۸۳۔ الدر المشور ص ۵۱ ج ۲
۸۴۔ مفتہ الصفوۃ ص ۵۷۱ ج ۱
۸۵۔ عبدالرزاق ص ۷۰، ۹۸ ج ۴
الحلی ص ۶ ج ۹
سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۶ ص ۱۴۹ ج ۴
الاموال ص ۴۵۱
۸۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۴
۸۷۔ سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸
طبقات ابن سعد ص ۱۸۲ ج ۴
سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳
۸۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۴

- ۱۰۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۷ ج ۲
 ۱۰۷۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۲ ج ۳
 ۱۰۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۷ ج ۲
 ۱۰۹۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
 ۱۱۰۔ تذکرہ الحفاظ ص ۳۹ ج ۱
 ۱۱۱۔ طبقات ابن سعد ص ۳۷۳ ج ۲
 ۱۱۲۔ المحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰
 ۱۱۳۔ المحلی ص ۱۲۷ ج ۶
 المغنی ص ۶۱ ج ۳
 ۱۱۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۴ ج ۲
 ۱۱۵۔ عبد الرزاق ص ۱۹۶ ج ۱۰
 المحلی ص ۳۰۰ ج ۱۱
 ۱۱۶۔ المحلی ص ۱۰۷ ج ۱
 ۱۱۷۔ الاموال ص ۵۷۲ ج ۱
 ۱۱۸۔ مشقہ الصفوة ص ۵۶۷ ج ۱
 ۱۱۹۔ حوالہ درج بالا
 ۱۲۰۔ المحلی ص ۴۱۸ ج ۱۰
 المغنی ص ۸ ج ۵
 ۱۲۱۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۲
 ۱۲۲۔ الاستیعاب ص ۳۴۲ ج ۲
 ۱۲۳۔ اخبار القضاة لوکیج ص ۳۲۱ ج ۱
 ۱۲۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۷ ج ۲
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۳ ج ۳
 سنن ترمذی کتاب الاحکام نمبر ۱۳۲۲
 ۸۹۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۸ ج ۲
 مشقہ الصفوة ص ۵۶۶ ج ۲
 ۹۰۔ سنن داری ص ۶۲ ج ۱
 ۹۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۲ ج ۳
 ۹۲۔ الاستیعاب ص ۳۴۳ ج ۲
 ۹۳۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۲ ج ۳
 ۹۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۱ ج ۲
 ۹۵۔ بخاری شریف باب تعظیم الکذب علی رسول اللہ
 ۹۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۵ ج ۲
 ۱۹۷۔ الاصابہ ص ۳۴۹ ج ۲
 ۹۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۴ ج ۲
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
 ۹۹۔ وفیات الاعیان ص ۲۹ ج ۳
 ۱۰۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۵ ج ۲
 ۱۰۱۔ سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۵
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
 اسد الغابہ ص ۳۴۱ ج ۳
 ۱۰۲۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
 ۱۰۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۴ ج ۲
 ۱۰۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۰۸، ۲۰۴ ج ۳
 ۱۰۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام ص ۹۲ ج ۵

حرف الف

آدمی۔ (انسان)

۱۔ تعریف: آدمی اس فرد کو کہتے ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب ہو اور ان کی اولاد میں ہو۔

۲۔ آدمی کے احکام: اللہ کریم نے آدمی کو جن تمام احکام کے ساتھ مختص کیا ہے وہ اس کی تکرمیم و تعظیم کے گرد گھومتے ہیں۔ اس تکرمیم پر اللہ سبحانہ نے اپنے قول (ولقد کرمانی آدم ہم نے بنی آدم کو مکرم کیا ہے) میں نص کر دیا ہے۔ اس تکرمیم کے مظاہر یہ ہیں:

الف۔ اس کے خون کی عصمت، البتہ کسی حق کی بنا پر اس کا خون حلال ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنایہ)

ب۔ مرجانے پر اس کی تدفین (دیکھئے مادہ موت نمبر ۱۶) نیز اس کے جسم سے جدا ہو جانے والے اعضاء کی تدفین مثلاً موئے زیر ناف، بغل کے بال اور ناخن وغیرہ۔^۱

آثار۔ (آثار)

(دیکھئے مادہ اثر)

آفاقی۔ (آفاقی)۔

۱۔ تعریف:

آفاقی وہ شخص ہے جو مواظبت سے باہر کے علاقے سے حرم کے اندر آئے۔

۲۔ آفاقی کے احکام۔

آفاقی کس مقام سے حج یا عمرہ کا احرام باندھے (دیکھئے مادہ احرام کا نمبر ۳)

آفاقی کب طواف قدوم کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ کا جز ب)

آفاقی طواف قدوم کے تین اشواط میں رمل کرے گا (دیکھئے مادہ حج، نمبر ۱۵ کا جز ز)

آفاقی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے تین اشواط میں بطن وادی کے اندر رمل

کرے گا (دیکھئے مادہ حج، نمبر ۱۸ کا جز د)

آفاق کاج قرآن کے ساتھ اختصاص ((دیکھئے مادہ حج، نمبر ۷۳ کا جرج)

آئنیہ - (برتن)

(دیکھئے مادہ اناۓ)

اب - (باپ)

بیٹوں کے حق میں باپ کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ انہیں علم و ادب کے زیور سے آراستہ کرے اور بچپن ہی سے انہیں اسلام کے سانچے میں ڈھالے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”بچے کو ہوش سنبھالتے ہی نماز سکھائی جائے“^۱۔ اگر انسان اپنے بچے کی تادیب میں غفلت برتے گا تو اس غفلت کی ساری ذمہ داری اس پر عائد ہوگی، حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص سے فرمایا: ”تم اپنے بیٹے کو ادب کے زیور سے آراستہ کرو، اس لئے کہ تم سے ہی پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا ادب سکھایا اور کیا تعلیم دی، تم سے یہ بھی پوچھا جائے گا کہ تم نے اس کے ساتھ کیا نیکیاں کی ہیں اور اس نے تمہاری کس طرح فرماں برداری کی ہے“^۲۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی اولاد کی تربیت و تادیب پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حق بات پر اپنی اولاد کی پٹائی کرتے تھے^۳۔

باپ اپنے بیٹے کے مال میں سے تمعر نہیں کر سکتا (دیکھئے مادہ تمعر، نمبر ۳ کا جرب) عطیات کے اندر باپ اپنی اولاد کے درمیان مساوات سے کام لے گا (مادہ تمعر نمبر ۵)

اباق - (غلام کا بھاگ جانا):

۱- تعریف: غلام کا اپنے آقا کے پاس سے بلا سبب سرکشی کی بنا پر بھاگ کھڑے ہونے کو اباق کہا جاتا ہے۔

۲- آقا کی طرف اسے لوٹا دینا۔

اگر کوئی غلام اپنے آقا کے پاس سے بھاگ کھڑا ہو اور پھر کسی کے ہاتھ آجائے تو اس شخص کے لئے ضروری ہو گا کہ وہ اسے اس کے آقا کو واپس کر دے۔ اس حکم میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ غلام خواہ بھاگ کر دارالاسلام میں رہے اور پھر

۳۔ مذکورہ غلام پر سزاؤں کی تنفیذ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گورنر نے فرمایا کہ اگر چور بھاگا ہوا غلام ہو تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ میرے والد نے ان سے پوچھا: ”آپ نے کتاب اللہ کے اندر یہ حکم کہاں دیکھا ہے؟“ اس واقعہ کی اطلاع جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو انہوں نے میرے والد کو پیغام بھیجا کہ: ”تمہارے غلام میرے غلاموں کی طرح ہیں، تمہارا یہ چور غلام بھوکا تھا، اس نے گدھا چرایا تھا اور اس پر سوار ہو کر بھاگا تھا تاکہ اسے کھانے پینے کے لئے کوئی چیز دستیاب ہو جائے، اس لئے اس کا ہاتھ مت کاٹو“ (مذکورہ غلام نے شاید حضرت عائشہؓ کا مال چرایا تھا) لیکن میرے والد نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ ۷۔

۴۔ بھاگے ہوئے غلام کا ذبیحہ:

حضرت ابن عمرؓ بھاگے ہوئے غلام کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا مکروہ سمجھتے تھے جب تک وہ

اپنے آقا کے پاس واپس نہ چلا جاتا^۸۔ (دیکھئے مادہ ذبح، نمبر ۲ کا جز د)

البضائع بضعاعت کے طور پر مال دینا)

۱۔ تعریف: کسی تاجر کو اپنا مال اس غرض سے حوالے کر دینا کہ وہ اسے فروخت کر دے اور اس کی کوئی اجرت وصول نہ کرے، البضائع کہلاتا ہے۔

۲۔ جس شخص کو مال بضعاعت دیا جائے اس کی جانب سے خلاف ورزی کا حکم: کوئی

شخص کسی کو اپنا مال اس غرض سے دے دے کہ وہ کوئی اجرت لئے بغیر اس کا یہ مال

فروخت کر دے اور پھر وہ اس سلسلے میں خلاف ورزی کرے اور اس کے نتیجے میں مال

تلف ہو جائے یا اس میں گھٹا آجائے تو وہ اس تلف شدہ مال نیز اس کے گھٹانے کا

تادان بھر دے گا اور اگر اسے منافع حاصل ہو تو یہ منافع مال والے کا ہوگا۔ بالفاظ دیگر

مال لے جانے والا نقصان کا ذمہ دار تو ہوگا لیکن نفع کے اندر اس کا کوئی حصہ نہیں

ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا: ”ایک شخص بضعاعت کے طور پر مال لے جائے

اور پھر اس سلسلے میں خلاف ورزی کرے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟“ آپ نے فرمایا: ”

وہ اس کا ضامن ہوگا یعنی تادان بھرے گا اور اگر اسے منافع ہو تو یہ مال کے مالک

کا ہوگا“^۹۔

ابط (بغل)

کندھے کے نچلے حصے کو ابط کہتے ہیں۔

بغل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز ح)
بغل کو ہاتھ لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ط)

اہل (اونٹ)

اونٹوں کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز ج)

قربانی کے اندر ایک اونٹ کا سات افراد کے لئے کافی ہوتا (دیکھئے مادہ انھیئتہ نمبر ۸ کا جز الف) اور واجب ہدی کے اندر ایک اونٹ کا ایک سے زائد افراد کے لئے کافی نہ ہوتا (دیکھئے مادہ حدی نمبر ۲)

ہدی والے اونٹ کا اشعار یعنی اس کے کوہان کو ایک جانب سے شق کر دینا (دیکھئے مادہ اشعار)

ہدی والے اونٹ کی تقلید یعنی اس کے گلے میں جوتا وغیرہ لٹکا دینا (دیکھئے مادہ تقلید نمبر ۷)

اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز ادا کرنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ز)

دیت کے اندر اونٹوں کی مقدار (دیکھئے مادہ جتایتہ نمبر ۵ کا جز ب)
اونٹ کی ذبح کا طریقہ نحر ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ کے جز ب کا جز ز نیز مادہ انھیئتہ نمبر ۸ کا جز الف)

ابن (بیٹا)

بیٹے کو ابن کہتے ہیں۔

بیٹے کے احکام (دیکھئے مادہ ولد)

اتکاء (ٹیک لگانا)

۱۔ تعریف: دونوں ہاتھوں سے کسی چیز کا سہارا لینا اتکاء کہلاتا ہے۔

۲۔ نماز کے اندر اس کا حکم۔

نماز کے اندر قیام کی حالت میں دیوار وغیرہ کا سہارا لینے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱ کے جز ۱ کا جز ۱)

نماز کے اندر قعود کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے سہارا لینے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱ کے جز ۱ کا جز ۲)

اطلاف (تلف کر دینا)

۱۔ تعریف۔ کسی چیز کو ایسی حالت پر پہنچا دینا اطلاق کہلاتا ہے جس کے بعد وہ قابل انتفاع نہ رہے یعنی اس سے عادیہ جو فائدہ حاصل کیا جاتا ہو وہ فائدہ حاصل نہ کیا جاسکے۔

۲۔ اطلاق کے آثار و نتائج:

تلف کرنے والے اور تلف شدہ چیز کے اختلاف کے اعتبار سے اطلاق کے آثار مختلف ہوتے ہیں مثلث (تلف کرنے والا) یا تو جانور ہو گا یا انسان۔

اگر مثلث جانور ہو تو اس کے مالک پر تلف شدہ چیز کا تادان عائد نہیں ہو گا بشرطیکہ اطلاق مالک کی سستی کی وجہ سے عمل میں نہ آیا ہو۔ اگر مثلث انسان ہو تو تلف شدہ چیز یا تو کوئی جان ہوگی یا انسان کا کوئی عضو ہو گا یا مال ہو گا۔

اگر انسان یا اس کا کوئی عضو ہو اور اطلاق عہد آ وجود میں آیا ہو تو قصاص واجب ہو گا البتہ اگر اطلاق کی صورت ایسی ہو جس میں قصاص ممتنع ہو تو پھر مال کے ذریعے تادان واجب ہو گا۔

اگر تلف شدہ چیز کوئی انسان یا اس کا کوئی عضو ہو اور اطلاق عہد آ نہ ہوا ہو یا تلف شدہ چیز انسان کے سوا کچھ اور ہو تو تادان واجب ہو گا (دیکھئے مادہ ضمان) اور (مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۱ کا جز ۳) اور (مادہ جنایت نمبر ۵ کا جز ۱)

اثبات۔ (ثابت کرنا):

۱۔ تعریف۔ دعوے کی صحت پر دلیل قائم کرنا اثبات کہلاتا ہے۔

۲۔ اثبات کے طریقے۔ اثبات متعدد طریقوں سے ہوتا ہے۔ وہ طریقے درج ذیل ہیں۔

اقرار (دیکھئے مادہ اقرار) گواہی (دیکھئے مادہ شہادۃ) قسم (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز ۲) ان امور کے اندر مدعی کا قول جن کا علم صرف مدعی کے ذریعے ہو سکتا ہو (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز ۲) قرعہ اندازی (دیکھئے مادہ قضاء جز ۵) اور (مادہ قرعہ)۔

۳۔ اثبات کا موضوع:

اثبات کے موضوع کے اختلاف سے اثبات مختلف ہوتا ہے۔ تمام دعوؤں کا اثبات اقرار کے ذریعے یا دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۲۸۲ میں آیا ہے (فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان ممن ترضون من الشہداء اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جن کی گواہی تمہارے اندر مقبول ہو) زنا کا اثبات صرف چار مردوں کی گواہی کے ذریعے ہوگا۔ سورہ نساء آیت نمبر ۱۵ میں قول باری ہے واللّٰتی یتّٰیین الفاحشہ من نساء کم فاستشہدوا علیہن اربعہ منکم تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو۔ نیز سورہ النور آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یتوا باربعہ شہداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو)۔

ایسے امور جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہوں ان کے اثبات کے لئے صرف ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی (دیکھئے لفظ شہادۃ نمبر ۴ کا جز الف) ایسی بات جس کی معرفت صرف متعلقہ شخص کے ذریعے ہو سکتی ہو اس کے اثبات کے لئے مذکورہ شخص کا قول قبول کر لیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مذکورہ شخص کو حلف دلانے کا قول منقول نہیں ہے یہ بھی احتمال ہے کہ مذکورہ معاملہ کے اندر متعلقہ شخص کا قول اس وقت قابل قبول ہوگا جب وہ قسم کے ساتھ مقرون ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ۲ کے جز ۳ کا جز ۲) اور (مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز ۲)

اثر (نشان، اثر)

۱۔ تعریف۔ اثر اس باقی ماندہ حصے کو کہتے ہیں جو ایک چیز کے وجود پر دلالت کرتا ہو۔

۲۔ حضور ﷺ کے آثار و نشانات سے برکت حاصل کرنا۔

حضرت ابن عمرؓ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے لئے افضل الاحوال کا انتخاب کرتا ہے۔ اس لئے جس مقام پر حضور ﷺ نے نماز ادا کی ہے وہ دوسرے مقام سے افضل ہے۔ علاوہ ازیں اماکن و مقامات کو وہاں قیام کرنے والی شخصیت کے شرف و منزلت کی بنا پر شرف حاصل ہوتا ہے۔ جن مقامات پر حضور ﷺ نے قیام فرمایا انہیں آپ کے قدوم بمننت لزوم کی بنا پر شرف حاصل ہو گیا۔ یہ مقامات اپنے طور پر افضل الاماکن ہیں۔ یہ شرف ان کے لئے مزید برآں ہے اس لئے ان کی رعایت کرنا اور انہیں باقی رکھنا ایک عمدہ عمل ہے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کے آثار و نشانات کا تتبع کرتے اور وہاں جا کر نمازیں پڑھتے حضور ﷺ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا حضرت ابن عمرؓ اس درخت کو پانی دیتے رہتے تاکہ یہ خشک نہ ہو جائے^{۱۰}۔

ان اماکن سے برکت حاصل کرنا جائز ہے۔ ابراہیم بن عبد الرحمن بن عبد القاری نے روایت کی ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے منبر پر حضور ﷺ کی نشست کے مقام کو ہاتھ لگایا اور پھر ہاتھ کو اپنے چہرے پر مل لیا^{۱۱}۔

برکت حاصل کرنے کے لئے اس صورت اور حضور ﷺ کی قبر مبارک پر ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرنے کے درمیان بڑا فرق ہے۔ موخر الذکر صورت جائز نہیں ہے۔ الاثرم نے کہا ہے کہ: ”میں نے مدینہ منورہ کے اہل علم کو دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے بلکہ ایک کنارے پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتے تھے۔ عبد اللہ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے“^{۱۲}

دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ شاید یہ ہے کہ جس مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر ہوں وہاں برکت حاصل کرنے کی جت آپ کی ذات اقدس ہوتی ہے، مذکورہ مقام نہیں ہوتا کیونکہ ایسی صورت میں آپ کی ذات ہی افضل ہوتی ہے۔ لیکن

جس مقام سے آپ جا چکے ہوں مذکورہ مقام کو برکت حاصل کرنے کی جست بنانا جائز ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت ابن عمرؓ منبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے مقام سے برکت حاصل کیا کرتے تھے۔

- اجارہ (اجارے یعنی کرائے پر دینا):

۱۔ تعریف۔ معاوضہ کے ساتھ منافع (جمع منفعت) پر عقد کرنا اجارہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اجارے کا محل و مقام۔

محل اجارہ یعنی اجارے پر لی ہوئی چیز یا تو انسان یا غیر انسان ہوگی۔

الف۔ غیر انسان کو اجارے پر لینا۔

غیر انسان مثلاً مکانات اور جانور اجارے پر حاصل کرنا بالا جماع جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۸ (لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّکُمْ اور اگر حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں) کی تفسیر میں فرمایا: ”یہ کہ تم حج کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا مال کرائے پر دیدو“ ۱۳۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے مکانات کرائے پر دینے کو اس قاعدے سے مستثنیٰ قرار دیتے تھے۔ آپ مذکورہ مکانات کرائے پر بنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور فرماتے: ”جو شخص مکہ کے مکانات کا کرایہ کھاتا ہے وہ اپنا پیٹ آگ سے بھرتا ہے“ ۱۴۔ شاید آپ مذکورہ مکانات کرائے پر دینے کو بیت اللہ کی زیارت کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے تھے (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱ کے جزب کا جز ۱۱) حضرت ابن عمرؓ زمین کو نقد کے بدلے یا اس کی پیداوار کے معلوم مشترک حصے مثلاً تہائی اور چوتھائی کے بدلے کرائے پر دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ جب آپ کو حضرت رافع بن خدیجؓ کے ذریعے زمین کو کرائے پر دینے کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کی خبر پہنچی تو اس کے بعد آپ نے اپنی زمین کرائے پر دینا ترک کر دیا۔ آپ فرماتے: ”ہم مزارعت کو غلط نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ ہم نے رافع بن خدیجؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے اس لئے ہم نے بھی اس ارشاد کی بنا

پر مزارعت ترک کر دی“

ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ کے ترک مزارعت کی تفسیر یہ کی ہے کہ آپ زمین کو نقد کے بدلے یا اس کی پیداوار کے معلوم مشترک حصے کے بدلے مزارعت پر دینے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے^{۱۵}۔ نقد یعنی نقد رقم (درہم و دینار) کے بدلے زمین کرائے پر دینے کا عدم جواز حضرت ابن عمرؓ سے ثابت ہے۔ ابن حزم نے کلیب بن وائل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں نے ایک زمین جس میں کوئی نہر نہیں تھی اور نہ ہی کوئی پودا‘ سالانہ چار ہزار درہم کے بدلے دس سال کے لئے حاصل کیا‘ پھر میں نے اس کی آبی گذر گاہیں درست کیں اور اس کے دیہاتوں کو آباد کیا اور اس پر بہت سا مال صرف کیا اور کاشتکاری کی‘ لیکن پیداوار کے ذریعے میرا لگایا ہوا سرمایہ واپس نہیں آیا۔ پھر اگلے سال میں نے اس پر کاشت کی اور اس کی پیداوار کے ذریعے مجھے اپنے اس المال سے دگنی رقم حاصل ہوئی“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمہارے لئے صرف تمہارا اس المال جائز ہو گا“^{۱۶}۔

ابو عبید نے عبد اللہ بن زیاد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم زمینیں لیتے ہیں (دیکھئے مادہ قبالت) اور پھر ہمیں اس کی پیداوار حاصل ہوتی ہے یعنی زمین کی اجرت ادا کرنے کے بعد ہمارے لئے اس کی پیداوار کا ایک حصہ بچ رہتا ہے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”یہ فوری طور پر حاصل ہونے والا ربوا (سود) ہے“ نیز فرمایا: ”قبالات (دیکھئے مادہ قبالت) ربوا ہیں“^{۱۷}۔

زمین کی پیداوار کے معلوم مشترک حصے کے بدلے زمین کرائے پر دینا جسے مزارعت کہتے ہیں: بعض حضرات نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کی ممانعت نقل کی ہے‘ ان حضرات نے اس ممانعت کی بنیاد اس روایت پر رکھی ہے جسے اصحاب سنن نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کی کہ آپ نے فرمایا: ”ہم مزارعت کو غلط نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ ہم نے رافع بن خدیج کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے“^{۱۸}۔ بعض دوسرے حضرات کے نزدیک حضرت ابن عمرؓ نے فاسد

مزارعت سے منع فرمایا تھا میری رائے بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت فاسد مزارعت کے بارے میں تھی۔ مزارعت درج ذیل صورتوں کے اندر فاسد ہوتی ہے۔

اول: اگر عقد مزارعت کرنے والے طرفین میں سے کوئی فریق اپنے لئے زمین کے کسی معین حصے کی پیداوار کی یا کسی معین درخت کے پھلوں کی شرط عائد کر دے تو یہ مزارعت فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ اس صورت میں غرر یعنی دھوکے اور نقصان کا پہلو ہو گا۔ موطا امام مالک کے شارح زرقانی نے کہا ہے کہ: ”حضرت ابن عمرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نیز حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں اور حضرت معاویہؓ کی امارت کی ابتداء میں اپنی زمینیں کرائے پر دیتے تھے، پھر حضرت رافع بن خدیجؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بیان کی کہ آپ نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت رافعؓ سے فرمایا: ”آپ کو معلوم ہے کہ ہم یعنی اہل مدینہ اپنی زمینیں نہرا رباعاء (ایک چھوٹی سی نہر کا نام) کے مقام کی پیداوار کے بدلے نیز تھوڑے سے بھوسے کے چارے کے بدلے کرائے پر دیتے تھے“ زرقانی نے آگے چل کر کہا ہے کہ: ”اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت رافعؓ کی بیان کردہ مطلق نہی کی تردید کر دی تھی۔ اس لئے کہ جس بات سے روکا گیا تھا وہ زمین کرائے پر دینے کی فاسد صورت تھی یعنی نہرا رباعاء کے مقام کی پیداوار کے بدلے نیز بھوسے کے چارے کے بدلے زمین کرائے پر دینے کی صورت جسے اہل مدینہ اختیار کرتے تھے، اگرچہ اس صورت کے اندر بدل یعنی معاوضہ مجہول تھا لیکن یہ معاوضہ کی صورت تھی (یہ بات ذہن میں رہے کہ اہل مدینہ مزارعت کو معاوضہ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ مترجم) سونے یا چاندی یعنی نفود کے بدلے زمین کرائے پر دینے کی ممانعت کی صورت نہیں تھی۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرت ابن عمرؓ نے کرائے پر زمین دینا کیوں ترک کیا تھا تو اس کی وجہ آپ کی پرہیزگاری تھی“^{۱۹}۔ ابن قدامہ نے بھی حضرت ابن عمرؓ سے یہ بات اسی طرح نقل کی ہے^{۲۰}۔ اس سے زیادہ واضح اور صاف بات شاید وہ ہے جس کی روایت عبدالرزاق نے کی ہے

کہ ”حضرت ابن عمرؓ اپنی زمین کرائے پر دیا کرتے تھے‘ پھر آپ کو حضرت رافعؓ بن خدیجؓ کی روایت کردہ حدیث سے باخبر کیا گیا‘ آپ نے فرمایا: ”یہ تو تمہیں معلوم ہے کہ زمیندار اپنی زمینیں حضور ﷺ کے عہد میں کرائے پر دیتے تھے اور زمین کا مالک یہ شرط عائد کر دیتا کہ مازیانات (آبی گزرگاہوں کے مقامات کی پیداوار) نیز نمر سے سیراب ہونے والی زمین کی پیداوار میری ہوگی نیز وہ کھلیان میں لائی ہوئی فصل کے ایک معلوم حصے کی بھی شرط عائد کر دیتا“ عبدالرزاق نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں حضور ﷺ کی طرف سے عائد کردہ نئی زمینداروں کی مذکورہ بالا شرائط کی وجہ سے تھی ۲۱۔

دوم: مزارعت کی وہ صورت بھی فاسد ہے جس میں زمین اور بیج ایک فریق میا کرے اور دوسرا فریق کاشتکاری کے تمام کام سرانجام دے‘ البتہ اگر زمین ایک فریق میا کرے اور بیج دوسرا فریق تو یہ صورت درست ہوگی کیسب بن وائل سے مروی ہے کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص کے پاس زمین اور پانی ہے لیکن اس کے پاس بیج اور بیلوں کی جوڑی نہیں ہے‘ اگر وہ مجھے نصف پیداوار کے بدلے اپنی زمین دے دے اور میں اپنے بیلوں اور بیج کے ذریعے اس زمین پر فصل کاشت کر لوں اور پھر پیداوار مساوی طور پر تقسیم کر لوں تو اس کا کیا حکم ہو گا؟“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”یہ اچھا طریقہ ہے“ ۲۲۔

ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ نے مزارعت سے روکا نہیں تھا بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ ”اگر تمہاری یہ کیفیت ہے یعنی جھگڑے والی کیفیت تو پھر اپنی زمینیں کرائے پر نہ دیا کرو“ حضرت رافع بن خدیجؓ نے آپ ﷺ کا آخری فقرہ ”اپنی زمین کرائے پر نہ دیا کرو“ سن لیا اور اس کی آگے روایت کر دی ۲۳۔

حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو اپنے دین کے بارے میں انتہائی احتیاط سے کام لیتے تھے‘ اس لئے آپ نے اس خوف سے مزارعت کا معاملہ ترک کر دیا تھا کہ کہیں حضور ﷺ نے اس کی مطلقاً ممانعت نہ کر دی ہو اور آپ کو اس کی خبر نہ ہو۔ سالم سے مروی ہے کہ ”حضرت ابن عمرؓ اپنی زمینیں کرائے پر دیا کرتے تھے پھر آپ کو

اطلاع ملی کہ حضرت رافع بن خدیجؓ ”اس سے روکتے ہیں آپ کی ملاقات حضرت رافعؓ سے ہوئی آپ نے ان سے پوچھا: ”ابن خدیجؓ زمین کرائے پر دینے کی ممانعت کے سلسلے میں آپ حضور ﷺ سے کیا روایت کرتے ہیں“ حضرت رافعؓ نے جواب میں فرمایا: ”میں نے اپنے دونوں چچاؤں سے اپنے گھروالوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے زمین کرائے پر دینے سے منع فرمایا ہے“ (حضرت رافعؓ کے یہ دونوں چچے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے صحابی تھے) یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مجھے حضور ﷺ کے عہد میں یہ بات معلوم تھی کہ زمینیں کرائے پر دی جاتی ہیں۔ پھر میرے والد یعنی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میں نے اس بارے میں کوئی نیا حکم نہ دیا ہو اور انہیں اس کی خبر نہ ہو“ اس لئے آپ نے زمین کرائے پر دینا ترک کر دیا“ ۲۴۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خود تو مزارعت سے باز رہتے تھے لیکن اس کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے زمین کرائے پر دینے کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میری زمین اور میرا اونٹ دونوں یکساں ہیں“ ۲۵۔

ب۔ انسان کو اجارے پر حاصل کرنا:

انسان کو اجارے پر حاصل کرنے کا مقصد اس سے کوئی معین کام کروانا ہوتا ہے مثلاً دیوار کی تعمیر، گھر میں جھاڑو دینا وغیرہ۔ اس اجارے کے درست ہونے کے لئے متعلقہ کام یعنی مستاجر علیہ کی درج ذیل شرائط ہیں۔

۱۔ یہ اللہ کی معصیت کا کام نہ ہو۔ کیونکہ معاصی کے ارتکاب کے لئے اجارہ درست نہیں ہوتا مثلاً گانے بجانے کا کام، میت پر ماتم کرنے کا کام، نیز زنا کاری وغیرہ۔ اس بات پر سب کا اجماع ہے اور کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ اس کام کے فوائد اجارے پر لئے ہوئے شخص کی طرف عائد نہ ہوتے ہوں مثلاً عبادات، کیونکہ عبادت کا ثواب اسے سرانجام دینے والے کی طرف عائد ہوگا۔ یہی

وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اذان دینے پر اجرت حاصل کرنے کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے۔ یحییٰ البکائی سے مروی ہے کہ ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص سے یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: ”میں تم سے اللہ کے لئے بغض رکھتا ہوں“ پھر آپ نے اپنے رفقاء سے فرمایا: ”یہ غلط اذان گا کر دیتا ہے اور اذان دینے کی اجرت لیتا ہے“^{۲۶}۔ آپ نے جہاد پر اجرت لینے کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”پہلے طریقہ یہ تھا کہ جہاد میں شرکت نہ کر سکنے والا شرکت کرنے والے کو کچھ نہ کچھ دیا کرتا تھا وہ گئی یہ بات کہ ایک شخص جہاد میں اپنی شرکت کو فروخت کرے تو میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا“^{۲۷}۔ شقیق بن العیزار الاسدی نے حضرت ابن عمرؓ سے ان معاذوں اور اجرتوں کے متعلق دریافت کیا جنہیں لوگ اپنے بدلے جہاد میں حصہ لینے والوں کے لئے مقرر کرتے ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں تو بطور رشوت صرف وہی چیز لوں گا جسے اللہ نے مجھے رشوت کے طور پر عطا فرمایا ہے“^{۲۸}۔

(ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ جواب طنز کے طور پر تھا، مترجم)

۳۔ کفالہ پر اجرت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ کفالہ نمبر ۳)

۳۔ اجارے کے اندر تاوان یعنی ضمان کی شرط:

اجارے پر لی ہوئی چیز مستاجر کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے اور امانت کا تاوان صرف تعدی (زیادتی یا کوتاہی کی بنا پر تلف ہو جانے) کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ بنا بریں اگر موجر مستاجر پر مذکورہ عین کے تاوان کی شرط عائد کر دے تو یہ شرط فاسد ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تاوان کی شرط کے ساتھ کرائے پر دینا درست نہیں ہوتا“^{۲۹}۔ (دیکھئے مادہ شرط نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲)

۴۔ اجارے پر لی ہوئی چیز کو آگے اجارے پر دینا:

حضرت ابن عمرؓ مذکورہ چیز کو آگے اجارے پر دینے کے جواز کے قائل تھے بشرطیکہ مستاجر اس چیز کی اس سے زیادہ اجرت حاصل نہ کرے۔ جتنی وہ موجر کو ادا کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو زائد رقم پہلے موجر کی ہوگی۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی

کہ اگر ایک شخص اجارے پر کوئی اجیر یعنی مزدور حاصل کر کے اسے کسی دوسرے کو زائد رقم پر اجارے پر دے دے تو یہ زائد رقم پہلے موجر کی ہوگی ۳۰۔

۵۔ اجارے کا اختتام:

اجارے کا اختتام اس مدت کے اختتام کے ساتھ ہو جائے گا جس پر موجر اور مستاجر نے اتفاق کیا ہو۔ اسی طرح معقود علیہ وصول ہو جانے پر بھی اجارے کا اختتام ہو جائے گا۔

موجر یا مستاجر کی وفات کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اجارے کا اختتام نہیں ہوگا ۳۱۔ (دیکھئے مادہ موت، نمبر ۱۹ کا جز ج)

اجل (مدت):

۱۔ تعریف: کسی چیز کی اس مدت اور وقت کو اجل کہتے ہیں جس کے اندر مذکورہ چیز وجود میں آجائے۔

۲۔ اجل کی تحدید

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ دیون کا معاملہ مسامت یعنی مدت میں چھوٹ دینے اور نرمی کرنے پر اور تجارتی امور کا معاملہ مماکست یعنی مدت کم کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ بنا بریں آپ دیون کے قبیل سے تعلق رکھنے والے معاملات کے اندر اجل کے سلسلے میں نرمی برتتے تھے مثلاً قرض، بیع کا ثمن، اجارے کا بدل وغیرہ۔ آپ اس شرط کے ساتھ بیع کو جائز قرار دیتے تھے کہ ثمن کی ادائیگی فصل کٹنے، فصل کی گمائی اور سرکاری وظائف ملنے پر ہوگی ۳۲۔ اس اجل کے تمام د تاخر سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ آپ خود ایک چیز کی خریداری اس شرط کے ساتھ کر لیتے کہ ثمن کی ادائیگی وظیفہ ملنے پر کی جائے گی ۳۳۔ آپ اس بیع کو بھی جائز قرار دیتے تھے جس کے اندر ثمن کی ادائیگی فراخی حاصل ہونے پر کی جانے کی شرط عائد کی گئی ہو۔ ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے مذکورہ بالا شرط کے ساتھ کوئی چیز خرید لی اور پھر اسے ایسے سکوں میں ادائیگی کی جو مذکورہ شخص کے مشروط سکوں سے بہتر تھے، اس شخص نے عرض کیا: ”

یہ سکے تو میرے سکوں سے افضل ہیں؟“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”یہ میری طرف سے عطیہ ہے، کیا تم اسے قبول کر لو گے؟“ اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا ۳۳۔

تجارت کے قبیل سے تعلق رکھنے والے معاملات کے اندر حضرت ابن عمرؓ اجل کے سلسلے میں اس وقت زری کر لیتے جب فرق تھوڑا ہوتا اور تسلیم یعنی حوالگی کی ضرورت اس کی مقتضی ہوتی مثلاً بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی بیع کی حوالگی کی فصل کی کٹائی یا گھائی یا وٹائف ملنے تک تحدید ۳۵۔

لیکن اگر فرق بہت زیادہ ہوتا تو اس صورت میں آپ تجارتی معاملات کے اندر اجل کے سلسلے میں زری نہ برتتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص کوئی چیز اس شرط کے ساتھ خریدے کہ اس کی حوالگی فراخی حاصل ہونے پر عمل میں آئے گی ۳۶۔

یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ اجل کے سلسلے میں یہ مسامت صرف بیع سلم کے اندر تھی کیونکہ بیع سلم کی مشروعیت لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کی خاطر تھی، اس طرح کا معاملہ مسامت پر مبنی ہوتا ہے۔

۳۔ اجل کی بیع:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اجل کی بیع جائز نہیں تھی آپ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کا کسی کے ذمہ واجب الادا دین تھا اور دین کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر تھی، پھر قرض خواہ نے یہ کہا کہ اگر مدیون اس کا دین مذکورہ اجل سے پہلے مہل صورت میں ادا کر دے تو وہ اس کے بدلے دین کا ایک حصہ معاف کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس صورت کو مکروہ قرار دیتے ہوئے اس سے منع کر دیا۔ ۳۷۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

۴۔ بیع سلم کی اجل:

(دیکھئے مادہ بیع نمبر کے جز ”ی“ کا جز ۴)

ایلاء کے اندر اجل (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲)
عدت کی انتہاء کی اجل (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳)
مفقود کی اجل چار سال ہے۔ (دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳)

اجتباء (پیٹھ اور پنڈلیوں کو کسی کپڑے سے باندھ لینا)

۱۔ تعریف:

اس طرح بیٹھنے کو اجتباء کہتے ہیں کہ بیٹھنے والا اپنے دونوں گھٹنے کھڑے رکھ کر انہیں اپنے بازوؤں کے ذریعے پنڈلیوں سے ملا لے۔

۲۔ اجتباء کا حکم:

حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن خطیب کے خطبے کے دوران اجتباء کو مباح قرار دیتے تھے۔ ۳۸۔ آپ خود جمعہ کے دوران اجتباء کرتے ۳۸۔ ب۔ نیز فجر کی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد بھی اجتباء کو مباح سمجھتے تھے اور خود بھی ایسا کرتے تھے۔ (دیکھئے مادہ تکلم نمبر ۱)

اجتہام (سینگی لگوانا):

(دیکھئے لفظ حجامۃ)

احتراف (کوئی حرفت میں ہنر حاصل کرنا)

۱۔ تعریف: کسی ہنرمندی کے اندر انسان اگر مہارت حاصل کر لے اور اس پر جمار ہے نیز اسے اپنا ذریعہ معاش بنالے تو اسے احترام کہیں گے۔ ۳۹۔

۲۔ حرفوں یعنی ہنرمندیوں کی انواع

حضرت ابن عمرؓ ہنرمندیوں کی دو قسمیں کرتے تھے۔ شریفانہ ہنرمندی اور گھٹیا ہنرمندی، درج ذیل امور آپ کی نظروں میں گھٹیا ہنرمندیاں ہیں۔

الف۔ ہر ایسی حرفت جس کے عامل کو نجاستوں سے آلودہ ہونا پڑتا ہو مثلاً دباغت، غلاظتوں کی صفائی وغیرہ^{۴۰}۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: ”میں جھاڑو دینے کا کام کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے شادی بھی کر لی، غلام بھی آزاد کئے اور حج بھی کر لیا“ آپ نے اس سے پوچھا: ”تم کس چیز کی صفائی کرتے تھے؟“ اس نے جواب دیا: ”غلاظت کی“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم خبیث ہو، تمہارا حج بھی خبیث ہے اور تمہارا غلام آزاد کرنا بھی خبیث ہے، تم اس کام سے نکل آؤ جس طرح اس میں داخل ہوئے تھے“^{۴۱}۔

ب۔ ہر ایسی حرفت جس میں خودی کی تذلیل ہو مثلاً لونوں سے صدقات وغیرہ مانگنا عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک مکاتب غلام آپ کے پاس کتابت کی قسط لے کر آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ رقم تم کہاں سے لائے ہو، اس نے جواب دیا: ”میں نے لوگوں سے مانگ مانگ کر یہ رقم جمع کی ہے“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم میرے پاس لوگوں کا میل پچیل لے کر آئے ہو اور اسے مجھے کھلانا چاہتے ہو!“ آپ نے مذکورہ رقم اسے واپس کر دی اور اسے آزاد کر دیا^{۴۲}۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جز ب)

ج۔ ہر ایسی حرفت جس کا عامل کسی حرام کام کا مرتکب ہو مثلاً زنا اور لوگوں پر ظلم، اس پر سب کا اجماع ہے اور کسی کا اختلاف نہیں ہے (دیکھئے مادة اشربة نمبر ۳ کا جز ب)

۳۔ احزاب کے آثار:

الف۔ کمائی کے اندر اس کا اثر:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ گھنیا حرفت سے حاصل شدہ ہر کمائی خبیث ہوتی ہے۔ گزشتہ دو فقروں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

ب۔ عقد مکاتب کے اندر اس کا اثر:

حضرت ابن عمرؓ اپنے ایسے غلام کو مکاتب بنانا پسند نہیں کرتے تھے جسے کوئی حرفت نہ آتی ہو۔ آپ اس سے فرماتے کیا تم مجھے لوگوں کا میل پچیل (مانگنے مانگنے کی چیز) کھلانا چاہتے ہو؟^{۴۳}۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جز ب)

ج۔ نابالغ کو خطرناک حرفوں میں کام کرنے سے روکنا (دیکھئے مادہ حجامتہ نمبر ۲)
د۔ ایک حرفت سے دوسری حرفت کی طرف منتقل ہو جانا۔

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص ایک حرفت اختیار کر لے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اس حرفت کے ذریعے رزق عطا نہ کرے تو اسے کسی اور حرفت کی طرف منتقل ہو جانا چاہئے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص ایک چیز کا تین مرتبہ کاروبار کرے لیکن اسے کچھ حاصل نہ ہو تو وہ کوئی اور کاروبار کر لے“ ۴۳۔
احکام (ذخیرہ اندوزی کرنا)

۱۔ تعریف: کسی مال کو خرچ تیز ہو جانے کے قصد سے ذخیرہ کر لینا احکام کہلاتا ہے جب کہ اس ذخیرہ اندوزی سے عوام الناس کو نقصان پہنچے۔
۲۔ احکام کا حکم

احکام حرام ہے اس لئے کہ ایسا کرنے سے عوام الناس کو نقصان پہنچتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ذخیرہ اندوزی گناہ ہے“ نیز فرمایا: ”ذخیرہ اندوزی صرف وہی شخص کرتا ہے جو خطا کار یا سرکش ہے“ ۴۴۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جزب کے جز ۲ کا جز الف)

احتیاط (احتیاط کرنا)

۱۔ تعریف:

معاملات کے اندر گناہ کے اعتبار سے بعید ترین صورت کو اختیار کرنا احتیاط کہلاتا ہے۔

۲۔ احتیاط کا حکم۔

احتیاط تقویٰ کا ایک باب ہے اور معاملات کے اندر اسے صرف قوی شخص اپنا سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ عمل کے اندر اسے مستحسن سمجھا جاتا ہے، فتوے کے اندر نہیں، حضرت ابن عمرؓ نے احتیاط کو اپنا لائحہ عمل بنا رکھا تھا آپ فرماتے تھے: ”مجھے یہ بات بہت اچھی لگتی ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان حرام کا پردہ حائل ہو“ ۴۵۔ یہی وجہ

ہے کہ آپ اپنی زمینیں اجارے پر دینے سے باز رہتے تھے لیکن اس کا فتویٰ نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر ۲ کا جز الف)

۳۔ فقہ ابن عمرؓ کے اندر احتیاط کا پہلو:

حضرت ابن عمرؓ اپنے تمام معاملات میں احتیاط کا طریقہ اختیار کرتے تھے اور کوئی معاملہ شاذ و نادر ہی اس دائرے سے خارج رہ جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے متعلق شدت پسندی کی بات مشہور ہو گئی تھی۔ اگر ہم ان مسائل کا استقراء کرنا چاہیں جن کے اندر آپ نے احتیاط برتا تھا تو بات طویل ہو جائے گی۔ ہمارے لئے درج ذیل مسائل کا ذکر ہی کافی ہے۔

حقوق اللہ کے بارے میں احتیاط کا پہلو مد نظر رکھتے ہوئے آپ نے بھاگے ہوئے غلام پر بھی حدود قائم کرنے کا قول کیا تھا (دیکھئے مادہ اباۃ نمبر ۳)
آپ نے زمین کے اجارے کے عدم جواز کا قول کیا تھا (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر ۲ کا جز الف)

آپ نے فرمایا تھا کہ ادائیگی میں تعجیل کے بالمقابل دین کا کوئی حصہ ساقط نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۳)

آپ گھنیا حرفتوں سے حاصل شدہ کمائی سے گریز کرتے تھے (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲)
احرام کی حالت میں آپ ایسا سرمہ لگانے سے بچتے تھے: پرہیز کرتے جس میں خوشبو والی کوئی چیز نہ ہوتی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۳)
اگر قربانی کے جانور کو ذبح ہوئے تین دن ہو جائے تو اس کا گوشت کھانے سے بھی پرہیز کرتے (دیکھئے مادہ ادخار نمبر ۲)

اگر پانی موجود نہ ہوتا تو آپ مہستری کرنے سے پرہیز کرتے (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۲)
احداد (سوگ کرنا)
دیکھئے لفظ حداد

احرام (احرام باندھنا):

۱۔ تعریف:

احرام مخصوص حرمت کے اندر داخل ہونے کو کہتے ہیں۔ احرام کی ابتداء کی تکمیل نیت اور تبلیہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

۲۔ احرام کب واجب ہوتا ہے:

احرام حج اور عمرہ کے لئے واجب ہوتا ہے۔ حج اور عمرہ کے سوا کسی اور مقصد کے لئے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی خاطر واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے مکہ مکرمہ میں قیام کیا پھر مدینہ منورہ کے ارادے سے چل پڑے۔ جب آپ تہید کے مقام پر پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ بنی امیہ کی سرکاری فوجیں مدینہ منورہ میں داخل ہو گئی ہیں۔ آپ نے یہ سن کر وہاں جانا پسند نہیں کیا اور مکہ واپس آ گئے اور احرام کے بغیر مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے^{۳۶}۔ آپ اپنے غلاموں کو احرام کے بغیر حرم میں لے آئے، ان غلاموں سے خدمت لینا مقصود ہوتا^{۳۷}۔

۳۔ احرام کے مواقت:

الف۔ اصول یہ ہے کہ آفاقی (حدود حرم سے باہر کا شخص) میقات سے احرام باندھے۔ حرم میں داخل ہونے کے ارادے سے آنے والے شخص کی آمد کی جت کے اختلاف سے مواقت کے اندر اختلاف ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے ان مواقت کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”حضور ﷺ نے فرمایا: ”اہل مدینہ ذوالحلیفہ سے احرام باندھیں گے، اہل شام جحفہ سے اور اہل نجد قرن سے“ حضرت ابن عمرؓ نے مزید فرمایا اگرچہ میں نے خود نہیں سنا لیکن مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اہل یمن سلمہ سے احرام باندھیں گے“^{۳۸}۔

جیسا کہ گزشتہ صفحے پر درج شدہ نقشے کے اندر واضح کیا گیا ہے۔ (زیر ترجمہ کتاب کے اندر مواقت کا ایک نقشہ دیا ہوا ہے۔ مترجم)

حضرت ابن عمرؓ اہل مدینہ میں سے ہونے کی وجہ سے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا کرتے تھے۔ امام مالک نے ”الموطا“ کے اندر روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

ذوالحلیفہ کی مسجد میں نماز ادا کرتے اور پھر مسجد سے اُٹھ کر سواری پر سوار ہو جاتے جب سواری کا جانور اٹھ کھڑا ہوتا تو آپ احرام باندھ لیتے^{۴۹}۔

ب۔ یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں میقات کے سلسلے میں اس وطن کا اعتبار ہوتا ہے جس کی طرف احرام باندھنے والے کی نسبت ہوتی ہے اس شہر کا نہیں جہاں سے وہ گزرتا ہے۔ اس لئے اہل مصر اور اہل الجزیرہ کی میقات وہی ہوگی جو اہل شام کی ہے یعنی جحفہ، بنا بریں اگر اہل مصر یا اہل الجزیرہ مدینہ منورہ سے گزریں اور پھر وہاں سے مکہ معظمہ کی طرف چل پڑیں تو وہ اہل شام کی میقات جحفہ سے احرام باندھیں گے۔ اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ سے احرام نہیں باندھیں گے^{۵۰}۔ حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ میں تھے آپ نے احرام باندھنے کا ارادہ کیا تو اہل مدینہ کی میقات ذوالحلیفہ جا کر احرام باندھا اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہوئے^{۵۱}۔

ج۔ اگر ایک شخص میقات سے آگے بڑھ جائے اور اس کا ارادہ حج یا عمرے کا نہ ہو اور پھر وہ اس کا ارادہ کر لے تو وہ ارادے کے مقام سے احرام باندھے گا^{۵۲}۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے فرع کے مقام سے احرام باندھا تھا^{۵۳}۔ زرقانی نے ”الموطا“ کی شرح میں کہا ہے: ”ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ علماء کے نزدیک حضرت ابن عمرؓ کی اس فعل کی تاویل یہ ہے کہ آپ احرام کے ارادے کے بغیر میقات سے گزر گئے تھے اور پھر آپ کا ارادہ ہو گیا تو آپ نے مذکورہ مقام سے احرام باندھ لیا یا یہ کہ آپ مکہ معظمہ سے یا کسی اور جگہ سے فرع کے مقام پر آئے تھے اور یہاں پہنچ کر آپ کا ارادہ احرام باندھنے کا ہو گیا“^{۵۴}۔

د۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ کسی شخص کا اپنے گھر کے پاس سے احرام باندھنا میقات سے احرام باندھنے سے افضل ہے بشرطیکہ مسافت بعید نہ ہو حضرت ابن عمرؓ نے مکین کے فیصلے کے سال بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھا^{۵۵}۔ (جس سال حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان خلافت کا جھگڑا مکین یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کے ذریعے نمایا گیا تھا اسے مکین کے فیصلے کا سال کہتے ہیں۔ مترجم) اگر مسافت طویل ہو تو پھر میقات سے احرام

باندھنا افضل ہو گا کیونکہ گھر کے پاس سے احرام باندھنے میں یہ خطرہ ہو گا کہ محرم کو کوئی ایسی صورت حال پیش نہ آجائے جو اس کے احرام کو فاسد کر ڈالے۔ عمارہ بن زاذان سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص سرقہ سے یا اپنی میقات سے یا بصرہ یا کوفہ سے احرام باندھتا ہے“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”ایسی صورت میں تو ہم مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے“ ۵۶۔ یعنی مسافت طویل ہونے کی صورت میں اپنے گھر کے پاس سے احرام نہیں باندھنا چاہئے (مترجم)

۵۔ اہل مکہ اور حج تمتع کرنے والے مکہ مکرمہ سے احرام باندھیں گے۔ حج کے لئے احرام باندھنے کا افضل وقت یوم الترویہ (ذوالحجہ کی آٹھویں تاریخ) ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے قیام کی صورت میں ساتویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے لیکن آپ نے جلد ہی یہ طریقہ ترک کر دیا کیونکہ آپ کی رائے یہ نہ تھی کہ احرام باندھنے کے بعد محرم اپنے اہل خانہ کے پاس دن یا رات گزارے۔ آپ نے ساتویں تاریخ کو احرام باندھنے کا طریقہ چھوڑ دیا اور یہ طریقہ اختیار کیا کہ یوم الترویہ کو ظہر کی نماز کے بعد احرام باندھ کر فوراً منیٰ روانہ ہو جاتے۔ ابن حزم وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک سال ذوالحجہ کا چاند دیکھتے ہی مسجد حرام سے احرام باندھ لیا۔ دوسرے سال بھی آپ نے ایسا ہی کیا لیکن تیسرا سال ہوا تو آپ نے یوم الترویہ کو احرام باندھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے وجہ پوچھی تو آپ نے جواب دیا: ”میں اہل مدینہ میں سے ہوں اس لئے مجھے یہ بات اچھی لگی کہ اہل مدینہ کے احرام کے ساتھ احرام باندھوں“ پھر جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں احرام کی حالت میں اپنے اہل خانہ کے پاس آتا جاتا ہوں، یہ بات ٹھیک نہیں تھی کیونکہ محرم جب احرام باندھ لے تو پھر آگے چل پڑے“ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ کو ناسا دن بہتر سمجھتے ہیں؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”یوم الترویہ“ ۵۷۔ بغوی نے ”شرح السنہ“ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ یوم الترویہ کو ظہر کی نماز ادا کرتے اور سواری پر سوار ہو جانے پر تبلیہ کہتے ۵۸۔

۴۔ ایک شخص کس طرح محرم بنتا ہے؟

ایک شخص نیت کے ذریعے محرم بن جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ حج یا عمرہ کے احرام کی نیت بلند آواز سے ظاہر کرنے کو بدعت سمجھتے تھے، آپ نے ایک شخص کو ”لیک بجھہ“ (حج کے احرام کا تلبیہ) بلند آواز سے کہتے سنا تو اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ”کیا تم اللہ کو اپنے دل کی بات معلوم کرا رہے ہو؟“^{۵۹}۔ احرام پر دلالت کرنے والی باتوں مثلاً قربانی کے جانور کے گلے میں پٹے ڈالنے کے ذریعے بھی ایک شخص محرم بن جاتا ہے، آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے ہدی یعنی قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ وغیرہ ڈال دیا اس نے احرام باندھ لیا“^{۶۰}۔

۵۔ سنن احرام:

جو شخص احرام باندھنا چاہے اس کے لئے درج ذیل امور سرانجام دینا مسنون

ہے۔

الف۔ طہارت۔ اگر ایک شخص احرام باندھنا چاہے تو اس کے لئے غسل کرنا مسنون ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”احرام باندھنے کا ارادہ کرنے پر غسل کرنا لینا سنت ہے“^{۶۱}۔ اگر غسل کرنا ممکن نہ ہو تو وضو کر لینا چاہئے۔ حضرت ابن عمرؓ احرام باندھنے سے قبل بعض دفعہ غسل کر لیتے اور بعض دفعہ وضو پر اکتفا کرتے^{۶۲}۔ احرام کے لئے طہارت کا حکم سنت کا درجہ رکھتا ہے اس لئے ترک طہارت جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے مسلمانوں کی خانہ جنگی کے سال اسے ترک کیا تھا۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مذکورہ سال کے اندر اپنی قمیص اتار دی اور تلبیہ کہنا شروع کر دیا اور غسل نہیں کیا^{۶۳}۔

ب۔ خوشبو نہ لگانا: حضرت ابن عمرؓ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مکروہ تصور کرتے تھے اس لئے کہ احرام باندھنے کے بعد اس خوشبو کا اثر باقی رہ جاتا۔ آپ جب احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو پندرہ دن پہلے ہی سے کپڑوں میں خوشبو لگانا ترک کر دیتے^{۶۵}۔ محمد بن المنشقر کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں

دریافت کیا جو خوشبو لگاتا ہے اور پھر احرام باندھ لیتا ہے۔" آپ نے جواب دیا: "میں پسند نہیں کرتا کہ میں احرام کی حالت میں ہوں اور میرے بدن سے خوشبو پھوٹ رہی ہو، اپنے جسم پر قطران (کولہار کی مانند ایک چیز جو بعض درختوں سے حاصل شدہ مواد سے تیار کی جاتی ہے) مل لیتا مجھے اس کام سے زیادہ پسندیدہ ہے" محمد بن المنشدر مزید کہتے ہیں کہ: "میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور انہیں ابن عمرؓ کا قول سنایا حضرت عائشہؓ نے فرمایا: "میں نے حضور ﷺ کے جسم مبارک کو احرام کے وقت خوشبو سے معطر کیا تھا اس کے بعد آپ اپنی ازدواجی مطہرات کے پاس گئے اور پھر احرام باندھ لیا" ۶۱۔

عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: "میں اپنے والد کے پاس بیٹھا تھا، میں نے ایک ٹکڑے کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا اور اسے حضرت عائشہؓ کے پاس احرام کے وقت خوشبو لگانے کا مسئلہ پوچھنے کے لئے بھیجا۔ مجھے حضرت عائشہؓ کا قول معلوم تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ میرے والد بھی یہ قول سن لیں۔ میرا مقصد واپس آیا اور کہنے لگا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: "احرام کے وقت خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ جتنی مرضی خوشبو لگالو" یہ سن کر میرے والد خاموش رہے" ۶۲۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ کا قول سن کر اپنی رائے تبدیل کر لی تھی۔ اس پر دو باتیں دلالت کرتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت عائشہؓ کا قول سن کر آپ خاموش رہے تھے اور دوم وہ روایت جسے عیینہ نے اپنے والد عبدالرحمن سے نقل کی ہے کہ: "نہ میں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں" ۶۸۔

ج۔ دو رکعت نماز احرام کی سنت ہے:

جو شخص احرام باندھنے کا ارادہ کرے اس کے لئے احرام سے قبل دو رکعت نماز ادا کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر جب آپ کی ناقہ مسجد ذی الحلیفہ کے پاس آپ کو لے کر سیدھی کھڑی ہو جاتی تو آپ بلند آواز سے تلبیہ کہتے ۶۹۔

ان دو رکعتوں کی بجائے احرام باندھنے والا جو نماز بھی پڑھ لے اس کے لئے کافی

ہوگی۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد احرام باندھتے تھے (دیکھئے اسی دفعہ کے نمبر ۳ کا ج ۲)۔

د۔ تلبیہ:

محرم جب سواری پر سوار ہو جائے اور سواری اسے لے کر چل پڑے تو وہ تلبیہ شروع کر دے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو جب اونٹنی لے کر چل پڑتی تو آپ تلبیہ کہنا شروع کر دیتے^{۴۰}۔ ”محرم بلند آواز سے تلبیہ پڑھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ باواز بلند تلبیہ پڑھتے تھے اور پھر تمام روجاء تک سچے سچے آپ کی آواز مدھم پڑ جاتی^{۴۱}۔ بکر بن عبد اللہ المزنی نے کہا ہے کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو باواز بلند تلبیہ کہتے ہوئے سنا تھا حتیٰ کہ میں پہاڑوں کے درمیان آپ کی آواز کی گونج سن رہا تھا“^{۴۲}۔ آپ فرماتے: ”لوگو! بلند آواز سے تلبیہ پڑھو“^{۴۳}۔

البتہ عورت بلند آواز سے تلبیہ نہیں پڑھے گی۔^{۴۴} کیونکہ تمام احوال کے اندر عورت کے سلسلے میں پردہ پوشی کی رعایت کی جاتی ہے اور آواز بلند کرنا پردہ پوشی کے اندر غل ہوتا ہے۔

۶۔ محرم کو کن امور سے باز رہنا چاہئے اور کن امور سے باز نہیں رہنا چاہئے:

الف۔ محرم کا لباس

۱۔ محرم سلاہوا کوئی لباس نہیں پہنے گا۔ کیونکہ یہ لباس عیش و عشرت کی نشانی ہے۔ مثلاً قمیص، عمامہ، شلوار اور لمبی ٹوپی وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ سے محرم کے لباس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”محرم نہ تو قمیص پہنے گا نہ عمامہ نہ ٹوپی اور نہ ہی شلوار“^{۴۵}۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ کو بھٹتے تھے کہ محرم قمیص کو چادر کی طرح اپنے جسم پر ڈال لے^{۴۶}۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے سردی محسوس کی اور جسم پر کوئی کپڑا ڈال دینے کے لئے کہا، میں نے آپ کے جسم پر لمبی ٹوپی ڈال دی۔ آپ نے فرمایا: ”تم مجھ پر یہ کپڑا ڈالتے ہو حالانکہ حضور ﷺ نے محرم کو اسے پہننے سے منع فرمایا ہے“^{۴۷}۔

اس حکم سے عورت مستثنیٰ ہے وہ سلا ہوا کپڑا مثلاً شلوار وغیرہ جو چاہے پہن سکتی ہے۔^{۷۷}

۲۔ موزے سلع ہوئے کپڑوں میں داخل ہیں اس لئے محرم ان سے پرہیز کرے گا۔ البتہ اگر اسے موزوں کے سوا کوئی اور چیز میسر نہ ہو تو انہیں ٹخنوں کے نیچے سے قطع کر کے پہن لے گا۔ درج بالا حدیث میں حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ ”نہ ہی وہ یعنی محرم موزے پہنے گا۔ البتہ اگر اسے جوتے میسر نہ ہوں تو انہیں اوپر سے اس قدر کاٹ دے کہ ٹخنوں کے نیچے تک رہ جائیں“ حضرت ابن عمرؓ بھی یہی حکم دیتے تھے^{۷۸}۔ حضرت ابن عمرؓ محرم کے لئے موزے پہننے کی ممانعت کے حکم کو مرد اور عورت دونوں کے لئے عام رکھتے تھے۔ پھر آپ نے یہ حدیث سنی کہ حضور ﷺ نے عورت کو موزے پہننے کی اجازت دی ہے اور پھر تعیم کی رائے سے رجوع کر لیا۔ ابوداؤد وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ احرام والی عورت کے لئے بھی موزے کاٹ لینا ضروری سمجھتے تھے۔ پھر آپ کو صفیہ بنت ابی عبید نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان کیا تھا کہ حضور ﷺ نے موزے پہننے کے سلسلے میں عورتوں کو رخصت دی ہے، یہ حدیث سن کر آپ نے اپنی رائے ترک کر دی^{۷۹}۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ محرم اپنے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر گرہ ڈال لے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ”میں حالت احرام میں اپنے کپڑے کو پشت کی جانب سے جسم پر ڈال کر اس کے دونوں کناروں کو ملا کر گرہ ڈال دیتا ہوں کیا یہ درست ہے؟“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”تم حالت احرام میں اپنے کسی کپڑے کو گرہ نہ ڈالو“^{۸۰}۔

ایک روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کی سعی کے دوران اپنے پیٹ کو کپڑے سے باندھ لیا کرتے تھے^{۸۱}۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے احرام کی حالت میں اپنی کوکھ عمامے سے باندھ رکھی تھی^{۸۲}۔ اس سلسلے میں نافع نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے جسم پر کپڑا نہیں باندھا تھا بلکہ کپڑے کا کنارہ اپنے ازار کے ساتھ کھونس لیا تھا^{۸۳}۔

۴۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو بھی مکروہ سمجھتے تھے کہ محرم اپنی کمر^{۸۳}۔ پٹی یا ہیمان کے ذریعے باندھ لے^{۸۵}۔ بشرطیکہ پٹی یا ہیمان میں اس کی رقم نہ رکھی ہوئی ہو۔ اگر رقم رکھی ہو تو آپ اسے کمر سے باندھنے کی رخصت کر دیتے تھے^{۸۶}۔

۵۔ آپ اس بات کو بھی مکروہ تصور کرتے تھے کہ محرم اپنا سر کسی تسمے یا کپڑے کے ٹکڑے سے باندھ لے۔ آپ نے فرمایا ”محرم اپنا سر کسی تسمے یا کپڑے سے نہیں باندھے گا“^{۸۷}۔ اگر ایسا کر لے تو اس پر کوئی فدیہ عائد نہیں ہو گا^{۸۸}۔

ب۔ محرم اپنے جسم کا کون سا حصہ کھلا رکھے:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: ”مرد کا احرام اس کے سر میں ہوتا ہے“^{۸۹}۔ یعنی مرد محرم اپنا سر نہیں ڈھانپے گا۔ البتہ عورت اپنا سر ڈھانپ سکتی ہے۔

۲۔ احرام کے اندر چہرہ نہیں ڈھانپا جائے گا۔ اس حکم میں مرد اور عورت دونوں یکساں ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ٹھوڑی کے اوپر سے لیکر سر تک محرم نہیں ڈھانپے گا“^{۹۰}۔ اگر وہ مجبور ہو کر ایسا کر لے تو اس پر فدیہ عائد ہو جائے گا^{۹۱}۔

عورت کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”احرام والی عورت نقاب نہیں ڈالے گی“^{۹۲}۔ محمد بن المنکدر نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک محرم عورت کو اپنے چہرے پر کپڑا لٹکائے ہوئے دیکھا۔ آپ نے اسے فرمایا: ”اپنا چہرہ کھول دو اس لئے کہ عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہوتا ہے“^{۹۳}۔

۳۔ عورت احرام کی حالت میں اپنے دونوں کف دست کھلا رکھے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے محرم عورت کے لئے دستانے پہننا مکروہ سمجھا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”محرم عورت نقاب نہیں ڈالے گی اور نہ ہی دستانے پہنے گی“^{۹۴}۔

ج۔ محرم کا دھوپ سے سایہ حاصل کرنا:

حضرت ابن عمرؓ اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ محرم دھوپ سے کسی چیز کا سایہ حاصل کرے۔ عطاء نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عمر بن عبداللہ بن ابی ربیعہ کے کجاوے پر ایک ٹکڑی دیکھی جسے انہوں نے دھوپ سے بچنے کے لئے لگا رکھی

تھی، آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا^{۹۵}۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے حالت احرام میں اپنے اونٹ پر سواری کے دوران دھوپ کے سائے کے لئے کوئی چیز تان رکھی ہے، آپ نے اس سے فرمایا: ”جس ذات کے لئے تم نے احرام باندھا ہے اس کے سامنے سائے سے نکل آؤ“^{۹۶}۔

د۔ مختلف رنگوں کے احکام:

محرم کے لئے رنگ دار کپڑا پہننا مباح ہے اسی طرح رنگ آمیز کھانا کھانا بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”زرد رنگ سے رنگ ہوا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو“^{۹۷}۔ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ والے کچھ لوگوں نے گلابی رنگ کا کپڑا پہن کر احرام باندھا آپ نے انہیں منع نہیں کیا^{۹۸}۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی بیویاں حالت احرام میں زرد رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے پہنتی تھیں^{۹۹}۔ آپ فرماتے: ”عورت احرام کے اندر جس رنگ کا کپڑا پہننا چاہے پہن سکتی ہے خواہ زرد رنگ کا کپڑا ہو یا ریشمی کپڑا“^{۱۰۰}۔ رنگ آمیز کھانا تناول کرنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: ”خبیص (کجور اور سبزی سے بنا ہوا حلوہ) اور زرد رنگ کے خشک نان میں کوئی حرج نہیں اسے محرم کھا سکتا ہے“^{۱۰۱}۔ رنگوں میں سے صرف وہی رنگ مستثنیٰ ہے جس کی کوئی بو ہو مثلاً درس (ایک قسم کی گھاس سے حاصل شدہ رنگ) اور زعفران۔ اس میں رنگا ہوا کپڑا محرم کے لئے پہننا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس بارے میں نص موجود ہے^{۱۰۲}۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ”ایسے کپڑے نہ پہنو جس میں درس یا زعفران لگا ہو“^{۱۰۳}۔

د۔ زیب و زینت:

یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ محرم عورت کے لئے زیب و زینت کو مباح قرار دیتے تھے، محرم مرد کے لئے اس کو مباح نہیں سمجھتے تھے، اس سلسلے میں آپ سے جو اقوال منقول ہیں یہاں ہم ان کا ذکر کریں گے۔

۱۔ زیور: حضرت ابن عمرؓ محرم عورت کے لئے زیور پہننا مباح قرار دیتے تھے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ آپ کی بیویاں اور بیٹیاں حالت احرام میں زیورات پہنی ہوتیں ^{۱۰۳}

۲۔ مہندی: عورت کے لئے حالت احرام میں ہاتھوں پر مہندی لگانا جائز ہے ^{۱۰۵}۔ احرام اس کے لئے مانع نہیں ہے۔

۳۔ تیل لگانا: جو شخص احرام باندھنا چاہے اس کے لئے احرام باندھنے سے کچھ پہلے بغیر خوشبو والا تیل لگانا جائز ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ جب مکہ مکرمہ کی طرف نکلنے کا ارادہ کرتے تو ایسا تیل استعمال کر لیتے جس میں کوئی خوشبو نہ ہوتی اور پھر مسجد ذی الحلیفہ آجاتے اور نماز ادا کرنے کے بعد سواری پر سوار ہو جاتے اور جب سواری آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو احرام باندھ لیتے ^{۱۰۶}۔

احرام باندھنے کے بعد تیل لگانا: حضرت ابن عمرؓ کو سردرد کی شکایت ہو گئی آپ احرام کی حالت میں تھے لوگوں نے کہا کہ ہم سبھی سے آپ کے سر کی مالش کر دیتے ہیں، آپ نے انکار کیا، انہوں نے کہا کہ کیا آپ سبھی کھاتے نہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ”سبھی کھانا سبھی لگانے کی طرح نہیں ہے“ ^{۱۰۷}۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ سمجھتے تھے کہ محرم سبھی کے ذریعے اپنے ہاتھ کی بیماری کا علاج کرے ^{۱۰۸}۔

۴۔ سرمہ لگانا: اگر محرم ایسا سرمہ لگالے جس میں کسی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں خواہ اس نے دوا کے طور پر سرمہ لگایا ہو یا یونہی لگایا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”محرم جو سرمہ چاہے لگا سکتا ہے بشرطیکہ اس میں خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو اور خواہ وہ آشوب چشم کی وجہ سے یہ سرمہ لگائے یا آشوب چشم کے بغیر لگائے“ ^{۱۰۹}۔

یعنی آشوب چشم کے بغیر بھی اس کے لئے سرمہ لگانا جائز ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک نقل کرتے ہوئے امام بغوی نے کہا ہے: ”محرم چاہے جو بھی سرمہ لگائے اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ سرمے کے اندر خوشبو نہ ہو اور خواہ وہ آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے یہ سرمہ لگائے یا بیماری کے بغیر لگائے“ ^{۱۱۰}۔ اگر سرمے کے اندر

یا کسی دوا کے اندر خوشبو کی ملاوٹ ہو تو محرم اسے دوا کے طور پر استعمال کرنے سے بھی باز رہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”محرم خوشبو لے ہوئے سرے کا استعمال نہیں کرے گا اور نہ ہی اسے بطور دوا کام میں لائے گا“^{۱۱۱}۔ آپ نے فرمایا: ”محرم جو دوا چاہے استعمال کرے لیکن وہ خوشبو والی دوا استعمال نہیں کرے گا“^{۱۱۲}۔ حضرت ابن عمرؓ سرمہ لگانے سے پرہیز کرتے تھے منواہ دوا کے طور پر کیوں نہ ہوتا۔ اگر سرمہ لگاتے بھی تو خوشبو سے پاک سرمہ لگاتے۔ اگر آپ کو احرام کی حالت میں آنکھوں کی تکلیف ہو جاتی تو آنکھوں میں برف کے قطرے پکالیتے“^{۱۱۳}۔

د۔ نظافت :

صفائی اور نظافت کے طریقے استعمال کرنا محرم کے لئے مباح ہے مثلاً اپنا جسم دھونا وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم پانی کے ذریعے غسل کر لے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”اس سے تو اس کی پراگندگی اور بڑھ جائے گی“^{۱۱۴}۔ پھر فرمایا: ”پانی سے غسل کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے“^{۱۱۵}۔ عکرمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ جحفہ کے مقام پر واقع تالاب اغاذ کے اندر احرام کی حالت میں ڈبکیاں لیتے تھے“^{۱۱۶}۔

اسی طرح اپنے کپڑے دھونا بھی مباح ہے۔ ایک عورت نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ”میں حالت احرام میں اپنے کپڑے دھو سکتی ہوں؟“ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کو تمہارے میل پکیل سے کیا کام“^{۱۱۷}۔

اسی طرح مسواک کے ذریعے اپنے دانت صاف کرنا بھی مباح ہے۔ آپ نے فرمایا: ”محرم کے لئے مسواک استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں“^{۱۱۸}۔

ز۔ جسم اور سر کھجلانا :

محرم کے لئے جسم اور سر کھجلانا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں حالت احرام میں اپنا سر کھجلاؤں؟ میں نے جواب دیا، اگر تم چاہو“^{۱۱۹}۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: ”محرم اپنا سر

کھجلا سکتا ہے بشرطیکہ وہ کوئی جاندار چیز (جو کس وغیرہ) ہلاک نہ کرے یا اپنے سر کی کھال خون آلود نہ کرے۔^{۱۲۰}

ح۔ آئینہ دیکھنا:

اگر محرم کسی تکلیف کی وجہ سے یا یونہی آئینہ دیکھے تو ایسا کرنا اس کے لئے مباح ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ”محرم آئینہ دیکھ سکتا ہے“^{۱۲۱}۔ آپ نے خود بھی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے آئینہ دیکھا تھا^{۱۲۲}۔

ط۔ دوائی کا استعمال:

اگر ضرورت پڑ جائے تو محرم کوئی بھی دوائی استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ خوشبو آمیز دوائی استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو جائے تو اسے فدیہ دینا پڑے گا۔ زیر بحث مادہ کے نمبر ۶ کے جز ھ کے جز ۴ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول تھا کہ محرم جو دوائی چاہے استعمال کر لے لیکن خوشبو والی دوائی استعمال نہ کرے^{۱۲۳}۔ دوائی خواہ سرمہ کی صورت میں ہو (دیکھئے زیر بحث مادہ کا مذکورہ بالا جز) یا سیٹگی کی شکل میں یا کوئی اور صورت میں ہو اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: ”محرم سیٹگی نہیں لگائے گا البتہ اگر ایسا کرنے پر مجبور ہو جائے اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو وہ سیٹگی لگا سکتا ہے“^{۱۲۴}۔ آپ نے سیٹگی لگانے کے معاملہ میں اس لئے سخت رویہ اختیار کیا تھا کہ اس سے جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ اور محرم روزہ دار کی طرح ہوتا ہے، اسے ایسا چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کی مدد سے وہ مناسک کی ادائیگی پر پوری طرح قدرت حاصل کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے تیل لگانے کے ذریعے علاج کو بھی محرم کے لئے مکروہ سمجھا ہے اس لئے کہ اس میں بھی زیب و زینت کا پہلو ہوتا ہے۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۳)

ی۔ خوشبو لگانا:

محرم خوشبو لگانے اور خوشبو سوگھنے سے باز رہے گا خواہ یہ نباتاتی خوشبو ہو یا حیواناتی مثلاً مشک یا کاشت شدہ پودوں مثلاً زعفران اور ریحان وغیرہ سے حاصل شدہ

خوشبو۔ اگر محرم عمدہ اس قسم کی خوشبو لگائے گا یا عمدہ سونگھے گا تو اس پر فدیہ لازم ہو جائے گا^{۱۲۵}۔ ابن ابی شیبہ وغیرہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ محرم کے لئے ریحان (خوشبودار پھول کا نام) سونگھنا مکروہ سمجھتے تھے^{۱۲۶}۔ البتہ اگر محرم کو خوشبو از خود لگ جائے یا بلا قصد وہ خوشبو سونگھ لے تو اس پر کوئی فدیہ عائد نہیں ہوگا۔ ابو جعفر سے روایت ہے کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو کعبہ سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا اور آپ کا سینہ کعبہ کی خوشبو سے بسا ہوا تھا“^{۱۲۷}۔

ک۔ گانا گانا:

محرم گانا گانے اور گانا سننے سے باز رہے گا کیونکہ یہ لہو و لعب میں شمار ہوتا ہے۔ جبکہ محرم کا دامن لہو و لعب سے پاک ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس سے احرام والے کچھ افراد کا گزر ہوا۔ ان میں ایک شخص گارہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تمہاری بات نہ سنے“ اللہ تمہاری بات نہ سنے“^{۱۲۸}۔

ل۔ عقد نکاح:

محرم اپنے لئے یا کسی اور کے لئے عقد نکاح سے باز رہے گا۔ اسی طرح اپنے لئے یا کسی اور کے لئے پیغام نکاح دینے سے بھی اجتناب کرے گا۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ: ”محرم نہ تو خود نکاح کرے گا اور نہ ہی نکاح کرائے گا“ اسی طرح نہ تو اپنے لئے پیغام نکاح بھیجے گا اور نہ ہی کسی اور کے لئے“^{۱۲۹}۔

اگر وہ خود نکاح کر لے یا کسی کا نکاح کرائے تو یہ نکاح باطل ہوگا^{۱۳۰}۔ یعنی اگر شوہر یا بیوی یا بیوی کا ولی محرم ہوگا تو یہ نکاح باطل ہو جائے گا۔^{۱۳۱}

م۔ وطی اور اس کے دواعی کا حکم:

محرم اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ ہمبستری کرنے سے باز رہے گا۔ اسی طرح وطی کے دواعی مثلاً بوس و کنار، شہوت کے ساتھ مس کرنے وغیرہ سے بھی باز رہے گا۔ اگر وطی کے دواعی کا ارتکاب کر لے تو اس پر دم (جانور کی قربانی) واجب ہوگا^{۱۳۱}۔

اس کا احرام فاسد نہیں ہوگا۔

اگر وہ ہبستری کر لے اور اس کا احرام حج یا عمرے کے لئے ہو تو اس کا حج اور عمرہ فاسد ہو جائے گا۔ اس پر حج کے مناسک ادا کرنے ضرور رہیں ہوں گے اور بدنہ (اونٹ یا گائے) کی قربانی واجب ہوگی اور فاسد شدہ حج کی اگلے سال قضاء لازم ہوگی۔ عمرو بن شعیب نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں بھی اس کے ساتھ تھا، اس نے ایک محرم کے بارے میں مسئلہ پوچھا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ ہبستری کر لی تھی، حضرت عبداللہ نے جواب میں حضرت ابن عمرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ان سے جا کر مسئلہ پوچھو“ شعیب کہتے ہیں کہ اس شخص کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس جانے کی ہمت نہیں ہوئی، اس لئے میں بھی اس کے ساتھ چل پڑا، حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: ”تمہارا حج باطل ہو گیا“ اس شخص نے پوچھا: ”پھر میں کیا کروں؟“ آپ نے جواب دیا: ”تم دیگر لوگوں کے ساتھ نکلو اور جس طرح وہ کریں تم بھی اسی طرح کرو، پھر جب اگلا سال آجائے توج کرو اور قربانی کا جانور لاؤ“ ۱۳۲۔ اگر تمہیں ہدی میسر نہ ہو توج کے دوران تین روزے رکھو اور حج سے واپس ہو کر سات روزے رکھو“ ۱۳۳۔

ن۔ شکار:

۱۔ محرم پر خشکی کا شکار بالاجماع حرام ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۹۶ میں ارشاد باری ہے (احل لکم صید البحر و طعامہ متاعالکم و للسیارۃ و حرم علیکم صید البر ما دمتم حرما تمہارے لئے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا۔ جہاں تم ٹھہرو وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لئے زاد راہ بھی بنا سکتے ہو، البتہ خشکی کا شکار، جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، تم پر حرام کیا گیا ہے)

۲۔ شکار کیا ہے؟ حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ پالتو جانور مثلاً بکری وغیرہ۔ ب۔ وحشی جانور۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(i) ایسے جنگلی جانور جو اکثر احوال میں انسان پر حملہ آور ہو جاتے ہیں مثلاً شیر اور بھیڑیا اگر محرم ان جانوروں کو ہلاک کر دے تو اس پر کوئی فدیہ عائد نہیں ہوگا۔ اس سلسلے

میں حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ”پانچ جانور ایسے ہیں جنہیں ہلاک کر دینے میں محرم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ کوا، چیل، چھو اور باؤلا کتا۔“^{۱۳۳}۔ ان میں حضرت ابن عمرؓ کے ایک قول کے مطابق یہ جانور بھی شامل ہیں، سانپ، چھکلی، مچھر اور جوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے احرام کی حالت میں اس کو بے پر تیر چلا دیا تھا جو آپ کے اونٹ کی پشت پر آکر بیٹھ گیا تھا۔^{۱۳۵}۔

آپ نے فرمایا: ”محرم چوہے، بچھو، چیل، باؤلے کتے اور سانپوں کو ہلاک کر دے۔ سوائے بڑے سانپوں کے“^{۱۳۶}۔

آپ نے احرام کی حالت میں ایک چیل کو اپنے اونٹ کے دیر پر دیکھا تو تیر کمان اٹھا کر اسے نشانہ بنایا۔^{۱۳۷}۔ آپ نے ایک بچھو دیکھ کر اس پر اپنا جوتا دے مارا۔^{۱۳۸}۔ چھکلی کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”حل اور حرم دونوں جگہ چھکلی کو ہلاک کر دو کیونکہ یہ شیطان ہے۔“^{۱۳۹}۔

ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے حالت احرام میں ایک جوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ سب سے معمول مقتول ہے۔“^{۱۴۰}۔ ابن السیلمانی کہتے ہیں کہ: ”میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ آپ میرے سارے بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آکر پوچھنے لگا کہ: ”آپ اس محرم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس نے ایک جوں مار ڈالا ہے؟“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”وہ ایک اونٹ کی قربانی دے۔“ ابن السیلمانی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا جواب سن کر میں ہنس پڑا، آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: ”مجھے ملامت نہ کرو، یہ مجھ سے جوں کا مسئلہ پوچھتا ہے حالانکہ اس کے علاقے کا آدمی اپنے بھائی پر تلوار لے کر جھپٹ پڑتا ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ: ”اہل عراق مجھ سے جوں کا مسئلہ پوچھتے ہیں حالانکہ انہوں نے حسین بن قاطمہ کو قتل کیا ہے۔“^{۱۴۱}۔ ایک عورت آپ کے پاس آئی اور پوچھا: ”میں نے حالت احرام میں ایک جوں مار دیا ہے، اس کا کب اکفارہ ہے؟“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہم جوں کو شکار میں شمار نہیں کرتے“ اس عورت نے دوبارہ سوال کیا اور آپ نے پہلا جواب دہرا دیا۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا: ”ایک بکری ایک جوں

سے بہتر ہے“ ۱۳۲۔ ایک محرم نے اپنا سر صاف کرتے ہوئے جوں مار ڈالا، آپ نے اس سے فرمایا: ”یہ سب سے معمولی مقتول ہے“ ۱۳۳۔ مجھڑ کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”مجھڑ کو ہلاک کر دو“ ۱۳۴۔

(ii) ایسے جنگلی جانور جو اکثر احوال میں انسان پر حملہ آور نہیں ہوتے۔ ایسا کوئی جانور اگر محرم پر حملہ آور ہو جائے اور اسے ہلاک کئے بغیر اس سے جان چھڑانا مشکل ہو تو اسے ہلاک کر دینا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”درندہ تمہارے ساتھ جو کرنا چاہتا ہو تم اس کے ساتھ وہی کرو“ ۱۳۵۔ یعنی اسے ہلاک کر دو۔ اسی طرح اگر محرم ایسے جانور کو اپنے پاس سے بھگا دینے کی قدرت رکھتا ہو تو اسے ہلاک کرنا اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر جانور کسی اور کو نقصان پہنچائے تو تم اسے ہلاک نہ کرو“ ۱۳۶۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے اونٹ سے چچڑی اور حلقہ (جو تک) دور کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے ۱۳۷۔ تاہم ابن حزم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ اپنے اونٹ سے چچڑی دور کر دیتے تھے ۱۳۸۔ ابن حزم نے آپ سے اس روایت کو درست قرار دیا ہے۔ ۱۳۹۔

جو شخص ان جانوروں کی ایذا رسانی کو انہیں ہلاک کئے بغیر دور کر سکتا ہو اس کے لئے ان جانوروں کو ہلاک کرنے کی عدم حلت کا مسئلہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت سے ماخوذ ہے جس کے مطابق آپ نے محرم کے لئے جوں ہلاک کرنا مباح قرار نہیں دیا ہے۔ کیونکہ محرم ایسے جانور کو ہلاک کئے بغیر اس کی اذیت کو اپنی ذات سے دفع کر سکتا ہے۔ اس لئے اگر محرم کوئی جوں مار ڈالے تو مٹی بھر گندم یا روٹی کا ایک ٹکڑا صدقہ کر دے۔ ابن ابی شیبہ نے جوں کے بارے میں روایت کی ہے کہ ”جوں ہلاک کرنے والا محرم روٹی کا ٹکڑا یا ایک مٹی طعام صدقہ کرے گا“ ۱۴۰۔

اگر جانور انسان پر حملہ آور نہ ہوتا ہو تو اسے ہلاک کرنا حلال نہیں ہوگا۔ اگر محرم ایسے جانور کو ہلاک کرے گا تو اس پر اس کا بدلہ لازم ہو جائے گا۔ اگر جنگلی جانور پالتو جانور بن جائے تو یہ بات اسے اس کی اصلیت سے خارج نہیں کرے گی مثلاً پرندے اور ہرنیاں۔ انہیں ذبح کرنا انہیں شکار کرنے کے مترادف ہوگا ۱۴۱۔

۳۔ جزاء یعنی بدلہ واجب کر دینے والا شکار:

الف۔ اگر شکار حرم کے اندر کیا گیا ہو تو بدلہ واجب نہ جائے گا خواہ آلہ شکار حرم کے اندر سے چلایا گیا ہو یا حرم کے باہر یعنی حل سے۔ اسی طرح اگر آلہ شکار حرم کے اندر سے چلایا گیا ہو تو بھی بدلہ واجب ہو گا خواہ شکار حرم کے اندر ہوا ہو یا حرم سے باہر۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر شکاری نے حرم کے اندر شکار پر اپنا کتا چھوڑا ہو اور کتے نے حل کے اندر شکار پکڑا ہو تو وہ کفارہ ادا کرے گا۔ اسی طرح اگر اس نے حل سے کتا چھوڑا ہو اور کتے نے حرم کے اندر شکار پکڑا ہو تو بھی وہ کفارہ ادا کرے گا“ ۱۵۲

ب۔ بدلہ اس صورت میں بھی واجب ہو گا جب محرم نے خود شکار پکڑا ہو یا شکار کی نشاندہی کی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”محرم نہ شکار کی طرف اشارہ کرے گا اور نہ ہی شکار کی نشاندہی کرے گا“ ۱۵۳۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہو گا جب محرم شکار کے قتل کا سبب بنا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک محرم کے بارے میں فتویٰ دیا تھا جس نے مکہ مکرمہ کے تین کبوتروں کو اپنے مکان میں بند کر دیا تھا اور پھر عرفات و منیٰ کی طرف چلا گیا تھا اور جب وہ وہاں سے واپس آیا تو یہ کبوتر مر چکے تھے، آپ نے اس پر تین بکریوں کا فدیہ واجب کر دیا تھا ۱۵۴۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے مکروہ قرار دیا تھا کہ محرم حل کے اندر شکار پکڑے اسے حرم کے اندر لا کر ذبح کر ڈالے۔ ایسا کرنے پر اسے بدلہ دینا پڑے گا ۱۵۵۔ یا یہ کہ کوئی اور شخص حل سے شکار پکڑے حرم میں اسے لے آئے اور پھر ذبح کرنے کے لئے اسے محرم کے حوالے کر دے اور محرم اسے حرم کے اندر ذبح کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ کو ہدیہ کے طور پر چند زندہ ہرنیاں دی گئیں۔ آپ نے انہیں واپس کرتے ہوئے فرمایا: ”اس نے ان ہرنیوں کو حرم میں داخل ہونے سے پہلے کیوں نہیں ذبح کیا؟ جب یہ ہرنیاں اپنے امن کی جگہ یعنی حرم میں داخل ہو گئیں تو اس نے انہیں ہدیہ کے طور پر میری طرف بھیج دیا مجھے ایسے ہدیے کی کوئی ضرورت نہیں ہے“ ۱۵۶۔

۴۔ بدلے کا اندازہ لگانے کی کیفیت:

الف۔ شکار شدہ جانور کو دیکھا جائے گا۔ اگر مویشیوں کے اندر اس کی مثل موجود ہوگی تو

شکاری پر شکار کی مثل مویشی واجب ہو جائے گا^{۱۵۷}۔ اگر مذکورہ شکار کی کوئی مثل مویشیوں کے اندر موجود نہ ہو یا شکاری کو یہ مثل دستیاب نہ ہو سکے تو دو عادل شخص اس مثل کی قیمت لگائیں گے اور پھر اس قیمت کے بدلے طعام خرید کر حرم کے فقراء پر صدقہ کر دیا جائے گا اگر شکار فقیر ہو اور اس کے پاس مذکورہ قیمت موجود نہ ہو تو طعام یعنی گندم کی اس مقدار کا اندازہ لگایا جائے گا جسے مذکورہ قیمت کے بدلے خریدنا ممکن ہو اور پھر شکاری ہر نصف صاع (تقریباً پونے دو سیر) کے بدلے ایک روزہ رکھے گا^{۱۵۸}۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے رمضان کے اندر روزے کے ساتھ اپنی بیوی سے مہستری کرنے والے کے کفارہ کے سلسلے میں ایک مد (ایک پیمانے کا نام جس کی مقدار اہل عراق کے نزدیک دو رطل اور اہل حجاز کے نزدیک ۱/۳ رطل ہے۔ ایک رطل چالیس تولے وزن کا ہے) طعام کو ایک دن کے روزے کے برابر قرار دیا تھا۔ لاق بن حمید سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس تھے اور وہاں عبداللہ بن صفوان بھی تھے کہ ایک شخص آیا اور حضرت ابن عمرؓ سے کہنے لگا کہ: ”میں نے شکار پکڑا ہے“ آپ مجھ پر حکم عائد کر دیں“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے عبداللہ بن صفوان سے کہا: ”یا تو تم حکم بتاؤ اور میں تمہاری تصدیق کر دوں یا میں حکم بیان کر دوں اور تم میری تصدیق کر دو“ ابن صفوان نے جواب میں کہا: ”آپ بیان کیجئے اور میں آپ کی تصدیق کروں گا“ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اس شکار کا بدلہ اس طرح ہے“ یہ سن کر ابن صفوان نے آپ کی تصدیق کر دی^{۱۵۹}۔ یہ حکم سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۹۵ میں ہے (یا ایہا الذین امنوا لا تقتلوا الصيد وانتم حرم۔ ومن قتله منکم متعمداً فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل منکم ہدیا بالغ الکعبہ او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیاما لیذوق وبال امرہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو“ احرام کی حالت میں شکار نہ مارو اور اگر تم میں سے کوئی جان بوجھ کر ایسا کر گزرے تو جو جانور اس نے مارا ہو اسی کے ہم پلہ ایک جانور اسے مویشیوں میں سے نذر دنیا ہوگا جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے اور یہ نذرانہ کعبہ پہنچایا جائے گا“ یا نہیں تو اس گناہ کے کفارہ میں چند مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا یا اس کے بقدر روزے

رکھنے ہوں گے تاکہ وہ اپنے کئے کا مزہ چکھے)

ب - : یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ شکاری کے لئے یہ جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ وہ شکار شدہ جانور کے بدلے کا فیصلہ کرنے کے سلسلے میں دو میں سے خود ایک حکم یعنی فیصل بن جائے کیونکہ مذکورہ بالا واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فیصلہ کرنے کے اندر ابن صفوان کو اپنے ساتھ شریک کر لیا، مذکورہ شکاری کو شریک نہیں کیا۔

۵۔ شکار میں اشتراک:

اگر شکار کرنے میں کئی افراد شریک ہوں تو سب پر ایک ہی بدلہ عائد ہوگا اور وہ اس بدلے کی قیمت آپس میں تقسیم کر کے ادا کریں گے^{۱۶۰}۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے غلاموں نے احرام باندھا۔ ایک بچہ ان کے پاس سے گزرا، انہوں نے لالٹیاں برسا کر اسے قتل کر دیا۔ اور پھر سوچ میں پڑ گئے، مسئلہ معلوم کرنے کے لئے وہ سب حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: ”تم پر ایک مینڈھا واجب ہے۔“ انہوں نے استفسار کیا آیا ہم میں سے ہر ایک پر ایک مینڈھا واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا ”یہ بات تمہارے لئے بہت سخت ہے، تم سب پر ایک مینڈھا واجب ہے“^{۱۶۱}۔

۶۔ شکار شدہ جانوروں کے بدلے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کے فیصلے

حضرت ابن عمرؓ نے شکار شدہ بہت سے جانوروں کے بدلے کے سلسلے میں اپنے فیصلے دیئے تھے، ان میں سے کچھ فیصلوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

حرم کے ہر شکار شدہ کبوتر کے بدلے آپ نے بکری فدیہ دینے کا حکم دیا۔^{۱۶۲} زیر بحث مادہ کے نمبر ۶ کے ”ن“ کے جز ۳ کے ”ب“ میں گزر چکا ہے کہ آپ نے حرم کے تین کبوتروں کے بارے میں تین بکریاں دینے کا فیصلہ سنایا تھا۔

ایک ٹڈی کے بدلے ایک مٹھی طعام فدیہ دے طور پر دینے کا حکم دیا۔^{۱۶۳}، ایک روایت کے مطابق ایک کھجور دینے کا حکم سنایا تھا۔^{۱۶۴}

زیر بحث مادہ کے نمبر ۶ کے جز ۵ میں گزرا، چکا ہے کہ آپ نے بچہ کے بدلے

مینڈھا دینے کا فیصلہ دیا تھا۔ یہ مینڈھا وہ فدیہ ہے جس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ نے ابن ابی شیبہ کی روایت میں کیا ہے کہ: ”بجو میں بھی فدیہ ہے۔“ ۱۶۵۔

پھاڑی بکرے کے بدلے گائے دینے کا فیصلہ آپ نے سنایا تھا ۱۶۶۔

کونج کے بدلے دو تہائی مد (ایک پٹانے کا نام) طعام دینے کا فیصلہ۔ آپ نے اس محرم کے بارے میں جو کونج کو ہلاک کر دے فرمایا تھا کہ ”اس پر دو تہائی مد واجب ہے۔ اور دو تہائی مد طعام ایک مسکین کے پیٹ میں ایک کونج سے بہتر ہے“ ۱۶۷۔

خرگوش کے بچے کے بدلے بکری کا ایک بچہ، مرد بن حبشی کہتے ہیں کہ: ”ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کسی شخص کے بارے میں سنا پوچھا جس نے خرگوش کا بچہ قتل کر دیا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا ”میری رائے میں اس کے بدلے بکری کا بچہ دیا جائے گا“ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: ”کیا یہ بات اسی طرح ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں“ آپ نے فرمایا: ”اللہ کا ارشاد ہے (یحکم بہ ذوا عدل منکم) اس کے متعلق تم میں سے دو عادل آدمی فیصلہ کریں گے“ ۱۶۸۔

زیر بحث مادہ کے نمبر ۶ کے جز ۴ کے اندر گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے دو میں سے ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک بون کے بدلے روٹی کا ٹکڑا یا مٹھی بھر طعام فدیہ دینے کا فیصلہ سنایا تھا۔

س۔ شکار کا گوشت کھانا:

۱۔ محرم ہر حالت میں شکار گوشت کھانے سے باز رہے گا ۱۶۹۔ خواہ یہ گوشت تازہ ہو یا باسی۔ حضرت ابن عمرؓ نے محرم کے لئے شکار کا تازہ یا باسی گوشت مکروہ قرار دیا ہے۔ ۱۷۰۔ اور خواہ مذکورہ جانور محرم نے خود شکار کیا ہو یا کسی اور نے، آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ محرم شخص غیر محرم شخص کے شکار کردہ جانور کا گوشت کھائے۔ ۱۷۱۔ آپ کو ذبح شدہ ہرن کا گوشت ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا، آپ اس وقت مکہ مکرمہ میں تھے، آپ نے یہ گوشت قبول نہیں کیا اور اسے کھانا مکروہ قرار دیا ۱۷۲۔ یہاں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غیر محرم شخص کے شکار کئے ہوئے جانور کا

گوشت کھانے سے تورع کی بنا پر باز رہتے تھے لیکن اس کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ ابو اشحاء جابر بن زید کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے شکار کے اس گوشت کے متعلق مسئلہ پوچھا جسے غیر محرم شخص محرم کو ہدیہ کے طور پر بھیجے، آپ نے فرمایا: ”عمر بن الخطاب ایسا گوشت کھالیا کرتے تھے“ میں نے عرض کیا: ”میں تو آپ کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ آپ اسے کھالیں گے؟“ آپ نے جواب دیا: ”عمرؓ اسے کھا لیا کرتے تھے“ میں نے عرض کیا: ”میں آپ کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ آپ اسے کھالیں گے“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”عمرؓ مجھ سے بہتر تھے“ ۱۴۳۔

۲۔ اگر غیر محرم شخص کو شکار کا ایسا گوشت ملے جس کے متعلق اسے معلوم نہ ہوگا کہ اسے کسی غیر محرم نے شکار کیا تھا یا محرم نے تو اس کے لئے یہ گوشت کھالینا جائز ہو۔ احرام والے کچھ افراد مقام ربذہ میں آئے اور حضرت ابن عمرؓ سے فتویٰ پوچھا کہ اگر غیر محرم افراد کو شکار کا گوشت مل جائے تو کیا وہ اسے کھا سکتے ہیں؟ آپ نے گوشت کھانے کا فتویٰ دیا آپ کہتے ہیں کہ: ”پھر میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور ان سے یہ مسئلہ پوچھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”تم نے انہیں کیا فتویٰ دیا“ میں نے کہا کہ گوشت کھانے کا فتویٰ دیا تھا یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر تم نے اس کے سوا کوئی اور فتویٰ دیا ہو تا تو میں تمہاری اچھی طرح خبر لیتا“ ۱۴۴۔

ع۔ دیگر کچھ امور بھی ہیں جب سے پرہیز کرنا محرم پر واجب ہے مثلاً گندی گفتگو ناخن کترنا، بال مونڈنا وغیرہ۔ تاہم ان امور کے متعلق ہمیں حضرت ابن عمرؓ کا کوئی نص دستیاب نہیں ہو سکا۔

۷۔ احرام کی انتہاء:

درج ذیل امور کے ذریعے احرام اپنی انتہا پر پہنچ جاتا ہے۔

الف۔ ۱۔ جس مقصد یعنی حج یا عمرے کے لئے احرام باندھا گیا ہو اس کے اختتام کے ساتھ احرام کا بھی اختتام ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۳) اور (مادہ عمرہ)۔

ب۔ موت کی بنا پر۔ اگر محرم وفات پا جائے تو اس کا احرام کھل جاتا ہے، اس لئے اس

کا سر ڈھانپ دیا جائے گا اور خوشبو وغیرہ لگا دی جائے گی جس طرح غیر محرم مردے کے ساتھ کیا جاتا ہے ۱۴۵۔

احصار (گھر جانا۔ پھنس جانا)

۱۔ تعریف حج اور عمرہ کے افعال جاری رکھنے سے ممانعت کو احصار کہتے ہیں

۲۔ احصار کن امور کے اندر ہوتا ہے۔

احصار حج یا عمرہ کے اثر ہوتا ہے۔ ان کے سوا کہیں اور امر میں بالا جماع احصار

نہیں ہوتا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے درج ذیل فقہ سے ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے۔

۳۔ احصار کن چیزوں کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

الف: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک احصار صرف دشمن کی وجہ سے وجود میں آتا ہے دشمن کے سوا کسی اور وجہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: احصار صرف دشمن کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ ۱۴۶۔

ب: بیماری کی وجہ سے احصار کا تحقق نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر محرم ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جو اس کے لئے حج یا عمرہ کے شعائر کی ادائیگی میں مانع بن جائے تو اس پر درج ذیل احکام مرتب ہوں گے۔

۱۔ :

اگر اس نے حج کا احرام باندھا ہو اور بیماری اس کے لئے رکاوٹ بن جائے حتیٰ کہ حج کے مشاعر اس سے رہ جائیں تو اس پر درج ذیل باتیں لازم ہو جائیں گی۔

وہ احرام کی حالت میں رہے گا اور اس کا حج عمرے سے بدل جائے گا۔ اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو کعبہ کی طرف چل پڑے گا اور طواف، نیز صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرے گا اور پھر اپنا احرام کھول دے گا۔

وہ اگلے سال حج کرے گا۔ یہ بیماری کے سبب اس کے فوت شدہ حج کی قضاء ہوگی۔ وہ کوئی گائے یا اونٹ ہدی کے طور پر لے جائے گا۔ ان کے سوا کوئی اور جانور

درست نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۵ (فان احصرتہم فما استیسر من الہدی اگر تم گھرجاؤ تو جو ہدی میسر آئے) کی تفسیر میں فرمایا: ”اونٹ یا گائے میں سے“ ۱۷۷۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ”میسر آنے والا ہدی بکری ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”کیا تم بکری پر رضامند ہو؟“ گویا کہ آپ بکری پر رضامند نہیں تھے ۱۷۸۔ آپ کا قول ہے: ”احصار کی زد میں آنے والا محرم اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب تک بیت اللہ نہ پہنچ جائے، یعنی وہ اپنے احرام میں رہے گا۔ البتہ اگر اسے کوئی زخم آجائے یا وہ زخمی ہو جائے تو وہ اس کا مناسب علاج کرا سکتا ہے۔ وہ اس کے بدلے فدیہ دے گا پھر جب وہ بیت اللہ پہنچ جائے تو عمرہ کے احرام کی صورت میں وہ عمرہ ادا کرے گا اور حج کے احرام کی صورت میں وہ حج کو عمرہ کے ذریعے فسخ کر دے گا اور اس پر اگلے سال حج کرنا اور ہدی لے جانا لازم ہوگا۔ اگر اسے ہدی دستیاب نہ ہو تو حج کے دوران تین روزے رکھے گا اور واپس آکر سات روزے رکھے گا۔ ۱۷۹۔ سعید بن حزابہ مخزومی پر کہہ کے راستے میں احرام کی حالت کے اندر مرگی طاری ہوگئی۔ انہوں نے پتہ کیا کہ چشمے پر کون لوگ موجود ہیں پتہ چلا کہ وہاں حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور مردان بن حکم موجود ہیں۔ چنانچہ ان سب کے سامنے اپنا معاملہ پیش کیا۔ سب نے انہیں یہی کہا کہ وہ اپنی بیماری کا مناسب علاج کریں اور فدیہ دے دیں اور پھر تندرست ہو کر عمرہ کریں اور اپنا احرام کھول دیں اور پھر اگلے سال حج کریں اور اپنے ساتھ جو ہدی میسر ہو لے جائیں۔ ۱۸۰۔

۲۔ اگر اس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو تو وہ احرام کی حالت میں رہے گا بشرطیکہ وہ احرام کھولنے پر مجبور نہ ہو جائے۔ احرام کی حالت میں باقی رہتے ہوئے وہ اپنا عمرہ مکمل کرے گا اور اس پر کوئی فدیہ وغیرہ عائد نہیں ہوگا اس لئے کہ عمرہ کا کوئی متعین وقت نہیں ہوتا۔ اس لئے عمرہ فوت نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عمرہ کے لئے اس طرح کوئی وقت نہیں ہے جس طرح حج کے لئے ہے۔ اس لئے بیت اللہ کا طواف کرنے تک تم اپنے عمرہ کا احرام نہیں کھولو گے“ ۱۸۱۔ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص بیماری کی وجہ سے بیت اللہ نہ پہنچ سکے تو وہ اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا جب

تک بیت اللہ کا کا طواف نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی نہ کر لے۔“ ۱۸۲۔
اگر وہ اپنا احرام کھولنے پر مجبور ہو جائے تو اس پر ایک بکری بطور ہدی لازم ہوگی
نیز عمرہ کے افعال کی متابعت ضروری ہوگی۔

۴۔ احصار کے آثار و احکام:

الف۔ حج سے احصار: گزشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک
صرف دشمن کی وجہ سے پناہ ہونے والا احصار قابل اعتبار ہے۔ اگر حج کا محرم دشمن کی
وجہ سے احصار کی زد میں آجائے تو وہ اپنا ہدی ذبح کرے گا اور سرمنڈا کر اپنا احرام
کھول دے گا اور پھر اپنے شر واپس آجائے گا ۱۸۳۔ اگر اسے امن حاصل ہو جائے تو
جس مقصد کے لئے اس نے احرام باندھا تھا اسے پورا کرے گا یعنی حج، نافع سے روایت
ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت حج کا ارادہ کیا جب حجاج کی فوجیں حضرت عبداللہ
بن الزبیرؓ کے خلاف مکہ میں صف آرا ہو گئی تھیں۔ آپ کے دونوں بیٹے سالم اور
عبید اللہ نے آپ سے کہا کہ: ”ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں جنگ نہ چھڑ جائے اور آپ بیت
اللہ تک نہ پہنچ سکیں“ آپ نے جواب دیا: ”اگر میں بیت اللہ تک نہ پہنچ سکوں تو وہی
کچھ کروں گا جو حضور ﷺ نے اس وقت کیا تھا جب کفار قریش نے آپ کو بیت اللہ
تک پہنچنے نہیں دیا تھا۔ اللہ کے رسول نے طلق کرنے کے بعد واپسی کی راہ اختیار کر لی
تھی“ ۱۸۴۔

ب۔ اگر عمرہ کا محرم احصار کی زد میں آجائے تو کیا وہ بھی اسی طرح احرام کھول دے گا
جس طرح حج کا محرم احصار کی زد میں آنے کے بعد احرام کھول دیتا ہے؟ یہ احتمال ہے
کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ مسئلہ اسی طرح تھا کیونکہ حضور ﷺ نے جب اپنا
احرام کھولا تھا اس وقت آپ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے، حج کے احرام میں نہیں
تھے یا زیر بحث محرم احرام کی حالت میں رہے گا اور جب تک عمرہ کے افعال سرانجام نہ
دے دے اس وقت تک احرام نہیں کھولے گا؟ اور اس کا یہ عمل حضرت ابن عمرؓ کے
اس اطلاق کے مطابق ہو گا کہ: ”عمرہ کے لئے اس طرح کوئی وقت نہیں ہوتا جس طرح
حج کے لئے ہے“ اس لئے جب تک تم بیت اللہ کا طواف نہ کر لو اس وقت تک احرام نہ

کھولو“ طبری نے حضرت ابن عمرؓ کے اس مسلک کا حکایت کی ہے۔ ۱۸۵۔ تاہم میرے نزدیک حضرت ابن عمرؓ کا رائج مسلک یہ ہے کہ احصار کے اعتبار سے عمرہ کا محرم حج کے محرم کی طرح ہے۔ یہ دونوں ہی اپنا ہدی ذبح کریں گے اور احرام کھولنے کے بعد اپنے شہر واپس آجائیں گے اس سلسلے میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ عمرہ کے محرم کے بارے میں احرام نہ کھولنے کی جو بات حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے وہ اس شخص کے متعلق ہے جو بیماری کی وجہ سے احصار کی حالت میں آگیا تھا، دشمن کی وجہ سے نہیں آیا تھا جبکہ بیماری کی وجہ سے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک احصار کا تحقق نہیں ہوتا۔ آپ کا یہ قول کہ: ”عمرہ کے لئے اس طرح کوئی وقت نہیں ہے جس طرح حج کے لئے ہے اس لئے تم جب تک بیت اللہ کا طواف نہ کر لو اس وقت تک احرام نہ کھولو“ اس شخص کے بارے میں ہے جو بیماری کی وجہ سے احصار کی زد میں آگیا تھا، ابن حزم نے ”المحلی“ کے اندر ۱۸۶۔ اور طبری نے اپنی تفسیر کے اندر یہ بات صاف بیان کی ہے۔ یعقوب بن ابی العلاء ابن الشخیر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں عمرہ کے لئے نکلا اور دوران سفر اپنے اونٹ سے گر پڑا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی، میں نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ دونوں کو پیغام بھیج کر مسئلہ دریافت کیا۔ دونوں نے فرمایا: ”عمرہ کے لئے حج کی طرح کوئی وقت نہیں ہے اس لئے تم اس وقت تک احرام نہ کھولو جب تک بیت اللہ کا طواف نہ کرلو“ چنانچہ میں دھینے یا اس کے قریب ایک مقام پر سات یا آٹھ ماہ تک پڑا رہا“ ۱۸۷۔

ج۔ ہدی کا وجوب۔ اس کا ذکر زیر بحث مادہ کے نمبر ۴ کے جز الف اور ب میں مگر چکا ہے۔

۱۔ احسان (محسن ہونا):

۱۔ تعریف۔ احسان ان صفات کے مجموعے کا نام ہے جب کے پائے جانے کی صورت میں ایک شخص زنا کے ارتکاب پر رجم کا مستحق ہوتا ہے اور جس پر زنا کی تہمت لگانے والا حد تذف کا مستوجب قرار پاتا ہے۔

۲۔ محسن قرار پانے کے لئے درج ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

الف۔ کمال عقل۔ عمن بنے کے لئے ایک شخص کا کامل العقل ہونا ضروری ہے اور ایک شخص اسی وقت کامل العقل قرار پاتا ہے جب وہ عاقل بالغ ہو۔ جو شخص ایسا نہیں ہوگا وہ حد کے اجزاء کا محل نہیں بنے گا۔ اس پر اجماع ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

ب۔ آزادی حضرت ابن عمرؓ سے لونڈی پر حد جاری کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ”اس نے تو اپنی پوتین دیوار کے پیچھے ڈال رکھی ہے“ ۱۸۸۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ نے اپنی طرف سے کہی تھی۔ قرطبی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: ”یعنی اس نے اپنی چادر اتار رکھی ہے۔ اسپر نہ تو کوئی چادر ہے اور نہ ہی کوئی پردہ“ اس کے مالکان اسے جہاں بھیجتے ہیں وہاں وہ چلی جاتی ہے اور جانے سے انکار نہیں کر سکتی اس لئے ایسی حالت کی اندر وہ بدکاری سے بچنے کی قدرت نہیں رکھتی“ ۱۸۹۔ میں کہتا ہوں کہ یہ صورت حال صفت احسان کے اندر جو شکاف ڈال دیتی ہے وہ شادی نہ کرنے اور تجرد کی زندگی گزارنے کی وجہ سے پڑنے والے شکاف سے کہیں بڑھ کر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ: جو شخص کسی رقیق (غلام یا لونڈی) پر زنا کی تہمت لگائے اس پر حد قذف جاری نہیں ہوتی“ ۱۹۰۔ آپ فرماتے: ”جو شخص اپنے مملوک کو قذف کرے گا قیامت کے دن اللہ کو اس کی پشت پر حد قذف جاری کرنے کا حق ہوگا۔ پھر چاہے تو اسے معاف کر دے اور چاہے تو اسے سزا دے“ ۱۹۱۔ ایک عورت نے ایک لونڈی کو ”یا زانیہ“ (اے زانی لڑکی) کہا، جب یہ بات حضرت ابن عمرؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے عورت سے پوچھا کہ تم نے اسے زنا کرتے ہوئے دیکھا؟ عورت نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تمہیں قیامت کے دن اس کے بدلے اسی کوڑے لگیں گے“ ۱۹۲۔ ام ولد لونڈی حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک محسنہ شمار ہوتی ہے اور اس کے قاذف پر حد قذف جاری ہوگی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے ایک شخص کی ام ولد کو قذف کیا ہے آپ نے فرمایا: ”اس ذلیل پر حد قذف جاری ہوگی“ ۱۹۳۔

ج۔ اسلام: حضرت ابن عمرؓ کا فرہ کو محضہ شمار نہیں کرتے تھے“ ۱۹۳۔ آپ فرماتے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے وہ محض نہیں ہو سکتا“ ۱۹۵۔ نیز فرماتے: ”اگر کوئی مسلمان کسی مشرک کو قذف کرے خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی یا مجوسی تو قاذف پر حد قذف جاری نہیں ہوگی“ ۱۹۶۔

د۔ درست نکاح: اگر کوئی شخص کسی عورت سے خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی، نکاح کرنے کے بعد اس کے ساتھ مہستری کر لے تو وہ محض بن جائے گا ۱۹۷۔ درست نکاح کرنے کے اندر دخول یعنی مہستری حد زنا کے لئے احسان کی شرط ہے۔ حد قذف کے لئے احسان کی شرط نہیں ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی عاقل بالغ آزاد اور عقیف مسلمان کو قذف کرے تو قاذف پر حد قذف واجب ہو جائے گا۔

ه۔ زنا سے پاکدامنی: قذف کے احسان کے لئے شرط ہے کہ مقذوف یعنی جسے قذف کیا گیا ہو اس کا دامن زنا کاری سے پاک ہو۔ اور اس سلسلے میں اس پر کوئی وجہ نہ ہو۔ ایک شخص نے کسی خاتون کو قذف کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ مذکورہ خاتون کے حالات معلوم کئے جائیں اگر اس کا دامن زنا کاری کے طعن و تشنیع سے پاک ہو تو اس کے قاذف کو حد قذف لگے گی ۱۹۸۔ ملائعہ (لعان زدہ عورت) کو زنا سے عقیفہ شمار کیا جائے گا اور اس کے قاذف کو حد قذف لگے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص کسی ملائعہ کو قذف کرے گا اسے کوڑے لگائے جائیں گے“ ۱۹۹۔

۔ احیاء (آباد رکھنا، زندہ رکھنا)

۱۔ احیاء اللیل (شب بیداری)

الف۔ تعریف: طاعات کے اندر مشغول رہ کر رات کے اکثر حصے میں نیند اور دیگر مشاغل ترک کر دینا احیاء اللیل کہلاتا ہے۔ قیام اللیل کے لئے دیکھئے مادہ قیام اللیل۔

ب۔ بابرکت راتوں کی شب بیداری: فضیلت والی راتوں کی شب بیداری مستحب ہے مثلاً عیدین کی راتوں کی شب بیداری کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جو شخص عیدین کی راتوں کو قیام کرے تو اس کا دل مردہ نہیں ہو گا جب دل مردہ ہو جائیں گے“ ۲۰۰۔ اسی طرح رمضان کے عشرہ اخیرہ کی راتوں کی شب بیداری کیونکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار یہ تھا کہ آپ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں اپنا بستر پلٹ دیتے، اہل خانہ کو بیدار کر دیتے اور شب بیداری کرتے^{۲۰۱}۔ رات کے وقت پڑھ جانے والی نفل نماز دو دو رکعت ہے^{۲۰۲}۔

حضرت ابن عمرؓ یلئہ النحر (ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کی رات) بھی بیدار رہ کر گزارتے^{۲۰۳}۔

۲۔ طلوع شمس اور اس کے استواء کے درمیان والے وقت کا احیاء حضرت ابن عمرؓ ارتقاء شمس اور اس کے استواء کے درمیان والا وقت چاشت کی نفلوں میں گزارتے (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۳۰)

۳۔ ظہر اور عصر کے درمیان والے وقت کا احیاء حضرت ابن عمرؓ ظہر اور عصر کے درمیان کا وقت نمازوں میں گزارتے^{۲۰۴}۔ (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۳۱)

۴۔ مغرب اور عشاء کے درمیان احیاء:

آپ مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھتے^{۲۰۵}۔ آپ رمضان کے سوا دیگر ایام میں ایسا کرتے^{۲۰۶}۔ یہ نماز صلوۃ الاوابین کہلاتی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”صلوۃ الاوابین مغرب کی نماز پڑھ کر گھروں کو چلے جانے والوں اور عشاء کے لئے ان کی واپسی کے درمیان والے وقت میں ہوتی ہے“^{۲۰۷}۔

۵۔ عمرہ کے ذریعے حرم کا احیاء یعنی آباد رکھنا (دیکھئے مادہ عمرہ)

ادخار (ذخیرہ کرنا)

۱۔ تعریف: کسی چیز کو ضرورت کے وقت کے لئے محفوظ کرنا ادخار کہلاتا ہے۔

۲۔ قربانی کا گوشت محفوظ کرنا۔

جب لوگ فقر و فاقہ اور تنگدستی میں مبتلا تھے تو حضور ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ عرصے تک ذخیرہ کرنے سے منع فرما دیا تھا تاکہ فقراء کو قربانی کا گوشت کھانے کا پورا پورا موقعہ میسر آ سکے، پھر جب لوگوں کے اندر خوش حالی آگئی تو آپ نے تین دن سے زائد عرصے تک مذکورہ گوشت محفوظ رکھنے کی اجازت دے دی۔ حضرت

مسلمہ بن الاکوعؓ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ”تم میں سے جو شخص قربانی کرے تو تیسرے دن کے بعد اس کے گھر میں کوئی گوشت بچا نہ رہے۔“ جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا: ”اللہ کے رسولؐ کیا ہم اس سال بھی اسی طرح کریں جس طرح گزشتہ سال کیا تھا؟“ آپ نے یہ سن کر فرمایا: ”اس سال گوشت کھاؤ اور کھلاؤ نیز ذخیرہ کر لو، گزشتہ سال چونکہ لوگوں کے اندر ہنگامہ تھی اس لئے میں نے چاہا تھا کہ تم اس ہنگامہ میں ان کی مدد کرو“ ۲۰۸۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ اس رخصت پر عمل نہیں کرتے تھے اور قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہیں کھاتے تھے ۲۰۹۔ چنانچہ آپ جب منیٰ میں ہوتے تو ایام منیٰ کے تیسرے دن شام کو کھانے کے لئے پیش ہونے والے گوشت کا بارے میں پوچھتے کہ یہ گوشت کیسا ہے؟ اگر خادم کتا کہ یہ آپ کی قربانی کا گوشت ہے تو آپ اسے نہ کھاتے ۲۱۰۔

قرطبی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس وجہ سے قربانی کا گوشت تین دن کے بعد نہیں کھاتے تھے کہ آپ کو وہ حدیث نہیں پہنچ سکی تھی جس میں تین دن سے زائد عرصے تک گوشت ذخیرہ کرنے کی اباحت کر دی گئی تھی، قرطبی نے یہ دلیل دی ہے کہ ذخیرہ کرنے کی اباحت کی حدیث خبر واحد ہے خبر متواتر نہیں ہے۔ اور خبر واحد میں احتمال ہوتا ہے کہ اس کی خبر بعض کو ہو جائے اور بعض کو نہ ہو، تاہم میں قرطبی کی اس رائے سے متفق نہیں ہوں کیونکہ اس قسم کی خبر بہت جلد پھیل جاتی ہے خاص طور پر موسم حج کے اندر جبکہ لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اور لوگوں کی ضرورتوں کے بارے میں باتیں چلتی رہتی ہیں۔ میرے نزدیک درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد عرصے تک ذخیرہ نہ کرنے کو عزیمت تصور کرتے تھے اس لئے کہ قربانی ایک قربت یعنی عبادت ہے۔ اور اس عبادت میں خون بہانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ فہراء کی کفالت مقصود ہوتی ہے۔ یہ کفالت اس صورت میں زیادہ وسیع بنیاد پر ہو سکتی ہے جب تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کی اباحت نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صادر کردہ اباحت کو حضرت ابن عمرؓ رخصت کا درجہ دیتے تھے۔ جبکہ آپ کا مسلک یہ تھا کہ مسلمانوں کے فائدے کی باتوں کے اندر ممکن حد تک عزیمت پر عمل کیا جائے اور رخصت ترک کی دی جائے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک رخصت ضرورت کی بنا

پر ہوتی ہے۔ یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ طریق کار اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ کی تاکید میں اختیار کیا تھا کیونکہ حضرت عمرؓ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کے قائل نہیں تھے ۲۱۔

۳۔ جس چیز کا ذخیرہ کرنا ممکن نہ ہو اسے مال غنیمت میں شامل نہ کرنا (دیکھئے مادہ غنیمت نمبر ۲ کا جز الف)

ادھان (تیل لگانا)

۱۔ تعریف: جسم یا بالوں پر زیتون کا تیل یا کوئی اور تیل لگانا ادھان کہلاتا ہے۔

۲۔ ادھان کے احکام:

احرام باندھنے سے پہلے تیل لگانے کی اباحت اور احرام کے بعد اس کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۳)

اذان (اذان دینا)

۱۔ تعریف: مخصوص الفاظ کے ذریعے نماز کے وقت، کی آمد کا اعلان اذان کہلاتا ہے۔

۲۔ اذان دینے کی فضیلت:

حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: ”موزن کی مغفرت اس کی حد آواز تک ہوگی اور ہر خشک و تر چیز اس کے حق میں گواہی دے گی“ ۲۱۲۔ زبان نبوت سے یہ فقرات سن کر حضرت ابن عمرؓ کو اذان دینے کے ساتھ ایک خاص شغف ہو گیا اور اس عمل سے آپ کو انتہائی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی حتیٰ کہ جو شخص سفر میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا اس کے ساتھ یہ شرائط طے کر لیتے کہ: ”اپنے ساتھ منگنی کھانے والا اونٹ نہ لے جانا، اذان دینے کے معاملے میں ہم سے نہ جھگڑنا اور ہماری اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھنا“ ۲۱۳۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: ”اذان دیتا ہوں“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم بہت اچھا کام کرتے ہو“ تمہارے حق میں ہر وہ شخص گواہی دے گا جو تمہاری اذان سنتا ہے“ ۲۱۴۔

۳۔ اذان کا حکم:

الف۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اذان پورے اہل محلہ یا اہل قریہ پر سنت کفایہ ہوتی ہے اور ان میں سے اگر ایک شخص یہ سنت ادا کر دے تو باقماندہ لوگوں سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر آپ فرمایا کرتے: ”اگر تم کسی دیہات میں قیام پذیر ہو جہاں اذان و اقامت ہوتی ہو تو تمہارے لئے یہ کافی ہو گا“^{۲۱۵}۔

ب۔ عورت پر اذان نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: ”عورتوں پر نہ تو اذان ہے اور نہ ہی اقامت“^{۲۱۶}۔ البتہ اگر عورتوں کے درمیان کوئی عورت اذان دے دے تو اس کی یہ اذان جائز ہوگی اور اسے اس کا اجر ملے گا۔ اگر اس کی آواز مردوں کے کانوں تک پہنچ جائے تو انہیں اپنی اذان سنانے کی وجہ سے وہ گنہگار ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کو اذان دینے سے روکنے کی جرات نہیں کرتے تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ کیا عورتوں پر اذان ہے تو آپ ناراض ہو گئے اور فرمایا: ”میں اللہ کے ذکر سے روک دوں؟“^{۲۱۷}۔

ج۔ سفر کے اندر فجر کی نماز کے سوا کسی اور نماز کے لئے اذان نہیں دی جائے گی البتہ اگر قافلے کا امیر ہو تو وہ اذان دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر فجر کی نماز کے سوا کسی اور نماز کے لئے صرف اقامت کہنے پر اکتفا کرتے تھے اور فجر کی نماز کے لئے اذان و اقامت دونوں کہتے تھے۔ آپ فرماتے: ”اذان تو امام کے لئے ہے جس کے پاس لوگ اکٹھے ہوتے ہیں“^{۲۱۸}۔

ابن ابی شیبہ نے اصح سے روایت کی ہے کہ: ”حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر ہمارے لئے اذان کہتے اور ہماری امامت کرتے“^{۲۱۹}۔ اگر یہ روایت درست ہے تو اسے اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ فجر کی نماز کے لئے اذان دیتے اور امامت کرتے (دیکھئے مادہ سفر، نمبر ۳ کا جز ۲)۔

مزدلفہ میں جمع بن الصلا تین کے لئے اذان (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف)

۴۔ اذان دینے کی جگہ:

اذان کی مشروعیت اس بنا پر ہے کہ نماز کے وقت کی آمد کا اعلان کیا جائے۔ اس

لئے یہ مستحسن ہے کہ مؤذن ایسی جگہ کھڑا ہو کر اذان دے جہاں سے وہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اپنی آواز پہنچا دے۔ اونچی جگہ دوسرے مقامات کی بہ نسبت زیادہ احسن طریقے سے اس مقصد کو پورا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر اپنی اونٹنی پر کھڑے ہو کر اذان دیتے۔ بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صبح کی اذان اپنی اونٹنی پر کھڑے ہو کر دیتے اور پھر اونٹنی سے اتر کر زمین پر اقامت کرتے۔ ۲۲۰۔

۵۔ امام کی اذان:

امام کے لئے اذان کہنا جائز ہے۔ اصمغ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہمارے لئے اذان کہتے اور ہماری امامت کرتے۔ ۲۲۱۔

۶۔ جمعہ کی اذان:

حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے کے سختی سے قائل تھے، آپ سنت ترک کرنے یا اس میں اضافہ یا کمی کرنے کے قائل نہ تھے۔ حضور ﷺ کے عہد میں نیز آپؐ کے بعد پہلے دو خلفاء کے زمانے میں جمعہ کی نماز کے لئے صرف ایک اذان دی جاتی تھی۔ لیکن جب مدینہ منورہ کی آبادی بدھ گئی اور شرک کا دائرہ وسیع ہو گیا اور مسجد نبوی سے دی جانے والی اذان دور کے لوگوں تک پہنچنے سے قاصر ہو گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اور اذان کا اضافہ کر دیا۔ یہ اذان اصل اذان سے پہلے مقام زوراء (مسجد نبوی کے قریب ایک اونچی جگہ) میں دی جاتی تھی۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن اس اضافی اذان کو بدعت تصور کرتے تھے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے خواہ لوگ اسے اچھا کیوں نہ سمجھیں۔ آپؐ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن اذان وہ ہے جو امام کے برآمد ہونے پر دی جاتی ہے۔ اس سے پہلے اذان نوا بجا ہے“ ۲۲۲۔

۷۔ اذان دینے پر اجرت لینا:

حضرت ابن عمرؓ اذان دینے پر اجرت لینا حلال نہیں سمجھتے تھے۔ یہی الباء سے مروی کہ انہوں نے کہا: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو صفا اور مروہ کے درمیان سی

کرتے دیکھا تھا، آپ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اتنے میں کعبہ کا ایک موزن جس کی داڑھی لمبی تھی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”بو عبد الرحمن مجھے آپ سے اللہ کی خاطر محبت ہے، آپ نے جواب دیا: ”لیکن مجھے تم سے اللہ کی خاطر نفرت ہے“ یہ سن کر آپ کے رفقاء نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ”یہ شخص گاگا کر اذان دیتا ہے“^{۲۲۳}۔ اور اذان دینے کی اجرت لیتا ہے“^{۲۲۴}۔

۸۔ اذان کی مکروہات:

الف۔ گاگا کر اذان دینا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ کا قول اوپر گزر چکا ہے۔

ب۔ اذان کے دوران بات کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے مکروہ سمجھتے تھے۔^{۲۲۵}

۹۔ اذان کے مستحبات:

یہ مستحب ہے کہ اذان دیتے وقت موزن اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے کیونکہ یہ بات اس کی آواز اور بلند کرنے کا ذریعہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جس کسی کو اذان دینے کے لئے کہتے تو اسے ہدایت کرتے کہ: ”اپنی انگلیاں اپنی ہتھیلی کے ساتھ ضم کر لو اور اسی بند حالت میں انہیں اپنے کانوں پر رکھو“^{۲۲۶}۔ البتہ کانوں میں انگلیاں رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب اذان دیتے تو کانوں میں انگلیاں نہ رکھتے۔ بشر بن زعلومہ کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو سواری کی حالت میں اذان دیتے دیکھا تھا“ سفیان ثوری نے ان سے پوچھا: ”کیا تم نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے دیکھا تھا؟“ انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔^{۲۲۷}

۱۰۔ اذان کی کیفیت:

الف۔ اذان کے الفاظ۔

۱۔ حضرت ابن عمرؓ سے اذان کی کیفیت کے بارے میں دو روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت یہ ہے کہ آپ اذان کے الفاظ تین تین مرتبہ کہتے تھے^{۲۲۸}۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی اذان اس طرح تھی: ”اللہ اکبر (تین مرتبہ) شہدت ان لا الہ الا

اللہ (تین مرتبہ) شہدت ان محمد رسول اللہ (تین مرتبہ) (جی علی الصلوۃ (تین مرتبہ) جی علی الفلاح (تین مرتبہ) اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ ۲۲۸۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک مؤذن کے پاس سے گزرے اور اس سے فرمایا: ”اذان اکبری دیا کرو کیونکہ اذان اکبری ہے“ ۲۲۹۔

دوسری روایت یہ ہے کہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہے جائیں گے۔ ابوالمثنیٰ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مؤذن کو اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ کہنے کی اور اقامت اکبری کہنے کی ہدایت کرتے تھے تاکہ گزرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ اذان ہو رہی ہے یا اقامت کہی جا رہی ہے ۲۳۰۔ اس روایت کی تقویت اس امر سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت بلالؓ کی اذان کی صریحاً موافقت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”بلالؓ اذان دوہری دیتے اور اقامت اکبر کہتے“ ۲۳۱۔ نیز فرمایا: ”اذان دوہری ہے اور اقامت اکبری ہے“ اسی طرح بلالؓ اذان دیا کرتے تھے۔ ۲۳۲۔

۲۔ فجر کی اذان میں مؤذن جی علی الفلاح کے بعد ”الصلوۃ خیر من النوم“ کے الفاظ کا اضافہ کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی اذان میں ان الفاظ کا اضافہ کرتے تھے۔ ۲۳۳۔ بعض دفعہ ان الفاظ کی بجائے آپ ”جی علی خیر العمل“ کہتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی اذان کے اندر ”الصلوۃ خیر من النوم“ کہتے اور بعض دفعہ ”جی علی خیر العمل“ کہتے ۲۳۴۔ اسی مفہوم پر ان روایات کو محمول کیا جائے گا جو مطلق ہیں اور جن میں مذکور ہے کہ آپ جب اذان کے اندر ”جی علی الفلاح“ کہتے تو اس کے بعد ”جی علی خیر العمل“ کہتے اور پھر اللہ اکبر اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کہتے ۲۳۵۔

اس اضافے کو ثویب کہا جاتا ہے۔ مؤذن اذان صبح کے علاوہ کسی اور اذان میں ثویب نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہوئے اور ایک شخص کو ظہر کی اذان میں ثویب کرتے سنا تو مسجد سے باہر جانے لگے، پوچھا گیا کہ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ: ”بدعت نے مجھے باہر نکال دیا“ ۲۳۶۔

ب۔ اذان کی ادائیگی کی کیفیت۔ اذان ٹھہر ٹھہر کر دی جائے گی اور جلد بازی نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ اذان میں ارسال اور اقامت میں حذر کرتے تھے۔ ۲۳۷۔ (ارسال ٹھہراؤ کو اور حذر تیزی کو کہتے ہیں۔ مترجم)

۱۱۔ اذان کے بعد جماعت نہ ہونے کا اعلان:

اگر امام سفر یا بارش یا کسی اور عذر کی بنا پر جماعت نہ کراتا مناسب سمجھے تو اذان کے اختتام پر یہ اعلان کرنا مستحب ہو گا کہ: ”اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ حضرت ابن عمرؓ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک پہاڑی مقام بھخان میں اذان دی اور پھر کہا: ”اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو“ ۲۳۸۔

۱۲۔ اذان کے وقت دعا:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اذان کے وقت دعا اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہے اس لئے آپ لوگوں کو تلقین کرتے کہ موزن کی اذان کے دوران وہ دعائیں مانگیں ۲۳۹۔ (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز ب)

اذن (اجازت):

ایک شخص کے تصرفات، پر عائد شدہ پابندی دور کر دینا اذن کہلاتا ہے اذن کے احکام کے لئے دیکھئے مادہ استدلال۔

اذن (کان)

وضو کے اندر کانوں کا مسح (دیکھئے مادہ وضوء، نمبر ۳ کا جز و)

ارث (میراث):

میراث کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول بہت سے نصوص ہمیں دستیاب نہیں ہوئے اس لئے ہم موجودہ نصوص سے میراث کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا کوئی کامل نظریہ پیش کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ بتا بریں ہم صرف وہ مسائل پیش کر سکیں گے جو میراث کے بارے میں آپ سے منقول ہیں۔

۱۔ میراث کا علم سیکھنے کی ترغیب:

حضرت ابن عمرؓ کو میراث کے علم کی صعوبت کا احساس تھا اور یہ تصور بھی تھا کہ خصوصی توجہ صرف کئے بغیر اس علم میں اتقان ممکن نہیں ہے اس لئے آپ اس کی

طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے: ”جو شخص قرآن سیکھے اسے فرائض“ (علم میراث) بھی سیکھنا چاہئے“ ۲۴۰۔

۲۔ وراثت میں حاصل ہونے والا مال:

علمائے صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ جو شخص اپنا مال زکوٰۃ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو دیدے اور پھر یہ فقیر رشتہ دار وفات پا جائے جبکہ مذکورہ مال زکوٰۃ ابھی اس کے پاس موجود ہو تو اسے یہ مال دینے والا رشتہ دار وارث ہونے کی صورت میں مذکورہ مال کا وارث بن سکتا ہے۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ نے اس مسئلے میں صحابہ کرامؓ سے اختلاف رائے کیا تھا۔ آپ کے خیال میں مذکورہ وارث دے ہوئے اس مال کے کسی حصے کا وارث نہیں بن سکتا۔ الحسن بن حبیبی بھی اس بارے میں آپ کے ہم خیال تھے ۲۴۱۔

۳۔ وراثت کے اسباب:

ایک شخص تین میں سے کسی ایک وجہ کی بنا پر وراثت کا حقدار ہوتا ہے۔

الف۔ قرابت داری۔ یہ قرابت داری ذوی الفروض اور عصبات دونوں کو شامل ہے۔ تاہم ذوی الارحام حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک وارث نہیں بنتے ۲۴۲۔ آپ سے پوچھا گیا کہ متونی کا نواسہ اگر موجود ہو تو کیا وہ اس کا وارث ہوگا؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا ۲۴۳۔ کیونکہ نواسہ کی متونی کی طرف نسبت میں عورت واسطہ ہونے کی بنا پر وہ ذوی الارحام میں شمار ہوتا ہے۔

ب۔ نکاح۔ زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کا وارث ہوگا جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ مہر کے استحقاق کا وراثت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ عورت بعض دفعہ وراثت کی مستحق بن جاتی ہے لیکن مہر کی مستحق نہیں ہوتی۔ مثلاً یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے واقد کا نکاح عبید اللہ بن عمرؓ کی بیٹی سے کر دیا تھا۔ اس خاتون کا نام اسماء بنت ابی الخطاب تھا۔ پھر بیوی کے ساتھ دخول یعنی یکجائی سے پہلے ہی واقد کی وفات ہو گئی جبکہ بیوی کا کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بیوہ کو کوئی مہر نہیں دیا۔ بیوہ کی ماں نے مقدمہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس عبدالرحمن بن زید بن الخطاب آئے اور کہا کہ: ”تمہاری

بیوہ ہو کی ماں نے تمہارے ساتھ جھگڑا کرنے کا فیصلہ کیا۔ ہے اور بات بھی اسی طرح ہے جس طرح وہ کہتی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”میں پسند نہیں کرتا کہ اگر تمہارا کوئی حق بنتا ہو تو تم اپنے اس حق سے دستبردار ہو جاؤ“ چنانچہ بیوہ کی ماں اپنا جھگڑالے کر حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس گئی۔ حضرت زیدؓ نے بیوہ کے لئے کسی مہر کا فیصلہ نہیں دیا البتہ اسے میراث کا مستحق قرار دیا۔ ۲۳۳۔ مطلقہ عورت کے تیسرے حیض کے ساتھ زوجین کے درمیان باہمی وراثت کا انقطاع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور مطلقہ تیسرے حیض کے اندر وفات پاجائے تو اس صورت میں نہ تو شوہر اس کا وارث ہو گا اور نہ ہی مطلقہ اپنے شوہر کی وراثت ہوگی ۲۳۵۔

ج۔ ولاء۔ آزاد کرنے والے آقا کی ولاء آزاد شدہ غلام پر ثابت ہوتی ہے اور اس کی بنا پر آقا مذکورہ غلام کے مال کا اس کی وفات کے بعد وارث بن جائے گا بشرطیکہ متوفی غلام نے اپنے پیچھے کوئی اور وارث نہ چھوڑا ہو ۲۳۶۔ اگر آزاد کرنے والا آقا وفات پا جائے تو آزاد شدہ غلام کی میراث کا وہ شخص سب سے بڑھ کر مستحق ہو گا جو متوفی آقا کا سب سے زیادہ قریبی ہو گا ۲۳۷۔

اگر آزاد شدہ غلام سائبہ ہو یعنی اس پر اسے آزاد کرنے والے آقا کی کوئی ولاء نہ ہو اور مذکورہ غلام وفات پا جائے اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس صورت میں حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اس کا مذکورہ آقا اس کے مال کا وارث نہیں ہو گا۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس آپ کے آزاد کردہ متوفی غلام کا مال لایا گیا آپ نے فرمایا: ”ہم نے اسے سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا“ پھر آپ نے حکم دیا کہ مذکورہ مال سے کچھ غلام خرید کر انہیں آزاد کر دیا جائے ۲۳۸۔ زیاد بن نعیم کہتے ہیں کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص ایک تھیلا اور ایک غلام لے کر آیا اور کہنے لگا کہ: ”آپ کے والد کا آزاد کردہ فلاں شخص فوت ہو گیا۔ اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں یہ سامان آپ کے حوالے کر دوں“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اس بے وقوف نے یہ سارا مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کیا“ اتنے

میں عاصم بن عمرؓ بن الخطاب کا قاصد آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ عاصم کہتے ہیں کہ: ”مجھے میرے والد کے آزاد کردہ غلام کی میراث ۱۰ اے دی جائے“ حضرت ابن عمرؓ نے یہ سارا مال عاصم کو بھیج دیا۔ حضرت عمرؓ نے مذکورہ غلام سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا اور حضرت ابن عمرؓ سائبہ کے وارث نہیں بنتے تھے۔ ۲۴۹۔

۴۔ وراثت کی شرط:

جب تک چار شرطیں نہ پائی جائیں اس وقت تک دو افراد کے درمیان بالاجماع وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ان میں سے بعض شرطوں کے متعلق ہمیں حضرت ابن عمرؓ کے نصوص دستیاب ہوئے ہیں اور بعض کے بارے میں کوئی نص دستیاب نہیں ہوا۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔

الف۔ وارث سے قبل مورث کا وفات پا جانا۔

ب۔ وارث کا زندہ پیدا ہونا۔ اگر مورث اس وقت فوت ہو جائے جبکہ وارث ابھی ماں کے پیٹ میں ہو اور پھر مردہ پیدا ہو تو وہ وارث نہیں ہوگا۔ البتہ زندہ پیدا ہونے کی صورت میں وارث ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا گیا کہ اگر حمل مردہ صورت میں گر جائے تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی؟ آپ نے فرمایا ”جب تک اس کی آواز نہ سنی جائے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ البتہ اگر پیدا ہونے کے بعد آواز نکالے اور پھر مر جائے تو اس کا جنازہ بھی ہوگا اور وہ وارث بھی قرار پائے گا“ ۲۵۰۔

ج۔ مذکورہ وارث کسی اور زیادہ قریبی رشتہ دار کی وجہ سے محجوب یعنی محروم نہ ہو جائے۔

د۔ وراثت کے موانع میں سے کوئی مانع موجود نہ ہو۔ ان موانع کے سلسلے میں ہمیں بعض کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے منقول نصوص دستیاب ہوئے ہیں اور بعض کے متعلق ایسے نصوص دستیاب نہیں ہوئے۔ یہ موانع درج ذیل ہیں۔

- ۱۔ اختلاف دین۔ چنانچہ مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔
- ۲۔ غلامی۔ غلام شخص اپنے مورث کے کسی مال کا وارث نہیں ہوگا۔ مکاتب غلام اس

وقت تک آزاد شمار نہیں ہوتا جب تک وہ بدل کتابت کی پوری ادائیگی نہ کر دے۔ اگر مذکورہ ادائیگی سے پہلے ہی اس کی وفات ہو جائے تو وہ غلام ہی رہے گا خواہ اس کا چھوڑا ہوا مال اس کے بدل کتابت کے باقی ماندہ حصے کی ادائیگی کے لئے کافی ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے زائد کیوں نہ ہو۔ اس کا یہ سارا مال اس کے آقا کو مل جائے گا^{۲۵۱}۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک مکاتب اپنے بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کرنے کے بعد اتنا مال چھوڑ کر وفات پا گیا جو اس کے باقی ماندہ بدل کتابت سے زائد ہے، آپ نے فرمایا: ”اس کا یہ سارا مال اس کے آقا کا ہے اور اس مال میں سے اس کے ورثاء کو کوئی حصہ نہیں ملے گا“^{۲۵۲}۔ حضرت ابن عمرؓ کا ایک مکاتب غلام تھا اور آپ کی ایک لونڈی کے بطن سے اس مکاتب کا ایک بیٹا بھی تھا۔ اس نے اپنے بدل کتابت میں سے پندرہ ہزار کی ادائیگی بھی کر دی تھی کہ پھر اس کی وفات ہو گئی۔ آپ نے اس کے سارے مال کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس کے بیٹے کو کچھ نہیں دیا بلکہ اسے بھی بطور غلام اپنے قبضے میں لے لیا^{۲۵۳}۔ بیٹے کو غلام بنانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں آپ کی لونڈی تھی۔

۳۔ قتل۔ قاتل اپنے مقتول کا وارث نہیں ہوگا۔

۵۔ داد کی میراث: میراث جد کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کوئی فیصلہ سنانے سے خوف کھاتے تھے۔ آپ فرماتے: ”تم میں سے جو شخص جد کی میراث کے متعلق سب سے زیادہ جری ہو گا وہ جنم کے جراثیم کو اپنا جسم پیش کرنے میں سب سے جری ہو گا“^{۲۵۴}۔

۶۔ ملانہ (لعان کی زد میں آنے والی عورت) کے بیٹے کی میراث: لعان کے سبب ملانہ کے بیٹے یا بیٹی کا نسب اس کے باپ سے منقطع ہو کر ماں کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے۔ اس کی بنا پر اس کی ماں اس کا عصبہ قرار پاتی ہے اس کی موت پر اس کی ماں اس کی وارث ہوگی اور وہ اپنے باپ سے کسی چیز کا وارث نہیں ہوگا۔ اگر اس کی ماں فوت ہو جائے تو ماں کے عصبات اس کے عصبہ قرار پائیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ملانہ کے ولد کے عصبہ اس کی ماں کے عصبہ ہیں۔ وہ اس کے وارث ہوں گے اور اس پر عائد ہونے والی دیت بھریں گے“^{۲۵۵}۔

ارش (دیت):

ارش جان لیوا جرم سے کم تر جرم (جنایت) کی دیت کہہ سکتے ہیں۔

ارش کب واجب ہوتا ہے اور اس کی مقدار مقرر کرنے کی کیا کیفیت ہے (دیکھئے

مادہ جنایت نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)

ارض (زمین):

۱۔ زمین کی خرید و فروخت۔

اراضی کی دو قسمیں ہیں۔ عشری اور خراجی

عشری اراضی کی خرید و فروخت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک کوئی چیز مانع نہیں ہوتی خراجی زمین کی بیع کو بھی حضرت ابن عمرؓ جائز سمجھتے تھے۔ جب امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے خراجی زمین کی بیع مباح کر دی تو اس کے بعد شاید حضرت ابن عمرؓ بھی اس کے قائل ہو گئے ۲۵۵ ب۔ تاہم آپ پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی مسلمان خراجی زمین کی خریداری کرے کیونکہ ان اراضی پر عائد شدہ خراج اس جزیہ کی طرح ہوتا ہے جو کافروں پر عائد کیا جاتا ہے جزیہ ذلت اور کمتری کی علامت ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ اس سے مسلمان کا دور رہنا پسند کرتے تھے۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ: ”میں نے آپ سے عرض کیا: ”میں نے ایک زمین خریدی ہے“ آپ نے فرمایا: ”خریداری اچھی بات ہے“ میں نے کہا: ”میں فی جریب (زمین کی ایک پیمائش کا نام) ایک قفیز (ایک پیانے کا نام) طعام اور ایک درہم ادا کرتا ہوں“ آپ نے فرمایا: ”اپنی گردن پر ذلت سوار نہ کرو“ ۲۵۶۔ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا ”اگر پانچ درہم جزیہ ادا کر کے پوری زمین مجھے مل جائے تو بھی یہ پسند نہیں کروں گا کہ اس کے ذریعے اپنی ذات پر ذلت اور کمتری کا اقرار کر لوں“ ۲۵۷۔ آپ کا یہ قول خریداری کے جواز اور مسلمان کی طرف سے خراج کی ادائیگی کی کراہت پر دلالت کرتا ہے۔ ابن قدامہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خراجی زمین کی خرید و فروخت دونوں کے عدم جواز کے قائل تھے۔ ان کا یہ بیان اس امر پر محمول ہو گا کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے عہد میں اس کے قائل تھے۔ حضرت عمرؓ مذکورہ اراضی کی بیع سے روکتے تھے۔

لیکن جب حضرت عثمانؓ نے مذکورہ اراضی کی بیع کی اباحت کر دی تو حضرت ابن عمرؓ نے امیر المومنین کی اطاعت اور غیر منصوص امور کے اندر ان کے احکام کی تفسید کی خاطر حضرت عثمانؓ کا قول قبول کر لیا۔

۲۔ زمین کرائے پر دینا۔

ہم نے (مادہ اجارہ نمبر ۲ کے جز الف کے جز ۱) کے تحت زمین کے اجارے پر گفتگو کی ہے یہ بحث وہاں دیکھی جائے۔

خراجی زمین اہل ذمہ سے اس شرط کے ساتھ اجارے پر حاصل کرنا جائز نہیں کہ مسلمان متاجر مذکورہ زمین کا خراج ادا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے اگر پوچھا جاتا کہ اہل ذمہ سے کسی مسلمان کا اجارے پر مذکورہ شرط کے ساتھ خراجی زمین حاصل کرنا کیا ہے تو آپ فرماتے: ”کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں یا کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ ذلت اور کم تری کی تحریر اپنے ماتھے پر ثبت کر لے“ ۲۵۸۔

۳۔ زمین سے پیداوار حاصل کرنا۔ (دیکھئے مادہ مزارعہ)

ارنب (خرگوش)

خرگوش کا گوشت کھانے کی کراہت (دیکھئے مادہ طعام، نمبر ۲ کے جز واو کا جز ۱۰)

استنذان (اجازت حاصل کرنا)

۱۔ تعریف: کسی شخص کے تصرفات پر عائد شدہ پابندی ہٹانے کی طلب کو استنذان کہتے ہیں۔

۲۔ داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنا۔

الف۔ مکان میں داخلہ کی اجازت حاصل کرنا۔ کسی کے مکان میں مکان والے کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ رتیلی جگہ میں تھے، ریت گرم ہو جانے کی وجہ سے آپ کو تکلیف لاحق ہو گئی۔ آپ ایک قریشی خاتون کے خیمے پر آئے اور فرمایا: ”السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ خاتون نے جواب دیا: ”سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ“ آپ نے اپنا سوال پھر دہرایا۔ خاتون نے سابقہ جواب دیا۔

آپ نے فرمایا ”کو داخل ہو جاؤ“ جب خاتون نے کہا تو آپ خیمے میں داخل ہو گئے۔
۲۵۹

قرطبی نے اس مکالمہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت خیمہ میں داخل ہونے سے توقف کیا جب خاتون نے کہا تھا: ”سلامتی کے ساتھ“ کیونکہ خاتون کے اس لفظ میں احتمال تھا کہ اس کی مراد یہ ہو کہ: ”اپنے سلام کے ساتھ داخل ہو جاؤ اپنے بٹے کے ساتھ داخل نہ ہو“

ب۔ دکانوں میں داخل ہونے کی اجازت حاصل کرنا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استئذان کے معاملہ میں حضرت ابن عمرؓ بازار کی دکانوں کو مکانات کے ساتھ ملحق کرتے تھے۔ اس لئے کہ عکرمہ سے جب بازار کی دکانوں میں داخل ہونے کے لئے اجازت حاصل کرنے کا مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے اجازت حاصل کئے بغیر ان میں داخل ہونے کو مباح قرار دیا۔ ان سے کہا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ تو ان دکانوں میں داخل ہونے کے لئے بھی اجازت حاصل کرتے تھے۔ یہ سن کر عکرمہ نے جواب دیا: ”حضرت ابن عمرؓ کی طرح عمل کرنے کی کسے طاقت ہے“ ۲۶۰۔

ج۔ اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کرنا: حضرت ابن عمرؓ داخلہ کی اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام کہنے میں سستی نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ سورہ نور آیت ۲۷ میں ارشاد باری ہے (یا ایہا الذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اہلہا ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے)۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: ”اندر آجاؤ؟“ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ وہاں موجود ایک شخص نے اس سے کہا کہ پہلے سلام کو، چنانچہ اس نے سلام کہا اور آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی ۲۶۱۔ گزشتہ سطور میں ہم نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے خاتون سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنے سے پہلے اسے سلام کہا تھا۔

د۔ غلام کا اندر آنے کے لئے اپنی مالکن سے اجازت طلب کرنا: غلام پر لازم ہے کہ وہ جب بھی ان تین اوقات کے اندر اپنی مالکن کے پاس اندر جانا چاہے جن کا اللہ سبحانہ نے سورہ نور کی آیت ۵۸ میں کیا ہے، پہلے اس سے اجازت حاصل کرے۔ آیت یہ ہے (یا ایہا الذین امنوا لیستاذنکم الذین ملکتم ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات من قبل صلوٰۃ الفجر وحين تضعون ثيابکم من الظهيرة ومن بعد صلوٰۃ العشاء، ثلاث عورات لکم، لیس علیکم ولا علیہم جناح بعدہن طوافون علیکم بعضکم علی بعض۔ کذلک یبین اللہ لکم الایات واللہ علیم حکیم) اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ لازم ہے کہ تمہارے مملوک اور تمہارے وہ بچے جو ابھی عقل کی حد کو نہیں پہنچے ہیں، تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں۔ صبح کی نماز سے پہلے اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار کر رکھ دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لئے پردے کے وقت ہیں ان کے بعد وہ بلا اجازت آئیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے نہ ان پر، تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تمہارے لئے اپنے ارشادات کی توضیح کرتا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس آیت کے ابتدائی حصے کی تفسیر میں فرمایا کہ: ”یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں ہے“ ۲۱۲۔ یعنی لونڈی کو اپنی مالکن کے پاس اندر جانے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی والدہ محترمہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ والدہ کا غلام رکنا ان کے پاس اجازت لئے بغیر اندر آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“ والدہ نے جواب دیا کہ یہ میرا غلام ہے۔ آپ نے اس سے کہا: ”باہر چلے جاؤ، تمہاری ماں مرے، پھر اجازت لو اور السلام علیکم کہو اور پوچھو کہ میں اندر آسکتا ہوں“ چنانچہ غلام نے اسی طرح کیا ۲۱۳۔

ه۔ شوہر کا اپنی رجبی طلاق یافتہ بیوی سے اندر آنے کی اجازت طلب کرنا: اجازت طلب کرنے کا یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ آیا مذکورہ مطلقہ اپنے طلاق دینے والے خاوند کی بیوی ہے یا بیوی نہیں ہے؟

جن حضرات نے کہا ہے کہ وہ ابھی اس کی بیوی ہے مثلاً احناف اور بعض حنابلہ ان کے نزدیک استیذان واجب نہیں ہے اور شوہر کا ایسی بیوی کے پاس اندر جانا اسی طرح ہے جس طرح وہ اپنی غیر مطلقہ بیوی کے پاس اندر جاسکتا ہے۔ جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ مذکورہ مطلقہ اس کی بیوی نہیں رہی بلکہ طلاق واقع کرنے کے ساتھ ہی تحریم واقع ہو گئی ہے مثلاً شوافع اور مالکیہ اور بعض حنابلہ ان کے نزدیک اندر جانے سے پہلے اجازت حاصل کرنا واجب ہے ^{۲۶۳}۔ حضرت ابن عمرؓ شوہر پر اپنی رجعی طلاق یافتہ بیوی کے پاس اندر جانے کے لئے اجازت طلب کرنا واجب قرار دیتے تھے۔ خود بھی اجازت لئے بغیر اندر نہیں جاتے تھے۔ ^{۲۶۵}۔ آپ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبیدہ کو طلاق دے دی تھی اور صفیہ حضرت حنفہؓ کے مکان میں رہتی تھیں۔ یہ مکان مسجد کے راستے پر واقع تھا۔ حضرت ابن عمرؓ یہ راستہ چھوڑ کر مکان کے پچھواڑے سے مسجد جایا کرتے تھے تاکہ مطلقہ بیوی سے اجازت نہ لینی پڑے، حتیٰ کہ آپ نے صفیہ سے مراجعت کر لی ^{۲۶۶}۔

اگر شوہر کو اپنی مطلقہ بیوی کے پاس جانے کی ضرورت پڑ جائے تو اجازت طلب کرنا واجب ہوگا۔ ”سنن بیہقی“ کے حاشیہ ”الجوہر النقی“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی۔ پھر جب وہاں سے گزرنے کا ارادہ کرتے تو اس سے اجازت لے کر گزرتے ^{۲۶۷}۔

۳۔ گھر سے باہر جانے کے لئے بیوی کا اپنے شوہر سے اجازت حاصل کرنا: گھر سے باہر جانے کے لئے اپنے شوہر سے اجازت لینا بیوی پر واجب ہے۔ طلاق رجعی اسے اس استیذان سے مستثنیٰ نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”رجعی طلاق یافتہ عورت اپنے شوہر سے اجازت لئے بغیر گھر سے باہر نہیں جائے گی“ ^{۲۶۸}

۴۔ نکاح کے لئے عورت کا ولی اس سے اجازت طلب کرے گا:
(دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز الف کا جز ب)

عزل کے لئے حرہ سے اجازت حاصل کی جائے گی، لونڈی سے نہیں۔ (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

غلام اپنے آقا سے تری اور نکاح کے لئے اجازت حاصل کرے گا۔ (دیکھئے مادہ تری نمبر ۲ کا جز ج) اور (نکاح نمبر ۴ کا جز ج) نیز (زنا نمبر ۲ کا جز د) ماں اور بیوی سے ان کی لونڈی کے ساتھ مہستری کے لئے استیذان (دیکھئے مادہ تری نمبر ۲ کا جز د)

استبراء (برائے طلب کرنا)

۱۔ تعریف: لونڈی کی ملکیت تبدیل ہو جانے کی صورت میں اتنی مدت تک اس کا انتظار جس کے ذریعے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا رحم حمل سے خالی ہے، نیز عقد فاسد کے تحت وطی شدہ عورت کا مذکورہ مقصد کے لئے انتظار استبراء کہلاتا ہے۔

۲۔ استبراء کب واجب ہوتا ہے؟

الف۔ اگر لونڈی شیبہ ہو تو اس کا استبراء واجب ہو گا لیکن اگر باکرہ ہو تو استبراء واجب نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لونڈی باکرہ ہو تو اس صورت میں آقا چاہے تو اس کا استبراء نہ کرائے“ ۲۶۹۔

ب۔ لونڈی کی ملکیت کی تبدیلی یعنی ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف اس کی ملکیت کی منتقلی کی صورت میں اس کا استبراء واجب ہو گا خواہ یہ تبدیلی بیع یا ہبہ یا قیدی بن کر آنے کی وجہ سے ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لونڈی فروخت کر دی جائے یا اسے آزاد کر دیا جائے یا کسی کو ہبہ ہو جائے تو ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کیا جائے“ ۲۷۰۔

ج۔ لونڈی سے ملکیت کے سقوط کے وقت استبراء واجب ہو گا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت، لونڈی کا آزاد ہو جانا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنی سریرہ (دیکھئے مادہ تری) آزاد کر دے تو وہ ایک حیض کی مدت گزارے گی“ ۲۷۱۔

۲۔ دوسری صورت، ام ولد اور مدبرہ کے آقا کی وفات، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”

ام ولد کا آقا اگر وفات پا جائے تو وہ ایک حیض کی عدت گزارے گی" ۲۷۲۔ (دیکھئے مادہ رقی نمبر ۷ کا جز د)

زانی عورت اگر نکاح کرنا چاہے تو اس کا استبراء (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز ب کا جز

الف)

خلع حاصل کرنے والی عورت کا استبراء (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز ب)

۳۔ استبراء کس طرح ہوتا ہے۔

استبراء کا مقصد یہ معلوم کرنا ہوتا ہے کہ رحم جنس سے خالی ہے، یہ بات حیض کے ذریعے معلوم ہوتی ہے، عورت کو جب حیض آجائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا رحم حل سے خالی ہے۔ اس لئے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔ اس مقصد کے لئے ایک حیض کافی ہے۔ کیونکہ ایک حیض ہی یہ مقصد پورا کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "لوٹڈی کی عدت ایک حیض ہے" ۲۷۳۔

۴۔ استبراء کی مدت میں کوئی باتیں ممنوع ہیں؟

استبراء کی مدت میں لوٹڈی ہبستر ہونے سے باز رہے گی نیز وہ شخص بھی اس سے باز رہے گا جسے اس کے ساتھ ہم بستری کرنے کا حق حاصل ہو کیونکہ ہبستری کی وجہ سے استبراء کے مقصد میں خلل پڑ جائے گا۔ البتہ ہبستری کے علاوہ دیگر امور مثلاً بوس و کنار اور ہم آغوشی اس شخص کے لئے مباح ہوگی جسے اپنے بارے میں علم ہو کہ بوس و کنار اور ملاست وغیرہ کے باوجود ہم بستری تک نوبت نہیں پہنچے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے خود ابھی ایسا ہی کیا تھا۔ ایوب بن عبداللہ اللخمی نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ: "جنگ جلولاء میں ایک لوٹڈی حضرت ابن عمرؓ کے حصے میں آئی، اس کی گردن چاندی کی طرح چمک رہی تھی، حضرت ابن عمرؓ اسے دیکھ کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور لوگوں کے سامنے اس کی تقبیل شروع کر دی" ۲۷۴۔

۵۔ استبراء کا کون ملک قرار پائے گا۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ لوٹڈی کی ملکیت تبدیل ہونے کی صورت میں استبراء کا ملک وہ شخص ہوگا جسے ملکیت حاصل ہوئی ہے یعنی لوٹڈی کا خریدار یا وہ شخص

جسے لونڈی بہہ کر دی گئی ہو یا وہ شخص جس کے حصے میں جنگ کے اندر قید ہونے والی عورت لونڈی کے طور پر آئی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ”جو شخص کوئی باکرہ لونڈی خریدے وہ اس کا استبراء نہ کرائے“ ۲۷۵۔ نیز فرمایا: ”جو شخص کوئی لونڈی خریدے وہ ایک حیض کے ذریعے اس کا استبراء کرائے“ ۲۷۶۔ آپ نے مشتری کو خطاب کیا جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ مشتری ہی استبراء کا مکلف ہوتا ہے۔

ب۔ ملکیت کے سقوط کی صورت میں خود لونڈی کو استبراء کا مکلف بنایا جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے تو وہ ایک حیض کی عدت گزارے گی“ ۲۷۷۔ نیز فرمایا: ”ام ولد ایک حیض کی عدت گزارے گی“ ۲۷۸۔

استبراء (توبہ کرنا):

۱۔ تعریف: توبہ کی دعوت دینے کو استبراء کہتے ہیں۔

۲۔ مرتد کا استبراء۔

مرتد پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک اسے توبہ کر لینے کی تین مرتبہ دعوت نہیں دے دی جائے گی۔ توبہ کی ہر مرتبہ دعوت کے دوران اس کا شبہ دور کیا جائے گا۔ مرتد کے بارے میں اللہ کا حکم اس کے سامنے بیان کیا جائے گا اور اسے غور و فکر کے لئے کافی مہلت دی جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کرے تو پھر اس پر ارتداد کی حد جاری کر دی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مرتد کو توبہ کرنے کی تین مرتبہ دعوت دی جائے گی، اگر وہ توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اگر توبہ کرنے سے انکار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا“ ۲۷۹۔ (دیکھئے مادہ ردہ نمبر ۴ کا جز الف)

اشتناء (اشتناء کرنا):

۱۔ تعریف: اشتناء کا اطلاق کر کے اس سے دو معنی مراد لئے جاتے ہیں۔

اول: اشتناء کے بعد باقی کا ارادہ کرنا۔

دوم: ایک جملے کے مضمون کو دوسرے جملے کے مضمون کے حصول پر معلق کرنا۔

اسے تعلیق کہتے ہیں۔

۲۔ معنوی اشتناء: یعنی اشتناء کے بعد باقی کا ارادہ کرنا۔ اس اشتناء پر عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔

الف۔ اول یہ کہ اشتناء کا ورود موصول صورت میں ہو۔ اگر اس کا ورود غیر موصول یعنی تراخی کی صورت میں ہوا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ”موصول اشتناء کی صورت میں اشتناء کرنے والے پر کوئی حنث (قسم توڑنا) عائد نہیں ہوگا لیکن اگر اشتناء غیر موصول ہو تو اشتناء کرنے والا حانث ہو جائے گا“ ۲۸۰۔

ب۔ دوم یہ کہ مستثنیٰ کی ہوئی چیز معلوم ہو۔ محمد بن فضیل نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ: ”جو شخص اپنی لونڈی فروخت کرے اور لونڈی کے پیٹ میں موجود حمل بیچ سے مستثنیٰ کر دے تو یہ حمل اس کا ہوگا“ ۲۸۱۔ آپ نے اپنی لونڈی فروخت کی اور اس کا حمل بیچ سے مستثنیٰ رکھا ۲۸۲۔ (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۳ کے جز ۳ کا جز ۳)

اگر مستثنیٰ مجہول ہو تو یہ اشتناء درست نہیں ہوگا۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں: ”اگر ابن عمرؓ نے اشتناء کو ناپسند نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی اشتناء میں کوئی خرابی نظر نہ آتی“ آپ نے اس ناپسندیدگی کا اظہار اس وقت کیا تھا جب آپ بیماری کے دوران ہمارے پاس ٹھہرے ہوئے تھے ”ابن عون نے درج بالا قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ: ”آپ کی مراد یہ ہے کہ ایک شخص کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کرے اور چند نامعلوم درخت بیچ سے مستثنیٰ رکھے“ ۲۸۳۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں مستثنیٰ مجہول ہوگا اور نہ تو بائع کو معلوم ہوگا کہ مستثنیٰ درختوں کی کتنی پیداوار ہوگی اور نہ ہی مشتری کو اس کا پتہ ہوگا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے اپنے پھل چار ہزار درہم میں فروخت کئے اور بیچ سے کارندوں کا طعام مستثنیٰ کر دیا ۲۸۴۔ اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے ایک معین مقدار کا اشتناء کیا تھا جو کارندوں کی خوراک کے لئے کافی تھی۔ اسے اس مفہوم پر محمول کرنا بھی ممکن ہے کہ طعام کے معاملہ میں تسامع برتا جاتا تھا اس لئے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے بعد مسلمان

لوگوں کو طعام دے دیا کرتے تھے اور اس معاملہ میں بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔

۳۔ اشتناء معنی تعلیق۔ اس اشتناء پر عمل کرنے کی بھی دو شرطیں ہیں۔

الف۔ اول یہ کہ اشتناء موصول ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: ”اگر ایک شخص قسم کھائے اور اشتناء کرتے ہوئے انشاء اللہ کھدے اور پھر کلام کو اشتناء کے ساتھ موصول کر دے اور اس کے بعد جس کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی ہو اسے کر ڈالے تو حائث نہیں ہو گا“ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”غیر موصول اشتناء کی صورت میں اشتناء کرنے والے پر کوئی حائث عائد نہیں ہو گا لیکن اگر اشتناء موصول ہو تو وہ حائث ہو جائے گا“ ۲۸۵۔

ب۔ دوم یہ کہ جس بات پر اشتناء کو معلق کیا گیا ہو وہ ایسی نہ ہو جس کی معرفت ممکن ہی نہ ہو مثلاً شیت الہی پر تعلیق اس لئے کہ بندہ یہ معلوم نہیں کر سکتا کہ اللہ کی مشیت کب ہوگی اور کب نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص اللہ کہہ کر قسم کھائے اور پھر انشاء اللہ کھدے اور اس کے بعد قسم کی بات کو عملی شکل دے دے تو وہ حائث نہیں ہو گا“ ۲۸۶۔ آپ قسم کھاتے ہوئے فرماتے: ”بخدا“ میں فلاں کام نہیں کروں گا“ انشاء اللہ“ پھر مذکور کام کر لیتے اور قسم کا کفارہ ادا نہ کرتے ۲۸۷۔

طلاق اور عتاق کے اندر اشتناء درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام، طلاق اور عتاق کے سوا ہر بات کے اندر اشتناء کو جائز سمجھتے تھے۔“ ۲۸۸۔ (دیکھئے مادہ رقی نمبر ۸ کے جزب کا ج ۸)

اگر تعلیق کو معلوم کیا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں اسے اشتناء نہیں کہیں گے بلکہ تعلیق کہیں گے۔ پھر جب معلق علیہ وقوع پذیر ہو جائے گا تو مقصود بھی واقع ہو جائے گا۔ ایک شخص نے اپنے بیوی سے کہہ کہ وہ اگر گھر سے باہر جائے گی تو اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی حضرت ابن عمرؓ نے فتویٰ دیا کہ اگر وہ گھر سے باہر جائے گی تو اس صورت میں اس پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور اگر نہیں جائے گی تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی ۲۸۹۔

استجداء (عطیہ مانگنا) :-

۱- تعریف: لوگوں سے صدقات مانگنا استجداء کہلاتا ہے۔

۲- استجداء کے ذریعے کسب

حضرت ابن عمرؓ استجداء کے ذریعے کسب کو غیث کسب تصور کرتے تھے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنادیا اور غلام کتابت کی قسط لے کر آپ کے پاس آیا آپ نے پوچھا کہ یہ رقم کہاں سے حاصل ہوئی ہے اس نے جواب دیا کہ: ”میں کام بھی کرتا تھا اور لوگوں کے سامنے دست سوال بھی دراز کرتا تھا۔“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ تم آزاد ہو اور یہ قسط بھی اپنے پاس رکھ لو۔“ ۲۹۰۔

۳- استجداء کی اباحت کب ہوتی ہے؟

استجداء تین حالتوں کے اندر مباح ہو جاتا ہے۔ ان کا ذکر حضرت ابن عمرؓ نے کیا ہے۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ لوگوں سے کہ دیں کہ وہ اپنے صدقات اسے دیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم خوں بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں یا تکلیف دہ جرمانہ یعنی قرض وغیرہ ادا کرنے کی خاطر یا زمین پر دے مارنے والی جنگدستی کے بنا پر سوال کرتے ہو تو پھر تمہارا حق واجب ہے ورنہ تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔“ ۲۹۱۔ یعنی ان صورتوں کے اندر تمہارے لئے صدقہ لینا حلال ہوگا ورنہ حلال نہیں ہوگا۔

۴- قدرت ہونے کی صورت میں سائل کی مدد کرنا واجب ہے (دیکھئے مادہ

صدقہ نمبر ۲)

استحاضہ :- (استحاضہ)

۱- تعریف: حیض اور نفاس کے ایام کے سوا دیگر ایام میں عورت کے اندامِ زنانی سے خارج ہونے والے خون کو استحاضہ کہا جاتا ہے۔

۲- مستحاضہ کا غسل:

مستحاضہ کے غسل کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے ایک روایت کے مطابق مستحاضہ ہر نماز کے لئے غسل کرے گی۔ ایک مستحاضہ نے آپ سے دریافت کیا کہ مجھے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا فتویٰ دیا گیا ہے آپ نے جواب میں فرمایا کہ ”تمہارے لئے میرا بھی یہی فتویٰ ہے۔“ ۲۹۲۔ دوسری روایت کے مطابق وہ ہر روز ایک دفعہ غسل کرے گی ۲۹۳۔ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

۳۔ مستحاضہ کا طواف :-

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں استحاضہ کا خون کسی عبادت مثلاً نماز، روزہ، مسجد میں داخلہ، بیت اللہ کے طواف اور دیگر عبادات کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ آپ سے ایک خاتون نے پوچھا: ”میں طواف کے ارادے سے بیت اللہ کی طرف چل پڑی۔ جب میں مسجد حرام کے دروازے پر پہنچی تو خون دوبارہ جاری ہو گیا۔ میں واپس آگئی، میں نے تین مرتبہ اس طرح کیا“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”یہ شیطان کی ٹھوکری ہے، جاؤ اور جا کر غسل کرو اور اندام پر کوئی کپڑا باندھ لو اور پھر بیت اللہ کا طواف کرو“ ۲۹۴۔

۴۔ استحاضہ کی بیماری کا علاج مباح ہے: (دیکھئے مادہ مداوی نمبر ۲)

استحاضہ (ایک شکل سے دوسری شکل اختیار کر لیتا،

۱۔ تعریف کسی چیز کی مابیت کا اس طرح بدل جانا استحاضہ کہلاتا ہے کہ وہ اپنی پہلی حالت کی طرف واپس آنے کے قابل نہ رہے۔

۲۔ استحاضہ کے ذریعے تطہیر

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں استحاضہ ایک نجس چیز کو پاک کر دیتا ہے۔ بنا بریں آپ مشک کی طہارت کے قائل تھے حالانکہ اس کی اصلیت خون ہے جو بدل کر مشک بن جاتا ہے۔ آپ سے اس مشک کے بارے میں پوچھا گیا جسے حنوط میں ملایا جاتا ہے، آپ نے فرمایا: ”کیا مشک تمہاری عمدہ ترین خوشبو نہیں؟“ ۲۹۵۔ آپ سر کے کی طہارت کے بھی قائل تھے حالانکہ اس کی اصلیت شراب ہے جو بدن کر سرکہ بن جاتی ہے۔ آپ

کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے شراب سے بنے ہوئے سرکے کو سالن کے طور پر استعمال کیا تھا ۲۹۶۔

استحسان۔ (ایک بات کو اچھا جاننا):

۱۔ تعریفِ لیک مسئلے کو اس کے نظائر کے حکم سے ہٹا کر کسی اور حکم کی طرف لے جانا استحسان کہلاتا ہے جبکہ کوئی قوی تر سبب اس عمل کا مقتضی بنا ہو۔

استحسان کا حکم۔ : حضرت ابن عمرؓ کی ۱۰۱ء میں استحسان پر عمل مشروع ہے۔ آپ نے اپنے بہت سے فیصلوں میں اس پر عمل کیا ہے مثلاً عزل کی ممانعت اور اس پر سزا۔ (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

استعفاء۔ (کمائی پر لگانا):

۱۔ تعریفِ غلام کو اس پر عائد ہونے والے مالی حقوق کی ادائیگی کی خاطر کمائی کرنے کا ملکیت بنانا استعفاء کہلاتا ہے۔

۲۔ مرض الموت کے اندر آزاد کئے جانے والے غلام کو تہائی ترکہ سے زائد اپنی قیمت کی ادائیگی کے لئے کمائی پر لگانا (دیکھئے مادہ رقبہ نمبر ۸ ج ۱) مشترک غلام کا اس صورت میں استعفاء جب ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے اور وہ تنگدست ہو (دیکھئے مادہ رقبہ نمبر ۷ ج ۱)

استعفاء : (بارش طلب کرنا)

بارش نہ ہونے کی مدت طویل ہو جانے کی صورت میں بارش طلب کرنا استعفاء کہلاتا ہے۔ استعفاء کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۶)

استعاذۃ : (خدا کی پناہ طلب کرنا)

۱۔ استعاذہ کے صیغے

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ استعاذہ کے لئے متعدد کلمات استعمال کرتے تھے۔

ان میں سے ایک فقرہ یہ ہے ”اللهم انی اعوذ بک من الشیطان الرجیم“ ابن جریج سے منقول ہے کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع سے پوچھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کس طرح استعاذہ کرتے تھے؟“ انہوں نے جواب دیا کہ آپ کہتے ہیں ”اللهم انی اعوذ بک من الشیطان الرجیم“ (اے اللہ، میں شیطان رجیم سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں) ۲۹۷۔ ایک اور فقرہ یہ ہے ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ ایک یہ فقرہ بھی ہے ”اعوذ باللہ السبع العظیم من الشیطان الرجیم“ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ استعاذہ میں یہ فقرہ کہتے ”اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم“ یا یہ کہتے ”اعوذ باللہ السبع العظیم من الشیطان الرجیم“ ۲۹۸۔

۲۔ نماز کے اندر سری طور پر استعاذہ کرنا۔

نمازی جری طور پر استعاذہ نہیں کرے گا بلکہ سری طور پر کرے گا خواہ اس کی قرات سری ہو یا جری۔ حضرت ابن عمرؓ دل میں استعاذہ کرتے تھے ۲۹۹۔

استمتاع (فائدہ اٹھانا)

نظرِ بے لاس کے ذریعے لذت اندوزی کو استمتاع کہتے ہیں۔

حافظہ کے ماتحت الازار سے استمتاع کی ممانعت (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز واد)

اور (دیکھئے مادہ مباشرة)

استمنا (جلق لگانا)

۱۔ تعریف: عضو تاسل کو اس طرح چھیڑنا کہ انزال ہو جائے استمنا کہلاتا ہے

۲۔ استمنا کا حکم: حضرت ابن عمرؓ سے استمنا کے حکم کے متعلق روایات میں

اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس میں کوئی مضائقہ نہیں، آپ سے جب اس

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ بات تو اسی طرح ہے کہ تم میں سے کوئی

فحص اپنے لباس کو عضو مخصوص کے ساتھ رگڑتا رہے اور اس کے نتیجے میں انزال

ہو جائے“ ۳۰۰۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ”یہ تو ایک پٹھا ہے جسے تم رگڑتے ہو“

۳۰۱۔ دوسری روایت کے مطابق استمنا حرام ہے۔ آپ نے اس کے متعلق

فرمایا: ”ایسا شخص اپنی ذات کے ساتھ جماع کرتا ہے“ ۳۰۲۔

استنجاء (استنجاء کرنا)

۱۔ تعریف: سبیلین (قبل و دبر) سے نکلنے والی نجاست کو اس کے مخرج سے صاف کر دینا استنجاء کہلاتا ہے۔

۲۔ نجاست کے ازالے سے مخرج یعنی قبل یا دبر پاک صاف ہو جاتا ہے۔ نجاست زائل کر دینے والی کسی بھی چیز سے اگر مخرج کو صاف کر دیا جائے تو مخرج پاک ہو جاتا ہے۔ نجاست کے ازالے کے لئے پانی شرط نہیں ہے۔ تاہم یہ بات صرف استنجاء کے ساتھ خاص ہے۔

حضرت ابن عمرؓ ڈھیلوں کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں: ”حضرت ابن عمرؓ استنجاء کے لئے پانی استعمال نہیں کرتے تھے میں آپ کے لئے حرہ کے مقام سے پتھر یعنی ڈھیلے لاتا، جب یہ ڈھیلے بھر جاتے یعنی انہیں چاروں طرف سے استعمال کر لیا جاتا تو میں انہیں پھینک دیتا اور ان کی جگہ نئے ڈھیلے رکھ دیتا“

۳۰۳۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ نے جب پانی استعمال کرنے کا تجربہ کیا تو آپ نے محسوس کیا کہ ڈھیلوں کی بہ نسبت پانی کے ذریعے مخرج بہتر طور پر صاف ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے استنجاء کے لئے پانی استعمال کرنا شروع کر دیا۔ نافع نے کہا ہے کہ ”حضرت ابن عمرؓ پانی سے استنجاء نہیں کرتے تھے، پھر پانی استعمال کرنے لگے اور فرمایا کہ: ”ہم نے تجربہ کیا ہے کہ پانی بہتر ہے“ ۳۰۴۔ اسی بنا پر آپ نے پانی استعمال کرنا شروع کر دیا“ ۳۰۵۔

استنجاء کرنے والا اگر ڈھیلے استعمال کر کے مخرج کو نجاست سے صاف کر دے تو مخرج پاک ہو جائے گا اور اس کے بعد وہاں پانی لگنے سے یہ پانی نجس نہیں ہو گا یہ روایت منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مزدلفہ کے مقام پر پیشاب کرنے کے بعد اپنا ہاتھ اندر داخل کیا اور پھر اپنے کپڑوں کے نیچے مخرج پر پانی چھڑک دیا ۳۰۶۔ یعنی پیشاب کرنے کے بعد آپ نے ڈھیلا استعمال کیا اور پھر مخرج پر پانی چھڑک دیا یہ بات اس پر

دلائل کرتی ہے کہ آپ کی رائے میں ذمیلوں کے استعمال کے بعد مخرج پاک ہو جاتا ہے
استحلال (نوزائیدہ بچے کی پہلی آواز، چاند دیکھنا)

۱- تعریف: پیدا ہونے کے بعد بچے کا آواز نکالنا استحلال کہلاتا ہے

۲- استحلال پر مرتب ہونے والے آثار

نوزائیدہ کا آواز نکالنا اس بات کی علامت ہوتی ہے وہ زندہ پیدا ہوا ہے۔ جب مولود آواز نکالے اور پھر مرجائے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور وہ وارث قرار پائے گا جس طرح بڑوں کی کیفیت ہے

(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جزالف کا جزا) اور (مادہ ارث نمبر ۴ جزب)

استیاک (مسواک کرنا)

۱- تعریف: مسواک وغیرہ کے ذریعے دانت صاف کرنا استیاک کہلاتا ہے

۲- استیاک کا حکم:

حضرت ابن عمرؓ کھانا کھانے کے بعد مسواک کرنا سنت سمجھتے تھے اس لئے جب بھی کھانا کھاتے تو اس کے بعد مسواک کرتے۔ آپ فرماتے: ”جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے اگر وہ پہلے معلوم ہو جاتی تو بھی مسواک کرنا مجھے دو غلاموں کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہوتا“ ۳۰۷۔ آپ ہر نماز کے وقت بھی مسواک کرنا سنت سمجھتے تھے۔ ۳۰۸۔

۳- محرم کا مسواک کرنا: احرام محرم کے لئے مسواک کرنے میں مانع نہیں ہوتا۔ حضرت

ابن عمرؓ حالت احرام میں مسواک کیا کرتے تھے۔ ۳۰۹۔ اور فرماتے: ”محرم کے لئے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے“ ۳۱۰۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزواؤ)۔

۴- روزہ دار کا مسواک کرنا:-

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال سے پہلے مسواک کرنا جائز ہے اس پر آپ کا یہ قول محمول ہو گا کہ: ”روزہ دار کے لئے مسواک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں“ ۳۱۱۔ آپ کا یہ فعل بھی منقول ہے کہ آپ روزے کی حالت میں مسواک کرتے تھے ۳۱۲۔ مسواک خواہ تر ہو یا خشک اس سے مذکورہ بالا حکم میں کوئی

فرق نہیں پڑتا۔ آپ نے فرمایا: ”روزہ دار کے لئے تراویح مسواک استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے“ ۳۱۳۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ح)۔
جہاں تک زوال کے بعد مسواک کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایتوں میں اختلاف ہے۔

ایک روایت یہ ہے کہ روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے۔ یہ کراہت خلوف (معدہ خالی ہونے کے سبب منہ سے نکلنے والی ایک خاص بو) کی بنا پر ہے۔ ۳۱۴۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مکھک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے“ ۳۱۵۔

دوسری روایت یہ ہے کہ صائم کے لئے زوال کے بعد مسواک کرنا مباح ہے۔ امام بخاری نے ”باب اغتسال الصائم“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ دن کے اول و آخر میں مسواک کرتے تھے۔ ۳۱۶۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ روزے کے حالت میں جب ظہر کی نماز کے لئے جاتے تو مسواک کر کے جاتے۔ ۳۱۷۔

اسر (گرفتار ہو جانا)

- ۱۔ تعریف: جنگ کے دوران برسرِ پیکار دشمن کا اپنے دشمن کے ہاتھ زندہ لگ جانا اسر کہلاتا ہے۔
- ۲۔ اسیر کا حکم

اسیر یعنی قیدی کو باندھ کر قتل کرنے کے جواز کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایتوں کے اندر اختلاف ہے۔ قرطبی نے آپ سے نقل کیا ہے کہ امیر المومنین کو جنگی قیدیوں کے بارے میں اختیار ہوتا ہے، اگر چاہے تو انہیں قتل کر دے اور اگر چاہے تو فدیہ لے کر چھوڑ دے یا فدیہ لئے بغیر ان سے احسان کر کے انہیں چھوڑ دے اور اگر چاہے تو انہیں غلام بنالے۔ ۳۱۸۔

ابو عبید نے ”کتاب الاموال“ میں اور جصاص رازی نے ”احکام القرآن“ میں

روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عامر نے حضرت ابن عمرؓ کی طرف جب کہ آپ فارس میں تھے اصطخر کے ایک سرکردہ شخص کو بیڑیوں میں جکڑ کر روانہ کر دیا تاکہ آپ اسے قتل کر دیں۔ لیکن آپ نے اسے قتل کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا: ”چونکہ وہ بیڑیوں میں بندھا ہوا ہے اس لئے اسے قتل نہیں کیا جائے گا“ اور پھر سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ تلاوت کی (فاما منابعد واما فداء پھر اس کے بعد یا محض احسان رکھ کر چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر چھوڑ کر دو) ۳۱۹۔ آپ نے اسیر کو بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کرنے کو مکروہ خیال کیا۔ آپ کی رائے تھی کہ مذکورہ بالا سورت کی آیت (فاذا لقیتم الذین کفروا فاضرب الرقاب حتی اذا انختموهم فشدوا الوثاق فاما منابعد واما فداء جب تمہارا مقابلہ کافروں سے ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان کی خوب خوریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو۔ پھر اس کے بعد یا محض احسان رکھ کر چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر چھوڑ دو) سورہ توبہ کی آیت نمبر ۵ کی مانع ہے جس میں ارشاد ہے (فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم‘ مشرکین کو جہاں کہیں بھی پاؤ قتل کر دو) عطاء بن ابی رباح اور حسن بھری نے حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے اختیار کی ہے۔ ۳۲۰۔

یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یہ رائے اس لئے اختیار کی تھی کہ اسلامی سلطنت اس قدر مضبوط ہو گئی تھی کہ اگر وہ ان قیدیوں کو زندہ رہنے دیتی تو اسے ان سے کوئی خطرہ درپیش نہ ہوتا اس لئے کہ ان کی قوم کی کمر توڑ دی گئی تھی۔ اور ان کا خون بایا جا چکا تھا۔ واللہ اعلم

اسراف (فضول خرچی)

- ۱۔ تعریف: حلال کاموں میں حد سے زائد خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔
- ۲۔ اسراف کا حکم: کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں اسراف مکروہ ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: ”میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟“ آپ نے جواب دیا ایسے کپڑے پہنو جن کی وجہ سے نادان لوگ تمہیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھیں اور عقلمند لوگ تم پر نکتہ چینی نہ کریں ”سائل نے پوچھا: ”ایسا لباس کتنے کا ہوتا ہے؟“ آپ

نے فرمایا: ”پانچ درہم سے لے کر بیس درہم تک کا“ ۳۲۱۔

صدقات کے اندر اسراف مکروہ ہے۔ ایک شخص کا اپنا سارا مال صدقہ کر دینا مکروہ ہے ایک عورت نے قسم کھائی کہ اس کا سارا مال مساکین کے لئے صدقہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے صدقہ نہ کرنے کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ کا قسم کفارہ دینے پر اکتفا کر لیا جائے گا ۳۲۲۔ آپ نے شاید یہ مسلک سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۱ کے سبب نزول سے اخذ کیا تھا۔ جس میں ارشاد ہے (ولا تسرفوا ان الله لا يحب المفسرفین اور اسراف نہ کرو اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) اس آیت کے سبب نزول کے سلسلے میں عبدالرزاق نے ابن جریج سے روایت کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے کھجور کے درخت سے کھجور اتروائے اور پھر انہیں صدقہ میں دینا شروع کر دیا حتیٰ کہ ان کے پاس کھجور کا ایک دانہ بھی باقی نہ بچا۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ”قیس بن شماس نے پانچ سو درختوں سے کھجور اتروائے اور سارا پھل غزوہ احد کے دن لوگوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ بھی نہ رکھا۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی ۳۲۳۔

غسل اور وضو کے اندر پانی استعمال کرنے میں اسراف مکروہ ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۳) اور (مادہ غسل نمبر ۴)

میت کی نعش کو خوشبو لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں اسراف کا پہلو ہے (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶ کا جزیع)

اسلام (اسلام)

۱۔ تعریف: اسلام وہ دین ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ دین عقیدہ، شریعت اور اخلاق پر مشتمل ہے

۲۔ ارکان اسلام

شہادتین (توحید و رسالت کی گواہی) کے بعد اسلام کے چار ارکان ہیں یعنی نماز، زکوٰۃ، حج اور روزہ۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا ”آپ جہاد کیوں

نہیں کرتے ”آپ خاموش رہے اور اس کی طرف سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا ”اسلام کی عمارت چار ستونوں پر قائم کی گئی ہے یعنی نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا۔ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا جسے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو۔ رہ گیا جہاد یا صدقہ تو یہ اچھے اعمال میں شمار ہوتا ہے“ ۳۲۳۔

۳۔ زوجین میں نے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے پر دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸)

اشتراط (شرط عائد کرنا)

دیکھئے لفظ شرط

اشربہ (مشروبات)

اشربہ کی دو قسمیں ہیں۔ خمر اور نیزہ۔ ذیل میں ہم دونوں پر گفتگو کریں گے۔

۱۔ خمر (شراب)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ خمر اصل میں اس مشروب کو کہتے ہیں جو نشہ آور ہو اور جسے انگور کے رس یا قلع تر (ہر وہ چیز جس میں خشک کھجور بھگوئی جائے) سے بنایا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا ”خمر کی تحریم ہوئی حالانکہ اس وقت مدینہ میں خمر نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی“ ۳۲۵۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ مدینہ میں انگور کے رس سے بنی ہوئی مشروبات میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی، اس وضاحت کی دلیل وہ روایت ہے جسے نافع نے آپ سے نقل کی ہے آپ نے فرمایا ”خمر کی تحریم نازل ہوئی اس وقت مدینہ میں پانچ مشروبات کا رواج تھا لیکن ان میں انگور کی شراب شامل نہیں تھی“ ۳۲۶۔ یہی نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے ”سکر خمر ہے، بتع شد کا نیزہ ہے، جعہ جو کا نیزہ ہے، مزر باجرے سے ہے، خمر انگور سے ہے اور سکر خشک کھجور سے ہے“ ۳۲۷۔ آپ نے خمر کو انگور اور خشک کھجور سے قرار دیا کسی اور چیز سے نہیں

شعبی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ”خمر پانچ چیزوں سے ہے، خشک

کھجور سے، مہند سے، جو سے، اور شد نیز انگور سے“ ۳۲۸۔ یہ قول دراصل حضرت عمرؓ کا کلام ہے جسکی روایت حضرت ابن عمرؓ نے کی ہے۔ دیگر روایات میں اسکی تصریح موجود ہے ۳۲۹۔

محمد بن سیرین نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا ”میں خشک کھجور پکی مٹی کے ٹکے میں ڈال کر اسے تنور پر رکھا دیتا ہوں“ آپ نے فرمایا ”میں تمہاری یہ بات سمجھ نہیں سکا کہ خشک کھجور پکی مٹی کے ٹکے میں ڈال کر اسے تنور پر رکھ دیتا ہوں، تم خمر نہ پو“ پھر فرمایا: ”ایک علاقے کے لوگ فلاں فلاں چیزوں سے خمر تیار کرتے ہیں اور اس کا نام فلاں رکھ دیتے ہیں، اسی طرح کسی اور علاقے کے لوگ فلاں فلاں چیزوں سے خمر تیار کر کے اس کا فلاں نام رکھ دیتے ہیں، اس طرح کسی اور علاقے کے لوگ کرتے ہیں“ آپ نے اسی طرح پانچ مشروبات گنوانیں۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ان میں سے میں صرف شد، جو اور دودھ یاد رکھ سکا ہوں ۳۳۰۔ دراصل مذکورہ بالا مشروبات جب نشہ آور بن جاتی ہیں تو یہ بھی خمر کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے انہیں خمر کے ساتھ شامل کر کے مجازاً انہیں خمر کا نام دے دیا، خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر نشہ آور مشروب پر خمر کے لفظ کا اطلاق کرتے تھے خواہ یہ مشروب انگور سے تیار کی گئی ہو یا کسی اور چیز سے۔ اگرچہ خمر کے اسم کا اطلاق لغت کے اعتبار سے صرف اس نشہ آور مشروب پر ہوتا ہے جو انگور کے رس سے تیار کی گئی ہو۔

۲۔ نیند

الف۔ تعریف: نیند اس پانی کو کہتے ہیں جس میں خشک کھجور یا اسی قسم کی کوئی اور چیز ڈالی گئی ہو اور اس میں جھاگ نہ پیدا ہوئی ہو، نہ جوش آیا ہو اور نہ ہی نشہ آور بنا ہو۔

ب۔ نیند کا حکم: حضرت ابن عمرؓ چند شرطوں کے ساتھ نیند کا استعمال حلال سمجھتے تھے

۱۔ نیند کے استعمال کی حلت: حضرت ابن عمرؓ خود چند شرطوں کے ساتھ جن کا ذکر ہم

بعد میں کریں گے نیند استعمال کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں: حضرت ابن عمرؓ کے لئے ایک

کوزے میں صبح کے وقت منقہ کے دانے پانی کے ساتھ ڈال دئے جاتے اور آپ رات

کے وقت اسے پی لیتے، اسی طرح شام کے وقت منقی کے دانے کوزے میں پانی کے ساتھ ڈال دئے جاتے اور آپ اگلی صبح اسے پی لیتے، نافع اس کوزے کو صبح شام صاف کرتے اور اس میں کوئی تلچھٹ یا کوئی اور چیز رہنے نہ دیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ ہم اسے شہد کی طرح پیتے ۳۳۱۔

حضرت ابن عمرؓ اس کوزے کو صبح شام دھلواتے اور اس میں تلچھٹ رہنے نہ دیتے اس کی وجہ یہ تھی کہ کوزہ نہ دھونے کی بنا پر تلچھٹ رہ جانے کے سبب مشروب کے اندر تیزی سے نشہ پیدا ہو جاتا اور جھاگ بن جاتی۔

۲۔ نیز کی شرط: نیز کے استعمال کی حلت کے لئے درج ذیل شرطیں ہیں۔

اول۔ نیز کی تیاری خری تیار کرنے والے ظروف میں نہ کی جائے مثلاً دباء (کدو کا خول) مزفت (مٹکا جس پر تار کول مل دیا گیا ہو)، حتم (سبز رنگ کی ٹھلیا)، نقیر (کڑی کی بڑ جسے کھود کر اس میں خری تیار کرتے ہیں) اور مٹی کا بنا ہو ظرف ۳۳۲۔

دوم۔ ایک ہی برتن میں دو چیزیں نہ ڈالی جائیں، حضرت ابن عمرؓ پہلے دو چیزوں سے تیار شدہ نیز پی لیتے تھے خواہ انہیں ایک ہی برتن میں کیوں نہ ڈالا گیا ہو۔ آپ کے لئے زیب یعنی منقی سے مشروب تیار کی گئی، لیکن اس مشروب سے آپ کو لطف نہیں آیا۔ آپ کے حکم پر لونڈی نے اس میں عجمہ (عمدہ کھجور) بھی ڈال دیا۔ ۳۳۳۔ تاہم آپ نے جلد ہی اس قسم کا مشروب ترک کر دیا۔ نافع کہتے ہیں: ”حضرت ابن عمرؓ نے زیب اور خشک کھجور سے نیز تیار کرنے کا حکم دیا لیکن کچھ عرصہ بعد اسے ترک کر دیا“ ۳۳۴۔ آپ نے زیب اور خشک کھجور ملا کر نیز کچی کچی کھجور میں یکجا کر کے نیز تیار کرنے سے روک دیا ۳۳۵۔ اس تبدیلی کا سبب وہ مشروب ہے جسے آپ نے عقبہ بن زیاد کو پلایا تھا۔ عقبہ کہتے ہیں: ”حضرت ابن عمرؓ نے مجھے ایک مشروب پینے کے لئے دیا۔ اسے پی کر میں بمشکل اپنے گھر تک پہنچ سکا۔ اگلے دن صبح آکر میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: ”ہم نے تمہیں تو زیب اور عجمہ سے تیار شدہ مشروب ہی پلایا تھا“ ۳۳۶۔ آپ نے عقبہ سے یہ بات اپنے تاسف کے اظہار کے طور پر نیز معذرت کے انداز میں کہی تھی کیونکہ مذکورہ مشروب پی کر عقبہ پر نشہ کی کیفیت طاری

ہو گئی تھی۔

اس واقعہ نے حضرت ابن عمرؓ کو اس معاملہ کا نئے سرے سے جائزہ لینے پر مجبور کر دیا جس کے نتیجے میں آپ کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے غلیظین (ایسا مشروب جس میں دو چیزیں ڈالی گئی ہوں) کے استعمال سے منع فرمایا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: ”کیا میں خشک کھجور اور زبیب کو یکجا کر دوں؟“ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ اس نے وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: ”حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے“ اس نے اس کی وجہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا: ”ایک شخص پر نشہ طاری ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اسے حد لگائی اور حکم دیا کہ اس کے مشروب کی چھان بین کی جائے، پتہ چلا کہ اس کا مشروب خشک کھجور اور زبیب سے تیار ہوا تھا اس پر حضور ﷺ نے خشک کھجور اور زبیب یکجا کرنے سے منع فرمادیا اور حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک سے الگ الگ مشروب تیار کیا جائے“ ۳۳۷۔

سوم۔ تیار شدہ نیب پینے والے کے اندر نشہ پیدا نہ کرے۔ اگر نیب نشہ آور بن جائے تو اسے پینا حرام ہو جائے گا خواہ اس کی مقدار قلیل ہو یا کثیر کیونکہ اس صورت میں وہ خمر بن جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہر نشہ آور چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے“ ۳۳۸۔ نیز فرمایا: ”خمر تو حرام ہے اس کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں، اس کے علاوہ دیگر مشروبات تو ہر نشہ آور مشروب حرام ہے“ ۳۳۹۔ ایک شخص نے آپ سے عرض کیا مجھے کھانا ہضم نہیں ہوتا تھا۔ میں نے گھردالوں سے کہا کہ وہ میرے لئے اس گھڑے میں نیب تیار کر دیں۔۔۔۔۔۔ اس نے گھڑے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔۔۔۔ تاکہ یہ نیب میرا کھانا ہضم کر دے“ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ”میں تمہیں ہر نشہ آور مشروب سے خواہ قلیل ہو یا کثیر روکتا ہوں اور اس بات کے لئے اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں“ آپ نے اپنی یہ بات تین دفعہ فرمائی ۳۴۰۔ حکیم بن الرقاقؒ سے مروی ہے کہ: ”میں اور ضحاک کا آزاد کردہ غلام قیس ہم دونوں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے۔ ہم نے آپ کو جمرہ کے مقام پر پایا اور آپ مکہ جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ قیس نے کہا: ”الحمد للہ کہ ہمیں آپ کی

زیارت نصیب ہوئی، آپ نے حضور ﷺ کی زیارت کی ہے اس لئے آپ کی زیارت میں برکت ہے، اگر آپ رواجی کی حالت میں نہ ہوتے تو ہم آپ سے مسئلہ پوچھتے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمہیں جو پوچھنا ہے پوچھو“ اس پر قیس نے کہا: ”ایک شخص ہے جو بیت اللہ حج اور عمرہ کے لئے چالیس برسوں تک آتا جاتا رہا۔ جب وہ اپنے گھر واپس جاتا تو گھروالے اس کے لئے زیب سے نیب تیار کرتے۔ نیب کی کیفیت یہ ہوتی کہ اگر اس میں پانی ملایا جاتا تو اس کی شدت میں کمی نہ آتی اور اگر اسی حالت میں اسے پی لیتا تو نشہ طاری ہو جاتا“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میرے قریب آؤ“ جب قیس آپ کے قریب گیا تو آپ نے اس کے سینے پر زور سے مکا مارا جس سے وہ الٹ کر گر پڑا اور پھر فرمایا: ”تم ہی وہ شخص ہو، تمہارا نہ کوئی حج ہوا اور نہ ہی تمہیں کوئی شرف حاصل ہوا“ اس پر قیس نے کہا: ”میں نے آپ سے یہ مسئلہ اپنے ہی بارے میں پوچھا تھا خدا کی قسم، آئندہ میں اس کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھوں گا“ ۳۴۲۔ آپ نے فرمایا: ”تم اس وقت تک رس پی سکتے ہو جب تک اس رس کو اس کا شیطان اپنی گرفت میں نہ لے لے“ اس نے پوچھا کہ شیطان کب گرفت میں لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”تین دن کے بعد“ یا فرمایا: ”تین دنوں کے اندر“ ۳۴۳۔

۳۔ خمریز نشہ آور نیب کا حکم

لف۔ ان کا استعمال: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خمر کا استعمال خواہ قلیل ہو یا کثیر حلال نہیں ہے کیونکہ ارشاد باری ہے (انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازالام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه یہ شراب اور جو اور یہ آستانے اور پانے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو) پرہیز یعنی اجتناب سے مراد قلیل اور کثیر مقدار کی تحریم ہے۔ خواہ پی کی نشہ آئے یا نشہ نہ آئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص شراب پی لے اور اس پر نشہ طاری نہ ہو تو جب تک اس کے معدے یا رگوں میں اس کا کوئی بھی حصہ موجود ہو گا اس وقت تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر اسی حالت میں مرجائے تو کافر ہو کر مرے گا۔ اگر اسے نشہ آجائے تو چالیس دنوں تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی اور اگر نشہ کی حالت میں مرجائے تو کافر

ہو کر مرے گا“ ۳۳۳۔

جہاں تک حمیر یعنی رس کا نیز نیذ کا تعلق ہے تو پہلے گذر چکا ہے اسے پینا اس وقت تک جائز ہوگا جب تک وہ نشہ آور نہ بنے، نشہ آور بن جانے کے بعد اس کی قلیل اور کثیر مقدار حرام ہو جائے گی خواہ پی کر نشہ آئے یا نشہ نہ آئے، اور اس کی حیثیت خمر جیسی ہو جائے گی۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس پر خمر کے اسم کا اطلاق کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”ہر نشہ آور چیز۔“ اجتنب کرو“ ۳۳۵۔ ہام بن منبہ کہتے ہیں: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے نیذ کے بارے میں پوچھا کہ: ”ابو عبدالرحمن! آپ اس مشروب کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”ہر نشہ آور مشروب حرام ہے“ میں نے عرض کیا: ”اگر میں شراب پی لوں اور مجھے نشہ نہ آئے تو کیا حکم ہوگا؟“ آپ نے فرمایا ”ادہ، ادہ، شراب،“ کا کیا سے کیا بن گیا“ آپ پر غصہ طاری ہو گیا۔ میں ذرا پرے ہو گیا حتیٰ کہ آپ کا غصہ اتر گیا، پھر میں نے عرض کیا: ”ابو عبدالرحمن! جن حضرات کو میں جانتا تھا ان میں سے آپ ہی باقی رہ گئے ہیں، آپ کے پاس کوئی شخص سواری پر آتا ہے اور آپ سے ایک بات دریافت کرتا ہے، وہ آپ کی آدمی بات یاد رکھتا ہے اور پھر اسے ساری دنیا میں یہ کہہ کر پھیلا دیتا ہے کہ ”ابن عمرؓ نے یہ کہا، ابن عمرؓ نے یہ کہا“ اس پر آپ نے مجھ سے پوچھا کہ: ”کیا تم عراقی ہو؟“ میں نے نفی میں جواب دیا، آپ نے پوچھا: ”تمہارا تعلق کس علاقے سے ہے“ میں نے عرض کیا کہ میں اہل یمن میں سے ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”خمر یعنی شراب تو حرام ہے، اس کے استعمال کی کوئی گنجائش نہیں، اس کے سوا دیگر مشروبات تو ہر نشہ آور مشروب حرام ہے“ ۳۳۶۔

ب۔ شراب یعنی خمر کی تیاری، اسکی فروخت اور اسے پلانے کا حکم۔

خمر کی خرید و فروخت اور اس سے حاصل ہونے والے ثمن کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اہل عراق میں سے کچھ افراد نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: ”ابو عبدالرحمن! ہم انگور اور کھجور خرید کر رس نکالتے اور شراب بنا کر فروخت کر دیتے ہیں“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں تم پر اللہ کو، اس کے فرشتوں کو اور سننے والے تمام جن و انس کو

گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں تمہیں نہ تو اس کی فروخت کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی خرید کا اور نہ اس بات کا کہ تم اسے 'نچوڑو' اسے پیو اور اسے پلاؤ کیونکہ یہ سب گندے شیطانی کام ہیں" ۳۴۔ آپ سے ایک مرتبہ خمر کی فروخت کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: "اللہ تعالیٰ یسود کو تباہ کرے" ان پر چربی حرام کر دی گئی انہوں نے چربی کا استعمال حرام رکھا لیکن اس کی فروخت اور حاصل شدہ ثمن کا استعمال حلال کر لیا، اللہ تعالیٰ نے خمر حرام کر دیا ہے اس لئے اس کی بیع بھی حرام ہے اور اس سے حاصل شدہ ثمن کا استعمال بھی حرام ہے" ۳۵۔

ج۔ زیب و زینت کے لئے خمر کا استعمال:

زیب و زینت کے لئے بھی خمر کا استعمال جائز نہیں ہے مثلاً اس کے ذریعے بالوں کو سنوارنا وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ عورتیں اپنے بال سنوارنے کے لئے خمر استعمال کرتی ہیں۔ آپ نے ایسا کرنے سے انہیں روکا اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان کے سروں پر کنکر پتھر ڈالے" ۳۶۔

د۔ دوا کے طور پر شراب کا استعمال: حضرت ابن عمرؓ دوا کے طور پر شراب کے استعمال کو مباح قرار نہیں دیتے تھے۔ خواہ یہ استعمال انسان کے لئے ہو یا جانور کے لئے۔ آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ ایک شخص اپنے جانور کے زخم کا علاج شراب کے ذریعے کرے ۳۷۔ (دیکھئے مادہ مداوی نمبر ۳ کا جز الف)

ه۔ جانور کو شراب پلانا۔ آپ اسے بھی مباح قرار نہیں دیتے تھے۔ ایک غلام نے اونٹ کو شراب پلا دی آپ نے اسے پٹائی کرنے کی دھمکی دی ۳۸۔

و۔ ایسے دسترخوان پر بیٹھنا جس پر شراب کا دور چل رہا ہو • (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ہ)

۴۔ نشہ آور مشروبات کے استعمال پر مرتب ہونے والے آثار

اگر آزاد شخص شراب یا دیگر نشہ آور مشروب استعمال کرے تو اسے حد کے طور پر اسی کوڑے لگائے جائیں گے۔ اگر غلام یہ فعل کرے تو اسے چالیس کوڑے لگیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "شراب پینے پر غلام کو اس حد کا نصف لگے گا جو شراب پینے

پر آزاد شخص کو لگتی ہے“ ۳۵۲۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غلام کو شراب کی حد میں اسی کوڑے لگاتے تھے ۳۵۳۔ لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے ۵۔ خمر کا استحالہ یعنی اسے کسی اور مادہ میں تبدیل کر دینا

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر خمر کو کسی اور مادہ میں تبدیل کر دیا جائے جس میں نشہ پیدا کرنے کی صفت نہ ہو تو اس کی فروخت نیز اس کا استعمال حلال ہو جائے گا اور اس سے خمر کے تمام احکامات زائل ہو جائیں گے۔ نافع کہتے ہیں کہ: ”حضرت ابن عمرؓ اس چیز کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جو پہلے خمر ہو اور پھر سرکہ بن جائے“ ۳۵۴۔ (دیکھئے مادہ استحالہ)

اشعار (علامت مقرر کرنا)

۱۔ تعریف: اونٹ کا کوہان ایک جانب سے شق کر دینا نہ اس سے خون بہہ پڑے اشعار کہلاتا ہے

۲۔ کس جانور کا اشعار کیا جائے؟

اشعار صرف اس جانور کا ہوتا ہے جسے ہدی کے طور پر یا نذر کے تحت حرم لے جایا جائے یعنی حرم کے فقراء کے لئے، صرف اونٹ یا گائے کا اشعار ہو گا جسے ہدی قرار دیا گیا ہو ۳۵۵۔

ہدی کا اشعار اور اس کے گلے میں پڑا ہوا پٹہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ جانور ہدی ہے تاکہ چور اور ڈاکو اس سے کوئی تعرض نہ کر سکیں

۳۔ اشعار کا سنت طریقہ: حضرت ابن عمرؓ جب مدینہ منورہ سے کوئی ہدی لے کر چلتے اور ذوالحلیفہ پہنچ جاتے تو اسے وہاں روک لیتے اور اس کا رخ قبلے کی طرف کر کے اس کے گلے میں دو جوتے ڈال دیتے اور پھر اس کے کوہان کے بائیں کنارے کو شق کر دیتے۔ البتہ اگر جانور منہ زور ہوتا اور اس کے بھاگ نکلنے کا خطرہ ہوتا یا کوہان کے بائیں کنارے کو شق کرنے میں دشواری ہوتی تو اس کے دائیں کنارے کو یا جو کنارہ بھی میسر ہوتا شق کر دیتے۔ یہ بات مستحب ہے کہ ہدی لے جانے والا شخص خود اپنے ہاتھوں

سے اشعار کرے اور اشعار کرتے وقت ”بسم اللہ واللہ اکبر کہے“ ۳۵۶۔

۴۔ اشعار کا حکم: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ہدی کا اشعار واجب ہے۔ آپ کا قول ہے: ”ہدی صرف وہی جانور ہے جس کے گلے میں پٹہ ڈالا گیا ہو“ اشعار کیا گیا ہو اور عرفات میں اسے کھڑا کیا گیا ہو“ ۳۵۷۔

اشہاد (گواہی قائم کرنا)۔

۱۔ تعریف: کسی تصرف پر گواہ بنانا اشہاد کہلاتا ہے۔

۲۔ نکاح پر اشہاد: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نکاح کی صحت کے لئے گواہ بنانا شرط نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص گواہوں کی بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح درست ہو جائے گا۔ خود آپ نے گواہوں کے بغیر نکاح کیا تھا ۳۵۸۔ شاید آپ کو اشہاد کے حکم پر مشتمل احادیث نہیں پہنچی تھیں۔ علاوہ ازیں قرآن میں نکاح پر اشہاد کا ذکر نہیں ہے۔

۳۔ رجعت پر اشہاد: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں رجعت پر اشہاد واجب ہے کیونکہ سورہ طلاق کی آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے (فاذابلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف اوفارقوهن بمعروف واشهدواذوی عدل منکم جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو انہیں یا تو معروف طریقے سے روک لو یا معروف طریقے سے جانے دو اور انہوں میں سے دو عادل افراد کو گواہ بنالو) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو ایک یا دو رجعی طلاقیں دی تھیں اس کے بعد آپ ان کے پاس اجازت لے کر جاتے پھر جب ان سے مراجعت کر لی تو اس رجعت پر گواہ بنائے اور پھر بیوی کے پاس گئے ۳۵۹۔

۴۔ مالی معاملات میں گواہی قائم کرنا:

ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بیع پر گواہی قائم کرنے کو واجب تصور کرتے تھے۔ قرطبی نے آپ سے اس بابت کی تصریح کی ہے ۳۶۰۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ جب کوئی چیز نقد فروخت کرتے تو گواہی قائم کر لیتے اور دستاویز تحریر نہ کرتے لیکن اگر

ادھار فروخت کرتے تو دستاویز کے ساتھ گواہی بھی قائم کرتے ۳۶۱۔ جصاص رازی نے اس سے یہ استنباط کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اشاد کو مستحب سمجھتے تھے واجب نہیں قرار دیتے تھے کیونکہ اشاد واجب ہوتا تو دستاویز کے ساتھ اشاد بھی ہوتا اس لئے کہ آیت کے اندر دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔ ۳۶۲۔ جصاص رازی کی جلالت شان اور علمی مرتبہ و کمال کے باوجود ہم ان کی یہ بات تسلیم نہیں کر سکتے اس لئے کہ جب ہم آیت کو حضرت ابن عمرؓ کے فعل کے ساتھ ملاتے ہیں تو ہمیں دونوں کے درمیان کامل مطابقت نظر آتی ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ میں دین کے بارے میں ارشاد ہے (یا ایہا الذین امنوا اذا تدایتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه اے ایمان لانے والو! جب کسی مقررہ مدت کے لئے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اے لکھ لیا کرو) آگے ارشاد ہوا (واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان اور پھر اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کراؤ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہو جائیں) حضرت ابن عمرؓ بھی جب کوئی چیز ادھار یعنی دین کے بدلے فروخت کرتے تو اس دین کی دستاویز لکھ لیتے اور گواہ بھی بناتے۔ اس طرح آپ کا فعل قرآن کے منطوق کے مطابق ہوتا۔ آگے چل کر اسی آیت میں ارشاد ہے (الا ان تکنون تجارة حاضرة تديرونها بینکم فلیس علیکم جناح الا تکتبوا۔ واستشهدوا اذا تبایعتم ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں مگر تجارتی معاملات طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو) حضرت ابن عمرؓ بھی جب کوئی چیز نقد فروخت کرتے تو بیچ پر گواہ بنا لیتے اور دستاویز یعنی رسید نہ لکھتے۔ اس لئے آپ کا نسل آیت کے منطوق کے عین مطابق تھا۔

الاشهر الحرم (حرمت والے مہینے)

۱۔ تعریف: اشہر حرم چار ہیں۔ رجب، ذیقعدہ، ذوالحجہ اور محرم۔

۲۔ اشہر حرم کے احکام۔

جو شخص اشہر حرم میں قتل ہو جائے اس کی دیت میں ایک اور تہائی دیت تک تغلیظ ہوگی (دیکھئے مادہ جناۃ نمبر ۵ جز ب)۔
اشہر حرم کے روزے (دیکھئے مادہ 'صیام' نمبر ۱۲ کا جز ج)۔

اصح (انگلی)۔

نماز میں تشبیک اصالح (انگلیوں کو ایک دوسرے میں پوست کرنا) نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۱ کے جز ج کا جز ۱)۔

سجدے کے اندر انگلیاں کشادہ کرنا نہیں ہے (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۲ کا جز ۲) نماز میں تشہد کے اندر دائیں ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ جز ۲ ط کا جز ۲)۔

اصح (گنجا)۔

جس شخص کے سر کے بال گر چکے ہوں اسے اصح کہا جاتا ہے۔
احرام کھولنے کے لئے گنجا شخص اپنے سر پر استرہ پھرائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۵ کا جز ۵)۔

اضحیۃ (قربانی کا جانور)۔

۱۔ تعریف: اضحیۃ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جسے سنت کی اقسام کی خاطر ایام نحر میں ذبح کیا جائے۔ اضحیۃ کے طور پر ہر اس ہدی کا اعتبار ہوتا ہے جس کی گردن میں پٹہ نہ ڈالا جائے، اشعار نہ کیا جائے اور اے عرفات میں لے جا کر کھڑا نہ کیا جائے ۳۶۳۔

۲۔ اضحیۃ کا حکم: اضحیۃ سنت ہے واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ اضحیۃ حتیٰ یعنی ضروری نہیں ہے لیکن یہ سنت اور نیکی ہے ۳۶۳۔

۳۔ قربانی کن لوگوں کی طرف سے دی جائے گی؟

ایک شخص اپنی طرف سے اور اپنے خاندان کے چھوٹے بڑے افراد کی طرف سے دے گا۔ تاہم حل یعنی جنین کی طرف سے نہیں دے گا جو ابھی پیدا نہ ہوا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ حل کی طرف سے قربانی نہیں دیتے تھے البتہ اپنی بالغ اور نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی دیتے تھے۔ ۳۶۵۔

۴۔ اضحیٰ کے طور پر کون سے جانور درست ہیں؟

الف۔ جانور کی عمر: قربانی کے لئے جذع (سال بھر سے کم کا بکرا بکری، دو سال سے کم کی گائے بھینس اور پانچ سال سے کم کا اونٹ) یا اس سے کم عمر کا جانور درست نہیں۔ بھیڑ اور دیگر جانوروں کی قربانی اس وقت درست ہوگی جب وہ ششی ہوں (پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے بھینس اور ایک سال کی بکری بکرا اور بھیڑ کو ششی کہتے ہیں)

نوٹ: اگر دنبہ یا بھیڑ اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیا جائے تو کچھ فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں احتاف کے نزدیک چھ ماہ کے دنبے اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے۔ اگر بھیڑ یا دنبہ اس طرح کا نہ ہو تو پھر سال بھر کا ہونا چاہئے۔ مترجم

امام مالک نے ”الموطا“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایسی قربانیوں اور جانوروں سے پرہیز کرتے تھے جو ششی نہ ہوتے ۳۶۶۔ آپ نے فرمایا: ”قربانی کے جانوروں نیز گائے اور اونٹ کا ششی یا اس سے زائد عمر کا ہونا ضروری ہے“ ۳۶۷۔ قربانی کے جانوروں کی عمر کے سلسلے میں یہی اصول ہے۔ تاہم قربانی میں چونکہ گوشت مقصود ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ --- جیسا کہ ظاہر ہے --- اس شرط سے اس وقت تجاوز کر جاتے تھے جب آپ ایک سال سے کم عمر والی فریہ بکری اور یک سالہ دہلی بکری میں سے کسی ایک کے انتخاب پر مجبور ہو جاتے۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا: ”مجھے سال بھر سے کم فریہ بکری کی قربانی ایک سال کی سوکھی بکری کی قربانی سے زیادہ پسند ہے“ نیز فرمایا: ”ایک سال سے کم کی موٹی تازی بکری جس کا صدقہ درست ہو قربانی کرنا مجھے دہلی پتلی بکری قربانی کرنے سے زیادہ پسند ہے“ ۳۶۸۔

ب۔ قربانی کے جانور کے اندر گوشت زیادہ ہونا: یہ مستحب ہے کہ قربانی کے جانور کے اندر گوشت زیادہ ہو کیونکہ گوشت مقصود ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ مدینہ منورہ میں قربانی دی۔ آپ نے نافع کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لئے سینگوں والا فریہ مینڈھا خرید لائیں۔ ۳۶۹۔

ج۔ قربانی کے جانور کا ظاہری عیوب سے پاک ہونا: ظاہری عیب والے جانور کی قربانی

مکروہ ہے اس لئے کہ اضحیٰ یعنی قربانی کا جانور ہدیٰ یعنی ہدیہ ہوتا ہے۔ اور ہدیہ کا بہترین حالت پر ہونا پسند کیا جاتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے قربانی کے جانور کے بارے میں مسئلہ دریافت کیا آپ نے جواب میں فرمایا: ”اس جانور سے جو کانا ہو اور اس کا کانا پن واضح ہو“ اس جانور سے جو لنگڑا ہو اور اس کا لنگڑا پن واضح ہو“ اس جانور سے جو دبلا ہو اور اس کا دبلا پن واضح ہو میں پرہیز کرتا اور اسے ناپسند کرتا ہوں“ پھر آپ نے سائل سے کہا: ”تم شاید اسے یعنی قربانی کو حتمی اور ضروری تصور کرتے ہو“ اس نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا: ”میں اسے سنت اور اجر و خیر کا ذریعہ سمجھتا ہوں“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”درست ہے“ ۳۷۰۔

دم کٹنا ہونا ظاہری عیب شمار نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے دم کٹنے جانور کی قربانی کسی کراہت کے بغیر جائز قرار دی ہے۔ ۳۷۱۔

د۔ ز ہونا: قربانی کے لئے جانور کا ز ہونا شرط نہیں ہے۔ مادہ جانور کی قربانی بھی درست ہے اور اس میں کوئی کراہت نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ”مجھے کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو ز اور مادہ کی قربانی کے درمیان فرق کرتا ہو“ میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، بلکہ مجھے تو مادہ جانور قربانی دینا زیادہ پسند ہے“ ۳۷۲۔ آپ نے جواز بیان کرنے کے لئے نیز ممانعت کی نفی کرنے کی خاطر مادہ جانور کی قربانی زیادہ پسند کی تھی۔

ھ۔ حضرت ابن عمرؓ کی پہلے یہ رائے تھی کہ ایک قربانی خواہ بکری کی ہو یا گائے کی یا اونٹ کی، ایک سے زائد افراد کی طرف سے درست نہیں ہوتی ۳۷۳۔ پھر آپ کی ملاقات عامر شعبیؓ سے ہوئی۔ شعبی کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا گائے اور اونٹ سات افراد کی طرف سے کافی ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا گائے اور اونٹ کی سات جانیں ہوتی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”کوف میں حضور ﷺ کے صحابہ نے مجھے یہی فتویٰ دیا ہے“ انہوں نے فرمایا کہ سات افراد کی طرف سے قربانی ہو سکتی ہے۔ حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اسی طرح فرمایا ہے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اوہو“ مجھے یہ بات

معلوم نہ ہو سکی^{۳۷۴}۔ پھر آپ نے توقف کیا اور معاملہ کی چھان بین اور تحقیق و تفتیش میں لگ گئے۔ اور پھر اپنے قول سے رجوع کر لیا اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے دی جاسکتی ہے جب کہ ایک خاندان کی طرف سے دی جائے^{۳۷۵}۔ آپ نے فرمایا: ”قربانی میں جماعت شریک نہیں ہوگی۔ سات افراد کی طرف سے قربانی صرف ایک خاندان میں ہو سکتی ہے^{۳۷۶}۔ بلکہ آپ نے یہ قول اختیار کر لیا کہ ایک پورے خاندان کی طرف سے خواہ اس کے افراد کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، ایک بکری کی قربانی کافی ہے۔ آپ خود اپنی طرف سے اور اہل خاندان کی طرف سے ایک بکری قربانی دیتے تھے اور اس کا گوشت سب مل کر کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے^{۳۷۷}۔ گرچہ آپ کو یہ بات زیادہ پسند تھی کہ خاندان کے ہر فرد کی طرف سے ایک ایک بکری کی قربانی دی جائے^{۳۷۸}۔

۵۔ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا:

الف۔ ذبح سے پہلے فائدہ اٹھانا: اگر کوئی شخص قربانی کا جانور یا ہدی خرید لے تو وہ اس سے باربرداری، سواری اور بل چلانے کا کام لے سکتا ہے یہاں تک کہ اسے ذبح کر دیا جائے^{۳۷۹}۔

ب۔ ذبح کے بعد انتفاع: جب ایک شخص قربانی کا جانور یا ہدی ذبح کر لے تو گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لئے رکھ لے، ایک حصہ اپنے خاندان کے لئے اور ایک حصہ مساکین کو دیدے^{۳۸۰}۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ قربانی کے گوشت کے بارے میں فتویٰ دیتے تھے کہ: ”ایک حصہ تمہارے لئے اور تمہارے خاندان کے لئے، ایک حصہ تمہارے پیڑوسیوں کے لئے اور ایک حصہ مساکین کے لئے“^{۳۸۱}۔ ابو جہل نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”حضرت ابن عمرؓ نے حکم دیا کہ آپ کی قربانی کا تھوڑا سا گوشت رکھ لیا جائے اور باقی گوشت صدقہ کر دیا جائے“^{۳۸۲}۔

ج۔ قربانی اور ہدی کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ ادخار نمبر

د- قربانی کی کھال کی فروخت: یہ جائز ہے کہ قربانی دینے والا اپنی قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کا ثمن صدقہ کر دے ۳۸۳۔ عقبہ بن صعبان کہتے ہیں: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا میں اپنی قربانی کی گائے کی کھال فروخت کر دوں؟ آپ نے مجھے اس کی اجازت دے دی“ ۳۸۴۔

۶- قربانی کا وقت: قربانی کا جانور دسویں ذی الحجہ کو یا اس اگلے دن یا اس سے اگلے دن ذبح کیا جائے گا۔ اس طرح ایام نحر بقرعید کا دن اور اس سے اگلے دو دن ہیں ۳۸۵۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”قربانی یوم الاضحیٰ کے بعد دو دن کی جائے“ ۳۸۶۔ ابو سلمہ نے حضرت ابن عمرؓ سے گیارہویں ذی الحجہ کو پوچھا کہ: ”مجھے آج قربانی کرنے کا خیال ہوا ہے“ آپ نے فرمایا: ”جو شخص چاہے آج قربانی دے دے اور انشاء اللہ کل بھی“ ۳۸۷۔

آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ ایام نحر یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن ہیں ۳۸۸۔

۷- قربانی کرنے کا مقام: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ قربانی اس جگہ دی جائے جہاں لوگ عید کی نماز کے لئے جمع ہوتے ہوں۔ نافع کہتے ہیں: ”حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قربانی دی، آپ نے مجھے سینگوں والا موٹا تازہ مینڈھا خرید کر لانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں اسے عید کے دن عید گاہ میں ذبح کروں“ ۳۸۹۔ اگر آپ حج پر جاتے تو اس جگہ جانور ذبح کرتے جہاں حضور ﷺ نے ذبح کیا تھا ۳۹۰۔

۸- الف- بھیڑ بکریوں اور گائے کو لٹا کر یا بٹھا کر ذبح کیا جائے گا اور اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کیا جائے گا یعنی اس کے حلقوم پر نیزہ مارا جائے گا۔ اس کے پاؤں باندھ دیئے جائیں گے تاکہ بھاگ کھڑا نہ ہو۔ دینار بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے قربانی کا اپنا اونٹ نحر کرنے کے لئے بٹھا دیا ہے۔ اس سے آپ نے فرمایا: ”اسے کھڑا کرو اور اس کے پاؤں باندھ دو“ یہی محمد ﷺ کی سنت ہے“ ۳۹۱۔

ب- قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت ذبح کرنے والا کہے گا ”بسم اللہ واللہ اکبر اللہم

منک والیک، اللہم تقبل منی“ ۳۹۲۔

۹۔ قربانی کے جانور کا بچہ: اگر ایک شخص جانور خرید کر کے قربانی کے لئے اس کا تعین کر دے اور پھر یہ جانور بچہ دے دے تو قربانی کے دن جانور کے ساتھ اس بچے کو بھی ذبح کرے گا ۳۹۳۔

۱۰۔ قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد سر مونڈنا: حاجیوں کے سوا دوسرے لوگوں کے لئے قربانی کا جانور ذبح کرنے کے بعد سر مونڈنا واجب نہیں ہے۔ اگر مونڈ لے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ نافع کہتے ہیں: ”حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ منورہ میں قربانی دی آپ نے مجھے سینگوں والا سونا تازہ مینڈھا خرید کر لانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں اسے عید کے دن عید گاہ میں ذبح کر دوں، چنانچہ میں نے یہی کیا۔ پھر یہ مینڈھا آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسکی ذبح کے وقت سر مونڈ لیا۔ آپ بیماری کے سبب عید گاہ میں جا نہیں سکے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ اگر ایک شخص حج نہ کرے اور قربانی دے تو اس کے لئے سر مونڈنا واجب نہیں“ ۳۹۴۔

اضطجاع (لیٹ جانا)

سنت فجر کے بعد لیٹ جانے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت اس کا اثبات کرتی ہے اور دوسری روایت اس کی نفی کرتی ہے ۳۹۵۔

اعارة (عاریت کے طور پر کوئی چیز دینا)

- ۱۔ تعریف: معاوضہ کے بغیر منافع (جمع منفعت) کی تمیک اعارة کہلاتی ہے۔
- ۲۔ عاریت کا ضامن یعنی تادان: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عاریت کا اصول یہ ہے کہ تلف ہو جانے پر اس کا تادان لازم ہو جائے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”ہاتھ کے ذمے وہ چیز ہے جو اس نے لیا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ادا کر دے“ ۳۹۶۔

حضور ﷺ نے جنگ خنین کے موقع پر جب صفوان بن امیہ سے چند زرہیں

حاصل کیں تو اس نے پوچھا: ”محمدؐ کیا یہ غصب ہے؟“ آپؐ نے جواب میں فرمایا: ”نہیں، بلکہ یہ قابلِ تادان عاریت ہے“ ۳۹۷۔ نیز مستیر اپنے لئے غیر کی مملوکہ چیز لے لیتا ہے تاکہ استحقاق کے بغیر اس سے فائدہ اٹھائے، اسے مذکورہ چیز تلف کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اس لئے حاصل شدہ چیز مضمون یعنی قابلِ ۳۹۸۔ ان ہوگی جس طرح غصب کے اندر ہوتا ہے۔

۳۔ زیورات کا اعارہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ زیورات کی زکوٰۃ یہ ہے کہ عاریت کے طور پر انہیں دیا جائے ۳۹۸۔

۴۔ اعارہ اور العری میں فرق (دیکھئے مادہ عمری نمبر ۲)
اعتاق (آزاد کرنا)

غلامی زائل ہو جانے کو متق کہتے ہیں (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸)

اعتکاف (اعتکاف کرنا)

۱۔ تعریف: تقرب الہی کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں

۲۔ اعتکاف کی جگہ:

الف۔ مردوں کا اعتکاف صرف مساجد میں درست ہوتا ہے اور اعتکاف والی مسجد کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں باجماعت نماز ہوتی ہو ۳۹۹۔

ب۔ اگر کوئی شخص اعتکاف کرے تو اعتکاف کی جگہ میں ٹھہرا رہے۔ وہاں سے نہ نکلے اور کسی چھت کے نیچے نہ آئے۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو چھوٹا یا بڑا خیمہ نصب کر لیتے اور وہیں قضائے حاجت کرتے اور پھر نہ اپنے اہل خانہ کے پاس آتے اور نہ ہی کسی چھت کے نیچے داخل ہوتے ۴۰۰۔

۳۔ اعتکاف میں روزہ رکھنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہوتا آپؐ فرماتے: ”روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں“ ۴۰۱۔ کیونکہ قول باری ہے (وکلوا واشربوا حتی يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من

الفجر، ثم اتموا الصيام الى الليل، ولا تباشروهن وانتم عاكفون في المساجد، نیز راتوں کو کھانا پو یہاں تک کہ تم کو سیاہی شب کی دھاری سے سپیدہ صبح کی دھاری نمایاں نظر آجائے تب یہ سب کام چھوڑ کر رات تک اپنا روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں معکف ہو تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو۔ سورہ بقرہ آیت ۱۸۷)

اللہ تعالیٰ نے روزے کے ساتھ اعتکاف کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روزے کے بغیر کوئی اعتکاف نہیں ۳۰۲۔

اعور (یک چشم)

اعور وہ شخص ہے جس کی ایک آنکھ کی بینائی جاتی رہی ہو
اعور کی آنکھ کی دیت (دیکھئے مادہ جنایہ نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)
کانے جانور کی قربانی کی کراہت (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۴ کا جز ج)

اغناء (بے ہوشی طاری ہو جانا)

۱۔ تعریف: کسی آفت کی وجہ سے حواس کھو بیٹھنا اور بے حس و حرکت ہو جانا اغناء کہلاتا ہے

۲۔ اغناء کے احکام

الف۔ اگر انسان کو اغناء ہو جائے اور کئی دنوں تک جا رہے تو اس دوران رہ جانے والی نمازوں کی قضا اس پر لازم نہیں ہوگی۔ ۳۰۲ ب۔ حضرت ابن عمرؓ پر اغناء طاری ہو گیا اور آپ اپنے حواس کھو بیٹھے تو اس دوران کی نمازیں قضا نہیں کیں ۳۰۳۔ البتہ اس اغناء کی مدت کے بارے میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ پر چوبیس گھنٹے بے ہوشی طاری رہی۔ ۳۰۴۔ دوسری روایت میں ہے کہ دو دن بے ہوش رہے۔ ۳۰۵۔ اور تیسری روایت یہ ہے کہ ایک ماہ تک اغناء کی کیفیت جاری رہی ۳۰۶۔

یہاں یہ احتمال ہے کہ آپ پر ایک سے زائد مرتبہ اغناء کی کیفیت طاری ہوئی میرے نزدیک یہی بات قابل ترجیح ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ پر اغناء دو مرتبہ

طاری ہوا پہلی مرتبہ ایک دن ایک رات جاری رہا جسے بعض لوگوں نے دودن تصور کیا۔ آپ نے اس دوران رہ جانے والی نمازیں قضا نہیں کیں۔ دوسری مرتبہ ایک ماہ اغناء والی کیفیت جاری رہی۔ اس دوران چھوٹ جانے والی نمازیں بھی آپ نے قضا نہیں کیں۔ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتابوں میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پر ایک ماہ اغناء کی کیفیت طاری رہی آپ نے فوت شدہ نمازیں قضا نہیں کیں اور جس دن آپ ہوش میں آئے اس دن کی نمازیں ادا کیں ۴۰۷۔

ب۔ اغناء روزہ دار کے روزے کو فاسد نہیں کرتا (دیکھئے ماہ صیام نمبر ۷ جز ۱)
افتاء (فتوے دینا)

- ۱۔ تعریف: کسی مخصوص مسئلے میں حکم شرع بیان کر دینا افتاء کہلاتا ہے
- ۲۔ فتویٰ کے مصادر: حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور آپ کے پہلو میں ابو الشفاء جابر بن عبد اللہؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: ”ابو الشفاء آپ بصرہ کے فقہاء میں سے ہیں۔ آپ صرف ناطق قرآن یا سنت ماضیہ کے ذریعے فتوے دیا کیجئے“ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو خود بھی ہلاک ہوں گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کریں گے“ ۴۰۸۔ سنت ماضیہ سے مراد حضور ﷺ کی حکم اور غیر منسوخ حدیث ہے یا پہلے گزر جانے والے کسی صحابی یا تابعی کا فتویٰ ہے جس پر عمل جاری رہا ہو۔
- ۳۔ فتویٰ دینے سے گریز کرنا: حضرت ابن عمرؓ علم ہی کی بنا پر فتویٰ دیتے۔ اگر آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا جس کا جواب آپ کو معلوم نہ ہوتا تو فرمادیتے: ”مجھے نہیں معلوم“ اس لئے کہ فتویٰ دینے کا حق اللہ کے دین میں علم کے بغیر کچھ کتنا گمراہ ہونا اور گمراہ کرنا ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت ہوتی ہے جس کے متعلق قائل کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا: ”مجھے اس کا کوئی علم نہیں“ جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ابن عمرؓ نے بہت اچھی بات کہی“ اس سے ایسی بات پوچھی گئی جس کا اسے علم نہیں تھا اس نے کہہ دیا ”مجھے اس کا علم نہیں“ ۴۰۹۔

افاضہ (چل پڑنا)

کسی گروہ کا اپنی جگہ سے آگے کی طرف سے کثیرۃً، میں چل پڑنا افاضہ کہلاتا ہے
طواف افاضہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۶)
عرفات، مزدلفہ اور منی سے افاضہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جز ۱) اور (مادہ حج نمبر ۲۰ کا
جز ۲) اور (مادہ حج نمبر ۳۱)

افراد (جد کرنا)

حج افراد (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳ کا جز الف)

اقالہ (قول ختم کر دینا)

- ۱- تعریف: متعاقبین کی رضامندی سے عقد فسخ کر دینا اقالہ کہلاتا ہے
- ۲- اقالہ کے اندر ثمن: حضرت ابن عمرؓ اس پہلے ثمن پر جس کے تحت خریداری مکمل ہوئی ہو، اقالہ کر لیتا جائز سمجھتے تھے۔ نیز مذکورہ ثمن سے کم پر بھی اقالہ جائز قرار دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں تصور نہیں کرتے تھے کہ مشتری خرید شدہ سامان واپس کر دے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی واپس کرے ۳۱۔ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص اونٹ خریدتا ہے اور پھر اسے واپس کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کے ساتھ ایک درہم بھی واپس کرنا چاہتا ہے آپ نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں“ ۳۲۔ حضرت ابن عمرؓ ثمن میں اس کی کو شاید اس فائدے کے بالمقابل تصور کرتے تھے جو مشتری فروخت شدہ سامان سے اٹھا چکا تھا یا اس امر کے بالمقابل قرار دیتے تھے کہ مذکورہ سامان مشتری کے پاس ہونے کی وجہ سے بائع کے ہاتھ سے اس کی فروخت کا موقعہ نکل گیا تھا۔ اگر سامان کی واپسی پہلے ثمن سے زائد رقم کے بدلے ہو تو اس کے متعلق اقالہ کے باب میں گفتگو کرنے کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ ایک نئی بیع ہوگی

۳- مسلم فیہ (بیع سلم کے معنی) کے بعض حصوں میں اقالہ۔

اس سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے دو روایتیں منقول ہیں۔ ایک روایت کے مطابق آپ اس بات کے عدم جواز کے قائل تھے کہ بیع سلم کے اندر بیع یعنی مسلم فیہ کے کچھ حصے میں بیع کا اقالہ کر لیا جائے اور کچھ لے لیا جائے^{۳۱۲}۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بیع سلم کے اندر تاجیل کی وجہ سے ثمن میں کمی کی جاتی ہے یعنی سلم کے اندر مشتری جو ثمن ادا کرتا ہے وہ حقیقت میں اس ثمن سے کم ہوتا ہے جس کی ادائیگی اگر مال موجود ہونے کی صورت میں ہوتی۔ بنا بریں اگر یہ مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کر لے تو باقی حصہ ثمن کے باقی ماندہ حصے کے بالتقابل اور اس حصے کی منفعت کے بالتقابل رہے گا جس میں اقالہ ہوا ہے۔ یہی وہ علت ہے جو اس بات سے مانع ہے کہ مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کر لیا جائے اور بعض حصہ لے لیا جائے البتہ حاضر بیع کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس بات میں کوئی ممانعت نہیں ہے کہ بیع کے بعض حصے میں اقالہ کر کے اس کا بعض حصہ حاصل کر لیا جائے۔

دوسری روایت کے مطابق آپ کے نزدیک بیع سلم کے اندر بعض مسلم فیہ کا اقالہ اور بعض کو اس کے حصہ ثمن کے بدلے لے لینا جائز ہے^{۳۱۳}۔ اس لئے کہ سلم کا معاملہ مسامت یعنی نرم روی اور نظر انداز کرنے پر مبنی ہوتا ہے اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جزب کا جز ۶

اقامتہ الصلوٰۃ (نماز کی اقامت کہنا)

۱۔ تعریف: مخصوص الفاظ کے ذریعے جماعت شروع ہونے کے اعلان کو اقامت کہتے ہیں

۲۔ اقامت کہنے کی کیفیت

الف۔ اقامت کے الفاظ اذان کے الفاظ کی طرح ہیں۔ بس ”حی علی الفلاح“ کے بعد ”قد قامت الصلوٰۃ“ کا فقرہ اضافی طور پر دو مرتبہ لیا جاتا ہے۔ نیز اذان کے الفاظ دو ہرے ہوتے ہیں لیکن اقامت کے الفاظ اکہرے ہوتے ہیں^{۳۱۴}۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے مؤذن کو اس کا حکم دیتے تھے تاکہ گزرنے والے کو اذان اور اقامت کا فرق معلوم ہو جائے^{۳۱۵}۔

ب۔ اذان کی ادائیگی میں رفتار ست رکھی جاتی ہے جب کہ اقامت کہنے میں تیزی سے کام لیا جاتا ہے حضرت ابن عمرؓ اذان میں ارسال (ٹھہراؤ) سے کام لیتے اور اقامت میں حد (تیزی) کرتے ۴۱۶۔

۳۔ عورت کا اقامت کہنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اقامت کہنا مردوں کے لئے لازم تھا عورتوں پر لازم نہیں تھا اس لئے کہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ آپ فرماتے: ”عورت پر نہ تو اذان ہے اور نہ ہی اقامت ۴۱۷۔“

۴۔ زمین پر اقامت کہنا: جہاں اذان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دور کے افراد کو نماز کے وقت دخول کی اطلاع دی جائے وہاں اقامت سے مقصود نماز شروع ہو جانے کی اطلاع دینا ہے۔ بنا بریں اذان بلند جگہ دینی چاہئے تاکہ آواز دور دور تک پہنچ جائے اور اقامت زمین پر کسی جائے اس لئے کہ اس کے ذریعہ وہاں موجود لوگوں کو جماعت شروع ہونے کی خبر دینا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اکثر اوقات اپنی سواری پر چڑھ کر صبح کی اذان دیتے اور پھر زمین پر اتر کر اقامت کہتے ۴۱۸۔

۵۔ اقامت کہنا کب ساقط ہو جاتا ہے؟

الف۔ اگر ایک شخص اپنے شہر میں ہو اور پھر نماز پڑھنے کا اداء کرے تو اس صورت میں اگر جماعت کی اقامت کسی جاہلی ہو تو اس سے اقامت کہنا ساقط ہو جائے گا اور وہ اقامت کہے بغیر نماز ادا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: ”اگر ایک شخص شہر میں ہو اور جماعت کی اقامت کسی جاہلی ہو تو اس کے لئے یہی اقامت کافی ہو جائے گی“ ۴۱۹۔ یہ امر تو واضح ہے کہ اقامت کا سقوط اس شخص سے ہو گا جو کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھنا چاہے جہاں اقامت ہو چکی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص کسی ایسی مسجد میں نماز پڑھے جہاں اقامت ہو چکی ہو تو جماعت کی اقامت اس کے لئے کافی ہوگی“ ۴۲۰۔ حضرت ابن عمرؓ ایسے مقام پر اقامت نہیں کہتے جہاں اقامت کسی جاہلی ہو ۴۲۱۔

ب۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک فجر کی نماز کے سوا باقی نمازوں کے لئے مسافر سے اذان دینے کا عمل اگرچہ ساقط ہو جاتا ہے تاہم اقامت کہنے کا عمل اس سے کسی

صورت میں بھی ساقط نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر صبح کی نماز کے سوا باقی نمازوں کے لئے صرف اقامت کہتے تھے، البتہ فجر کی نماز کے لئے اذان دیتے اور اقامت کہتے تھے ۴۲۲۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲ کا جز ۱)

۵۔ ہر نماز کے لئے اقامت کی تکرار: دو نمازوں کو جمع کرنے کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ صرف ایک اقامت پر اکتفا کر لینے کے قائل تھے اور ہر نماز کے لئے اقامت کہنے کی ضرورت کے قائل نہیں تھے۔ بیہقی نے اپنی سند کے ذریعے روایت کی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ: ”ہم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ عرفات سے چل پڑے۔ آپ نے مزدلفہ کے مقام پر ہمیں مغرب اور عشا کی نمازیں ایک اقامت کے ساتھ پڑھائیں یعنی مغرب کی تین رکعتیں اور عشا کی دو رکعتیں۔ پھر فرمایا: ”ہمیں بھی حضور ﷺ نے یہ نمازیں اسی طرح پڑھائی تھیں“ ۴۲۳۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف)

الاقامۃ من السفر (سفر کے اندر اقامت کر لینا)

۱۔ تعریف: سفر کے اندر اقامت یہ ہے کہ کسی شہر میں قیام کی نیت کر لی جائے اور وہاں سے سفر کی مسافت تک جانے کا ارادہ نہ کیا جائے۔ قیام کی یہ نیت اتنی مدت کے لئے ہو کہ اس کے ذریعے حکمی طور پر استقرار ہو جائے۔

۲۔ مسافر کو کب مقیم تصور کیا جائے گا؟

الف۔ مسافر کو اس وقت مقیم تصور کیا جائے گا جب وہ اپنے وطن میں داخل ہو جائے جہاں وہ پیدا ہوا ہو اور وہاں سے کوچ نہ کر گیا ہو یا وہ ایسے شہر میں داخل ہو جائے جہاں اس کے اہل و عیال رہتے ہوں اور وہاں اس کا مال بھی ہو ۴۲۴۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۲ کے جز ۱ کا جز ۲)

ب۔ مسافر کو اس وقت بھی مقیم تصور کیا جائے گا جب وہ کسی شہر میں اتنی مدت تک اقامت کی نیت کر لے جس کے ذریعے حکمی طور پر اسے استقرار حاصل ہو جائے۔ اس مدت کی مقدار کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ مدت بارہ دنوں کی ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: ”اگر تم فیصلہ کر لو کہ بارہ دنوں تک قیام کرو گے تو پھر پوری نماز پڑھو“

۳۲۵۔ اگر اس کی اقامت اس سے کم مدت کے لئے ہو تو اسے مقیم تصور نہیں کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ دس دنوں تک مکہ معظمہ میں ٹھہرے رہے اور قصر کرتے رہے۔ ۳۲۶۔

ایک اور روایت کے مطابق یہ مدت پندرہ دنوں کی ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم کسی شہر میں سفر کی حالت کے اندر آؤ اور تمہارے دل میں وہاں پندرہ دن قیام کرنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز ادا کرو“ ۳۲۷۔ مجاہد کہتے ہیں کہ: ”حضرت ابن عمرؓ اگر پندرہ دن قیام کا ارادہ کر لیتے تو چار رکعتیں پڑھتے“ ۳۲۸۔

اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول محمول کیا جائے گا کہ: ”اگر میں کسی جگہ جاؤں تو اس وقت تک دو رکعتیں پڑھتا رہوں گا جب تک قیام کا ارادہ نہ کر لوں“ ۳۲۹۔ اس قول کی وہ تفسیر نہیں ہے جس کا ذکر نووی نے کیا ہے کہ: ”اس وقت تک قصر کرتا رہے جب تک اپنے وطن میں داخل نہ ہو جائے یا اس شہر میں نہ چلا جائے جہاں اس کے اہل اور مال ہوں“ نووی نے شاید اپنی اس تفسیر کی بنیاد عبدالرزاق کی اس روایت پر رکھی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے کہ: ”اگر میں کسی جگہ جاؤں تو اس وقت تک دو رکعتیں پڑھتا رہوں گا جب تک قیام کا ارادہ نہ کر لوں خواہ میں وہاں بارہ دن کیوں نہ قیام کروں“ ۳۳۰۔ میرا خیال ہے کہ عبدالرزاق کی اس روایت کے اندر ایک غلطی واقع ہو گئی ہے یعنی روایت کے آخر سے لفظ ”اتممت“ (نماز پوری پڑھوں گا) ساقط ہو گیا ہے۔ اس لفظ کو شامل کر کے روایت کی شکل یہ ہوگی کہ: ”اگر میں بارہ دن قیام کروں تو نماز پوری پڑھوں گا“ یا اس روایت میں ”اگر میں قیام کروں“ کے الفاظ کا اضافہ ہو گیا ہے۔ ان الفاظ کے بغیر روایت کی صورت یہ ہوگی: ”اگر میں کسی جگہ جاؤں تو میں اس وقت تک دو رکعتیں پڑھتا رہوں گا جب تک بارہ دنوں کے قیام کا ارادہ نہ کر لوں“ واللہ اعلم

ج۔ بارہ یا پندرہ دنوں تک اقامت کی نیت ضروری ہے تاکہ حکمی طور پر اقامت کا تحقق ہو جائے حتیٰ کہ اگر مسافر کسی جگہ اقامت کی نیت کے بغیر مہینوں ٹھہرا رہے اور کہتا رہے کہ ”میں کل یا پرسوں چلا جاؤں گا“ تو وہ مسافر کے حکم میں رہے گا اور اس

کے لئے مقیم کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم سفر کی حالت میں کسی شہر میں آؤ اور تمہارے دل میں وہاں پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو وہاں پوری نماز پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو کہ وہاں سے کب کوچ ہوگا تو پھر قصر کرتے رہو“ ۳۳۱۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ آذربائیجان میں برف باری کی وجہ سے چھ ماہ تک رکے رہے اور قصر کرتے رہے۔ آپ کہتے: ”میں آج چلا جاؤں گا..... میں کل چلا جاؤں گا“ ۳۳۲۔

۳۔ اقامت کے آثار: اقامت کی بنا پر مسافر کو حاصل ہونے والی تمام شرعی رخصتیں ساقط ہو جائیں گی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳)

اقرار (اقرار کرنا)

- ۱۔ تعریف ملک کا اپنے اوپر عائد شدہ کسی حق کا اعتراف کر لینا اقرار کہلاتا ہے۔
- ۲۔ غلام کا اعتراف: اگر غلام اپنے اوپر کسی مالی حق کا اقرار کر لے تو اس پر اقرار کی بنا پر گرفت نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ کسی مال کا مالک نہیں ہوتا۔ اپنی ذات پر اس کا اقرار دراصل اپنے آقا پر اقرار ہوتا ہے اور غیر پر اقرار درست نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اقرار ایسی جہت ہے جو اقرار کنندہ کی ذات تک محدود رہتی ہے۔ البتہ اگر غلام اپنی ذات پر کسی حد کا اقرار کر لے تو اس اقرار کی بنا پر اس اس پر گرفت ہوگی اور اس پر حد جاری کر دی جائے گی۔ ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ طارق نے ثعلب شامی کو مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ اس کے پاس ایک غلام لایا گیا جس پر چوری کا الزام تھا۔ جب اس کی پٹائی کی گئی تو اس نے چوری کا اقرار کر لیا۔ ثعلب نے حضرت ابن عمرؓ سے اس بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا: ”جب تک وہ مسروقہ مال لا کر پیش نہ کر دے اس وقت تک اس کا ہاتھ نہ کاٹو“ کیونکہ اس نے تمہاری پٹائی کے بعد اقرار کیا ہے“ ۳۳۳۔

- ۳۔ آزاد کا اعتراف: اگر آزاد شخص اپنی ذات پر کسی مالی یا غیر مالی حق کا اقرار کر لے تو اس پر اس اقرار کی بنا پر گرفت کی جائے گی خواہ وہ تندرست ہو یا بیمار۔ اس سے اس کے اقرار میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے

کہ: ”اگر مریض اپنے مرض کے دوران کسی شخص کے حق میں دین کا اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار جائز ہوگا“ ۴۳۴۔

۴۔ اقرار پر اکراہ: اقرار کنندہ پر اقرار حجت بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا یہ اقرار اکراہ سے خالی ہو اس لئے کہ اکراہ تمام قولی تصرفات کو ساقط کر دیتا ہے۔ طارق شامی کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چور کے صرف اقرار پر اس کا ہاتھ کاٹ دینے پر رضامند نہ ہوئے کہ اس کا یہ اقرار پٹائی کے اکراہ کے تحت ہوا تھا۔ البتہ اگر کوئی ایسا قرینہ ظاہر ہو جائے جو اقرار کنندہ کے اقرار کی تائید کرتا ہو تو اس صورت میں اقرار کنندہ پر گرفت کی جائے۔ ان قرائن میں سے ایک قرینہ یہ ہے کہ مسروقہ مال چور کے پاس سے برآمد ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حاکم سے کہہ دیا کہ چور جب تک مسروقہ مال ظاہر نہ کر دے اس وقت تک اس کا ہاتھ کاٹا نہ جائے (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۳)

اقعاء (کتے کی طرح سرینوں پر بیٹھنا)

- ۱۔ تعریف: اقعاء یہ ہے کہ بیٹھنے والا اپنے دونوں گھٹنے اور ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے کنارے زمین کے ساتھ ملا کر ایڑیوں پر سرینوں کے بل بیٹھ جائے ۴۳۵۔
- ۲۔ نماز کے اندر اقعاء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر اقعاء کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ یہ اقعاء قعدہ کے اندر کیا جائے یا تشد کے لئے بائیں کے اندر عمل میں لایا جائے ۴۳۶۔ لیکن جب آپؐ بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تو نماز کے اندر دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ میں اقعاء کرنے لگے تاہم اپنے اس عمل کی پیروی سے لوگوں کو روکتے رہے۔ بغوی نے ”شرح السنہ“ کے اندر ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر دونوں سجدوں کے درمیان اقعاء کرتے تھے۔ آپؐ نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ ”اقعاء کے اندر میری پیروی نہ کرنا“ میں بڑھاپے کی بنا پر ایسا کرتا ہوں“ ۴۳۷۔

اکتھال (سرمہ لگانا)

- ۱۔ تعریف: آنکھوں میں سرمہ ڈالنے کو اکتھال کہتے ہیں۔ سرمہ ایسا مادہ ہے جو رقیق نہیں ہوتا اور اسے آنکھوں میں دوا وغیرہ کے طور پر لگایا جاتا ہے۔

۲- اکتھال کے آثار۔

روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا جائز ہے اور اس کی وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ جز ۱)

محرم کے لئے حالت احرام میں دوا وغیرہ کے طور پر سرمہ لگانا جائز ہے بشرطیکہ سرمہ میں کسی خوشبو کی ملاوٹ نہ ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۷ کا ۳)

زیب زینت کے لئے مرد اور عورت کے واسطے سرمہ کا استعمال جائز ہے (دیکھئے حوالہ بالا)

عدت والی عورت کا اکتھال: اگر وفات کی عدت ہو تو عدت والی بیوہ کے لئے زینت کی خاطر سرمہ کا استعمال ترک کرنا واجب ہے۔ البتہ طلاق کی عدت میں مطلقہ کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ حداد نمبر ۲)

اکتتاز (مال ذخیرہ کرنا)

۱- تعریف: جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو اسے گردش میں لانے سے روک لینے کو اکتتاز کہتے ہیں۔

۲- اکتتاز کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو تو اسے تعامل یعنی گردش میں لانے سے روک لینا مباح ہے۔ یہ حرام اکتتاز نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی گئی ہو وہ کنز یعنی خزانہ نہیں ہوتا خواہ مدفون کیوں نہ ہو اور جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو وہ کنز ہوتا ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ اس مال سے مال کے مالک کو داغا جائے گا خواہ یہ مدفون نہ بھی ہو“ ۳۸۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب)

سورہ توبہ آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں ارشاد باری ہے (والذین یکنزون الذهب والفضہ ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم۔ یوم یحییٰ علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہم وجنوبہم وظہورہم ہذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون دردناک سزا کی خوش خبری دو ان لوگوں کو جو سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے

اور چاندی پر جنم کی آگ دھکائی جائے گی اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پلوؤں اور پیٹھوں کی داغا جائے گا..... یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا، لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو) یہ آیتیں زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ جب زکوٰۃ فرض ہو گئی تو اللہ نے اسے اموال کے لئے طہارت قرار دے دیا^{۳۹}۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے استفسار کا واقعہ بہت مشہور ہے اس کا ذکر ہم نے ”موسوع فقہ عمر“ مادہ زکوٰۃ نمبر ۲ میں کیا ہے

اکراہ (مجبور کرنا)

- ۱۔ تعریف: کوئی کام کرنے یا کسی کام سے باز رہنے پر ناحق مجبور کرنا اکراہ کہلاتا ہے
- ۲۔ اکراہ کے ذرائع: اکراہ کا تحقق چند امور کی بنا پر ہوتا ہے ان کا ذکر درج ذیل ہے۔
- الف۔ جسمانی اذیت جو مکرمہ (اکراہ کی زد میں آنے والے) کے لیے ناقابل برداشت ہو مثلاً پٹائی وغیرہ ثعلب شامی نے ایک شخص کی پٹائی کی جس پر چوری کا الزام تھا اور اس نے چوری کا اعتراف کر لیا لیکن حضرت ابن عمرؓ نے اس کے اس اعتراف کو کوئی حیثیت نہیں دی^{۴۰}۔ (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۳)

ب۔ طویل قید: ”ثابت الاعرج نے روایت کی ہے کہ انہیں قید کر دیا گیا حتیٰ کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ پھر انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے“^{۴۱}۔

ج۔ درج بالا باتوں یعنی جسمانی اذیت اور قید وغیرہ کی کوئی شخص کسی کو دھمکی دے اور اس کا غالب گمان یہ ہو کہ مذکورہ شخص اس کا مطالبہ پورا کرنے سے باز رہنے کی صورت میں اس دھمکی کے تحت اس کا مطالبہ پورا کر دے گا۔ ثابت بن الاحنف یعنی الاعرج سے مروی ہے کہ انہوں نے عبدالرحمن بن زید بن الخطاب کی ام ولد کے ساتھ نکاح کر لیا۔ وہ کہتے ہیں ”مجھے عبداللہ بن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب نے بلا بھیجا۔ میں ان کے پاس اندر چلا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوڑے رکھے ہوئے ہیں اور لوہے کی زنجیریں تیار ہیں (اور دو غلام) وہاں بٹھا دیئے گئے ہیں۔ پھر عبداللہ نے مجھ سے کہا: ”اسے طلاق دے دو ورنہ خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ بدترین سلوک کروں گا“ میں

نے کہا: ”میں اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیتا ہوں“ پھر میں وہاں سے نکلا تو مکہ کے راستے میں مجھے حضرت ابن عمرؓ مل گئے۔ میں نے آپ سے سارا واقعہ بیان کر دیا جسے سن کر آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا ”یہ طلاق نہیں، تمہاری بیوی تم پر حرام نہیں ہوئی، تم اس کے پاس واپس چلے جاؤ“ لیکن مجھے آپ کی بات سے اطمینان نہیں ہوا، میں حضرت عبداللہ بن الزبیر کے پاس آیا۔ وہ ان دنوں مکہ میں تھے اور اس کے امیر تھے، میں نے ان سے سارا واقعہ اور حضرت ابن عمر کا قول نقل کر دیا۔ انہوں نے فرمایا: ”تمہاری بیوی تم پر حرام نہیں ہوئی۔ اس کے پاس چلے جاؤ“ پھر انہوں نے امیر مدینہ جابر بن الاسود الزہری کو مراسلہ بھیج کر حکم دیا کہ عبداللہ بن عمر کو سزا دی جائے اور میری بیوی میرے حوالے کر دی جائے۔ میں مدینہ چلا گیا، حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ نے میری بیوی کو تیار کر کے میرے پاس پہنچا دیا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے علم میں تھی۔ پھر میں نے اپنے ولیمہ پر حضرت ابن عمرؓ کو بلایا چنانچہ آپ ولیمہ میں شریک ہوئے“ ۳۳۲۔

۳۔ اکراہ کے آثار۔

اکراہ پر کئی آثار مرتب ہوتے ہیں جو یہ ہیں۔

الف۔ مکراہ (اکراہ کی زد میں آنے والے) سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔

ب۔ مکراہ کے قولی تصرفات ساقط ہو کر کالعدم ہو جاتے ہیں مثلاً اقرار (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۴) اور طلاق۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مکراہ کی طلاق جائز نہیں ہے“ ۳۳۳۔
گزشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ثابت بن الاحنف پر اکراہ کے وقوع کی وجہ سے عدم طلاق کا فتویٰ دیا تھا۔

عبدالرزاق نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ مکراہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے تھے ۳۳۴۔ ہمارے خیال میں یہ صورت غیر ملعی اکراہ کی ہے (اکراہ کی دو قسمیں ہیں ملعی اور غیر ملعی۔ پہلا اکراہ وہ ہے جس میں جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا خطرہ ہو، دوسرا اکراہ وہ ہے جس میں یہ خطرہ نہ ہو مترجم) جیسا کہ اس واقعہ کے اندر ہوا تھا جس کا ذکر ابن حزم نے کیا ہے کہ ایسا شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: ”فلاں شخص میرے پاؤں پر چڑھ گیا اور کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دو“ چنانچہ

میں نے اسے طلاق دے دی ” حضرت ابن عمرؓ نے بیوی کی طرف اس شخص کے رجوع کو مکروہ قرار دیا ۳۵۔ کیونکہ پاؤں پر چڑھ جانا ملجی اکراہ نہیں ہے اس لئے کہ آسانی سے پاؤں چھڑا لیتا ممکن ہے نیز یہ عمل طویل نہیں ہوتا اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے اسے اکراہ تصور نہیں کیا۔

ج۔ دنیوی سزاؤں کا سقوط: مثلاً حدود اور تعزیرات نیز قصاص۔ عبدالرزاق نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ان کے پاس ایک غلام لایا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے غلام کو کوڑے لگا کر اسے جلا وطن کر دیا لیکن لونڈی کو کوئی سزا نہیں دی اس لئے کہ اس کے ساتھ زبردستی کی گئی تھی ۳۶۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے والد محترم کے اس فعل پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ اس فعل پر رضامند تھے۔

د۔ اکراہ کرنے والے کی تعزیر: اکراہ کرنے والا اپنے فعل پر تعزیر کا مستحق ہوتا ہے ہم نے (مادہ اکراہ نمبر ۲ کے جز ج) میں جو واقعہ بیان کیا ہے اس میں ہم نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے حاکم مدینہ جابر بن الاسود کو مراسلہ بھیج کر عبداللہ بن زید بن الخطاب کو تعزیر کرنے کا حکم دیا کیونکہ انہوں نے ثابت بن الاحنف کو مجبور کیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کو بھی اس بات کی خبر ہو گئی اور آپ نے حضرت ابن الزبیر کے اس حکم پر کوئی تنقید نہیں کی۔

ام (ماں)

ماں اس شخص کی عصبہ ہے جس کا کوئی عصبہ نہیں مثلاً ولد زنا اور لعان کرنے والی عورت کا ولد (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶)

ام الولد (ام ولد)۔ دیکھئے مادہ رق نمبر ۷

امارة (امارت)

۱۔ تعریف: خلافت کو یا سلطنت میں سب سے اعلیٰ عمر والا کو امارت کہتے ہیں

۲۔ امارت کا انعقاد کس طرح ہوتا ہے؟

الف۔ امارت کا انعقاد بیعت کے ذریعے ہوتا ہے۔ بیعت کے لئے حضرت ابن عمرؓ جن

الفاظ کو افضل سمجھتے تھے یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں آپ نے عبد الملک بن مروان کی بیعت کرتے وقت انہیں لکھ بھیجا تھا۔ جب لوگوں نے عبد الملک بن مروان کی بیعت کی تو آپ نے انہیں تحریر کیا: ”امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے نام“ میں امیر المومنین عبد الملک کے لئے اللہ کی سنت اور اللہ کے رسول کی سنت پر حسب استطاعت سب سے طاعت کا اقرار کرتا ہوں اور میرے بیٹے بھی اس کا اقرار کرتے ہیں“ ۴۷۔

ب۔ امارت کا انعقاد استخفاف (جانشین مقرر کرنے) کے ذریعے بھی ہو جاتا ہے۔ جس کے بعد بیعت لی گئی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ امیر المومنین پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کر دے جو اس کے بعد مسلمانوں کے تمام معاملات سنبھال سکے۔ آپ نے اپنے والد محترم حضرت عمرؓ سے اس سلسلے میں بحث کی تھی لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کی یہ رائے قبول نہیں کی۔ امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”میرے پاس حفصہؓ (ام المومنین) آئیں اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، انہوں نے کہا: ”تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد اپنا جانشین مقرر نہیں کر رہے ہیں؟“ میں نے کہا: ”وہ ایسا نہیں کر سکتے“ حضرت حفصہؓ نے کہا: ”وہ ایسا کر رہے ہیں“ چنانچہ میں نے قسم کھالی کہ اس سلسلے میں اپنے والد سے بات کروں گا۔ پھر میں خاموش رہا اور اگلی صبح ہو گئی لیکن میں نے بات نہیں کی۔ میں اپنی قسم کی وجہ سے محسوس کر رہا تھا کہ گویا پہاڑ اٹھائے ہوئے ہوں۔ چنانچہ میں اپنے والد کے پاس گیا، انہوں نے مجھ سے لوگوں کے بارے میں پوچھا اور میں نے انہیں بہت سی باتیں بتائیں، پھر میں نے عرض کیا کہ میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا جس کے متعلق میں نے قسم کھالی کہ آپ سے اس کا ذکر کروں گا، لوگوں کا خیال ہے کہ آپ اپنا جانشین مقرر نہیں کر رہے، اگر آپ کے اونٹوں یا بکریوں کا کوئی چرواہا ہو اور وہ انہیں چھوڑ کر آپ کے پاس آجائے تو آپ سمجھیں گے کہ اس نے یہ مویشی ضائع کر دیئے، لوگوں کی گلہ بانی کا مسئلہ تو اس سے زیادہ اہم اور سنگین ہے“ والد محترم نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور کچھ دیر کے لئے اپنا سر تکیے پر رکھ دیا پھر سر اٹھا کر مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ”اللہ عزوجل اپنے دین کی حفاظت کرے گا۔ اگر میں اپنا جانشین مقرر نہ کروں تو حضور ﷺ نے

بھی اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا۔ اور اگر جانشین مقرر کردوں تو ابوبکرؓ نے بھی اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ جب والد محترم نے حضور ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا تو خدا کی قسم مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کے رسول کے ساتھ کسی کو ہمسر قرار نہیں دیں گے یعنی وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے۔“ ۳۸۔

۳۔ بیعت کے ساتھ وفاداری کا وجوب

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مومن اگر کسی امیر کی بیعت کر لے تو اس کے لئے بیعت توڑ دینا اس وقت تک جائز نہیں ہو گا جب تک وہ مذکورہ امیر سے صریح کفر کا صدور نہ دیکھ لے، نیز یہ کہ وہ اس بیعت کے بعد کسی اور شخص کی بیعت نہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مدینہ نے جب یزید بن معاویہؓ کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیعت کے ساتھ وفاداری کرتے ہوئے ایسا نہیں کیا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کی ہے کہ اہل مدینہ نے جب یزید بن معاویہؓ کی بیعت توڑ دی تو حضرت ابن عمرؓ نے اپنی اولاد اور اپنے خدم و حشم کو جمع کر کے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ”قیامت کے دن ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے گا“ ہم نے اس شخص (یزید بن معاویہؓ) کی اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے مطابق بیعت کی ہے اور میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی غدار نہیں کہ ایک شخص کی اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کے مطابق بیعت کی جائے اور پھر اس کے خلاف جنگ کی جائے، تم میں سے کسی کے بارے میں اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس نے بیعت توڑ کر نئی بیعت کر لی ہے تو یہ بات میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کن بن جائے گی۔“ ۳۹۔ نافع نے روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے یزید کی بیعت ترک کر کے ابن مطیع کو اپنا سردار بنالیا تو حضرت ابن عمرؓ اس کے پاس گئے۔ آپ کو دیکھ کر ابن مطیع نے کہا: ”ابو عبدالرحمن کے لئے نکیہ لاؤ“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”میں تمہارے پاس بیٹھنے کے لئے نہیں آیا۔ میں تمہیں ایک حدیث سنانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: ”جو شخص اطاعت سے دست کش ہو جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے وہ اس طرح پیش ہو گا

کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص ایسی حالت میں مرجائے کہ اسکی گردن میں کوئی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔“ ۴۵۰۔

۴۔ بیعت پر یا امارت سے دست بردار ہونے پر رقم لینا

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلمان کے لئے بیعت پر رقم لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ رشوت ہے۔ اگر بیعت حق پر مبنی ہو تو اس کے لئے حق بات پر اجرت لینا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر بیعت باطل پر مبنی ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ وہ مال کی خاطر ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کرے جو اس کا اہل نہیں ہے۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک لاکھ درہم کی رقم بھیجی اور پھر جب اپنے بیٹے یزید کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تم دیکھ رہے ہو کہ انہوں نے ہم سے کیا چاہا ہے؟۔۔ یعنی یہ مال کے ذریعے بیعت خریدنا چاہتے ہیں۔۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر میرا دین تو بہت ہی سستا ہے“ ۴۵۱۔

نافع کہتے ہیں کہ تحکیم کے دن حضرت ابو موسیٰؓ (حضرت علیؓ کے نمائندے) نے کہا: ”مجھے تو خلافت کے لئے عبداللہ بن عمرؓ کے سوا کوئی اور شخص موزوں نظر نہیں آتا“ حضرت عمروؓ بن العاص (حضرت معاویہؓ کے نمائندے) نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: ”ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا آپ اس بات پر رضامند ہو جائیں گے کہ ہم آپ کو بہت سا مال اس شرط پر دے دیں کہ آپ اس شخص کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جائیں جسے آپ سے بڑھ کر خلافت کی چاہت ہے؟“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ غصہ میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن الزبیرؓ نے آپ کے لباس کا ایک کونہ پکڑ لیا اور کہا: ”ابو عبدالرحمن! عمروؓ بن العاص نے صرف یہ کہا ہے کہ ”آپ مال دیں میں آپ کی بیعت کر لوں گا“ یہ سکر آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم“ میں بیعت کے لئے نہ تو مال دوں گا اور نہ ہی مال لوں گا“ اور نہ ہی مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر میں خلافت قبول کروں گا“ ۴۵۲۔

۵۔ علیحدہ ہو جانے والے باغیوں کی بیعت کی ممانعت

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلمانوں سے علیحدہ ہو جانے والے باغیوں کی

بیعت نہ کی جائے تاکہ بغاوت اور علیحدگی کا قلع قمع ہو جائے اور امت کی وحدت محفوظ رہے، اور اس کے نتیجے میں جب باغیوں کو اپنے ہمنوا نہیں ملیں گے تو لوگ بغاوت سے باز رہیں گے اور بغاوت کا خیال اپنے دل سے نکال دیں گے۔ خوارج کے سردار نافع بن الازرق نے ایک نوجوان کو حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھیج کر آپ سے پوچھا: ”آپ امیر المؤمنین ابن الزبیرؓ کی بیعت کیوں نہیں کرتے؟“ آپ نے جواب دیا: ”خدا کی قسم میں تفرقہ بازی کی خاطر بیعت نہیں کروں گا اور نہ ہی شیرازہ بندی کی خاطر بیعت کرنے سے باز رہوں گا“ ۳۵۳۔

۶۔ حضرت معاویہؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کے درمیان کشاکش کے بارے میں آپ کا موقف۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت غصب کر لی ہے۔ نیز یہ کہ حضرت علیؓ خلافت کے زیادہ حق دار تھے۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”علیؓ بن ابی طالب اور معاویہ بن سفیانؓ کے درمیان تحکیم کے واقعہ کے بعد حفصہ (ام المؤمنین) میرے پاس آئیں، اس وقت ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، میں نے ان سے کہا: ”جو کچھ ہوا تم نے دیکھ لیا، اور مجھے اس معاملہ میں شامل ہی نہیں کیا گیا“ اس پر حضرت حفصہؓ نے کہا: ”جاؤ لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے اس طرح بیٹھ رہنے سے لوگوں میں تارتہ پڑ جائے گا“ پھر جب تک میں چلا نہ گیا حفصہؓ نے مجھے نہیں چھوڑا، جب لوگ ادھر ادھر ہو گئے تو معاویہؓ نے خطبہ دیا اور کہا: ”جو شخص اس معاملہ میں لب کشائی کرنا چاہتا ہے وہ ذرا اپنا سر ہمارے سامنے اونچا کرے، ہم اس امر (خلافت) کے اس سے اور اس کے باپ سے بڑھ کر حقدار ہیں“۔ جب حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات بیان کی تو حبیب بن مسلمہؓ نے کہا: ”آپ نے معاویہؓ کو کیوں جواب نہیں دیا؟“ اس پر آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنے گرد بندھ ہوا پٹکا کھول لیا اور دل چاہا کہ کہ دوں“ اس امر یعنی خلافت کا تم سے بڑھ کر حقدار وہ شخص ہے جس نے تمہارے اور تمہارے باپ کے خلاف اسلام کی خاطر جنگ کی ہے“ لیکن پھر میں ڈر گیا کہ کہیں

ایسا کلمہ نہ کہوں جس کی وجہ سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو جائے، خون بے اور لوگ میری طرف سے کوئی اور بات بیان کرتے پھریں۔ پھر میں نے جنت کے اندر اللہ تعالیٰ کے مہیا کئے ہوئے ثواب کو یاد کیا۔ یہ سن کر حبیب نے کہا: ”آپ نے محتاط رویہ اختیار کیا اور فتنے سے بچ گئے“ ۳۵۴۔

ب۔ ان باتوں کے باوجود جب حضرت معاویہؓ کے قدم جم گئے اور شورش دب گئی تو پھر کسی کے لئے یہ جائز نہ رہا کہ وہ فتنہ کی آگ بھڑکائے اور نئے سرے سے خواریزی کا سامان کر کے مسلمانوں کے درمیان اتار کی پھیلانے خاص طور پر جب کہ امام المسلمین کے خلاف بغاوت کا ہدف حکومت و سلطنت کا حصول ہو۔ حضرت ابن عمرؓ ان باغیوں کا اس کے سوا اور کوئی ہدف تصور نہیں کرتے تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی شامل تھے۔ اس لئے ان باغیوں کی تائید اور ان کے ساتھ تعاون جائز نہیں تھا۔ سعید بن جبیر نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: ”حضرت ابن عمرؓ ہمارے پاس آئے۔ ہمیں امید تھی کہ آپ کوئی حدیث سنائیں گے۔ ہم ایک شخص کے پاس سے گزرے جس کا نام حکیم تھا، اس نے پوچھا: ”ابو عبدالرحمنؓ اس فتنے اور شورش کے اندر ہونے والی جنگ و جدل کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”تمہاری ماں تمہیں روئے، تم فتنہ کے مفہوم سے آگاہ بھی ہو؟ محمد ﷺ مشرکین کے ساتھ قتال کرتے تھے۔ مسلمانوں کا ساتھ دینا۔۔۔ یا یہ فرمایا۔۔۔ مسلمانوں کا دین اختیار کرنا بڑی آزمائش یعنی فتنہ ہوتا۔۔۔ تم جو حکومت اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے جنگ کر رہے ہو یہ فتنہ نہیں ہے“ ۳۵۵۔

حضرت ابن الزبیرؓ کی طرف سے حکومت کے خلاف جنگ کے دوران دو شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور کہا: ”لوگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے، آپ عمرؓ بن الخطاب کے بیٹے اور حضور ﷺ کے صحابی ہیں، آپ نے کیوں خروج نہیں کیا؟“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میرے لئے خروج سے یہ بات مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنے مسلمان بھائی کا خون حرام کر دیا ہے“ اس پر دونوں نے کہا: ”کیا اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ (وقاتلوهم حتی لا تکنون فتنه ویكون الدین لله ان

سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے۔“ آپ نے جواب دیا ہم نے قتال کیا حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہا اور دین اللہ کا ہو گیا اور تم چاہتے ہو کہ ہم لڑیں حتیٰ کہ فتنہ پیدا ہو جائے اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔“ ۵۶۔

ج۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس شورش اور فتنے سے الگ تھلگ رہے۔ آپ نے اپنی تلوار نیام میں کر لی اور اپنا نیزہ توڑ دیا اور سلامتی کو ترجیح دیتے ہوئے خانہ نشین ہو گئے۔ شاید کہ اس طرح مسلمانوں کا خون بہانے سے بچ رہیں۔ آپ کے پاس مختار بگروہوں کے قاصد کثرت سے آتے جاتے رہے اور مطالبہ کرتے رہے کہ تلوار اٹھائیں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں لیکن آپ انکار کرتے رہے یہ لوگ آپ سے قرآنی دلائل کے ذریعے بحث و مباحثہ کرتے رہے اور آپ بھی قرآنی دلائل سے انہیں جواب دیتے رہے اور اس طرح وہ اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ایک شخص آپ کے پاس آکر کہنے لگا: ”اللہ نے اپنی کتاب میں جو بات بیان فرمائی ہے اسے آپ نہیں سنتے؟ اللہ فرماتا ہے (وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بينهما۔ فان بغت احدهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغى حتى تقى الى امر الله۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرادو‘ اس کے بعد اگر ایک گروہ دوسرے پر چڑھ دوڑے تو اس کے خلاف جنگ کرو حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے) اللہ کے اس بیان کے مطابق جنگ کرنے سے کون سی بات آپ کے لئے مانع ہے؟“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”نتیجہ“ اس آیت سے بے خبر رہ کر جنگ نہ کرنا اس سے قبل والی آیت سے بے خبر رہنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے جس میں ارشاد ہے (ومن يقتل مومنا متعمدا فجزاءه جہنم جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے اس کی سزا جہنم ہے) اس شخص نے کہا: ”اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے (قاتلوهم حتى لا تكون فتنة ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے) حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”ہم نے حضور ﷺ کے زمانے میں ایسا کیا تھا جب کہ اسلام کا دائرہ بہت تنگ تھا اور ایک شخص کو اس کے دین کے معاملہ میں آزمائش اور فتنے میں مبتلا کر دیا جاتا تھا اور کافریا تو اسے قتل کر دیتے یا باندھ کر قید میں ڈال دیتے“

حتیٰ کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا اور اس طرح کا کوئی فتنہ باقی نہ رہا۔“ ۳۵۷۔ حضرت ابن عمرؓ اس صورت حال میں یہ رائے رکھتے تھے کہ مسلمان کے لئے ان فتنوں کی جنگ میں حصہ لینا جائز نہیں اور وہ صرف اپنی مدافعت میں جنگ کر سکتا ہے ۳۵۸۔

د۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ نے جب دیکھا کہ بنی امیہ کی حکومت ایک ظالم و جابر حکومت بن گئی ہے اور بعض دفعہ مال دے کر اپنے حق میں لوگوں سے بیعت لیتی ہے مثلاً ہم نے دیکھا کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک لاکھ درہم بھیجا اور بعد میں آپ سے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا، آپ نے اس مطالبہ پر فرمایا: ”میرے خیال میں رقم بھیجنے کا مقصد یہی تھا، پھر تو میرا دین بڑا ہی سستا ہو گیا“ ۳۵۹۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت معاویہؓ کے نمائندے حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک بڑی رقم کی پیش کش کی تاکہ آپ حضرت معاویہؓ کی طرف سے خلافت حاصل کرنے کے معاملہ میں خاموش رہیں (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۴) اسی طرح بعض دفعہ قوت کا مظاہرہ کر کے لوگوں سے اپنے حق میں بیعت لی جاتی تھی حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی خلافت پر لوگوں کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے جب خطبہ دیا تو اپنے آدمیوں کو نکواریں دے کر اجلہ صحابہؓ کے سروں پر کھڑا کر دیا۔ ان میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے اور انہیں حکم دیا کہ ان میں سے جو بھی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دو۔ ۳۶۰۔

حضرت ابن عمرؓ نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت معاویہؓ اور ان کے آدمی کبار صحابہؓ پر ہاتھ اٹھانے سے بھی نہیں چوکتے ان میں خود حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے حتیٰ کہ حضرت معاویہؓ نے منبر رسول پر کھڑے ہو کر قسم کھائی تھی کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کو ضرور قتل کر دیں گے۔

جب حضرت ابن عمرؓ نے بنی امیہ کی حکومت کی یہ تمام کارستانیاں دیکھیں تو فتنہ سے کنارہ کش رہنے کے بارے میں اپنی رائے تبدیل کر لی۔ اور اپنے سابقہ رویے پر نادم ہوئے اور یہ موقت اختیار کر لیا کہ باغی گروہ کے خلاف جائز حکومت کا ساتھ دینا واجب ہے خواہ اس کا نتیجہ جو بھی برآمد ہو اور خواہ باغی گروہ جو بھی ہو۔ ۳۶۱۔

آپ پہلے تو حضرت معاویہؓ کے خلاف حضرت علیؓ کے ساتھ نہ دینے پر نادم ہوئے کیونکہ آپ کی نظر میں حضرت معاویہؓ باغی تھے۔ حبیب بن ابی ثابت نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں فرمایا: ”میرے دل میں صرف ایک بات کا افسوس ہے کہ میں نے علیؓ کے ساتھ ملک کر باغی گروہ کے خلاف کیوں جنگ نہیں کی۔“ ۴۶۲۔

پھر جب بنی امیہ کی حکومت کے قدم جم گئے اور عوام الناس اس حکومت کے ساتھ ہو گئے اور شورش دب گئی اور پھر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ نے خروج کیا تو حضرت ابن عمرؓ دوبارہ اس بات پر نادم ہوئے کہ ابن الزبیرؓ کے خلاف بنی امیہ کا ساتھ کیوں نہیں دیا۔ آپ کے پاس عراق کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ”ابو عبدالرحمن! خدا کی قسم، مجھے اس بات کی شدید چاہت ہے کہ لوگوں کی اس تفرقہ بازی کے معاملہ میں آپ کا طریق کار اختیار کرتے ہوئے حتی الامکان شر سے کنارہ کش رہوں، لیکن جب اللہ کی کتاب میں ایک حکم آیت پڑھتا ہوں تو اس کا مجھ پر بہت اثر ہوتا ہے۔ اس بارے میں میری رہنمائی کیجئے“ آپ نے آیت (وان طائفتان من المومنین اقتتلوا.....الخ) پڑھی ہے، اس آیت کے مفہوم سے مجھے آگاہ کیجئے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمہارا اس آیت سے کیا تعلق، جاؤ یہاں سے چلے جاؤ“ وہ شخص چلا گیا حتی کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”میرے دل میں اس امت کے کسی معاملہ کے بارے میں اتنا صدمہ نہیں جتنا مجھے اس بات کا صدمہ ہے کہ میں نے اس باغی گروہ کے خلاف جنگ نہیں کی جس کا ستم اللہ نے مجھے دیا تھا“ ۴۶۳۔

القطان نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ حمزہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ: ”ہم نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک باغی گروہ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”ابن الزبیرؓ نے ان لوگوں کے خلاف بغاوت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا اور ان کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑ دیا“ ۴۶۴۔

۷۔ سلطان کی چالوسی: حضرت ابن عمرؓ سلطان کی چالوسی اور اس کی خواہشات کی ہمنوائی کو ایک قسم کا تباہ کن نفاق تصور کرتے تھے جس سے کسی خیر کی کبھی امید نہیں کی

جاسکتی۔ آپ سے کچھ لوگوں نے کہا: ”ہم اپنے سلطان اور اپنے امراء کے پاس جاتے ہیں اور ان سے جو گفتگو کرتے ہیں، باہر آکر ہماری گفتگو اس کے خلاف ہوتی ہے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حضور ﷺ کے مبارک عہد میں ہم اسے نفاق تصور کرتے تھے“ ۴۶۵۔

۸۔ سلطان کو نصیحت: حضرت ابن عمرؓ سلطان کو نصیحت کرنا واجب سمجھتے تھے، آپ خود موقع ملنے پر حاکم وقت کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کی ملاقات حضرت معاویہؓ سے ہوئی، انہوں نے آپ سے کہا: ”اگر آپ کو کوئی ضرورت درپیش ہو تو بیان کیجئے“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میری ضرورت اور حاجت یہ ہے کہ آپ کے ارد گرد خون نہ بنے کیونکہ آپ کے کارندے لوگوں کا خون بہا رہے ہیں، نیز اس منبر پر آپ کے سوا کوئی اور نہ بیٹھے نیز یہ کہ آپ آزاد شدہ لوگوں کو ان کے وظائف جاری کر دیں کیونکہ ان کے لئے عمرؓ نے یہ وظائف جاری کر دیئے تھے“۔ ۴۶۶۔

جو شخص حضرت ابن عمرؓ کی اس نصیحت آمیز گفتگو پر غور کرے گا اسے آپ کی یہ گفتگو انتہائی موثر اور مستحکم نظر آئے گی۔

آپ نے فرمایا تھا: ”آپ کے ارد گرد خون نہ بنے“ اس فقرے کے اندر مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی زبردست نصیحت تھی۔ نیز یہ کہ مسلمانوں کا یہ خون اقتدار کی کرسی کی خاطر اس قدر سستے طریقے سے نہ بہایا جائے۔ آپ نے اس قول کے ذریعے حضرت معاویہؓ کے ذہن میں یہ بات اتارنے کی کوشش کی کہ اگر ان کی موت یا کرسی اقتدار سے ان کی دست برداری مسلمانوں کے خون کو محفوظ کر دے تو اس میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح کیا تھا۔

آپ نے فرمایا تھا: ”اس منبر پر آپ کے سوا کوئی اور نہ بیٹھے“ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ حکومت غیروں کے ہاتھوں میں کھلوانا نہ بن جائے اور اسے حاصل کرنا ان برے حاشیہ برداروں کے لئے آسان نہ ہو جو شخص مفادات کی خاطر عام طور پر ہر حاکم اور سلطان کو اپنے گھیرے میں لئے ہوتے ہیں تاکہ یہ نہ ہو کہ اقتدار کی کرسی پر صرف حضرت معاویہؓ کی صورت ہو اور دماغ کسی اور کا کار فرما ہو۔

آپ نے فرمایا تھا: ”نیز یہ کہ آپ آزاد شدہ لوگوں کو ان کے وظائف جاری کر دیں“ یہ کہہ کر آپ نے توجہ دلائی تھی کہ تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی جائے اور اسلامی سلطنت کی آمدنی سے تمام لوگ فائدہ اٹھائیں۔ یہ آمدنی صرف ایک مخصوص گروہ کے لئے مختص نہ کر دی جائے۔

۹۔ سلطان کی طرف سے زکوٰۃ کی وصولی (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱۰)
سلطان کا اپنی رعایا میں سے کسی فرد کو ہدیہ بھیجنا (دیکھئے مادہ جہ نمبر ۵ کا جزب)

امامتہ (امامت)

نماز کی امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کا جزب)

امان (امان دینا)

۱۔ تعریف: برسرِ پیکار دشمن کے بعض افراد کی اس طرح حمایت کو امان کہتے ہیں جس کے تحت ان کی جان و مال اور عزت و آبرو نیز ان کے دین پر دست درازی نہ کی جاسکے۔

۲۔ امان دینے کا حق کسے حاصل ہوتا ہے؟

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ہر مسلمان کو خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت امان دینے کا حق حاصل ہوتا ہے اور دیگر مسلمانوں پر اس کے دینے ہوئے امان کا احترام و التزام لازم ہوتا ہے^{۳۶۷}۔ اس حکم میں اس امر سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ غلام کو اس کے آقا نے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت دی ہو یا اجازت نہ دی ہو^{۳۶۸}۔ اس لئے کہ جسے امان دی جاتی ہے وہ امان دینے والے کے بارے میں نہیں جانتا کہ یہ غلام ہے یا آزاد اور اسے جہاد میں حصہ لینے کی اجازت ملی ہے یا اجازت نہیں ملی ہے۔

امامتہ (امانت)

۱۔ تعریف: امانت یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس اپنی کوئی چیز حفاظت کی خاطر

رکھ دے اور اس حفاظت کی اسے کوئی اجرت نہ دے اور مذکورہ شخص اس وقت تک اس کی حفاظت کرتا رہے جب تک مالک اسے واپس نہ لے لے۔

- ۲۔ امانت کے احکامات: امین پر امانت کی حفاظت لازم ہوتی ہے۔ اگر اس کی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر امانت تلف ہو جائے تو اس پر اس کا تاوان لازم نہیں ہوگا۔ اگر اس کی زیادتی کوتاہی کی وجہ سے امانت تلف ہو جائے تو اس پر اس کا تاوان لازم ہو جائے گا۔ اگر منافع حاصل ہو تو یہ منافع مال کے مالک کا ہوگا۔ بنا بریں اگر کوئی شخص بضاعت کے طور پر مال حاصل کرے (دیکھئے مادہ استبضاع) اور پھر خلاف ورزی کا مرتکب ہو تو ضامن قرار پائے گا اور اگر منافع حاصل کرے تو یہ منافع مال کے مالک کا ہوگا ۴۶۹۔
- امین کو امانت کے اندر تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اگر تصرف کرے گا تو ضامن قرار پائے گا۔ اگر اسے منافع حاصل ہو مثلاً بضاعت کا مال فروخت کر دے یا امانت کا جانور اجارے پر دے دے تو یہ منافع مال کے مالک کا ہوگا ایک شخص نے بصرہ کے ایک شخص کے ہاتھ مدینہ کے ایک شخص کو دس دینار بھیجے اس نے اس رقم سے ایک اونٹ خرید لیا اور اسے گیارہ دینار میں فروخت کر دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فتویٰ دیا کہ گیارہ دینار کی یہ رقم مال کے مالک کی ہے اور اگر اونٹ کو کوئی حادثہ پیش آجاتا تو تمہیں اس کا تاوان بھرنا پڑتا ۴۷۰۔
- اجارے پر لی ہوئی چیز مستاجر کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۳)

اناء (برتن)

- ۱۔ دھات کے بنے ہوئے برتن: حضرت ابن عمرؓ تانبے کے برتن ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ اس میں رکھا ہوا پانی گمڑ جاتا تھا اور اس میں ایک خاص بو پیدا ہو جاتی تھی ۴۷۱۔
- یہ بوتانبے کے ساتھ پانی کی تاثیر و تاثر سے پیدا ہوتی ہے اس لئے آپ تانبے کے

پالے میں پانی نہ پیتے اور نہ اس سے وضو کرتے ۴۲۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مکروہ سمجھتے تھے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ ج ۲)

۲۔ نجس مواد سے بنے ہوئے برتن: آپ نجس اشیاء سے ظروف سازی کو مکروہ تصور کرتے تھے مثلاً مردار کی ہڈیوں سے بنے ہوئے برتن۔ اسی لئے آپ ہاتھی کی ہڈی میں تیل رکھنا مکروہ خیال کرتے تھے کیونکہ یہ ہڈی مردار ہوتی ہے ۴۳۔ اسی طرح مردار کی کھال کے کوزے میں تیل وغیرہ رکھنا ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ مردار کی کھال آپ کے نزدیک نجس تھی خواہ اسے کمایا گیا ہو یا کمایا نہ گیا ہو۔ ۴۴۔

حلال اور ذبح شدہ جانوروں کی کھال سے وضو، درپینے کے پانی کے لئے کوزے وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کھال کے بنے ہوئے کوزے یا لکڑی کے بنے ہوئے پیالے کے پانی سے وضو کرتے تھے۔ ۴۵۔

۳۔ برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھانا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا جائے اور پھر اسے وضو کرنے یا پانی پینے کے لئے استعمال کیا جائے۔ آپ ایسے برتن سے وضو نہ کرتے نہ ہی پانی پیتے جس میں چاندی کا کوئی حلقہ ہوتا یا چاندی کا پانی چڑھا ہوتا ۴۶۔ آپ کو اگر اس قسم کے برتن میں پینے کے لئے پانی دیا جاتا تو آپ اسے توڑ دیتے ۴۷۔ (دیکھئے مادہ شرب)

۴۔ ایسے ظروف جس میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی گئی ہے: حضرت ابن عمرؓ دباء (کدو کے خول) مزفت (گھڑا جس پر تار کول مل دیا گیا ہو) حنم (سبز رنگ کی ٹھلیا) نقیر (لکڑی کھود کر اس سے بنے ہوئے برتن) اور مٹی کے بنے ہوئے ہر برتن مثلاً گھڑے وغیرہ میں نبیذ بنانے سے منع کرتے تھے ۴۸۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مٹی کے گھڑے میں بنے ہوئے نبیذ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ آپ نے مٹی کے گھڑے اور کدو کے خول میں بنے ہوئے نبیذ کے استعمال سے منع فرمایا ہے“ ۴۹۔

(دیکھئے مادہ اشربة نمبر ۲ جزب کا جز ۲)

انابتہ (نائب مقرر کرنا)

۱۔ تعریف: کسی تصرف کے اندر اپنی جگہ کسی اور کو مقرر کرنا انابتہ کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ وکالہ)

انسان (انسان)

دیکھئے لفظ آدمی

انعام (مویشی)

۱۔ تعریف: بھیڑ بکریوں کو انعام کہا جاتا ہے، اونٹ اور گائے بھی ان کے ساتھ ملحق ہیں

۲۔ انعام کے احکام:

مویشیوں کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹)

ہدی کے لئے مویشیوں کا تعین (دیکھئے مادہ حدی) نیز تریانی کے لئے ان کا تعین (دیکھئے

مادہ اضحیٰ)

احاب (کچی کھال) دیکھئے لفظ جلد

اہل الکتاب (اہل کتاب)

۱۔ تعریف: یہود و نصاریٰ اہل کتاب کہلاتے ہیں

۲۔ ان کے احکام:

اہل کتاب کے ذی ہونے کا عقد (دیکھئے مادہ ذمہ)

اہل کتاب کے ذبیحہ کا استعمال (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ جز ب)۔ ان کے ذبیحہ کے انغہ

(بکری کا بچہ جو صرف ابھی دودھ پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک مادہ نکالتے ہیں اور

کپڑے میں لت کر دیتے ہیں پھر وہ پیر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے) کا استعمال (دیکھئے مادہ

جہنم)

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی کراہت (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کا جز ب کا ۵)

ایام التشریق (ایام تشریق)

ایام تشریق چار ہیں۔ بقرعید کا دن اور اس کے بعد تین دن۔ ایک روایت کے مطابق بقرعید کا دن اور اس کے بعد دو دن ایام تشریق ہیں ۳۸۰۔

لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔ قرطبی نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۳ میں مذکور ”ایام معدودات“ اور سورہ حج آیت نمبر ۲۸ میں مذکورہ ”ایام معلومات“ کو چار دن یکجا کر دیتے ہیں یعنی یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) اور اس کے بعد تین دن۔ نحر معلوم ہے محدود نہیں ہے۔ اس کے بعد دو دن معلوم و محدود ہیں اور چوتھا دن محدود ہے معلوم نہیں ہے۔ ۳۸۱۔

۲۔ ایام تشریق کی تکبیرات:

الف۔ تکبیر تشریق کی ابتدا یوم النحر کے ظہر کی نماز سے کی جائے گی اور جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی ہر نماز کے بعد یہ تکبیر جاری رکھی جائے گی۔ اس کا اختتام ایام تشریق کے آخری دن فجر کی نماز پر ہوگی۔ ۳۸۲۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق اس کا اختتام ایام تشریق کے آخری دن عصر کی نماز پر ہوگی ۳۸۳۔ لیکن پہلی روایت صحیح ہے۔

ب۔ جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہر نماز کے بعد تکبیر کہی جائے گی۔ تنہا نماز پڑھنے کی صورت میں تکبیر نہیں کہی جائے گی ۳۸۴۔ اس کے علاوہ محرم ہر وقت تکبیر پڑھے گا اور کثرت سے پڑھے گا حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں ایام تشریق کے دوران نمازوں کے بعد ”اپنے بستر پر“ اپنے خیمے میں، اپنی مجلس میں، چلنے کے دوران تکبیر پڑھتے تھے ۳۸۵۔ ج۔ تکبیرات تشریق کے صیفی: اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لا الہ الا اللہ والہ الحمد وهو علی کل شیء قدير۔ ۳۸۶۔

۳۔ ایام تشریق کے روزے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایام تشریق کے روزوں کی ممانعت تھی، صرف حج تمتع کرنے والا یا وہ قارن (حج قرآن کرنے والا) جسے ہدی میسر نہ ہو ان دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”ایام تشریق کے روزوں کے

اجازت نہیں ہے مگر صرف اس کے لئے اجازت ہے جسے ہدی میسر نہ ہوا ہو“ ۳۸۷۔

ابو ایشاء کہتے ہیں کہ ”ہم حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ہمارے پاس کھانا لایا گیا۔ آپ کا ایک بیٹا پرے ہو گیا اور کہا کہ میں روزے سے ہوں، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”کھاؤ، یہ کھانے پینے کے دن ہیں“ ۳۸۸۔

ابن ابی شیبہ روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے یوم النحر کے بعد والے دن کے روزے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اگر چاہو روزہ رکھ لو“ ۳۸۹۔

آپ کے اس قول کو ان روزوں پر محمول کیا جائے گا جو حج تمتع کرنے والا یا حج قرآن کرنے والا جسے ہدی میسر نہ ہو رکھتا ہے۔

ایلاء (ایلاء کرنا)

۱۔ تعریف: اپنی منکوحہ کے ساتھ ہبستری نہ کرنے کی قسم کھانا ایلاء کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق قسم کے بغیر ہبستری ترک کرنا ایلاء ہے۔ جصاص رازی نے کہا ہے کہ یہ ایک شاذ قول ہے۔ یہاں بہ احتمال ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ ہو کہ شوہر پہلے قسم کھائے اور پھر بیوی کے پاس نہ جائے

۲۔ ایلاء کے احکام: اگر مرد قسم کھالے کہ وہ اپنی بیوی سے مطلقاً ہبستری نہیں کرے گا یا چار مہینوں سے کم یا اس سے زائد معلوم مدت تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھالے تو اس صورت میں اگر وہ مقررہ مدت سے پہلے ہبستری کر لے گا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ اگر اس نے چار ماہ سے زائد مدت کے لئے یا مطلقاً ہبستری ترک کرنے کی قسم کھائی ہو اور پھر ہبستری کے بغیر چار ماہ گزر جائیں تو چار ماہ گزرنے کے ساتھ ہی ایک بائن طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ حضرت ابن عمرؓ کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر شوہر

ایلاء کر لے اور پھر واپس نہ ہو حتیٰ کہ چار ماہ گزر جائیں تو یہ ایک بائن طلاق ہوگی“
۴۹۰۔

دوسرے قول کے مطابق چار ماہ گزرنے کے وقت ایلاء کرنے والے کو آگاہ کر کے اسے واپس ہونے یا طلاق دینے پر مجبور کیا جائے گا آپ نے فرمایا ”جو شخص اپنی بیوی سے ایلاء کر لے تو چار ماہ کے اختتام پر اسے آگاہ کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ یا تو واپس آجائے یا طلاق دے دے۔ چار ماہ گزرنے پر اس وقت تک طلاق واقع نہیں ہوگی جب تک اسے آگاہ نہیں کیا جائے گا“ ۴۹۱۔

تیسرے قول کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے اس بارے میں توقف کیا ہے اور اس کے متعلق فیصلے کا اختیار حاکموں کو دے دیا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے کسی کے بارے میں اگر حاکم اپنے اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کرے گا تو اس کا یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ سعید بن جبیر نے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ سے ایلاء کے بارے میں پوچھا کہ آیا یہ طلاق ہے یا طلاق نہیں تو آپ نے فرمایا: ”حکام اس کے متعلق فیصلہ کریں گے“ ۴۹۲۔

ایمان (ایمان لانا)

۱۔ تعریف: اسلامی عقیدے کا اعتقاد رکھنا اور اس کے خلاف کسی عمل کا ارتکاب نہ کرنا ایمان کہلاتا ہے۔

۲۔ لا الہ الا اللہ کا قول

الف۔ لا الہ الا اللہ کا قول جب دل سے نکل کر زبان پر جاری ہو جائے تو یہ انسان کے اندر ایمان کا عنوان بن جاتا ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: ”میں فلاں مقام پر کچھ لوگ میرے خلاف کفر کی گواہی دیتے ہیں“ آپ نے فرمایا: ”تم لا الہ الا اللہ کہہ کر ان کی تکذیب کیوں نہیں کر دیتے“ ۴۹۳۔

ب۔ لا الہ الا اللہ کا کلمہ بہت سے امور کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، یوم آخر اور قضاء و قدر پر ایمان لانا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا

اور اسی طرح کے دیگر امور۔ تاہم جب تک ایک بندہ رسن نہ ہو اور کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا صراحت سے قائل نہ ہو اس وقت تک درج بالا امور پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے کسی طرح فائدہ مند نہیں ہو گا کیونکہ سورہ نور آیت نمبر ۳۹ میں ارشاد باری ہے (والذین کفروا افعالہم کسراب بقیعہ یحسبہ الظلمان ماء حتی اذا جاءہ لم یجدہ شیئا ووجد اللہ عندہ فوافاہ حسابہ واللہ سریع الحساب جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال صحرا کی اس چٹیلی ریت کی طرح ہیں جسے پیاسا پانی سمجھ بیٹھتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا البتہ اس کے پاس اللہ اسے مل جاتا ہے اور وہ اپنا حساب پورا کر لیتا ہے۔ اللہ جلد حساب لینے والا ہے) اسی طرح سورہ فرقان آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہے (وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلنہ ہباء منثورا اور ہم ان کے کئے ہوئے عمل کی طرف متوجہ ہوں گے اور اسے غبار پریشان بنادیں گے)۔ البتہ ایک سوال یہ ہے کہ جہاں ایک طرف لا الہ الا اللہ کے بغیر کوئی عمل فائدہ ضد نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کتنا اچھا کیوں نہ ہوتا ہو، تو کیا لا الہ الا اللہ کے قول اور اعتقاد کے ساتھ کوئی برا عمل نقصان دے سکتا ہے خواہ اس کی برائی کسی درجے کی کیوں نہ ہو؟

حضرت ابن عمرؓ سے یہی سوال کیا گیا تھا اور آپ کا جواب اس شخص کا جواب تھا جو سلامتی کو ترجیح دیتا ہو اور اس کا متلاشی ہو نیز خوش فہمی میں مبتلا ہونے سے باز رہتا ہو اور اسے اپنے سے پرے رکھتا ہو۔ عبدالرزاق نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سے لا الہ الا اللہ کے سلسلے میں پوچھا گیا کہ اس کے ساتھ کیا کوئی عمل نقصان دہ ہو سکتا ہے جس طرح اس کے ترک پر کوئی عمل فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”بھائی، زندہ رہو اور خوش فہمی سے بچو“ ۳۹۳۔

ایمان (جمع یمین یعنی قسم)

دیکھئے لفظ یمین

حرف الالف میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۳۔ احکام القرآن ص ۲۳۹ ج ۳
- ۱۵۔ المحلی ص ۱۹۰، ۲۱۵، ۲۲۴ ج ۸
- شرح السنہ ص ۲۵۳ ج ۸
- الاعتبار فی التاخر والمسخ من الآثار ص ۱۷۱
- ۱۶۔ المحلی ص ۲۱۵ ج ۸
- ۱۷۔ الاموال ص ۷۰
- ۱۸۔ ابوداؤد فی السیوع باب المزارع
- الترمذی فی الاحکام باب المزارع
- التسائی باب المزارع
- المحلی ص ۲۱۲ ج ۸
- شرح السنہ ص ۲۵۳ ج ۸
- الاعتبار ص ۱۷۱
- ۱۹۔ شرح الرزقانی ص ۳۷۵ ج ۳
- ۲۰۔ المغنی ص ۳۹۳ ج ۵
- ۲۱۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۸
- ۲۲۔ المحلی ص ۲۱۵ ج ۸
- ۲۳۔ ابوداؤد باب المزارع
- التسائی فی المزارع باب النخی عن کراء الارض
- ۲۴۔ البخاری فی الحرث والزرع
- مسلم فی السیوع باب کراء الارض بالطعام
- ۲۵۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۸
- ۲۶۔ المحلی ص ۱۳۶ ج ۳

- ۱۔ المجموع ص ۳۴۹ ج ۱
- ۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ب ج ۱
- ۳۔ سنن بیہقی ص ۸۳ ج ۳
- ۴۔ مصنف عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۱۱
- ۵۔ عبدالرزاق ص ۱۹۳ ج ۵
- ۶۔ المغنی ص ۲۶۸ ج ۸
- ۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰، ۲۳۱ ج ۱۰
- سنن بیہقی ص ۲۶۸ ج ۸
- المحلی ص ۱۶۴ ج ۱۱
- شرح السنہ ص ۳۱۷ ج ۱۰
- کتاب الام ص ۲۵۸ ج ۷
- ۸۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷
- ۹۔ سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۶
- ۱۰۔ سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۵
- اسد الغابہ ص ۳۴۱ ج ۳
- سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳
- ۱۱۔ المغنی ص ۵۵۹ ج ۳
- ۱۲۔ حوالہ درج بالا
- ۱۳۔ المغنی ص ۴۶۸ ج ۵
- تفسیر طبری ص ۱۶۴ ج ۲

- عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۱
ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱
کشف الغمہ ص ۷۸ ج ۱
۲۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۵
۲۸۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۵
سنن بیہقی ص ۲۷ ج ۹
۲۹۔ المغنی ص ۴۸۹ ج ۵
۳۰۔ المحلی ص ۱۹۷ ج ۸
۳۱۔ شرح السنہ ص ۲۶۵ ج ۸
۳۲۔ المجموع ص ۷۴ ج ۹
۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱
المغنی ص ۲۹۰ ج ۴
۳۴۔ کشف الغمہ عن الائمہ ص ۹ ج ۲
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱
المغنی ص ۲۹۰ ج ۴
۳۶۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶
۳۷۔ سنن بیہقی ص ۲۸ ج ۶
شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۸
المغنی ص ۴۹۰ ج ۴
۳۸۔ المجموع ص ۴۵۹ ج ۴
۳۸۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ج ۱
سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۳
المحلی ص ۶۷ ج ۵
المغنی ص ۳۲۶ ج ۲
۳۹۔ حاشیہ ظلیوی ص ۲۱۵ ج ۴
البحر الرائق ص ۱۴۳ ج ۳
۴۰۔ بحث ”احتراف“ موسوعہ الفقہ الاسلامی
۴۰۔ ب۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ ج ۶
المحلی ص ۹۸ ج ۸
المغنی ص ۱۶۹ ج ۹
۴۱۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸
سنن بیہقی ص ۳۲۸ ج ۱۰
۴۲۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸
تفسیر قرطبی ص ۲۴۶ ج ۱۲
۴۳۔ الآداب الشرعیہ لابن مفلح ص ۳۰۵ ج ۲
۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ج ۲
۴۵۔ المحلی ص ۷۷ ج ۸، ص ۵۱۹ ج ۹
۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ج ۱
شرح السنہ ص ۳۰۵ ج ۷
المحلی ص ۱۶۶ ج ۷
المغنی ص ۲۶۹ ج ۳
المجموع ص ۱۵ ج ۷
سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۵
۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱
۴۸۔ بخاری فی الحج باب میقات الی المدینہ
مسلم فی الحج باب مواقیح الحج والعمرة

- ۴۹۔ الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
 ۵۰۔ المحلی ص ۷۲ ج ۷
 ۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱
 ۵۲۔ المجموع ص ۲۰۲ ج ۷
 ۵۳۔ الموطا ص ۳۳۱ ج ۱
 سنن بیہقی ص ۲۹ ج ۵
 ۵۴۔ شرح الررقانی ص ۲۴۱ ج ۲
 سنن بیہقی ص ۲۹ ج ۵
 ۵۵۔ الموطا ص ۳۳۱ ج ۱
 سنن بیہقی ص ۳۰ ج ۵
 شرح السنہ ص ۴۲ ج ۷
 المحلی ص ۷۵ ج ۷
 المغنی ص ۲۶۳ ج ۳
 المجموع ص ۲۰۱ ج ۷
 ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ج ۱
 ۵۶۔ المحلی ص ۷۵ ج ۷
 ۵۷۔ المحلی ص ۱۲۵ ج ۷
 ابن ابی شیبہ ص ۱۹۳ ج ۱
 الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
 المغنی ص ۴۰۴ ج ۳
 ۵۸۔ شرح السنہ ص ۵۹ ج ۷
 ۵۹۔ سنن بیہقی ص ۴۰ ج ۵
 المغنی ص ۲۹۰ ج ۳
 ۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ج ۱
 شرح السنہ ص ۹۶ ج ۷
 المجموع ص ۷۳ ج ۸
 ۶۱۔ سنن بیہقی ص ۳۳ ج ۵
 ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱
 ۶۲۔ الموطا ص ۳۲ ج ۱
 شرح السنہ ص ۴۴ ج ۷
 ۶۳۔ المغنی ص ۲۷۲ ج ۳
 ۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱
 ۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ج ۱
 ۶۶۔ بخاری فی الحج باب التلبس عند الاحرام
 المغنی ص ۷۳ ج ۳
 المحلی ص ۸۳ ج ۷
 شرح السنہ ص ۴۷ ج ۷
 ۶۷۔ المحلی ص ۸۵ ج ۷
 ۶۸۔ حوالہ درج بالا
 ۶۹۔ جامع الاصول ص ۸۹ ج ۳
 ۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸ ج ۱
 شرح السنہ ص ۹۶ ج ۷
 ۷۱۔ المغنی ص ۳۸۹ ج ۳
 ۷۲۔ المحلی ص ۹۴ ج ۷
 ۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۳ ج ۱
 ۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸ ج ۱
 ۷۵۔ بخاری فی الحج باب ما لا یلبس الحرم
 مسلم فی الحج باب ما یباح للمحرم

- شرح السنہ ص ۲۳۷ ج ۷
۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ب ج ۱
۷۶۔ ب۔ ابو داؤد فی المناکب باب ما یلبس
الحرم
۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ج ۱
۷۸۔ الحلی ص ۸۱ ج ۷، المجموع ص ۲۶
ج ۷
۷۹۔ ابو داؤد فی المناکب باب ما یلبس
الحرم
ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ج ۱
کشف الغمہ ص ۲۱۹ ج ۱، المغنی ص ۳۰۲ ج ۳
۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ج ۱
سنن بیہقی ص ۵۱ ج ۵
الحلی ص ۲۵۹ ج ۷، المغنی ص ۳۰۴ ج ۳
۸۱۔ سنن بیہقی ص ۵۱ ج ۵
شرح السنہ ص ۲۳۹ ج ۷
۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ج ۱
الحلی ص ۲۵۹ ج ۷
۸۳۔ سنن بیہقی ص ۵۱ ج ۵
شرح السنہ ص ۲۳۹ ج ۷
کشف الغمہ ص ۲۱۹ ج ۱
۸۴۔ الموطا ص ۳۲۶ ج ۱
کتاب الام ص ۲۵۲ ج ۷
شرح السنہ ص ۲۳۹ ج ۷
المغنی ص ۳۰۵ ج ۳
المجموع ص ۲۶۰ ج ۷
۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۰ ب ج ۱
المجموع ص ۲۶۰ ج ۷
۸۶۔ المغنی ص ۳۰۵ ج ۳
۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۷ ب ج ۱
۸۸۔ الحلی ص ۲۵۹ ج ۷
۸۹۔ المغنی ص ۳۲۳ ج ۳
۹۰۔ کتاب الام ص ۲۴۱ ج ۷
ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ج ۱
الموطا ص ۳۲۷ ج ۱
سنن بیہقی ص ۵۴ ج ۵
الحلی ص ۹۲ ج ۷
کشف الغمہ ص ۲۱۹ ج ۱
۹۱۔ سنن بیہقی ص ۵۴ ج ۵
۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱، ۱۸۳ ج ۱
الموطا ص ۳۲۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۴۲ ج ۷
الحلی ص ۹۲ ج ۷
المغنی ص ۳۲۶ ج ۲
۹۳۔ الحلی ص ۹۱ ج ۷
۹۴۔ الموطا ص ۳۲۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۴۲ ج ۷

- ۱۰۶۔ بخاری فی الحج باب من اهل حین استوت به راحلته
۱۰۷۔ السنن ج ۳ ص ۳۲۲ ج ۳، المحلی ص ۲۵۸ ج ۷
۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، المحلی ص ۲۵۸ ج ۷
۱۰۹۔ سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۵
۱۱۰۔ شرح السنہ ص ۲۳۶ ج ۷
۱۱۱۔ سنن بیہقی ص ۶۲ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۱ ج ۱، المحلی ص ۲۵۷ ج ۷، المغنی ص ۳۲۷ ج ۳، المجموع ص ۳۶۰ ج ۷
۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶۰ ج ۱
۱۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۵
۱۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
۱۱۵۔ المحلی ص ۲۳۷ ج ۷، المغنی ص ۲۹۹ ج ۳
۱۱۶۔ سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۵، آثار ابی یوسف نمبر ۵
۱۱۷۔ ابن ابی شیبہ ۱۶۳ ج ۱
سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۳ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۵۹ ج ۷
المجموع ص ۲۵۳ ج ۷
- ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱، ۱۸۳ ج ۱
المحلی ص ۸۲ ج ۷، المغنی ص ۳۲۹ ج ۳
۹۵۔ المغنی ص ۳۷ ج ۳
۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۷۰ ج ۵، المحلی ص ۱۹۷ ج ۷، المغنی ص ۳۰۸ ج ۳، المجموع ص ۲۶۹، ۳۹۱ ج ۷
۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، المحلی ص ۸۲ ج ۷، المغنی ص ۳۱۸ ج ۳، المجموع ص ۲۸۳ ج ۷
۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، المحلی ص ۸۲ ج ۲
۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۵
۱۰۰۔ سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۵
۱۰۱۔ سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۵، المحلی ص ۲۵۷ ج ۷، المغنی ص ۳۲۱ ج ۳
۱۰۲۔ المغنی ص ۳۱۷ ج ۳، المحلی ص ۸۲ ج ۲
۱۰۳۔ بخاری فی الحج باب مالا یلبس الحرم
مسلم فی الحج باب ما یباح للحرم
شرح السنہ ص ۲۳۷ ج ۷
۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳، ۱۸۱ ج ۱
المغنی ص ۳۲۰ ج ۳
۱۰۵۔ المغنی ص ۳۳۱ ج ۳

- ۱۱۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
 ۱۲۰۔ حوالہ درج بالا
 ۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ب ج ۱
 سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
 الحلی ص ۲۴ ج ۷
 المغنی ص ۲۳۰ ج ۳
 ۱۲۲۔ الموطا ص ۳۵۸ ج ۱
 شرح السنہ ص ۲۵۹ ج ۷
 ۱۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
 ۱۲۴۔ الموطا ص ۳۵۰ ج ۱
 المجموع ص ۳۶۱ ج ۷
 ۱۲۵۔ المغنی ص ۳۱۶ ج ۳
 المجموع ص ۲۸۳ ج ۷
 ۱۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۷ ج ۱
 سنن بیہقی ص ۵۵ ج ۵
 المجموع ص ۲۷۶ ج ۷
 کشف الغمہ ص ۲۲۰ ج ۱
 ۱۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ب ج ۱
 ۱۲۸۔ سنن بیہقی ص ۶۸ ج ۵
 ۱۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۷ ص ۶۵ ج ۵
 الحلی ص ۱۹۸ ج ۷
 ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
 ۱۳۰۔ المغنی ص ۳۳۲ ج ۳
 المجموع ص ۲۹۰ ج ۷
 ۱۳۱۔ شرح السنہ ص ۲۵۰ ج ۱
 ۱۳۱۔ ب۔ احکام القرآن ص ۳۰۸ ج ۷
 ۱۳۲۔ المجموع ص ۳۸۰ ج ۷
 المغنی ص ۳۳۲، ۳۵۴ ج ۳
 ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ب ج ۱
 ۱۳۳۔ المغنی ص ۳۳۲ ج ۳
 ۱۳۴۔ جامع الاصول ص ۷۷ ج ۳
 ۱۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۴۲ ج ۴ ابن ابی
 شیبہ ص ۲۰۴ ب ج ۱، الحلی ص ۲۳ ج ۷
 ۱۳۶۔ آثار زبئی یوسف نمبر ۵۱۱
 ۱۳۷۔ آثار زبئی یوسف نمبر ۵۱۳
 ۱۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۵ ج ۱، سنن بیہقی
 ص ۲۶۷ ج ۲، المغنی ص ۱۱ ج ۲
 ۱۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۶ ج ۱، عبدالرزاق
 ص ۴۴ ج ۴
 ۱۴۰۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
 ۱۴۱۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۴
 ۱۴۲۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۴ ابن ابی
 شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱، الحلی ص ۲۴۵ ج ۷
 ۱۴۳۔ المغنی ص ۲۹۸ ج ۳، المجموع ص
 ۳۴۲ ج ۷
 ۱۴۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۷ ب ج ۱
 ۱۴۵۔ عبدالرزاق ص ۴۴۳ ج ۴
 ۱۴۶۔ کشف الغمہ ص ۲۲۱ ج ۱

- ۱۴۷۔ عبد الرزاق ص ۴۳۸ ج ۴، الموطا
ص ۳۵۸ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۷
المجموع ص ۳۳۲ ج ۷، کشف الغمہ ص ۲۲۱ ج ۱
۱۴۸۔ الحلی ص ۲۳۴ ج ۷
۱۴۹۔ الحلی ص ۱۹۷ ج ۷
۱۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱، المجموع ص ۳۳۳ ج ۷، المغنی ص ۲۹۸ ج ۳، شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۷
۱۵۱۔ عبد الرزاق ص ۴۲۵ ج ۴
۱۵۲۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۰۳
۱۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۱ ج ۱
۱۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۰۶ ج ۵
۱۵۵۔ عبد الرزاق ص ۴۲۲ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۱ ج ۱، المغنی ص ۳۳۵ ج ۳
۱۵۶۔ عبد الرزاق ص ۴۲۵ ج ۴، آثار ابی یوسف، نمبر ۵۰۸ الحلی ص ۱۵۶ ج ۹
۱۵۷۔ الحلی ص ۲۲۵ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۷۲ ج ۷، المجموع ص ۴۲۰ ج ۷
۱۵۸۔ عبد الرزاق ص ۳۹۷ ج ۴
۱۵۹۔ عبد الرزاق ص ۴۵۲ ج ۴، تفسیر طبری ص ۳۲ ج ۷
۱۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۷۳ ج ۷، المجموع ص ۴۲۱ ج ۷، الحلی ص ۲۲۱ ج ۷
۱۶۱۔ عبد الرزاق ص ۴۳۸ ج ۴، سنن بیہقی ص ۲۰۴ ج ۵، تفسیر قرطبی ص ۳۱۳ ج ۶، الحلی ص ۲۳۷ ج ۷
۱۶۲۔ الحلی ص ۲۲۹ ج ۷، المغنی ص ۳۳۵ ج ۷
۱۶۳۔ عبد الرزاق ص ۴۲۲ ج ۷
۱۶۴۔ الحلی ص ۲۳۱ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱
۱۶۵۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۳
۱۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱
۱۶۷۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۳
۱۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۰ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۷، احکام القرآن ۲ ج ۲
۱۶۹۔ تفسیر غیری ص ۳۳ ج ۷
۱۷۰۔ عبد الرزاق ص ۴۲۵ ج ۴، المغنی ص ۳۱۲ ج ۳، المجموع ص ۳۳۱ ج ۷
۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵ ج ۱
۱۷۲۔ عبد الرزاق ص ۴۳۲ ج ۴، تفسیر ابن کثیر ص ۳۰۲ ج ۲
۱۷۳۔ عبد الرزاق ص ۴۲۴ ج ۴
الحلی ص ۲۵۰ ج ۷

- ۱۷۳۔ سنن بیہقی ص ۱۸۹ ج ۵
 موسوع فقہ عمرادہ ج
 ۱۷۴۔ سنن بیہقی ص ۱۸۹ ج ۵
 ۱۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۱
 الحل ص ۱۵۱ ج ۵، شرح السنہ ص ۳۲۳ ج ۵
 المغنی ص ۴۳ ج ۲، المجموع ص ۱۶۳ ج ۵
 ۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱، الحل ص ۲۰۳ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۸۷ ج ۷
 تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۱ ج ۱
 ۱۷۷۔ تفسیر طبری ص ۱۲ ج ۲، ابن کثیر ص ۲۳۱ ج ۱
 احکام القرآن ص ۲۷۱ ج ۱
 ۱۷۸۔ تفسیر طبری ص ۱۲ ج ۲
 ۱۷۹۔ تفسیر طبری ص ۱۳۱ ج ۲
 ۱۸۰۔ الموطا ص ۳۶۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۲۰ ج ۵، تفسیر طبری ص ۱۲۸ ج ۲
 ۱۸۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ج ۱
 الحل ص ۲۰۴ ج ۷
 ۱۸۲۔ الموطا ص ۳۶۱ ج ۱، المجموع ص ۲۶ ج ۸
 ج ۸، المغنی ص ۳۶۲ ج ۳، تفسیر قرطبی ص ۳۷۱ ج ۲
 ۱۸۳۔ تفسیر قرطبی ص ۳۷۳ ج ۲
 ۱۸۴۔ تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۲، شرح السنہ ص ۸۳ ج ۷، الحل ص ۲۰۵ ج ۷
 ۱۸۵۔ تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۲
 ۱۸۶۔ الحل ص ۲۰۴ ج ۷
 ۱۸۷۔ تفسیر طبری ص ۱۳۲ ج ۲، الموطا ص ۳۶۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۱۹ ج ۵
 ۱۸۸۔ عبد الرزاق ص ۳۹۶ ج ۷
 ۱۸۹۔ تفسیر قرطبی ص ۱۴۳ ج ۵
 ۱۹۰۔ تفسیر قرطبی ص ۱۷۵ ج ۱۲
 ۱۹۱۔ الحل ص ۲۷۲ ج ۱۱
 ۱۹۲۔ عبد الرزاق ص ۴۴۹ ج ۹
 ۱۹۳۔ عبد الرزاق ص ۴۳۹ ج ۷، تفسیر قرطبی ص ۱۷۵ ج ۱۲، الحل ص ۲۷۱ ج ۱۱
 المغنی ص ۵۳۵ ج ۹
 ۱۹۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۲، کتاب الخراج لابن یوسف ص ۱۹۵
 ۱۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۲
 سنن بیہقی ص ۲۱۶ ج ۸، تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۶ ج ۲، کنز العمال ص ۱۲۸ ج ۲
 ۱۹۶۔ عبد الرزاق ص ۱۳۱ ج ۷
 ۱۹۷۔ شرح السنہ ص ۲۸۵ ج ۱۰
 ۱۹۸۔ عبد الرزاق ص ۴۳۹ ج ۷
 ۱۹۹۔ عبد الرزاق ص ۱۲۴ ج ۷
 ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ج ۱
 کنز العمال نمبر ۴۰۶۰۲، المغنی ص ۲۳۰ ج ۲

- ۸ سنن بیہقی ص ۴۰۸ ج ۲
- ۲۰۰۔ ابن ماجہ المنذری نے ”الترغیب“
- ۲۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۵ ج ۱
- ۲۱۸۔ الموطا ص ۷۳ ج ۲، سنن بیہقی ص
- ۲۱۱ ج ۱، المدونہ ص ۶۱ ج ۱
- کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱، المعنی ص ۳۲۱ ج ۱
- ۲۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ ج ۱
- ۲۲۰۔ سنن بیہقی ص ۳۹۲ ج ۱، ابن ابی شیبہ
- ص ۱۳۳ ج ۱، المحلی ص ۱۳۵ ج ۳
- عبدالرزاق ص ۷۰ ج ۱، المدونہ ص ۶۰
- ج ۱، المعنی ص ۴۲۴ ج ۱، کشف الغمہ ص
- ۷۹ ج ۱
- ۲۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ ج ۱
- ۲۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۱ ج ۱
- احکام القرآن ص ۴۴۴ ج ۳
- ۲۲۳۔ عبدالرزاق کے الفاظ ہیں ”وہ چاہتا
- ہے“ ہم نے المحلی سے اس کی تصحیح کی ہے۔
- ابن ابی شیبہ کی روایت کا بھی یہی مفہوم ہے
- اس میں مذکور ہے ”وہ عمدہ آواز سے اذان
- دیتا ہے“
- ۲۲۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۱، ابن ابی
- شیبہ ص ۳۶ ج ۱، المحلی ص ۱۳۶ ج ۳، کشف
- الغمہ ص ۷۸ ج ۱
- ۲۲۵۔ کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱
- ۲۰۱۔ بخاری شریف، ترمذی شریف
- ۲۰۲۔ عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۲
- ۲۰۳۔ المجموع ص ۴۸ ج ۵
- ۲۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱
- ۲۰۵۔ کشف الغمہ ص ۱۱۹ ج ۱
- ۲۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱
- ۲۰۷۔ حوالہ مذکورہ بالا
- ۲۰۸۔ بخاری فی الاضاحی، مسلم فی الاضاحی
- ۲۰۹۔ حوالہ مذکورہ بالا، نیز ترمذی فی
- الاضاحی نمبر ۱۵۰۹، المعنی ص ۶۳۳ ج ۸
- ۲۱۰۔ جامع الاصول نمبر ۱۶۷۹
- ۲۱۱۔ موسوعہ فقہ عمرہ مادہ ادخار نمبر ۳
- ۲۱۲۔ ابوداؤد، نسائی فی الاذان
- باب رفع الصوت بالاذان
- ۲۱۳۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۴
- ۲۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۵ ج ۱
- ۲۱۵۔ سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۱
- کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱
- المعنی ص ۴۲۱ ج ۱
- ۲۱۶۔ عبدالرزاق ص ۱۲۷ ج ۳

- ۲۲۶۔ المغنی ص ۴۲۳ ج ۱
- ۲۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۳ ب ج ۱
- عبدالرزاق ص ۴۷۰ ج ۱
- ۲۲۷۔ ب۔ سنن بیہقی ص ۴۲۴ ج ۱
- ۲۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱
- ۲۲۹۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱
- ۲۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ب ج ۱، شرح السنہ ص ۲۵۵ ج ۲
- ۲۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ب ج ۲
- ۲۳۲۔ حوالہ درج بالا، نیز عبدالرزاق ص ۴۷۳ ج ۱، شرح معانی الآثار ص ۸۶ ج ۱
- ۲۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ج ۱
- ۲۳۴۔ حوالہ درج بالا
- ۲۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱
- الحلی ص ۱۶۰ ج ۳
- ۲۳۶۔ ابو داؤد، ترمذی فی العلۃ باب التوب، المغنی ص ۴۰۸ ج ۱، المجموع ص ۴۷۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۴۷۵ ج ۱
- شرح السنہ ص ۲۶۶ ج ۲
- ۲۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۲۸ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۲
- ۲۳۸۔ الحلی ص ۱۶۲ ج ۳
- ۲۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ ج ۲، بخاری شریف باب الرختہ فی المکر
- مسلم شریف باب الصلوۃ فی الرجال
- ابو داؤد باب التخلت عن الجماع
- ۲۳۰۔ المغنی ص ۱۶۵ ج ۱
- ۲۳۱۔ المغنی ص ۶۵۲ ج ۲
- ۲۳۲۔ شرح السنہ ص ۳۵۸ ج ۸
- ۲۳۳۔ سنن داری ص ۳۶۸ ج ۲
- ۲۳۴۔ عبدالرزاق ص ۲۹۲، ۴۷۸ ج ۱
- ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ج ۱، سنن سعید بن منصور ص ۲۲۴ ج ۳، المغنی ص ۷۲۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۷۱ ج ۲
- ۲۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ب ج ۱
- ۲۳۶۔ المغنی ص ۳۵۲، ۳۷۶ ج ۱
- ۲۳۷۔ المغنی ص ۳۷۶ ج ۱
- ۲۳۸۔ سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۱۰
- عبدالرزاق ص ۲۸ ج ۹، المغنی ص ۳۵۳ ج ۶
- ۲۳۹۔ سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۱۰
- ۲۵۰۔ عبدالرزاق ص ۵۳۰ ج ۳
- الحلی ص ۱۰۰ ج ۵
- ۲۵۱۔ المغنی ص ۲۶۷ ج ۶، الحلی ص ۳۳۸ ج ۹، احکام القرآن ص ۲۲۶ ج ۳
- ۲۵۲۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰
- عبدالرزاق ص ۳۹۱ ج ۸
- ۲۵۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰

- ۲۵۳۔ عبد الرزاق ص ۲۶۲ ج ۱۰
الحلی ص ۲۸۲ ج ۹
۲۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ ج ۲
سنن دارمی ص ۳۶۳ ج ۲، عبد الرزاق ص
۱۲۳ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۶۲ ج ۸، المغنی
ص ۲۶۰، ۲۶۳، ۲۶۵ ج ۶
۲۵۵۔ ب۔ موسوع فقہ عثمانؓ مادہ ارض
۲۵۶۔ عبد الرزاق ص ۹۴ ج ۶، ص ۳۳
ج ۱۰
خراج یحییٰ بن آدم ص ۵۴، سنن بیہقی ص
۱۳۰ ج ۹، احکام القرآن ص ۱۰۲ ج ۳، ص
۴۳۴ ج ۳
۲۵۷۔ عبد الرزاق ص ۹۴، ۳۳ ج ۶
سنن بیہقی ص ۱۳۰ ج ۹
۲۵۸۔ سنن بیہقی ص ۱۳۹ ج ۹
۲۵۹۔ تفسیر طبری ص ۸۷ ج ۱۸، تفسیر قرطبی
ص ۲۱۵ ج ۱۱، عبد الرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰
۲۶۰۔ احکام القرآن جصاص رازی ص ۳۱۳
ج ۳
۲۶۱۔ عبد الرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰، شرح
السنہ ص ۲۸۴ ج ۱۲
۲۶۲۔ تفسیر طبری ص ۱۲۴ ج ۱۸
تفسیر قرطبی ص ۳۰۲ ج ۱۱
۲۶۳۔ عبد الرزاق ص ۲۱۲ ج ۷
۲۶۴۔ موسوع فقہ اسلامی مادہ "استئذان"
حاشیہ ابن عابدین ص ۲۳۱ ج ۲
المغنی ص ۲۷۹ ج ۷
۲۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱
۲۶۶۔ سنن بیہقی ص ۳۷۲ ج ۷، کشف
الغمہ ص ۱۰۱ ج ۲
۲۶۷۔ الجوہر النقی ص ۳۷۲ ج ۷
عبد الرزاق ص ۳۲۳ ج ۶
۲۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱
۲۶۹۔ عبد الرزاق ص ۲۲۷ ج ۷، ابن ابی
شیبہ ص ۲۱۷ ج ۱، الحلی ص ۳۱۸ ج ۱۰
المغنی ص ۵۰۹ ج ۷، کنز العمال نمبر ۲۸۰۴۰
۲۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۷، ۲۴۹ ج ۱
کشف الغمہ ص ۱۱۰ ج ۲، شرح السنہ ص
۳۲۰ ج ۹، عبد الرزاق ص ۲۲۶ ج ۷
کنز العمال نمبر ۲۸۰۳۹
۲۷۱۔ عبد الرزاق ص ۱۳۲ ج ۷، ابن ابی
شیبہ ص ۲۳۹، ۲۱۷ ج ۱، شرح السنہ ص
۳۲۰ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۱۰ ج ۲
۲۷۲۔ الموطا ص ۵۹۳ ج ۲، عبد الرزاق
ص ۲۳۳ ج ۷، سنن بیہقی ص ۳۴۹ ج ۱۰
تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۵ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۱۷
ج ۹، المغنی ص ۵۰۰ ج ۷، کشف الغمہ ص
۱۰۷ ج ۲، الحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰، ابن ابی شیبہ

- ص ۲۳۹ ج ۱، سنن سعید بن منصور ص ۳۰۵/۱ ج ۳
 ۲۴۳۔ عبد الرزاق ص ۲۲۱ ج ۷
 الحلی ص ۳۱۸ ج ۱۰
 نیز درج بالا مصادر
 ۲۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۷ ج ۱
 الحلی ص ۳۲۰ ج ۱۰، المغنی ص ۵۱۱ ج ۷
 ۲۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۷ ج ۱
 ۲۴۶۔ حوالہ درج بالا
 ۲۴۷۔ عبد الرزاق ص ۲۳۲ ج ۷
 ۲۴۸۔ عبد الرزاق ص ۲۳۳ ج ۷
 سنن بیہقی ص ۳۳۹ ج ۱۰
 ۲۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۷ ج ۲
 ۲۵۰۔ سنن بیہقی ص ۷۷ ج ۱۰
 ۲۵۱۔ الحلی ص ۳۰۰ ج ۸، المغنی ص ۱۰۳ ج ۴
 ۲۵۲۔ الحلی ص ۴۰۰ ج ۸، ص ۱۸۸ ج ۹،
 المغنی ص ۱۰۳ ج ۴
 ۲۵۳۔ عبد الرزاق ص ۲۶۲ ج ۸، الحلی ص ۲۳۳ ج ۸
 ۲۵۴۔ الحلی ص ۴۳۴ ج ۸، المغنی ص ۱۰۱ ج ۴
 عبد البرزاق ص ۲۶۱ ج ۸
 ۲۵۵۔ سنن بیہقی ص ۷۷ ج ۱۰
 ۲۵۶۔ کشف الغمہ ص ۱۸۹ ج ۲، الموطا ص
- ۸ ج ۴، عبد الرزاق ص ۵۱۵ ج ۸
 ۲۸۷۔ المغنی ص ۲۱۶ ج ۷
 ۲۸۸۔ شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۹
 ۲۸۹۔ حوالہ درج بالا
 ۲۹۰۔ سنن بیہقی ص ۳۲۸ ج ۱۰
 عبد الرزاق ص ۷۷ ج ۸
 تفسیر قرطبی ص ۲۳۶ ج ۱۲
 ۲۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۹ ج ۱
 الاموال لابن عبید ص ۵۳۸
 الحلی ص ۱۵۸ ج ۶
 ۲۹۲۔ الحلی ص ۲۱۳ ج ۲، المغنی ص ۳۶۶ ج ۱
 المجموع ص ۵۴۱ ج ۲
 ۲۹۳۔ المغنی ص ۳۶۶ ج ۱
 ۲۹۴۔ عبد الرزاق ص ۲۱۱ ج ۱، الموطا ص
 ۳۷۱ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱، کشف
 الغمہ ص ۱۶۷ ج ۱
 ۲۹۵۔ شرح السنہ ص ۸۶ ج ۱۲
 ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۱، آثار ابی
 یوسف نمبر ۲۸۹
 ۲۹۶۔ المغنی ص ۳۲۰ ج ۸
 ۲۹۷۔ عبد الرزاق ص ۸۴ ج ۲، الحلی ص
 ۲۳۹ ج ۳
 ۲۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱
 ۲۹۹۔ سنن بیہقی ص ۳۶ ج ۲، المجموع ص

- ۳۱۸۔ تفسیر قرطبی ص ۲۲۸ ج ۱۶
 ۳۱۹۔ الاموال ص ۱۳۳، احکام القرآن
 بصاص رازی ص ۳۹۱ ج ۳
 ۳۲۰۔ تفسیر قرطبی ص ۲۲۷ ج ۱۶
 ۳۲۱۔ کشف الغمہ ص ۱۱۴ ج ۲
 ۳۲۲۔ سنن بیہقی ص ۶۶ ج ۱۰
 ۳۲۳۔ تفسیر قرطبی ص ۱۱۰ ج ۷
 لباب القول فی اسباب النزول
 ۳۲۴۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳، ص ۱۷۳
 ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱، احکام
 القرآن ص ۱۱۳، ۱۱۶ ج ۳
 ۳۲۵۔ سنن بیہقی ص ۲۹۰ ج ۸
 الحلی ص ۴۹۰ ج ۷
 ۳۲۶۔ بخاری فی الاثریہ باب الخمر من
 الغنہ، سنن بیہقی ص ۲۹۱ ج ۸، الحلی ص
 ۴۹۱ ج ۷
 ۳۲۷۔ سنن بیہقی ص ۲۹۴ ج ۸
 ۳۲۸۔ الحلی ص ۵۰۳ ج ۷
 بخاری شریف باب الخمر من الغنہ
 ۳۲۹۔ جامع الاصول ص ۱۰۵ ج ۵
 ۳۳۰۔ الحلی ص ۵۰ ج ۷، عبدالرزاق ص
 ۲۰۵ ج ۹
 ۳۳۱۔ نسائی شریف فی الاثریہ باب ما یجوز
 شربہ من الالبندۃ
 ۲۸۱، ۲۸۳ ج ۳، کشف الغمہ ص ۹۶ ج ۱
 ۳۰۰۔ عبدالرزاق ص ۳۹۱ ج ۷
 ۳۰۱۔ الحلی ص ۳۹۳ ج ۱۱
 ۳۰۲۔ عبدالرزاق ص ۳۹۰ ج ۷، ابن ابی
 شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱، الحلی ص ۳۹۲ ج ۱۱
 ۳۰۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ ج ۱
 ۳۰۴۔ المغنی ص ۱۵۱ ج ۱
 ۳۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ج ۱
 ۳۰۶۔ المغنی ص ۱۶۱ ج ۱
 ۳۰۷۔ الحلی ص ۲۸ ج ۱
 ۳۰۸۔ عبدالرزاق ص ۲۰۲ ج ۳
 ۳۰۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
 ۳۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
 ۳۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۱
 ۳۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۵
 ۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۱
 المغنی ص ۱۱۰ ج ۲، المجموع ص ۴۳۵ ج ۶
 ۳۱۴۔ شرح السنہ ص ۲۹۸ ج ۶، المجموع ص
 ۳۳۹ ج ۱
 ۳۱۵۔ بخاری شریف مسلم شریف باب فضل
 الصوم
 ۳۱۶۔ المجموع ص ۳۳۹ ج ۱۳، کشف الغمہ
 ص ۴ ج ۲، ص ۲۰۰ ج ۱
 ۳۱۷۔ عبدالرزاق ص ۲۰۲ ج ۳

- ۳۳۲۔ الحلی ص ۵۱۵ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۶۷ ج ۱۱، عبدالرزاق ص ۲۰۲، ۲۰۵ ج ۹
- ۳۳۳۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۰۰
- ۳۳۴۔ الحلی ص ۵۱۲ ج ۷
- ۳۳۵۔ الحلی ص ۵۰۹ ج ۷
- ۳۳۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۰۱
- ۳۳۷۔ الحلی ص ۵۱۰ ج ۷
- ۳۳۸۔ سنن بیہقی ص ۲۹۳ ج ۸، الحلی ص ۵۰۳ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۵۳ ج ۱۱
- عبدالرزاق ص ۲۲۱ ج ۹
- ۳۳۹۔ الحلی ص ۴۹۰ ج ۷
- ۳۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۲۱ ج ۹، سنن نسائی فی الاثر باب تحریم الاثر المسکة، المغنی ص ۳۰۵ ج ۸
- ۳۴۱۔ اصل کتاب میں یہی نام ہے۔ لیکن مجھے حضرت ابن عمرؓ کا کوئی راوی اس نام کا نہیں ملا۔ البتہ حکیم بن الریان نام کا راوی موجود ہے۔
- ۳۴۲۔ عبدالرزاق ص ۲۱۹ ج ۹
- ۳۴۳۔ عبدالرزاق ص ۲۱۷ ج ۹، الحلی ص ۵۰۷ ج ۷، المغنی ص ۳۱۷ ج ۸، کشف الغمہ ص ۲۳۹ ج ۱
- ۳۴۴۔ نسائی شریف فی الاثر باب ذکر الاءام المتولدة من شرب الخمر
- ۳۳۵۔ الحلی ص ۵۰ ج ۷
- ۳۳۶۔ عبدالرزاق ص ۲۲۲ ج ۹
- ۳۳۷۔ موطا ص ۸۳۸ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۸۶ ج ۸
- ۳۳۸۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۰
- ۳۳۹۔ عبدالرزاق ص ۲۳۹ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۳۱ ج ۲
- ۳۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۵۱ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۳۱ ج ۲
- ۳۴۱۔ کشف الغمہ ص ۱۳۱ ج ۲
- ۳۴۲۔ الموطا ص ۸۳۲ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۲۱ ج ۸، کشف الغمہ ص ۱۳۰ ج ۲
- ۳۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ج ۱
- ۳۴۴۔ الحلی ص ۵۱۷ ج ۷
- ۳۴۵۔ الحلی ص ۱۱۲ ج ۷
- ۳۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ج ۱، الموطا ص ۳۹۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، شرح السنہ ص ۹۵ ج ۷، ص ۳۱ ج ۱۰، المجموع ص ۲۷۰، ۲۷۱ ج ۸، المغنی ص ۵۴۹ ج ۳
- ۳۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶، ۱۹۳ ج ۱
- الموطا ص ۳۷۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، الحلی ص ۱۱۱، ۱۲۳، ۱۶۶، ۲۷۲ ج ۷
- ۳۴۸۔ المغنی ص ۴۵۱ ج ۶، نیل الاوطار ص

- ۶ ج ۲۶۰
۳۵۹۔ سنن بیہقی ص ۳۷۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۲ ب ج ۱
۳۶۰۔ تفسیر قرطبی ص ۴۰۲ ج ۳
۳۶۱۔ المحلی ص ۳۴۵ ج ۷، المجموع ۱۶۲ ج ۹
۳۶۲۔ احکام القرآن متعلقہ آیت کی تفسیر
۳۶۳۔ المحلی ص ۲۷۲ ج ۷
۳۶۴۔ المحلی ص ۳۵۸ ج ۷، احکام القرآن ص ۲۴۸ ج ۳
۳۶۵۔ عبدالرزاق ص ۳۸۰ ج ۴
۳۶۶۔ الموطا ص ۴۸۲ ج ۲، المغنی ص ۶۲۲ ج ۸
۳۶۷۔ سنن بیہقی ص ۲۲۹ ج ۵، الموطا ص ۳۷۹ ج ۱، المحلی ص ۳۶۱ ج ۷، کشف الغمہ ص ۲۳۲ ج ۱، المجموع ص ۳۰۹ ج ۸
۳۶۸۔ المحلی ص ۳۶۵، ۳۶۷ ج ۷
۳۶۹۔ سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۹
۳۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۶۵ ج ۹، المحلی ص ۳۶۱، ۳۶۰ ج ۷
۳۷۱۔ المغنی ص ۶۲۶ ج ۸، المحلی ص ۳۶۰ ج ۷
۳۷۲۔ المغنی ص ۵۵۰ ج ۳
۳۷۳۔ المحلی ص ۳۸۱ ج ۷، المغنی ص ۶۲۰ ج ۳
۳۷۴۔ المحلی ص ۳۸۲ ج ۷
۳۷۵۔ حوالہ درج بالا نیز المغنی ص ۶۱۹ ج ۸
۳۷۶۔ جامع الاصول نمبر ۱۶۳ ج ۳
۳۷۷۔ شرح السنہ ص ۳۵۷ ج ۴، المغنی ص ۶۲۰ ج ۸
۳۷۸۔ شرح الرزقانی علی الموطا ص ۷۸ ج ۳
۳۷۹۔ احکام القرآن ص ۲۴۲ ج ۳
۳۸۰۔ المحلی ص ۲۷۷ ج ۷، المغنی ص ۶۳۲ ج ۸
۳۸۱۔ احکام القرآن ص ۲۴۵ ج ۳
۳۸۲۔ المحلی ص ۲۷۱، ۳۸۳ ج ۷
۳۸۳۔ المغنی ص ۶۳۵ ج ۸، المجموع ص ۳۳۶ ج ۸
۳۸۴۔ المحلی ص ۳۸۵ ج ۷
۳۸۵۔ شرح السنہ ص ۳۲۹ ج ۴، احکام القرآن ص ۲۳۳ ج ۳، المغنی ص ۶۳۸ ج ۸، المجموع ص ۳۰۴ ج ۸، کشف الغمہ ص ۲۳۳ ج ۱
۳۸۶۔ الموطا ص ۴۸۷ ج ۲
۳۸۷۔ سنن بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹
۳۸۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۵ ج ۱، تفسیر

- قرطبی ص ۳۳۳ ج ۳، المغنی ص ۳۳۲ ج ۳
 ۳۸۹۔ سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۹، ابو داؤد
 شریف، نسائی شریف باب الامام یزید فی
 المصلی
 ۳۹۰۔ بخاری شریف باب النحر فی منخر النبی
 ۳۹۱۔ بخاری شریف، مسلم شریف باب نحر
 الابل مقیدۃ، المغنی ص ۳۳۲ ج ۳
 ۳۹۲۔ المجموع ص ۳۲۳ ج ۸، المغنی ص
 ۸ ج ۶۳۱
 ۳۹۳۔ الموطا ص ۳۷۱ ج ۱
 ۳۹۴۔ سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۹
 ۳۹۵۔ المغنی ص ۱۲۷ ج ۲
 ۳۹۶۔ المحلی ص ۷۰ ج ۹
 ۳۹۷۔ ابو داؤد، ترمذی فی الیسوع، مسند
 امام احمد ص ۴۰۱ ج ۳
 ۳۹۸۔ المجموع ص ۳۲ ج ۶، المغنی ص ۹ ج
 ۳
 ۳۹۹۔ کشف الغمہ ص ۲۱۳ ج ۱
 ۴۰۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ج ۱، المحلی ص
 ۱۸۵ ج ۵، المجموع ص ۵۶۵ ج ۶
 ۴۰۱۔ عبد الرزاق ص ۳۵۳ ج ۴، سنن
 بیہقی ص ۳۱۸ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۹۵ ج
 ۶، احکام القرآن ص ۲۴۵ ج ۱، المجموع ص
 ۵۱۵ ج ۶، المغنی ص ۱۸۶ ج ۳، المحلی ص
 ۱۸۰ ج ۵
 ۴۰۲۔ الموطا ص ۳۱۵ ج ۱
 ۴۰۲۔ ب۔ الاستذکار ص ۶۱ ج ۱
 ۴۰۳۔ موطا ص ۱۳، ۲۴ ج ۱، سنن بیہقی ص
 ۳۸۷ ج ۱
 ۴۰۴۔ عبد الرزاق ص ۷۹ ج ۴، المحلی ص
 ۲۳۴ ج ۲
 ۴۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ج ۱
 ۴۰۶۔ حوالہ درج بالا نیز عبد الرزاق ص
 ۷۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۷۵ ج ۱
 ۴۰۷۔ عبد الرزاق ص ۷۹ ج ۴، ابن ابی
 شیبہ ص ۹۵ ج ۱، کشف السنہ ص ۷۵ ج ۱
 ۴۰۸۔ سنن دارمی ص ۵۹ ج ۱
 ۴۰۹۔ سنن دارمی ص ۶۲ ج ۱
 ۴۱۰۔ عبد الرزاق ص ۱۹ ج ۸
 ۴۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۲، ب ج ۱
 ۴۱۲۔ المغنی ص ۳۰۳ ج ۴، المحلی ص ۴ ج
 ۹، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱، ب ج ۱
 عبد الرزاق ص ۱۳ ج ۸
 ۴۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۲، ب ج ۱
 عبد الرزاق ص ۱۳ ج ۸
 ۴۱۴۔ شرح السنہ ص ۲۵۵ ج ۲، ابن ابی
 شیبہ ص ۲۰۵ ج ۱
 ۴۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱

- ۴۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۲۸ ج ۱
شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۲
۴۱۷۔ عبدالرزاق ص ۱۲ ج ۳
سنن بیہقی ص ۴۰۸ ج ۲
المغنی ص ۴۲۲ ج ۱
۴۱۸۔ سنن بیہقی ص ۳۹۲ ج ۱
المدونہ ص ۶۰ ج ۱
المغنی ص ۴۲۴ ج ۱
۴۱۹۔ عبدالرزاق ص ۵۱۲ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۱
المغنی ص ۴۲۱ ج ۱
۴۲۰۔ سنن بیہقی ص ۴۰۷ ج ۱
کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱
۴۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۴ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۰۶ ج ۱
المغنی ص ۴۲۱ ج ۱
۴۲۲۔ الموطا ص ۷۳ ج ۱
سنن بیہقی ص ۴۱۱ ج ۱
طرح التثریب ص ۱۵۹ ج ۲ المدونہ ص ۶۱
ج ۱ المغنی ص ۴۲۱ ج ۱ عبدالرزاق ص
۴۹۳، ۴۹۲ ج ۱
۴۲۳۔ سنن بیہقی ص ۴۰۱ ج ۱
۴۲۴۔ المجموع ص ۲۴۸ ج ۱ عبدالرزاق ج ۱
- ص ۵۳۸ ج ۲
۴۲۵۔ عبدالرزاق ص ۵۳۴ ج ۲ شرح
السنہ ص ۱۸۰ ج ۴ کشف الغمہ ص ۱۳۹ ج
۱ المجموع ص ۲۴۸ ج ۴ الحلی ص ۲۲ ج ۵
۴۲۶۔ شرح السنہ ص ۱۸۰ ج ۴
۴۲۷۔ احکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۲ المعنی
ص ۲۸۸ ج ۲ المجموع ص ۲۴۸ ج ۴
۴۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ج ۱
۴۲۹۔ شرح السنہ ص ۱۷۹ ج ۴
۴۳۰۔ عبدالرزاق ص ۵۳۳ ج ۲
۴۳۱۔ احکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۲
۴۳۲۔ شرح السنہ ص ۱۷۹ ج ۴ الحلی ص
۲۳ ج ۵
۴۳۳۔ عبدالرزاق ص ۲۴۳ ج ۱۰ الحلی
ص ۳۳۹ ج ۱۱ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۲
۴۳۴۔ الحلی ص ۲۵۳ ج ۸
۴۳۵۔ الحلی ص ۴۱۴ ج ۳ شرح السنہ ص
۱۵۶ ج ۳
۴۳۶۔ شرح السنہ ص ۱۵۶ ج ۳
۴۳۷۔ حوالہ درج بالا نیز المجموع ص ۴۱۴ ج
۳
۴۳۸۔ تفسیر طبری ص ۸۳ ج ۱۰ احکام
القرآن ص ۱۰۶ ج ۳ کشف الغمہ ص ۱۷۸ ج ۱

- ۴۳۹۔ کشف الغمہ ص ۱۷۸ ج ۱
 ۴۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۳۳ ج ۱۰، الحلی
 ص ۳۳۹ ج ۱۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۲
 ۴۴۱۔ عبدالرزاق ص ۴۰۹ ج ۶
 ۴۴۲۔ الموطن ص ۵۸۷ ج ۲، سنن بیہقی ص
 ۳۵۸ ج ۷، کشف الغمہ ص ۹۹ ج ۲
 ۴۴۳۔ سنن بیہقی ص ۳۵۷ ج ۷، الحلی ص
 ۳۳۲ ج ۸، احکام القرآن ص ۱۹۳ ج ۳،
 شرح السنہ ص ۲۲۲ ج ۹
 ۴۴۴۔ عبدالرزاق ص ۴۱۰ ج ۶، الحلی ص
 ۳۳۲ ج ۸
 ۴۴۵۔ الحلی ص ۲۰۳ ج ۱۰
 ۴۴۶۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۲
 ۴۴۷۔ بخاری شریف فی الاحکام باب کیف
 یبالی الامام الناس، الموطن ص ۹۸۳ ج ۲،
 سنن بیہقی ص ۱۳۷ ج ۸، شرح السنہ ص
 ۸۴ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۶۶ ج ۶، سیر اعلام
 النبلاء ص ۲۳۱ ج ۳
 ۴۴۸۔ بخاری شریف باب الاستخفاف، مسلم
 شریف باب الاستخفاف، ترمذی باب الخلافہ،
 ابو داؤد باب الخلیفہ یتستخلف
 ۴۴۹۔ بخاری شریف فی الفتن باب اذا قاتل
 عند قوم، مسلم شریف باب تحریم القدر،
 سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸، مسند احمد ص ۴۸
 ج ۲ طبقات ابن سعد ص ۱۸۳ ج ۴
 ۴۵۰۔ مسلم شریف باب ملازمۃ الجماعہ
 ۴۵۱۔ سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸، سیر اعلام
 النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳، طبقات ابن سعد ص
 ۱۸۲ ج ۴
 ۴۵۲۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۴ ج ۳
 ۴۵۳۔ سنن بیہقی ص ۱۹۳ ج ۸
 ۴۵۴۔ بخاری باب غزوۃ الخندق
 سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳
 ۴۵۵۔ سنن بیہقی ص ۱۹۲ ج ۸
 ۴۵۶۔ بخاری فی الفتن، سنن بیہقی ۱۹۲ ج ۸،
 تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۷ ج ۱
 ۴۵۷۔ بخاری تفسیر سورہ بقرہ، سنن بیہقی
 ص ۱۹۳ ج ۸، سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۹ ج
 ۳
 ۴۵۸۔ شرح النووی مسلم ص ۱۰ ج ۸
 ۴۵۹۔ سنن بیہقی ص ۱۵۹ ج ۸، سیر اعلام
 النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳، طبقات ابن سعد ص
 ۱۸۲ ج ۴
 ۴۶۰۔ العقد الفرید ص ۲۳۸ ج ۲
 ۴۶۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۵ ج ۳
 ۴۶۲۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۲ ج ۳
 ۴۶۳۔ سنن بیہقی ص ۱۷۲ ج ۸، سیر اعلام
 النبلاء ص ۲۲۹ ج ۳

- ۴۶۳۔ حوالہ درج بالا
 ۴۶۵۔ بخاری فی الاحکام، سنن بیہقی ص ۱۶۴ ج ۸
 ۴۶۶۔ عبدالرزاق ص ۳۳۷ ج ۱۱
 ۴۶۷۔ شرح السنہ ص ۹۰ ج ۱۱، شرح السیر الکبیر ص ۲۵۶ ج ۱
 ۴۶۸۔ شرح السنہ ص ۹۰ ج ۱۱
 ۴۶۹۔ سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۶
 ۴۷۰۔ حوالہ درج بالا
 ۴۷۱۔ عبدالرزاق ص ۵۹ ج ۱
 ۴۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ب ج ۱
 عبدالرزاق ص ۵۸، ۵۹ ج ۱، المغنی ص ۷۸ ج ۸
 ۴۷۳۔ سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۱، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ص ۱۷۹ ج ۱
 ۴۷۴۔ المغنی ص ۶۶ ج ۱، المجموع ص ۷۴ ج ۱
 ۴۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰ ب ج ۱
 ۴۷۶۔ المغنی ص ۳۲۲ ج ۸، المجموع ص ۳۱۸ ج ۱، المحلی ص ۴۲۱ ج ۷
 ۴۷۷۔ عبدالرزاق ص ۷۰ ج ۱۱
 ۴۷۸۔ المحلی ص ۵۱۵ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۶۷ ج ۱۱
 ۴۷۹۔ عبدالرزاق ص ۲۰۲، ۲۰۵ ج ۹
 ۴۸۰۔ موطا ص ۲۸۷ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۹۷ ج ۹، شرح السنہ ص ۳۲۹ ج ۳، احکام القرآن ص ۲۳۴ ج ۳، المغنی ص ۶۳۸ ج ۸، المجموع ص ۳۰۴ ج ۸
 کشف الغمہ ص ۲۳۳ ج ۱
 ۴۸۱۔ تفسیر قرطبی ص ۲ ج ۳
 ۴۸۲۔ تفسیر قرطبی ص ۴ ج ۳، المحلی ص ۹۱ ج ۵، سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۳، المغنی ص ۳۹۳ ج ۲، المجموع ص ۴۵ ج ۵
 ۴۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ج ۱
 ۴۸۴۔ المغنی ص ۳۹۶ ج ۲، المجموع ص ۴۵ ج ۵
 ۴۸۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱۲ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۳۸ ج ۷، المغنی ص ۳۹۸ ج ۲
 ۴۸۶۔ المجموع ص ۴۶ ج ۵
 ۴۸۷۔ بخاری باب صیام ایام التشریق، المحلی ص ۲۹ ج ۸، المجموع ص ۴۹۱ ج ۶
 شرح الررقانی للموطا ص ۱۸۰ ج ۲، شرح السنہ ص ۳۵۲ ج ۶
 ۴۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ب ج ۱
 ۴۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۴ ب ج ۱
 ۴۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۱، سعید بن منصور ص ۲۸/۲ ج ۳، تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۸ ج ۱، المحلی ص ۴۵ ج ۱۰، المغنی ص ۳۱۹

- کثیر ص ۲۶۸ ج ۱، المغنی ص ۳۱۷ ج ۷،
 کشف الغمہ ص ۱۰۲ ج ۲
 ۴۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ب ج ۱
 ۴۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ب ج ۲
 ۴۹۴۔ عبدالرزاق ص ۲۸۵ ج ۱۱
 ج ۷
 ۴۹۱۔ عبدالرزاق ص ۴۵۸ ج ۶، سعید بن
 منصور ص ۳۲/۲ ج ۳، موطا ص ۵۵۶ ج
 ۲، سنن بیہقی ص ۳۷۷ ج ۷، المحلی ص ۴۶
 ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۳۵ ج ۹، تفسیر ابن

حرف الباء

بحر (سمندر)

۱۔ سمندری سفر: ابتدائے اسلام میں سمندر کے بارے میں مسلمانوں کی معلومات کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں تھا نیز سمندری نقل و حمل کے وسائل بھی اپنے ابتدائی دور میں تھے۔ اس لئے سمندری سفر خطرات سے گھرا ہوتا اور اسی بنا پر اس زمانے کے علماء شدید ضرورت کے بغیر سمندری سفر کو ناپسند قرار دیتے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی کسی فرض کی ادائیگی کے سوا سمندری سفر کی اباحت کے قائل نہیں تھے مثلاً فرسندہ جہاد یا فرسندہ حج یا عمرہ کی ادائیگی۔ چنانچہ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تین افراد کے سوا کسی اور کے لئے سمندری سفر کو مکروہ اور ناجائز قرار دیتے تھے، وہ افراد یہ تھے، جہاد پر جانے والا یا حج یا عمرہ پر جانے والا۔

۲۔ جہاد کے لئے سمندری سفر: خشکی پر جہاد کی بہ نسبت سمندر میں جہاد زیادہ پر خطر ہوتا تھا اس جہاد میں مجاہد کو دو خطرات کا بیک وقت سامنا ہوتا۔ یعنی سمندر کا خطرہ اور دشمن کا خطرہ۔ بنا بریں سمندر کے راستے جہاد زیادہ اجر کا حامل ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ”سمندر میں ایک دفعہ جہاد کے لیے جانا مجھے اللہ کی راہ میں ڈھیروں مال خرچ کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے“ ۲۔

۳۔ سمندر کے پانی سے وضو: حضرت ابن عمرؓ سمندر کے پانی سے وضو کو جائز قرار نہیں دیتے تھے ۳۔ آپ فرماتے: ”سمندر کے پانی سے وضو کرنے کی بہ نسبت تیمم کر لینا مجھے زیادہ پسند ہے“ ۴۔ اس لئے کہ آپ کے خیال میں سمندر جہنم کا ایک طبقہ اور آگ ہے ۵۔

۴۔ سمندر کا شکار اور اس کا کھانا

پانی کا جانور پکڑنا تین میں سے ایک ذریعے سے ہوتا ہے

الف۔ اسے زندہ پکڑ لیتا۔ علماء کے درمیان ایسے جانور کا گوشت کھانے کی حلت میں کوئی

اختلاف نہیں ہے خواہ پکڑے جانے کے بعد جانور مرے نہ جائے

ب۔ سمندر کی موبیں جانور کو زندہ حالت میں کنارے پر پھینک دیں اور اس کے بعد

جانور مر جائے اور کوئی شخص مردہ حالت میں اسے اٹھالے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے

میں اسے کھانا حلال نہیں تھا۔ پھر آپ نے اپنی یہ رائے ترک کر دی اور اس کی حلت

کے قائل ہو گئے۔ عبدالرحمن بن ابی ہریرہؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے ان پھلیوں کے

متعلق دریافت کیا تھا جنہیں سمندر باہر پھینک دے کہ آیا یہ مردہ تصور کی جائیں گی؟

آپ نے اس کا جواب اثبات میں دے کر انہیں کھانے سے منع کر دیا تھا۔ پھر جب آپ

اپنے گھر آئے تو قرآن منگوا کر یہ آیت پڑھی (احل لکم صید البحر و طعامہ متاعا

لکم و للسیارۃ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا۔ جہاں تم ٹھہرو

وہاں بھی اسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لئے زاد راہ بھی بنا سکتے ہو) یہ آیت پڑھنے کے

بعد آپ نے عبدالرحمن کو بلا بھیجا اور اس سے فرمایا: ”تمہارے لئے سمندر کا شکار اور

اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔ سمندر سے جو باہر نکل آئے اسے کھاؤ“ اس میں کوئی

حرج نہیں خواہ وہ مردہ ہی کیوں نہ ہو“^۶۔

آپ درج بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے کہ: (طعامہ) سے مراد وہ جانور ہے جسے

سمندر باہر پھینک دے اور (صید) سے مراد وہ جانور ہے جسے تم شکار کر لو“^۷۔

ج۔ ایک سمندری جانور دوسرے سمندری جانور کو ہلاک کر دے اور کوئی شخص ہلاک

شدہ جانور کو اٹھالے اس جانور کو کھا لیتا جائز ہے کیونکہ یہ شکار کئے ہوئے جانور کے

مترادف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ بعض پھلیاں بعض دوسری پھلیوں کو

ہلاک کر دیتی ہیں ان کا کھانا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”انہیں کھا لیتا حلال ہے“^۸۔

د۔ جانور پانی کے اندر مرکز سطح آب پر آجائے اسے کھا لیتا بھی جائز ہے۔ ابن ابی شیبہ

نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سطح آب پر آجانے والے مردہ جانور

کو کھا لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے^۹۔ آپ سے مردہ پھلیوں کے بارے میں پوچھا

گیا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں کھا لینے میں کوئی حرج نہیں“^{۱۰}۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

”شرح السنہ“ میں کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سمندر کے تمام مردہ جانوروں کی اباحت کے قائل تھے۔“

۵۔ محرم کے لئے سمندری جانور کے شکار کی حلت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جزن کا جز ۱)

بدعتہ (بدعت)

۱۔ تعریف: دین کے اندر ایسی نو ایجاد بات کو بدعت کہتے ہیں جس پر سلف کا عمل نہ ہو اور جو شریعت کے مقاصد کی ہم آہنگ نہ ہو

۲۔ نو ایجاد باتوں کی انواع: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ دین کے اندر لوگوں کی پیدا کردہ باتوں کی دو قسمیں ہیں

الف۔ بدعت حسنہ: یہ وہ بات ہے جس کی وجہ سے کوئی سنت ترک نہ ہو اور وہ مقاصد شریعت کی ہم آہنگ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک چاشت کی نماز اسی قسم کی بدعت تھی، آپ کی رائے میں یہ بدعت تھی اس لئے کہ حضور ﷺ نے یہ نماز نہیں پڑھی تھی^{۱۲}۔ تاہم آپ فرماتے: ”لوگوں کی پیدا کردہ باتوں میں یہ (چاشت کی نماز) سب سے زیادہ پسندیدہ ہے“^{۱۳}۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۰)

بغل اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے لئے چونے یعنی بال صفا پاؤڈر کا استعمال بھی آپ بدعت حسنہ میں شمار کرتے تھے۔ نافع حضرت ابن عمرؓ کے بغل میں چونا مل دیتے۔ وہ کہتے ہیں: ”میں حضرت ابن عمرؓ کے جسم میں چونا مل دیا کرتا تھا اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے لئے آپ خود اپنے ہاتھوں سے چونا مل لیتے“^{۱۴}۔ آپ فرماتے کہ لوگوں کی یہ ایجاد کردہ صورت بڑی نعت ہے^{۱۵}۔

(دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب)

ب۔ بدعت سینہ: وہ بات ہے جو کسی سنت کے خلاف ہو اور شریعت کے کسی مقصد کو ناکام بنانے کی موجب ہو مثلاً ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دے دینا۔ اس لئے کہ شارع

علیہ السلام نے تین طہر کے اندر تین طلاقیں دینے کا حکم دیا ہے تاکہ شوہر کو سوچ بچار کا موقع مل سکے اور زوجین کے درمیان تفریق سے بچنے کے لئے ازدواجی زندگی کی ٹوٹی ہوئی لڑی کو پھر سے جوڑنے کی کوشش پیدا ہو سکے۔ لیکن ایک ہی مرتبہ تین طلاقیں دینے کی صورت میں یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے اور یہ عمل واضح طور پر شریعت کے اس مقصد کے برخلاف ہے جس کے تحت تین طلاقوں کی مشروعیت ہوئی ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ: ”میں نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دے دی ہیں“ آپ نے پوچھا: ”تمہارا نام کیا ہے؟“ اس نے کہا: ”میرا نام مرہ ہے“ آپ نے فرمایا: ”تم مرہ نہیں بلکہ مہیر ہو تم سے صرف تین طلاقیں قبول کی جائیں گی اور باقی ماندہ ستانوے طلاقیں کا حساب قیامت کے دن اللہ تم سے لے گا“^{۱۶}۔ طلاق بدعت کی دوسری صورتوں کا بھی یہی حکم ہے (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کے جزب کا جز ج)

درج بالا قول کے اندر حضرت ابن عمرؓ نے تضحیک کے طور پر مذکورہ شخص کے نام کا اسم تصغیر استعمال کیا۔ مترجم

بدعت سینہ کی ایک صورت فجر کی اذان کے سوا دیگر نمازوں کی اذان میں ثویب ہے (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

جمعہ کے دن پہلی اذان بھی بدعت سینہ ہے (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۶)
جنازہ کے سامنے کسی کا یہ کہنا بھی بدعت سینہ ہے کہ: ”فلاں کے لئے استغفار کرو“
(دیکھئے مادہ موت نمبر ۱۰)

کعبہ شریف کی تزئین و آرائش بھی بدعت سینہ ہے (دیکھئے مادہ کعبہ نمبر ۲)
ج۔ بدعت کی بدترین صورت عقیدے کے اندر ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ بدعات ہیں جو کفر کی حد تک پہنچا دیتی ہیں مثلاً تجسیم وغیرہ۔ یعنی یہ عقیدہ کہ (نحوذ باللہ) اللہ سبحانہ بھی کسی جسمانی پیکر میں حلول کئے ہوئے ہے۔ مترجم
دوسری قسم وہ بدعات ہیں جو کفر کی حد تک نہیں پہنچاتیں مثلاً حضرات شیعیین (حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ) پر حضرت علیؓ کی خفیل کا عقیدہ، تقیہ کا عقیدہ، کبار کے مرتکب کے کافر ہو جانے کا عقیدہ، حضرت ابن عمرؓ اس بدعتی کی امامت کو جائز قرار

دیتے تھے جس کی بدعت کفر تک پہنچانے والی نہ ہوتی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ۱ کا جز ۱)

۳۔ ایسی جگہ بیٹھنا درست نہیں جہاں منکر (حرف کاف کے زیر کے ساتھ) قسم کی بدعت کا ارتکاب ہو رہا ہو (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

بدل (بدل)

ایک چیز کو دوسری چیز کے قائم مقام کرنا اور اس کا دوسری چیز کی جگہ باری سے آنا بدل کھاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کام کے بدلے کے طور پر دیئے گئے معاوضہ کو بدل کہا جاتا ہے۔ روزے کے فدیہ کے طور پر بدل کا اخراج (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ۱) بسملہ (بسم اللہ پڑھنا)

۱۔ تعریف: بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا بسملہ کہلاتا ہے

۲۔ بسملہ ہر سورت کی ابتداء کی آیت ہے حضرت ابن عمر کے رائے میں سورہ براءۃ کے سوا بسملہ ہر سورت کی ابتدا کی مکمل آیت ہے^{۱۷}۔

۳۔ نماز کے اندر بسملہ کی جبری قرات: چونکہ بسملہ ہر سورت کی (سورہ براءۃ کے سوا) کی ابتدا کی آیت ہے اس لئے اگر جبری قرات ہو تو سورت کے ساتھ بسم اللہ کی قرات بھی جبری ہوگی۔ اور اگر سری قرات ہو تو سورت کے ساتھ بسم اللہ کی سری قرات ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد بسم اللہ پڑھتے اور پھر سورہ فاتحہ کی قرات کرتے۔ اس سے فارغ ہو کر پھر بسم اللہ پڑھتے اور اس کے بعد سورت کی قرات کرتے^{۱۸}۔ جب آپ سورہ فاتحہ پڑھتے نیز کوئی اور سورت پڑھتے تو جبری نماز کی صورت میں دونوں مقام پر بسم اللہ کی جبری قرات کرتے خواہ امام ہوتے یا مقتدی^{۱۹}۔

۴۔ تشہد کے ساتھ بسم اللہ کی قرات: حضرت ابن عمرؓ تشہد کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتے پھر التحیات پڑھتے^{۲۰}۔

(دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ط کا جز ۳)

۵۔ ذبیحہ اور شکار پر بسم اللہ پڑھنا: ذبح کرنے والا ذبح ہونے والے جانور پر اللہ کے نام کا ذکر کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ذبح کرتے وقت ”بسم اللہ واللہ اکبر“ کہتے، اگر وہ تسمیہ ترک کر دے تو ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہو گا خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم اور خواہ اس نے عمد آ تسمیہ ترک کیا ہو یا سہو^{۲۱}۔ (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۸ کا جزب) نیز (مادہ ذبح نمبر ۵)

شکار پر بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے مادہ صید)

ہدی کو اشعار (کوہان کی ایک جانب کو شق) کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا (دیکھئے مادہ اشعار نمبر ۳)

بصاق (تھوکنا)

ہمام بن خنساس کہتے ہیں کہ: ”حضرت ابن عمرؓ نے غیر نماز کی حالت میں مجھے دائیں جانب تھوکنے سے منع فرمایا تھا“^{۲۲}۔

بغاء (بدکاری کو ذریعہ معاش بنانا)

عورت کا اجرت لے کر بدکاری کرنا بغاء کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ زنا)

بغی (بغاوت)

۱۔ تعریف۔

مسلمانوں کے کسی گروہ کا جسے دفاعی قوت حاصل ہو امام المسلمین کے خلاف از روئے تاویل بغاوت کر دینا بغی کہلاتا ہے۔

۲۔ باغیوں کے خلاف جنگ: حضرت ابن عمرؓ کے عہد میں بغاوت رونما ہوئی تھی باغیوں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کر کے آپ کو شہید کر دیا تھا اس طرح حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے خلاف اور حضرت ابن زبیرؓ نے یزید بن معاویہؓ کے خلاف بغاوت کی تھی لیکن حضرت ابن عمرؓ باغیوں کے خلاف جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا حضرت ابن عمرؓ نے اس لئے

مقابلہ نہیں کیا تھا کہ خود حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے اور جنگ نہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ آپ نے نیز صحابہ کے ایک گروہ نے حضرت علیؓ کا ساتھ نہیں دیا تو اس کی وجہ بقول جصاص رازی یہ نہیں تھی کہ یہ حضرات باغی گروہ کے خلاف ہتھیار اٹھانے کو مبنی برحق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ ان حضرات کی رائے میں امام وقت یعنی حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کو اس مقصد کے لئے کافی سمجھتے تھے اس لئے ان حضرات نے گھر بیٹھ رہنے کو جائز تصور کر لیا تھا ۲۳۔

حضرت ابن عمرؓ نے یزید بن معاویہؓ کا ساتھ نہیں دیا تھا تو اس کی وجہ واللہ اعلم یہ تھی کہ آپ یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے اور حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بغاوت کے حق میں قوی وجہ موجود تھی خاص طور پر جبکہ حضرت معاویہؓ جنہوں نے خلافت یزید کے حوالے کی تھی اصل کے اعتبار سے باغی تھے اور انہوں نے قوت کے ذریعے خلافت پر قبضہ کر لیا تھا، شوری کے ذریعے نہیں کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے حق میں کبھی تو طاقت کے بل پر بیعت لی تھی اور کبھی مختلف جیلوں بہانوں کے ذریعے۔

درج بالا امور کے باوجود حضرت ابن عمرؓ نے جب حضرت ابن الزبیرؓ کی بغاوت کے نتائج دیکھے یعنی مسلمانوں کا خون بہا، ان کی طاقت کمزور ہو گئی اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کدورت جم گئی تو آپ نے تمنا کی تھی کہ کاش آپ ابن الزبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے سکے ہوتے (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۵

(اور ۶)

۳۔ باغیوں کا حدود قائم کرنا اور زکوٰۃ وصول کرنا:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ باغی اگر حدود قائم کریں تو ان کا یہ عمل درست ہو گا حتیٰ کہ اگر اہل عدل یعنی امام المسلمین کے وفادار افراد غالب آجائیں تو نئے سرے سے حد قائم کرنے کا ان کا مطالبہ جائز نہیں ہو گا ۲۴۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳ کا جز ب)

ب۔ اگر باغی زکوٰۃ و عشر اور خراج وصول کر لیں تو ان کی یہ وصولی درست ہوگی اور

لوگوں کے لئے انہیں اپنی یہ رقیں حوالہ کرنا جائز ہوگا اور پھر جب اہل عدل غالب آجائیں تو انہیں نئے سرے سے ان رقیوں کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا ۲۵۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ابن الزبیرؓ کے اہلکار اور نجدہ (خارجیوں کا ایک سردار) کے اہل کار زکوٰۃ وصول کرنے آتے ہیں، ہمیں کیا کرنا چاہئے آپ نے فرمایا ”ان میں سے جس کسی کو تم اپنی زکوٰۃ حوالے کرو گے ادائیگی ہو جائے گی“ ۲۶۔ آپ خود اپنی زکوٰۃ کی رقم نجدہ حروری کے اہلکاروں کے حوالے کر دیتے تھے ۲۷۔

۳۔ نماز کے اندر باغی کی امامت کا مسئلہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ جزب کا جز ۱) بقرہ (گائیں)

گائیوں کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز ۱)
 قربانی کے اندر ایک گائے سات افراد کی طرف سے دی جاسکتی ہے (دیکھئے مادہ انحیت نمبر ۴ کا جز ۷)
 گائے کو ذبح کیا جائے گا، نحر نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ انحیت نمبر ۸ کا جز الف)
 بکاء (رونا)

ام المومنین حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ: ”زندہ کے رونے کی وجہ سے مردے کو عذاب ہوتا ہے“ حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا: ”اللہ ابو عبد الرحمن کی بخشش کرے! انہوں نے جھوٹ تو نہیں کہا لیکن بھول ضرور گئے ہیں یا انہیں غلطی لگ گئی ہے“ اصل واقعہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک فوت شدہ یہودی عورت کے خاندان والوں کے پاس سے ہوا جو اس پر آنسو بہا رہے تھے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ”تم بیٹھے رو رہے ہو اور اسے قبر میں عذاب ہو رہا ہے“ ۲۸۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۳)

بلوغ (بالغ ہونا)

۱۔ تعریف صغریٰ کے مرحلے کی انتہاء کو بلوغ کہتے ہیں جس کی بنا پر متعلقہ فرد کو ملک شمار کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ بلوغت کی علامتیں: بالغ ہو جانے کی کئی علامتیں ہیں۔ کچھ علامتیں تو مذکر اور مونث دونوں میں مشترک ہیں اور کچھ صرف مونث کے ساتھ خاص ہیں۔

الف۔ مشترک علامتیں یہ ہیں۔

۱۔ مرد کے عضو تناسل سے اور عورت کے اندام نہانی سے بیداری یا نیند کی حالت میں مادہ منویہ کا خروج۔

۲۔ مرد کے عضو تناسل کے گرد اور عورت کے اندام نہانی کے گرد سخت بال اگ آنا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لڑکا کسی قابل حد جرم کا ارتکاب کر لے اور اس کے متعلق یہ شک ہو کہ آیا بالغ ہے یا بالغ نہیں ہے تو پھر اس کی شرمگاہ دیکھو“^{۲۹}۔ (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵ کا جز الف)

ب۔ عورت کے ساتھ بلوغ کی مخصوص علامتیں حیض کا آنا اور حمل کا استقرار ہے۔
بول (پیشاب)

۱۔ پیشاب کی نجاست: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ہر قسم کا پیشاب نجس ہے۔ خواہ یہ انسان کا پیشاب ہو یا جانور کا اور خواہ یہ جانور حلال ہو یا حرام۔ ابو مجلز نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: ”میں نے اپنا اونٹ کھڑا کیا تو اس کا پیشاب مجھے لگ گیا“ آپ نے فرمایا: ”اے دھو ڈالو“ میں نے کہا: ”میں نے اس پر صرف پانی چھڑک دیا ہے“ آپ نے فرمایا: ”اے دھو“^{۳۰}۔ حضرت ابن عمرؓ جب کبھی پیشاب کرتے تو اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوتے^{۳۱}۔ ہاتھ دھونے کی وجہ یہ تھی کہ پیشاب کرنے کے دوران بعض دفعہ پیشاب ہاتھ کو لگ جاتا ہے۔ چہرہ دھونے کی وجہ یہ تھی کہ نفاثت یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے ہاتھ کے ساتھ اسے بھی دھو لیتے۔ بنا بریں اگر کپڑے کو پیشاب لگ جاتا اور پیشاب گلنے کی جگہ معلوم نہ ہوتی تو سارا کپڑا دھو لیتے^{۳۲}۔ پیشاب نکلنے کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز الف)

۲۔ نماز کے مقامات کو پیشاب سے پاک کرنا:

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”جس گھر میں پیشاب ہو اس میں فرشتے داخل نہیں

ہوتے“ ۳۳۔

۳۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا:

نجاست سے اپنے آپ کو بچانا واجب ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی صورت میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ پیشاب کے قطرے اڑ کر کپڑے اور جسم پر نہ پڑ جائیں اس لئے حضرت ابن عمرؓ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنے کا پورا اہتمام کرتے تھے۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا: ”میں جب سے مسلمان ہوا کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا“ ۳۴۔ لیکن اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر پیشاب کرنے پر مجبور ہو جائے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اس بات کا پورا احتیاط کرے کہ پیشاب کے قطرے اڑ کر اسے نہ لگیں۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تھا“ ۳۵۔

۴۔ قبر پر پیشاب کرنا (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز واول)

بیض (انڈے)

حضرت ابن عمرؓ مردہ جانور کا انڈا کسی صورت میں بھی استعمال کرنے کے قائل نہیں تھے، خواہ انڈے کا چھلکا سخت ہو چکا ہو یا سخت نہ ہوا ہو ۳۶۔ اس لئے کہ مردار نجس ہوتا ہے اور اس سے برآمد ہونے والا انڈا مذکورہ جانور سے علیحدہ ہو جانے والے اجزاء کے حکم میں ہوتا ہے۔ کثیر ابن حیان نے ایک مردہ مرغی اپنے پیروں تلے لے لیا اور اس کے نتیجے میں اس سے ایک انڈا برآمد ہوا۔ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے اسے کھالینے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ کثیر کہتے ہیں: ”میں نے پوچھا“ ابو عبد الرحمن، میرا گزر ایک مردہ مرغی سے ہوا، میں نے اسے پیروں سے روند دیا، مرغی سے انڈہ برآمد ہو گیا، میں نے اس پر دوسری مرغی بٹھا کر ایک چوزہ حاصل کر لیا، کیا میں یہ چوزہ کھالوں؟ یہ سن کر آپ نے مجھ سے پوچھا: ”تم کہاں کے رہنے والے ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”عراق کا رہنے والا ہوں“ ۳۷۔

بیج (فروخت)

- ۱- تعریف: تمیک کی غرض سے مال کا مال سے تبادلہ بیع کہلاتا ہے
- ۲- بیع کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا موقف ہم درج ذیل نقاط میں بیان کریں گے۔
۱- بیع ۲، ثمن ۳، بیع کے طرفین ۴، عقد بیع ۵، بیع کی انواع۔
- ۳- بیع (فروخت شدہ چیز)

بیع یا تو نقد کی صورت میں ہو گا یا غیر نقد کی شکل میں اگر بیع اور ثمن نقد (درہم و دینار) ہوں تو اسے بیع سرف کہیں گے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز الف)

اگر بیع نقد کی شکل میں نہ ہو تو اس صورت میں موجود اور مشاہد ہو گا یا غائب یعنی غیر موجود ہو گا۔ غائب ہونے کی صورت میں یا تو وہ موصوف فی الذمہ ہو گا۔ دریں صورت اسے بیع سلم کہیں گے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز ب) یا غائب اور غیر موصوف فی الذمہ ہو گا۔ ایسی صورت میں درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہو گا۔

الف۔ وہ موجود ہو اور اس کا وجود مستحق ہو

۱- اگر وہ غیر موجود ہو گا تو بیع باطل ہوگی مثلاً اونٹنی وغیرہ کے بیٹ میں موجود حمل سے پیدا ہونے والے بچے یعنی جل الجملہ کی بیع۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے جل الجملہ کی بیع سے منع فرمایا ہے ۳۸۔

۲- اگر بیع کا وجود غیر مستحق ہو اور اس کے معدوم ہو جانے کا خطرہ ہو تو یہ بیع بھی باطل ہوگی مثلاً درخت پر لگے ہوئے ایسے پھلوں کی بیع جو ابھی استعمال کے قابل نہ ہوئے ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تک پھل استعمال کے قابل نہ ہوں انہیں فروخت نہ کیا جائے“ ۳۹۔ آپ سے پوچھا گیا کہ استعمال کے قابل ہونے کی حد کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”اس کے تباہ ہو جانے کا خطرہ ٹل چکا ہو“ ۴۰۔ یعنی پھل اس درجے کا ہو چکا ہو کہ کسی آفت کی وجہ سے اس کے تباہ ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ پھر آپ سے پوچھا گیا: ”ایسا کب ہوگا؟“ آپ نے جواب دیا: ”جب تک ثریا ستارہ طلوع نہ ہو جائے“ ۴۱۔

نودی نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ پھل کے اندر استعمال کے قابل

ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائے خواہ کھانے کے قابل بن جائے والا حصہ قلیل ہو یا کثیر ۳۲۔

ب۔ میع کی حوالگی مقدور کے اندر ہو: اگر اس کی حوالگی مقدور کے اندر نہ ہو تو بیع باطل ہوگی مثلاً فضا میں موجود پرندے کی بیع اور اس میع کی آگے بیع جس پر ابھی مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو کیونکہ اس صورت میں احتمال ہوتا ہے کہ قبضے سے پہلے ہی کہیں میع تلف نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی طعام خریدے تو اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرے جب تک اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے“ ۳۳۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم بیع سلم کرو (یعنی ایک مقررہ مدت کے بعد میع کی حوالگی کی شرط ہو) تو جب تک مذکورہ میع اپنے قبضے میں نہ کر لو اس وقت تک اس میں تصرف نہ کرو“ ۳۴۔ یعنی اسے آگے فروخت نہ کرو۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم ایک مقررہ مدت کے لئے کسی صنف میں بیع سلم کرو تو اس کے بعد اگر بائع تمہیں میع دے دے تو فیماور نہ اپنا اس المال یعنی ثمن لے لو اور اسے کسی دوسرے سامان کے سلسلے میں واپس نہ کرو“ ۳۵۔ یعنی اگر ایک شخص کوئی طعام ایک مقررہ مدت تک حوالگی کی شرط پر فروخت کرے اور پھر جب مدت ختم ہو جائے تو بائع کو مذکورہ طعام مشتری کے حوالے کرنے کے لیے نہ لے لے اور مشتری اس سے مذکورہ ثمن کے بدلے کوئی اور طعام خرید لے۔ گویا صورت یہ ہوگی کہ مشتری نے پہلا طعام اپنے بائع کو اس ثمن کے بدلے فروخت کر دیا جس کی تحدید سلم کے اندر کردی گئی تھی اور اس ثمن کے بدلے دوسرا طعام سلم کی صورت میں خرید لیا۔

حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قبضے سے یہ مراد نہیں ہے کہ مشتری کو میع اپنے قبضے میں لینے کا بس موقعہ دے دیا جائے بلکہ اس سے نقل اور تحویل (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دینا) بھی مراد ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ”میں نے بازار سے زیتون کی خریداری کی، جب سودا لے ہو گیا تو مجھے ایک شخص ملا اور اس نے اچھے منافع پر مذکورہ زیتون خرید لینے کی مجھے پیش کش کی، میں نے اس کے ساتھ ابھی سودا پکا کر لینے کا ارادہ

ہی کیا تھا کہ ایک شخص نے بیچے سے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے مڑ کر دیکھا تو یہ زید بن ثابت تھے، انہوں نے کہا: ”جو چیز تم نے خریدی ہے اسے آگے اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک اسے اپنے رعل یعنی مکان پر نہ لے جاؤ۔ کیونکہ حضور ﷺ نے اشیاء کی اس وقت تک فروخت سے منع فرمایا ہے جب تک تاجر لوگ یہ اشیاء اپنے ہاتھوں پر نہ لے جائیں“ ۳۶۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”ہم قافلے والوں سے اشیاء خوردنی چھانٹ کر خرید لیتے۔ حضور ﷺ نے ہمیں آگے ان کی فروخت سے اس وقت تک کے لیے منع فرمادیا جب تک ہم انہیں ان کے مقام سے منتقل نہ کر لیں“ ۳۷۔

حضرت ابن عمرؓ بیع پر قبضے کی شرط سے ان انعامات اور وظائف کی بیع کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جن کے استحقاق کے کاغذات متعلقہ افراد کے حوالے کر دیئے گئے ہوں۔ یہ افراد ان کاغذات کے سارے جو ان کے قبضے میں ہوں مذکورہ انعامات اور وظائف کو اپنے قبضے میں لینے سے پہلے فروخت کر سکتے ہیں۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قطوط (ایسے کاغذات اور تمسکات جن پر استحقاقات درج ہوں) کی بیع میں کوئی مضائقہ نہیں تصور کرتے تھے یعنی اس استحقاقات کی بیع میں کوئی حرج نہیں جن میں قطوط درج ہوں، تاہم جو شخص ان استحقاقات کی خریداری کر لے اس کے لئے آگے اس وقت تک انہیں فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا جب تک وہ ان پر قبضہ نہ کر لے۔ ۳۸۔

بھاگا ہوا اونٹ ایسا مال نہیں جس کی حوالگی ممکن نہ ہو۔ کیونکہ اسے اس کے مالک کو واپس کر دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت منقول ہے کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے سے ایک بھاگا ہوا اونٹ خرید لیا تھا ۳۹۔

ج۔ بیع ایسا مال ہو جو اہل اسلام کے نزدیک قابل انتفاع ہو: اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نے گانے والی لونڈی کی بیع جائز قرار دی تھی (دیکھئے مادہ سماع نمبر ۲ کا جز ب) اسی طرح قربانی کے جانور کی کھال کی فروخت بھی جائز قرار دی تھی کہ فروخت کنندہ اس کا شمن صدقہ کر دے (دیکھئے مادہ اضیہ نمبر ۵ کا جز د) اور خمر کی بیع جائز قرار نہیں دی (دیکھئے مادہ

اشربہ نمبر ۳ کا جزب

اسی طرح ان نجس اشیاء کی بیچ بھی جائز قرار دی جن سے انتفاع ممکن ہو^{۵۰}۔
مثلاً کشتیوں پر لگانے کے لئے نجس زیت (زیتون کے تیل) کی فروخت (دیکھئے مادہ

نجات نمبر ۵)

نجس العین اشیاء مثلاً کتے، سور، پیشاب اور پاخانہ کی بیچ تو یہ جائز نہیں ہے حضرت
ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کتے کا شمن حمت (حرام) ہے“^{۵۱}۔

آپ نے ولاء کی بیچ جائز قرار نہیں دی کیونکہ ولاء مال نہیں ہے اس لئے کہ یہ
نہ کی طرح ہے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ ولاء کی بیچ کو سخت ناپسند
کرتے تھے^{۵۲}۔

اسی طرح آپ آجال (جمع اجل) کی بیچ کو بھی جائز نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ اجل
یعنی مدت مال نہیں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کا کسی پر ایک اجل یعنی مدت
تک کے لئے دین ہو اور قرض خواہ اس شرط پر دین کا کچھ حصہ کم کر دے کہ مدیون
باقیمانہ دین کی اسے فوری ادائیگی کر دے تو آپ نے اسے مکروہ قرار دے کر اس سے
منع فرمایا^{۵۳}۔

آپ نے مدیر غلام (ایسا غلام جسے اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ وہ اس کی وفات
کے بعد آزاد ہے) کی بیچ کو مکروہ قرار دیا^{۵۴}۔ اسی طرح مدیرہ لونڈی کی اولاد کی بیچ
کو بھی مکروہ تصور کیا۔ مدیرہ کی اولاد کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو ان کی ماں یعنی مدیرہ کی
ہوتی ہے۔ تاہم ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ سے منقول اس امر سے اختلاف کرتے
ہوئے عدم کراہت کا قول کیا ہے اور اپنے قول کے حق میں حضرت ابن عمرؓ سے
استنباط کیا ہے۔ ابن حزم کے اس استنباط کی صورت یہ ہے کہ انہوں نے نافع سے اور
انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ: ”انسان
کسی ولیدہ یعنی لونڈی سے مہسٹری نہ کرے سوائے اس ولیدہ کے جسے اگر وہ فروخت
کرنا چاہے تو فروخت کر سکتا ہو اور اگر بیہ کرنا چاہے تو بیہ کر سکتا ہو اور اپنی مرضی سے
جو کرنا چاہے اس کے ساتھ کر سکتا ہو“ پھر انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی

کہ آپ نے اپنی دو لونڈیاں مدیر کر دیں۔ آپ ان کے ساتھ مہبستری بھی کرتے رہے حتیٰ کہ ان میں سے ایک کے ہاں ایک بچے کی پیدائش ہو گئی اس کے بعد ابن حزم نے کہا کہ: ”یہ صورت اس امر پر نص جلی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مدبرہ لونڈی کی بیچ کے جواز کے قائل تھے“ ۵۳۔

گویا ابن حزم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول پہلا نص انسان کے لئے اس بات کی اباحت نہیں کرتا کہ وہ کسی ایسی لونڈی کے ساتھ مہبستری کرے جس کی بیچ اس کے لئے جائز نہ ہو جبکہ آپ نے مدبرہ کے ساتھ مہبستری کی تھی اس لئے مدبرہ کی بیچ جائز ہے۔ حالانکہ بات یہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس قول کے ذریعے محارم کے ساتھ مہبستری کی حلت کی نفی کی ہے جب مذکورہ محارم اپنے محرم مردوں کی لونڈیاں بن جائیں جیسا کہ شعرانی نے اپنی کتاب میں اسی مفہوم کا باب باندھا ہے ۵۵۔

یا آپ نے اپنے اس قول کے ذریعے ایک شخص کے لئے اپنی بیوی کی یا کسی اور کی لونڈی کے ساتھ مہبستری کی حلت کی نفی کی ہے خواہ لونڈی کے مالک نے مذکورہ شخص کو لونڈی کے ساتھ مہبستری کرنے کی اجازت دے دی ہو یا اجازت نہ دی ہو جیسا کہ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں اسی مفہوم کا باب باندھا ہے ۵۶۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: ”میری ماں نے اپنی لونڈی کے ساتھ مہبستری کرنے کی مجھے اجازت دے دی ہے“ آپ نے جواب دیا: ”یہ لونڈی صرف تین باتوں میں سے ایک کے ذریعے تمہارے لئے حلال ہو سکتی ہے یعنی ہمہ یا خریداری یا نکاح کے ذریعے“ ۵۷۔

حق بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مدبر غلام کی بیچ کو مکروہ قرار دیتے تھے اور یہ کراہت تحریم سے کمتر تھی۔ اس لئے کہ مدبر قرار دینے کا عمل آپ کے نزدیک وصیت کی طرح تھا اور وصیت سے رجوع کر لیتا جائز ہوتا ہے۔ کراہت صرف اس بنا پر بھی کہ آقا نے ایک نیک کام کرنے کا عزم کر کے پھر اس سے رجوع کر لیا تھا۔ یعنی غلام آزاد کر دینا جس کی اسلام میں ترغیب دی گئی ہے۔ اسی کراہت پر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول

محول کیا جائے گا جس کی روایت بیہقی نے کی ہے کہ: ”مدر کو فروخت نہیں کیا جائے“ ۵۸۔

آپ نے ام ولد لونڈی کی بیع جائز قرار نہیں دی۔ ام ولد کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا: ”اس کے بچے نے خواہ یہ نا تمام کیوں نہ پیدا ہوا ہو اسے آزاد کرادیا“ ۵۹۔
آپ مصاحف (قرآن کے نسخوں) کی بیع بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ قرآن مجید کے نسخے اس بات سے بہت بلند ہیں کہ انہیں مال کمانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ آپ فرماتے: ”مصاحف کی فروخت بدترین تجارت ہے۔ میری تمنا ہے کہ مصاحف کی بیع کے سلسلے میں ہاتھ کاٹ ڈالے جاتے“ ۶۰۔ آپ فرماتے: ”محض خرید لو لیکن اسے فروخت نہ کرو“ ۶۱۔ کیونکہ اس کا خریدار اپنا مال مصحف کے لئے خرچ نہیں کرتا بلکہ اپنی خاطر خرچ کرتا ہے

د۔ عقد بیع کے وقت مبیع بائع کی ملکیت میں ہو: اگر وہ عقد کے وقت بائع کی ملکیت میں نہیں ہوگا تو بیع درست نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے بائع سے کہا تھا: ”جو چیز تمہاری نہیں اسے فروخت نہ کرو“ اور مشتری سے فرمایا تھا: ”جو چیز بائع کی نہ ہو اسے مت خریدو“ ۶۲۔

آپ نے خراجی زمینوں کی بیع جائز قرار نہیں دی تھی کیونکہ یہ زمین کسی معین شخص کی ملکیت نہیں ہوتی۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ ارض نمبر ۱) میں بیان کی ہے۔ آپ نے بیع کی درج ذیل صورتوں سے منع فرمایا ہے کیونکہ ان صورتوں کے اندر عقد بیع کے وقت مبیع بائع کی ملکیت میں نہیں ہوتا۔

ایک شخص نے کہا: ”میں نے عمرو بن عثمان کے ہاتھ طعام فروخت کیا۔ طعام مہل تھا اور ثمن مہل تھا۔ مذکورہ طعام کا کچھ حصہ میرے پاس تھا اور کچھ حصہ میری ملکیت میں نہیں تھا، میں نے مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس قاصد بھیجا۔ قاصد نے ان کے پاس سے واپس ہو کر مجھے پیغام دیا کہ: ”جو حصہ تمہارے پاس ہے اس کا ثمن لے لو اور جو نہیں ہے اس کا ثمن واپس کر دو“ ۶۳۔

جانوروں کے بیوپاری نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ: ”ایک شخص میرے پاس اس اونٹ کی خریداری کے سلسلے میں آتا ہے جو میرا نہیں ہے۔ وہ میرے ساتھ مذکورہ اونٹ کا بھاؤ کرتا ہے اور میں اسے اس کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہوں۔ کیا میں یہ اونٹ نقد کے بدلے اس سے خرید لوں؟“ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا ۶۴۔

آپ نے اس قسم کی بیع سے بھی روکا کہ ایک شخص آکر کہے کہ: ”فلاں مال خرید لو“ میں تم سے یہ مال اتنے منافع پر خرید لوں گا“ ۶۵۔

یہ مسئلہ آج کل خریداری کے حکم کے نام سے مشہور ہے اور اسلامی بینکوں میں وسیع پیمانے پر اس پر عمل ہوتا ہے ۶۶۔ یہ خریداری کے وعدے کی صورت ہے۔ خریداری کی صورت نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے اسے خریداری قرار دینے سے منع فرمادیا۔

ایک بوڑھے نے بیان کیا کہ حضرت ابن الزبیرؓ کے عہد حکومت کے دوران خلیفہ کھجوریں لوٹ لی گئیں، ہم نے ان کھجوروں میں سے کچھ کی خریداری کر کے ان کا سرکہ بنا لیا پھر میری والدہ نے مسئلہ پوچھنے کے لئے ایک قاصد حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھیجا۔ میں بھی قاصد کے ساتھ چلا گیا۔ قاصد نے آپ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”یہ سرکہ بہادو“ ۶۷۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ کھجوریں لوٹنے والا ان کا مالک نہیں بنا تھا۔ اس لئے جب اس نے یہ کھجوریں فروخت کیں تو عقد بیع باطل ہو گیا کیونکہ اس نے ایسی چیز فروخت کی تھی جس کا وہ مالک نہیں تھا۔ چونکہ عقد بیع باطل تھا اس لئے خریدار بیع کا مالک نہیں بنا تھا۔ آپ نے مذکورہ بیع اس کے بائع کو واپس کر دینے کا اس لئے حکم نہیں دیا کہ یہ واپسی خالم ہاتھ کی طرف واپسی ہوتی۔ آپ نے بیع کے اصل مالک کی طرف اسے واپس کرنے کا بھی حکم نہیں دیا جس کے قبضے سے اسے لوٹ لیا گیا تھا اس لئے کہ اس کا مالک معلوم نہیں تھا۔ یہی بات واضح تھی۔ آپ مشتری کو بیع صدقہ کر دینے کا حکم بھی دے سکتے تھے لیکن آپ نے زجر کے طور پر مذکورہ سرکہ بہادینے کا حکم دیا، نیز صدقہ کرنے والے کو یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اس نے کوئی نیکی کا کام کیا ہے۔ واللہ اعلم

۵۔ عقد بیع کے وقت بیع اس طرح معلوم ہو کہ آگے چل کر کسی جھگڑے کا امکان باقی نہ رہے

۱۔ اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے پانی کے اندر موجود مچھلی کی بیع سے منع فرمایا اور کہا کہ: ”پانی کے اندر موجود مچھلی نہ خریدو کیونکہ یہ دھوکا ہے“ ۶۸۔

آپ نے مزائنہ سے بھی منع فرمایا وہ یہ کہ کوئی شخص کیل یعنی خاص پینے کے ذریعے اس شرط کے ساتھ پھل فروخت کرے کہ: ”اگر پھل اس کیل یعنی پینے سے زیادہ ہو تو میرا ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو میرے ذمہ ہوگا“ ۶۹۔

۲۔ آپ نے مشتری کو حکم دیا کہ بیع لیتے وقت اس کی اچھی طرح جانچ پڑتال کر لے تاکہ بعد میں اس کے کم ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص طعام خریدتا ہے اور اسکے کیل یعنی پینے کو دیکھتا ہے۔ آپ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”اس وقت تک نہیں جب تک مذکورہ طعام میں دو صاع (ایک پینے کا نام) جاری نہ ہو جائیں“ ۷۰۔ یعنی بائع کیل کر کے نہ دیدے اور مشتری کیل کر کے اسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے۔ مترجم

مشتری بیع کو اچھی طرح دیکھ لے تاکہ بعد میں اس کے اندر کسی عیب کا دعویٰ نہ کرے نیز بیع کے اندر پسندیدہ اوصاف کی بھی تحقیق کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ جب کوئی لونڈی خریدنے کا ارادہ کرتے تو اسکے پیٹ اور پنڈلیوں کو دیکھتے، اس کی ران اور پستانوں کے درمیان نیز سرین پر ہاتھ رکھتے ۷۱۔ اور فرماتے: ”یہ تو فروخت ہونے والے سامان کی طرح ہے“ ۷۲۔

اگر بیع کے اندر کوئی ایسا عیب ظاہر ہو جائے جس کا علم مشتری کو عقد کے بعد ہو تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو بیع فسخ کر دے اور چاہے تو اسے قبول کر لے۔ مثلاً کسی ایسے چوپائے کی بیع جس کا دودھ اس کے تھنوں میں روک لیا گیا ہو اور اس کے نتیجے میں اس کے تھن بڑے نظر آئیں اور مشتری خیال کرے کہ اس جانور کا دودھ بہت زیادہ ہے لیکن عقد بیع کے بعد مشتری کو اس کا ردائی کا علم ہو جائے ۷۳۔ ب۔ اس کی تفصیل ہم (مادہ خیاریہ نمبر ۴) میں بیان کریں گے۔

۳۔ میع کے کسی معلوم حصے کا اشتاء میع کے بارے میں علم کے لئے قاذح نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک لونڈی فروخت کی اور اس کے پیٹ میں موجود بچے کو میع سے مستثنیٰ رکھا ۴۔ ایک شخص نے لونڈی فروخت کر کے اس کے پیٹ میں موجود حمل کو میع سے مستثنیٰ رکھا تو آپؐ نے فرمایا: اشتاء کی ہوئی چیز اس کی ہوگی ۵۔ آپؐ نے اپنے پھل چار ہزار میں فروخت کروئے اور اس سے کارندوں کا طعام مستثنیٰ رکھا ۶۔ یعنی اتنی خوراک جو کارندوں کے لئے کافی ہو۔ البتہ اگر کسی ایسی چیز کا اشتاء کیا جائے جس کی مقدار معلوم نہ ہو تو یہ بات میع کے بارے میں علم کے اندر خلل پیدا کر دے گی مثلاً کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کر دیئے جائیں اور بائع کچھ معین درختوں کے پھل جن کی مقدار معلوم نہ ہو بیع سے مستثنیٰ کر دے۔ قاسم بن محمد کہتے ہیں: ”ہم اشتاء میں کوئی حرج نہ سمجھتے اگر حضرت ابن عمرؓ اسے مکروہ قرار نہ دیتے“ آپؐ نے اس کراہت کا اظہار اس وقت کیا تھا جب آپؐ بیماری کی حالت میں ہمارے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے، ابن عون کہتے ہیں کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ ایک شخص اپنے کھجور کے درختوں کے پھل فروخت کر دے اور چند درخت بیع سے مستثنیٰ رکھے ۷۔

۷۔ میع ایسی چیز نہ ہو جسے مشتری صدقے میں دے چکا ہو؛ کیونکہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز خرید لے۔ یہ عدم جواز اس لئے ہے کہ اس کے ذریعے زکوٰۃ ساقط کرنے کی خاطر حیلہ سازی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ: ”میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا: ”اونٹوں کی زکوٰۃ میں نکلنے والے جانوروں کو میں زکوٰۃ کا حساب کر کے الگ سے باندھ دیتا ہوں، کیا میں ان جانوروں کو خرید لوں؟“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا ”اللہ ان جانوروں میں برکت نہ دے“ اپنے مال کو پاک کرنے والی چیز تم ہرگز نہ خریدو ۸۔

۸۔ میع میں اضافے کا مطالبہ: حضرت ابن عمرؓ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ عقد بیع کے بعد مشتری بائع سے میع میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کرے۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے خادم سے یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ: ”جب تم ایک درہم گوشت خرید لو تو پھر اس میں کسی مقدار کے اضافے کا مطالبہ

نہ کرو“ ۷۸۔

ح۔ بیع کے ساتھ ملحقہ اشیاء: بیع کے اندر ہر وہ چیز داخل سمجھی جائے گی جس کے بیع کے ساتھ الحاق کا رواج اور عرف ہو مثلاً وہ کپڑے اور اشیائے تزئین جن کے ساتھ لونڈی فروخت کے لئے پیش کی جائے ۷۹۔

ط۔ بیع کے اندر ارحام (رشتہ داریوں) میں عدم تفریق: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ غلاموں کو خاندانوں کی شکل میں فروخت کیا جائے تاکہ قریبی رشتہ دار ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے پائیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تقسیم پیش آئے تو لونڈی اور اس کے بچے کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کیا جائے۔ اس پر سالم بن عبد اللہ نے عرض کیا: ”اگر مجھے پورے نہ آئیں تو پھر کیا کیا جائے؟“ آپ نے فرمایا: ”خواہ مجھے پورے پورے نہ بھی آئیں“ ۸۰۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ”جب تم دو بھائیوں کو فروخت کرو تو انہیں ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کرو“ سالم نے کہا: ”اگر معاملہ یعنی تقسیم برابر نہ رہے تو پھر کیا کیا جائے“ آپ نے فرمایا: ”خواہ تقسیم برابر نہ بھی رہے“ ۸۱۔

حضرت ابن عمرؓ کے لئے بصرہ سے ایک لونڈی خریدی گئی۔ جب اسے آپ کے پاس لایا گیا تو وہ رونے لگی، آپ نے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ مجھے میرے ابا جان یاد آگئے، یہ سکر آپ نے اسے آزاد کر دیا ۸۲۔

ی۔ ثمن گن کر لینے سے پہلے فروخت شدہ چیز کی خریداری: حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے کہ انسان اپنی فروخت شدہ چیز ثمن گن کر لینے سے پہلے مذکورہ ثمن سے کم پر یا اس سے زائد پر خرید لے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ ایک زین فروخت کر دی لیکن مشتری نے ابھی ثمن گن کر بائع کے حوالے نہیں کیا تھا کہ اسے خرید شدہ زین فروخت کر دینے کا خیال آگیا۔ بائع نے مذکورہ زین مقرر شدہ ثمن سے کم رقم پر لینے کا ارادہ ظاہر کر دیا۔ اور اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور فرمایا: ”اگر وہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کرتا تو اسی ثمن یا اس سے کم پر فروخت کرتا“ ۸۳۔

بیع کی یہ صورت بیع عینہ نہیں ہے جس سے حضرت ابن عمرؓ نے منع فرمایا ہے اس بیع کے بارے میں ہم (ماہہ بیع نمبر ۷ ج ۱) میں گفتگو کریں گے

ک۔ مبیع کا تلف ہو جانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مبیع عقد بیع کی وجہ سے مشتری کی ملکیت میں منتقل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد بائع کے ہاتھ میں اس کی موجودگی امانت کے طور پر ہوتی ہے اور اس کے تمام ذوائد مشتری کے ہوتے ہیں اور اس کا تلف ہو جانا بھی مشتری کے کھاتے میں پڑتا ہے۔ اس لئے کہ جہاں فائدہ حاصل کیا جاتا ہے وہاں نقصان بھی بھرتا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر آپؐ نے فرمایا: ”سنت کے طور پر یہ بات گزر چکی ہے کہ اگر سودا مجموعی دانوں کا ہو اور پھر یہ دانے تلف ہو جائیں تو یہ نقصان خریدار کے مال سے تصور ہوگا“ ۸۴۔

۴۔ ثمن

الف۔ ثمن یا تو نقد (درہم و دینار) کی شکل میں ہوگا یا غیر نقد کی صورت میں، اگر ثمن نقد ہو تو پھر یا تو مقبوض ہوگا یعنی بائع اس پر قبضہ کرچکا ہوگا یا مشتری کے ذمہ ثابت ہوگا اگر ثمن غیر نقد ہو تو اس صورت میں یا تو وہ مبیع کی جنس میں سے ہوگا مثلاً طعام کے بدلے طعام اور جانور کے بدلے جانور کی بیع یا مبیع کی جنس میں سے نہیں ہوگا۔ اس پر ہم تفصیلی گفتگو کریں گے پہلے ثمن کی وصولی کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کی رائے کے مطابق اس کے احکام عامہ پر بحث کریں گے

ب۔ ثمن سے متعلقہ احکام عامہ: ہم حضرت ابن عمرؓ کی رائے کے مطابق ثمن کے سلسلے میں درج ذیل احکام بیان کر سکتے ہیں

۱۔ ثمن کا معلوم ہونا شرط ہے تاکہ بیع درست ہو جائے۔ شعبی نے حسن کے آزاد کردہ غلام سعید سے روایت کی ہے کہ: ”میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور آپ سے دین کا تقاضا کیا۔ آپ نے مجھ سے کہا: ”جب ہمارا خزانچی آجائے تو ہم تمہیں ادائیگی کر دیں گے“ جب وہ آگیا تو آپ نے اسے میرے ساتھ بازار بھیج دیا اور فرمایا: ”اگر بازار کے اندر میری اس اونٹنی کا کوئی ثمن مقرر ہو جائے تو اگر وہ چاہے تو اس قیمت یعنی ثمن کے

بدلے یہ اونٹنی لے لے اور اگر چاہے تو اونٹنی فروخت کر کے اس کا ٹھن لے لے“
۸۵۔

جب ٹھن کا علم ہو گیا تو بیچ جائز ہو گئی۔

ٹھن کو اس صورت میں معلوم تصور کیا جائے گا جب بائع اپنی لاگت بیان کر دے اور اس کے ساتھ دس بیس درہم کے نفع کا بھی اضافہ کر دے مثلاً وہ کہے: ”اس چیز کی لاگت ایک سو درہم ہے، میں نے یہ مال تمہارے ہاتھ اپنی لاگت پر دس فیصد منافع کے ساتھ فروخت کر دیا“^{۸۶}۔ لیکن اگر وہ یہ کہے: ”میں نے یہ مال تمہارے ہاتھ اپنی لاگت پر دس فیصد منافع کے ساتھ فروخت کر دیا“ اور لاگت کی مقدار بیان نہ کرے تو بیچ درست نہیں ہوگی اس لئے کہ ٹھن مجہول ہوگا حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں یہ بیچ ”وہ دوازدہ“ (دس بارہ) کے نام سے معروف تھی۔ آپ نے فرمایا: ”وہ دوازدہ کی بیچ ربوا ہے“^{۸۷}۔ آپ کی مراد یہ تھی کہ مذکورہ بیچ درست نہیں ہے۔

۲۔ ٹھن کے اندر اعتدال ہو۔ اس اعتدال کے اندر درج ذیل امور غلط پیدا کرتے ہیں۔

الف۔ ٹھن مثل سے زیادہ رقم پر یعنی منگ فروخت کرنا۔ یہ صورت یا تو غبن یعنی گاہک کو ٹھکنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مجھے ٹھکنا یعنی دھوکا دینا نہیں آتا“^{۸۸}۔

یا احکار یعنی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی طعام کی اس نیت کے ساتھ چالیس دنوں تک ذخیرہ اندوزی کی کہ نرخ چڑھ جائے تو وہ اللہ سے بری الذمہ ہو گیا اور اللہ اس سے بری الذمہ ہو گیا“^{۸۹}۔

یا نجش کی وجہ سے سامنے آتی ہے۔ نجش یہ ہے کہ خریداری کے ارادے کے بغیر دوسروں کو پھسانے کے لئے چیز کی قیمت یعنی ٹھن بڑھا دینا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حضور ﷺ نے نجش سے منع فرمایا ہے“^{۹۰}۔

ب۔ ٹھن مثل سے کم پر خریدنا۔ یہ صورت یا تو بائع کی سادہ لوحی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے یا

اس کی خوش دلی یا غلطی کی بنا پر پیش آتی ہے۔ ایک واقعہ یہ پیش آیا تھا کہ ایک شخص فروخت کے لئے چند لونڈیاں مدینہ منورہ لے کر آیا اور حضرت ابن عمرؓ کے ہاں ٹھہر گیا۔ اس نے ایک لونڈی ابن جعفر کے ہاتھ فروخت کر دی اور پھر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ: ”مجھے سات سو درہم کا گھانا ہوا ہے“ آپ عبد اللہ بن جعفر کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ: ”یا تو تم یہ رقم بائع کو دے دو یا اس کی بیع رد کر دو“ ابن جعفر نے کہا کہ ہم یہ رقم اسے دے دیں گے“^{۹۱}۔ یا یہ صورت نزخوں کے بارے میں اس کی لاعلمی کی بنا پر پیش آتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو مکروہ قرار دیا ہے کہ تجارتی قافلے کی آمد پر لوگ خریداری کے لئے وہاں پہنچ جائیں جبکہ قافلے والوں کو ابھی شہر کے نزخوں کا علم نہ ہوا ہو^{۹۲}۔ آپ فرمایا کرتے تے کہ: ”تم بلیوں کے سروں پر جاکر خرید و فروخت کرنے والوں سے نہ ملو“^{۹۳}۔

۳۔ ثمن بائع کے ذمہ دین نہ ہو اور مشتری اسے بیع سلم کا ثمن بنا کر اس کی وصولی کا ارادہ کرے۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص کے ذمہ میرے کچھ درہم تھے اور میں اس کے پاس ان کی وصولی کے لئے گیا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس یہ رقم نہیں ہے لیکن میں فصل کی کٹائی تک اس رقم کا طعام اپنے ذمہ لکھ لیتا ہوں“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”یہ درست نہیں ہے“^{۹۴}۔ محمد بن زید نے حضرت ابن عمرؓ سے اس شخص کے بارے میں روایت کی ہے جس نے درہموں کے بدلے طعام فروخت کیا ہو کہ آیا وہ ان درہموں کے عوض طعام لے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”نہیں حتیٰ کہ وہ اپنے درہم اپنے قبضے میں کر لے“^{۹۵}۔

البتہ یہ بات غیر سلم میں جائز ہے۔ ہم نے گذشتہ سطور یعنی (مادہ بیع نمبر ۴) کے جزب کے (جز ۱) میں دیکھا ہے کہ جب ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس اپنے دین کی وصولی کے سلسلے میں آیا تو آپ نے اسے اختیار دیا کہ اگر وہ چاہے تو دین کی وصولی کے لئے آپ کی اونٹنی آپ سے اس قیمت کے بدلے خرید لے جو بازار میں ثمن کے طور پر اس کی لگائی جائے اور اگر چاہے تو اونٹنی فروخت کر کے اس کا ثمن لے لے۔ بیع سلم کے اندر اس صورت کی ممانعت کی علت یہ ہے کہ مسلم فیہ (مجمع) مثلاً طعام دین ہوتا

ہے۔ اگر ثمن بھی دین ہو جائے تو یہ صورت دین کے بدلے دین کی بیع کی ہو جائے گی جو بالا جماع درست نہیں ہے نیز یہ بات اس مقصد کے برخلاف ہوگی جس کی خاطر بیع سلم مشروع ہوئی ہے وہ مقصد یہ ہے کہ ضرورت مند کی ضرورت پوری کر دی جائے۔

۴۔ ثمن کی رقم کا کچھ حصہ کم کر دینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ مشتری بائع سے ثمن کی رقم میں کچھ کمی کر دینے کے لئے کہے۔ آپ نے ایک اونٹ خریدا اور اسے لے کر کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے اور انہیں اونٹ کا ثمن بتایا تو انہوں نے آپ سے کہا کہ واپس جا کر اونٹ کے مالک سے ثمن میں کمی کراؤ وہ آپ کے لئے ثمن میں کمی کر دے گا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”نہیں“ میں تو اس ثمن پر رضامند ہوں“ ۹۵۔

۵۔ عربوں کی بیع: حضرت ابن عمرؓ بیع العربوں کو جائز قرار دیتے تھے ۹۶۔ وہ بیع یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خرید لے اور بائع کو یہ کہہ کر ثمن کا ایک حصہ حوالے کر دے کہ اگر میں مذکورہ چیز رکھ لوں تو ثمن کے اس ادا شدہ حصے کا حساب ثمن میں کر لوں گا اور اگر مذکورہ چیز واپس کر دوں تو ادا شدہ یہ رقم بائع کی ہوگی

۶۔ اگر ثمن ثابت فی الذمہ یعنی دین ہو تو اس صورت میں الف۔ یہ جائز ہے کہ ادائیگی کی مدت کی قطعی تحدید کر دی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ مدت میرہ یعنی فراخی حاصل ہونے تک دراز کر دی جائے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ اجل نمبر ۲) میں کر دی ہے

ب۔ یہ جائز ہے کہ مشتری بائع کو مقررہ ثمن کی ادائیگی کر دے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے افضل اور زائد دے دے۔ یہ بات اس وقت تک ربوا کی صورت اختیار نہیں کرے گی جب تک عقد بیع کے اندر اس کی شرط رکھی نہ گئی ہو۔ بلکہ یہ بات حسن ادائیگی کے باب میں شمار ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے کسی شخص سے ایک چیز خرید لی اور ثمن کی ادائیگی کی مدت فراخی حاصل ہونے تک رکھی۔ پھر آپ اس کے پاس وہ سکے لے کر گئے جو بیع کے اندر مقررہ سکوں سے افضل تھے۔ اس شخص نے عرض کیا کہ یہ سکے تو میرے مقرر کردہ سکوں سے افضل ہیں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا: ”میں یہ تمہیں

دل سے دے رہا ہوں، کیا تم اسے قبول کر لو گے؟“ اس نے کہا: ”ہاں“ ۹۷۔

ج۔ یہ بھی جائز ہے کہ بائع ایک سکے میں اپنا سامان فروخت کرے اور ثمن کے طور پر اس کا ہم قیمت دوسرا سکہ وصول کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میں بقیع کے مقام پر دیناروں کے بدلے اونٹ فروخت کرتا اور دیناروں کی جگہ چاندی کا سکہ وصول کر لیتا اور چاندی کے سکوں کے بدلے اونٹ فروخت کرتا اور ان کی جگہ دینار وصول کر لیتا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ میری ہمشیرہ حضرت حفصہؓ کے مکان سے باہر آرہے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”قیمت میں کوئی مضائقہ نہیں“ ۹۸۔

د۔ اگر ثمن نقد کی صورت میں نہ ہو یعنی درہم و دینار کے علاوہ ہو تو اس صورت میں یہ ثمن یا تو میع کی جنس میں سے نہیں ہو گا مثلاً طعام کے بدلے جانور کے فروخت ایسی صورت میں تقاضل اور نساء (ادھار) دونوں جائز ہوں گے یعنی میع اور ثمن کے درمیان نہ تو وزن میں مساوات شرط ہوگی اور نہ ہی کیل یعنی ناپ میں۔ نیز ثمن اور میع پر فوری قبضہ بھی شرط نہیں ہوگی۔

یا ثمن میع کی جنس میں سے ہو گا مثلاً طعام کے بدلے طعام کی اور جانور کے بدلے جانور کی فروخت۔ ایسی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک طعام، جانور اور دیگر اشیاء کے درمیان فرق ہوگا۔

ا۔ اگر ثمن طعام ہو تو یہ یا تو میع کی نوع میں سے ہوگا۔ مثلاً زیت (زیتون کا تیل) کے بدلے زیت کی اور جو کے بدلے جو کی فروخت۔ ایسی صورت میں مقدار کے اندر مساوات اور فوری قبضہ واجب ہوگا۔ تقاضل اور نساء دونوں حرام ہوں گے۔

یا ثمن میع کی نوع میں سے نہیں ہو گا مثلاً جو کے بدلے زیت کی اور منقہ کے بدلے گندم کی فروخت تو اس صورت میں تقاضل حلال ہوگا اور نساء (ادھار) حرام ہوگا سالم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ کیل یعنی ماپ کے تحت آنے والے طعام (اشیائے خوردنی) کے اندر دو کے بدلے ایک کی فروخت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ یہ بیع دست بدست ہو اور میع اور ثمن کے رنگ

مختلف ہوں^{۹۹}۔

آپ نے فرمایا: ”جن اشیائے خوردنی کے رنگ مختلف ہوں انہیں دست بدست فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں، یعنی خشک کھجوروں کے بدلے گندم اور جو کے بدلے منقہ“ البتہ آپ نے اس قسم کی ادھار بیچ کو مکروہ تصور کیا ہے^{۱۰۰}۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے بیچ مزانبہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ یہ کہ تر کھجوروں کو خشک کھجوروں کے بدلے اور انگوروں کو منقہ (خشک انگوروں) کے بدلے ماپ کر فروخت کیا جائے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں نوع کی یکسانیت کے باوجود بیچ اور ثمن کی مقداروں کے درمیان مساوات کا تحقق نہیں ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے: ”حضور ﷺ نے مزانبہ سے منع فرمایا ہے“^{۱۰۱}۔

۲۔ اگر ثمن جانور ہو تو اس صورت میں یا تو اسے اسی نوع کے جانور کے بدلے فروخت کیا گیا ہو گا مثلاً گائے کے بدلے گائے کی فروخت۔ ایسی صورت میں تفاضل حلال ہو گا اور ادھار حرام ہو گا۔ طاؤس نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ اگر دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ ادھار فروخت کیا جائے تو کیا یہ بیچ جائز ہوگی؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے اسے مکروہ قرار دیا^{۱۰۲}۔

اسی مفہوم پر ابن قدامہ کی روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جانور کے بدلے جانور کی ادھار بیچ کو مکروہ قرار دیتے تھے^{۱۰۳}۔

یہ کراہت ادھار کی وجہ سے تھی۔ تفاضل کی وجہ سے نہیں تھی۔ اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن ابی شیبہ نے ابن سیرین سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھ سے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ کی دست بدست فروخت کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا، میں نے اس کا جواب نفی میں دیا“ لیکن حضرت ابن عمرؓ نے میرے اس جواب کو پسند نہیں کیا“^{۱۰۴}۔

دوسری دلیل ابن ابی شیبہ کی یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”کون ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ فروخت کرے؟ کون ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹیوں کے بدلے ایک اونٹنی فروخت کرے“^{۱۰۵}۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے چار اونٹوں کے بدلے ایک راحلہ (سواری کی اونٹنی) خریدی تھی اور ربذہ کے مقام پر اس کی حواگی کی شرط تھی^{۱۰۶}۔ اس روایت سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایک جانور اسی نوع کے دوسرے جانور کے بدلے فروخت کیا جائے تو ایسی صورت میں نساء یعنی ادھار حلال ہوتا ہے۔ ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ منورہ کے اندر بیچ کا ایجاب نہیں کیا تھا کہ ادھار لازم آتا بلکہ بیچ کا ایجاب ربذہ کے مقام پر ہوا تھا جہاں قبضہ بھی مکمل ہو گیا تھا۔ اس کی تصریح ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہو جاتی ہے جسے انسوں نے نافع سے نقل کی ہے نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے چار اونٹوں کے بدلے ایک اونٹنی ربذہ کے مقام پر خریدی تھی اور پھر بائع سے فرمایا تھا: ”جاؤ جا کر سوچو“ اگر تم رضامند ہو گئے تو بیچ پکی ہو گئی“^{۱۰۷}۔

اگر جانور کے بدلے دوسری نوع کا جانور فروخت کیا جائے مثلاً بکریوں کے بدلے اونٹوں کی فروخت تو اس صورت میں تقاضل اور نساء دونوں حلال ہوں گے۔ اسی مفہوم پر اس روایت کو محمول کیا جائے گا جسے البغوی نے ”شرح السنہ“ کے اندر نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا مسلک تھا کہ جانور کے بدلے جانور کی ادھار فروخت جائز ہے^{۱۰۸}۔

۵۔ متعاقبین (بائع اور مشتری)

الف۔ بیچ کے متعاقبین کے لئے یہ شرط ہے کہ بے عقل یا کم سنی یا جنون یا غلامی یا اسی قسم کی کسی اور بات کی وجہ سے ان پر پابندی نہ لگی ہو اس پر سب کا اجماع ہے اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ یہ شرط نہیں ہے کہ مالکان بذات خود عقد بیچ کریں بلکہ ان کی طرف سے دوسرے لوگ بھی یہ عقد کر سکتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیچ صرف کے لئے اپنا وکیل مقرر کیا تھا^{۱۰۹}۔ اسی طرح بصرہ سے ایک لونڈی کی خریداری کا کام کسی کے سپرد کیا تھا^{۱۱۰}۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس امر کو مکروہ قرار دیا تھا کہ شہری دیہاتی کے لئے بیچ سرانجام دے اس کی وجہ یہ تھی کہ ایسی صورت میں زرخوں میں چڑھاؤ ہو جاتا کیونکہ بیچ پر دلال کی اجرت بھی لاد دی جاتی

۶۔ عقد بیع

الف۔ ایجاب اور قبول: تنجیز (فوری عملدرآمد) کے صیغوں کے ساتھ ایجاب و قبول کی تصریح ضروری ہے۔ اس کے لئے قلبی رضامندی کافی نہیں ہے۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو کہتے سنا تھا کہ: ”ایک شخص رضامند ہو جاتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے“ اس قول نے گویا مجھے بیدار کر دیا“ حضرت ابن عمرؓ خریداری کرتے اور فرماتے کہ میں نے لے لیا“^{۱۲}۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ”یہ ابن عمرؓ ہیں جو دل سے رضامندی کو کوئی حیثیت نہیں دیتے جب تک قول کے ذریعے اس کا اظہار نہ ہو جائے“

ب۔ عقد بیع میں شرطیں۔ شرطوں کی دو قسمیں ہیں

۱۔ ایسی شرطیں جن کا عقد تقاضا کرتا ہو اور وہ عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں مثلاً ثمن کی ادائیگی میں تاخیر یعنی مہلت کی شرط یا مثلاً بائع کہے: ”میں نے تمہارے ہاتھ یہ چیز فروخت کر دی تم تین دنوں تک اس کے ثمن کی مجھے ادائیگی کر دینا یا فلاں معلوم مدت تک اس کی ادائیگی کر دینا۔ اگر تم ثمن لے کر نہ آئے تو ہمارے درمیان کوئی بیع نہیں ہوگی“^{۱۳}۔

یا مثلاً بیع سلم کے اندر بائع کی طرف سے مہج یعنی مسلم فیہ کے سلسلے میں کوئی کفیل پیش کرنے کی شرط^{۱۴}۔

۲۔ ایسی شرطیں جن کا عقد تقاضا نہ کرتا ہو اور وہ عقد کے ساتھ مناسبت نہ رکھتی ہوں بلکہ متعادلین میں سے کسی ایک نے اپنے مفاد کی خاطر یہ شرطیں عائد کی ہوں۔ ایسی شرطیں عقد بیع کو فاسد کر دیتی ہیں مثلاً ایک شخص کوئی لونڈی فروخت کرے اور مشتری پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ مذکورہ لونڈی کو نہ تو آگے فروخت کرے گا اور نہ ہی اس کے ساتھ ہبستری کرے گا اور ہی اسے بہرہ کے طور پر کسی کو دے گا^{۱۵}۔

سعید بن منصور نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص لونڈی اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ مشتری اسے نہ تو فروخت کرے گا اور نہ ہی اس کا بہرہ کرے گا^{۱۶}۔

یا مثلاً کوئی شخص غلام فروخت کرے اور مشتری پر اسے آزاد کر دینے کی شرط عائد کر دے۔ یہی مسئلہ جب حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب نفی میں

دیا ۱۷۔ (دیکھئے مادہ شرط نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲)

درج بالا قسم کی شرائط کا عقد بیع مقتضی نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ شرطیں عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد بیع مشتری کے لئے ملکیت کا اثبات کر دیتا ہے اور اسے بیع کے اندر مالکانہ تصرف کا حق دے دیتا ہے مثلاً بیع، ہبہ، متاع وغیرہ۔ مشتری سے اس حق کو سلب کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ بیع کو اس کے مفہوم و معنی سے محروم کر دیا جائے۔ جو بھی شرط بیع کو اس کے مفہوم و معنی سے محروم کرے گی وہ اسے لغو اور بے کار بنا دے گی

۳۔ بیع سلم کے اندر وظائف ملنے تک یا فصل کی کٹائی وغیرہ تک مسلم فیہ (بیع) کی حوالگی کی شرط (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۲) نیز (مادہ بیع نمبر ۷ کے جزب کا جز ۲) عقد بیع کے ساتھ مناسبت نہ رکھنے والی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسلم فیہ کے بالمقابل رہن رکھنے کی شرط عائد کر دی جائے۔ سعید بن جبیر نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص بیع سلم کرتا ہے اور رہن رکھتا ہے، آپ نے اسے مکروہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”یہ قابل تاوان رہوا ہے“ ۱۸۔

بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی بیع کے سلسلے میں رہن رکھنے کی شرط عقد سلم سے اس لئے مناسبت نہیں رکھتی کہ یہ عقد ضرورت مند بائع کی ضرورت پوری کرنے کے لیے مشروع کیا گیا ہے۔ اس لئے رہن رکھنے کی شرط اس کے لئے مشکلات پیدا کرنے اور اسے غفلت میں مبتلا کر دینے کے مترادف ہوگی۔ اس لئے کہ اگر اس کے پاس کوئی ایسا سامان ہوتا جسے فروخت کر کے وہ اپنی ضرورت پوری کر لیتا تو اسے بیع سلم کرنے کی ضرورت نہ ہوتی بخلاف کفیل پیش کرنے کی شرط کے ۱۹۔ اس لئے کہ یہ شرط اس حق کی توثیق کر دیتی ہے جو بائع کے ذمہ ہے

ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے بیع سلم کے اندر رہن رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اپنے مال کے بارے میں وثوق حاصل کر لو“ ۲۰۔ آپ کے اس قول کے دو احتمالات ہیں۔ اول یہ کہ آپ بیع سلم کے اندر رہن رکھنے کی شرط کے جواز کے پہلے قائل تھے اور پھر آپ نے اپنی رائے بدل دی۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس روایت میں راوی سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس نے ان الفاظ ”آپ سے سلم کے اندر کفیل کے بارے میں پوچھا گیا“ کی بجائے یہ نقل کیا کہ ”آپ سے رہن کے بارے میں پوچھا گیا“ راوی کے اس اختلاط کا سبب یہ ہے کہ رہن اور کفالہ دونوں میں سے ہر ایک توثیق کا ذریعہ ہے یہی نے روایت کی۔ کہ حضرت ابن عمرؓ بیچ سلم کے اندر کفیل اور رہن میں کوئی حرج نہیں تصور کرتے تھے ۱۲۱۔ اس روایت کے اندر بھی درج بالا دونوں احتمالات موجود رہیں۔ پہلا احتمال یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی رائے بدل کر سلم کے اندر کفالہ کے جواز اور رہن کے عدم جواز کی رائے اختیار کر لی تھی اور دوسرا احتمال یہ ہے راوی نے یہ خیال کیا اگر کفالہ کے ذریعے سلم کی توثیق جائز ہے تو رہن کے ذریعے بھی جائز ہوگی کیونکہ توثیق کے مقامات کے اندر دونوں باتوں میں ہمیشہ ذہنی اقتران پایا جاتا ہے

ج۔ عقد بیع پر گواہی قائم کرنا (دیکھئے مادہ اشہاد نمبر ۴)

د۔ غیر سے عقد ایک لینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ کوئی شخص ایسی چیز خریدنے کے لیے آگے بڑھے جس کی خریداری سے کسی اور کو دلچسپی ہو اور وہ اس کا مول تول کر رہا ہو یہاں تک کہ دل چسپی رکھنے والا یہ شخص خود اس چیز کی خریداری سے دست بردار ہو جائے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس حرکت سے لوگوں کے درمیان جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کینہ جاگزیں ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے آپ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ ”تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے“ ۱۲۲۔

ه۔ متعاقبین کے درمیان جب عقد بیع کی تکمیل ہو جائے تو ہر ایک کو اس وقت تک بیع عقد کا حق ہوتا ہے جب تک طرفین مجلس عقد میں موجود ہیں اور جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ اس علیحدگی کے بعد یہ حق ساقط ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۲)

و۔ بیوع کی قسمیں

بیع کی بہت سی انواع ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ان انواع میں سے ہم نے درج ذیل کا احاطہ کیا ہے

الف۔ بیع صرف

۱۔ تریف: بیع صرف وہ بیع ہے جس میں دونوں عوضوں (مبیع اور ثمن) میں سے ہر ایک اثمان (جمع ثمن) کی جنس میں سے ہو۔

۲۔ بیع صرف کے احکام: اثمان کی ایک دوسرے کے بدلے بیع دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتی پہلی حالت یہ ہے کہ دونوں عوض جنس کے اندر متحد ہوں مثلاً سونے کے بدلے سونے کی اور چاندی کے بدلے چاندی کی فروخت۔ ایسی صورت میں مقدار کے اندر مساوات اور مجلس بیع میں دونوں پر قبضہ واجب ہے۔ اس میں تفاضل اور نساء یعنی ادھار دونوں حرام ہیں

جس چیز پر پر سونا چڑھا ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے خواہ سونا مذکورہ چیز کے سونے سے زیادہ ہو یا کم یا مساوی۔ اس کے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مذکورہ چیز سے سونا الگ کر لیا جائے اور پھر اسے اس کی مقدار سونے کے بدلے فروخت کیا جائے۔ البتہ جس چیز پر سونا چڑھا ہو اسے تنہا فروخت کیا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے۔ نافعؓ نے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس تلواریں کو اس وقت تک فروخت نہ کرتے جس پر چاندی چڑھی ہوتی جب تک یہ چاندی الگ نہ کر لیتے اور پھر اسے ہم وزن فروخت کر دیتے^{۱۳}۔

اثمان کی ایک دوسرے کے بدلے فروخت کے اندر عمدگی نیز کاریگری کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ ایک سنار حضرت ابن عمرؓ پاس آیا اور کہا: ”میں سونا و حالات ہوں اور اس سے بنی ہوئی چیز کو اس کے وزن سے زائد مقدار کے بدلے فروخت کر دیتا ہوں۔ اور اپنی اس کاریگری کے بقدر زائد مقدار حاصل کر لیتا ہوں“ حضرت ابن عمرؓ نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ وہ آپ سے یہ مسئلہ بار بار دہراتا اور آپ اسے ایسا کرنے سے روکتے حتیٰ کہ آپ مسجد کے دروازے تک یا اس سواری تک پہنچ گئے جس پر سوار ہونا چاہتے تھے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا: ”دینار کے بدلے دینار اور درہم کے بدلے درہم“ دونوں کے درمیان کوئی تفاضل یعنی کمی بیشی ہونے نہ پائے۔ ہمارے نبی ﷺ نے ہم سے یہی کہا ہے اور ہم بھی تم سے یہی کہتے ہیں“^{۱۴}۔

رومکی مبیع اور ثمن پر قبضے کی شرط تو حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے: ”اگر دوسرا

فریق تم سے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہنے تک کی مہلت مانگے تو اسے یہ مہلت بھی نہ دو“
۱۲۵۔

بیع اور ثمن پر یہ قبضہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مجلس عقد کے اندر ہی مکمل ہونا چاہئے۔ اس بات پر حضور ﷺ کا وہ جواب دلالت کرتا ہے جو حضرت ابن عمرؓ کے سوال پر دیا گیا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا تھا کہ: ”اپنے ساتھی (عقد بیع کے دوسرے فریق) سے اس حالت میں جدا نہ ہونا کہ تم دونوں کے مابین کوئی التباس یعنی شک و شبہ ہو“ ۱۲۶۔

دوسری حالت یہ ہے کہ دونوں عوض جنس کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ مثلاً چاندی کے بدلے سونے کی اور سونے کے بدلے چاندی کی فروخت ایسی صورت میں تقاضل حلال ہوگا اور نساء (یعنی ادھار) حرام ہوگا یعنی مجلس عقد کے اندر دونوں پر قبضہ کی شرط ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور ﷺ سے اس بارے میں جب سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”چاندی کے بدلے سونا خریدو“ جب ان میں سے کوئی ایک چیز لے لو تو پھر اپنے ساتھی سے اس حالت میں جدا نہ ہو کہ تم دونوں کے درمیان کوئی التباس ہو ۱۲۷۔

یہ ارشاد مجلس عقد کے اندر دونوں عوضوں پر قبضہ کی شرط کی دلیل ہے۔

رہ گئی تقاضل کی حلت تو حضرت ابن عمرؓ نے دیناروں کے بدلے درہم خریدے اور غلطی سے اس میں ایک کھوٹا درہم بھی آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے تبدیل کرنا پسند نہیں کیا ۱۲۸۔

ب۔ بیع سلم

۱۔ تعریف: موجد چیز کو جو موصوف اور بزمہ عائد ہو حالی یعنی نقد ثمن کے بدلے فروخت کرنا بیع سلم ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کسی شخص کا یہ قول ناپسند کرتے تھے کہ ”اسلم فی کذا“ (میں فلاں چیز میں سلم کرتا ہوں) اور یہ پسند کرتے کہ وہ کہے ”اسلف فی کذا“ (میں فلاں چیز میں سلف کرتا ہوں) بالفاظ دیگر آپ اس بیع کے لئے اسلام کے لفظ کو ناپسند کرتے تھے اور اسلاف کے لفظ کے استعمال کو ترجیح دیتے تھے۔ آپ فرماتے

”اسلام تو رب العالمین کے لئے ہے“ ۱۲۹۔

۲۔ مسلم فیہ (بیچ سلم کا بیچ)۔ مسلم فیہ کی یہ شرطیں ہیں
الف۔ وہ موجد اور وصف کے اعتبار سے معلوم ہو نہ کہ عین کے اعتبار سے نافع نے
حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص وصف شدہ
طعام کے اندر سلم کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں“ ۱۳۰۔

”مصنف عبدالرزاق“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی مضائقہ
نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص کسی چیز کے اندر معلوم مدت تک کے لئے نیز معلوم کیل
یعنی پیمانے کے ذریعے چاندی کے سکوں کا سلم کر لے ۱۳۱۔ آپ فرماتے: ”معلوم کیل
معلوم مدت تک“ ۱۳۲۔

ان نصوص کے اندر ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ وصف یعنی بیچ کے بارے میں
وضاحت کی نوعیت ایسی ہونی چاہئے کہ مقدار کو بھی شامل ہو یعنی کیل یا وزن یا اسی
طرح کے دیگر پیمانوں کے تحت آنے والی مقداروں کو نیز جنس کو بھی شامل ہو مثلاً گندم
یا جو یا اسی طرح کی کوئی اور جنس اور ان پسندیدہ اوصاف کو بھی شامل ہو جن کے متعلق
آگے چل کر اختلاف پڑنے کا احتمال ہو مثلاً عمدہ، متوسط، سفید، گندمی وغیرہ۔ اسی بنا پر
حضرت ابن عمرؓ نے کراہیں (ایک قسم کے کھردرے کپڑے) اور ریشم کے کپڑے کے
اندر بیچ سلم کی اباحت کردی تھی ۱۳۳۔

حضرت ابن عمرؓ یہ شرط عائد نہیں کرتے تھے کہ مسلم فیہ کے تمام ظاہری اور باطنی
اوصاف ضبط بیان میں لے آئے جائیں بلکہ آپ کے نزدیک اس کے ظاہری اور عام
اوصاف کا ضبط بیان میں آجانا کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جانور اور غلام کے
اندر ان کے ظاہری اوصاف بیان ہونے کی صورت میں بیچ سلم کو جائز قرار دے دیا
تھا۔ اس اکتفاء کی وجہ یہ ہے کہ باطنی اور نفسیاتی اوصاف کو ضبط بیان میں لانا ممکن
نہیں ہوتا۔ ۱۳۴۔

ب۔ اگر بیچ معین اور حاضر ہو تو اس میں بیچ سلم درست نہیں ہوتی کیونکہ ایسی صورت
میں اس کے تلف ہو جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ بنا بریں کسی معین فصل کے اندر سلم اس

وقت تک جائز نہیں جب تک وہ استعمال کے قابل نہ ہو جائے (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۳ کے جز الف کا ۲۷)

ج۔ سلم کی یہ صورت جائز نہیں ہے کہ مثلاً ایک ہزار صاع (ایک پیانے کا نام) گندم میں بیج سلم کی جائے اور اس کے ساتھ کہہ دیا جائے کہ اگر گندم کی مطلوبہ مقدار میسر نہ آسکے تو اس کی بجائے پندرہ سو صاع جو کی ادائیگی کی جائے گی یا سلم کرنے والا کہے کہ: ”اگر تم مجھے گندم دو گے تو میں اس بھاؤ اسے لوں گا اور اگر جو دو گے تو اس بھاؤ لوں گا“ اس کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بیج کے بھول ہونے کا پہلو موجود ہے۔ محمد بن زید بن خلیدہ نے کہا ہے کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سلم کے بارے میں پوچھا کہ ہم لوگ بیج سلم کرتے وقت کہتے ہیں کہ ”اگر تم ہمیں گندم دو گے تو ہم اس بھاؤ اسے لیں گے اور اگر جو دو گے تو اس بھاؤ لیں گے“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”ہر صنف کے اندر چاندی کے معلوم سکوں کے ذریعے سلم کرو۔ اگر بائع تمہیں مسلم فیہ یعنی بیج دے دے تو اسے لے لو ورنہ اپنا اس المال (دی ہوئی رقم) واپس لے لو اور اسے کسی اور سامان میں سلم کرنے کے لئے واپس نہ کرو“ ۱۳۵۔

د۔ مسلم فیہ کے سلسلے میں یہ شرط نہیں ہے کہ بائع کے پاس اس کی اصل موجود ہو حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص معلوم مدت تک کے لئے کوئی ایسی چیز فروخت کر دے جس کی اصل اس کے پاس موجود نہ ہو ۱۳۶۔

آپ فرماتے: ”میری خواہش ہے کہ کوئی شخص مجھ سے طعام دینے کے بدلے ایک دینار لے لے اور پھر ملک شام سے میرے لئے مذکورہ طعام لائے“ ۱۳۷۔

۳۔ ثمن کے اندر شرط یہ ہے کہ

الف۔ وہ معلوم ہو، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ طعام (اشیائے خوردنی) میں مقررہ بھاؤ اور متعین مدت کے تحت بیج سلم کر لے“ ۱۳۸۔

ب۔ ثمن حالی یعنی نقد ہو اور اسے بائع کے حوالے کر دیا گیا ہو۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ثمن کی حوالگی کی شرط کے ساتھ سلم کو جائز قرار دیتے تھے ۱۳۹۔

اگر کسی شخص کے ذمہ ایک دینار ہو اور وہ اسے ایک معین مدت تک کے لئے

طعام کے اندر بیچ سلم کا شمن بنادے تو حضرت ابن عمرؓ کے قول کے مطابق یہ صورت درست نہیں ہوگی^{۱۳۰}۔ (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۴)

۴۔ اجل

بیچ سلم کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ اس میں بیچ کی حوالگی کی مدت بیان کر دی گئی ہو۔ گزشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص کسی چیز کے اندر ایک معین مدت تک کے لئے اور معین کیل (پیمانے کا نام) کے تحت چاندی کے سکوں میں سلم کر لے (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۷ کے جز ۲ کا جز الف)

بیچ سلم کی مشروعیت کی غرض و غایت چونکہ ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سلم کا معاملہ بائع کے اعتبار سے مسامحت یعنی نرمی پر مبنی ہوتا ہے۔ بائع کا پہلو دراصل بیچ سلم کے اندر ایک کمزور پہلو ہوتا ہے۔ اس مسامحت کے اندر اجل کے سلسلے میں کس حد تک نرم رویہ اختیار کرنا بھی داخل ہے۔ اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ بیچ سلم کی اس صورت کو جائز قرار دیتے تھے جس میں مسلم فیہ حوالہ کرنے کی مدت فصل کی کٹائی اور گمائی^{۱۳۰} - ب۔ اور سرکاری وظائف کے ملنے تک رکھی گئی ہو^{۱۳۱}۔ حالانکہ اس مدت کے اندر تقدیم و تاخیر کا پورا امکان موجود ہوتا ہے۔ تاہم آپ نے یہ صورت مکروہ قرار دی ہے کہ فراخی حاصل ہونے کی مدت تک کے لئے خریداری کی جائے^{۱۳۲}۔ اس لئے کہ اس مدت کی تحدید نہیں ہو سکتی۔ فراخی چند دنوں کے بعد حاصل ہو سکتی ہے اور چند سالوں کے بعد بھی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی حاصل نہ ہو بنا بریں خوشحالی کا حصول کوئی ایسی مدت نہیں جس کے ساتھ مسلم فیہ کی حوالگی کو مربوط کرنا جائز ہو (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۲)

۵۔ مسلم فیہ کے بالمقابل رہن اور کفالہ:

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ بیچ سلم کی مشروعیت کی غرض و غایت ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ یہ امر اس بات کے منافی ہے کہ مشتری بائع پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ مسلم فیہ کے بالمقابل اسے کوئی چیز رہن کے طور پر دے دے کیونکہ بائع کے بارے میں یہی تصور ہوتا ہے کہ وہ ضرورت مند اور تہی دست ہے اگر اس کی

ملکیت میں رہن رکھنے کے لئے کوئی ایسی چیز ہوتی جس کی قیمت مسلم فیہ کی قیمت کے برابر ہوتی اور مذکورہ چیز اس کی ضرورت سے زائد ہوتی تو وہ ہرگز بیع سلم نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سلم کے اندر رہن رکھنے کی شرط کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔

جہاں تک کفیل میا کرنے کی شرط کا تعلق ہے تو اس میں بائع کے لئے کوئی تنگی نہیں ہے اور اس میں مشتری کے حق کی ضمانت بھی ہے۔ بتا بریں حضرت ابن عمرؓ نے سلم کے اندر کفالہ کی شرط کو جائز قرار دیا ہے ہم نے یہ بات (مادہ بیع نمبر ۶ کے جزب) میں بیان کر دی ہے

۶۔ بائع کا مسلم فیہ کی حوالگی سے تنگ دست اور عاجز ہو جانا

الف۔ اگر بائع کو مسلم فیہ کے سلسلے میں تنگ دستی کا سامنا کرنے پڑ جائے اور وہ اپنے افلاس کی وجہ سے یا مسلم فیہ کے عدم وجود کی بنا پر اسے مشتری کے حوالہ نہ کر پائے تو اس صورت میں مشتری کے لئے یہ جائز نہیں ہو گا کہ وہ ثمن کو کسی اور بیع سلم میں تحویل کر دے۔ اسی طرح اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہو گا کہ مذکورہ ثمن کے بدلے کوئی اور سامان اور مال حاصل کر لے۔ بلکہ وہ اپنا اس المال (دی ہوئی رقم) واپس لے لے گا یا پھر انتظار کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم نے کسی چیز کی بیع سلم کی ہو تو پھر صرف یا تو اپنا اس المال لے لو یا وہ چیز جس میں سلم کیا گیا ہو یعنی مسلم فیہ“ ۱۳۳۔

آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کچھ دراہم کے بدلے طعام فروخت کرتا ہے تو کیا وہ ان دراہم کے بدلے طعام حاصل کر لے؟ آپ نے جواب دیا: ”نہیں“ حتیٰ کہ تم اپنے دراہم پر قبضہ کر لو“ ۱۳۴۔

۷۔ آپ نے محمد بن زید بن خلیدہ سے فرمایا تھا کہ: ”اگر بائع تمہیں مسلم فیہ یعنی بیع دے دے تو فہماور نہ تم اپنا اس المال واپس لے لو اور اسے کسی اور سامان کی خریداری کے سلسلے میں واپس نہ کرو“ ۱۳۵۔

ب۔ اگر بائع مسلم فیہ کا بعض حصہ حوالہ کرنے سے تنگ دست اور عاجز رہے تو اس صورت میں کیا مشتری مسلم فیہ کا بعض موجود حصہ ثمن میں اس کے حصے کے بالمقابل

لے کر باتماندہ رقم واپس لے لے؟ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے دو روایتیں منقول ہیں پہلی روایت کے مطابق مشتری ایسا نہیں کر سکتا ۱۳۶۔

اس کا سبب یہ ہے کہ تاخیر اجل کی وجہ سے سلم کے ثمن کے اندر نقصان پیدا ہو جائے گا یعنی بیع سلم کے اندر مشتری جو ثمن بائع کے حوالے کرتا ہے وہ اس صورت میں کم ہوتا اگر سامان یعنی بیع حاضر اور موجود ہوتا۔ بنا بریں اگر وہ مسلم فیہ کے بعض حصے میں اقالہ کر لے گا تو بعض دوسرا حصہ باتماندہ ثمن کے بالمقابل نیز اس حصے کی منفعت کے بالمقابل باقی رہ جائے گا جس میں اقالہ ہوا ہے۔ اور یہ صورت درست نہیں ہے۔

دوسری روایت کے مطابق اس کا جواز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشتری مسلم فیہ کا بعض حصہ لے لے اور اپنا بعض اس مال بھی وصول کر لے ۱۳۷۔

۷۔ مسلم فیہ پر قبضہ سے پہلے اس میں تصرف کرنا: مشتری کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ مسلم فیہ پر قبضہ کرنے سے پہلے اس میں بیع یا ہبہ یا اسی طرح کا کوئی اور تصرف کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم بیع سلم کرو تو مسلم فیہ پر قبضہ سے پہلے اس میں کسی قسم کو کوئی تصرف نہ کرو“ ۱۳۸۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ب)

۸۔ بیع سلم کا اقالہ (دیکھئے مادہ اقالہ نمبر ۳)

ج۔ بیع العینہ

۱۔ تعریف: حضرت ابن عمرؓ سے عینہ کی تفسیر میں کوئی روایت منقول نہیں ہے اس کے معنی کے سلسلے میں ائمہ کا درمیان اختلاف رائے ہے۔ تاہم ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک عینہ سے مراد یہ ہے کہ ایک ضرورت مند شخص کسی کے پاس آئے اور اس سے مثلاً دس درہم قرض کے طور پر طلب کرے لیکن اس دوسرے شخص کو اپنی رقم قرض دینے میں کوئی دل چسپی نہ ہو۔ اس لئے کہ اسے یہ خدشہ ہو کہ اپنی رقم قرض دے کر وہ اس رقم سے حاصل ہونے والی آمدنی سے محروم ہو سکتا ہے۔ وہ قرض مانگنے والے سے کہے: ”میں تمہیں رقم قرض نہیں دوں گا البتہ تمہارے ہاتھ یہ کپڑا، اگر چاہو بارہ درہم میں فروخت کر دوں گا“ جبکہ مذکورہ کپڑے کی

بازار میں قیمت دس درہم ہو نیز وہ اس سے کہے کہ: ”تم یہ کپڑا بازار میں جا کر دس درہم میں فروخت کر دو“ اور قرض مانگنے والا اس بات پر رضامند ہو جائے تو اس صورت میں بیع کی تکمیل ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں کپڑے کے مالک کو دو درہم حاصل ہو جائیں گے اور مشتری کو دس درہم کا قرض مل جائے گا^{۱۴۹}۔

ہم نے عینہ کے درج بالا مفہوم کو دو وجوہات کی بنا پر قابل ترجیح قرار دیا ہے۔

اول یہ کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: ”ہم پر ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے جبکہ ہم میں سے کوئی شخص یہ تصور نہ کرتا کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے بڑھ کر درہم و دینار کا حقدار ہے“ پھر آپؓ نے فرمایا: ”میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: ”لوگ جب عینہ کے تحت لین دین کریں گے اور جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ کر مویشیوں کی دموں کے پیچھے پھریں گے تو اللہ ان پر بلا نازل کر دے گا اور جب تک وہ اپنے دین کی طرف لوٹ نہیں آئیں گے اللہ ان سے یہ بلا دور نہیں کرے گا“^{۱۵۰}۔

حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے لوگ قرض مانگنے والے سے درہم و دینار کو روک کر نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس درہم و دینار کے اندر اس کا بھی حق ہے لیکن اس اخلاق کریمانہ میں کمی آتی گئی حتیٰ کہ بیع عینہ نے اس کی جگہ لی

دوم یہ کہ حضرت ابن عمرؓ اس صورت کو مباح قرار دیتے تھے کہ ایک شخص اپنا مال فروخت کرے اور پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے مذکورہ مال بیع کے اندر مقررہ ثمن سے کم پر خرید لے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزی)

۲۔ عینہ کا حکم: بیع عینہ کی وہ صورت جس کی ہم نے اوپر تفصیل بیان کر دی ہے ایک ایسا حیلہ ہے جسے لوگ ربوا سے بچنے کا ایک ذریعہ تصور کرتے تھے۔ حالانکہ یہ صورت ربوا کے معنی اور اس کی روح کی حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اسے مکروہ تصور کیا ہے۔ اور اس سے روکا ہے^{۱۵۱}۔ اور حضور ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اس سے ڈرایا ہے۔ آپ بار بار فرماتے: ”تم لوگ جب عینہ کے تحت لین دین کرو گے اور جہاد کو ناپسند کرتے ہوئے مویشیوں کی دموں کے پیچھے پھرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن کو تم پر غلبے کی طمع پیدا ہو جائے گی“^{۱۵۲}۔

- د- بیع المراءحہ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جزب کا جز ۱)
ه- بیع العروون (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جزب کا جز ۵)
بیعتہ (بیعت)

امیر المؤمنین کے ساتھ نصرت اور اطاعت کا معاہدہ کرنا بیعت ہے
بیعت کے احکام (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۲ تا نمبر ۵)

- ۱۵۔ المغنی ص ۸۷ ج ۱
 ۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۳
 ۱۷۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶ ج ۱، المجموع ص ۲۹۲ ج ۳
 ۱۸۔ عبد الرزاق ص ۹۰، ۹۳ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۳، ۴۸ ج ۲ شرح معانی الآثار للعلوای ص ۱۱۸ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، شرح السنہ ص ۵۷ ج ۳، کشف الغمہ ص ۹۹ ج ۱
 ۱۹۔ سنن بیہقی ص ۵۹، ۱۹۲ ج ۲، احکام القرآن ص ۱۶ ج ۱، شرح السنہ ص ۵۴ ج ۳، الاعتبار ص ۸۱، المجموع ص ۲۹۹ ج ۳
 ۲۰۔ المجموع ص ۳۳۸ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۳۸ ج ۳، المغنی ص ۵۳ ج ۱، الموطا ص ۹۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۴۲ ج ۲، شرح معانی الآثار ص ۱۵۴ ج ۱، ابوداؤد فی الصلوۃ باب التشدید
 ۲۱۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲
 ۲۲۔ المحلی ص ۳۳ ج ۳
 ۲۳۔ احکام القرآن للجصاص ص ۳۰۰ ج ۳
 ۲۴۔ المغنی ص ۱۱۹ ج ۸
 ۲۵۔ الاسوال ص ۵۷۵، المغنی ص ۱۱۹ ج ۸
 ۲۶۔ المغنی ص ۶۳۵ ج ۲
 ۲۷۔ المغنی ص ۱۱۹ ج ۸، ص ۶۳۲ ج ۲
- حرف الباء میں مذکورہ حوالہ جات
 ۱۔ عبد الرزاق ص ۲۸۴ ج ۵
 ۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۱ ج ۱
 ۳۔ بیہقی ص ۲۲۱ ج ۱، ص ۱۳۳ ج ۲ شرح السنہ ص ۵۶ ج ۲
 ۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۱، المغنی ص ۸ ج ۱، حلیہ - العلماء ص ۵۶ ج ۱
 ۵۔ تفسیر قرطبی ص ۵۳ ج ۱۳
 ۶۔ عبد الرزاق ص ۵۰۸ ج ۴، الموطا ص ۴۹۴ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۵۵ ج ۹، تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۱ ج ۲، کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
 ۷۔ عبد الرزاق ص ۵۰۳ ج ۴، المغنی ص ۳۳۴ ج ۳، المجموع ص ۳۴۰ ج ۷
 ۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸ ج ۱، الموطا ص ۴۹۴ ج ۲، کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
 ۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۸ ج ۱
 ۱۰۔ الموطا ص ۲۹۴ ج ۲
 ۱۱۔ کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
 ۱۲۔ شرح السنہ ص ۲۴۹ ج ۱۱
 ۱۳۔ نیل الاوطار ص ۷۵ ج ۳
 ۱۴۔ احکام القرآن جصاص ص ۷۸ ج ۳
 ۱۵۔ المغنی ص ۸۶ ج ۱

- ۲۸۔ الموطا ص ۲۳۴ ج ۱
 ۲۹۔ سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۶
 ۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ج ۱، سنن بیہقی
 ص ۳۱۳ ج ۲، المحلی ص ۱۸۰ ج ۱
 ۳۱۔ کشف الغمہ ص ۳۸ ج ۱
 ۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ب ج ۱
 ۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴، ۲۸ ب ج ۱
 ۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱ ج ۱، کشف الغمہ
 ص ۳۷ ج ۱
 ۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱ ج ۱، الموطا ص ۱۱۲
 ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۰۲ ج ۱، المجموع ص ۹۳
 ج ۲
 ۳۶۔ المغنی ص ۷۵ ج ۱
 ۳۷۔ سنن بیہقی ص ۷ ج ۱۰
 ۳۸۔ بخاری فی الیورع باب بیع الغرر مسلم
 فی الیورع باب بیع جبل الجبلہ
 ۳۹۔ الموطا ص ۶۳۲ ج ۲، سنن بیہقی ص
 ۳۰۲ ج ۵، عبد الرزاق ص ۶۳ ج ۸ المغنی
 ص ۹۰ ج ۴
 ۴۰۔ المحلی ص ۳۸ ج ۸، ص ۱۱۵ ج ۹
 ۴۱۔ نیل الاوطار ص ۲۷۶ ج ۵، المجموع
 ص ۳۵۲ ج ۱۱
 ۴۲۔ المجموع ص ۳۵۲ ج ۱۱
 ۴۳۔ بخاری فی الیورع باب اکیل علی البائع
 مسلم فی الیورع باب بطلان البیع قبل القبض
 ۴۴۔ عبد الرزاق ص ۱۴ ج ۸
 ۴۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱ ج ۶، المغنی ص
 ۷۷ ج ۴
 ۴۶۔ ابو داؤد فی الاجارۃ باب بیع الطعام
 قبل ان یتوفی
 ۴۷۔ بخاری فی الیورع باب اکیل علی البائع
 والمعطى، مسلم فی الیورع باب بطلان البیع
 قبل القبض
 ۴۸۔ عبد الرزاق ص ۲۸ ج ۸، شرح السنہ
 ص ۱۴۲ ج ۸
 ۴۹۔ المحلی ص ۳۹۱ ج ۸، المغنی ص ۲۰۰ ج
 ۴
 ۵۰۔ المحلی ص ۱۳۸ ج ۱
 ۵۱۔ شرح السنہ ص ۲۳ ج ۸
 ۵۲۔ عبد الرزاق ص ۵ ج ۹، المغنی ص
 ۳۵۲ ج ۶
 ۵۳۔ الموطا ص ۶۷۲ ج ۲، سنن بیہقی ص
 ۲۸ ج ۶، شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۸، المغنی
 ص ۴۸، ۴۹ ج ۴
 ۵۴۔ ب۔ المغنی ص ۳۹۳ ج ۹
 ۵۵۔ المحلی ص ۳۷ ج ۹
 ۵۶۔ کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۲
 ۵۷۔ عبد الرزاق ص ۲۱۵ ج ۷

- ۵۷۔ سنن بیہقی ص ۱۵۱ ج ۷، شرح السنہ
ص ۶۴ ج ۹
- ۵۸۔ سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۱۰
- ۵۹۔ المغنی ص ۵۴۰ ج ۹
- ۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۸، ابن ابی شیبہ
ص ۲۷۴ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶ ج ۶
- الحلی ص ۴۵ ج ۹، شرح السنہ ص ۲۹۹ ج ۸،
کشف الغمہ ص ۷ ج ۲، المغنی ص ۲۶۳ ج ۴،
المجموع ص ۲۷۴ ج ۹
- ۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۸
- ۶۲۔ الموطن ص ۶۴۲ ج ۲
- ۶۳۔ عبدالرزاق ص ۴۰ ج ۸
- ۶۴۔ عبدالرزاق ص ۴۳ ج ۸
- ۶۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱۷ ج ۵
- ۶۶۔ اس مسئلے پر ڈاکٹر حسن عبداللہ الامین
نے ایک مقالہ لکھ کر اسلامی بیکنوں کی
دوسری کانفرنس میں پیش کیا تھا۔
- ۶۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۹ ج ۳
- ۶۸۔ المغنی ص ۲۰۲ ج ۴
- ۶۹۔ نیل الاوطار ص ۲۷۹ ج ۵
- ۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۴ ب ج ۱، الحلی
ص ۵۲۳ ج ۸
- ۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱
- عبدالرزاق ص ۲۸۵ ج ۷، سنن بیہقی ص
- ۳۱ ج ۱۰، الحلی ص ۳۱ ج ۱۰، کشف الغمہ ص
۲ ج ۸
- ۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۵ ج ۱
- ۷۳۔ ب۔ المغنی ص ۱۳۵ ج ۴
- ۷۴۔ الحلی ص ۴۰۰ ج ۸
- ۷۵۔ عبدالرزاق ص ۲۶۱ ج ۸، الحلی ص
۴۳۳ ج ۸، المغنی ص ۱۰۱ ج ۴
- ۷۶۔ حوالہ درج بالا
- ۷۷۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۸، الحلی ص
۴۳۳ ج ۸
- ۷۸۔ عبدالرزاق ص ۳۸ ج ۴، ابن ابی
شیبہ ص ۱۳۷ ج ۱، المغنی ص ۶۵۲ ج ۲
- ۷۹۔ عبدالرزاق ص ۶۱ ج ۸
- ۸۰۔ الحلی ص ۲۲۸ ج ۸، المغنی ص ۱۷۳ ج ۴
- ۸۱۔ سنن بیہقی ص ۱۲۷ ج ۹
- ۸۲۔ الحلی ص ۳۳۱ ج ۱۰
- ۸۳۔ عبدالرزاق ص ۳۰۹ ج ۸
- ۸۴۔ سنن بیہقی ص ۳۳۱ ج ۵، عبدالرزاق
ص ۱۸۷ ج ۸، الحلی ص ۵۱ ج ۹
- ۸۵۔ المجموع ص ۳۸۳ ج ۸، المغنی ص ۱۱۱ ج ۴
- ۸۶۔ الحلی ص ۵۰۴ ج ۸
- ۸۷۔ المغنی ص ۱۷۹ ج ۴

۱۰۰۔ الحلی ص ۴۷۶ ج ۸، عبدالرزاق ص ۸ ج ۳۰

۱۰۱۔ بخاری فی السیوع باب المزانیہ، مسلم فی السیوع باب بیع الرطب بالتمر، نسائی فی السیوع باب بیع الکرم بالزبيب، الحلی ص ۴۶۵، ۴۶۰ ج ۸

۱۰۲۔ عبدالرزاق ص ۲۱ ج ۸

۱۰۳۔ المغنی ص ۱۱ ج ۴

۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷۷ ج ۲ ب ج ۱

۱۰۵۔ حوالہ درج بالا

۱۰۶۔ بخاری فی السیوع باب بیع العبد..... الموطا ص ۶۵۲ ج ۲، کتاب الام ص ۲۵۶ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۲ ج ۶، الحلی ص ۴۲۰ ج ۸، المجموع ص ۳۵۴ ج ۹، شرح السنہ ص ۷۵ ج ۸

۱۰۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷۷ ج ۲ ب ج ۱

۱۰۸۔ شرح السنہ ص ۷۴ ج ۸

۱۰۹۔ شرح السنہ ص ۲۱۹ ج ۸

۱۱۰۔ عبدالرزاق ص ۳۰۹ ج ۸

۱۱۱۔ المغنی ص ۲۱۵ ج ۴

۱۱۲۔ الحلی ص ۸۰ ج ۹

۱۱۳۔ المغنی ص ۵۹۳ ج ۳، جامع الاصول

ص ۴۹۳ ج ۱

۱۱۴۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶

۸۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۲ ج ۸، الحلی ص

۱۴ ج ۹، المغنی ص ۱۷۹ ج ۴

۸۸۔ الحلی ص ۴۴۰ ج ۸

۸۹۔ مسند احمد ص ۳۳ ج ۲، مجمع الروائد للعیثی ص ۱۰۰ ج ۴

۹۰۔ بخاری فی السیوع باب النخیل، مسلم فی

السیوع باب بیع الرجل علی بیع اخیه

۹۱۔ الحلی ص ۴۴۰ ج ۸، ص ۶۳ ج ۹

۹۱۔ ب۔ شرح السنہ ص ۱۱۶ ج ۸

۹۲۔ الحلی ص ۴۵۰ ج ۸

۹۳۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶، عبدالرزاق

ص ۹۰ ج ۸، المغنی ص ۲۹۷ ج ۴

۹۴۔ الحلی ص ۵۰۵ ج ۸

۹۵۔ عبدالرزاق ص ۶۰ ج ۸

۹۶۔ شرح الزرقانی للموطا ص ۲۵۱ ج ۳،

المغنی ص ۲۳۳ ج ۴، المجموع ص ۳۶۹ ج ۹

۹۷۔ کشف الغمہ ص ۹ ج ۲

۹۸۔ ترمذی فی السیوع باب الصرف، ابو

داؤد فی السیوع باب اقتضاء الذهب من

الورق، نسائی فی السیوع باب بیع الغنہ

بالذهب، ابن ماجہ فی التجارات باب اقتضاء

الذهب من الورق، المغنی ص ۴۷ ج ۴،

المجموع ص ۱۰۳ ج ۱۰

۹۹۔ الحلی ص ۴۸۵، ۴۹۲ ج ۸

- ۱۱۵۔ المجموع ص ۴۲۰ ج ۹
 ۱۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۱۰/۲ ج ۳
 ۱۱۷۔ الموطن ص ۷۷۸ ج ۲
 ۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱، المحلی ص
 ۱۰۷ ج ۹، نیل الاوطار ص ۴۶ ج ۵
 ۱۱۹۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
 ۱۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱
 ۱۲۱۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
 ۱۲۲۔ بخاری فی الیوم باب النبی عن تلتی
 الکرکبان، مسلم فی الیوم باب تحریم بیع
 الرجل علی بیع اخیه
 ۱۲۳۔ المحلی ص ۵۰۰ ج ۸، المجموع ص ۲۵۱
 ج ۱۰
 ۱۲۴۔ الموطن ص ۶۳۳ ج ۲، عبدالرزاق
 ۱۲۵ ج ۸
 ۱۲۵۔ عبدالرزاق ص ۱۱۹ ج ۸
 ۱۲۶۔ نیل الاوطار ص ۳۰۲ ج ۵، نیز دیگر
 مراجع جن کی طرف اس کتاب میں اشارہ
 کیا گیا ہے۔
 ۱۲۷۔ نیل الاوطار ص ۳۰۲ ج ۵
 ۱۲۸۔ المحلی ص ۵۰۹ ج ۸
 ۱۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۹ ج ۶
 ۱۳۰۔ الموطن ص ۲۳۲ ج ۲، المحلی ص ۱۱۵ ج
 ۹
 ۱۳۱۔ عبدالرزاق ص ۵ ص ۹ ج ۸
 ۱۳۲۔ المحلی ص ۱۰۹ ج ۹
 ۱۳۳۔ حوالہ درج بالا
 ۱۳۴۔ عبدالرزاق ص ۲۵ ج ۸، المغنی ص
 ۷۸ ج ۲، المحلی ص ۱۰۹ ج ۹، بدایۃ المجتہد
 ص ۲۰۱ ج ۲
 ۱۳۵۔ سنن بیہقی ص ۳۱ ج ۶
 ۱۳۶۔ سنن بیہقی ص ۲۰ ج ۶، ابن ابی شیبہ
 ص ۲۷۲ ج ۱، المحلی ص ۱۱۵ ج ۹
 ۱۳۷۔ عبدالرزاق ص ۵ ج ۸
 ۱۳۸۔ الموطن ص ۶۳۳ ج ۲، المحلی ص ۱۱۵
 ج ۹
 ۱۳۹۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۶
 ۱۴۰۔ المغنی ص ۷۷ ج ۲
 ۱۴۰۔ ب۔ المجموع ص ۷۳ ج ۹
 ۱۴۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱، المغنی ص
 ۲۹۰ ج ۴
 ۱۴۲۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶
 ۱۴۳۔ عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۸، ابن ابی
 شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱
 ۱۴۴۔ المحلی ص ۵۰۵ ج ۸، عبدالرزاق ص
 ۹۰ ج ۸، المغنی ص ۷۷ ج ۲
 ۱۴۵۔ سنن بیہقی ص ۲۵ ج ۶
 ۱۴۶۔ المحلی ص ۲ ج ۹، المغنی ص ۳۰۳ ج

- ۱۳۹۔ رد المحتار علی الدر المختار ص ۲۷۹ ج ۳
 ۱۵۰۔ شرح الترغاتی علی الموطا ص ۳۸۶ ج ۳
 ۳۔ مسند عبداللہ بن عمر نمبر ۲۲
 ۱۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۴ ج ۱، سنن بیہقی
 ص ۳۱۶ ج ۵، المحلی ص ۱۰۶ ج ۹
 ۱۵۲۔ شرح السیر الکبیر ص ۲۵ ج ۱
- ۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱، عبدالرزاق
 ص ۱۳ ج ۸
 ۱۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۱ ج ۱،
 عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۸
 ۱۳۸۔ حنفیہ کے نزدیک عینہ کا یہی مفہوم
 ہے۔

حرف التاء

تادیب (تادیب کرنا)

۱- تعریف: تادیب اس سزا کو کہتے ہیں جو قاضی کے سوا کوئی اور ولی اس شخص کو دے جس پر اسے ولایت حاصل ہو اور اس سزا کا مقصد اس کے منفرقانہ رویے کی اصلاح ہو۔

۲- نابالغ کی تادیب

اللہ تعالیٰ نے باپ پر اپنے بیٹے کی تربیت کی ذمہ داری ڈالی ہے۔ اگر اس کا باپ نہ ہو تو یہ ذمہ داری ولی کی ہوگی۔ باپ اور ولی (سرپرست) پر اسے سرانجام دینا لازم ہے۔ نابالغ کے منفرقانہ رویے کی اصلاح بھی ان کے ذمہ ہے تاکہ وہ بڑا ہو کر ایک صالح نوجوان بنے۔ اس بارے میں ولی اور باپ اللہ کا سامنے جوابدہ ہوں گے منفرقانہ رویے کی اصلاح بعض دفعہ تو پند و نصیحت کے ذریعے کی جاتی ہے، بعض دفعہ ترغیب کے ذریعے اور بعض دفعہ تادیب کے ذریعے۔ اللہ سبحانہ سورہ انبیاء آیت نمبر ۹۰ میں فرماتا ہے (انہم کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورہبا یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کا ساتھ پکارتے تھے) جس طرح اس آیت میں ارشاد ہے، ترغیب اور تادیب تربیت کے دو وسیلے ہی۔ نابالغ کی تادیب کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”اپنے بیٹے کی تادیب کرو۔ تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے بیٹے کی کس طرح تادیب کی اور اسے کیا سکھایا، تم اپنے بیٹے کے ساتھ جو نیکی کرو گے اور وہ تمہاری جس طرح فرماں برداری کرے گا اس کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا“۔

حضرت ابن عمرؓ اپنی اولاد کی حق بجانب پٹائی کرتے تھے ۲۔

۳- چہرے اور سر کو مار کا نشانہ نہ بنانا: تادیب کرنے والے کے لئے جائز نہیں کہ وہ بچے کے چہرے پر کوئی ضرب لگائے کیونکہ بعض دفعہ اس سے چہرہ بگڑ جاتا ہے نیز چہرے کی تکریم کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسے ضرب کا نشانہ نہ بنایا جائے حضرت ابن عمرؓ کے

غلام سالم نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ چہرے پر ضرب لگا کر اس پر نشان ڈال دینے کو مکروہ تصور کرتے تھے اور فرماتے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر ضرب لگانے سے منع فرمایا ہے“^۱۔ آپ کی مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ: ”اگر تم میں سے کوئی شخص ضرب لگائے تو چہرے کو بچالے“^۲۔ اس طرح سر پر ضرب لگانا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے بڑے خطرات ہیں اور اس سے بچنے کی خودی مجروح ہوتی ہے^۵۔

تائین (آمین کہنا)

۱۔ تعریف: آمین کہنا تائین کہلاتا ہے۔

۲۔ تائین کب ہوتی ہے؟

نماز کے اندر سورہ فاتحہ کے آخر پر آمین کہی جاتی ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ۲)

کا (۲: ۳)

تبرع (تبرع کرنا)

۱۔ تعریف: عوض کے بغیر تلیک کو تبرع کہتے ہیں

۲۔ تبرع کے عقود: تبرع کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً صدقہ، ہبہ، وصیت، وقف، حق

اعارہ اور قرض وغیرہ۔ ان عقود میں سے ہر ایک پر ہم اس کے مقام پر بحث کریں گے اور حق پر بحث (مادہ رقی نمبر ۸ ج ۲) میں کریں گے۔

۳۔ تبرع کرنے والا:

الف۔ تبرع کے لئے شرط یہ ہے کہ بے عقلی، صغر سنی، جنون یا غلامی کی بنا پر اس کے

تصرفات پر پابندی نہ لگی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مملوک کے لئے اپنے مال

میں سے کچھ دینا جائز نہیں ہے۔ وہ غلام آزاد بھی نہیں کر سکتا اور نہ ہی صدقہ کر سکتا

ہے، وہ صرف اپنے آقا کی اجازت سے ایسا کر سکتا ہے تاہم وہ اس کی اولاد اور اس کی

بیوی معروف طریقے سے کھائیں گے اور لباس پہنیں گے“^۱۔

ب۔ کوئی شخص کسی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تبرع نہیں کر سکتا خواہ یہ غیر

فخص بآپ یا کوئی اور کیوں نہ ہو۔ حمزہ بن عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک اونٹ ذبح کیا، اتنے میں ایک سائل آیا اور اس نے حضرت ابن عمرؓ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ ذبیحہ میرا نہیں ہے“ یہ سن کر آپ کے بیٹے حمزہ نے کہا: ”اباجان! آپ کو اجازت ہے کہ آپ اس میں سے جتنا چاہیں کھلا دیں“۔

۴۔ تبرع کا لزوم: معاوضہ کے عقود مثلاً بیع اور اجارہ عقد کے ساتھ ہی لازم ہو جاتے ہیں۔ لیکن عقود تبرع کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ صدقہ اور غیر صدقہ میں فرق کرتے ہیں۔ صدقہ تو صدقہ کرنے والے پر صدقہ کی چیز الگ کرنے اور اس کی تعین کا ساتھ ہی لازم ہو جاتا ہے لیکن فقیر صرف قبضہ کے ذریعے اس کا مالک قرار پاتا ہے۔ بنا بریں اگر کوئی فخص صدقہ کے طور پر کسی معین فقیر کے لئے کوئی چیز نکال دے تو اس کے لئے مذکورہ چیز کسی اور فقیر کو دے دینا جائز ہو گا تاہم اس کے لئے صدقہ کے طور پر نکالی ہوئی اس چیز کو اپنے مال میں لوٹا دینا جائز نہیں ہو گا۔^۸

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ”صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے“۔^۹

صدقہ کے سوا تبرع کے دیگر عقود مثلاً ہبہ، وصیت، اعارہ اور قرض وغیرہ کے اندر تبرع کرنے والے پر ان کا لزوم اس وقت ہوتا ہے جب تبرع سے فیض یاب ہونے والا فخص اس پر قبضہ کر لے۔ بنا بریں اگر کوئی فخص کسی فخص کے لئے کوئی ہدیہ خریدے اور پھر اسے ہدیہ حوالہ کرنے سے پہلے اس کی رائے بدل جائے تو اس صورت میں وہ یہ ہدیہ اپنے مال کے ساتھ ضم کر سکتا ہے۔ لیکن اگر صدقہ ہوتا تو وہ اسے اپنے مال کے ساتھ ضم نہ کر سکتا۔

قبضے کے بعد اگر تبرع صدقہ کی صورت میں ہو تو تبرع کے لئے اس سے رجوع کر لینا جائز نہیں ہو گا۔ خواہ یہ صدقہ بحالہ موجود کیوں نہ ہو۔ اگر تبرع ہبہ وغیرہ کی صورت میں ہو تو جب تک یہ بحالہ موجود ہو اس وقت تک تبرع کے لئے اس سے رجوع کر لینا جائز ہو گا۔ اگر اسے معاوضہ کے طور پر اس کے بدلے میں کوئی چیز دے دی جائے تو اس کے بعد رجوع کرنا اس کے لئے مباح نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے

فرمایا: ”وہ اس بہہ کا اس وقت تک زیادہ حقدار ہوگا جب تک وہ اس کے متعلق رضامند نہ ہو“^{۱۰}۔

۵۔ تبرع کے اندر اولاد کے درمیان مساوات: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تبرع کے اندر اولاد کے درمیان مساوات واجب نہیں ہے اور باپ کو اختیار ہے کہ چاہے مساوات برتے یا نہ برتے۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کو تین یا چار غلام دے دیئے^{۱۱}۔ اور اس سلسلے میں اپنی اولاد کے درمیان مساوات قائم نہیں کی۔

تبرک (برکت حاصل کرنا)

برکت حاصل کرنے اور خیر کے التماس کو تبرک کہتے ہیں
حضور ﷺ کے آثار سے برکت حاصل کرنا (دیکھئے مادہ اثر نمبر ۲)

تبول (پیشاب کرنا)۔ دیکھئے مادہ بول

ثویب (ثویب کرنا)

اذان کے اندر ثویب (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۱۰ کے جز الف کا جز ۲)

تحصیب (وادی محصب میں پہنچنا)

مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت محصب کے مقام پر اتر کر وہاں نمازیں پڑھنا تحصیب کہلاتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۲)

تحلل (کھل جانا، نکل آنا)

کسی بندش سے نکل آنے اور آزاد ہو جانے کو تحلل کہتے ہیں۔

احرام سے تحلل (دیکھئے مادہ حج، نمبر ۲۳، ۲۷)

سلام پھیرنے کے ذریعے نماز سے تحلل (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ط کا جز ۵)

تخلی (زیور پہننا)

دھاتی زیورات سے تزئین کو تخلی کہتے ہیں (دیکھئے مادہ حلی)

تحلیل (حلالہ کرنا)

- ۱۔ تعریف: تین طلاق یافتہ عورت سے کسی شخص کا اس لئے نکاح کرنا تحلیل کہلاتا ہے کہ وہ اسے طلاق دینے والے شوہر کے لئے حلال کر دے
- ۲۔ تحلیل کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں تحلیل کا عمل زنا کاری ہے اور اللہ کے دین میں حلال نہیں ہے۔ خواہ عقد نکاح میں اس کی شرح عائد کر دی گئی ہو یا عائد نہ کی گئی ہو اور خواہ پہلے شوہر کو اس کا علم ہو یا علم نہ ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو جو اس کی سگی چچا زاد بہن تھی، تین طلاقیں دے دیں اور پھر اپنے فعل پر نادم ہو کر اسے کسی اور شخص کے نکاح میں دینے کا ارادہ کر لیا جو اسے اس کے لئے حلال کر دے، آپ نے جواب میں فرمایا: ”دونوں زانی ہیں خواہ وہ بیس برسوں تک اس حالت میں رہیں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ وہ نکاح اس لئے کر رہا ہے کہ اسے اس کے پہلے شوہر کے لئے حلال کر دے“ ۱۲۔

نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور پھر اس کے بھائی نے اس سے نکاح کر لیا۔ اس بارے میں دونوں بھائیوں کے درمیان کوئی خفیہ صلاح مشورہ نہیں ہوا، اور نہ ہی اس بات کا علم تھا کہ بھائی نے اس کے ساتھ اسے اپنے بھائی کے لئے حلال کرنے کی خاطر نکاح کیا ہے ایسی صورت میں کیا مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لئے حلال ہو جائے گی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ”نہیں“ صرف رغبت کے تحت نکاح سے ایسا ہوگا۔ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں اس چیز کو سفاح یعنی زنا اور بدکاری شمار کرتے تھے“ ۱۳۔

جب آپ سے حلالہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ سفاح یعنی بدکاری ہے“ ۱۴۔

آپ نے فرمایا: ”حلالہ کرنے والے پر، جس کے لئے حلالہ کیا جائے اس پر اور حلالہ کے عمل کی زد میں آنے والی عورت پر خدا کی لعنت ہے“ ۱۵۔

- ۳۔ تحلیل کی سزا: حضرت ابن عمرؓ تحلیل کو زنا تصور کرتے تھے اور اس کی سزا وہی

قرار دیتے تھے جو زنا کاری کی سزا ہے۔ آپ فرماتے: ”اگر میرے پاس کوئی حلالہ کرنے والا یا وہ شخص جس کے لئے حلالہ کیا گیا ہے‘ لایا جائے تو میں اسے سنگسار کر دوں“^{۱۶}۔
 ‘حلالہ کرنے والے کو سنگسار اس لئے کیا جائے گا کہ تحلیل زنا کاری ہے اور وہ زانی ہے‘ دوسرے شخص کو اس لئے رجم کیا جائے گا کہ اس نے تین طلاق یافتہ اپنی بیوی سے ہبستری کر لی تھی جبکہ ابھی اس نے کسی اور شخص سے نکاح نہیں کیا تھا اور یہ ہبستری زنا کاری تھی

تحول (ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہو جانا) دیکھئے مادہ استحلالہ

تختتم

(انگوٹھی پہننا)

۱۔ تعریف: انگوٹھی پہننے کو تختتم کہتے ہیں۔

۲۔ تختتم کے احکامات

الف۔ سونے کی انگوٹھی پہننا: مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے کیونکہ ان پر سونا حرام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ آپ نے اس کی انگوٹھی اتار کر اسے دے ماری^{۱۷}۔

ب۔ انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہننا: حضرت ابن عمرؓ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے^{۱۸}۔

ج۔ انگوٹھی پر نقش قائم کرنا۔ لوگوں کو اس کی عادت تھی۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے بھی انگوٹھی پر اپنا نام نقش کیا تھا لیکن آپ اسے پہنتے نہیں تھے^{۱۹}۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اور بعض صورتوں میں اسے پہننے کی وجہ سے اللہ کے نام کی توہین ہوتی تھی مثلاً بیت الخلاء میں جاتے وقت یا اسے میل کچیل لگ جانے کا اندیشہ ہوتا۔ اس لئے آپ یہ انگوٹھی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رکھتے یا اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس اور بوقت ضرورت ان سے منگوا کر اس کے ذریعے مرثیت کرتے اور پھر اسے واپس کر دیتے^{۲۰}۔

د۔ وضو کرتے وقت انگوٹھی کو حرکت دینا: وضو میں دھلنے والے اعضاء کے تمام اجزاء

تک پانی پہنچنا واجب ہے۔ اس لئے انگوٹھی پہنا ہوا شخص اگر وضو کرنے لگے تو اسے اپنی انگوٹھی کو حرکت دینا ضروری ہے تاکہ یہ بات یقینی ہو جائے کہ پانی انگوٹھی کے نیچے تک پہنچ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو اپنی انگوٹھی کو حرکت دے لیتے^{۲۱}۔

تخصیر (کسر پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہونا)

نماز میں تخصیر کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ۵:)

تخلی (قضائے حاجت کرنا)

- ۱۔ تعزیت: تخلی سے ہمارے مراد قضائے حاجت یعنی پیشاب یا پاخانہ کرنا ہے۔
- ۲۔ تخلی کی جگہ: اگر کوئی شخص قضائے حاجت کرنا چاہے تو یہ قضائے حاجت ایسی جگہ کرنا اس پر لازم ہوگا جہاں کسی اور کو اس کے اس فعل سے ضرر نہ پہنچے اسی لئے حضرت ابن عمرؓ نے گزرگاہ پر قضائے حاجت کو مکروہ قرار دیا ہے^{۲۱}۔ ب۔
- اسی طرح پھلدار درخت کے نیچے اور نہر کے کنارے بھی یہ فعل مکروہ ہے۔ آپ نے فرمایا: ”حضور ﷺ نے پھلدار درخت کے نیچے یا جاری نہر کے کنارے قضائے حاجت سے منع فرمایا ہے“^{۲۲}۔ اسی طرح قبر کے اوپر قضائے حاجت بھی مکروہ ہے، (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز ۱:)
- ۳۔ قبلہ رخ قضائے حاجت کرنا: ایک شخص یا تو صحرا میں قضائے حاجت کرے گا یا آبادی میں اگر صحرا ہو تو قبلہ رخ ہونا مکروہ ہوگا۔ اگر آبادی کے اندر ہو تو قبلہ رخ ہونا جائز ہوگا۔^{۲۳}

اگر اس شخص اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز آڑ کے طور پر ہو تو یہ بھی آبادی کے حکم میں ہوگی۔ مروان الاصغر کہتے ہیں کہ: ”میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی اونٹنی قبلہ رخ بٹھادی اور پھر اس کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو میں پوچھا: ”ابو عبد الرحمن، کیا ایسا کرنے سے روکا نہیں گیا ہے؟“ آپ نے جواب دیا: ”کیوں نہیں، ہمیں قضاء یعنی کھلی جگہ میں ایسا کرنے سے روکا گیا ہے لیکن

اگر تمہارے اور قبلہ درمیان کوئی چیز ستر کے طور پر ہو تو پھر ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۲۴۔

۴۔ ایسی چیز پاس نہ رکھنا جس میں اللہ کا نام ہو: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص بیت الخلاء میں اپنے ساتھ ایسی چیز لے جائے جس میں اللہ کا نام درج ہو مثلاً انگوٹھی اور درہم و دینار وغیرہ۔ ہم نے (مادہ تختم نمبر ۲ کے جرج) میں دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی انگوٹھی نہیں پہنتے تھے اس لئے کہ اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا تھا تاکہ بیت الخلاء وغیرہ میں جانے کی صورت میں اللہ کے نام کی توہین نہ ہو۔

۵۔ تخلی کی کیفیت: جو شخص قضاء حاجت کرنا چاہے اس پر لوگوں سے دور ہو جانا اور ان کی نظروں سے پوشیدہ ہو جانا لازم ہے۔ ہم نے (مادہ تخلی نمبر ۳) میں دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب پیشاب کرنے کا ارادہ کرتے تو اپنی اونٹنی کو بٹھا کر اسے اپنے لئے آڑ بنا لیتے۔ اسی طرح اگر مذکورہ شخص صحرا اور کھلی جگہ پر ہو تو اسے قضاء حاجت کے دوران قبلہ رخ نہیں ہونا چاہئے (دیکھئے مادہ تخلی نمبر ۳) نیز کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کرنا چاہئے (دیکھئے مادہ بول نمبر ۳)

۶۔ تخلی کے بعد استبراء کرنا یعنی ڈھیلوں کا استعمال (دیکھئے مادہ استبراء)

تداوی (علاج کے لئے ادویات وغیرہ استعمال کرنا)

۱۔ تعریف: کسی مرض سے شفاء حاصل کرنے کے لئے دوائی کا استعمال تداوی کہلاتا ہے

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کم از کم تداوی کی اباحت کے قائل تھے، آپ سے

پوچھا گیا کہ ایک عورت کو حیض کا خون طویل عرصے تک آتا رہتا ہے اور وہ ایسی دوا

پینا چاہتی ہے جس سے خون آنا بند ہو جائے۔ آپ نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ۲۵۔

آپ خود بھی دوائی استعمال کیا کرتے تھے اس کا ذکر آگے آئے گا۔

۳۔ کوئی دوائیں حلال ہیں اور کوئی حرام؟

الف۔ حرام دوائیں

حضرت ابن عمرؓ نے ہر ایسی چیز کو دوا کے طور پر استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے جو

حرام ہو۔ آپ جب اپنے خاندان کے کسی فرد کے علاج کیلئے کوئی طیب طلب کرتے تو اس پر یہ شرط عائد کر دیتے کہ وہ اللہ کی حرام کردہ کوئی چیز دوا کے طور پر نہ دے^{۲۶}۔ ان محرمات میں سب سے زیادہ واضح چیز شراب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ شراب کے ذریعے علاج کو کسی صورت میں مباح قرار نہیں دیتے تھے، خواہ علاج اس کے پینے کے ذریعے ہو یا حقنہ کرنے کے ذریعے یا ملنے کے ذریعے یا اس کے ساتھ نہانے کے ذریعے۔ آپ نے شراب کے ذریعے اونٹ کے زخم کے علاج کو مکروہ قرار دیا ہے^{۲۷}۔ ایک عورت نے پوچھا کہ اس کی بیٹی کو برسام کی بیماری لگ گئی ہے جس کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہیں اور اسے مشورہ دیا گیا ہے کہ سر پر شراب سے کنگھی کرے، آپ نے یہ سن کر فرمایا: ”اپنی بیٹی کے بالوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو“^{۲۸}۔

انسان اور جانور دونوں کا شراب کے ذریعے علاج یکساں ہے۔ آپ نے ایک شخص کے لئے یہ بات مکروہ قرار دی کہ وہ اپنے جانور کے زخم کا علاج شراب کے ذریعے کرے^{۲۹}۔

آپ سے ایک غلام کا ذکر ہوا جس کی اونٹنی کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور اس کے لئے شراب بطور علاج تجویز ہوئی تھی، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم نے شاید اونٹنی کو شراب پلائی ہے، اس نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اگر تم ایسا کرتے تو میں تمہاری زبردست پناہی کرتا“^{۳۰}۔ (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۳ کا جز د)

۲۔ محرم کے لئے حالت احرام میں ہر ایسی چیز بطور دوا استعمال کرنا ممنوع ہے جس میں خوشبو ملی ہوئی ہو۔ تیل لگا کر علاج کو بھی آپ نے مکروہ قرار دیا البتہ اس کے لئے مذکورہ چیزوں کے سوا دیگر اشیاء کے ذریعے علاج کو مباح قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں سرمہ وغیرہ سب کا حکم یکساں ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کے اجزاء ۳۳، ۳۴) نیز (مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ط)

ب۔ مباح ادویات: مذکورہ بالا ادویات کو سوا دیگر ادویات مباح ہیں حضرت ابن عمرؓ نے تریاق کے ذریعے علاج کو مباح قرار دیا ہے جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو

آپ نے مریض کو تریاق پلانے کا حکم دیا ۳۱۔

اسی طرح داغنے کے ذریعے نیز تعویذ کے ذریعے علاج کو بھی مباح قرار دیا۔ آپ نے لقوہ کا علاج داغنے کے ذریعے کیا تھا اور پچھو کے ڈنگ کا علاج تعویذ کے ذریعے کیا تھا ۳۲۔ یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے واقد کا علاج داغنے کے ذریعے کیا تھا ۳۳۔

سینگی لگانے کے ذریعے علاج کو بھی آپ مباح قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ حجامہ) ۳۴۔ علاج کرنے والے کے لئے تجربہ کار ہونے نیز اسے معاوضہ دینے کی شرط (دیکھئے مادہ حجامہ)۔

تدبیر (غلام یا لونڈی کو مدبر کرنا) مملوک کی آزادی کو اس کے مالک کی موت کے ساتھ متعلق کر دینا تدبیر کہلاتا ہے۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶)

تدلیس (عیب چھپانا) عیب کو پوشیدہ رکھنا تدلیس ہے خیار تدلیس (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۵) تدوین (مدون کرنا)

کاغذ میں علم کی تدوین کی کراہت (دیکھئے مادہ علم نمبر ۲) تراویح (نماز تراویح)

رمضان میں قیام اللیل کی نماز کو تراویح کہتے ہیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۴) ترتیب (ترتیب قائم کرنا)

مخصوص اشیاء کو اس طرح مخصوص طریقے سے کرنا ترتیب قائم کرنا کہلاتا ہے کہ ان میں سے بعض بعض پر مقدم ہونے نہ پائیں۔

وضوء کے افعال کے اندر ترتیب (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴)

فوت شدہ نمازوں کو قضاء کرنے میں ترتیب (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ۲ کا جز ۳)
 مناسک حج کی ترتیب (دیکھئے مادہ حج) نیز دسویں ذی الحجہ کے مناسک کی ترتیب
 (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ تا ۲۶)

میت کے ترکہ سے متعلقہ حقوق کے اندر ترتیب (دیکھئے مادہ ترکہ نمبر ۲)

ترکہ (ترکہ)

تعریف۔ مرنے والا جو اموال چھوڑ جائے اسے ترکہ کہتے ہیں جبکہ ان اموال میں کوئی بھی
 معین چیز کسی غیر کے حق کے ساتھ متعلق نہ ہو۔

۲۔ ترکہ سے متعلقہ حقوق: میت کے ترکہ کے ساتھ چند مرتب حقوق کا تعلق ہوتا ہے
 جو یہ ہیں۔

الف۔ میت کی تجیز و تکفین: میت کا کفن و دفن اس کی زندگی میں اس کے لباس اور مسکن
 کے بمنزلہ ہوتا ہے۔ اور اس کی زندگی میں اس کے دیون ادا کرنے کے لئے اس کے
 لباس اور مسکن کو فروخت کر دینے کا حکم نہیں دیا جاتا۔

ب۔ اس کے دیون کی ادائیگی: دین کی ادائیگی تبرعات پر مقدم ہوتی ہے۔ جس شخص پر
 اس کے افلاس وغیرہ کی وجہ سے پابندی لگ جاتی ہے اسے اس وقت تک تبرعات سے
 روک دیا جاتا ہے جب تک وہ اپنے اوپر عائد شدہ دیون ادا کر کے اپنے آپ کو چھڑانہ
 لے۔

ج۔ میت کی وصیتوں کی تنفیذ: ان وصیتوں کی دو قسمیں ہیں: فلاں فلاں کے لئے مالی
 وصیتیں اور متق کی وصیتیں مثلاً وہ کہے: ”میں فلاں غلام کو آزاد کر دینے کی وصیت کرتا
 ہوں“ یا اسی طرح کے دیگر کلمات۔ اگر وصیت کی یہ دونوں قسمیں جمع ہو جائیں تو اس
 صورت میں گردنوں کو آزاد کرنے کے لئے ترغیب کے سلسلے میں شریعت کے مقصد کو
 بروئے کار لانے کی خاطر متق کی وصیت کو مالی وصیت پر مقدم کیا جائے گا حضرت ابن عمر
 ”نے فرمایا: ”اگر متق اور وصیت یکجا ہو جائیں تو ابتداء متق سے کی جائے گی“ ۳۴۔

د۔ باقیماندہ ترکہ سے ہر وارث کا اپنا حق وصول کرنا: اگر وارث کو مورث کے ترکہ

میں ایسی چیز مل جائے جسے اس نے اسے زکوٰۃ کے طور پر دے دی ہو تو اس کے لئے مذکورہ چیز میراث کے طور پر لیتا جائز نہیں ہوگا۔ اسے کوئی اور وارث لے گا۔ اگر مذکورہ چیز کے سوا ترکہ میں کوئی اور چیز نہ ہو تو وارث اسے فقراء کے حوالے کر دے گا۔ ۳۵

مثلاً اگر میت کو سائبہ کے طور پر آزاد کر دیا گیا ہو یعنی آزاد کرنے میں ولاء کی شرط نہ رکھی گئی ہو اور میت کا وارث صرف اسے آزاد کرنے والا ہی ہو تو اس صورت میں وہ ولاء کی بنا پر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے تھی۔ بلکہ اس کے ترکہ میں سے مذکورہ بالا حقوق ادا کرنے کے بعد باقیماندہ ترکہ غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کر دیا جائے گا۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس آپ کے آزاد کردہ ایک غلام کا مال اس کی وفات کے بعد لایا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”ہم نے اسے سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا“ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس مال سے غلام خرید کر کے آزاد کر دیئے جائیں۔ ۳۶

زیاد بن نعیم کہتے ہیں کہ: ”میں ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص ایک تھیلی اور چاندی کی سکے لے کر آیا اور کہا: ”آپ کے والد کا آزاد کردہ غلام وفات پا گیا ہے۔ اور اس نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں یہ چیزیں آپ کے حوالے کر دوں“ یہ سن کر آپ فرمایا: ”افسوس“ اس نے یہ مال اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کیا“ اتنے میں عاصم بن عمرؓ کا ایک قاصد آیا اور پیغام دیا کہ: ”میرے والد کے آزاد کردہ غلام کی میراث میں میرا حصہ مجھے دے دیا جائے“ حضرت ابن عمرؓ نے سارا مال عاصم کو بھیج دیا۔ آپ سائبہ کے وارث نہیں بننا چاہتے تھے کیونکہ حضرت عمرؓ نے یہ غلام سائبہ کے طور پر آزاد کیا تھا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ ج ۳)

تسری (سریہ کے طور پر لونڈی حاصل کرنا)

۱۔ تعریف: ملک یمین کے تحت لونڈی سے ہبستری کرنا تسری کہلاتا ہے۔

۲۔ وطی کا مقام: اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وطی عورت کے اندام نہانی میں

ہوتی ہے تاہم دبر میں وطی کی اباحت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات میں اختلاف ہے اس کی تفصیل ہم (مادہ وطء نمبر ۲ کے جز واد) میں بیان کریں گے۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ کے قول کا یہ مفہوم لینا ضروری ہے کہ خواہ لونڈی ہو یا بیوی، دبر میں وطی کی ممانعت ہے

۳۔ کس لونڈی کے ساتھ تسری کی اباحت ہے؟

جس لونڈی کے ساتھ تسری ہو اس کے اندر درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

الف۔ وہ تسری کرنے والے آقا کی ملکیت تامہ کے تحت مملوکہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کوئی شخص کسی لونڈی سے ہبستری نہ کرے مگر صرف اس لونڈی سے جسے وہ اگر چاہے تو فروخت کر سکتا ہو اور اگر چاہے تو بہہ کر سکتا ہو اور اگر چاہے تو اپنے پاس رکھ سکتا ہو اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی کرنا چاہے کر سکتا ہو“ ۳۷۔ یہ صورت صرف اس لونڈی کے سلسلے میں اختیار کی جاسکتی ہے جس پر اس کے آقا کو ملکیت تامہ حاصل ہو۔

اگر لونڈی بیع یا اعتاق کی وجہ سے اپنے آقا کی ملکیت سے نکل جائے تو وہ آقا پر حرام ہو جاتی ہے اور صرف عقد نکاح کے ذریعے اس کے ساتھ ہبستری حلال ہوتی ہے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ کے ایک غلام کے پاس دو سریہ یعنی لونڈیاں تھیں، آپ نے مذکورہ لونڈیوں کو آزاد کر دیا اور غلام کو نکاح جدید کے بغیر ان دونوں سے قربت کرنے سے روک دیا۔ ۳۸۔

ب۔ مشترکہ لونڈی کے ساتھ تسری: مشترکہ لونڈی کسی ایک شریک کی ملکیت تامہ کے تحت نہیں ہوتی اس لئے حضرت ابن عمرؓ نے کسی بھی شریک کو اس کے ساتھ تسری کی اباحت نہیں کی۔ اگر کوئی شریک اس کے ساتھ ہبستری کر لے تو اسے حد نہیں لگائی جائے گی کیونکہ لونڈی کے اندر ملکیت کا شبہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مشترکہ لونڈی کے ساتھ ہبستری کر لی آپ نے فرمایا: ”وہ خائن ہے اور اسے حد نہیں لگائی جائے گی۔ البتہ اسے تعزیر کی جائے گی“ ۳۹۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ایک لونڈی دو افراد کے درمیان مشترک ہو اور ایک فرد اس کے ساتھ مہبستری کر لے تو اسے ننانوے کوڑے لگائے جائیں گے“ ۳۰۔
اگر دوسرا شریک اسے لینے سے انکار کر دے تو لونڈی کی قیمت لگائی جائے گی اور زانی شریک اس قیمت کے بدلے اسے لے لے گا ۳۱۔

ج۔ غلام کے تسری کا عمل: حضرت ابن عمرؓ تسری والی لونڈی کے لئے ملکیت تامہ کی شرط سے صرف ایک صورت کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ جس غلام کو لونڈیاں اپنی ملکیت میں لینے کی اجازت حاصل ہو وہ تسری کر سکتا ہے۔ آپ اس کے لئے اپنی مملوکہ لونڈی کے ساتھ آقا کی اجازت سے تسری کو جائز قرار دیتے تھے۔ باوجودیکہ اس کی ملکیت میں موجود لونڈیاں حقیقت میں اس کی ملکیت نہیں ہوتیں بلکہ اس کے آقا کی ملکیت ہوتی ہیں اس لئے کہ غلام کسی عین یعنی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ البتہ وہ اجازت کی بنا پر تصرف کا مالک ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے غلاموں کو تسری کرتے دیکھتے اور ان پر نکتہ چینی نہ کرتے ۳۲۔

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے ایک غلام کی دو سریہ یعنی لونڈیاں تھیں آپ نے دونوں کو آزاد کر دیا اور اپنے غلام سے فرمادیا کہ وہ نکاح کے بغیر ان کے قریب نہ جائے (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز: الف)

د۔ اس لونڈی کے ساتھ تسری جس سے وطی کی اجازت دے دی جائے: کسی بھی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی ایسی لونڈی کے ساتھ تسری کرے جس کے مالک نے اسے مہبستری کرنے کی اجازت دے دی ہو۔ بنا بریں ماں کو یہ اختیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنی لونڈی کے ساتھ اپنے بیٹے کو مہبستری کرنے کی اجازت دے اور اگر ماں اجازت دے بھی دے تو بیٹے کے لئے لونڈی کے ساتھ مہبستری کرنا حلال نہیں ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: ”میری ماں کی ایک لونڈی ہے اور ماں نے مجھے اس کے پاس جانے کی اجازت دے دی ہے“ آپ نے جواب دیا: ”یہ لونڈی تمہارے لئے تین باتوں میں سے ایک کے ذریعے حلال ہو سکتی ہے یا تو تم اس کے ساتھ نکاح کر لو یا اسے تم خرید لو یا تمہاری ماں اسے تمہیں بہہ کر دے“ ۳۳۔

کسی شخص کے لئے اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ اس دلیل کے تحت مہستری کرنا جائز نہیں کہ وہ اس کی مالکن کے ساتھ مہستری کرتا ہے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو عبدالرزاق نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ اسے سنگسار کر دیا جائے گا۔ ۴۳ - ب -

امام ابو یوسف نے ”کتاب الخراج“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ اسے حد نہیں لگائی جائے گی بلکہ تعزیر کی جائے گی۔ ۴۴ -

ھ - شادی شدہ لونڈی سے تسری کرنا: شادی شدہ لونڈی کے ساتھ تسری کرنا حلال نہیں ہے خواہ یہ لونڈی آقا کے پاس ہوتے ہوئے کسی کے نکاح میں چلی گئی ہو یا جب اس نے اسے خریدا تھا اس وقت یہ کسی کے نکاح میں تھی۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: ”میں نے ایک لونڈی خریدی ہے جس کا شوہر ہے کیا میں اس کے ساتھ مہستری کر سکتا ہوں؟“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے زنا کاری حلال کر دوں؟“ ۴۵ -

و - تسری کے اندر محارم کو سبجا کر دینا: اگر ایک شخص کسی لونڈی سے تسری کرے تو اس کے لئے مذکورہ لونڈی کے محارم مثلاً بہن، پھوپھی اور خالہ وغیرہ کے ساتھ اس وقت تک تسری کا جواز نہیں ہوگا جب تک پہلی لونڈی بیچ یا بہن یا عتق کے ذریعے اس کی ملکیت سے نکل نہ جائے۔ ایک شخص کی دو لونڈیاں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں۔ اس نے ایک کے ساتھ مہستری کر لی اور دوسری کے ساتھ مہستری کا ارادہ کیا تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اسے یہ حق حاصل نہیں، پوچھا گیا کہ اگر وہ مہستری کر لے؟ تو آپ نے فرمایا: ”وہ اس کے ساتھ اس وقت تک مہستری نہیں کر سکتا جب تک پہلی لونڈی کو اپنی ملکیت سے خارج نہ کر دے“ ۴۶ -

حضرت ابن عمرؓ کی دو لونڈیاں آپس میں بہنیں تھیں آپ نے ایک کے ساتھ ہم بستری کر لی اور جب دوسری کے ساتھ ہم بستری کرنی چاہی تو پہلے وہی شدہ لونڈی کو اپنی ملکیت سے خارج کیا اور فرمایا: ”اگر کسی شخص کے پاس دو لونڈیاں ہوں اور وہ آپس میں بہنیں ہوں اور وہ اس میں سے کسی ایک کے ساتھ مہستری کر لے تو جب تک اسے

اپنی ملکیت سے خارج نہ کر دے اس وقت تک دوسری کے ساتھ ہبستری نہ کرے۔
۳۷۔

اس بات کے لئے صرف یہ کرنا کافی نہیں ہوگا کہ وہ پہلی کو اپنی ذات پر حرام کر دے یا اسے اپنی ملکیت میں باقی رکھتے ہوئے اس کا نکاح کسی اور کے ساتھ کر دے حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا ہے کہ ایک شخص اپنی وطنی شدہ لونڈی کی بہن یعنی اپنی دوسری لونڈی کے ساتھ وطنی کرے خواہ اس نے پہلی لونڈی کو کسی کے نکاح میں کیوں نہ دے دیا ہو ۳۸۔

ز۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہبستری: ایک شخص اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہبستری کر سکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی چاہے تو اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہبستری کر سکتا ہے“ ۳۹۔

حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دو لونڈیاں مدبرہ کردی تھیں، آپ ان کے ساتھ ہبستری کرتے پھر آپ نے ان میں سے ایک کو آزاد کر کے نافع کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا ۵۰۔

۴۔ تسری پر مرتب ہونے والے آثار

تسری پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں

الف۔ جس لونڈی کے ساتھ تسری کا عمل ہو چکا ہو اس کا استبراء اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کے ساتھ ہبستری کا حق کسی اور شخص مثلاً اسکے شوہر یا بیچ کے ذریعے نئے مالک کی طرف منتقل ہو جائے، اسے آزاد کرنے پر یا اس کے آقا کی وفات پر بھی اس کا استبراء واجب ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جزب نیز نمبر ۲ کے جزج کا (۱)۔

ب۔ بچے کی ولادت: اگر تسری شدہ لونڈی کے بطن سے کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ ام ولد بن جاتی ہے اور اپنے آقا کی وفات پر آزاد ہو جاتی ہے۔ اس کا ذکر ہم (مادہ رق نمبر ۷) کے اندر کریں گے۔

ج۔ حرمت مصاہرت کا عدم ثبوت: ظاہر بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تسری کی بنا پر

حرمت مصاہرت کے عدم ثبوت کے قائل تھے۔ جو شخص ملک یمین کے تحت کسی لونڈی کے ساتھ ہبستری کر لے اور پھر اسے فروخت کر دے تو اس کی بیٹی یا ماں کے ساتھ ہبستری اس کے لئے جائز ہوگی۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک لونڈی کے ساتھ اس کا آقا وطی کرتا ہے اور پھر اس کی بیٹی کے ساتھ ہبستری کرنا چاہتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ اس وقت تک ایسا نہیں کر سکتا جب تک وہ اسے اپنی ملکیت سے خارج نہ کر دے ۵۱۔

آپ نے مذکورہ لونڈی کی بیٹی کے ساتھ ہبستری کی حلت کے لئے جو کچھ شرط عائد کی تھی وہ بس اتنی تھی کہ مذکورہ شخص اس لونڈی یعنی ماں کو اپنی ملکیت سے خارج کر دے، آپ نے یہ شرط اپنے اس قاعدہ کے مطابق لگائی تھی جو آپ کے ہاں ایک قاعدہ عامہ کی صورت میں تھی۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ”میری ایک سریرہ یعنی لونڈی ہے جس کے ساتھ میں ہبستری کر چکا ہوں، اس کی ایک بیٹی بھی ہے جو لونڈی ہے اور بالغ ہو چکی ہے کیا میں اس کی اس بیٹی کے ساتھ تشری کر سکتا ہوں؟“ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس نے پوچھا کہ کیا اللہ نے اسے مجھ پر حرام کر دیا ہے؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”میرے خاندان میں کوئی شخص ایسا نہیں کرے“ ۵۲۔

آپ کے اس قول کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ مذکورہ شخص اس لڑکی سے اس وقت تک ہبستری نہیں کر سکتا جب تک اس کی ماں اس شخص کے پاس ہے اس کی دلیل وہ بات ہے جو پہلے نص کے اندر صراحتاً مذکور ہے۔ واللہ اعلم

تسمیہ (بسم اللہ پڑھنا) دیکھئے مادہ سملہ

تسوک (مسواک کرنا) دیکھئے مادہ استیاک

تشبیہ (مشابہت اختیار کرنا)

دعا کے لئے کھڑے ہونے کی کراہت کیونکہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت ہے)

دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۶)

ہر ایسی چیز کے ساتھ نماز پڑھنے کی کراہت جس میں کافروں کے ساتھ مشابہت پائی جائے (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۷ کا جزب)

تشریق (تشریق) دیکھئے مادہ ایام التشریق
تشمیت العاطس (چھینک مارنے والے کو یہ حکم اللہ کننا) دیکھئے مادہ عطاس۔

تشہد (تشہد کرنا) دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۹ کے جزط کا جز ۳

تطوع (نفل پڑھنا) دیکھئے مادہ نفل

تطیب (خوشبو لگانا)

۱۔ جمعہ اور عید کی نمازوں کے لئے خوشبو لگانا: جمعہ کی نماز کے لئے جاتے وقت خوشبو لگانا سنت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے پہلے غسل کرتے اور بہترین خوشبو لگاتے ۵۳۔ عید کے نماز کے لئے بھی آپ جمعہ کی نماز کی طرح خوشبو استعمال کرتے۔ ۵۵۔ آپ ہر جمعہ اپنے کپڑوں کو بخور سے دھونی دیتے ۵۵۔ اور کپڑوں کو تین مرتبہ دھونی دینا مستحب سمجھتے ۵۶۔ آپ ان بخور کے ساتھ دھونی دینا افضل سمجھتے جن کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو دھونی دیتے تھے ”سنن بیہقی“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب جمعہ کے لئے کپڑوں کو دھونی دیتے تو غیر مخلوط عود سے دھونی دیتے اور اس پر کافور ملتے اور فرماتے: ”یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بخور ہیں“ ۵۷۔

۲۔ میت کو خوشبو لگانا: میت کو غسل دینے کے بعد اسے خوشبو لگائی جائے گی حضرت ابن عمرؓ میت کے مغابن (بظلوں) اور گھٹنوں میں مشک لگاتے ۵۸۔ آپ نے ایک مرتبہ میت کے تالو میں مشک لگایا تھا ۵۹۔ میت کو کفنانے سے پہلے اس کے کفن میں خوشبو لگائی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ کفن کو دھونی دینے میں وتر یعنی طاق مرتبہ کو مستحب سمجھتے تھے ۶۰۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۶)

۳۔ عدت گزارنے والی عورت کا خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ حداد نمبر ۲)

احرام والے کا خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ جزب) نیز (مادہ احرام نمبر ۶ کا جزب) (ی)

احرام والے مریض کا ایسی دوا کی کے ذریعے علاج جس میں خوشبو ملی ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزب)

تظلل (سائے میں جانا، سایہ حاصل کرنا)

احرام والے شخص کا دھوپ سے سایہ حاصل کرنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزب)

تعریف (عرفات میں لے جانا، ایک چیز کی تشیر

لقطہ کی تشیر (دیکھئے مادہ لقطہ نمبر ۳ جزب الف کا جزب)

ہدی کو عرفات میں کھڑا کرنا (دیکھئے مادہ ہدی نمبر ۲ کا جزب ز)

تعزیر (تعزیر کرنا)۔

۱- تعریف: شریعت کی اس مخالفت پر عائد کردہ سزا کو تعزیر کہتے ہیں جس کے لئے شریعت میں کوئی مقررہ سزا وارد نہیں ہوئی ہے۔

۲- تعزیر کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تعزیر بھی قتل کی حد تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ: ”اگر وہ مجھے مل جاتا تو میں اسے قتل کر دیتا“ ۱۔

۳- تعزیر کے اندر سر اور چہرے کو ضرب سے بچانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ انسانی اعضاء کے اندر چہرے کو ایک خاص شرف حاصل ہے جو کسی اور عضو کو حاصل نہیں۔ اس لئے آپ چہرے پر ضرب کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ نیز چہرے پر ضرب کا نشان بعض دفعہ مٹا نہیں۔ اس ضرب میں تذلیل کا وہ پہلو ہے جو کسی طرح حلال نہیں۔ سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ چہرے پر ضرب لگا کر اس پر نشان ڈال دیا جائے۔ آپ فرماتے: ”حضور ﷺ نے چہرے پر ضرب لگانے سے منع فرمایا“ ۲۔ (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳)

۴- ایسے بعض قبیح افعال جن کے اندر حضرت ابن عمرؓ تعزیری سزا کے قائل تھے۔

الف۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل: اس کے متعلق آپ کا قول ہے کہ اگر یہ شخص مجھے مل جاتا تو میں اسے قتل کر دیتا۔

ب۔ مشترکہ لونڈی کے ساتھ ہبستری: آپ نے فرمایا: ”اگر ایک لونڈی دو اشخاص کے درمیان مشترک ہو اور ان میں سے ایک شخص اس کے ساتھ ہبستری کر لے تو اسے ننانوے کوڑے لگائے جائیں گے“ ۶۳۔

ج۔ اگر: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اس شخص کو تعزیری سزا ملنی چاہئے جس نے کسی کو کوئی کام کرنے یا نہ کرنے پر مجبور کیا ہو (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز د)

د۔ آقا کی اجازت کے بغیر غلام کے کئے ہوئے نکاح پر گواہ بننا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۳)

ه۔ عزل کرنا (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

تعليق (معلق کرنا)

۱۔ تعریف: تعليق یہ ہے کہ ایک چیز کے حصول کو دوسری چیز کے حصول کے ساتھ مربوط کر دیا جائے (دیکھئے مادہ اشتاء)

۲۔ طلاق کی تعليق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ج)

بیع کی تعليق (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۲)

موت کے ساتھ عتق کی تعليق یعنی تدبیر (مدبر قرار دینا) یا ایک معین رقم کی ادائیگی کے ساتھ عتق کو معلق کر دینا یعنی مکاتبت (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵، ۶) دیواروں اور کھڑکیوں پر پردے لگانا (دیکھئے مادہ ستار)

تعهد (کسی معین کام کو سرانجام دینے کا عہد کرنا) دیکھئے مادہ قبلہ

تعليم (علم سکھانا) دیکھئے مادہ علم

تغريب (جلا وطن کر دینا)

جلاوطن کرنے اور وطن سے دور بھیج دینے کو تغريب کہتے ہیں۔

غير محسن زانی کو کوڑے مارنے کے بعد اسے جلاوطن کر دینا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے

جز الف کا جز ۴)

تغزیر (دھوکے میں رکھنا)

۱۔ تعریف: مشتری کے سامنے قول یا فعل کے ذریعے میع کو اس کی غیر حقیقی صفت میں پیش کرنا تغزیر کے نام سے موسوم ہے۔

تغزیر کے آثار

تغزیر کی وجہ سے مشتری کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اگر چاہے تو بیع منع کر دے اور اگر چاہے تو اسے باقی رکھے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۶)
تخلیظ (سخت کر دینا)

ایک چیز کے اندر شدت کا اضافہ تخلیظ کہلاتا ہے۔

قسم کی تخلیظ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۲)

دیت کی تخلیظ (دیکھئے مادہ جتایہ نمبر ۵ کا جز ب)

تقبیل (بوسہ لینا)

۱۔ تعریف: ہونٹوں سے چوم لینے کو تقبیل کہتے ہیں۔

۲۔ تقبیل کا حکم:

الف۔ اجنبی عورت کا بوسہ لینا حرام ہے اور مسلمان کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میرے سر میں کوئی سوئی چھو دی جائے یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو جاؤں مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ کوئی غیر محرم عورت میرے سر کا بوسہ لے لے“ ۶۳۔

محرم عورت (ایسی عورت جس کے ساتھ نکاح حرام ہو) کی تقبیل جس میں کوئی شبہ نہ ہو مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا درج بالا قول اس پر دلالت کرتا ہے۔

بیوی اور لونڈی کا بوسہ لینا بھی مباح ہے بلکہ ہبستری سے پہلے مستحب ہے کہ اس سے تالیف قلب ہوتی ہے

ب۔ محرم کو ایسی عورتوں کی تقبیل سے روکا گیا ہے جن کے ساتھ ہبستری کرنا اس کے

لئے حلال ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ۴)

اسی طرح اگر روزہ دار جوان آدمی ہو تو وہ اپنی بیوی یا لونڈی کا بوسہ لینے سے پرہیز کرے۔ البتہ بوڑھا روزے دار ایسا کر سکتا ہے (دیکھئے مادہ صوم نمبر ۷ کا جز ۱)

ج۔ طواف کے دوران حجر اسود کا بوسہ لینا سنت ہے۔ اسی طرح حجر اسود کو چوم نہ سکنے کی صورت میں اسے ہاتھ لگانے کے بعد چوم لینا سنت ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ۱)

۳۔ تعقیل کے آثار

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عورت کا بوسہ لینا وضو کو واجب کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۸ کا جز ۱) البتہ اگر بچے کو چوم لیا جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ و کعب نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی بچے کو چوم لیتے تو وضو کرتے ۶۵۔

اس سے نماز کے لئے کیا جانے والا وضو مراد نہیں ہے۔ اس سے صرف کلی کرنا مراد ہے۔ اس کی دلیل ابن ابی شیبہ کی وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی بچے کا بوسہ لیتے تو کلی کر لیتے اور وضو نہ کرتے ۶۶۔

ب۔ روزے کے ابطال میں بوسے کو کوئی دخل نہیں ہے تاہم جوان روزہ دار کے لئے بوسہ بازی کرنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ۱)

ج۔ لونڈی کا بوسہ لے لینا اس کے استبراء کو حرام نہیں کرتا اور استبراء کرانے والے کو اس سے باز رہنے کی ضرورت نہیں جس طرح ہبستری سے باز رہنا اس کے لئے ضروری ہے (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۴)

تقسیط (قسطوں میں ادائیگی کرنا)

مالی حق کو معین مقدار اور مدت کے تحت تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرنا تقسیط ہے۔

بدل کتابت کی تقسیط (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کے جز ۲ کا جز ۲)

تقلید (تقلید کرنا۔ قلاوہ ڈالنا)

تقلید کے دو معنی ہیں۔

اول: نقل اتارنا۔ اسی سے کفار کی تقلید ماخوذ ہے یعنی اس طرح کرنا جس طرح وہ

کرتے ہیں۔ (دیکھئے مادہ شبہ)

دوم - قلاوہ پہناتا۔ یعنی گلے میں ہار وغیرہ ڈالنا۔ ہماری بحث اسی معنی پر مبنی ہے۔

۱۔ تعریف: ہدی کی تقلید یہ ہے کہ اس کے گلے میں جوتوں کا ہار ڈال دیا جائے تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہدی ہے۔

۲۔ تقلید کے لئے کون سی چیزیں استعمال کی جائیں؟

تقلید کے لئے پرانے جوتے استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر پرانے جوتے میسر نہ ہوں تو نئے جوتے ڈال دیئے جائیں۔ یہ شرط نہیں ہے کہ ان جوتوں میں نماز بھی پڑھی گئی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سال کے شروع سے جوتے جمع کرتے رہتے اور پھر ان کے ہار بنا کر قربانی کے جانوروں کے گلے میں ڈال دیتے۔ اگر ایسا نہ کر سکتے تو نئے جوتے خرید کر ان کے ہار ڈال دیتے۔ ۶۷۔

۳۔ کس مقام پر جا کر تقلید کا عمل کیا جائے؟

ہدی کے گلے میں میقات پر جا کر قلاوہ ڈالا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ ذی الحلیفہ پہنچ کر اپنے ہدی کو قلاوہ ڈالتے تھے ۶۸۔

۴۔ قلاوہ ڈالنے کا وقت: اگر ہدی اونٹ ہو تو اشعار (کوہان کی ایک جانب شق کرنے) سے پہلے اس کے گلے میں قلاوہ ڈالا جائے۔ ۶۸۔ ب۔

۵۔ قلاوہ ڈالتے وقت ہدی کو قبلہ رخ کرنا:

قلاوہ ڈالتے وقت ہدی کو قبلہ رخ کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب ہدی لے کر چلتے تو قلاوہ ڈالتے اور مقام ذی الحلیفہ میں اس کا اشعار کرتے۔ یہ دونوں کام ایک ہی مقام پر کرتے اور ہدی قبلہ رخ ہوتا ۶۹۔

۶۔ ہدی کی تقلید کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ہدی کی تقلید کو واجب تصور کرتے تھے۔ کیونکہ آپ فرماتے: ”ہدی صرف وہی جانور ہے جس کے گلے میں قلاوہ یعنی جوتوں کا ہار ڈالا جائے“ اس کا اشعار کیا جائے اور اسے عرفات لے کر کھڑا کیا جائے“ ۷۰۔ (دیکھئے مادہ اشعار نمبر ۴)

۷۔ ہدی کے کن جانوروں کو قلاوہ ڈالا جائے؟

صرف گائے اور اونٹ کو قلاہ ڈالا جائے گا۔ بھیڑ بکریوں کو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قلاہ نہیں ڈالا جاتا۔

تکبیر (اللہ اکبر کہنا)

۱۔ تکبیرات عیدین: حضرت ابن عمرؓ جب اپنے مکان سے عید گاہ کی طرف چل پڑتے تو بلند آواز سے تکبیر کہنا شروع کر دیتے اور اس وقت تک یہ عمل جاری رکھتے جب تک امام عید کی نماز پڑھانے کے لئے آگے نہ بڑھتا۔ اس حکم کے اندر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

‘ ایک روایت ہے کہ آپ عید کی رات سے صبح عید گاہ کی طرف نکلنے تک تکبیر کہتے ’۔ اس روایت میں شاید تحریف ہو گئی ہے۔ اور درست الفاظ یہ ہیں کہ ”جب آپ عید گاہ کی طرف نکلتے“

عرفات کے اندر تلبیہ کہنے کی بہ نسبت تکبیر کہنا زیادہ پسندیدہ ہے (دیکھئے مادہ تلبیہ نمبر ۴)

حج کی انتہا کے وقت اور حاجی کی گھر واپسی کے وقت تکبیر کہنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۴)

نماز کے اندر تکبیر تحریمہ کہنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز الف)
نماز کے اندر تکبیرات انتقال (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ہ کے ۱۶۱ تا ۱۶۲) نیز
(مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز واؤ)

نماز جنازہ کی تکبیریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کا جز ہ)
عیدین کی نمازوں کی تکبیریں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۳ کا جز ح)

تکلم (کلام کرنا)

۱۔ فجر کی دو رکعتوں کے بعد کلام کرتا: سحر سے لے کر فجر کی نماز تک کا وقت ذکر دعا اور تسبیح کا وقت ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس وقت کو ذکر الہی میں مصروف رکھنا پسند کرتے تھے۔ ”سنن بیہقی“ میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فجر کی دو رکعتوں کے بعد بات کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور تسبیح و تکبیر پسند کرتے تھے۔ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فجر کی دور کھینچ پڑھیں اور پھر اجزاء کیا یعنی گھنٹوں کو پینٹ کے ساتھ ملا کر بیٹھ گئے اور فجر کی نماز ادا کرنے تک کوئی کلام نہیں کیا^{۷۴}۔ آپ فجر کی سنت ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے تک کوئی کلام نہ کرتے البتہ ضرورت پڑنے پر کلام کرتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ آپ بعض دفعہ فجر کی سنت ادا کرنے کے بعد بات بھی کر لیتے^{۷۵}۔

۲۔ طواف کے اندر تکلم: کعبہ کے گرد طواف بھی ایک خاص نماز ہے اس لئے عام نماز کی طرح اس کے اندر بھی طہارت شرط ہے اور کلام مکروہ یعنی ناجائز ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران کلام نہ کرتے۔ عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے پیچھے طواف کیا تھا۔ میں نے آپ کو کلام کرتے ہوئے نہیں سنا حتیٰ کہ آپ طواف سے فارغ ہو گئے^{۷۶}۔“
آپ فرماتے: ”طواف کے اندر گفتگو کم سے کم کرو کیونکہ تم نماز کے اندر ہوتے ہو“^{۷۷}۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جڑھ)

۳۔ نماز کے اندر کلام کرنا: نماز کے اندر کلام بالاجماع نماز کو فاسد کر دیتا ہے اس مسئلے میں کسی صحابی کا کوئی اختلاف نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جڑج)

۴۔ واجب خطبے کے دوران کلام کرنا: منبر پر خطیب کے آجانے سے پہلے انسان کے لئے گفتگو کرنا جائز ہوتا ہے۔^{۷۸} لیکن جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو خاموشی واجب اور کلام مکروہ ہوتا ہے^{۷۹}۔ حتیٰ کہ سلام کا جواب نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی چھینک مارنے والے کو ”یرحمک اللہ“ کہا جاسکتا ہے^{۸۰}۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو جمعہ کے خطبے کے دوران باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو نکڑ مارے اس نے جب آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا^{۸۱}۔ آپ نے جمعہ کے خطبے کے دوران ایک سائل کو سوال کرتے ہوئے دیکھا تو اسے نکڑ مارے^{۸۲}۔ ابن حزم نے ذکر کیا ہے کہ ملتئم بن عبد اللہ المزنی مکہ میں تھے۔ خطبہ جمعہ کے دوران انہیں اونٹ کرائے پر دینے والا آیا اور کہا: ”تم نے تمام لوگوں کو روک رکھا ہے وہ لوگ چل پڑے ہیں.....“ ملتئم نے اس سے کہا: ”جلدی نہ کریں تاکہ ہم فارغ ہو کر

آجائیں۔ جب انہوں نے نماز پڑھ لی تو حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: ”تمہارا یہ شخص گدھا ہے اور جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تمہاری جمعہ کی نماز نہیں ہوئی۔“^{۸۳}۔

تلبیہ (تلبیہ کننا)

۱۔ تعریف: حج یا عمرہ کا احرام باندھنے والا اونچی آواز میں جو مخصوص الفاظ کہتا ہے اسے تلبیہ کہتے ہیں۔

۲۔ تلبیہ کے الفاظ:

الف۔ حضور ﷺ سے تلبیہ کے مخصوص الفاظ منقول ہیں جن کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے کی ہے کہ: ”میں نے حضور ﷺ کو ان الفاظ میں تلبیہ کہتے ہوئے سنا تھا“
 لیکن اللهم لیکن، لیکن لا شریک لک لیکن، ان الحمد والنعمہ لک والملك، لا شریک لک^{۸۴}۔

تاہم حضرت ابن عمرؓ ان الفاظ میں اضافے کے اندر کوئی رکاوٹ نہیں سمجھتے تھے آپ اضافہ کر کے کہتے: ”لیکن اللهم لیکن، لیکن وسعدیک، والخیر فی یدیک لیکن، والرغاء الیک والعمل“^{۸۵}۔ ایک روایت کے مطابق آپ یہ اضافہ کرتے: ”لیکن لیکن وسعدیک....“ اس طرح آپ لفظ لیکن کی تکرار دو دو دفعہ کرتے^{۸۶}۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ اس طرح اضافہ کرتے: ”لیکن لیکن لیکن وسعدیک“^{۸۷}۔

یعنی لفظ لیکن کی تکرار تین تین دفعہ کرتے

ب۔ تلبیہ کے اندر اس حج یا عمرہ کا ذکر مستحب نہیں جس کا احرام باندھا گیا ہو۔ محرم یہ نہ کہے کہ: ”لیکن اللهم بحج“ یا ”لیکن اللهم بعمرة“ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو ”لیکن عمرہ“ کہتے سنا تو اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ”کیا تم اللہ کو اپنے دل کی بات بتا رہے ہو“^{۸۸}۔

ج۔ تلبیہ بلند آواز سے کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”بلند آواز سے تلبیہ کو“^{۸۹}۔ آپ خود بھی با آواز بلند تلبیہ کہتے۔ بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو بلند آواز سے تلبیہ کہتے سنا تھا حتیٰ کہ میں نے ان کی آواز کی گونج پہاڑوں کے درمیان سنی“^{۹۰}۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز د) عورت بلند آواز سے

تلبیہ نہیں کہے گی کیونکہ عورت کا معاملہ پردہ پوشی پر مبنی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ کہے“^{۹۱}۔

۳۔ تلبیہ کہنے کی ابتداء کب کی جائے؟

محرم احرام باندھ کر حرم کی طرف چل پڑے گا تو تلبیہ کہنا شروع کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ میقات سے احرام باندھتے اور جب آپ کی اونٹنی آپ کو لے کر چل پڑتی تو تلبیہ شروع کر دیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب ذی الحلیفہ میں صبح کی نماز پڑھ لیتے تو سواری کی اونٹنی لانے کا حکم دیتے، اونٹنی پر کجاہ ڈال دیا جاتا پھر آپ اس پر سوار ہو جاتے حتیٰ کہ وہ آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو آپ قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو جاتے اور پھر تلبیہ کہتے^{۹۲}۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ جب اونٹنی آپ کو لے کر کھڑی ہو جاتی تو آپ تلبیہ کہتے^{۹۳}۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز د)

۴۔ تلبیہ کا انتطاع: محرم سارا راستہ تلبیہ کہتا جائے گا خواہ وہ سواری پر سوار ہو یا سواری سے اتر اہوا ہو یا لیٹا ہوا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اس طرح کرتے تھے^{۹۴}۔

یہاں تک کہ محرم حرم کے منطقہ میں داخل ہو جائے گا اور اسے کعبہ کی عمارت نظر آنے لگے گی۔ اس وقت وہ تکبیر اور ذکر الہی شروع کر دے گا یہاں تک کہ حجر اسود کو ہاتھ لگائے گا اور طواف شروع کر دے گا خواہ اس نے حج کا احرام باندھا ہو یا عمرہ کا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ عمرے کا محرم حرم میں داخل ہو کر تلبیہ کہنا بند کر دے گا^{۹۵}۔ خود آپ عمرے کی صورت میں حرم میں داخل ہونے کے ساتھ تلبیہ کہنا بند کر دیتے تھے^{۹۶}۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ مکہ کے مکانات دیکھ کر تلبیہ منقطع کر دیتے تھے^{۹۷}۔

شیخین (امام بخاری، امام مسلم) نے ”نیزالموطا“ کے اندر امام مالک نے اور ”الام“ کے اندر امام شافعی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر حرم تک پہنچ کر تلبیہ قطع کر دیتے تھے^{۹۸}۔

اور پھر محرم تلبیہ کے بغیر طواف کعبہ نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ زہری کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران تلبیہ نہیں کہتے تھے^{۹۹}۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی ختم کر کے محرم پھر تلبیہ کہنا شروع کرے گا اور اس وقت تک تلبیہ کہتا رہے گا جب تک عرفات کے قصد سے منیٰ سے گزر نہ جائے حضرت ابن عمرؓ جب منیٰ سے عرفات کی طرف چل پڑتے تو تلبیہ منقطع کر دیتے^{۱۰۰}۔ اور عرفات جاتے وقت راستے میں تلبیہ نہ کہتے۔ ابو-عفور کہتے ہیں کہ: ”میں حضرت ابن عمرؓ اور ابن الحنفیہ کے ساتھ منیٰ سے عرفات جا رہا تھا۔ اس دوران حضرت ابن عمرؓ تکبیر کہتے رہے اور ابن الحنفیہ تلبیہ پڑھتے رہے“^{۱۰۱}۔

محرم عرفات کے اندر تلبیہ نہیں کہے گا بلکہ اس کی بجائے تکبیر کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عرفہ کے دن مجھے تکبیر کہنا تلبیہ پڑھنے سے زیادہ پسند ہے“^{۱۰۲}۔

تلف (ہو جانا)

- ۱۔ تعریف: ایک چیز سے مقصود منفعت کا زائل ہو جانا تلف ہو جانا کہلاتا ہے۔
- ۲۔ مبیع کا تلف ہو جانا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزک)
- امانت کا تلف ہو جانا اور اس پر مرتب ہونے والے احکام (دیکھئے مادہ امانہ - نمبر ۲)
- اتلاف کی بنا پر تاوان عائد ہونا (دیکھئے مادہ ضمان)
- تمتع (فائدہ ٹھانا)
- حج تمتع (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ۳ کا جز ب)
- تمریض (مریض کی تیمارداری کرنا)

- ۱۔ تعریف: مریض کی خدمت کرنا نیز اس کی ضروریات پوری کرنا تمریض ہے۔
- ۲۔ تمریض کا حکم: تمریض اس وقت فرض عین بن جاتی ہے جب ایک شخص مریض کی ضروریات پوری کرنے کے لئے متعین ہو جائے مثلاً طبیب جبکہ اس کے سوا کوئی اور موجود نہ ہو اور مریض کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کوئی اور نہ ملے۔
- ۳۔ مریض کی خاطر جمعہ ترک کر دینا: تمریض چونکہ فرض عین ہے اس لئے اس کی خاطر جمعہ ترک کر دینا جائز ہے اس لئے کہ جمعہ اگر فوت ہو جائے تو اس کا بدل ظہر کی نماز کی صورت میں موجود ہوتا ہے لیکن مریض کی دیکھ بھال کرنے والا چلا جائے تو کوئی اور شخص اس کی دیکھ بھال کے لئے موجود نہیں ہوتا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت سعیدؓ بن

زید بن نفیل مدینہ سے چتر میل کے فاصلے پر عقیق کے مقام پر اپنی زمینوں پر تھے اور بیماری کے عالم میں جانکنی میں مبتلا تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مدینہ منورہ حضرت ابن عمرؓ کو بلانے کے لئے روانہ کر دیا۔ جب بیٹا مدینہ پہنچا تو اس وقت حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے لئے غسل کر رہے تھے، پھر آپ اس کے ساتھ چلے گئے اور جمعہ ترک کر دیا ۱۰۳۔

تمام (جمع تمیمہ یعنی تعویذ)

۱۔ تمام ان تعویذوں کو کہتے ہیں جو بچوں کے گلوں میں انہیں نظر لگ جانے سے بچانے کے لئے ڈالی جاتی ہیں۔

۲۔ تعویذوں کا حکم: حضرت ابن عمرؓ ان تعویذوں کو مکروہ تصور کرتے تھے خاص طور پر جبکہ یہ تعویذیں اس نوعیت کی ہوتیں جنہیں جادوگر استعمال کرتے تھے اور ان کے اندر ایسے کلمات ہوتے جنہیں جادوگروں کے سوا کوئی دوسرا شخص سمجھ نہ پاتا حضرت ابن عمرؓ سے ”افذہ“ (ایک قسم کی تعویذ) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”میں تو اسے جادو ہی سمجھتا ہوں“ آپ سے کہا گیا ”یہ تعویذ پیشاب پاخانے کے سلسلے میں مفید ہے“ آپ نے فرمایا: ”یہ لفاف ہے“ ۱۰۴۔ یعنی بے ہودہ اور غیر مربوط کلام ہے۔

تشیف (جسم سے پانی خشک کرنا)۔

حضرت ابن عمرؓ نے وضو کرنے کے بعد جسم سے وضو کا پانی خشک کر لینے کو مباح قرار دیا ہے۔ خود آپ وضو کرنے کے بعد کپڑے سے اپنا چہرہ خشک کر لیتے تھے ۱۰۵۔

تیا من (دائیں طرف سے یا دائیں ہاتھ سے کام کی ابتداء کرنا)۔

دائیں طرف سے یا دائیں ہاتھ سے کام کی ابتدا کرنے کو تیا من کہتے ہیں۔ کھانے کے اندر تیا من (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ح) نیز (مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ز) غسل اور وضو میں تیا من (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)

تیمم (تیمم کرنا)۔

۱۔ تعریف: خاص طریقے سے مٹی استعمال کر کے حدث زائل کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

۲۔ جس شخص کے پاس پانی موجود نہ ہو اس کی ہبستری: حضرت ابن عمرؓ شروع میں

اس مریض کے لئے جسے پانی استعمال کرنے میں مشقت پیش آتی ہو اور اس شخص کے لئے جس کے پاس پانی نہ ہو، اپنی بیوی یا لونڈی سے ہمبستری کو مباح قرار نہیں دیتے تھے الا یہ کہ وہ اپنے آپ کو پاکدامن رکھنے کے لئے ہمبستری کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ”میں اپنے اونٹ لے کر مغرب کی طرف دور چلا جاتا ہوں تو کیا پانی کی عدم موجودگی میں میں اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہوں؟“ آپ نے جواب دیا: ”جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں ایسا نہیں کر سکتا۔ اگر تم ایسا کر لو تو اللہ سے ڈرو اور پانی ملنے پر غسل کر لو“^{۱۰۶}۔

یعنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر لو اور پھر تیمم کرو اور پانی ملنے پر غسل کر لو۔

۳۔ تیمم کو مباح کر دینے والے امور۔ یہ امور درج ذیل ہیں۔

الف۔ انسان سے پانی اتنا دور ہو کہ اسے وہاں تک پہنچنے میں مشقت اٹھانی پڑ جائے بیہقی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سفر میں ہوتے، نماز کا وقت ہو جاتا اور پانی آپ سے ایک یا دو غلوہ (تیر کی پہنچ کے فاصلے کو ایک غلوہ کہتے ہیں) دور ہوتا تو آپ پانی کی طرف نہ مڑتے^{۱۰۷}۔ ایک دفعہ آپ کو مدینہ کے مکانات نظر آرہے تھے اور آپ نے تیمم کر لیا اور عصر کی نماز پڑھ لی پھر مدینہ میں داخل ہو گئے، سورج ابھی بلندی پر تھا لیکن آپ نے نماز کا اعادہ نہیں کیا^{۱۰۸}۔

اگر ایک شخص کو سمندر کے پانی کے سوا کوئی اور پانی نہ ملے تو اس کے لئے تیمم کر لیتا جائز ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”سمندر کے پانی سے وضو کرنے کی بہ نسبت تیمم کر لیتا مجھے زیادہ اچھا لگتا ہے“^{۱۰۹}۔

ب۔ ”پانی کے استعمال سے مریض کو تکلیف ہو جانا“^{۱۱۰}۔

ج۔ وضوء میں مشغول ہو جانے کی صورت میں نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خطرہ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ نے تیمم کر کے نماز جنازہ میں شرکت کر لی تھی^{۱۱۱}۔

د۔ تیمم کی اباحت کے لئے وقت کی عقلی شرط نہیں ہے۔ یعنی جس شخص کے پاس پانی موجود نہ ہو اس پر نماز کے آخر وقت تک پانی انتظار واجب نہیں ہوتا کہ اگر آخر وقت تک اسے پانی نہ ملے تو پھر تیمم کرے۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے وقت

کے اندر کافی گنجائش ہونے کے باوجود تیمم کر لیا تھا، بلکہ آپ کو یقین ہوتا کہ اگر انتظار کر لیتے تو پانی ضرور مل جاتا۔ چنانچہ ایسا ہوا تھا کہ آپ جرف کے مقام پر واقع اپنی زمینوں سے چل پڑے اور جب مرید الغنم کے مقام پر پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا (مرید الغنم اور مدینہ کے درمیان ایک یا دو میل کا فاصلہ ہے) آپ نے تیمم کیا اور عصر کی نماز ادا کر لی پھر مدینہ میں داخل ہوئے اس وقت سورج کافی بلندی پر تھا لیکن آپ نے نماز نہیں دہرائی^{۱۱۲}۔

۴۔ تیمم کے اندر کس قسم کے حدث کو رفع کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے؟
تیمم کے اندر حدث اکبر کو رفع کرنے کی بھی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ غسل کا بدل بن جاتا ہے حضرت ابن عمرؓ کو ایک سفر میں جنابت لاحق ہو گئی آپ نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی^{۱۱۳}۔

تیمم کے اندر حدث اصغر کو رفع کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے البتہ ایک تیمم کے ذریعے صرف ایک فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ اگر تیمم کرنے والا دوسری فرض نماز ادا کرنا چاہے تو اسے دوسرا تیمم کرنا پڑے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ہر نماز کے لئے تیمم کرتے خواہ حدث لاحق نہ بھی ہوتا^{۱۱۴}۔

۵۔ تیمم کو باطل کر دینے والے امور:
الف۔ جو امور وضوء کو باطل کر دیتے ہیں وہ بالا جماع تیمم کو بھی باطل کر دیتے ہیں۔
ب۔ نماز کے وقت کا خروج اور اس کا دخول: یہ مسئلہ اس امر پر مبنی ہے کہ تیمم کے اندر صرف ایک فرض نماز کے لئے کافی ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۴)۔

ج۔ پانی کے استعمال پر تیمم کرنے والے کو قدرت حاصل ہو جاتا: (مادہ تیمم نمبر ۳) کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا قول گزر چکا ہے کہ آپ نے اس شخص کے جواب میں جس نے آپ سے پوچھا تھا کہ پانی کی عدم موجودگی میں کیا وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہمبستری کر سکتا ہے، فرمایا تھا کہ: ”جہاں تک میرا تعلق ہے میں ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن تم اگر ایسا کر لو تو پانی ملنے کی صورت میں غسل کر لیتا“ یعنی اپنی بیوی سے ہمبستری کرو اور

پھر تیمم کرلو، اور جب پانی ملے تو غسل کرلو۔

۶۔ تیمم کی کیفیت: حضرت ابن عمرؓ جب تیمم کرتے تو دونوں ہاتھ مٹی پر مارتے اور پھر چہرے کا مسح کر لیتے پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارتے اور ان کے ساتھ کہنیوں تک دونوں بازوؤں کا مسح کر لیتے۔ آپ ہاتھوں سے مٹی نہ جھاڑتے ^{۱۱۵}۔

۷۔ تیمم کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کا عدم اعادہ: اگر کوئی شخص تیمم کے ساتھ نماز ادا کر لے اور پھر اسے پانی مل جائے تو وہ یہ نماز نہیں لوٹائے گا خواہ مذکورہ نماز کا وقت ابھی باقی ہو یا نکل چکا ہو۔ (مادہ تیمم نمبر ۳ کے جز ۱) میں گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے تیمم کر کے عصر کی نماز ادا کر لی پھر آپ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ اس وقت سورج کافی بلندی پر تھا لیکن آپ نے نماز نہیں دہرائی۔

۸۔ کیا تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت کرا سکتا ہے؟

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تیمم کرنے والے کا درجہ وضوء کرنے والے کے درجے سے کم تر ہوتا ہے اور امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حالت کے اعتبار سے مقتدیوں سے اعلیٰ ہو اس لئے آپ اس امر کو جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت کرائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کو جنابت لاحق ہو گئی۔ آپ نے تیمم کیا۔ میرا وضوء تھا آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ^{۱۱۶}۔

حرف التاء میں مذکور

حوالہ جات

- ۱۔ سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۳
- ۲۔ عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۱۱
- ۳۔ بخاری فی الذبائح باب الوسم والعلم فی الصورة
- ۴۔ ابوداؤد فی الحدود باب ضرب الوجه فی الحد
- ۵۔ احکام القرآن للبصام ص ۲۶۱ ج ۳
- ۶۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۴، سنن بیہقی ص ۱۹۵ ج ۴، ص ۳۲۷ ج ۵، الاموال ص ۴۵۷
- ۷۔ المحلی ص ۱۰۵ ج ۸
- ۸۔ شرح السنہ ص ۱۰ ج ۶
- ۹۔ سنن بیہقی ص ۷۰ ج ۶
- ۱۰۔ المحلی ص ۱۲۹ ج ۹
- ۱۱۔ سنن بیہقی ص ۷۸ ج ۶
- ۱۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۲ ج ۶، المحلی ص ۱۸۱ ج ۱۰
- ۱۳۔ سنن بیہقی ص ۲۰۸ ج ۷، المحلی ص ۱۸۱ ج ۱۰، المغنی ص ۶۳۸ ج ۶
- ۱۴۔ عبدالرزاق ص ۲۶۵ ج ۶، ابن ابی

- شیبہ ص ۲۲۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۰۸ ج ۷
- ۱۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۵۲/۲ ج ۳
- ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ج ۱
- ۱۶۔ سنن بیہقی ص ۲۰۸ ج ۸
- ۱۷۔ عبدالرزاق ص ۳۹۶ ج ۱۰
- ۱۸۔ المجموع ص ۳۴۳ ج ۴
- ۱۹۔ عبدالرزاق ص ۳۳۷ ج ۱، ص ۳۹۴ ج ۱۰، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۲۹
- ۲۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۴
- ۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱، المجموع ص ۴۳۶ ج ۱
- ۲۱۔ عبدالرزاق ص ۴۰۳ ج ۱
- ۲۲۔ نیل الاوطار ص ۹۲ ج ۱
- ۲۳۔ المحلی ص ۱۹۴ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۵۹ ج ۱، المغنی ص ۱۶۲ ج ۱، المجموع ص ۸۹ ج ۲، نیل الاوطار ص ۹۴ ج ۱
- ۲۴۔ ابوداؤد فی الطہارۃ باب کراہہ - استقبال القبۃ، المغنی ص ۱۶۲ ج ۱، ص ۶۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۳۷ ج ۲
- ۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۱۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۱ ج ۱
- ۲۶۔ سنن بیہقی ص ۵ ج ۱۰
- ۲۷۔ شرح السنہ ص ۱۳۱ ج ۱۲
- ۲۸۔ شرح السنہ ص ۱۴۲ ج ۱۲

- ۲۹۔ عبد الرزاق ص ۲۱۵ ج ۵
 ۳۰۔ عبد الرزاق ص ۲۱۵ ج ۹
 ۳۱۔ شرح السنہ ص ۱۳۱ ج ۱۲
 ۳۲۔ عبد الرزاق ص ۱۸ ج ۱۱، شرح السنہ ص ۱۳ ج ۱۲، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۴
 سنن بیہقی ص ۳۴۳ ج ۹، طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ ج ۴
 ۳۳۔ عبد الرزاق ص ۴۰ ج ۱۰، سنن بیہقی ص ۳۴۳ ج ۹، المجموع ص ۶۲ ج ۹
 ۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۲
 ۳۵۔ المعنی ص ۶۵۲ ج ۲
 ۳۶۔ سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۱۰، عبد الرزاق ص ۲۸ ج ۹، المعنی ص ۳۵۳ ج ۶
 ۳۷۔ الموطا ص ۶۱۶ ج ۲، عبد الرزاق ص ۳۵ ج ۷، الحلی ص ۳ ج ۹، سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۷، آثار ابی یوسف نمبر ۶۲۴، کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۲
 ۳۸۔ المعنی ص ۶۶۲ ج ۶، عبد الرزاق ص ۲۱۵ ج ۷
 ۳۹۔ عبد الرزاق ص ۳۵ ج ۷، سنن سعید بن منصور ص ۶۰/۲ ج ۳، کتاب الخراج ص ۲۱۱
 ۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ج ۲
 ۴۱۔ حوالہ درج بالا
 ۴۲۔ سنن سعید بن منصور ص ۷۲/۲ ج ۳
 ج ۳، عبد الرزاق ص ۲۱۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۷، الحلی ص ۴۴۴ ج ۹، شرح السنہ ص ۱۰۵ ج ۸، المعنی ص ۵۴۱ ج ۶
 ۴۳۔ عبد الرزاق ص ۲۱۵ ج ۷، سنن بیہقی ص ۱۵۱ ج ۷، شرح السنہ ص ۶۳ ج ۹، کشف الغمہ ص ۶۳، ۱۳۱ ج ۲، الحلی ص ۲۵۸ ج ۱۱
 ۴۴۔ ب۔ عبد الرزاق ص ۳۴۴ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۰۶ ج ۱۰
 ۴۵۔ کتاب الخراج ص ۲۱۱
 ۴۶۔ الحلی ص ۱۳۱ ج ۱۰
 ۴۷۔ سنن سعید بن منصور ص ۴۰/۱ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۲ ج ۱، احکام القرآن ص ۱۳۰ ج ۲، المعنی ص ۵۸۴ ج ۶
 ۴۸۔ سنن بیہقی ص ۱۶۵ ج ۷
 ۴۹۔ عبد الرزاق ص ۱۹۲، ۱۹۳ ج ۷
 ۵۰۔ عبد الرزاق ص ۱۳ ج ۹
 ۵۱۔ حوالہ درج بالا نیز المعنی ص ۴۰ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۹۶ ج ۲، الحلی ص ۳ ج ۹، الموطا ص ۸۱۳ ج ۲
 ۵۲۔ عبد الرزاق ص ۱۹۳ ج ۷
 ۵۳۔ عبد الرزاق ص ۱۹۱ ج ۷

۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶، ۱۹۳ ب ج ۱

۷۱۔ المحلی ص ۱۱۲ ج ۷

۷۲۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ب ج ۱

سنن بیہقی ص ۲۷۹ ج ۳، احکام القرآن ص

۲۲۴ ج ۱، المغنی ص ۳۶۹، ۳۷۵، ۳۹۸ ج

۲، المجموع ص ۴۶ ج ۵

۷۳۔ سنن بیہقی ص ۲۷۹ ج ۳

۷۴۔ سنن بیہقی ص ۱۸۸ ج ۲

۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب ج ۱

۷۶۔ حوالہ درج بالا

۷۷۔ سنن بیہقی ص ۸۵ ج ۵

۷۸۔ شرح السنہ ص ۱۲۷ ج ۷

۷۹۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ب ج ۱

شرح معانی الآثار ص ۲۱۷ ج ۱

۸۱۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲

۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ب ج ۱

عبد الرزاق ص ۲۲۵ ج ۳، الموطا ص ۱۰۴

ج ۱، المحلی ص ۶۳ ج ۵

۸۳۔ عبد الرزاق ص ۲۲۵ ج ۳، المحلی ص

۶۳ ج ۵، المغنی ص ۳۲۶ ج ۲

۸۴۔ المحلی ص ۶۳ ج ۵

۸۵۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد

فی الحج باب التلیۃ، الموطا ص ۳۳۲ ج ۱

۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ج ۱، الموطا ص

۱۱۰ ج ۱

۵۳۔ طبقات ابن ابی سعد ص ۱۵۲ ج ۴

۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ج ۱، طبقات ابن

سعد ص ۱۵۹ ج ۴

۵۵۔ طرح الشریب ص ۵۶ ج ۲

۵۶۔ سنن بیہقی ص ۲۲۴ ج ۳

۵۷۔ عبد الرزاق ص ۴۱۳ ج ۳

۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۴ ج ۱

۵۹۔ طرح الشریب ص ۵۶ ج ۲

۶۰۔ المحلی ص ۳۸۶ ج ۱۱

۶۱۔ بخاری فی الذبائح باب الوسم فی الصور

۶۲۔

۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۹ ب ج ۲

۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۶ ج ۱

۶۵۔ اخبار القضاۃ ص ۳۲۱ ج ۱

۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ب ج ۱

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱، شرح السنہ ص

۳۱ ج ۱۰

۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ب ج ۱، سنن

بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، المجموع ص ۲۷۱ ج ۸

۶۹۔ ب۔ المجموع ص ۲۸۱ ج ۸

۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، المجموع ص

۲۷۱ ج ۸

۹۹۔ سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۵، الموطا ص

۱۳۳۸ ج ۱

۱۰۰۔ شرح السنہ ص ۱۸۶ ج ۷، الموطا ص

۱۳۳۸ ج ۱، المحلی ص ۱۳۵ ج ۷، المجموع ص

۱۴۹ ج ۸

۱۰۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۱

۱۰۲۔ حوالہ درج بالا

۱۰۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ب، ص ۸۳ ج

۱، سنن بیہقی ص ۱۸۵ ج ۳، المغنی ص ۶۳۲

ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۴۰ ج ۳، شرح السنہ

ص ۲۱۵ ج ۴

۱۰۴۔ عبدالرزاق ص ۲۰۸ ج ۱۱۔ الاخذة

وہ کلمات ہیں جو جادوگر اپنی زبان سے ادا

کرتا ہے یا وہ ننگ ہے جس پر وہ اپنے

کلمات پڑھتا ہے یا وہ رقعہ ہے جس پر وہ

اپنے یہ کلمات لکھ دیتا ہے۔ دیکھئے فتح الباری

ص ۱۸۲ ج ۱۰

۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ ج ۱

۱۰۶۔ عبدالرزاق ص ۲۴۰ ج ۱، ابن ابی

شیبہ ص ۱۷ ب ج ۱، المحلی ص ۱۴۲ ج ۲،

المجموع ص ۲۲۷ ج ۲

۱۰۷۔ سنن البیہقی ص ۲۳۳ ج ۱

۱۰۸۔ المغنی ص ۲۴۴ ج ۱

۱۰۹۔ حلیۃ العلماء ص ۵۶ ج ۱

۸۵۔ بخاری، مسلم فی الحج باب التلبیہ

۸۶۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، فی الحج باب

التلبیہ

۸۷۔ الموطا ص ۳۳۲ ج ۱، شرح السنہ ص

۴۹ ج ۷، المغنی ص ۲۹۰ ج ۳

۸۸۔ المغنی ص ۲۹۰ ج ۳

۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ب ج ۱

۹۰۔ المحلی ص ۹۴ ج ۷، المغنی ص ۳۸۹ ج

۳

۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۸ ج ۱

۹۲۔ بخاری فی الحج باب الاغتسال لدخول

مکہ، مسلم فی الحج باب استجاب المبيت بذي

طوى

۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸ ب ج ۱

۹۴۔ سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۵

۹۵۔ سنن بیہقی ص ۱۰۴ ج ۵

۹۶۔ بخاری، مسلم فی الحج، ابن ابی شیبہ ص

۱۷۸ ج ۲، المحلی ص ۱۳۸ ج ۷، شرح السنہ

ص ۱۸۶ ج ۷

۹۷۔ سنن بیہقی ص ۱۰۴ ج ۵، المحلی ص

۱۳۸ ج ۷

۹۸۔ الموطا ص ۳۳۸ ج ۱، الام ص ۲۵۴

ج ۷، المغنی ص ۳۶۸، ۴۰۱ ج ۳، بخاری،

مسلم فی الحج

- ۱۱۰۔ المحلی ص ۱۴۲ ج ۲
- ۱۱۱۔ المجموع ص ۲۱۶ ج ۲
- ۱۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۲۴ ج ۱، عبدالرزاق
- ص ۲۲۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۱ ج ۱، الام
- ص ۲۴۷ ج ۷، المحلی ص ۱۲۱ ج ۲، شرح
- السنة ص ۱۱۸ ج ۱، المغنی ص ۲۴۴ ج ۱،
- المجموع ص ۳۳۵ ج ۲، کشف الغمہ ص ۶۴
- ج ۱
- ۱۱۳۔ سنن بیہقی ص ۲۳۴ ج ۱
- ۱۱۴۔ سنن بیہقی ص ۲۲۱ ج ۲، شرح السنة
- ص ۴۴۹ ج ۱، المغنی ص ۲۶۳ ج ۱، المجموع
- ص ۳۲۴ ج ۲
- ۱۱۵۔ عبدالرزاق ص ۲۱۱ ج ۱، ابن ابی شیبہ
- ص ۲۵، ص ۲۶ ب ج ۱، الموطا ص ۹۰ ج ۱،
- سنن بیہقی ص ۲۰۷ ج ۱، معرفۃ السنن والآ
- ثار للیثقی ص ۴۶۳ ج ۱، المحلی ص ۱۴۸ ج
- ۲، طرح التریب ص ۱۰۰ ج ۲، شرح السنة
- ص ۱۱۴ ج ۲، احکام القرآن للجصاص،
- ص ۳۸۷ ج ۲، الاعتبار ص ۶۱، المغنی ص
- ۲۴۴ ج ۱، المجموع ص ۲۲۹ ج ۲
- ۱۱۶۔ سنن بیہقی ص ۲۳۴ ج ۱

حرف الثاء

ثمن (بیع کا بدل یعنی معاوضہ)
 بیع کے عوض کو ثمن کہتے ہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴)
 ثياب (کپڑے)۔ دیکھئے لفظ لباس

حرف الجیم

جائزۃ (انعام)

عطیے کو جائزہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ بہہ)

جبین (پنیر)

۱۔ تعریف: جبین اس دودھ کو کہتے ہیں جسے انفخ (بکری کا بچہ جو صرف ابھی دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک مادہ نکال کر اسے کپڑے میں لت کر دیا جاتا ہے اور وہ پنیر کے مانند گاڑھا ہو جاتا ہے) نے گاڑھا کر دیا ہو۔

۲۔ جبین کھانے کا حکم: دودھ کے ساتھ ایسے جانور کا تھوڑا سا انفخ ملا کر پنیر سازی کی جاتی ہے جس نے ابھی دودھ کے سوا کوئی اور غذا نہ کھائی ہو۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ انفخ جانور کے معدے کا جز ہے تو پھر یہ شرط لازم ہوگی کہ مذکورہ جانور کو کسی مسلمان یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو پنیر مسلمان اور اہل کتاب تیار کریں اسے کھالو“۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے بازاروں میں بکنے والے گوشت کو کھالینے کی اباحت ہوتی ہے اور جانور ذبح کرنے والے کے متعلق نہیں پوچھا جاتا کہ وہ

کون ہے اسی قاعدے پر عمل کرتے ہوئے حضرت ابن عمرؓ بھی مسلمانوں کے بازاروں میں بکنے والے پئیر کو کھالیا کرتے تھے، آپ سے پئیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ”مسلمانوں کے بازار میں موجود پئیر میں خرید لیتا ہوں اور اس کے متعلق پوچھتا نہیں“^۲۔ یعنی آپ کا غلبہ ظن یہ ہوتا کہ مسلمانوں کے بازار میں موجود پئیر اس جانور کے انفعہ سے تیار شدہ ہے جسے خود مسلمانوں نے ذبح کیا ہے یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہے۔ اس قاعدے سے صرف وہی صورت مستثنیٰ ہوگی جس کے متعلق ہمیں یقین ہو کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے سوا دوسرے لوگوں نے مذکورہ جانور ذبح کیا تھا۔ ایسی صورت میں مذکورہ پئیر کا استعمال حلال نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ پئیر سازی میں استعمال ہونے والا انفعہ کسی مردہ جانور کا یا کسی مجوسی یا کسی مشرک کے ذبیحہ کا تھا تو اسے استعمال کرنا حلال نہیں ہوگا۔ عطاء بن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے پئیر کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا: ”اسے عراق سے لایا جاتا ہے ہم اسے کھالیتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی کھلاتے ہیں“ میں نے کہا: ”یہ لوگ اس پئیر میں مردہ انفعہ ملائے ہیں“ آپ نے فرمایا: ”اگر تمہیں یہ علم ہو جائے کہ اس میں مردہ انفعہ ملا ہوا ہے تو پھر اسے نہ کھاؤ“^۳۔

جبیرۃ (جبیرہ)

۱۔ تعریف: ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور زخموں پر باندھی جانے والی پٹیاں اور دیگر اشیاء جبیرہ کہلاتی ہیں

۲۔ جبیرہ پر مسح: اگر کسی شخص کو ایسا زخم لگ جائے جسے پانی لگنے سے نقصان ہوتا ہو اور وہ اس پر پٹی باندھ لے اور پھر وضو کرنا چاہے تو اس کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ پٹی کے ارد گرد کا حصہ دھو کر پٹی پر مسح کر لے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”جس شخص کے زخم پر پٹی باندھی ہو تو وہ وضو کرتے وقت پٹی کے ارد گرد کے حصے کو دھولے گا اور پٹی پر مسح کر لے گا“^۴۔ حضرت ابن عمرؓ کے انگوٹھے پر ایک پھوڑا نکل آیا اور آپ نے اس پر دوائی لگائی، آپ اس پر وضو کا پانی گزارتے تھے^۵۔

ایک دفعہ آپ کے کف دست پر پٹی بندھی ہوئی تھی آپ نے پٹی پر مسح کیا اور باقی حصے دھو لئے۔^۶

جرح (زخم)

کسی کے لگائے ہوئے زخموں کے بدلے واجب ہونے والا جرمانہ (دیکھئے مادہ جنایہ۔
نمبر ۴ کے جزب کا جز ۲)

جراد (ٹڈی)

ٹڈیا کھانے کی اباحت (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جزب) نیز (مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ
کا جز ۲)

بجالتہ (اجرت، مزدوری)

۱۔ تعریف: کسی متعین کام پر متعین معاوضہ کا التزام بجالتہ کہلاتا ہے جبکہ کام کرنے
والے کو دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی جائے

۲۔ بجالتہ کا حکم: اگر بجالتہ مشروع ہو مثلاً کوئی شخص اعلان کر دے کہ ”میری فلاں گمشدہ
چیز جو لے آئے گا اسے سو درہم دیئے جائیں گے“ تو جہاد کی حد تک یہ مشروع نہیں
ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص یہ اعلان کر دے کہ: ”جو شخص میری جگہ جہاد پر جائے گا میں اسے
اتنی رقم دوں گا“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جہاد سے بیٹھ رہنے والا شخص جہاد پر
جانے والے کو رقم وغیرہ دے دیا کرتا تھا۔ تاہم یہ بات کہ ایک شخص اپنا جہاد فروخت
کرے تو مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیسی بات ہے“۔^۷ شفیق بن العیزار الاسدی کہتے ہیں
کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے جہاد کے سلسلے میں مقرر ہونے والے بجالتہ کے متعلق
پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”میں رشوت نہیں لیتا سوائے اس چیز کے جسے اللہ نے مجھے
رشوت کے طور پر عطا کی ہے“۔^۸

جلالتہ (گندگی کھانے والا جانور)

۱۔ جلالہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کی اکثر غذا گندگی یعنی پاخانہ وغیرہ ہو خواہ وہ چوپایہ
ہو یا کوئی اور

۲۔ جلالہ کے احکام:

الف۔ جلالہ پر سواری کرنا: حضرت ابن عمرؓ جلالہ پر سوار ہونا مکروہ قرار دیتے اور اس سے منع فرماتے تھے^۹۔ اس لئے کہ جب اسے پیسہ آتا تو بدبو پھیل جاتی۔ ایک شخص نے آپ سے کہا: ”میں حج کے سفر میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں“ آپ نے جواب دیا ”میرے ساتھ سفر میں جلالہ پر سوار ہو کر نہ جانا“^{۱۰}۔ آپ نے ایک جلالہ اونٹ خرید لیا اور پھر چرگا میں بھیج دیا۔ یہ اونٹ وہاں گھاس چرتا رہا اور درست ہو گیا تو اس پر سوار ہو کر حج کے لئے گئے۔“

ب۔ جلالہ جانور کے گوشت، انڈے اور دودھ کا استعمال: جلالہ جانور کا گوشت یا انڈا کھانا اور اس کا دودھ پینا جائز نہیں ہے جب تک اسے تین دنوں تک باندھ کر نہ رکھا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ ایسی مرغی کو تین دنوں تک بند رکھتے اور پھر اس کا انڈا یا گوشت استعمال کرتے^{۱۱}۔ جلالہ جانور کو بند رکھنے سے پہلے اس کی تحریم کے سلسلے میں اصل وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں کہ حضور ﷺ نے جلالہ جانور پر سواری کرنے یا اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے“ ایک اور روایت میں ہے کہ ”حضور ﷺ نے جلالہ جانور کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع فرمایا ہے“^{۱۳}

جلباب (چادر یا قمیص)

جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورت اپنے لباس پر اوڑھ لیتی ہے۔ جلاب اوڑھنا اور اسے اتارنے کی اجازت کے اوقات (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کا جز ب)

جلد (کھال)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں کھالوں کی تین قسمیں ہیں۔

اول۔ ایسے پاک جانوروں کی کھالیں جنہیں شرعی طور پر ذبح کیا گیا ہو۔ یہ کھالیں پاک ہوتی ہیں خواہ انہیں دباغت دی گئی ہو یا دباغت نہ دی گئی ہو۔

دوم۔ ایسے پاک جانوروں کی کھالیں جن کا گوشت حلال ہو لیکن وہ شرعی طور پر ذبح ہوئے

بغیر مرگئے ہوں یا وہ زندہ ہونے کی صورت میں نجس ہوں۔ ان جانوروں کی کھالیں دباغت سے بھی حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک پاک نہیں ہوتیں کیونکہ سورۃ مائدہ آیت نمبر ۳ میں قول باری ہے (حرمت علیکم المیتہ) تم پر مردار حرام کر دیا گیا ہے۔ یہ حکم اپنے عموم کی وجہ سے ان کی کھالوں اور گوشت دونوں کو شامل ہے۔ نیز حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”مردار کی کھال سے اور اس کے بٹھے سے فائدہ نہ اٹھاؤ“ ۱۴۔

سوم۔ ایسے جانوروں کی کھالیں جو نجس العین نہ ہوں اور ان کا گوشت بھی حلال نہ ہو لیکن انہیں ذبح کر دیا گیا ہو۔ یہ کھالیں دباغت کی بنا پر پاک ہو جاتی ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے: ”کھال کی دباغت اس کی ذبح ہے“ ۱۵۔ آپ نے ایک شخص کے جسم پر فرو (پوستین) دیکھ کر فرمایا: ”اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ ذکی یعنی ذبح شدہ ہے تو اس سے ایک لباس حاصل کر کے مجھے خوشی ہوتی“ ۱۶۔

فرو عام طور پر ایسے جانور سے حاصل کیا جاتا ہے جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔ ذکاۃ کے معنی ذبح کے ہیں۔ یعنی اگر غیر حلال جانور کو ذبح کر کے اس کی کھال کو دباغت دی جائے تو یہ دباغت اس کی کھال پاک کر دیتی ہے۔

جلد (کوڑے لگانا)

کوڑے وغیرہ سے ضرب لگانے کو جلد کہتے ہیں۔

چمڑے اور سر کو ضرب نہ لگانا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳)

حد کے اندر کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ مضروب کی ہلاکت واقع نہ ہو، کوڑے لگانے کا عمل اس کے پورے جسم پر پھیلا دیا جائے (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۳)

زانی کو کوڑے لگانے کا طریقہ (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز الف)

جلوس (بیٹھنا)

۱۔ غیر کی جگہ پر بیٹھنا: حضرت ابن عمرؓ غیر کی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے خواہ مذکورہ غیر شخص آپ کے لئے اپنی جگہ خالی کیوں نہ کر دیتا۔ اگر آپ کسی جگہ جاتے تو مجلس میں بیٹھے

ہوئے لوگوں کا جہاں اختتام ہوتا وہیں بیٹھ جاتے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت ابن عمرؓ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوتا تو آپ وہاں نہ بیٹھتے۔^{۱۷}

۲۔ نماز کے اندر قعود کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ۱ کا جز ۱)
جہرات (جمع جمرہ)

جہرات ان تین مخصوص جگہوں کو کہتے ہیں جنہیں حاجی منیٰ کے اندر کنکریاں مارتا ہے۔ وہ یہ ہیں جمرہ عقبہ، جمرہ وسطیٰ، اور جمرہ اولیٰ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ اور نمبر ۳۰)
جمعہ (جمعہ)

- ۱۔ جمعہ کے دن اجابت دعا کا وقت: جب حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث سنی کہ: ”جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے جس کے اندر اگر کوئی مسلمان بندہ نماز میں مصروف ہو تو وہ اللہ سے جو بھی مانگے گا اللہ اسے دے دے گا“^{۱۸}۔
تو آپ نے کہا: ”ایک دن کے اندر کسی حاجت کی طلب تو بہت آسان ہے“^{۱۹}۔
- ۲۔ جمعہ کے دن غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ۱) نیز (مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ۱)
جمعہ کی نماز اور خطبہ جمعہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲) نیز (مادہ خطبہ -)
جمعہ کے دن سفر (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ۱)
جمعہ کے دن کاروزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ۱)
جمعہ کے دن خوشبو لگانا (دیکھئے مادہ تطہیب نمبر ۱)
ہر جمعہ کے دن مونچھیں مونڈنا (دیکھئے مادہ شارب)
جمعہ کے دن قبولیت دعا کا وقت (دیکھئے مادہ دعا نمبر ۲ کا جز ۱ الف)

جمل (اونٹ) دیکھئے مادہ اہل

جنابہ (جنابت، ناپاکی)

- ۱۔ تعریف: جنابت اس معنوی نجاست کو کہتے ہیں جو ہبستری یا انزال یا حیض یا نفاس کی وجہ سے لاحق ہو جاتی ہے۔

۲۔ جنابت کے آثار

الف۔ جنبی شخص کا پینہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جنبی کا پینہ پاک ہوتا ہے آپ کو جنابت کی حالت میں پینہ آتا اور پھر آپ ان ہی کپڑوں میں نماز پڑھ لیتے اور انہیں دھونے کی ضرورت محسوس نہ کرتے^{۲۰}۔

جنبی کا پینہ اس لئے پاک ہے کہ اس کا جسم پاک ہوتا ہے۔ جب اس کا جسم پاک ہوتا ہے تو اسے چھو لینے سے پاکی حاصل کرنا واجب نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ کی لوٹیاں حیض کی حالت میں آپ کے پاؤں دھوتیں اور کھجور کی چٹائی آپ کو پکڑا دیتیں^{۲۱}۔ آپ اپنی بیوی سے مہستری کر کے بیوی سے پہلے ہی غسل جنابت کر لیتے اور واپس آکر بیوی کے ساتھ لیٹ جاتے جب کہ بیوی ابھی جنابت میں ہوتی۔ آپ نے اپنے بارے میں یہ بات خود بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”مجھے یہ بات پسند تھی کہ مہستری سے فراغت کے بعد بیوی سے پہلے نہالوں چنانچہ میں نہالیتا اور واپس آکر اس کے ساتھ لیٹ جاتا اور اس طرح مجھے حرارت حاصل ہو جاتی پھر میں اسے نہانے کے لئے کہتا اور وہ نہالیتی“^{۲۲}۔

ب۔ جنبی کا ہاتھ لگنے سے پانی طوریت کی صفت سے نکل جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر جنبی شخص ظاہر اور مطہر پانی کے اندر اپنا ہاتھ ڈبوئے تو اس کی وجہ سے پانی کی طوریت کی صفت زائل ہو جاتی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ: ”جو شخص جنابت کی حالت میں پانی سے اپنی چلو بھر لے تو اس کی نجاست باقی نہیں رہتی“^{۲۳}۔ اس سے آپ کی مراد معنوی نجاست ہے۔ آپ نے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ کوئی شخص حائضہ عورت اور جنبی کے استعمال شدہ پانی کے باقی ماندہ پانی سے غسل کرے^{۲۴}۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ آپ عورت کے جوٹھے پانی میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے الا یہ کہ عورت جنبی یا حائضہ ہو^{۲۵}۔

ہم نے کہا ہے کہ مذکورہ نجاست سے معنوی نجاست مراد ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جنبی شخص کے جسم اور پسینے کے پاک ہونے کے قائل تھے۔ آپ سے اس پانی کی نجاست صرف غسل اور وضو یعنی معنوی نجاست کے بارے میں منقول ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق حافضہ اور جنبی کا ہاتھ پانی میں پڑنے کی وجہ سے پانی نجس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر جنبی مرد اور عورت ایک ہی برتن کے پانی سے غسل کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے“^{۲۶}۔ نیز فرماتے ہیں: ”حضور ﷺ کے عمد میں ہم اور ہماری بیویاں ایک ہی برتن کے پانی سے نہایا کرتے تھے۔“^{۲۷}۔

ج۔ وضو کا استجماب: حضرت ابن عمرؓ کھانے پینے، سونے اور دوبارہ مہستری کے ارادے کے وقت وضو کر لینا مستحب سمجھتے تھے۔ آپ سے منقول ہے کہ جنابت کی حالت میں اگر آپ کھانے پینے یا سونے کا ارادہ کرتے تو چہرہ نیز کھنٹیوں تک دونوں بازو دھو لیتے اور سر کا مسح کرتے اور پھر کھاپی لیتے یا سوجاتے^{۲۸}۔ اسی طرح جب آپ بیوی سے مہستری کرنے کے بعد دوبارہ اس کا ارادہ کرتے تو چہرہ اور بازو دھو لیتے اور فرماتے: ”جب تم دوبارہ اس کا ارادہ کرو تو وضو کرلو“^{۲۹}۔

د۔ قرآن کی تلاوت نیز ذکر الہی اور سلام کا جواب: جنبی کے لئے قرآن کی تلاوت جائز نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ طہارت کی حالت میں ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر الہی کرتے^{۳۰}۔ آپ فرماتے: ”صرف ظاہر شخص ہی قرآن کی تلاوت کرے“^{۳۱}۔

ھ۔ قرآن کو ہاتھ لگانا: جنبی کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا اور اسے اٹھانا جائز نہیں ہے^{۳۲}۔

و۔ روزہ رکھنا: جنبی کے لئے جنابت کی حالت میں ہی روزے کے ساتھ صبح کرنا جائز ہے۔ اس سے اس کے روزے کو کوئی نقصان نہیں ہوگا^{۳۲}۔ ب۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہیں رمضان کی ایک رات احکام ہو گیا اور صبح ہونے کے بعد آنکھ کھلی۔ وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ملے اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے کہا روزہ نہیں ہوا کیونکہ حضور ﷺ اس صورت میں روزہ نہ ہونے کا حکم دیتے تھے جب کوئی شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے۔ یہ سن کر عبید اللہ اپنے والد حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے اور آپ کو حضرت ابو ہریرہؓ کے فتوے کے بارے میں بتایا۔ آپ نے سن کر فرمایا: ”اگر تم روزہ توڑو گے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہاری

زبردست پٹائی کروں گا۔ اپنا روزہ پورا کرو۔ البتہ اگر تم کسی اور دن اس کے بدلے روزہ رکھنا چاہو تو ایسا کر سکتے ہو“ ۳۳۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”اگر موزن فجر کی اذان اس حالت میں دے دے کہ عبد اللہ (یعنی میں) اپنی بیوی کے دونوں ٹانگوں کے درمیان ہو اور وہ روزہ رکھنے کا ارادہ کر رہا ہو تو بھی وہ اپنا روزہ پورا کرے گا“ ۳۴۔

ز۔ نماز اور طواف: جنہی شخص پر نماز اور طواف کعبہ بلاجماع حرام ہے۔
 ۳۔ جنابت کا ازالہ: غسل کے ذریعے جنابت دور کی جاتی ہے یا غسل متعذر ہونے کی صورت میں تمم کے ذریعے اسے دور کیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جزی) جنازۃ (جنازہ)

میت کو نیز تابوت کو جس پر میت کو لٹایا جائے جنازہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ موت)
 نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰)

جنایتہ (فوجداری جرم)

۱۔ تعریف: کسی پر جان لیوا یا جان لینے سے کم تر واقع شدہ ممنوع تعرف کو جنایت کہتے ہیں۔

۲۔ ظلم اور زیادتی کے تحت ہونے والے قتل کا گناہ: حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”حرمت والے خون کو ناجائز طریقے سے بہانا ان امور میں سے ہے جن کے بھنور میں اگر ایک دفعہ انسان اپنے آپ کو پھنسا بیٹھے تو اس کے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی“ ۳۵۔

۳۔ چور کو قتل کر دینا۔ شاید ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ مال یا عزت یا جان پر حملہ آور شخص کو اپنے دفاع میں قتل کر دینا جائز ہے، کیونکہ نافع روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے گھر میں داخل ہونے والے ایک چور کو پکڑ لیا اور اس پر تلوار سونت لی۔ اگر ہم آپ کو نہ روکتے تو آپ اسے قتل کر دیتے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر ہم آپ کا ہاتھ نہ پکڑ لیتے تو آپ اسے قتل کر دیتے۔ ۳۶۔

۴۔ جنایت کی انواع: جنایت کی تین قسمیں ہیں۔ عمد۔ شبہ عمد۔ خطاء

الف۔ جنایت عمدہ جنایت ہے جس میں جنایت کا قصد اور ارادہ پایا جائے قتل کے قصد کی نشانی یہ ہے کہ انسان جنایت کے اندر ایسا آلہ استعمال کرے جس کے ذریعے اکثر حالات میں قتل کا وقوع ہو جاتا ہے۔ قتل کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر ۲) جنایت عمدہ کے اندر بالاجماع قصاص واجب ہوتا ہے بشرطیکہ قصاص ممکن ہو۔

ب۔ جنایت خطاء

(۱) یہ وہ جنایت ہے جس میں جنایت کا قصد اور ارادہ نہ پایا جاتا ہو

(۲) اس میں دیت واجب ہوتی ہے اور قصاص ممتنع ہوتا ہے۔

اگر یہ جنایت کسی کی جان پر واقع ہو تو اس کے بدلے پوری دیت واجب ہوتی ہے یکیر بن الاناث نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی نابالغ بچے کو اس کے گھر والوں کی اجازت کے بغیر اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور پھر بچہ گر کر مر گیا تو وہ جرمانہ یعنی دیت بھر دے گا“ ۳۔

اگر جنایت خطا کے نتیجے میں جان نہ جائے لیکن جان جانے سے کم تر نقصان ہو مثلاً کوئی عضو چلا جائے تو اس میں ارش یعنی دیت لازم ہوگی

اعضاء کے ارش کا تعین اس طرح ہوگا کہ دیت کو انسانی جسم کے متماثل اعضاء کی تعداد پر تقسیم کیا جائے گا مثلاً انگلیاں، آنکھیں وغیرہ۔ اور پھر ہر عضو کے حصے میں جتنی دیت آئے گی اسے اس عضو کا ارش تصور کر لیا جائے گا۔

اگر جسم کے ایک سے زائد متماثل اعضاء ایک ہی کام سرانجام دیتے ہوں مثلاً دونوں آنکھیں دیکھنے کا کام سرانجام دیتی ہیں اور ایک عضو مکمل طور پر بے کار ہو اور ایک عضو باقی رہ گیا ہو اور جنایت اسی عضو پر واقع ہوئی ہو تو اس میں پوری دیت واجب ہوگی کیونکہ مذکورہ عضو کے تلف ہو جانے سے جس منفعت ہی فوت ہو جائے گی۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے یک چشم انسان کی درست آنکھ پھوڑ دینے پر پوری دیت کی ادائیگی کا فیصلہ سنایا تھا۔ ابو جہز کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک کانے شخص کی درست آنکھ خطا پھوڑ دی گئی ہے، یہ سن کر عبد اللہ بن صفوان نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے پوری دیت کی ادائیگی کا فیصلہ سنایا تھا۔ یہ سن

کر سائل نے کہا: ”میں آپ سے مسئلہ نہیں پوچھتا“ میں تو یہ مسئلہ ابن عمرؓ سے پوچھ رہا ہوں ”یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ابن صفوان تمہیں عمرؓ کا فیصلہ بیان کر رہے ہیں اور پھر بھی تم مجھ سے پوچھتے ہو؟“ ۳۸۔ یعنی آپ نے اس مسئلے میں اپنے والد محترم کی رائے سے موافقت کی

ایسے زخم جن کے بارے میں کوئی متعین دیت وارد نہ ہوئی ہو ان کے ارش کا تعین حکیم کے طریقے سے کیا جائے گا۔

تمام احوال کے اندر اگر عورت پر واقع شدہ جنایت جان لیوا ہونے سے کم تر ہو اور اس کا ارش تہائی دیت سے کم ہو تو یہ مرد کے ارش کی طرح ہوگا یعنی برابر برابر اگر ارش تہائی دیت سے متجاوز ہو تو اس صورت میں عورت کا ارش مرد کے ارش سے نصف ہوگا۔ ۳۹۔

ج۔ شبہ عمد جنایت وہ جنایت ہے جس میں ضرب لگانے اور قتل کرنے کا ارادہ نہ کیا گیا ہو اس میں دیت مغضظہ واجب ہوگی جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

۵۔ جنایات کی سزا: جنایت کی سزا یا تو قصاص کی صورت میں ہوتی ہے یا دیت یعنی خوں بہا کی شکل میں۔ تاہم مخصوص حالات کے اندر اس کے ساتھ دیگر سزاؤں کا بھی اضافہ کر دیا جائے گا۔

الف۔ اگر سزا قصاص کی شکل میں ہو تو اسے حرم کے اندر جاری کرنا جائز نہیں ہوگا۔ خواہ جنایت کا ارتکاب حرم کے اندر ہوا ہو یا حرم سے باہر ہوا ہو اور پھر مجرم نے حرم میں پناہ حاصل کر لی ہو ۴۰۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر میں اپنے والد کے قاتل کو حرم کے اندر پکڑ لوں تو اسے قتل نہیں کروں گا“ ۴۱۔

ب۔ اگر سزا دیت کی شکل میں ہو تو:-

۱۔ تو قتل شبہ عمد کی صورت میں مذکورہ دیت کو مخصوص شکل کے تحت مغضظہ بنا دیا جائے گا یہ عمل حدیث شریف کے مضمون کی مطابقت میں کیا جائے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ: ”شبہ عمد کی دیت کے تین حصے ہوں گے‘ تینتیس حصہ (چوتھے سال میں داخل

اونٹنی) تینتیس جذبہ (پانچویں سال میں داخل اونٹنی) اور چونتیس ھشیہ (چھٹے سال میں داخل اونٹنی) ۲۱ ایک سالہ بازل یعنی نو سال عمر تک کی جو سب کی سب گاہن ہوں“ ۳۲

اگر قتل کا وقوعہ حدود حرم میں یا حرمت والے مینے میں ہوا ہو یا مقتول قاتل کا محرم رشتہ دار ہو تو تہائی کی نسبت سے (یعنی پوری دیت اور اس کے ساتھ تہائی دیت) دیت کو مغلطہ بنا دیا جائے گا ۳۳۔

۲۔ اگر دیت شبہ عمد یا خطا کی دیت ہو تو اس کا وجوب عاقلہ پر ہو گا اور تین سالوں کے اندر ان سے قسطوں کی شکل میں وصول جائے گی ۳۴۔ (دیکھئے مادہ عاقلہ)

ج۔ کفارہ: قتل غیر عمد کی صورت میں کفارہ واجب ہو گا۔ وہ کفارہ یہ ہے ایک مومن غلام آزاد کرنا۔ جسے یہ میر نہ ہو وہ مسلسل دو مینے روزے رکھے گا جیسا کہ سورہ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد باری ہے (ومن قتل مومنا خطا فتحرير رقبه مومنه وديه مسلمہ الى اہله الا ان یصدقوا فان کان من قوم عدو لکم وهو مومن فتحرير رقبه مومنه وان کان من قوم بینکم و بینہم میثاق فديه مسلمہ الى اہله و تحرير رقبه مومنه فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین توبه من اللہ۔ وکان اللہ علیما حکیما اگر کوئی شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا دے الا یہ کہ وہ خوں بہا معاف کر دیں۔ لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے ہو جس سے تمہاری دشمنی چل رہی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور اگر وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد ہو جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہو گا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ پے در پے دو مینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کرنے کا طریقہ ہے اور اللہ علیم و دانہ ہے)

د۔ میراث سے قاتل کی محرومی (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۳)

جنون (دیوانگی)

- ۱- تعریف: کسی آفت یعنی بیماری وغیرہ کی وجہ سے عقل کا بالکل زائل ہو جانا جنون کہلاتا ہے۔
- ۲- جنون کے آثار و احکام
دیوانے کے تصرفات پر بالاجماع پابندی ہے۔
دیوانے پر مرتب ہونے والے مالی فرائض مثلاً زکوہ وغیرہ پر جنون کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ جز الف)
دیوانے کا عدم احسان (دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲ جز الف)
دیوانے کے ولی کا اس کی بیوی کو طلاق دینا (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ جز ہ)
جنین (رحم میں موجود حمل)
۱- تعریف: بچہ جب تک رحم مادر میں رہے اس وقت تک جنین کہلائے گا۔
۲- جنین کے احکام
اگر جنین زندہ پیدا ہو تو وہ میراث کا مستحق قرار پائے گا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ جز ب)
اگر جنین زندہ پیدا ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا خواہ پیدائش کے بعد اس نے آواز نکالی ہو یا آواز نہ نکالی ہو (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴ جز الف) جنین کی طرف سے قربانی نہیں دی جائے گی (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۳) ماں کی ذبح جنین کی ذبح ہوتی ہے خواہ اس کے بال نمودار ہو چکے ہوں یا نمودار نہ ہوئے ہوں (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ جز ہ)
جہاد (جہاد)
- ۱- تعریف: میدان جنگ میں کافر دشمن کے خلاف قتال جہاد کہلاتا ہے
- ۲- جہاد کا حکم: حضرت ابن عمرؓ صرف اسی صورت میں جہاد فرض سمجھتے تھے جب دشمن کے حملے کی وجہ سے مسلمانوں کا دفاع ضروری ہو جائے یا مسلمانوں کے اندر کمزوری ہو۔ البتہ اگر جہاد سلطنت اسلامی کی توسیع کی خاطر کیا جائے اور مسلمانوں کے اندر قوت اور غلبہ کی کیفیت موجود ہو تو ایسی صورت میں یہ جہاد مندوب یعنی مستحب ہو گا۔ ۴۵۔

عراق کا ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: ”ابن عمرؓ آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟“ یہ سن کر آپ خاموش رہے اور اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی آپ خاموش رہے اور منہ پھیر لیا۔ اس نے پھر اپنی بات دہرائی۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اسلام کی عمارت چار ستونوں پر استوار ہے۔ نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، ان دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھنے والے پر بیت اللہ کا حج کرنا۔ جہاد اور صدقہ عمدہ اعمال میں سے ہیں“ ایک روایت کے مطابق: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔“ اس روایت کے مطابق آپ نے شہادتین (کلمہ شہادت) کا اضافہ کیا تھا^۴۔

جس صورت کے اندر جہاد مندوب یعنی مستحب ہو وہاں کسب حلال جہاد سے افضل ہو گا اس لئے کہ جہاد کا قیام کسب حلال کے ذریعے ہوتا ہے (دیکھئے مادہ کسب نمبر ۳) سمندر کے اندر جہاد کا فریضہ سرانجام دینا خشکی پر اس فریضے کے سرانجام دینے کی بہ نسبت زیادہ اجر کا حامل ہو گا کیونکہ سمندر کے اندر خطرات زیادہ ہوتے ہیں اور وہاں اللہ کے لئے اپنی جان کے سودے کا احتمال زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”سمندر میں ایک دفعہ جہاد کے لئے جانا مجھے اللہ کی راہ میں ذمیروں مقبول بارگاہ مال خرچ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے“^۵۔ (دیکھئے مادہ بحر نمبر ۲)

۳۔ مجاہد کی کیفیت کیا ہونی چاہئے؟ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جہاد پر جانے والے لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے میدان جہاد کی طرف کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کی یاد میں مصروف ہو کر نکلتے ہیں اور اپنی رفتار کھوٹی کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے رفقاء کے ساتھ ہمدردی کے ساتھ پیش آتے اور ان کی خبر گیری کرتے ہیں اور اپنے بہترین اموال خرچ کرتے ہیں۔ ان کا مال خرچ کرنا درہم و دینار کی صورت میں انہیں حاصل ہونے والے مال غنیمت سے زیادہ قابل رشک ہوتا ہے۔ جب وہ میدان جنگ میں ہوتے ہیں تو اس موقع پر وہ اللہ سے شرماتے رہتے ہیں کہ کہیں اللہ ان کے دل کے کسی کھوٹ سے آگاہ نہ ہو جائے یا مسلمانوں کا ساتھ چھوڑنے کے کسی جذبے کی اطلاع اسے نہ ہو جائے۔ اگر انہیں مال

غنیمت میں غلول کا کوئی موقعہ ہاتھ آتا ہے تو وہ اس سے اپنے دلوں اور اپنے اعمال کو پاک رکھتے ہیں (مال غنیمت میں سے کوئی چیز چرا کر رکھ لیتا غلول کہلاتا ہے) اس طرح شیطان انہیں کسی برائی میں ڈال نہیں سکتا اور نہ ہی ان کے دلوں میں کسی بدی اور برائی کا زخم لگا سکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ عنایت کرتا اور اپنے دشمن کو ناکام بنا دیتا ہے دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے جو جہاد کے لئے گھر سے نکل پڑتے ہیں لیکن وہ نہ تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ہی اسے یاد کرتے ہیں، نہ ہی فساد سے اپنا دامن پاک رکھتے ہیں اور جب اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو بڑی بے دلی سے اور مجبوری کے تحت خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں، شیطان ان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے۔ پھر جب میدان جنگ میں ہوتے ہیں تو سب سے آخر میں ہوتے ہیں اور بھاگنے والوں کا ساتھ دیتے ہیں اور پہاڑوں کی بلندیوں پر پناہ لے کر دیکھتے رہتے ہیں کہ میدان جنگ میں لوگوں کا کیا بننے والا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتیاب کرتا ہے تو بڑھ بڑھ کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ اگر انہیں غلول کا کوئی موقعہ ہاتھ آجاتا ہے تو بڑی جرات سے وہ غلول کرتے اور اللہ سے نہیں ڈرتے، شیطان انہیں پڑھاتا ہے کہ یہ غلول غنیمت کا مال ہے۔ اگر انہیں کوئی فراخی پیش آجاتی ہے تو شیطان انہیں فتنے میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کا اہل ایمان کے اجر میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ بس صرف اتنا ہوتا ہے کہ ان کے جسم اہل ایمان کے جسموں کے ساتھ ہوتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں جب کہ ان کی نیتیں اور ان کے اعمال مختلف ہوتے ہیں۔ اللہ انہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اور پھر اہل ایمان سے انہیں الگ کر دے گا“ ۴۸۔

۴۔ مال کے ساتھ جہاد:

الف۔ جہاد کے اندر اتفاق: جیسا کہ (مادہ جہاد نمبر ۲) میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں جہاد مندوب یعنی مستحب ہے۔ اسی طرح جہاد کے لئے مال خرچ کرنا بھی آپ کی رائے میں مستحب ہے الا یہ کہ جہاد بصورت فرض عائد ہو جائے۔ بنا بریں آپ کی رائے تھی کہ قرآن کریم کی تلاوت جہاد میں مال خرچ کرنے سے افضل ہے۔ آپ

فرماتے ہیں: ”اگر ایک شخص رات بھر ایک ایک درہم اور ایک ایک دینار خرچ کرتا رہے اور عمدہ گھوڑوں پر لوگوں کو سوار کرا کے جہاد میں بھیجتا رہے اور دوسرا شخص رات بھر قرآن کی تلاوت کرتا رہے اور جب صبح ہو تو اس کی یہ تلاوت قبول ہو چکی ہو اور میں رات بھر تلاوت کرتا رہوں اور جب صبح ہو تو میری یہ تلاوت قبول ہو چکی ہو تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرے اس عمل کے بدلے مجھے مال خرچ کرنے والے کا عمل مل جائے“^{۴۹}۔

آپ کے درج بالا قول کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ کا درجہ گھٹا دینا چاہتے تھے بلکہ آپ کی مراد یہ تھی کہ نفس جب روح قرآن سے سیر ہو جاتا ہے تو پھر جان و مال کے ساتھ جہاد پر نکل کھڑا ہوتا ہے اور کوئی چیز اسے اس سے باز نہیں رکھ سکتی ہے لیکن جب انسان کا نفس روح قرآن سے خالی ہوتا ہے یا اس کے اندر قرآن کی روح کمزور ہوتی ہے اور پھر اللہ کے راستے میں خرچ کرنے نکل پڑتا ہے تو اپنے سامنے مخالف آندھیاں چلتی دیکھ کر فوراً ہی اتفاق فی سبیل اللہ سے ہاتھ روک لیتا ہے کیونکہ اس کے اندر نہ تو اتنی ایمانی قوت ہوتی ہے اور نہ ہی روح قرآن جو اسے ان آندھیوں کو مقابلہ کرنے یا ان سے آگے بڑھ جانے کی قوت بہم پہنچا سکے۔

ب۔ مجاہد کی اعانت: حضرت ابن عمرؓ مجاہد فی سبیل اللہ کی کثرت سے اعانت کرتے تھے اور اس سلسلے میں اس طرح بے دریغ خرچ کرتے کہ گویا آپ کو فقر و فاقہ کا کوئی خوف ہی نہ ہوتا۔ مجاہد نے آپ سے کہا کہ میں جہاد پر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”میں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کا ایک حصہ تمہیں دے دوں“ مجاہد نے عرض کیا کہ اللہ نے مجھے وسعت دی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”تمہاری دولت مندی تمہیں مبارک ہو“ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرا مال بھی اس راستے پر لگ جائے“^{۵۰}۔ اس واقعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مجاہد فی سبیل اللہ کی اعانت کو جائز سمجھتے تھے خواہ یہ مجاہد خود مال دار کیوں نہ ہوتا۔

اگر آپ مجاہد کو کوئی مال یا گھوڑا دیتے تو اس پر شرط عائد کر دیتے کہ وہ اسے جہاد میں صرف کرے گا اگر وہ مذکورہ مال یا گھوڑا لے کر جہاد پر چلا جاتا تو اسے اختیار ہوتا

کہ اس میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور اگر جہاد پر نہ جاتا تو اسے واپس کر دیتا۔ سعید بن منصور وغیرہ نے روایت کی ہے کہ اگر حضرت ابن عمر جہاد پر جانے والے کسی مجاہد کو سواری کا کوئی اونٹ دیتے تو اگر اسے شام کے محاذ پر جانا ہوتا تو آپ اس سے فرماتے ”جب شام کے راستے میں تم وادی القرئی میں پہنچ جاؤ تو اس اونٹ کے اندر تم اس طرح تصرف کرو جس طرح اپنے مال کے اندر کرتے ہو“

اگر مجاہد مصر کے محاذ کی طرف جانے کا ارادہ کرتا تو آپ اسے فرماتے: ”جب تم مصر کے راستے میں کسی آبی گزر گاہ پر پہنچ جاؤ تو اس اونٹ کے اندر اسی طرح تصرف کر لو جس طرح اپنے مال کے اندر کرتے ہو“ ۵۱۔

ج۔ جہاد پر جانے کی اجرت اور مزدوری: مجاہد کی اعانت اور اس امر کے درمیان بڑا فرق ہے کہ ایک شخص خود تو جہاد پر جانے سے کئی کترائے اور اعلان کر دے کہ جو شخص میری جگہ جہاد پر جائے گا اسے اتنی اجرت دی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ جہاں ایک طرف مجاہدین کی اعانت پر لوگوں کو ابھارتے اور خود بھی اس معاملہ میں پیچھے نہیں رہتے تھے وہاں جہاد پر جانے کی اجرت کو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ یہ کام جہاد کی بیچ کے مترادف ہوتا (دیکھئے مادہ اجارہ نمبر ۲ کے جزب کا جز ۲) اور (مادہ بطلان نمبر ۲)

۵۔ ہر شخص کو ہتھیار مہیا کرنا: حضرت ابن عمرؓ اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ کے اس طریق کار پر یقین رکھتے تھے کہ تمام مسلمانوں کو مسلح کیا جائے کیونکہ ہر مسلمان پر خواہ وہ جہاد پر جائے یا نہ جائے اسلحہ ذخیرہ رکھنا فرض ہے اور اس میں وہ کوئی کوتاہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ اسلحہ کی موجودگی اس کے دل میں جذبہ جہاد کو بیدار رکھتی ہے۔ نیز ایسی صورت میں مسلمانوں پر دشمن کے حملے کی مصیبت کے وقت ہر مسلمان کے پاس اسلحہ کا اتنا ذخیرہ موجود ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنا دفاع کرنے کے قابل ہوتا ہے ۵۲

حضرت ابن عمرؓ کے پاس چہرے کی بنی ہوئی ایک ڈھال تھی جسے دیکھ کر آپ نے فرمایا: ”اگر میرے والد مجھے یہ حکم نہ دے گئے ہوتے کہ: ”اپنے ہتھیار سنبھال رکھو“ تو میں یہ ڈھال اپنے کسی بیٹے کو دے دیتا“ ۵۳۔

۶۔ فاسق امیر یعنی حکمران کے ساتھ جہاد پر جانا: امیر چاہے جتنا برا ہو، مومن ہونے کی

صورت میں کافر دشمن سے بہر حال بہتر ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فاسق امیر کا ختم ہو جانا اور اس کی جگہ صالح امیر کا آ جانا ممکن ہوتا ہے جبکہ کافر دشمن کو جب کبھی مسلمانوں پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے وہ ان کا دین برباد کر دیتا ہے۔ ان کی ضلیمیں اجاڑ ڈالتا اور ان کی نسل تباہ کر دیتا ہے اسی نظریے کے تحت حضرت ابن عمرؓ نے مجاہد بن جبر کو انکے اس سوال کا کہ: ”آپ جہاد پر جانے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں“ کیونکہ حکمرانوں کی کارستانیاں آپ کے سامنے ہیں“ یہ جواب دیا تھا کہ: ”میری رائے ہے کہ تم جہاد پر جاؤ، حکمرانوں کے برے افعال کی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے“ ۵۴۔

آپ کا یہ جواب حضور ﷺ کی اس حدیث سے ماخوذ ہے کہ: ”تم پر ہر امیر یعنی حکمران یا سپہ سالار کے ساتھ مل کر جہاد واجب ہے خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار“ تم پر ہر مسلمان کے پیچھے نماز فرض ہے خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار اور خواہ وہ کبار کا مرتکب کیوں نہ ہو، اور نماز ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار اور خواہ وہ کبار کا مرتکب کیوں نہ ہو“ ۵۵۔

۷۔ جہاد سے بیٹھ رہنا: اگر ایک شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ مسلمان کافروں پر غالب آجائیں گے تو اس صورت میں اس کے لئے جہاد سے بیٹھ رہنا جائز ہو جائے گا لیکن اگر اس کا ظن غالب یہ ہو کہ مسلمان شکست کھا جائیں گے تو پھر مجاہدین کے ساتھ مل کر جنگ میں شریک ہونا اس پر واجب ہو جائے گا۔ ۵۶۔

اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلمانوں کی فتیابی کے احتمال اور ظن کی صورت میں جہاد مندوب و مستحب ہوتا ہے نیز مسلمانوں کی پے در پے فتوحات نے اس تصور کو اور بھی موکد کر دیا تھا تاہم اس کے باوجود آپ کی نظروں میں جہاد تقرب الہی حاصل کرنے کا افضل ترین ذریعہ تھا، جبکہ دوسری طرف آپ اپنے آخری زمانے میں جہاد ترک کر کے گھر بیٹھ رہے تھے۔ آپ کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کی صفوں میں بہت سے سوالات نے سر اٹھایا جن سے متاثر ہو کر عبد اللہ بن عون نے آپ کے قریب ترین رفیق اور آزاد کردہ غلام نافع کو خط لکھ کر حضرت ابن عمرؓ کے اس رویے کے بارے میں استفسار کیا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ: ”مجھے نافع نے جواب لکھ کر درج ذیل اسباب بیان کئے“

اول۔ آپ اپنے بیٹوں کو جہاد پر بھیج دیا کرتے تھے
 دوم۔ آپ مجاہدین کی سواری کے لئے اونٹ اور گھوڑے میا کر دیتے تھے
 سوم۔ حضرت عمرؓ کی وصیتیں پوری کرنے اور چھوٹے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش اور تربیت کے کاموں میں مصروف رہنے کی وجہ سے جہاد پر نہیں جاسکتے تھے۔

چہارم۔ آپ کی رائے میں نماز کے بعد جہاد افضل الاعمال تھا ۵۷۔ (یعنی فرض نہیں تھا)
 ۸۔ میدان جنگ سے فرار: حضرت ابن عمرؓ میدان جنگ سے فرار کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے
 آپ کا قول ہے: ”میدان جنگ سے فرار کبائر میں سے ہے“ ۵۸۔
 ۹۔ باغیوں کے خلاف جہاد: (دیکھئے مادہ امارۃ نمبر ۵ اور ۶)
 ۱۰۔ جنگ کے اندر نماز کی ادائیگی کا طریقہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱)
 جہالتہ (جہالت)

۱۔ تعریف: عدم معرفت کو جہالت کہتے ہیں
 ۲۔ جہالت کو رفع کر دینے والا وصف (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۷ کے جزب کے جز ۲ کا جز الف)

بیج کے اندر ثمن کا مجبول ہونا (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۴ کے جزب کا جز ۱)
 نرخوں کے بارے میں جہالت کی وجہ سے غبن یعنی گاہکوں کے ہاتھ نقصان اٹھانا
 (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۴ کے جزب کے جز ۲ کا جز ب)

جوار (پڑوس)

۱۔ تعریف: آفاقی (حدود حرم سے باہر رہنے والے شخص) کا حرم کی میں اقامت گزریں ہو جانا جوار کہلاتا ہے۔
 ۲۔ جوار کا حکم: جوار مندوب و مستحب ہے کیونکہ اس کے ذریعے ایک انسان کعبہ شریف سے قریب ہو کر اپنے نیک اعمال کا کئی گنا اجر حاصل کرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے۔ عطاء کہتے ہیں کہ ”میں نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا تھا کہ حج کرنے کے بعد جوار اختیار کر لیتے“ ۵۹۔

یہاں عطاء نے شاید حضرت ابو سعید خدریؓ کا بھی ذکر کیا تھا۔ ابو سفیان سے مروی ہے کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کے ساتھ چھ ماہ تک مکہ مکرمہ میں جوار اختیار کئے رکھا“^{۶۰}

جورب (پائنتابہ، جراب)

۱۔ تعریف: جورب لمبی پنڈلی والے اس موزے کو کہتے ہیں جو سوت یا اون یا بالوں وغیرہ کا بنا ہوتا ہے۔

۲۔ وضوء کے اندر جورب پر مسح: حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر جوربین پر مسح کی اباحت کے قائل تھے اور اپنی جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے^{۶۱}۔

آپ فرماتے: ”جرابوں پر مسح موزوں (خفین) پر مسح کی طرح ہے“^{۶۲}۔
جورب پر مسح کے احکام خف پر مسح کے احکام کی طرح ہیں (دیکھئے مادہ خف نمبر ۶)

حرف الحیم میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۱۰، المجموع ص ۶۹ ج ۹
- ۲۔ عبدالرزاق ص ۵۳۹ ج ۴، المجموع ص ۷۰ ج ۹
- ۳۔ عبدالرزاق ص ۵۴۰ ج ۴، المجموع ص ۶۹ ج ۹
- ۴۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۶۲ ج ۱، المغنی ص ۲۷۷ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۱
- ۵۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ ج ۱، المغنی ص ۲۸۰ ج ۱، المحلی ص ۷۶ ج ۲، کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۱
- ۶۔ سنن بیہقی ص ۲۲۸ ج ۱، المجموع ص ۳۵۳ ج ۲
- ۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۵
- ۸۔ حوالہ درج بالا نیز سنن بیہقی ص ۲۷ ج ۹
- ۹۔ عبدالرزاق ص ۵۴۱ ج ۴، شرح السنہ ص ۲۵۴ ج ۱۱، المغنی ص ۵۹۴ ج ۸
- ۱۰۔ عبدالرزاق ص ۵۴۲ ج ۴، طبقات ابن

- سعد ص ۱۳۸ ج ۴
- ۱۱۔ عبدالرزاق ص ۵۴۲ ج ۴
- ۱۲۔ عبدالرزاق ص ۵۴۲ ج ۴، شرح السنہ ص ۲۵۳ ج ۱۱، نیل الاوطار ص ۲۹۳ ج ۸، المغنی ص ۵۹۴ ج ۸، شرح مستحی الارادات ص ۳۹۹ ج ۳
- ۱۳۔ ابوداؤد، ترمذی فی الاطعمہ باب الجلالہ
- ۱۴۔ صحاح ستہ ماسوائے ابن ماجہ، نیل الاوطار ص ۷۸، ص ۷۴ ج ۱، المغنی ص ۶۶ ج ۱، المجموع ص ۷۷ ج ۱
- ۱۵۔ تہذیب الآثار للطبری ص ۲۸۵ ج ۲
- ۱۶۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۲ ج ۱
- ۱۷۔ عبدالرزاق ص ۲۳ ج ۱۱، کشف الغمہ ص ۱۳۵ ج ۱
- ۱۸۔ بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی، الموطانی الجمعہ باب الساعۃ التی فی یوم الجمعہ
- ۱۹۔ المغنی ص ۲۵۵ ج ۲
- ۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۸۷ ج ۱، معرفۃ السنن والآثار ص ۴۳۹ ج ۴
- ۲۱۔ شرح السنہ ص ۳۱ ج ۲، المغنی ص ۲۱۲ ج ۱، الموطا ص ۸۷ ج ۱
- ۲۲۔ الموطا ص ۸۸ ج ۱
- ۲۳۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ ج ۱
- ۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۱، کشف الغمہ

- ۳۵۔ سنن بیہقی ص ۲۱ ج ۸، الحلی ص ۵۸ ج ۱
- ۳۴۔ عبدالرزاق ص ۱۰۷ ج ۱، الموطا ص ۸۶ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۸ ج ۲، الام ص ۲۴ ج ۷، معرفۃ السنن والآثار ص ۴۵۰ ج ۱، استذکار ص ۲۱۵ ج ۳، ۱ ج ۱، طرح الشریب ص ۴۰ ج ۲، المغنی ص ۲۱۴ ج ۱، سنن دارمی ص ۲۴۵ ج ۱
- ۳۶۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۱۱۰، الحلی ص ۱۳ ج ۱۱، المغنی ص ۳۲۹ ج ۸، ۳۷۔ الحلی ص ۱۴ ج ۱۱
- ۳۸۔ الحلی ص ۴۱۸ ج ۱۱۰، المغنی ص ۵ ج ۸، ۳۹۔ المغنی ص ۷۹ ج ۷
- ۴۰۔ احکام القرآن للجصاص ص ۲۱ ج ۲، ۴۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۲، عبدالرزاق ص ۱۵۳ ج ۵، کشف الغمہ ص ۱۲۲ ج ۲، الحلی ص ۴۹۳ ج ۱۰
- ۴۲۔ ابو داؤد فی الدیات باب المحاشیہ الحمد، ۴۳۔ المغنی ص ۷۷ ج ۷
- ۴۴۔ عبدالرزاق ص ۴۲۱ ج ۹، المغنی ص ۷۶ ج ۷
- ۴۵۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۱۳ ج ۱۱۴، ۳
- ۴۶۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳، ص ۱۷۳ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۲، ۱ احکام القرآن للجصاص ص ۱۱۳ ج ۱۱۶، ۳
- ۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۱ ج ۲، ۴۸۔ کنز العمال نمبر ۷۱۳۳ ج ۱۱
- ۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱ ج ۲، ۵۰۔ شرح السنہ ص ۱۸ ج ۱۱
- ۲۴۔ عبدالرزاق ص ۱۰۷ ج ۱، الموطا ص ۸۶ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۸ ج ۲، الام ص ۲۴ ج ۷، معرفۃ السنن والآثار ص ۴۵۰ ج ۱، استذکار ص ۲۱۵ ج ۳، ۱ ج ۱، طرح الشریب ص ۴۰ ج ۲، المغنی ص ۲۱۴ ج ۱، سنن دارمی ص ۲۴۵ ج ۱
- ۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱، ۲۶۔ عبدالرزاق ص ۲۷۰ ج ۱
- ۲۷۔ عبدالرزاق ص ۱۱۰ ج ۱، ۲۸۔ عبدالرزاق ص ۲۷۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۰۰ ج ۱، الموطا ص ۷۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۱، المغنی ص ۲۲۹ ج ۱
- ۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۱، ۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۷۶ ج ۱
- ۳۰۔ الحلی ص ۸۸ ج ۱، ۳۱۔ عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۱
- ۳۲۔ المجموع ص ۸۰ ج ۲، ۳۲۔ ب۔ المغنی ص ۱۳ ج ۳، الاعتبار ص ۱۳ ج ۱، المجموع ص ۳۴۵ ج ۶
- ۳۳۔ الحلی ص ۲۱۸ ج ۶، ۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۸۲ ج ۴

- ۵۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۴۹/۲ ج ۳،
عبدالرزاق ۲۹۷ ج ۵، الموطا ص ۴۴۹ ج
۲، المغنی ص ۵۰ ج ۸
۵۲۔ موسوع فقہ عمر بن الخطاب، مادہ جماد نمبر
۳ کا جزب
۵۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۸۱/۲ ج ۳
۵۴۔ شرح السیر الکبیر ص ۱۵۸ ج ۱
۵۵۔ ابوداؤد فی الجہاد باب الغزو مع ائمہ
الجبور
۵۶۔ احکام القرآن للبصا ص ۱۱۳ ج ۳
۵۷۔ سنن بیہقی ص ۴۰ ج ۹
۵۸۔ المحلی ۲۹۴ ج ۷
۵۹۔ عبدالرزاق ص ۲۲ ج ۵، ابن ابی شیبہ
ص ۱۶۸ ج ۱
۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ ج ۱
۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۹۹ ج ۱، المحلی ص ۸۴
ج ۲
۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۰ ج ۱،
عبدالرزاق ص ۱۹۹ ج ۱، المحلی ص ۸۵ ج ۲،
المغنی ص ۲۹۵ ج ۱، المجموع ص ۵۴۰ ج ۱

حرف الحاء

حائل (حاملہ عورت) دیکھئے مادہ حمل
جج (جج کرنا)

ہم درج ذیل نقاط میں حضرت ابن عمرؓ کی نسبت سے جج کے موضوع پر بحث کریں گے۔

۱۔ حضرت ابن عمرؓ جج کے مسائل کے سب سے بڑھ کر عالم تھے۔

۲۔ جج ارکان اسلام میں سے ہے

۳۔ فرض جج کا مقدم ہوتا

۴۔ جج کی وصیت

۵۔ جج کے لئے جانا اللہ کی راہ میں جانا ہے

۶۔ جج کے لئے ذہنی طور پر تیار ہونا

۷۔ جج کے مینے

۸۔ جج کا حکم

۹۔ جج کس پر واجب ہوتا ہے؟

۱۰۔ جج میں کمائی کرنا

۱۱۔ جج کی نیت

۱۲۔ جج کا احرام

۱۳۔ جج میں تلبیہ کہنا

۱۴۔ مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا

۱۵۔ طواف قدوم

۱۶۔ التزام کعبہ

۱۷۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا

۱۸۔ یوم عرفہ سے پہلے منیٰ میں رات گزارنا

- ۱۹۔ دُتُون عرفات
- ۲۰۔ مزدلفہ میں
- ۲۱۔ وادی محسر میں تیز چلنا
- ۲۲۔ جمرہ عقبہ کی رم
- ۲۳۔ احرام کھلنے کی ابتداء
- ۲۴۔ ہدی ذبح کرنا
- ۲۵۔ حلق یا تقصیر
- ۲۶۔ طواف افاضہ
- ۲۷۔ احرام کھلنے کی انتہاء
- ۲۸۔ منی سے واپسی
- ۲۹۔ منی میں نماز کی ادائیگی
- ۳۰۔ ایام تشریق میں رم ہمار
- ۳۱۔ منی سے کوچ میں تعجیل
- ۳۲۔ تحصیب
- ۳۳۔ طواف وداع
- ۳۴۔ گھر کی طرف واپسی کے دوران راستے میں تکبیر کہنا
- ۳۵۔ زیارت رسول اللہ ﷺ
- ۳۶۔ میقات میں اترنا اور وہاں نماز کی ادائیگی
- ۳۷۔ حج کی انواع
- ۳۸۔ حج فاسد کر دینا
- ۳۹۔ حج فوت ہو جانا
- ۴۰۔ حج میں واجب ہونے والا ہدی

۱۔ حضرت ابن عمرؓ حج کے مسائل کے سب سے بڑھ کر عالم تھے:

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ آپ حج کے احکام کے سب سے بڑے عالم تھے حتیٰ کہ ابن سیرین کا قول ہے کہ لوگوں کی رائے یہ تھی کہ مناسک کے بارے میں حضرت عثمانؓ بن عفان کو اور پھر حضرت ابن عمرؓ کو سب سے زیادہ علم تھا۔ بنا بریں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف الثقفی کو مراسلہ بھیجا تھا کہ حج کے معاملات میں عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرنا^۲۔

۲۔ حج ارکان اسلام میں سے ہے: حج اسلام کا ایک رکن ہے جس کے بغیر اسلام قائم نہیں رہ سکتا (دیکھئے مادہ اسلام نمبر ۲) جو شخص حج کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود اس کا تارک ہو وہ کافر ہے، حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ: ”جو شخص فراخی کی حالت میں مرجائے اور اس نے حج نہ کیا ہو تو قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کی آنکھوں کے درمیان ”کافر“ کا لفظ لکھا ہو گا“^۳۔

ایک روایت میں ہے کہ: ”جس شخص کو بیت اللہ تک جانے کے لئے راستہ یعنی زادراہ ایک سال میسر ہو پھر ایک سال اور پھر ایک سال اور پھر وہ حج کئے بغیر مرجائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا کیونکہ یہ معلوم نہیں ہو گا کہ وہ یہودی ہو کر مرا ہے یا نصرانی ہو کر“^۴۔

۳۔ فرض حج کو دیگر حج پر مقدم کیا جائے گا: اگر کوئی مسلمان حج کرنے کی نذر مان کر چل پڑے یا نقلی حج کی نیت کر کے نکل پڑے جبکہ اس نے فرض حج ادا نہ کیا ہو تو اس کی نذر کا یہ حج یا اس کا نقلی حج اس کے فرض حج کے طور پر ادا ہو جائے گا اور اس کے بعد وہ اپنی نذر کا حج قضا کرے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس پر فرض حج اور نذر کا حج ہو تو یہ فرض حج ہو گا اور پھر اسے چاہئے کہ اپنی نذر کے حج کی قضا کا اہتمام کرے“^۵۔ ایک عورت نے آپ سے پوچھا: ”میں نے حج کرنے کی نذر مانی ہے لیکن ابھی میں نے فرض حج ادا نہیں کیا ہے“ آپ نے جواب دیا: ”پہلے حجۃ الاسلام (فرض حج) ادا کرو“ اس نے کہا: ”میں فقیر اور مسکین ہوں میرے لیے دعا کیجئے آپ نے اس کے لئے دعا کی کہ اللہ اسے فراخی عطا کرے“^۶۔

۴۔ حج کرنے کی وصیت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جس شخص پر حج واجب ہو چکا

ہو اور وہ حج کئے بغیر دنیا سے چلا جائے اور حج کی وصیت کر جائے تو اس کی یہ وصیت درست نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ جو شخص جان بوجھ کر گناہ کرے تو کسی غیر کا فعل اس کا یہ گناہ دھو نہیں سکتا۔

۵۔ حج پر جانا اللہ کے راستے میں جانے کے مترادف ہے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ”فی سبیل اللہ“ کا کلمہ جماد‘ حج اور عمرہ تینوں کو شامل ہے^۸۔ بتائیں آپ سے جب پوچھا گیا کہ ایک عورت نے تیس درہم اللہ کے راستے میں لگانے کی وصیت کی ہے کیا وہ یہ رقم حج میں لگا دے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ”آگاہ رہو“ حج بھی فی سبیل اللہ میں شامل ہے“^۹۔

ایک شخص نے پوچھا: ”ایک شخص نے میرے ساتھ دوستی کی اور ایک اونٹنی اللہ کے راستے میں دے دی“ آج کل جماد پر جانے کا زمانہ نہیں تو کیا میں اس پر سوار ہو کر حج پر نہ چلا جاؤں؟“ آپ نے جواب دیا: ”حج اور عمرہ فی سبیل اللہ ہی ہے“^{۱۰}۔ انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ: ”مجھے کچھ رقم بھیجی گئی ہے تاکہ میں اسے اللہ کے راستے میں لگاؤں اور حاجیوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو راستے میں رہ گئے ہیں اور ایسے بھی جن کے پاس زادراہ نہیں ہے تو میں رقم ان لوگوں کو دے دوں کیونکہ یہ لوگ بھی تو اللہ کی راہ میں ہیں تاہم مجھے خدشہ ہے کہ مجھے رقم دینے والے نے شاید مجاہدین کا ارادہ کیا ہو“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”یہ رقم انہیں دے دو کیونکہ یہ بھی اللہ کی راہ میں ہیں“ میں نے پھر عرض کیا کہ ”میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں اس بات کی خلاف ورزی نہ کر بیٹھوں جس کے کرنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ کو غصہ آگیا اور آپ نے فرمایا: ”تم پر افسوس! کیا یہ اللہ کی راہ نہیں ہے؟“^{۱۱}۔

۶۔ حج کے لئے ذہنی طور پر تیار ہونا: حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ حج کا ارادہ کرنے والا شخص ایک عرصہ پہلے ہی ذہنی طور پر اس کی تیاری کر لے۔ ذہنی طور پر تیاری کی ایک صورت یہ ہے کہ مذکورہ شخص احرام باندھنے والوں کی مشابہت اختیار کرے۔ حضرت ابن عمرؓ جب رمضان کے روزوں سے فارغ ہوتے اور آپ کا ارادہ

حج پر جانے کا ہوتا تو پھر سر اور داڑھی کے بال کترنا بند کر دیتے حتیٰ کہ حج کر لیتے۔^{۱۲}

۷۔ حج کے مہینے: حج کے مہینے یہ ہیں 'شوال' ذیقعدہ 'اور ذی الحج کے دس دن۔^{۱۳}
ان مہینوں کے اندر جو شخص حج کا احرام باندھ لے اس کا احرام درست ہو گا اور جو ان مہینوں میں عمرہ کر لے وہ مستحب کھائے گا۔

۸۔ حج کا حکم:

الف۔ حج فرض ہے اور یہ اسلام کا ایک رکن ہے (دیکھئے مادہ اسلام نمبر ۲) جو شخص قدرت کے باوجود اس کا تارک ہو گا وہ کفر کا مرتکب قرار پائے گا (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۳)

ب۔ حج کے اندر نیابت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج ایک بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادتوں کا قاعدہ ہے کہ ان کے اندر کسی کو کسی کا نائب بننا جائز نہیں اس لئے حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج ایسا فرض عین ہے جس کے اندر کسی کی کسی کی طرف سے نیابت درست نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے: "کوئی شخص کسی کی طرف سے حج نہ کرے کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے"۔^{۱۴}

آپ حج کرنے کی وصیت کو بھی جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴)

ج۔ حج کا علی الفور وجوب: حج علی الفور واجب ہوتا ہے یعنی واجب ہونے کے ساتھ ہی اس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ ابن قدامہ نے حضور ﷺ کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے کہ: "جو شخص حجۃ الاسلام (فرض حج) ادا کئے بغیر مر جائے جبکہ کوئی بیماری یا ظالم سلطان یا ظاہری حاجت اس کے لئے رکاوٹ نہ بنی ہو تو وہ یہودی ہو کر یا نصرانی ہو کر خواہ جس حالت میں چاہے مر جائے" اس کے بعد ابن قدامہ نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کے کلام سے بھی اس کی روایت کی گئی ہے۔^{۱۵}

۹۔ حج کن لوگوں پر واجب ہوتا ہے؟ جن لوگوں کے اندر درج ذیل شرائط پائی جائیں ان پر حج فرض ہو جاتا ہے۔

الف۔ اسلام: عقل اور بلوغ: اس پر سب کا اجماع ہے اور کسی صحابی سے اس بارے میں کوئی اختلاف رائے منقول نہیں ہے۔

ب۔ حج کرنے کی قدرت: یعنی زادراہ اور سواری کا حصول، نیز راستے کا پر امن ہونا اور صحت وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”کون سی چیزیں حج واجب کر دیتی ہیں؟“ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”زادراہ اور سواری“^{۱۶}۔

سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۷ میں قول باری (ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج ہے ان لوگوں کے لئے جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو) میں حج کی استطاعت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ”استطاعت یہ ہے کہ پیٹ بھر خوراک میسر ہو اور سواری کے لئے جانور میا ہو“^{۱۷}۔

ج۔ عورت کے لئے محرم کا ہونا شرط ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ”عورت محرم مرد کی معیت کے بغیر تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے“^{۱۸}۔ لونڈی کا مالک اس کے لئے محرم کی حیثیت رکھتا ہے حضرت ابن عمرؓ اپنی لونڈیوں کے ساتھ حج کا سفر کرتے اور ان لونڈیوں کا کوئی محرم مرد ساتھ نہ ہوتا^{۱۹}۔ آپ نے اپنی ایک لونڈی کو جس نام صافیہ تھا اپنے اونٹ پر پیچھے بٹھا کر حج کا سفر کیا تھا^{۲۰}۔

۱۰۔ حج کے دوران کمائی کرنا: حج کے دوران کمائی کرنا جائز ہے۔ خواہ تجارت کے ذریعے یہ کمائی کی جائے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جو حج پر تجارتی سامان لے کر گیا تھا۔ آپ نے جواب میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۹۸ تلاوت فرمائی جس میں ارشاد ہے (ليس عليكم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم) تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو) یعنی حج کے دوران تجارت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں^{۲۱}۔ یا خواہ یہ کمائی حاجیوں کے لائے لیجانے کے لئے اونٹ کرائے پر دے کر کی جائے۔ ابو امامہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ جانور کرائے پر دیتے ہیں کیا ہمارا حج ہو جائے گا؟ آپ نے فرمایا ”کیا تم بیت اللہ کا طواف نہیں کرتے، عرفات میں نہیں جاتے، رمی نہیں کرتے اور سر نہیں مونڈتے؟“ میں نے کہا: ”کیوں

نہیں! آپ نے فرمایا: ”ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ سے وہی سوال کیا جو تم نے مجھ سے کیا ہے آپ ﷺ نے اس کوئی جواب نہیں دیا حتیٰ کہ جبریلؑ سورہ بقرہ کی یہ آیت لے کر نازل ہوئے (یعنی درج بالا آیت) پھر آپ نے فرمایا: ”تم سب حاجی ہو“ ۲۲۔

یا خواہ یہ کمائی کوئی شخص کسی شخص کی خدمت اور اس کے کام سرانجام دینے کے لئے اپنے آپ کو اس کے ہاتھ اجارے اور مزدوری پر دے کر کرے۔ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ”جو مزدور کسی کے ساتھ مزدور بن کی حج پر جاتا ہے اس کا حج ہو جاتا ہے“ ۲۳۔

۱۱۔ حج کی نیت: حج ایک عبادت ہے اور عبادت نیت ہی کے ذریعے سے درست ہوتی ہے اس لئے حج کی صحت کے لئے نیت شرط ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ نیت کے اندر حج کی نوعیت کا بھی تعین کر دیا جائے یعنی یہ حج حج افراد ہے یا حج تمتع یا حج قرآن۔ ہدی کے گلے میں قلادہ ڈالنا اور اس کا شعار کرنا نیت کے قائم مقام ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۴) البتہ حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر اشتراط کو جائز قرار نہیں دیتے تھے ۲۴۔ وہ یہ کہ کوئی شخص کہے: ”اے اللہ میں حج کرنا چاہتا ہوں۔ اگر تو میرے لئے اسے آسان کر دے تو فہما ورنہ پھر عمرہ ہوگا“ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میں یہ بات نہیں جانتا“ ۲۵۔

اگر ایک شخص حج کی نیت کر کے اس کا احرام باندھ لے اور پھر احصار کی زد میں آکر حج سے رہ جائے تو یہ حج عمرہ میں تبدیل ہو جائے گا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱)

۱۲۔ حج کا احرام: احرام باندھنے کی جگہ اور اس کا وقت، احرام کی وجہ سے حرام ہو جانے والی باتیں اور حلال رہ جانے والی باتیں اور واجب ہونے والے جرمانے (دیکھئے مادہ احرام)

۱۳۔ حج میں تلبیہ کہنا (دیکھئے مادہ تلبیہ)

۱۴۔ مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا: حج پر جانے والا احرام باند کر آگے بڑھے گا

حتیٰ کہ جب حدود حرم پر پہنچ جائے گا تو غسل کر کے دن کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا حضرت ابن عمرؓ مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرتے اور پھر دن کے وقت مکہ میں داخل ہوتے آپ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے^{۲۶}۔
آپ حج یا عمرہ کے لئے ذی طوی کے مقام پر غسل کئے بغیر مکہ میں داخل نہیں ہوتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے^{۲۷}۔

۱۵۔ طواف قدوم

الف۔ طواف قدوم کے ساتھ ابتداء کرنا: جب حج کرنے والا مکہ مکرمہ میں داخل ہوگا تو سیدھے مسجد حرام کی طرف جائے گا اور سب سے پہلا کام یہ کرے گا کہ بیت اللہ کا سات چکر لگا کر طواف کرے گا^{۲۸}۔

اگر حاجی اہل مکہ میں سے ہو یا حدود حرم سے باہر کارہنے والا آفاقی ہو اور حج تمتع کی وجہ سے مکہ ہی سے احرام باندھے تو وہ طواف نہیں کرے گا^{۲۹}۔ کیونکہ اس پر طواف قدوم نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ قادم (مکہ میں وارد ہونے والا) نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ احرام کے کپڑے پہن کر منیٰ کی طرف نکل پڑے گا

ب۔ طواف کے لئے با وضو ہونا: حضرت ابن عمرؓ طواف کی صحت کے لئے اسی طرح با وضو ہونے کی شرط عائد کرتے تھے جس طرح نماز کے لئے با وضو ہونا شرط ہے۔ آپ بے وضو مناسک کا کوئی حصہ ادا نہیں کرتے^{۳۰}۔ بنا بریں حائضہ عورت حیض سے پاک ہونے کے بعد ہی طواف کرے گی۔ اگر حیض کی وجہ سے طواف قدوم اس سے رہ جائے تو وہ اسے قضا نہیں کرے گی۔ مستحاضہ چونکہ پاک عورت کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے طواف کرنا اس کے لئے جائز ہوگا (دیکھئے مادہ استحاضہ نمبر ۳)

طواف کے لئے جوتے اتار دینا شرط نہیں ہے بلکہ جوتے پہن کر طواف کرنا بھی جائز ہے حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے۔ شریک کہتے ہیں کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو جوتوں سمیت طواف کرتے دیکھا تھا“^{۳۱}۔

ج۔ طواف کا وقت: طواف کرنے والا جس وقت چاہے طواف کر سکتا ہے۔ جن اوقات میں نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے ان اوقات کے اندر بھی طواف مکروہ نہیں ہے^{۳۲}

حضرت ابن عمرؓ نے فجر کی نماز کے بعد ۳۳۔ اور عصر کی نماز کے بعد طواف کیا تھا ۳۴۔

د۔ طواف کی ابتداء اور حجر اسود کا استلام: حاجی طواف کی ابتداء حجر اسود سے کرے گا اور جب بھی ایک چکر مکمل کر لے گا تو حجر اسود کے پاس سے گذرتے ہوئے اسے ہاتھ لگائے گا اور جب مسجد سے باہر جانے کا ارادہ کرے گا اس وقت بھی حجر اسود کا استلام کرے گا خواہ وہ طواف کی حالت میں ہو یا طواف کی حالت میں نہ ہو ۳۵۔ وہ جب بھی رکن یمانی کے پاس سے گذرے گا اس کا بھی استلام کرے گا۔ وہ ان دونوں ارکان کے علاوہ کعبہ کے کسی اور رکن کا استلام نہیں کرے گا کیونکہ یہ دونوں ارکان وہ ہیں جن کی بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قواعد پر ہے۔ باقی دو غربی رکن جو حجر اسود کے متصل ہیں انہیں قواعد ابراہیم پر نہیں بتایا گیا ہے۔ اس لئے کہ عرب کے لوگ جب کعبہ کی تعمیر سے عاجز رہے تو انہوں نے مغرب کی جت سے اس میں کمی کردی عطا کتے ہیں کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو دونوں غربی رکنوں کا استلام کرتے نہیں دیکھا لیکن آپ دونوں شرقی رکنوں سے استلام کئے بغیر آگے نہیں بڑھتے ۳۶۔ اور فرماتے: ”میں نے حضور ﷺ کو دونوں یمانی رکنوں کے استلام کے سوا کسی اور رکن کا استلام کرتے نہیں دیکھا“ ۳۷۔

حاجی کے لئے ضروری ہے کہ وہ مذکورہ دونوں رکنوں کے استلام کا پورا اہتمام کرے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”میں نے جب سے حضور ﷺ کو ان دونوں رکنوں کا استلام کرتے دیکھا اس وقت سے نہ تو زمی کی حالت میں اور نہ ہی سختی کی حالت میں کبھی ان کا استلام ترک نہیں کیا“ ۳۸۔

حجر اسود اور رکن یمانی پر لوگوں کے درمیان راستہ بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ حاجی کو اس کے لئے تکلیف برداشت کرنا کیوں نہ پڑ جائے بشرطیکہ وہ کسی مسلمان کو ایذا نہ دے۔ حضرت ابن عمرؓ حجر اسود پر بھیڑ میں راستہ بناتے حتیٰ کہ آپ کی نکیر پھوٹ جاتی پھر واپس آتے اور نکیر دھولیتے ۳۹۔ اور فرماتے: ”ان دونوں ارکان کو

ہاتھ لگانا گناہوں کا کفارہ ہے۔“ ۴۰۔

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ دونوں رکنوں پر لوگوں کی بھیڑ میں راستہ بناتے تھے میں نے کہا ”ابو عبد الرحمن“ آپ دونوں رکنوں پر لوگوں کی بھیڑ میں راستہ بناتے ہیں، میں نے کسی صحابی کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا“ آپ نے جواب دیا: ”اگر میں ایسا کرتا ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ: ”ان دونوں رکنوں کو ہاتھ لگانا گناہوں کا کفارہ ہے“ ۴۱۔

حجر اسود کا بوسہ لینا سنت ہے۔ اگر حاجی حجر اسود کا بوسہ نہ لے سکے تو اپنے ہاتھ سے اسے چھونے پر اکتفا کر لے اور پھر اپنا ہاتھ چوم لے۔ حضرت ابن عمرؓ جب حجر اسود کا استلام کرتے تو اپنا ہاتھ چوم لیتے ۴۲۔

اگر حاجی کا ہاتھ حجر اسود تک نہ پہنچ سکے تو عصا کے ذریعے اس کا لمس کرے اور پھر عصا کا بوسہ لے لے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص اگر حجر اسود تک نہ پہنچ سکتا تو اپنی لاشی سے اسے مس کرتا اور آگے بڑھ جاتا اور پھر لاشی چوم لیتا ۴۳۔

رکن کو استلام کرتے وقت دعا کرنا مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب استلام رکن کرتے تو یہ کہتے: ”بسم اللہ واللہ اکبر“ ۴۴۔ اللھم ایمانا بک، وتصدیقا بکتابک، ووفاء بعھدک، واتباعا“ لسنہ نبیک محمد ﷺ“ ۴۵۔

(اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ تجھ پر ایمان لاتے ہوئے، تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، تیرے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبی محمد ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے میں یہ کر رہا ہوں)

ھ۔ طواف کے دوران کلام اور دعا: حضرت ابن عمرؓ طواف کو نماز کے مشابہ قرار دیتے تھے دونوں کے اندر مشترک بات یہ ہے کہ دونوں ہی بدنی عبادات ہیں۔ اس لئے طواف کے دوران آپ لوگوں کی گفتگو والی کوئی بات منہ سے نہیں نکالتے تھے، عطاء کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے پیچھے پیچھے طواف کعبہ کیا ہے میں نے ان دونوں کو طواف کے دوران کوئی کلام کرتے ہوئے نہیں سنا ۴۶۔

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”طواف کے اندر باتیں کم سے کم کرو کیونکہ تم نماز کے اندر ہوتے ہو“^{۷۴}۔ عروہ کہتے ہیں کہ: ”میں نے ابن عمرؓ کو آپ کی بیٹی کے لئے پیغام نکاح دیا جب کہ ہم دونوں طواف کر رہے تھے، آپ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ابن عمرؓ اس پیغام نکاح پر رضامند ہوتے تو جواب ضرور دیتے، خدا کی قسم اب میں آپ سے ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا، پھر ایسا ہوا کہ آپ مجھ سے پہلے مدینے چلے گئے، پھر میں مدینہ منورہ آیا اور سیدھے مسجد نبویؐ چلا گیا وہاں آپ مجھے مل گئے، میں نے سلام کہا، آپ نے مجھے مرحبا کہا اور پوچھا کہ کب آئے؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی آیا ہوں، اس پر آپ نے فرمایا: ”تم نے مجھ سے ایک بات کی تھی جب ہم طواف کر رہے تھے اور اپنی آنکھوں کے سامنے اللہ کی ذات کی موجودگی کے تصور میں مصروف تھے حالانکہ تم اس مقام کی بجائے کسی اور مقام پر مجھ سے ملنے کی قدرت رکھتے تھے“ میں نے عرض کیا ”جو ہو گیا سو ہو گیا“ آپ نے پوچھا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا ”میں اپنی رائے پر پہلے سے زیادہ قائم ہوں“ یہ سن کر آپ نے اپنے دونوں بیٹوں سالم اور عبداللہ کو بلایا اور اپنی بیٹی سے میرا نکاح کرا دیا^{۷۵}۔ اس طرح حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران گفتگو کرنے سے باز رہے (دیکھئے مادہ تکلم نمبر ۲)

طواف کرنے والا طواف کے دوران قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا تھا۔ یہی الباء کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ طواف کے دوران تلاوت کو ناپسند کرتے اور فرماتے کہ: ”ایسا کرنا ایک محدث یعنی نواہد امر ہے“^{۳۹}۔

طواف کے دوران حاجی تلبیہ بھی نہیں کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ طواف کرتے ہوئے تلبیہ نہیں کہتے تھے ۵۰۔ (دیکھئے مادہ تلبیہ نمبر ۴)

طواف کے دوران دعائیں کرنا مستحب ہے۔ ابو شعبہ البکری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھا اس وقت آپ یہ کہہ رہے تھے ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ لا الملک ولہ الحمد، بیدہ الخیر وهو علی کل شیئی

قدیر“ اس کے بعد آپ نے یہ دعا مانگی ”ربنا اتنا فی الدینا حسنہ و فی الآخرة حسنہ و قنا عذاب النار“^{۵۱}۔

ایک دفعہ آپ نے طواف کے دوران یہ دعا مانگی تھی: ”اللہم اعصمنی بدینک و طواعیتک و طواعیہ رسولک‘ اللہم جنبنی حدودک‘ اللہم اجعلنی ممن یحبک و یحب ملائکتک و یحب رسلک و یحب عبادک الصالحین‘ اللہم حبیبی الیک و الی ملائکتک و الی رسلک و الی عبادک الصالحین‘ اللہم یسر لی لیسری و جنبنی العسری و اغفر لی من الآخرة و الاولی‘ و اجعلنی من ائمة المتقین‘ اللہم انک قلت ادعونی استجب لکم و انک لا تخلف الميعاد‘ اللہم اذا هدیتهن للاسلام فلا تنزعنی منه ولا تنزعہ منی حتی تقبضنی و انا علیہ“^{۵۲}۔

(اے اللہ مجھے اپنے دین پر، اپنی اطاعت پر اور اپنے رسول کی اطاعت پر محفوظ رکھ، اے اللہ، تم مجھے اپنے حدود سے بچا کر رکھ، اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کر دے جو تجھ سے، تیرے فرشتوں سے، تیرے رسولوں سے اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ، مجھے اپنا، اپنے فرشتوں کا، اپنے رسولوں کا اور اپنے نیک بندوں کا محبوب بنادے، اے اللہ، راحت کی چیز میرے لئے آسان کر دے اور مصیبت کی چیز سے مجھے بچالے اور دنیا اور آخرت میں میری بخشش فرما اور مجھے پرہیز گاروں کے اماموں میں شامل کر دے، اے اللہ تو نے فرمایا ہے کہ ”مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا“۔ اور تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اے اللہ، جب تو نے مجھے اسلام کی ہدایت دی ہے تو اب اسلام کو مجھ سے نہ چھین اور مجھے اس سے الگ نہ کریں تاکہ کہ تو مجھے اسلام پر ہی اس دنیا سے اٹھالے)

و۔ قطع طواف: کسی امر عارض مثلاً نماز اور استراحت وغیرہ کے لئے طواف قطع کر دینا طواف کو فاسد نہیں کرتا۔ حضرت ابن عمرؓ طواف کر رہے تھے کہ اتنے میں جماعت کھڑی ہو گئی آپ نماز میں شامل ہو گئے اور نماز سے فراغت کے بعد طواف کا باقی ماندہ حصہ مکمل کر لیا^{۵۳}۔ آپ نے ایک گرم دن میں طواف کے تین پھیرے لگائے اور پھر حطیم میں بیٹھ کر آرام کیا اور پھر اٹھ کر باقی ماندہ طواف مکمل کیا^{۵۴}۔

ز۔ طواف قدوم کے اندر رمل: یہ طواف دیگر طوافوں سے رمل کی وجہ سے مختلف ہے اس طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کا عمل ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ میں وارد ہوتے تو طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور باقیماندہ چار چکروں میں قدموں پر چلتے ۵۵۔

دو قسم کے لوگ رمل نہیں کریں گے۔ پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو مکہ سے احرام باندھیں خواہ وہ اہل مکہ میں سے ہوں یا حدود حرم سے باہر رہنے والے یعنی آفاقی ہوں اور حج تمتع کی بنا پر انہوں نے مکہ سے احرام باندھا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ جب مکہ سے احرام باندھتے تو بیت اللہ کا طواف نہ کرتے اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے حتیٰ کہ منیٰ سے آپ کی واپسی ہو جاتی۔ مکہ سے احرام باندھنے کی صورت میں آپ جب طواف کرتے تو رمل نہ کرتے ۵۶۔

آپ سے ایک اور روایت کے مطابق اہل مکہ پر بھی رمل کا ایجاب ہے۔ حضرت ابن الزبیرؓ نے اس کا حکم دیا تھا حالانکہ وہ مکہ میں سکونت پذیر تھے ۵۷۔ دوسری قسم عورتوں کی ہے۔ عورتیں رمل نہیں کریں گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عورتوں پر بیت اللہ کے طواف اور صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے اندر رمل نہیں ہے“ ۵۸۔

ح۔ سنت طواف کے طور پر دو رکعتیں پڑھنا:

ا۔ طواف کرنے والا سنت طواف کے طور پر مقام ابراہیم کے پیچھے اور باب کعبہ کے سامنے دو رکعتیں ادا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب طواف سے فارغ ہوتے تو مقام ابراہیم کے پاس دو رکعتیں پڑھتے۔ ۵۹۔ کعبہ کے اندرونی حصے میں بھی یہ دو رکعتیں پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی اسی طرح کیا تھا ۶۰۔

اگر حاجی سات چکروں سے زائد طواف کرے تو ہر سات چکروں کے لئے دو رکعتیں پڑھے گا۔ بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ہر سات چکروں کے لئے دو رکعتیں پڑھتے تھے ۶۱۔

افضل طریقہ یہ ہے کہ طواف کے سات چکر مکمل ہونے پر دو رکعتیں پڑھ لے اور

پھر اگر طواف کے سات چکر لگائے تو اس کے بعد دو رکعتیں پڑھ لے اور اسی طرح حساب رکھے، حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ طواف کرنے والا طواف کے تمام چکروں کو جمع کر کے کہے کہ ”ہر سات کے بدلے دو رکعتیں ہیں۔“ آپ دو دفعہ کہنے ہوئے سات سات چکروں کو یکجا نہیں کرتے تھے ۱۲۔

۲۔ طواف کرنے والا جو نماز بھی پڑھے گا وہ ان دو رکعتوں کی قائم مقام بن جائے گی۔ مسلم بن مرہ الحملی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ غروب شمس سے پہلے طواف کیا تھا، وہ کہتے ہیں کہ: ”ہم نے طواف پورا کر لیا اور مغرب کی نماز کھڑی ہو گئی ہم نے نماز ادا کی پھر حضرت ابن عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کوئی نماز نہیں پڑھی بلکہ اگلے سات چکر شروع کر دیئے، میں نے عرض کیا کہ: ”آپ نے پہلے طواف کی دو رکعتیں نہیں پڑھیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”کیا ہم نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے؟“ پھر فرمایا: ”فرض نماز طواف کی دو رکعتوں کے لئے کافی ہو جاتی ہے“ ۱۳۔

۳۔ جن اوقات میں نماز کی ادائیگی سے روکا گیا ہے ان کے اندر طواف کی دو رکعتیں مکروہ نہیں ہیں ۱۴۔ اگر ان رکعتوں کا سبب موجود ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ عصر کی نماز کے بعد طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اور پھر اس طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھ لیتے ۱۵۔ آپ نے فجر کی نماز کے بعد طواف کی اور طلوع شمس سے پہلے دو رکعتیں ادا کر لیں ۱۶۔ تاہم ایسی صورت کے اندر اگر یہ دو رکعتیں طلوع شمس کے بعد تک موخر کر دی جائیں تو بھی جائز ہے۔ امام ابو یوسف نے ”کتاب الآثار“ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے صبح کی نماز کے بعد طواف کے سات چکر لگائے اور پھر واپس آ گئے۔ جب سورج بلند ہو کر روشن ہو گیا تو آپ نے دو رکعتیں ادا کیں ۱۷۔

۴۔ اگر نابالغ کا ولی اسے طواف کرائے تو وہ اس کی طرف سے دو رکعتیں ادا نہیں کرے گا ۱۸۔

۱۶۔ التزام کعبہ: حضرت ابن عمرؓ طواف کے بعد بیت اللہ کی کسی چیز کے ساتھ نہیں چمٹتے بلکہ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کھڑے ہو کر دعائیں کرتے ۱۹۔

۱۷۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا:

الف۔ سعی کا حکم: حج اور عمرہ کے اندر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا واجب ہے حج اور عمرہ کرنے والا جب تک سعی نہیں کر لے گا اس وقت تک اس کا احرام نہیں کھلے گا۔^{۷۰}

ب۔ سعی کا وقت: حج اور عمرہ کرنے والا طواف قدوم کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ بتائیں مکہ مکرمہ کے باہر سے آنے والا آفاقی مکہ وارد ہوتے ہی طواف قدوم کرے گا اور اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا۔ البتہ مکہ سے احرام باندھنے والے خواہ وہ مکہ ہیوں یا حج تمتع ادا کرنے والے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو موخر کر دیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ جب مکہ سے احرام باندھتے تو بیت اللہ کا طواف نہ کرتے اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے حتیٰ کہ منیٰ سے آپ کی واپسی ہو جاتی،^{۷۱} البتہ مکہ سے احرام باندھنے والا جب منیٰ کی طرف جانے کے لئے طواف وداع کرے تو اس کے لئے منیٰ کی طرف خروج پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو مقدم کر دینا جائز ہوگا۔ وہ طواف وداع کرنے کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا^{۷۲}۔

ج۔ صفا اور مروہ پر کھڑے ہونا: جب حاجی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا چاہے تو صفا سے ابتدا کرے اور اس پر قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے، پھر تین دفعہ تکبیر کہے اور پھر یہ کہے ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شئی قذیر“ لا الہ الا اللہ“ لا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون“ پھر اس طرح دعا مانگے ”اللہم اعصمنی بدینک وطواعیتک وطواعیہ رسولک اللہم اجعلنی ممن یحبک و یحب ملائکتک و انبیاءک و رسلک و عبادک الصالحین“ اللہم یسر لی لیسری و جنبی العسری“ و اغفر لی فی الآخرة و الاولی و اجعلنی من امنہ المتقین و اجعلنی من ورثہ جنہ النعیم“ و اغفر لی خطیئتی یوم الدین“ اللہم قلت“ و قولک الحق (ادعونی استجب لکم) و انک لا تخلف المیعاد“ اللہم اذہدیتی للاسلام فلا تنزعہ منی حتی تتوفانی و انا مسلم“ اللہم لا تقدمنی الی العذاب ولا تؤخرنی لسوء الفتن^{۷۳}

۔ اللهم اغفر وارحم وانت الاعز الاكرم ۴۴۔

پھر مردہ پر کھڑے ہو کر اسی طرح کرے (درج بالا دعا کا ترجمہ گذشتہ صفحات میں دیکھئے)۔

عورت صفا اور مردہ پر نہیں چڑھے گی بلکہ دونوں پہاڑیوں کے زیریں حصے میں کھڑی ہوگی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عورت صفا اور مردہ پر نہیں چڑھے گی“ ۴۵۔

د۔ سعی کے اندر رمل: حدود حرم سے باہر کا شخص یعنی آفاقی جس نے میقات سے احرام باندھا ہو صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرنے کے دوران پہلے تین چکروں میں بطن وادی کے اندر رمل کرے گا۔ لیکن مکہ سے احرام باندھنے والا آفاقی جو حج تمتع کر رہا ہو یا جو اہل مکہ میں سے ہو اس پر بطن وادی یعنی میلین اخضرین کے درمیان رمل نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بطن وادی کے اندر پہلے تین چکروں میں رمل کرتے اور باقی چار چکر قدموں پر چل کر پورا کرتے ۴۶۔

اسی طرح عورت بھی بطن وادی کے اندر رمل نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عورت پر نہ تو بیت اللہ کے طواف کے دوران رمل ہے اور نہ صفا اور مردہ کے درمیان سعی کے اندر“ ۴۷۔

دھ۔ سعی کے لئے طہارت یعنی با وضو ہونے کی شرط: حضرت ابن عمرؓ بیت اللہ کے طواف کے لئے نیز صفا اور مردہ کے درمیان سعی کے لئے با وضو ہونے کی شرط عائد کرتے تھے آپ نے فرمایا: ”حاجی مناسک کا کوئی حصہ یعنی بیت اللہ کا طواف اور صفا اور مردہ کے درمیان سعی کی ادائیگی با وضو ہوئے بغیر نہیں کرے گا“ ۴۸۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”حائضہ عورت طواف اور سعی کے سوا دیگر تمام مناسک ادا کرے گی“ ۴۹۔

نیز فرمایا: ”حائضہ عورت جب چاہے حج اور عمرے کا احرام کا باندھ لے لیکن بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی اور نہ ہی صفا اور مردہ کے درمیان سعی کرے گی“ وہ لوگوں کے ساتھ تمام مناسک ادا کرے گی البتہ جب تک حیض سے پاک نہ ہو جائے اس وقت تک نہ تو طواف کرے گی اور ہی سعی نہ ہی مسجد حرام کے قریب جائے گی“ ۵۰۔

البتہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اسے حیض آجائے تو اس کے لئے صفا اور

مرودہ کے درمیان سعی کرنا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر عورت بیت اللہ کا طواف کر لے اور پھر صفا اور مرودہ کے درمیان سعی کرنے سے پہلے اسے حیض آجائے تو وہ سعی کر لے“^{۸۱}۔

و۔ سعی قطع کرنا: صفا اور مرودہ کے درمیان سعی کے اندر متابعت شرط نہیں ہے بلکہ وہ استراحت کے لئے یا قضائے حاجت یا نماز وغیرہ کی خاطر اپنی سعی قطع کر سکتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے درمیان میں سعی قطع کر کے نماز ادا کی اور پھر واپس آکر اپنی سعی مکمل کر لی^{۸۲}۔ آپ نے پیشاب کرنے کے لئے بھی سعی قطع کر دی تھی۔ آپ سعی کر رہے تھے کہ پیشاب کی حاجت پیش آگئی، آپ نے ایک طرف ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور اس کے بعد باقی ماندہ سعی مکمل کر لی^{۸۳}۔

۱۸۔ یوم عرفہ سے پہلے منیٰ میں رات گزارنا: جب ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ ہوتی تو حضرت ابن عمرؓ منیٰ کی طرف چل پڑتے اور وہاں قیام کر کے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز ادا کرتے اور پھر سورج نکلنے کے بعد عرفات کی طرف چل پڑتے^{۸۴}۔

۱۹۔ وقوف عرفات:

الف۔ وقوف عرفات کا حکم: وقوف عرفات حج کا ایک رکن ہے۔ جس شخص سے وقوف عرفات رہ جائے اس سے حج رہ جائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۹)

ب۔ وقوف عرفات کے لئے غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ جب عرفات کی طرف چلتے تو غسل کر لیتے^{۸۵}۔

ج۔ عرفات کو روانگی: نویں ذی الحجہ کو جب سورج طلوع ہو جائے تو حاجی منیٰ سے عرفات کو روانہ ہو جائے گا۔ طلوع شمس سے پہلے وہ منیٰ سے نہیں نکلے گا۔ نافع کہتے ہیں: ”میں نے ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز ادا کی، آپ کی سواری کی اونٹنی کھڑی تھی، جب آپ نے سورج کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا تو سواری پر سوار ہو کر عرفات کی طرف روانہ ہو گئے“^{۸۶}۔

بعض دفعہ آپ اپنی کوچ کو زوال شمس کے مابعد تک موخر کر دیتے^{۸۷}۔

و۔ وقوف عرفات کا وقت: حاجی عرفات میں ٹھہرا رہے گا حتیٰ کہ اس دن کا سورج

غروب ہو جائے یعنی نویں ذی الحجہ کا سورج۔

اگر حاجی کسی سبب کی وجہ سے عرفات کی طرف اپنی روانگی موخر کر دے تو اس کا وقوف عرفات مقبول ہو گا بشرطیکہ اس نے دسویں ذی الحجہ یعنی عید الاضحیٰ کے طلوع فجر سے پہلے وقوف کر لیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس حاجی کو یلئہ النحر (دسویں ذی الحجہ کی رات) مل جائے اور وہ عرفات کی پہاڑیوں میں طلوع فجر سے پہلے وقوف کر لے اس کا حج ہو جائے گا، لیکن جس شخص سے طلوع فجر سے قبل وقوف عرفہ فوت ہو جائے اس کا حج فوت ہو جائے گا“^{۸۹}۔

ھ۔ عرفات میں وقوف کا مقام: حاجی میدان عرفات میں جس جگہ چاہے وقوف کر لے تاہم وادی عرنہ کے بطن میں وقوف نہ کرے کیونکہ یہ عرفات کا حصہ نہیں ہے اور وہاں وقوف کرنا درست نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عرفات سارے کا سارا موقف (جائے وقوف) ہے سوائے بطن عرنہ کے“^{۹۰}۔

و۔ حاجی عرفات میں کیا کرے؟

۱۔ نماز: امام عرفات میں پہنچتے ہی لوگوں کو ظہر اور عصر کی نماز میں جمع تقدیم (عصر کی نماز کو اس کے وقت سے مقدم کر کے) کی صورت میں پڑھائے گا اور انہیں خطبہ حج دے گا جس میں انہیں اللہ کی یاد دلائے گا اور مناسک سکھائے گا۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ خطبہ حج مختصر رکھا جائے تاکہ لوگ اس دن دعائیں مانگنے کے لئے فارغ ہو جائیں خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حجاج بن یوسف کو مراسلہ لکھ کر اسے حکم دیا تھا کہ: ”حج کے کسی معاملے میں تم عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت نہ کرنا“ جب یوم عرفہ آگیا تو حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں حجاج کے پاس گئے اس وقت سورج ڈھل چکا تھا اور میں (راوی یعنی حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے سالم) آپ کے ساتھ تھا، آپ نے اس کے خیمے کے پاس پہنچ کر اسے آواز دی، وہ ایک زرد رنگ کی چادہ اوڑھے ہوئے خیمے سے باہر آیا اور کہنے لگا: ”ابو عبدالرحمن کیا بات ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے روانہ ہو جاؤ“ حجاج نے کہا: ”کیا اس وقت؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں اسی وقت“ یہ سن کر حجاج نے کہا: ”میرا انتظار کیجئے تاکہ میں اپنے جسم پر پانی بہاؤں اور پھر

روانہ ہو جاؤں گا" یہ سن کر آپ سواری سے اتر پڑے اور پھر حجاج غسل سے فارغ ہو کر باہر آگیا اور میرے اور میرے والد کے درمیان چل پڑا، میں نے حجاج سے کہا کہ: "اگر تم سنت پر عمل کرنا چاہتے ہو تو خطبہ مختصر کرو اور نماز میں تعیل کرو" یہ سن کر حجاج میرے والد کی طرف دیکھنے لگا تاکہ یہ بات وہ آپ کی زبان سے بھی سنے، جب میرے والد نے اس کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا: "سالم نے سچ کہا ہے" ۹۱۔

اگر حاجی امام کی نماز کے بعد عرفات پہنچے تو بھی وہ جمع بین الصلوٰتین کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کی نماز اگر جماعت سے رہ جاتی تو آپ اپنی چھو لداری کے اندر ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتے ۹۲۔

حاجی نماز کو وقوف یعنی دعا پر مقدم کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حج کیا، آپ نے ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھیں اور پھر دعا کے لئے وقوف کیا ۹۳۔

۲۔ دعا کے لئے وقوف: یوم عرفہ کو حاجی دعا کے لئے نیز اللہ کے سامنے گڑگڑانے کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لے گا۔ وہ دعا کے دوران قبلہ رخ کھڑا ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ عرفات کے اندر وقوف کے دوران قبلہ رخ کھڑے ہوتے تھے ۹۴۔ پھر یہ الفاظ کہے گا: "اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، واللہ الحمد، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، واللہ الحمد، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد، اللہم اھدنی بالھدی، وقنی بالتقوی، واغفر لی فی الاخرۃ والاوٰلی" پھر وہ اپنے ہاتھ اتنی دیر تک کے لئے نیچے لے آئے گا جتنی دیر میں ایک شخص سورہ فاتحہ کی تلاوت کر لیتا ہے۔ پھر اپنے ہاتھ اوپر اٹھا کر اسی طرح دعا کرے گا اور یہی عمل عرفات سے روانہ ہونے تک دہراتا رہے گا۔ ۹۵۔

۳۔ یوم عرفہ کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ حج کے اندر یوم عرفہ کو روزہ نہیں رکھتے تھے تاکہ جسمانی طور پر اس دن دعائیں کرنے اور اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی انہیں پوریت قوت حاصل رہے ۹۶۔ تاہم آپ اس دن روزہ رکھنے سے منع کرنے کی جرات نہیں کرتے تھے کیونکہ آپ نے اس بارے میں حضور ﷺ کی کوئی نہی نہیں سنی تھی۔ آپ فرماتے: "میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا، آپ نے عرفہ کے دن روزہ

نہیں رکھا، پھر میں نے ابو بکرؓ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا، میں عمرؓ کے ساتھ بھی حج کیا انہوں نے بھی یہ روزہ نہیں رکھا، میں نے عثمانؓ کے ساتھ حج کیا انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا، اس لئے میں یہ روزہ نہیں رکھوں گا اور نہ ہی اس کا حکم دوں گا نہ ہی اس سے روکوں گا“ ۹۷۔

اگر کوئی حاجی یوم عرفہ کا روزہ رکھ کر اسے توڑ دے تو اس پر اس کی قضا لازم آئے گی کیونکہ روزہ شروع کر لینے کے بعد یہ روزہ اس پر واجب ہو جائے گا ۹۸۔

ز۔ عرفات سے افاضہ یعنی رواجی: حاجی عرفات کے اندر اس دن کے غروب آفتاب تک رہے گا۔ غروب آفتاب کے بعد اس کے لئے وہاں سے نکلنا جائز ہو جائے گا اور وہ مزدلفہ کی طرف چل پڑے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے غروب آفتاب پر حضرت ابن الزبیرؓ سے کہا کہ: ”اب چل پڑیں“ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ افاضہ اس وقت درست سمجھتے تھے جب رات واضح ہو جاتی اور روزہ دار کا روزہ کھل جاتا ۹۹۔

حاجی کے لئے جائز ہے کہ وہ افاضہ کے اندر امام سے سبقت کر جائے۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ امام سے پہلے ہی عرفات سے روانہ ہو گئے تھے ۱۰۰۔ امام کے ساتھ نکلنا بھی حاجی کے لئے جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ امام کے ساتھ عرفات سے چلے تھے ۱۰۱۔

۲۰۔ مزدلفہ میں:

الف۔ ہم نے اوپر جو وقت بیان کیا ہے اس کے اندر حاجی عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوگا۔ اور وہاں پہنچتے ہی مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع تاخیر (مغرب کو اس کے وقت سے موخر کر کے) کی صورت میں ادا کرے گا۔ ان دونوں نمازوں کے لئے اذان اور اقامت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ روایتیں مختلف ہیں۔

ایک روایت کے مطابق دونوں نمازیں اذان کے بغیر ادا کی جائیں گی۔

دوسری روایت کے مطابق دونوں کے لئے ایک اذان دی جائے گی۔

اقامت کے بارے میں ایک روایت ہے کہ دونوں کی ایک ہی اقامت کسی جائے گی

دوسری روایت کے مطابق دونوں کے لئے دو اقامتیں کسی جائے گی۔

تیسری روایت کے مطابق یہ دونوں نمازیں بلا اذان و اقامت پڑھی جائیں گی^{۱۰۲}۔
ب۔ مزدلفہ میں رات گزارنا: حاجی مزدلفہ میں رات گزارے گا۔ یہ بات مستحب ہے کہ حاجی نماز فجر کے بعد قزح پر کھڑے ہو کر اللہ سے دعائیں کرے۔ حضرت ابن عمرؓ مزدلفہ میں قزح پر کھڑے ہوتے اور جب تک وہاں پہنچ نہ جاتے نہیں رکتے پھر وہاں پہنچ کر وقوف کرتے^{۱۰۳}۔

اگر حاجی کے لئے قزح پر جا کر وقوف کرنا ممکن نہ ہو تو پھر مزدلفہ میں جس جگہ چاہے وقوف کر لے کیونکہ پورا مزدلفہ موقوف یعنی جائے وقوف ہے سوائے وادی عمر کے^{۱۰۴}۔
 حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ قزح پر وقوف کے لئے ایک دوسرے کو دھکیل رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ”یہ لوگ دھکم پیل کیوں کر رہے ہیں، سارا مزدلفہ مشعر یعنی موقوف ہے“^{۱۰۵}۔

یہ مستحب ہے کہ حاجی کا قزح پر وقوف فجر کی نماز کے بعد ہو۔ وہ وہاں دن کا اجالا پوری طرح پھیل جانے تک وقوف کرے گا اور دعاؤں میں مصروف رہے گا اور طلوع شمس سے قبل منیٰ کی طرف چل پڑے گا۔

ج۔ مشعر حرام: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سارا مزدلفہ مشعر حرام ہے جس کا ذکر اللہ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹۸ کے اندر فرمایا ہے کہ (فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام اور جب تم عرفات سے چل پڑو تو مشعر حرام کے نزدیک اللہ کو یاد کرو)

عمر بن میمون کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے مشعر حرام کے متعلق پوچھا۔ آپ خاموش رہے پھر جب ہماری سواریاں مزدلفہ پہنچ گئیں تو آپ نے فرمایا: ”مشعر حرام کے بارے میں پوچھنے والا کہاں ہے؟ یہ ہے مشعر حرام“^{۱۰۶}۔

د۔ مزدلفہ سے نکلیاں اٹھانا: حضرت ابن عمرؓ مزدلفہ سے جمرہ عقبہ کی ری کے لئے نکلیاں اٹھا لیتے تھے تاکہ سواری سے اترنا نہ پڑے^{۱۰۷}۔
هـ۔ مزدلفہ سے منیٰ کی طرف خروج:

۱۔ گذشتہ سطور میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مرد حاجی فجر کی نماز کے بعد مزدلفہ میں وقوف کر کے اللہ سے دعائیں مانگے گا اور دن کا اجالا پھیل جانے تک نیز اونٹوں کو اپنے قدموں کی جگہ نظر آنے تک وہ یہ عمل جاری رکھے گا۔ پھر وہ مزدلفہ چھوڑ کی منی روانہ ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے ۱۰۸۔

یہ بات کمزورہ ہے کہ حاجی مزدلفہ سے روانگی کو طلوع شمس تک موخر کر دے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن الزبیرؓ مزدلفہ میں کھڑے رہے حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کیا طلوع شمس کا انتظار کیا جا رہا ہے، کیا زمانہ جاہلیت کے فعل کو اپنایا جا رہا ہے؟“ یہ کہہ کر آپ چل پڑے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ چل پڑے ۱۰۹۔

۲۔ البتہ عورتیں اور بچے مزدلفہ سے منی کی طرف نصف رات کے بعد روانہ ہو جائیں گے اس میں ان کے لئے سہولت رکھی گئی ہے اور انہیں بھیڑ بھاڑ سے بچایا گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی خواتین اور بچوں کو مزدلفہ سے منی پہلے بھیج دیتے تھے تاکہ وہ فجر کی نماز منی میں جا کر پڑھیں اور منی میں لوگوں کے پہنچنے سے پہلے رمی سے فارغ ہو جائیں ۱۱۰۔

۲۱۔ وادی عمر میں تیز قدموں سے چلنا: حاجی جب مزدلفہ سے منی کی طرف روانہ ہو گا تو اپنے قدموں پر چل کر جائے گا لیکن جب وادی عمر پہنچے گا جو مزدلفہ اور منی کے درمیان واقع ہے تو اپنی رفتار تیز کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ وادی عمر میں تیز قدموں سے چلتے تھے ۱۱۱۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ جب وادی عمر پہنچتے تو رفتار تیز کر دیتے اور یہ شعر پڑھتے

ایک تغدو قلقا و ضینہا مخالفا دین النصاری دینہا
معترضا فی بطنہا جینہا

”میری یہ اونٹنی اے اللہ تیری طرف صبح صبح چل پڑی ہے اور اس پر رکھا ہوا

پالان مل رہا ہے۔ اس کا دین نصاریٰ کے دین کے خلاف ہے اور اس کے پیٹ میں اس کا بچہ ترچھا پڑا ہوا ہے۔“

۲۲۔ جرہ عقبہ کی رمی:

الف۔ اس کا وقت: حاجی جس وقت مزدلفہ سے منی پہنچے گا جرہ عقبہ کی طرف جائے گا اور اسے وہ کنکریاں مارے گا جنہیں وہ اپنے ساتھ مزدلفہ سے لے کر آیا تھا۔ اگر اسے رات تک تاخیر ہو جائے تو اس کے لئے رات کے وقت رمی کرنا جائز ہوگا اور اس پر کوئی جرمانہ عائد نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ اور بیوی کی ایک بھتیجی جب اسے حیض آنے کی وجہ سے دیر سے مزدلفہ سے روانہ ہوئیں تو آپ نے انہیں رات کے وقت رمی کرنے کا حکم دیا۔ اس کی وضاحت آگے آئے گی۔

ب۔ رمی کے لئے با وضو ہونے کی شرط نہیں ہے: رمی بھار کرنے کے لئے با وضو ہونا شرط نہیں ہے۔ بنا بریں حیض یا نفاس والی عورت بھی رمی بھار کر سکتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ کے بھائی کی ایک بیٹی نے روایت کی ہے کہ اسے مزدلفہ میں حیض آگیا جس کی وجہ سے وہ اور صفیہ دونوں پیچھے رہ گئیں اور دسویں ذی الحجہ کو غروب شمس کے بعد منی پہنچیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے انہی اسی وقت رمی جرہ کرنے کا حکم دیا اور ان پر کوئی جرمانہ عائد نہیں کیا۔^{۱۱۲}

ج۔ بھار (جرہ کی جمع): اصول تو یہ ہے کہ سات کنکریوں کے ذریعے جرہ عقبہ کی رمی مکمل کی جائے یہ مستحب ہے کہ ہر کنکری خذف ریزوں یا بکریوں کی میٹگیوں کے برابر ہو۔^{۱۱۳}

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر سات کنکریاں مارنے میں ایک آدھ کنکری کی غلطی لگ جائے تو اس کی مٹجائش ہے۔ آپ فرماتے: ”مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ چھ کنکریاں ماروں یا سات“^{۱۱۴}۔

رمی کے بارے میں یا کنکریوں کی تعداد کے بارے میں شک کی حالت کے اندر رمی کا اعادہ جائز ہے۔ ابو جہل کہتے ہیں: ”میں نے رمی بھار کی لیکن مجھے یاد نہیں رہا کہ کتنی کنکریاں ماری ہیں میں نے ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا لیکن آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر میرے پاس سے ابن الحنفیہ گذرے میں نے ان سے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا

”اللہ کے بندے“ نماز سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی عبادت اہم نہیں ہے اور نماز میں جب شک ہو جائے تو اس کا اعادہ کر لیا جاتا ہے“ میں نے یہ بات حضرت ابن عمرؓ کو بتائی جسے سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ لوگ اہل بیت ہیں اور انہیں مسکوں کی سمجھ ہے“ ۱۱۵۔

یہ بات مستحب ہے کہ رمی جمار کرنے سے پہلے کنکریاں دھو ڈالے۔ حضرت ابن عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ آپ نے انہیں دھو ڈالا تھا ۱۱۶۔

د۔ سوار ہو کر رمی جمار کرنا: حاجی کے لئے جائز ہے کہ وہ پیدل یا سوار ہو کر جمرہ عقبہ پر آئے اور اسی حالت میں اسے رمی کرے۔ نافع کہتے ہیں کہ: ”حضرت ابن عمرؓ دسویں ذی الحجہ کو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر جمرہ عقبہ کی رمی کرتے تھے“ ۱۱۷۔

عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو جمرہ کے نزدیک ایک گدھے پر کھڑا دیکھا تھا ۱۱۸۔

ه۔ رمی کرتے وقت دعا: حاجی ہر کنکری کی رمی کے ساتھ اللہ اکبر کہے گا حضرت ابن عمرؓ ہر کنکری کے ساتھ ایک تکبیر کہتے تھے ۱۱۹۔

آپ نے لوگوں کو جمرہ کے نزدیک تکبیر و تہلیل کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ”رب کعبہ کی قسم بالکل یہی بات ہے“ جب آپ واپس آئے تو اس قول کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہی تقویٰ کا کلمہ ہے اور یہ لوگ اس کلمہ کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل ہیں“ ۱۲۰۔

جب حاجی جمرہ عقبہ کی رمی سے فارغ ہو جائے گا تو اس کے سامنے آکر اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا مانگے گا ”اللھم اجعلہ حجاً مبروراً و ذنباً مغفوراً و عملاً مشکوراً“ ۱۲۱۔

(اے اللہ! اسے مقبول حج بنادے، اسے گناہ بخشوانے کا ذریعہ بنادے اور اس عمل کو قدر دانی کے قائل بنادے)

اس دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے تھے اور دوسری روایت کے مطابق ہاتھ بلند نہیں کئے تھے ۱۲۲۔

و۔ رمی کرنے کے لئے نیابت: اگر حاجی کے ساتھ چھوٹے بچے بھی حج کریں تو ان میں سے جسے رمی کرنے کی استطاعت ہو وہ رمی کر لے اور جسے اس کی استطاعت نہ ہو اس کی طرف سے اس کا ولی رمی کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے بچوں کے ساتھ حج پر جاتے اور آپ کا جو بچہ رمی کرنے کی استطاعت رکھتا وہ رمی کر لیتا اور جو بچہ اس کی استطاعت نہ رکھتا اس کی طرف سے آپ رمی کرتے ۱۲۳۔

۲۳۔ احرام کھلنے کا پہلا مرحلہ: جب حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کر لے تو بیوی کے ساتھ ہبستری کرنے کے سوا اس پر حرام شدہ ہر کام حلال ہو جائے گا۔ طواف افاضہ کرنے تک اس کے لئے بیوی سے ہبستری حرام رہے گی ۱۲۴۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حاجی قربانی کر کے سر مونڈ لے تو بیویوں کے سوا ہر چیز اس کے لئے حلال ہو جائے گی ۱۲۵۔

اس قاعدے سے حج تمتع کرنے والا حاجی جس نے طواف اور سعی مؤخر کردی ہو مستثنیٰ رہے گا کیونکہ اس کے لئے صرف سر کے بال کترنا حلال ہو گا اور وہ جب تک طواف اور سعی نہیں کر لے گا اس تک نہ اپنے ناخن ترشوائے گا اور نہ ہی مونچھوں کے بال کتروائے گا ۱۲۶۔

اگر حاجی جمرہ عقبہ کی رمی کرنے اور سر مونڈنے کے بعد طواف زیارت سے پہلے بیوی کے ساتھ ہبستری کر لے تو اس پر نذیہ دینا اور سر مونڈنا لازم ہو گا ۱۲۷۔

۲۴۔ ہدی ذبح کرنا: اگر حاجی کے ساتھ ہدی یعنی قربانی کا جانور ہو یا تمتع ہو یا قارن ہونے کی وجہ سے اس پر ہدی واجب ہوا ہو یا اس نے ایسے فعل کا ارتکاب کر لیا ہو جو کسی دم یعنی جانور ذبح کرنے کا موجب بن گیا ہو تو ان صورتوں میں وہ جمرہ عقبہ کی رمی کرنے کے بعد اپنا ہدی ذبح کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنا جانور منی کے اندر منحر (جائے ذبح) کے پاس ذبح کرتے یا مکہ میں مردہ کے پاس اسے ذبح کرتے ۱۲۸۔

۲۵۔ طلق (سر مونڈنا) یا تقصیر (بال چھوٹے کروانا):

الف۔ حاجی اپنا ہدی ذبح کرنے کے بعد اپنے سر کے بال مونڈ لے گا یا انہیں چھوٹے کروائے گا اور اپنے ناخن بھی ترشوائے گا۔ ہدی ذبح کرنے سے پہلے اس کے لئے طلق

یا تفصیر جائز نہیں ہوگی۔ ”الموطا“ کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ: ”احرام والی عورت جب تک اپنی زلفیں چھوئی نہیں کرائے گی اس وقت تک بالوں میں کنگھی نہیں کرے گی اور اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو ہدی ذبح کرنے سے پہلے اپنے بال چھونے نہیں کرائے گی“ ۱۲۹۔

ب۔ حاجی کے لئے حلق سے پہلے اپنا سر دھولیتا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر حاجی رمی جمرہ کر لے تو سر مونڈنے سے پہلے غطی (بال صاف کرنے والی اشیاء) کے ساتھ سر دھولینے میں کوئی حرج نہیں ہے“ ۱۳۰۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے ۱۳۱۔

ج۔ حج یا عمرہ کرنے والے پر حلق یا تفصیر واجب ہے ۱۳۱۔ ب۔ لیکن اگر اس نے احرام کے اندر اپنے بالوں پر گوند وغیرہ چپکائے ہوں تو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس پر حلق واجب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: جس شخص نے احرام کے لئے اپنے بالوں پر گوند وغیرہ چپکائے ہو تو اس پر حلق واجب ہوگا“ نیز فرمایا: ”جس شخص نے اپنے بالوں پر گوند چپکائے ہوں یا بال گوندھ لئے ہوں یا ان کی مینڈھیاں بنالی ہوں وہ اپنے بال مونڈ لے“ ۱۳۲۔

د۔ حضرت ابن عمرؓ جب حج یا عمرہ کے اندر اپنے سر مونڈتے تو کپٹی تک مونڈتے آپ بال مونڈنے والے سے کہتے کہ ہڈی تک مونڈ دو ۱۳۳۔ آپ اپنی داڑھی اور مونچھوں کے بال کتر واکر انہیں سنوار دیتے ۱۳۴۔

اگر حاجی بال چھونے کرائے تو انگلی کے ایک پور کے برابر چھونے کرائے گا ۱۳۵۔ اسی طرح عورت ایک پور کے برابر بال چھونے کرائے گی اور حلق نہیں کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”احرام والی عورت اپنے سر کے بال اکٹھا کر کے انگلی کے پور کے برابر کاٹ دے گی“ ۱۳۶۔ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق انگشت شہادت کے برابر چھونے کرائے گی ۱۳۷۔

ه۔ گنجا حاجی اپنے سر پر استرہ پھیرے گا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ”منجے تھے“ آپ حج یا عمرہ کے اندر اپنے سر پر استرہ پھیر لیتے تھے ۱۳۸۔

۲۶۔ طواف افاضہ:

الف۔ پھر حاجی کعبہ کی طرف چل پڑے گا اور سات چکر لگا کر طواف کعبہ مکمل کرے گا۔ اس طواف میں وہ رمل نہیں کرے گا^{۱۳۹}۔ اسے طواف زیارت یا طواف افاضہ کہتے ہیں یہ طواف فرض ہے اور اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا کیونکہ سورہ حج کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد باری ہے (ثم لیقضوا تفہم ولیوفوا نذورہم ولیطوفوا بالیت العتیق پھر وہ اپنے میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور پرانے گھر یعنی بیت اللہ کا طواف کریں) حضرت ابن عمرؓ یوم النحر کو چلتے اور طواف زیارت کر کے پھر منیٰ کی طرف لوٹ آتے اور ظہر کی نماز پڑھتے^{۱۳۹}۔ ب۔ یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ طواف افاضہ کرنے میں تعیل کرتے تھے حتیٰ کہ آپ اس دن کے تمام افعال پے در پے کرتے اور انہیں پورا کرنے میں تعیل سے کام لیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جمرہ عقبہ کی رمی کے بعد جانور کی قربانی کرتے پھر سر مونڈتے پھر بیت اللہ کی طرف چل پڑتے اور اہل خانہ کی طرف جانے سے پہلے طواف زیارت کرتے۔^{۱۴۰}

ب۔ حلق پر طواف افاضہ کی تقدیم: اگر حاجی حلق پر طواف افاضہ کو مقدم کر دے تو وہ حلق کے بعد طواف افاضہ کا اعادہ کرے گا۔ کیونکہ اس دن کے افعال کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی جائے پھر جانور ذبح کیا جائے پھر حلق کرایا جائے۔ اور پھر طواف افاضہ کیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک افعال کی یہ ترتیب واجب تھی آپ نے اپنے خاندان کے شخص المجر کو دیکھا کہ اس نے لاعلمی کی وجہ سے حلق یا تقصیر سے پہلے طواف افاضہ کر لیا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ جاکر حلق یا تقصیر کرائے اور پھر بیت اللہ واپس جاکر طواف افاضہ کرے^{۱۴۱}۔

طبری نے ”تہذیب الآثار“ کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رمی جمرہ کرنے کے بعد اسی حالت میں جاکر طواف افاضہ کر لیا۔ حضرت ابن عمرؓ ”جب جانور ذبح کرنے کے بعد حلق کرا لیتے تو کوئی شخص طواف افاضہ کرنے کے لئے بیت اللہ پہنچنے میں آپ سے سبقت نہ لے سکتا۔ آپ نے منحر (جائے قربانی) میں جانور ذبح کیا اور پھر بیت اللہ کی طرف چل پڑے۔ وہاں آپ نے مذکورہ شخص کو دیکھا اور

اسے دیکھ کر متعجب ہوئے اور پوچھا: ”بھتیجے، تم نے کس طرح تمام افعال سرانجام دیئے ہیں“ اس نے جواب میں کہا کہ میں رمی جمرہ کیا اور پھر یہاں آکر طواف افاضہ کر لیا یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”واپس جاؤ اور حلق یا تقصیر کراؤ پھر واپس آکر بیت اللہ کا طواف کرو“ ۱۳۲۔

۲۷۔ احرام کھلنے کا دوسرا مرحلہ: جب حاجی طواف افاضہ کر لے تو اس پر حرام شدہ تمام امور بشمول بیوی کے ساتھ مہستری حلال ہو جائیں گے ۱۳۳۔

۲۸۔ منیٰ کی طرف دوبارہ آنا: جب حاجی طواف افاضہ کر چکے تو منیٰ کی طرف دوبارہ آئے گا اور وہاں تین دن قیام کرے گا اور وہیں رات گزارے گا حضرت ابن عمرؓ نے منیٰ کے ایام میں منیٰ کے سوا کسی اور جگہ جا کر رات گزارنے کو مکروہ قرار دیا ہے تاہم ایسا کرنے پر کوئی فدیہ لازم نہیں کیا ہے۔ ۱۳۴۔ آپ طواف افاضہ کے بعد جلد از جلد منیٰ واپس آجاتے اور ظہر کی نماز یہیں آکر پڑھتے یہ بات (مادہ جج نمبر ۲۶ کے جز الف) میں بیان ہو چکی ہے۔

۲۹۔ منیٰ میں نماز: مسافر منیٰ کے اندر نماز میں قصر کرے گا البتہ اگر وہ مقیم امام کی اقتداء میں نماز پڑھے گا تو امام کی طرح پوری نماز پڑھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جج کے اندر منیٰ میں جب امام کے پیچھے نماز ادا کرتے تو چار رکعتیں پڑھتے اور جب تنہا پڑھتے تو دو گانہ پڑھتے ۱۳۵۔

۳۰۔ ایام تشریق میں رمی جمار:

الف۔ رمی کے لئے غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ رمی جمار کے لئے غسل کرتے ۱۳۶۔

ب۔ رمی کے لئے پیدل جانا: حاجی رمی کرنے کے لئے پیدل جائے اور پیدل واپس آئے۔ کیونکہ ان ایام میں نہ تو کسی مشقت کا سامنا ہوتا ہے اور نہ ہی تھکاوٹ کا حضرت ابن عمرؓ یوم النحر کے بعد ایام تشریق کے ان تین دنوں میں رمی جمار کے لئے پیدل جاتے اور پیدل واپس آتے ۱۳۷۔

ج۔ رمی کا وقت: ایام تشریق کے تمام دنوں میں حاجی زوال شمس کے بعد ہی رمی جمار کرے گا۔ ویرہ بن عبد الرحمن نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: ”میں کب رمی جمار کروں؟“ آپ نے جواب دیا: ”جب تمہارا امام رمی کرے تو تم بھی رمی کرو“ جب

دیرہ نے اپنا یہی سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا: ”ہم وقت کے انتظار میں رہتے، پھر جب سورج ڈھل جاتا تو ہم رمی کرتے“ ۱۳۸۔ آپ زوال شمس کے بعد رمی کرتے ۱۳۹۔ اگر حاجی زوال شمس سے پہلے رمی کر لے تو اسے دوبارہ رمی کرنا ہوگی ۱۵۰۔

اس قاعدے سے کوئی شخص مستثنیٰ نہیں ہے نہ تو چرواہے اور نہ دیگر لوگ۔ حضرت ابن عمرؓ اونٹوں کے چرواہوں کے لئے رمی جمار کے سلسلے میں باری مقرر کر دیتے، جو چرواہے آپ کے پاس ہوتے انہیں آپ زوال شمس کے بعد رمی کرنے کا حکم دیتے پھر یہ لوگ اونٹوں کے پاس چلے جاتے اور اونٹوں کے پاس موجود چرواہے آکر رمی کر لیتے اور یہیں ٹھہرے رہتے حتیٰ کہ اگلے دن زوال شمس کے بعد رمی کر لیتے ۱۵۱۔

د۔ رمی جمرات کی کیفیت اور اس موقع پر دعا: حضرت ابن عمرؓ سب سے قریب کے جمرہ (الجمرۃ الدنیا) کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے پھر آگے چلے جاتے یہاں تک کہ وادی کے نرم حصے میں پہنچ جاتے اور پھر دیر تک قبلہ رخ کھڑے ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے رہتے۔ پھر حمرہ وسطیٰ کو کنکریاں مارتے پھر شمال کی طرف بڑھتے اور نرم زمین میں پہنچ کر قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے رہتے۔ آپ دیر تک کھڑے رہتے اور پھر بطن وادی کے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتے۔ یہاں آپ کھڑے نہ ہوتے پھر واپس ہوتے اور فرماتے: ”میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا“ ۱۵۲۔

آپ کی دعا کے الفاظ کے لئے دیکھئے (ماہ حج نمبر ۲۲ کا ج ۷)

۳۱۔ منیٰ سے کوچ میں تعیل کرنا: سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے (واذکروا اللہ فی ایام معدودات، فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیہ ومن تاخر فلا اثم علیہ لمن اتقی، واتقوا اللہ واعلموا انکم الیہ تحشرون اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو جو شخص دو دنوں کے اندر تعیل سے کام لے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر سے کام لے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، ان لوگوں کے لئے جو پرہیزگار ہوں، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم سب اسی کے پاس اٹھائے جاؤ گے) یہ آیت اس بات کی اطلاع دیتی ہے کہ جو شخص ایام تشریق کے دوسرے دن تیسوں جمرات کی رمی کے بعد

منی چلے جانا پسند کرے وہ گناہوں سے بخشش کے ساتھ واپس جائے گا اور جو شخص ایام تشریق کے تیسرے دن تینوں جہرات کی رمی کے بعد واپس جانا چاہے وہ بھی گناہوں سے بخشش کے ساتھ واپس جائے گا ۱۵۳۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ احرام کی کسی خلاف ورزی کے مرتکب شخص کے لیے یہ بات پسند کرتے تھے کہ وہ ایام تشریق کے تیسرے دن تینوں جہرات کی رمی کے لئے منی میں ٹھہرا رہے کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ پہلے دو دنوں کے اندر واپسی ان لوگوں کے لئے ہے جو متقی ہوں یعنی احرام کی ہر خلاف ورزی سے بچے ہوئے ہوں لیکن اگر حاجی ایام تشریق کے دوسرے دن تینوں جہرات کی رمی کر لے اور پھر منی سے غروب آفتاب سے پہلے روانہ نہ ہو تو اس پر اگلے دن تک قیام کرنا واجب ہو گا وہ اگلے دن زوال کے بعد تینوں جہرات کی رمی کرے گا پھر منی سے کوچ کرے گا آپ نے فرمایا: ”جو شخص ایام تشریق کے درمیان والے دن میں منی کے اندر ہو اور اسی حالت میں سورج غروب ہو جائے تو جب تک اگلے دن رمی جمار نہ کر لے اس وقت تک منی سے ہرگز کوچ نہ کرے“ ۱۵۵۔

۳۲۔ تحصیب: جو شخص منی سے روانہ ہو اس کے لئے عصب میں جانا مستحب ہے یہ انط (آبی گذرگاہ جس میں چھوٹے چھوٹے سنگریزے ہوں) ہے اس کی حد دونوں پہاڑوں کے درمیان سے مقبرہ تک ہے حاجی وہاں اتر کر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے گا اور پھر تھوڑی دیر کے لئے لیٹ جائے گا اور پھر رات کے وقت مکہ میں داخل ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے اور حضور ﷺ سے اس کی روایت کرتے تھے ۱۵۶۔

۳۳۔ طواف وداع: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ طواف وداع ایسا فریضہ ہے جسے ترک کرنا جائز نہیں۔ آپ فرماتے: ”کوئی شخص بیت اللہ کا طواف کئے بغیر نہ جائے کیونکہ مناسک کا آخری حصہ بیت اللہ کا طواف ہے“ ۱۵۷۔

آپ فرماتے: ”حاضہ عورت جب تک طواف وداع نہ کر لے کوچ نہ کرے“ لیکن جلد ہی آپ نے اپنی یہ رائے بدل لی اور فرمایا: ”اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو رخصت دی ہے“ ۱۵۸۔ بتا بریں طواف وداع واجب ہے اور اسے ترک

کرنے کی رخصت کسی کو حاصل نہیں البتہ اگر عورت کو طواف افاضہ کے بعد حیض آجائے تو اسے طواف وداع ترک کرنے کی رخصت ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مسلک تھا۔

۳۴۔ گھر واپس جاتے ہوئے راستے میں تکبیر کنا: حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ جو شخص حج یا عمرہ سے فارغ ہو کر اپنے گھر کی طرف چل پڑے وہ راستے میں جب کسی اونچی جگہ پر پہنچے تو تکبیر کہے۔ آپ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی غزوہ یا حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ہر اونچی جگہ مثلاً ٹیلے وغیرہ پر پہنچ کر تین دفعہ تکبیر کہتے اور پھر فرماتے: ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ لہ الملک ولہ الحمد وهو علی کل شئی قذیر“ انبون‘ تانبون‘ عابدون‘ ساجدون‘ لربنا حامدون صدق اللہ وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں‘ بادشاہت اسی کی ہے اور تمام حمد و ثنا اسی کے لئے ہے‘ وہ ہر چیز پر قادر ہے‘ ہم واپس آرہے ہیں‘ ہم توبہ کر رہے ہیں‘ ہم عبادت گزار ہیں‘ ہم سجدہ ریز ہیں‘ ہم اپنے رب کی حمد و ثنا کر رہے ہیں‘ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا‘ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا کافروں کے گروہوں کو شکست دی) ۱۵۹۔

۳۵۔ زیارت رسول ﷺ: حضرت ابن عمرؓ یہ بات پسند کرتے تھے کہ حاجی جب حج سے فارغ ہو جائے تو مدینہ منورہ میں زیارت رسول ﷺ کے لئے چل پڑے۔ آپ اس بارے میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے تھے کہ: ”جس شخص نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا سے کام لیا“ ۱۶۰۔

۳۶۔ میقات میں اتر کر نماز کی ادائیگی: حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات پسند تھی کہ حاجی جب اپنے وطن کو لوٹے تو میقات سے گزرتے ہوئے وہاں اتر کر نماز ادا کرے آپ جب حج یا عمرہ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ منورہ جاتے تو ذوالخلفہ میں بطحاء (چھوٹے چھوٹے سنگریزوں والی آبی گذرگاہ) کے مقام پر اپنی اونٹنی بٹھا دیتے تھے۔ اس مقام پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم بھی اپنی اونٹنی بٹھا دیا کرتے تھے ۱۶۱۔

۳۷۔ حج کی انواع: عمرے کے ساتھ حج کی تین انواع ہیں‘ افراد‘ تمتع‘ قرآن

الف۔ حج افراد یہ ہے کہ احرام باندھنے والا صرف حج کی نیت کرے جب کہ اشرج کے اندر اس نے پہلے عمرہ نہ کیا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق افراد حج کی افضل ترین نوع ہے^{۱۲}۔ اس لئے کہ یہ اس حیثیت سے حج کی اکمل ترین صورت ہے کہ اس میں میقات سے احرام کی تکمیل کی جاتی ہے اور اس کے مناسک میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کی جاتی۔

ب۔ حج تمتع یہ کہ حج پر جانے والا اشرج کے اندر عمرہ کر لے اور پھر عمرے کا احرام کھول دے اور بعد میں حج کے لئے احرام باندھے۔

۱۔ حج تمتع کی فضیلت: حضرت ابن عمرؓ سے منقول ایک روایت کے مطابق حج تمتع افراد اور قرآن سے افضل ہے۔ آپ حج تمتع کرنے کی غرض سے مکہ میں وارد ہوتے^{۱۲}۔ ب۔ اور فرماتے: ”بجدا“ حج سے پہلے عمرہ کر لینا اور ہڈی لانا مجھے حج کے بعد ذی الحجہ میں عمرہ کرنے سے زیادہ ”پسند ہے“^{۱۳}۔

۲۔ اس کی شرطیں: حج تمتع کرنے والے کے لئے تین شرطیں ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حج کے مہینوں میں عمرہ ادا کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ عمرہ کرنے کے بعد اپنے گھر واپس نہ آئے۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: ”جو شخص حج کے مہینوں یعنی شوال یا ذی قعدہ یا ذی الحجہ میں حج سے پہلے عمرہ کر کے مکہ میں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ حج کا وقت آجائے اور پھر وہ حج بھی کر لے تو وہ حج تمتع کرنے والا (متمتع) کہلائے گا“ لیکن اگر وہ اشرج میں عمرہ کر کے واپس اپنے گھر آجائے تو وہ متمتع نہیں ہوگا۔^{۱۴}

تیسری شرط یہ ہے کہ حج تمتع کرنے والا حدود حرم میں رہنے والا نہ ہو بلکہ حدود حرم سے باہر کا باشندہ یعنی آفاقی ہو۔

۳۔ متمتع حج کا احرام کب باندھے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳ کا جز ۲)۔

۴۔ متمتع کا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کو طواف افاضہ کے بعد تک کے لئے موخر کر دینا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ جز ب)۔

۵۔ متمتع پر واجب ہونے والا امر: اگر ایک شخص حج کا وقت آنے تک عمرے کا فائدہ

اٹھالے یعنی حج تمتع کر لے تو اس پر ہدی واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ واجب شدہ ہدی بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے۔ آپ نے فرمایا: ”تمتع پر بدنہ یعنی اونٹ یا گائے واجب ہے“ ۱۶۵۔

غیلان بن جریر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے لوگوں نے ہدی تمتع کے بارے میں پوچھا وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ بکری ہدی تمتع ہے۔ ان کی بات سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”بکری ۱۱ بکری ۱۱“ آپ نے چلا کر یہ بات کہی اور پھر فرمایا: ”نہیں“ گائے یا اونٹنی“ ۱۶۶۔

اگر تمتع کو گائے یا اونٹ میسر نہ ہو تو اس صورت میں بکری سے بھی کام چل جائے گا۔ ایک یمنی شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اس نے اپنے سر کے بال گوندھ رکھے تھے اور آپ سے پوچھا کہ میں صرف عمرہ کرنے کا احرام باندھ کر آیا ہوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”اگر میں تمہارے ساتھ ہوتا یا تم مجھ سے پہلے ہی پوچھ لیتے تو میں تمہیں حج قرآن کرنے کا حکم دیتا“ یہ سن کر اس شخص نے کہا: ”ایسا ہی ہوا ہے“ اس پر آپ نے فرمایا: ”تمہارے سر کے جو بال بکھرے ہوئے رہ گئے ہیں انہیں کاٹ دو اور ہدی قربانی دو“ یہ سن کر ایک عراقی خاتون نے پوچھا: ”اس کا ہدی کیا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”اس کا ہدی“ عورت نے پھر اپنا سوال دہرایا تو آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے ذبح کرنے کے لئے صرف بکری ہی میسر ہوتی تو روزہ رکھنے کی بجائے مجھے یہ عمل زیادہ پسند ہوتا“ ۱۶۷۔

اگر تمتع کو ہدی میسر نہ ہو تو اس پر حج کے دوران تین روزے اور گھر واپس جا کر سات روزے واجب ہوں گے۔ ان روزوں کے بغیر اس کا حج تمتع مکمل نہیں ہوگا۔ ۱۶۸۔

وہ مذکورہ تین روزے حج کا احرام باندھنے پر رکھے گا اور آخری یعنی تیسرا روزہ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کو ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمتع محرم ہونے کی حالت میں ہی روزے رکھے گا۔ وہ صرف اسی طرح یہ روزہ رکھے گا“ ۱۶۹۔ نیز فرمایا: ”روزے اس شخص کے لئے ہیں جو حج کا وقت آنے تک عمرہ کرنے کا فائدہ اٹھائے

اور اسے ہدی میسر نہ ہو۔ وہ حج کا احرام باندھنے سے لے کر یوم عرفہ کے درمیان یہ روزے رکھے گا“ ۱۷۰۔ آپ نے سورہ بقرہ میں قول باری (فمن تمتع بالعمرة الى الحج فما استيسر من الهدى) فمن لم يجد فصيام ثلثة ايام فى الحج وسبعة اذا رجعتم جو شخص حج آنے تک عمرہ کا فائدہ حاصل کرے تو جو ہدی میسر ہو اس کی قربانی دے۔ جس شخص کو یہ میسر نہ ہو وہ حج میں تین دن روزے رکھے اور سات دن روزے رکھے جب تم واپس ہو جاؤ کی تفسیر میں فرمایا: ”حج میں تین دن“ اور آخری دن یوم عرفہ ہو“ ۱۷۱۔

نووی نے ”المجموع“ کے اندر بڑی دور کی کوڑی لائی ہے اور حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا کہ عمرہ کی حالت میں حج کا احرام باندھنے سے پہلے تین دنوں کے یہ روزے جائز ہیں ۱۷۲۔

اگر تمتع کسی سبب کی وجہ سے ہمارے مذکورہ ایام میں روزے نہ رکھ سکے تو اس کے لیے ایام منیٰ یعنی ایام تشریق میں یہ روزے رکھنا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تمتع سے ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں میں روزے فوت ہو جائیں یعنی وہ ان دنوں میں روزے نہ رکھ سکے تو ایام تشریق کے دوران روزے رکھے گا کیونکہ ایام تشریق بھی حج میں شمار ہوتے ہیں“ ۱۷۳۔ باقیمانہ سات روزے وہ اپنے گھر واپس جا کر رکھے گا ۱۷۴۔

ج۔ حج قرآن یہ ہے کہ ایک شخص نیت اور عمل دونوں کے ذریعے حج اور عمرہ کو جوڑ دے حج قرآن اہل آفاق (حدود حرم سے باہر رہنے والوں) کے ساتھ خاص ہے، اہل مکہ حج قرآن نہیں کریں گے کیونکہ ارشاد باری ہے (ذلک لمن لم یکن حاضری المسجد الحرام یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو مسجد حرام کے قریب بسنے والے نہ ہوں) ۱۷۵۔

۱۔ حج قرآن کرنے والے پر صرف وہی افعال لازم ہوں گے جو حج افراد کرنے والے پر لازم ہوتے ہیں یعنی اسکے حج اور عمرے کے لئے ایک طواف اور ایک سعی کافی ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص نے حج اور عمرے کا احرام باندھ لیا اس کے لئے

ایک طواف کافی ہوگا“ ۱۷۶۔

حضرت ابن عمرؓ فتنہ یعنی خانہ جنگی کے ایام میں عمرے کا احرام باندھ کر مکہ کی طرف چل پڑے اور فرمایا: ”اگر ہمیں بیت اللہ تک پہنچنے سے روک دیا گیا تو ہم وہی کریں گے جو ہم نے حضور ﷺ کی معیت میں کیا تھا“ آپ نے عمرے کا احرام اس لئے باندھا تھا کہ حضور ﷺ نے بھی حدیبیہ کے سال عمرے کا احرام باندھا تھا، پھر حضرت ابن عمرؓ نے حالات کا جائزہ لیا اور فرمایا: ”جج اور عمرے کا معاملہ ایک ہی ہے“ پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”دونوں کا معاملہ ایک ہی ہے، میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے عمرے کے ساتھ جج لازم کر لیا“ پھر آپ چل پڑے اور بیت اللہ پہنچ کر ایک طواف کیا اور اسے کافی سمجھا اور پھر ہدی کی قربانی دی ۱۷۷۔

۲۔ اگر حاجی جج اور عمرے کا قرآن کرے تو اس پر بدنہ لازم ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص جج اور عمرے کے درمیان قرآن کرے تو اس پر بدنہ لازم ہوگا۔“ آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ بکری لازم ہوگی یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”بکری کی بہ نسبت روزے رکھ لیتا مجھے زیادہ پسند ہوگا“ ۱۷۸۔

۳۔ جج قرآن کی فضیلت: حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے کے مطابق قرآن افراد سے افضل ہے۔ کثیر بن جہان کہتے ہیں کہ میں نے چند دوسرے لوگوں کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص قرآن کا احرام باندھ لیتا ہے، اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ دو اجر لے کر واپس ہوگا اور تم صرف ایک اجر کے ساتھ واپس جاؤ گے“ ۱۷۹۔

۳۸۔ جج فاسد کر دینا: جج کو صرف یہ بات فاسد کر دیتی ہے کہ حاجی طواف افاضہ مکمل کرنے سے قبل اپنی بیوی سے ہمبستری کر لے۔ جو شخص ایسا کرے اس پر اپنا جج مکمل کرنا اور بدنہ قربانی کرنا واجب ہوگا اور پھر وہ اگلے سال اپنے جج کا اعادہ کرے گا ۱۸۰۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایسے ہی شخص کے بارے میں فرمایا: ”وہ اپنا جج مکمل کرے گا اور پھر اگلے سال جج کرے گا اور ہدی قربانی کرے گا“ ۱۸۱۔

آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا: ”میں نے تمام مناسک ادا کر لئے تھے

صرف بیت اللہ کا طواف رہتا تھا کہ میں نے اپنی بیوی سے مہستری کر لی ”آپ نے جواب دیا: ”تم باتمناہ اعمال ادا کرو اور ایک جانور کی قربانی دو اور اگلے سال تم پر حج کرنا لازم ہوگا“ وہ شخص کہنے لگا: ”میں دو دروازے کے علاقے سے آیا ہوں“ آپ نے اپنی پہلی بات پھر دہرا دی ^{۱۸۲}۔

۳۹۔ حج فوت ہو جانا: وقوف عرفات کا وقت فوت ہو جانے کی صورت میں حج فوت ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص حج کا احرام باندھ لے لیکن اس سے وقوف عرفات رہ جائے تو وہ اپنے حج کو عمرے میں تبدیل کر دے گا اور اس پر اگلے سال حج اور ہدی کا لزوم ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس حاجی کو لیلۃ النحر (دسویں ذی الحجہ کی رات) مل جائے اور وہ طلوع فجر سے پہلے پہلے عرفات کی پہاڑیوں میں وقوف کر لے اس کا حج ہو جائے گا اور جو شخص طلوع فجر سے پہلے وقوف عرفات نہ کرے اس کا حج رہ جائے گا۔ اسے چاہئے کہ بیت اللہ آکر طواف کے سات چکر لگائے اور صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر سعی کے کانے اور پھر حلق کرالے یا اگر چاہے تو تقصیر یعنی بال چھوٹے کرالے۔ اگر اس کے ساتھ ہدی ہو تو حلق سے پہلے اسے ذبح کر لے اور پھر اپنے گھر واپس چلا جائے۔ پھر اگر اگلے سال حج کا موسم آجائے تو اگر استطاعت رکھتا ہو تو حج کر لے اور ہدی بھی لائے۔ اگر ہدی میسر نہ ہو تو حج کے دوران تین دن روزے رکھے اور گھر واپس جا کر سات روزے رکھے“ ^{۱۸۳}۔

۴۰۔ حج میں واجب ہونے والا ہدی (دیکھئے مادہ ہدی)

حجاب (پردہ)

۱۔ تعریف: یہاں حجاب سے مراد محبوب ہے یعنی عورت کے جسم کے وہ حصے جنہیں پوشیدہ رکھنا واجب ہے۔

۲۔ اجنبی مرد سے عورت کا پردہ

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ آزاد عورت اجنبی مرد کے سامنے اپنے چہرے

اور دونوں کف دست کے سوا جسم کے تمام حصے پوشیدہ رکھے گی ۱۸۴۔
 بتائیں آپ سورہ النور آیت نمبر ۳۱ میں قول باری (ولایبدین زینتہن الا ما ظہر
 منها اور وہ اپنی زینت ظاہر نہیں کریں گی مگر جو اس میں سے ظاہر ہو) کی تفسیر کرتے
 ہوئے فرماتے: ”چہرہ اور دونوں کف دست اور ہتھیلیوں میں لگی ہوئی مندی اور
 آنکھوں میں لگا ہوا سرمہ“ ۱۸۵۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک لونڈی کے جسم کے مستور حصے ناف سے لے کر گھٹنے
 تک ہیں۔ بتائیں اس پر صرف اپنے جسم کے مذکورہ بالا حصوں کو مستور رکھنا واجب
 ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا بالغ لونڈی صرف ایک
 ازار میں نکل سکتی ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا میں نے پوچھا کہ وہ کس
 طرح؟ آپ نے جواب دیا: ”اس زمانے میں لوگوں کے اندر تنگدستی تھی“ میں نے پھر
 پوچھا: ”اللہ نے اب ہمارے لئے فراخی پیدا کر دی ہے“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اب
 میرا بیچھا چھوڑ بھی دو“ ۱۸۶۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے جسم کے جن حصوں
 کو ظاہر کرنا جائز ہے، انہیں زیب و زینت کے ساتھ بھی ظاہر کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس
 اظہار سے مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود نہ ہو۔ اگر عورت اپنا چہرہ ظاہر کرے تو
 اس کے لئے اسے ایسی حالت میں بھی ظاہر کرنا جائز ہوگا جب آنکھوں میں سرمہ لگا ہو
 اور رخسار پر سرنخی لگی ہو۔ اگر عورت اپنے دونوں کف دست ظاہر کرے تو انگلی میں
 انگوٹھی پہن کر یا ہتھیلیوں میں مندی لگا کر انہیں ظاہر کرنا جائز ہوگا۔ ہم نے یہ بات
 حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے اخذ کی ہے جس کا ذکر درج بالا آیت کی تفسیر میں
 ہو چکا ہے۔

۳۔ عورت کا پردہ کس طرح ہوگا؟

عورت کا پردہ دو کپڑوں کے ذریعے ہوتا ہے یعنی دوپٹہ اور لمبی چادر کے ذریعے
 الف۔ دوپٹے کے ذریعے اپنا سر، گردن اور کان ڈھانپے گی اور دوپٹے کا باقی حصہ اپنے
 سینے کے اس حصے کو پوشیدہ رکھنے میں استعمال کرے گی جو قمیص کے گلے کے طور پر کھلا

رہ جاتا ہے سورہ نور آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد باری ہے (ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال رکھیں)

ب۔ جلباب یعنی لمبی چادر عورت اپنے لباس پر اوڑھ لے گی۔ لباس میں چونکہ زیب و زینت کی اکثر رعایت کی جاتی ہے اس لئے یہ لمبی چادر زیب و زینت والے لباس کو اجنبی مردوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دے گی۔ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد باری ہے (یاایہا النبی قل لازواجک وبناتک و نساء المومنین یدنین علیهن من جلابیہن اے نبی اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور اہل ایمان کی خواتین سے کہو کہ وہ اپنے اوپر لمبی چادریں اوڑھے رکھیں)

بوڑھی عورت کے لئے جس کی ذات میں مردوں کو کوئی دل چسپی نہ ہو رخصت ہے کہ وہ مردوں کے سامنے اپنی لمبی چادر اتار دے نیز یہ کہ ان کے سامنے اپنے لباس میں آئے۔ کیونکہ اس عمر میں عام طور پر اس کا لباس زیب و زینت سے عاری ہوتا ہے اور اس لباس کی وجہ سے دیکھنے والوں کے دلوں میں کوئی غلط خیال پیدا نہیں ہوتا۔

بوڑھی عورت عام طور پر یہ لباس جسم چھپانے اور سردی سے بچنے کے لئے پہنتی ہے۔ سورہ نور آیت نمبر ۶۰ میں ارشاد باری ہے (والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبرجات بزینہ وان یتعففن خیر لهن واللہ سمیع علیم اور جو عورتیں جوانی سے گذری بیٹھی ہوں نکاح کی امیدوار نہ ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار کر رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں تو ان کے حق میں اچھا ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے) حضرت ابن عمرؓ نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: ”اگر وہ اپنی چادر اتار کر رکھ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے“ ۱۸۷۔

حجامتہ (سینگلی لگانا)

- ۱۔ تعریف: زخم سے خون یا پیپ چوسنا حجامت کا عمل کہلاتا ہے
- ۲۔ حجامت کے ذریعے علاج کی مشروعیت: حجامت کے ذریعے علاج مشروع ہے۔

حضرت ابن عمرؓ اور آپؓ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اپنایا تھا سیٹگی لگانے کا عمل اس شخص کو کرنا چاہئے جو اس میں ماہر ہو اور اسے اس میں دسترس حاصل ہو۔ بچے کے اندر عموماً یہ مہارت نہیں ہوتی نیز بوڑھے شخص کے اندر بھی جس کے ہاتھ کانپ رہے ہوں یہ مہارت کمزور ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے نافع سے فرمایا: ”میرے خون کا دباؤ بڑھ گیا ہے کوئی جام تلاش کرو، لیکن یہ جام نہ تو کوئی کم عمر لڑکا ہو اور نہ ہی بوڑھی عمر والا ہو، کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ: ”نہار منہ سیٹگی لگوانے میں شفاء اور برکت ہوتی ہے۔ اس سے عقند کی اور قوت حافظہ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور اس سے حافظ کا حافظہ اور بڑھ جاتا ہے۔“^{۱۸۸}۔

ب۔ حجامت کے آثار:

الف۔ اس سے وضوء نہیں ٹوٹتا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں جسم سے خون کے اخراج کی وجہ سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ بنا بریں حجامت سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ آپؓ نے فرمایا: ”سیٹگی لگوانے والے پر صرف اپنے محاجم (سیٹگی لگنے کے مقامات) کو دھو لینا لازم ہے“^{۱۸۹}۔ (دیکھئے مادہ دم نمبر ۳)

ب۔ حجامت کی وجہ سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ بھی تھی کہ سیٹگی لگوانے کا عمل روزے کو فاسد نہیں کرتا^{۱۹۰}۔ اس لئے آپؓ روزے کی حالت میں بھی سیٹگی لگوا کر تھے^{۱۹۱}۔ لیکن جلد ہی آپؓ نے یہ طریقہ ترک کر دیا اور پھر رات کے وقت سیٹگی لگواتے^{۱۹۲}۔ کیونکہ حجامت کی وجہ سے روزہ دار کے اندر کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کے اجزاء ر اور ز)

ج۔ حالت احرام میں سیٹگی لگوانا: حضرت ابن عمرؓ محرم کے لئے سیٹگی لگوانے کو مکروہ قرار دیتے تھے البتہ ضرورت کے تحت اس کی اباحت ہو جاتی ہے، اس لئے کہ حجامت کا عمل کمزوری پیدا کر دیتا ہے۔ البتہ اگر محرم اس عمل کے لئے مجبور ہو جائے تو پھر سیٹگی لگوالے۔ فرمایا: ”محرم سیٹگی نہیں لگوائے گا الا یہ کہ وہ مجبور ہو جائے اور اس کے بغیر اس کے لئے کوئی چارہ نہ ہو“^{۱۹۳}۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ جز ۷ ط)

حجر (حطیم کعبہ)

۱۔ تعریف: حجر اس جگہ کو کہتے ہیں جو کعبہ کی شمالی دیوار اور اس دیوار کے درمیان محصور ہے جو آڑ بنی ہوئی ہے، یعنی حطیم، اور شمال کی جانب سے میزاب رحمت کے ساتھ متصل مقام میں اس کے ساتھ متصل ہے۔ بالفاظ دیگر حجر وہ جگہ ہے جس پر حطیم مشتمل ہے۔

۲۔ حجر کے احکام:

الف۔ حجر کعبہ کا حصہ ہے اس لئے اس کے پیچھے سے طواف واجب ہے۔

ب۔ حجر سے متصل ارکان یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یہ کعبہ اولی کے ارکان میں سے نہیں ہیں جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم کیا تھا۔ بخلاف رکن یمانی اور رکن اسود کے، ان کا استلام ہوگا کیونکہ یہ کعبہ کے ارکان ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کو حضرت عائشہؓ کا یہ قول سنایا گیا کہ ”حجر کا بعض حصہ بیت اللہ میں سے نہیں ہے“ آپ نے فرمایا: ”میرا خیال ہے کہ اگر عائشہؓ نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو میرے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ارکان کا استلام اس لئے ترک کیا تھا کہ یہ بیت اللہ کی بنیادوں پر نہیں ہیں اور لوگ بھی اسی وجہ سے حجر کے پیچھے سے طواف نہیں کرتے تھے ۱۹۳۔“

الحجر الاسود (حجر اسود)

۱۔ تعریف: وہ مشہور پتھر جو باب کعبہ سے قریب ترین رکن میں لگا ہوا ہے۔

۲۔ اس کے احکام: طواف کے ہر چکر میں حجر اسود کا استلام سنت ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا ۲ د)

حد (حد والی سزا)

۱۔ تعریف: متعین جرائم کی شرعی طور پر مقررہ سزا کو حد کہتے ہیں۔

۲۔ حدود کے اندر سفارش: حدود حق اللہ ہیں، اور اس حیثیت سے امام المسلمین کو انہیں معاف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان کے بارے میں کسی کو سفارش

کرنے کا حق ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص کی سفارش اللہ کی کسی حد کے آڑے آگئی اس نے گویا اللہ کے حکم کے اندر اس کا مقابلہ کیا“ ۱۹۵۔

۳۔ حدود کون قائم کرے گا؟

الف۔ آقا کا اپنے غلام پر حد جاری کرنا: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ سلطان ان لوگوں پر حدود جاری کرے گا جو ان کے مستوجب قرار پائیں۔ تاہم غلام پر اس کے آقا کی طرف سے حد جاری کرنے کے سلسلے میں صحابہؓ کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس کے جواز کے قائل تھے بشرطیکہ مذکورہ غلام اپنے آقا ہی کا غلام ہو اور کسی اور کا حق اس کے اندر نہ ہو یعنی شریک یا شوہر کا حق۔ اگر غلام کے اندر شریک یا شوہر کا حق ہو تو اس پر حد جاری کرنا ممتنع ہو گا۔ اور اس پر حد جاری کرنا سلطان کا کام ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لونڈی کسی کی زوجیت میں نہ ہو اور وہ زنا کی مرتکب ہو جائے تو اسے آزاد عورت کو ملنے والی سزا کا نصف دیا جائے گا اور یہ سزا اس کا آقا کوڑے لگا کر دے گا۔ اور اگر لونڈی شادی شدہ ہو تو اس کا معاملہ سلطان کے حوالے کر دیا جائے گا“ ۱۹۶۔

اگر غلام اپنے آقا کے لئے خالص ہو یعنی اس میں کسی اور کا حق نہ ہو تو اس صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک آقا کی طرف سے اس پر حد جاری کرنے کے جوازیں اس سے کوئی فرق نہیں ہو گا کہ حد کوڑوں کی شکل میں ہے یا کسی اور صورت میں ۱۹۷۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو شراب پینے کی بنا پر حد کی سزا دی تھی ۱۹۸۔ آپ کی ایک لونڈی نے زنا کا ارتکاب کیا تو آپ نے اسے کوڑے لگا کر اس پر حد جاری کی۔ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے اس لونڈی کے بارے میں روایت کی ہے جس پر حد زنا جاری ہوئی تھی کہ جب اس پر حد جاری ہونے لگی تو آپ نے کوڑے لگانے والے کو لونڈی کی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ذرا ہاتھ ہلکا رکھنا“ یہ سن کر میں نے عرض کیا: ”پھر اللہ کا یہ ارشاد کہاں گیا کہ (ولا تاخذکم بہما راہفہ فی دین اللہ ان دونوں (زانی مرد اور زانیہ عورت) کے سلسلے میں

اللہ کے دین کے اندر تمہارے دلوں میں نرمی پیدا ہونے نہ پائے) یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تو کیا وہ اسے قتل کر دیتا“ ۱۹۹۔

آپ کے ایک بھاگے ہوئے غلام نے چوری کی تو گورنر حضرت سعیدؓ بن العاص نے اس کا ہاتھ کاٹنے سے انکار کر دیا لیکن آپ کے حکم سے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس واقعہ کا ذکر (مادہ اباق نمبر ۳) میں گذر چکا ہے۔

ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت ابن عمرؓ کی ہمیشہ ام المومنین حضرت حفصہؓ کی ایک لونڈی نے حضرت حفصہؓ پر جادو کر دیا اور بعد میں اس کا اعتراف بھی کر لیا۔ حضرت حفصہؓ نے عبدالرحمن بن زید کو حکم دیا اور انہوں نے مذکورہ لونڈی کو قتل کر دیا یہ خبر امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو پہنچی۔ انہوں نے اسے ناپسند کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے کہا: ”آپ کو ام المومنین کی دی ہوئی سزا کیوں ناپسند ہے۔ ام المومنین نے یہ سزا اس عورت کو دی ہے جس نے ان پر جادو کر کے اس کا اعتراف بھی کر لیا تھا“ یہ سن کر حضرت عثمانؓ خاموش رہے ۲۰۰۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے اس عمل کو اس لئے ناپسند کیا تھا کہ ان کے خیال میں حدود قائم کرنا حکومت کا کام تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کی ناپسندیدگی کو اس لئے ناپسند کیا تھا کہ آپ کے خیال میں آقا کو اپنے غلام پر حد جاری کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

جصاص رازی نے یہ کہہ کر بڑی عجیب بات کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تمام حدود کا اجراء حکومت کا کام ہے ۲۰۱۔

ب۔ باغیوں کے ہاتھوں حدود کا اجراء: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر مسلمان باغی مجرموں پر حدود جاری کر دیں تو ان کا یہ فعل باموقعہ ہو گا اور حدود کا اجراء ہو جائے گا (دیکھئے مادہ ۱۰۰ نمبر ۳ کا جز الف)

۴۔ حرم میں حدود کا اجراء: اللہ سبحانہ نے حرم کو امن کی جگہ قرار دیا ہے وہاں نہ تو خون بہایا جائے گا اور نہ ہی قصاص لیا جائے گا اور نہ ہی حد جاری کی جائے گی حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”اگر مجھے حرم کے اندر میرے والد حضرت عمرؓ کا قاتل مل جاتا تو

بھی میں اسے نہ ڈانٹتا یعنی کچھ نہ کہتا، ایک روایت میں ہے: ”تو بھی میں اسے قتل نہ کرتا“ ۲۰۲۔

۵۔ حدود جاری کرنے کی شرائط: مجرم پر اس وقت تک حد جاری نہیں کی جائے گی جب تک چند شرطیں وجود میں نہ آجائیں، ہمیں ان شرطوں کا سراغ حضرت ابن عمرؓ کے اقوال سے لگا ہے۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔

الف۔ حد کا مستوجب مجرم عاقل بالغ ہو۔ اگر وہ بالغ نہیں ہوگا تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لڑکا حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے اور تمہیں شک ہو کہ یہ بالغ ہے یا نابالغ تو اس کی شرمگاہ کو دیکھو“ ۲۰۳۔

یعنی اگر موئے زیر ناف موجود ہو تو حد جاری کر دی جائے گی بصورت دیگر جاری نہیں ہوگی۔

ب۔ اختیار۔ جس شخص کو حد والے جرم کے ارتکاب پر مجبور کر دیا گیا ہو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے ایک غلام پیش کیا گیا جس نے ایک لونڈی کے ساتھ زنا بالجبر کیا تھا۔ آپ نے غلام کو کوڑے لگا کر اسے جلاوطن کر دیا لیکن لونڈی کو اس لئے کوڑے نہیں لگائے کہ اسے زنا پر مجبور کر دیا گیا تھا ۲۰۴۔
(دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز ج)

ج۔ حد قذف کے اندر مقدوف (جسے قذف کیا گیا ہو) محسن ہو۔ اگر وہ محسن نہیں ہوگا تو اس کے قاذف پر حد جاری نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲)

د۔ شبہ سے خالی ہونا: اس لئے مشترکہ لونڈی کے ساتھ ہبستری کرنے والے پر حد زنا جاری نہیں ہوگی اگر مذکورہ لونڈی کے اندر اس کی شراکت ہو اس لئے کہ اس میں ملکیت کا شبہ ہوگا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ب) اسی طرح چور کا ہاتھ اس صورت میں کاٹا نہیں جائے گا جبکہ مسروقہ مال کے اندر اس کا ادنیٰ ساق ہو (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۲ کا جز ج)

۶۔ رقیق یعنی غلام یا لونڈی پر حد کا اجزاء: حدود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو تصنیف قبول کرتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو تصنیف قبول نہیں کرتی۔

الف - تنصیف قبول کرنے والی حد کوڑوں کی سزا ہے۔ یہ سزا غلام کو آزاد کی سزا سے نصف ملے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے زنا کا ارتکاب کرنے والی لونڈی کے بارے میں فرمایا کہ اسے آزاد عورتوں کو ملنے والی سزا سے نصف سزا ملے گی ۲۰۵۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو جس نے شراب پی لی تھی آزاد شخص کی حد سے نصف حد لگائی تھی (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۴)

ب۔ جو حد تنصیف قبول نہیں کرتی مثلاً قطع ید غلام پر اس کا پورا اہتمام ہوگا حضرت ابن عمرؓ نے چوری کرنے والے غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا۔ یہ واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ رقیق یعنی غلام اور لونڈی پر حد رجم جاری نہیں ہوگی بلکہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے۔

۷۔ حد کے اندر جسم کے جن حصوں پر ضرب لگانا جائز نہیں وہ یہ ہیں :- اگر کسی کو کوڑے لگانے کا فیصلہ سنا دیا جائے تو کوڑے لگانے والے کے لیے اس کے سر اور چہرے پر ضرب لگانا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ جلد)

۸۔ وہ جرائم جو حد کے موجب ہیں: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں حد کے موجب یہ جرائم ہیں۔ ارتداد (دیکھئے مادہ ردۃ نمبر ۴ کا جز ب)، زنا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز الف)، جادو (دیکھئے مادہ سحر)، سرقت (دیکھئے مادہ سرقت نمبر ۲)، شراب نوشی (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۴)، رہزنی (دیکھئے مادہ قطع الطريق نمبر ۲)، قذف (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۴ کا جز ب)

حداد (سوغ)

۱۔ تعریف: عدت گزارنے والی عورت کا عدت کے دوران زیب و زینت ترک رکھنا حداد کہلاتا ہے۔

۲۔ حداد کس طرح کیا جائے؟

جسم اور لباس میں ترین ترک کر کے حداد ہوتا ہے مثلاً سرمہ نہ لگایا جائے اور ایسے رنگدار کپڑے نہ پہنے جائیں جنہیں لوگ عام طور پر زینت کی خاطر پہنتے ہیں۔ البتہ

ایسے رنگدار کپڑے جنہیں لوگ زینت کی خاطر نہ پہنتے ہوں انہیں حداد والی عورت پہن سکتی ہے۔ خوشبو لگانا ترک کر کے بھی حداد ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس عورت کا شوہر وفات پا جائے وہ عدت کے دوران اپنے مرحوم شوہر کے گھر کے سوا کسی اور گھر میں رات نہیں گزارے گی، نہ خوشبو لگائے گی، نہ مندی استعمال کرے گی اور نہ ہی سرمہ لگائے گی نیز رنگدار کپڑے نہیں پہنے گی البتہ ثوب عصب پہن سکتی ہے (یہ یمن کا بنا ہوا ایک قسم کا کپڑا ہے۔ اس کے سوت کو رنگ دے کر پھر اسے بنا جاتا ہے) وہ اس کپڑے کو چادر کے طور پر استعمال کر سکتی ہے“ ۲۰۶۔ کیونکہ یہ لباس زینت نہیں ہے۔

۳۔ حداد کب واجب ہوتا ہے: حداد اس عورت پر واجب ہے جس کا شوہر وفات پا جائے۔ وہ جب تک عدت میں رہے گی اس پر حداد واجب ہوگا۔ تین طلاق یافتہ عورت پر حداد نہیں ہے۔ عدت وفات گزارنے والی عورت کے حداد کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول اوپر گزر چکا ہے۔

حدث (حدث لاحق ہونا)

حدث اس حکمی نجاست کو کہتے ہیں جو انسان کو لاحق ہو جاتی اور غسل یا وضو واجب کر دیتی ہے (دیکھئے مادہ غسل) نیز (مادہ وضوء)

حدیث (حدیث شریف)

حضور ﷺ کی حدیث بیان کرنا (دیکھئے مادہ علم)

حراہ (دیکھئے مادہ قطع الطريق)

حرز (چیزیں محفوظ کرنے کی جگہ)

حرز اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں عادیہ چیزیں محفوظ کی جاتی ہوں یا خود اس شخص کو حرز کہتے ہیں جو چیزوں کی حفاظت کر رہا ہو۔

سرقہ کے اندر قطع ید کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ مسروقہ مال حرز سے اٹھایا گیا ہو (دیکھئے مادہ سرقہ نمبر ۲ کا جز د)

حرفہ (حرفت) دیکھئے مادہ احترام

حرم (حرم)

۱۔ حرم مکہ

الف۔ حرم مکہ کے حدود: حرم مکہ زمین کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو کعبہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ مکہ اور اس کے ارد گرد کے علاقے پر مشتمل ہے۔ اس کے حدود تعیم، جعرانہ، شیبہ رجب، طرف عنہ، اضاۃ لبن اور حدیبیہ سے گذرتے ہیں۔ مدینہ کی جہت میں حدود حرم مکہ سے تین میل تک، عراق کی جہت میں سات میل تک، طائف کی جہت میں دس میل تک، جدہ کی جہت میں دس میل تک جعرانہ کی جہت میں نو میل تک، اور یمن کی جہت میں سات میل تک پھیلے ہوئے ہیں (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳) نوٹ۔ (اصل کتاب میں احرام اور حرم کے منطقہ کا ایک نقشہ دیا گیا ہے۔ ناظرین یہ نقشہ اصل کتاب میں دیکھ سکتے ہیں۔ مترجم)

ب۔ حرم مکہ کے احکام: حرم مکہ کے متعدد احکام ہیں حضرت ابن عمرؓ کی نسبت سے ہم درج ذیل احکام نقل کر رہے ہیں۔

۱۔ حرم مکہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حرم مکی میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔ آپ خود حج یا عمرہ کرنے کے لئے حرم مکی میں داخل ہونے سے پہلے مقام ذی طوی میں غسل کرتے اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیتے ۲۰۷۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۴)

۲۔ دن کے وقت داخل ہونا: حضرت ابن عمرؓ دن کے وقت حرم مکی میں داخل ہونا پسند کرتے تھے تاکہ داخل ہونے کے فوراً بعد اطمینان سے طواف قدوم وغیرہ مشاعر ادا کر سکیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۴)

۳۔ احرام کے ساتھ داخل ہونا: بہتر بات یہی ہے کہ ایک شخص حرم مکی میں احرام باندھ کر داخل ہو۔ لیکن اگر احرام کے بغیر داخل ہو جائے تو بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ مکہ میں مقیم رہے پھر مدینہ جانے کے ارادے سے نکل پڑے لیکن جب مقام قدید پہنچے تو

پتہ چلا کہ مدینہ میں مخالف دھڑے (بنی امیہ) کی فوجیں داخل ہو گئی ہیں۔ یہ سن کر آپ نے مدینہ منورہ جانا پسند نہیں کیا اور واپس مکہ آگئے اور احرام کے بغیر حرم مکی میں داخل ہو گئے ۲۰۸۔

آپ اپنے غلاموں کو احرام کے بغیر حرم مکی کے اندر لے جاتے اور ان سے کام کراتے ۲۰۹۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۲)

۴۔ حرم کے اندر نماز کا ثواب کئی گنا ہوتا ہے: حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”میری اس مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے سوا دیگر مساجد میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے“ ۲۱۰۔

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”سارہ حرم مسجد ہے“ ۲۱۱۔ یعنی حرم مکی کے اندر نماز کا اتنا ہی ثواب ہے جتنا مسجد حرام کے اندر نماز کا ہے۔

۵۔ حرم مکی کی مٹی یا پتھر باہر لے جانے کی ممانعت: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ حرم کی مٹی یا پتھر حل (حدود حرم سے باہر کے علاقہ) کی طرف لے جایا جائے ۲۱۲۔ اس لئے کہ عربوں نے بت پرستی اس وقت شروع کی تھی جب لوگ حرم کی مٹی حل کی طرف لے جانے لگے پھر لوگ اس مٹی کے گرد اس طرح طواف کرتے جس طرح کعبہ کا طواف کرتے تھے۔ پھر ان کا یہ طریق کار ترقی کے مراحل طے کرتا گیا حتیٰ کہ اس نے بت پرستی کی شکل اختیار کر لی۔

۶۔ حرم میں ہدی ذبح کرنا: جس حاجی پر قارن یا متمتع ہونے کی وجہ سے ہدی یعنی قربانی لازم ہو یا اس سے حج کے کسی حکم کی خلاف ورزی ہو گئی ہو اور اس کے نتیجے میں اس پر دم لازم ہو گیا ہو یا اس نے بیت اللہ میں دم یعنی قربانی کی نذر مانی ہو اس کے لیے حرم کے سوا کسی اور مقام پر ہدی ذبح کرنا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ہدی)

۷۔ حرم کو خوریزی سے پاک رکھنا: حرم کے اندر حد جاری نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳) قصاص نہیں لیا جائے گا (دیکھئے مادہ جناہ) نمبر ۵ کا جز الف) شکار کو ہلاک نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ن) نیز (مادہ صید نمبر ۴ کا جز الف) اور اس میں قتال اور جنگ و جدل حلال نہیں ہے۔

۸۔ حرم میں قتل ہونے والے شخص کی دیت کو مغطلہ بنایا جائے گا: جو شخص حرم میں قتل ہو جائے خواہ غلطی سے کیوں نہ ہوا ہو اس کی دیت تہائی کی مقدار مغطلہ ہوگی یعنی پوری ایک دیت اور تہائی دیت واجب ہوگی (دیکھئے مادہ جتایہ نمبر ۵ کا جز الف)

۹۔ حرم میں ہتھیار لے کر نہ چلنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حرم مکی کے اندر ہتھیار لے کر چلنا حلال نہیں ہے^{۲۱۳}۔ کیونکہ اللہ سبحانہ نے حرم کے اندر امن و امان کو فرض کر دیا ہے سورہ قصص آیت نمبر ۵۷ میں ارشاد باری ہے (اولم نمکن لہم حرما امنایجبی الیہ ثمرات کل شئی کیا ہم نے انہیں امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھینچ چلے آتے ہیں) نیز سورہ عنکبوت آیت نمبر ۶۷ میں ارشاد ہے (اولم یروانا جعلناہم حرما امنایتخطف الناس من حولہم کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے امن و امان والا حرم بنادیا۔ جبکہ ان کے ارد گرد لوگوں کو اچک لیا جاتا ہے) الحق بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حجاج بن یوسف حضرت ابن عمرؓ کی عیادت کے لئے آپ کے پاس آیا میں بھی اس وقت وہاں موجود تھا، حجاج نے پوچھا کہ طبعیت کیسی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے۔ پھر حجاج نے پوچھا: ”آپ کی ٹانگ کس نے زخمی کی ہے؟“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میری ٹانگ اس شخص نے زخمی کی ہے جس نے ایسے دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا جس دن ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے“ یہ سن کر حجاج نے کہا: ”اگر ہمیں اس شخص کا پتہ چل جاتا تو ہم اسے ضرور سزا دیتے“ زخمی ہونے کا واقعہ اس طرح پیش آیا تھا کہ کوچ کی صبح لوگوں نے کوچ کیا۔ اس دوران حجاج کے باڈی گارڈ کے دستے کا ایک سپاہی ہاتھ میں اپنا نیزہ ترجھے رخ لئے کھڑا تھا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ کے قدم کی پشت پر نیزہ مار کر اسے زخمی کر دیا^{۲۱۴}۔

۱۰۔ حرم کے درختوں کی کٹائی نہ کرنا: حرم کے کسی درخت کو کاٹنا حلال نہیں ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”حرم کا کوئی درخت کاٹا نہیں جائے گا“^{۲۱۵}۔

۱۱۔ مکہ کے مکافات کرائے پر نہ چڑھنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں مکہ کے مکافات کرائے پر چڑھنا حلال نہیں تھا کیونکہ سارا حرم مسجد ہے^{۲۱۶}۔

اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”جو شخص مکہ کے مکافات کا کرایہ کھاتا ہے وہ

اپنے پیٹ میں آگ کھا کر ڈالتا ہے" ۲۱۷۔ (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جز الف)

۱۲۔ حرم کا لفظ: حضرت ابن عمرؓ حرم کے لفظ اور غیر حرم کے لفظ میں احکام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں کرتے تھے ۲۱۸۔ الحبر بن الصباح کہتے ہیں کہ میں مکہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ: "مجھے یہ یعنی چادر ایک جگہ پڑی ہوئی ملی ہے، میں نے اس کی تشیر کرائی اور اعلان کرایا لیکن کوئی شخص اسے اپنانے کے لئے تیار نہیں ہوا۔ آج یوم الترویہ ہے اور آج لوگ بکھر جائیں گے" یہ سن کر آپ نے فرمایا: "اگر تم چاہو تو اس کی ایک منصفانہ قیمت لگا لو اور پھر اسے اپنے استعمال میں لے آؤ اور اس کے ضامن رہو پھر جب اس کا مالک آجائے تو اس کا ثمن اس کے حوالے کر دو اور اگر اس کا کوئی طلبکار نہ آئے تو یہ تمہاری ہوگی اگر تم چاہو" ۲۱۹۔

۱۳۔ حرم کے اندر جوار (دیکھئے مادہ جوار)

۲۔ حرم مدینہ منورہ

الف۔ اس حرم کے حدود: مدینہ منورہ کا حرم وہ قطعہ ہے جو طولا اس کے دونوں پہاڑوں کے درمیان اور عرضاً اس کے دونوں سنگلاخوں کے درمیان ہے۔

ب۔ حرم مدنی کے احکام: مدینہ منورہ کے کسی درخت کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح درختوں کی شاخیں اس طرح ہلانا بھی جائز نہیں ہے کہ پتے گر کر بکھر جائیں اگر کوئی شخص یہ حرکت کر رہا ہو تو اس کا آلہ اس سے چھین لینا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ جب کسی شخص کو حرم مدنی کے اندر کوئی درخت وغیرہ کاٹنے دیکھتے تو اس کی آری اور رسی اس سے چھین لیتے ۲۲۰۔

حریر (ریشم)

۱۔ تعریف: حریر ان دھاگوں کو کہتے ہیں جنہیں ریشم کے کیڑے تیار کرتے ہیں اور پھر ان دھاگوں سے قیمتی کپڑا تیار کیا جاتا ہے۔

۲۔ ریشم پنسنے کا حکم

الف۔ مردوں پر اس کی تحریم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ خالص ریشمی دھاگوں سے تیار شدہ کپڑا مردوں پر حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے خواہ ان دھاگوں سے پورا کپڑا تیار کیا گیا ہو یا کپڑے کی کناری میں یہ دھاگے لگے ہوں۔ عقبہ بن وشاح اور علی بن عبداللہ البارقی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمرؓ سے ریشم اور سونے کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب دیا کہ یہ مردوں کے لئے مکروہ یعنی ناجائز ہیں اور عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہیں^{۲۲۱}۔ آپ اپنی خواتین کو ابریشم پہنایا کرتے تھے^{۲۲۲}۔

(ابریشم ریشم کی بہترین قسم ہے)

ب۔ بچوں کو ریشم پہنانا: حضرت ابن عمرؓ بچوں کو ریشم پہنانا مکروہ تصور کرتے تھے تاکہ انہیں اللہ کے احکام پر چلنا سکھایا جائے۔ جو شخص اپنے بچوں کو ریشم پہنائے گا وہ گنہگار ہوگا۔ عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ”میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ چار افراد میں سے چوتھا یا پانچ افراد میں سے پانچواں فرد تھا کہ آپ کا ننھا بیٹا آپ کے پاس آیا اس نے ریشمی قمیص پہن رکھی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ قمیص تمہیں کس نے پہنائی ہے۔ اس نے کہا کہ میری امی نے“ یہ سن کر آپ نے قمیص پکڑ کر اسے پھاڑ دیا^{۲۲۳}۔

ج۔ آپ خالص ریشمی دھاگوں سے کپڑے کی کناری اور گوٹے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ریشمی دھاگوں سے کپڑے کی کناری اور گوٹے کو مکروہ قرار دیتے تھے^{۲۲۴}۔

د۔ ایسا کپڑا جو ریشمی دھاگوں کے ساتھ دیگر دھاگوں سے تیار کیا گیا ہو مثلاً سوتی یا اونٹنی دھاگوں سے یا کتان وغیرہ کے دھاگوں سے، تو حضرت ابن عمرؓ مردوں کے لئے ایسے کپڑے کے استعمال کو جائز قرار دیتے تھے۔ عبدالرزاق نے اپنی کتاب ”مصنف“ عبدالرزاق میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے بیٹوں کو خز کے کپڑے پہنے دیکھتے اور کوئی گرفت نہ کرتے^{۲۲۵}۔

(خز اس کپڑے کو کہتے ہیں جس میں ریشمی دھاگے کے ساتھ دیگر دھاگے بھی استعمال ہوئے ہوں) وہب بن کیسان کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے پانچ صحابہ کو خز پہنے

دیکھا تھا یعنی سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انسؓ کو ۲۲۶۔

اسی مفہوم پر وہ روایت محمول کی جائے گی کہ جس کا ذکر ابو داؤد نے کیا ہے کہ میں یا اس سے زائد صحابہ کرام نے ریشم پہنا ہے، ان میں حضرت انسؓ اور حضرت براءؓ بن عازب شامل ہیں ۲۲۷۔

۵۔ عورتوں کو ریشم پہننے سے اجتناب کرنا مستحب ہے: بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جس نے دنیا کے اندر ریشم پہن لیا وہ آخرت میں اسے پن نہیں سکے گا“ ۲۲۸۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جب ریشم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میں نے سنا ہے کہ جو شخص اسے دنیا میں پن لے گا وہ آخرت میں اسے پن نہیں سکے گا“ ۲۲۹۔

نسائی نے علی البارقی سے روایت کی ہے کہ: ”ایک عورت میرے پاس فتویٰ پوچھنے کے لئے آئی میں نے اس سے کہا کہ ابن عمرؓ کے پاس جا کر ان سے فتویٰ پوچھو، پھر میں بھی اس عورت کے پیچھے پیچھے چلا گیا تاکہ ابن عمرؓ جو کچھ کہیں میں بھی سن لوں، عورت نے جا کر آپ سے کہا کہ ”مجھے ریشم کے بارے میں فتویٰ دیجئے“ آپ نے فرمایا: ”حضور ﷺ نے ریشم سے منع فرمایا ہے“ ۲۳۰۔ اس روایت کی بنا پر بعض حضرات نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ آپ مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ریشم کی تحریم کے قائل تھے ۲۳۱۔

میرے خیال میں بات اس طرح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کا درج بالا قول کراہت تنزیہی سے آگے نہیں جاتا جس کی طرف آپ اپنے ورع و تقویٰ کی بنا پر نیز ہر معاملہ میں احتیاط برتنے کے میلان کی وجہ سے مائل ہو گئے تھے ہمارے اس تاویل کو اس بنا پر ترجیح حاصل ہے کہ آپ سے عورتوں کے لئے ریشم کی حلت کا قول بھی منقول ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ نیز ابن جریر طبری نے ”تہذیب الآثار“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی ایک بیٹی گھر سے باہر آئی اس نے ریشمی کپڑا پہن رکھا تھا۔ لوگوں

نے آپ سے کہا: ”آپ لوگ ریشم پہننے سے دوسروں کو روکتے ہیں اور خود اسے پہنتے ہیں“ آپ نے جواب دیا: ”مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بڑی بات بھی معاف کر دے گا“ ۲۳۲۔

آپ کا یہ قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ معاملہ کراہت کی حد سے آگے نہیں جاتا ہے ورنہ آپ کبھی بھی اپنی بیٹی کو اسے پہننے نہ دیتے۔

و۔ ریشمی دھاگے سے مخلوط کپڑا پہننے سے مردوں کا اجتناب: جس طرح حضرت ابن عمرؓ اپنے ورع و تقویٰ کی بنا پر عورتوں کو ریشم پہننے سے منع کرتے تھے اسی طرح مردوں کو بھی ورع و تقویٰ کی بنا پر ریشمی دھاگے سے مخلوط کپڑا پہننے سے روکتے تھے۔ آپ فرماتے: ”ایسے کپڑے کے استعمال سے گریز کرو جس میں ریشمی دھاگے کی ملاوٹ ہو“ ۲۳۳۔

حلف (قسم) دیکھئے مادہ یمین
حلق (مونڈنا)

جلد سے بالوں کے ازالے کو حلق کہتے ہیں
احرام کھولنے کے لئے حلق کی کیفیت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۲۵ کا جز د)

حلی (زیورات)

۱۔ تعریف: حلی ان دھاتی یا پتھر وغیرہ کے بنے ہوئے زیورات کو کہا جاتا ہے جنہیں عورتیں آرائش و زینت کے لئے پہنتی ہیں۔

۲۔ زیور پہننے کا حکم: زیور یا تو سونے کے ہوں گے یا کسی اور چیز کے۔

الف۔ کسی اور چیز کے بنے ہوئے زیورات پہننا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے۔ اس بارے میں صحابہ کرام کے مابین کسی اختلاف رائے کا ہمیں علم نہیں ہے۔

ب۔ سونے کے زیورات پہننا عورتوں کے لئے جائز اور مردوں کے لئے حرام ہے۔ عقبہ بن وشاح اور علی البارقی نے حضرت ابن عمرؓ سے ریشم اور سونے کے بارے میں مسئلہ پوچھا تھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ: ”مردوں کے لئے مکروہ یعنی ناجائز ہیں

اور عورتوں کے لیے مکروہ نہیں ہیں“ ۲۳۲۔

آپ اپنی بیٹیوں کو سونے کے زیورات پہنایا کرتے تھے ۲۳۵۔

آپ اگر اپنی کسی بیٹی کا نکاح کراتے تو دس ہزار مرہ پر نکاح کراتے جس میں سے چار ہزار کے زیورات ہوتے ۲۳۶۔

زیورات پہننے کے سلسلے میں آپ حج یا عمرے کا احرام باندھنے والی عورت اور دیگر عورتوں کے درمیان فرق نہیں کرتے تھے آپ نے حالت احرام میں عورت کو زیورات پہننے کی اجازت دی تھی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ۱)۔

ج۔ مردوں کا زیور: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مردوں اور عورتوں کے زیورات کے درمیان تمیز واجب ہے۔ بالیاں عورتیں پہنیں گی، مرد نہیں پہنیں گے۔ اگر کوئی مرد اپنے کالوں میں بالیاں ڈال لے تو یہ بات مکروہ ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ اگر قریب البلوغ لڑکوں کے کانوں میں بالیاں دیکھ لیتے تو ان کے کانوں سے یہ بالیاں اتار لیتے اور فرماتے: ”اب تم اس قسم کی چیز پہننے سے بڑے ہو چکے ہو“ ۲۳۷۔

د۔ تلوار وغیرہ کو سونے سے مزین کرنا: تلوار کو سونے سے مزین کرنا جائز ہے کیونکہ اس کے اندر آلہ جہاد کی عظمت کا پہلو ہے نیز اس کے ذریعے دشمن کو بے حوصلہ کرنے کا امکان بھی ہوتا ہے۔ جس دن حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اس دن حضرت ابن عمرؓ نے حضرت عمرؓ کی تلوار گلے میں ڈال رکھی تھی یہ تلوار سونے سے مرصع تھی اور اس سونے کی قیمت چار سو درہم تھی ۲۳۸۔

۳۔ زیورات کی زکوٰۃ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ زیورات کی زکوٰۃ نہیں ہے بشرطیکہ عورت یہ زیورات پہنتی ہو یا کسی کو عاریت کے طور پر دیتی ہو ۲۴۰۔ آپ اپنی بیٹیوں کے زیورات کی زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے ۲۴۱۔ آپ فرماتے: ”زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے“ ۲۴۲۔ (دیکھئے مادہ اعارة نمبر ۳)

حمار (گدھا)

پالتو گدھے کے گوشت کے استعمال کی ممانعت (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز وادو کا جز

گدھے کے جوٹھے پانی سے وضوء نہ کرنا (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جزیج)
نمازی کے آگے سے اگر گدھا گزر جائے تو نماز منقطع ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ
نمبر ۹ کا جزیہ)

حمام (حمام)

۱- تعریف: حمام اس کمرے کو کہتے ہیں جہاں گرم پانی کے ذریعے غسل کر کے میل پکیل
اتارا جاتا ہے۔

۲- حمام میں داخل ہونے کا حکم: حمام کے اندر آگ جلائی جاتی ہے۔ حمام میں گرم پانی
ڈالا جاتا ہے تاکہ اس کا درجہ حرارت بڑھ جائے اور اس کے اندر داخل ہونے والا
اپنے کپڑے اتار کر ٹھنڈ محسوس نہ کرے۔

جو شخص حمام میں داخل ہوتا ہے اس کی دو میں سے ایک حالت ہوتی ہے۔
اول یہ کہ وہاں غسل کرنے کے لئے اور اپنے میل پکیل دور کرنے کے لئے جاتا
ہے اور پھر بڑی تیزی کے ساتھ غسل سے فارغ ہو کر وہاں سے نکل کر اپنے کام پر چلا
جاتے ہیں۔ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کے داخل ہونے میں شرمگاہ نہ
کھلے اور نہ دوسروں کی شرمگاہوں پر اس کی نظر پڑے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا
: ”حمام بڑی اچھی جگہ ہے۔ یہاں میل پکیل دور ہوتا ہے اور یہاں کی حرارت سے جہنم
کی آگ کی یاد تازہ ہوتی ہے“ ۲۴۳۔

لیکن اگر حمام میں جانے والا اپنی شرمگاہ نگلی کر دے یا داخل ہو کر اس کی نظر لوگوں
کی شرمگاہوں پر پڑے تو ان صورتوں میں اس کا حمام میں داخل ہونا جائز نہیں ہو گا بنا
بریں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ حمام میں داخل نہ ہوتے اور نہ ہی موئے
زیر ناف کرنے کے لیے چونا یعنی بال صفا پاؤڈر استعمال کرتے ۲۴۴۔ کیونکہ اس طرح
بال صاف کرنے میں تعتم کا پلو ہے جس کا عادی ہونا مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔
ایک دفعہ آپ حمام میں داخل ہوئے۔ آپ نے ازار باندھ رکھی تھی۔ آپ جب وہاں
داخل ہو گئے تو برہنہ لوگ بھی وہاں موجود تھے۔ آپ نے دیوار کی طرف اپنا چہرہ کر کے
نافع سے کہا کہ میرے کپڑے لاؤ، جب نافع کپڑے لے آئے تو آپ نے اپنا چہرہ ان

کپڑوں سے ڈھانپ لیا اور اپنا ہاتھ نافع کو تھما دیا۔ نافع آپ کو پکڑ کر باہر لے آئے۔
۲۴۵۔

دوسری حالت یہ ہے کہ ایک شخص حمام کے اندر وہاں موجود حرارت سے لطف اندوز ہونے اور اپنے جسم کے کچھ کپڑے اتار کر جسم کو آرام پہنچانے کی خاطر جائے۔ اس بات کو حضرت ابن عمرؓ مکروہ قرار نہیں دیتے تھے بلکہ آپ صرف یہ فرماتے: ”حمام میں نہ جاؤ کیونکہ یہ لوگوں کی ایجاد کردہ راحت و آرام کا ذریعہ ہے“ ۲۴۶۔

۳۔ حمام کے اندر نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ۱)

حمام کے پانی سے غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ۱)

حمل (حمل)

۱۔ تعریف: ماں کے پیٹ میں موجود جنین کو حمل کہتے ہیں۔

۲۔ حمل کے احکام

الف۔ رمضان کے روزے نہ رکھنا: روزہ رکھنے کی صورت میں اگر حاملہ عورت کو اپنی

جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہوگا۔ اگر وہ روزہ نہ رکھے تو ہر دن کے روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے جو ایک مد (ایک پیانے کا نام جس کی مقدار دو رطل ہوتی ہے) گندم سے کم نہ ہو۔ اس پر ان روزوں کی قضا نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حاملہ عورت کو اگر اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو اور روزہ اس پر گراں ہو جائے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو حضور ﷺ کے مد میں ایک مد گندم کھلا دے“ ۲۴۷۔

ایک قریشی حاملہ خاتون نے حضرت ابن عمرؓ سے روزوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے جواب دیا کہ: ”روزہ نہ رکھو اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دو اور روزوں کی قضا نہ کرو“ ۲۴۸۔

آپ سے ایک اور روایت کے مطابق اگر حاملہ عورت روزہ نہ رکھے تو اس پر اس کی قضا واجب ہوگی نیز وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی ۲۴۹۔

تیسری روایت زیادہ صحیح ہے۔

ب - حاملہ عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کا جز الف)

عدت گزارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز واؤ)

تین طلاق یافتہ مطلقہ عورت کی رہائش اگر وہ حاملہ ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز

الف)

حیض (حیض)

۱- تعریف: حیض اس خون کو کہتے ہیں جو ایسی عورت کے رحم سے جاری ہو جو بالغ ہو،

جسے کوئی بیماری نہ ہو، جسے حمل بھی نہ ہو اور جو سن ایس کو نہ پہنچی ہو۔

۲- حیض کی وجہ سے عورت کو لاحق ہونے والی نجاست کی حقیقت

مادی جہت سے عورت پر حیض کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ پاک ہوتی ہے اور جس چیز

کو وہ ہاتھ لگائے وہ ناپاک نہیں ہوتی خواہ یہ چیز خشک ہو یا تر۔ حضرت ابن عمرؓ کی

لوٹنڈیاں حیض کی حالت میں آپ کو وضو کراتیں اور آپ کے پاؤں دھوئیں ۲۵۰۔

آپ کی حائضہ لوٹنڈیاں آپ کے لئے کھجور کی چٹائی مسجد میں بچھا دیتیں ۲۵۱۔

آپ سے پوچھا گیا کہ اگر حائضہ عورت مسجد میں جا کر کسی کو وضو کا پانی یا کوئی اور

چیز پکڑا دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ”اس کا حیض اس کے ہاتھ میں نہیں

ہوتا“ ۲۵۲۔

حائضہ کا لباس پاک ہوتا ہے، صرف خون آلود کپڑا ناپاک ہوتا ہے۔ یہ کپڑا بھی

خون لگی ہوئی جگہ دھو دینے سے پاک ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیویاں اور ام

ولدہ لوٹنڈیاں حیض گزارتیں اور حیض سے پاک ہو کر حیض کے دوران پہنے ہوئے لباس

کو نہ دھوئیں۔ آپ فرمایا کرتے: ”اگر تم اپنے کپڑوں پر خون لگا ہوا دیکھو تو اسے دھو

ڈالو“ ۲۵۳۔

بنابرین حائضہ عورت کو لاحق ہونے والی نجاست معنوی نجاست ہوتی ہے مادی

نجاست نہیں ہوتی۔ اس لئے اس نجاست پر مرتب ہونے والے امور معنوی ہوتے ہیں

مادی نہیں ہوتے۔

۳- حیض کے آثار: حیض پر درج ذیل امور مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ حیض والی عورت روزہ اور نماز سے بالاجماع باز رہے گی۔ اس بارے میں ہمیں صحابہؓ کے کسی اختلاف کا کوئی علم نہیں ہے۔

ب۔ مسجد میں ٹھہرنا بھی اس کے لئے ممنوع ہوگا۔ البتہ اگر ٹھہرنے کی نیت کے بغیر وہ کسی ضرورت کے تحت مسجد میں داخل ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی لونڈیاں حیض کی حالت میں آپ کے لئے مسجد میں کھجور کی چٹائی بچھا دیتی تھیں۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ اگر حائضہ عورت مسجد میں جا کر کسی کو وضوء کا پانی یا اور کوئی چیز پکڑا دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ”اس کا حیض اس کے ہاتھوں میں نہیں ہوتا“ یعنی حائضہ عورت کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے البتہ حائضہ عورت کا مسجد میں جا کر ٹھہرنا تو اس کی اباحت کے لئے کوئی روایت حضرت ابن عمرؓ سے منقول نہیں ہے۔

ج۔ حائضہ عورت کا قرآن کو ہاتھ لگانا بالاجماع ممنوع ہے ۲۵۳۔

حضرت ابن عمرؓ قرآن کو صرف اس وقت ہاتھ لگاتے جب پا وضو ہوتے ۲۵۵۔

حائضہ عورت کے لئے تلاوت بھی جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ جتاہ نمبر ۲ کا جز د)

د۔ حائضہ عورت پر طواف کعبہ حرام ہے کیونکہ طواف نماز کے معنوں میں ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جتاہ نمبر ۲ کا جز ز) حائضہ عورت طواف اور سعی کے سوا تمام مناسک حج ادا کرے گی البتہ اگر طواف کے بعد اسے حیض جاری ہو جائے تو سعی کرنا اس کے لئے جائز ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵) نیز (مادہ حج نمبر ۱۶ کا جز ہ) اگر حائضہ عورت حج کے تمام مشاعر ادا کر لے اور صرف طواف وداع باقی رہ جائے تو اس کے لئے یہ طواف ترک کر دینا جائز ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۳)

ه۔ جس پانی کے اندر حائضہ عورت ہاتھ ڈبو دے اس سے وضو نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ حائضہ عورت کی نجاست معنوی نجاست ہوتی ہے اس لئے پانی بھی معنوی طور پر نجس ہو جائے گا اور پھر اس کے ذریعے معنوی نجاست یعنی حدت دور نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ جتاہ نمبر ۲ کا جز ب)

و۔ حائضہ عورت کے جسم سے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کے حصے سے ماتحت

الازار یعنی کپڑا ہٹا کر لذت اندوز ہونا حرام ہے خواہ یہ لذت اندوزی بمبستری کی شکل میں ہو یا چھیڑ چھاڑ کی صورت میں ۲۵۶۔

اگر لذت اندوزی حرام ہے تو پھر بمبستری بطریق اولیٰ حرام ہوگی۔

ز۔ عورت کا استبراء رحم حیض کے ذریعے ہوگا (دیکھئے مادہ استبراء) طلاق یافتہ عورت کی عدت بھی حیض کے ذریعے ہوگی (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزب کے جز ۲ کا جز الف)

ح۔ حیض کے اندر طلاق دینا بدعت ہے اور ایسی حرکت کرنے والا گنہگار ہوگا ایسی طلاق واقع ہو جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات مختلف ہیں اس کی تفصیل ہم (مادہ طلاق نمبر ۴ کے جز ج) میں بیان کریں گے۔

ط۔ اگر حائضہ عورت کو طویل عرصے تک خون آتا رہے تو وہ اس کا علاج کرا سکتی ہے (دیکھئے مادہ مداوی نمبر ۲)

ی۔ حیض کے اختتام پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ک) حیلہ (حیلہ)

۱۔ تعریف: حیلہ ایسا عمل پیش کرنے کا نام ہے جو ظاہری طور پر جائز ہو لیکن اس سے کسی شرعی حکم کا ابطال مقصود ہو۔

۲۔ حیلہ اختیار کرنے کا حکم: حیلے اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ حیلہ اختیار کرنے والا اللہ کا ہاں گنہگار ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ کو دھوکا دے اللہ اسے دھوکا دیتا ہے“ ۲۵۷۔

زکوٰۃ کے اسقاط کے لئے حیلہ کرنا (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱۲)

حیوان (جانور)

۱۔ حل اور حرم میں کن جانوروں کو ہلاک کرنا جائز ہے؟ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ن)

حضرت ابن عمرؓ نے مینڈک کو ہلاک کرنے سے روکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”مینڈک کو ہلاک نہ کرو۔ اس کی جو آواز تم سنتے ہو وہ تسبیح و تقدیس ہے“ ۲۵۸۔

آپ نے مینڈک کو ہلاک کرنے سے اس لئے روکا کہ یہ موزی جانور نہیں ہے اور نہ ہی حشرات الارض یعنی زہریلے کیڑے مکوڑوں میں سے ہے۔

۲۔ کن جانوروں کا شکار جائز ہے؟ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کا جز ۱ کا جز ۱)

۳۔ کن جانوروں کو کھانا جائز ہے اور کن جانوروں کو کھانا ناجائز ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ۱) نیز (مادہ بحر نمبر ۴) نیز (مادہ جلالہ نمبر ۲)

۴۔ جانوروں کے ساتھ نرمی برتنا: جانور کی تعذیب کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے ایک صورت یہ ہے کہ تیر اندازی سیکھنے کے لئے جانور کو ہدف بنایا جائے۔ ایسا کرنا حلال نہیں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جنہوں نے ایک مرغی کو ہدف بنا کر اس پر تیر چلاتا شروع کر رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”ایسا کرنے والے پر خدا کی لعنت ہو“ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ”اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنالے“ ۲۵۹۔

آپ کا گذر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو اپنی بکریوں کی ٹانگوں کو داغ رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”داغ کو اس کے گوشت تک نہ پہنچاؤ“ داغ کو اس کے گوشت تک نہ پہنچاؤ“ ۲۶۰۔ کیونکہ اس سے جانور کو اذیت ہوتی ہے۔

۵۔ جانور کا علاج کرنا: اگر جانور بیمار ہو جائے تو اس کا علاج کرنا مستحب ہے البتہ شراب کے ذریعے اس کا علاج جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ تداوی نمبر ۳ کا جز الف) نیز (مادہ اشرہ نمبر ۳ کا جز ۱) اسی طرح اسے علاج کے سوا کسی اور غرض کے لئے شراب پلانا بھی جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ اشرہ نمبر ۳ جز ۱)

۶۔ جانور کو خسی کرنا: حضرت ابن عمرؓ جانور کی نسل باقی رکھنے اور اس کی تعداد بڑھانے کو اس کا گوشت عمدہ بنانے کی بہ نسبت اولیٰ سمجھتے تھے۔ بنا بریں آپ خسی کرنے کے عمل کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے: ”خسی نہ کرنے کے عمل میں نسل بڑھانے کا پہلو ہے“ آپ نے بکروں کو خسی کرنے سے منع فرمایا تھا اور گوشت کو عمدہ بنانے کی طرف کوئی التفات نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”نسل کشی تو نر جانوروں کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے“ ۲۶۱۔

۷۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنا: انسان کا کسی جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والے پر واجب ہونے والی سزا کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر حد جاری کی جائے گی، دوسری روایت کے مطابق اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی ۲۶۲۔ تیسری روایت کے مطابق آپ نے فرمایا تھا کہ جانور کے ساتھ جنسی عمل کرنے والا اگر مجھے مل جائے تو میں اسے قتل کر دوں ۲۶۳۔
(دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۲)

۸۔ جانور کو اسی جنس کے جانور کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز ج کا جز ۲)

گوشت حلال ہونے کے لئے کن جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور کن جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۳)
اضحیہ اور ہدی کے جانوروں کی صفات (دیکھئے مادہ اضحیہ نمبر ۴)
کن جانوروں کی کھالوں کا استعمال جائز ہے (دیکھئے مادہ جلد)
جانور کے اطفال کا آوان (دیکھئے مادہ اطفال نمبر ۲)
جلالہ یعنی گندگی خور جانوروں کے گوشت کا استعمال اور ان کی سواری کرنا (دیکھئے مادہ جلالہ)

جانور کے اندر بیع سلم (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

حرف الحاء کا اندر مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ب' ج ۱
- ۲۔ جامع الاصول ص ۲۴۵ ج ۳، الموطا ص ۳۹۹ ج ۱
- ۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ اب' ج ۱
- ۴۔ الدر المنثور ص ۵۶ ج ۲
- ۵۔ سنن بیہقی ص ۳۳۹ ج ۴، المحلی ص ۲۶۷ ج ۷، المغنی ص ۲۴۷ ج ۳، ص ۲۰ ج ۸، المجموع ص ۱۰۱ ج ۷
- ۶۔ سنن بیہقی ص ۳۳۹ ج ۴
- ۷۔ المحلی ص ۳۴۰ ج ۹
- ۸۔ احکام القرآن للجصاص ص ۱۲۷ ج ۳
- ۹۔ الاموال ص ۶۰۹
- ۱۰۔ سنن داری ص ۴۲۸ ج ۲، شرح السنن ص ۹۴ ج ۶، المغنی ص ۴۳۷ ج ۶
- ۱۱۔ سنن بیہقی ص ۱۷۴ ج ۶
- ۱۲۔ الموطا ص ۳۹۶ ج ۱، کتاب الام ص ۲۵۳ ج ۷
- ۱۳۔ بخاری فی الحج باب الحج اشهر معلومات، المحلی ص ۶۹ ج ۷، المغنی ص ۲۹۵ ج ۳، المجموع ص ۱۳۲ ج ۷

- ۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۱، المحلی ص ۶۰ ج ۷
- ۱۵۔ المغنی ص ۲۴۲ ج ۳
- ۱۶۔ ترمذی فی الحج باب الحج ابی الج، الدر المنثور ص ۵۵ ج ۲
- ۱۷۔ الدر المنثور ص ۵۵ ج ۲
- ۱۸۔ بخاری تفصیر الصلوۃ باب رابع
- ۱۹۔ المحلی ص ۴۸ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۲۶ ج ۵
- ۲۰۔ سنن بیہقی ص ۲۲۶ ج ۵
- ۲۱۔ تفسیر طبری ص ۱۲۱ ج ۲، تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۰ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ ج ۱
- ۲۲۔ تفسیر طبری ص ۱۶۴ ج ۲، المغنی ص ۴۶۸ ج ۵
- ۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ۱
- ۲۴۔ الاعتبار ص ۱۵۳
- ۲۵۔ المحلی ص ۱۱۵ ج ۷
- ۲۶۔ ترمذی فی الحج باب الاختصال لدخول مکہ، المغنی ص ۳۶۸ ج ۳
- ۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱
- ۲۸۔ المغنی ص ۳۷۰ ج ۳
- ۲۹۔ الموطا ص ۳۶۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۵، شرح السنن ص ۱۰۳ ج ۷
- ۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ اب' ج ۱

- ۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ج ۱
۳۲۔ المجموع ص ۶۵ ج ۸
۳۳۔ کنز العمال نمبر ۱۲۵۳
۳۴۔ عبدالرزاق ص ۶۲ ج ۵، الحلی ص ۱۸۱ ج ۷، کنز العمال نمبر ۱۲۵۳
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱، المغنی ص ۳۸۵ ج ۳
۳۶۔ عبدالرزاق ص ۴۵ ج ۵، حلیہ الاولیاء ص ۲۸۴ ج ۳
۳۷۔ بخاری اور مسلم فی الحج باب استلام الرکبتین
۳۸۔ عبدالرزاق ص ۳۵ ج ۵، المغنی ص ۳۸۰ ج ۳، المجموع ص ۴۳ ج ۸، آثار ابی یوسف نمبر ۵۳۲
۳۹۔ عبدالرزاق ص ۳۵ ج ۵، سنن بیہقی ص ۸۱ ج ۵، سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۶ ج ۳
۴۰۔ شرح السنہ ص ۱۱۲ ج ۷
۴۱۔ ترمذی فی الحج باب استلام الرکبتین، نسائی فی الحج باب فضل الطواف
۴۲۔ عبدالرزاق ص ۴۰ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۷۵ ج ۵، المجموع ص ۳۸ ج ۶۵ ج ۸، المغنی ص ۳۸۰ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۱۳ ج ۷
۴۳۔ تہذیب الآثار للبری ص ۲۸۵ ج ۱
مجمع الروائد ص ۲۴۱ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۱۷ ج ۷
۴۴۔ عبدالرزاق ص ۳۳ ج ۵، المجموع ص ۳۴ ج ۸
۴۵۔ عبدالرزاق ص ۵۰ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۸۵ ج ۵، المجموع ص ۵۲ ج ۸
۴۶۔ جامع الاصول ص ۱۹۱ ج ۳، شرح السنہ ص ۱۲ ج ۷
۴۷۔ حوالہ درج بالا
۴۸۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۶ ج ۳
۴۹۔ عبدالرزاق ص ۴۹۵ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱
۵۰۔ الموطا ص ۳۳۸ ج ۱
۵۱۔ عبدالرزاق ص ۵۱ ج ۵
۵۲۔ کنز العمال نمبر ۱۲۹۰۴
۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ج ۱، المغنی ص ۳۹۵ ج ۳، المجموع ص ۶۸ ج ۸
۵۴۔ عبدالرزاق ص ۵۶ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۳ ج ۱، الحلی ص ۲۰۳ ج ۷
۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۵، ۱۹۴ ج ۱، الموطا ص ۳۶۵ ج ۱، الحلی ص ۹۶ ج ۷، المغنی ص ۳۷۴، ۳۷۳ ج ۳، المجموع ص ۶۶ ج ۸
۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۱، الموطا

- ۷۲۔ المجموع ص ۸۱ ج ۸
 ۷۳۔ المغنی ص ۳۸۵ ج ۳، ابن ابی شیبہ
 ص ۲۰۳ ب، ص ۱۸۵ ج ۱، الموطا ص
 ۷۳ ج ۳، سنن بیہقی ص ۹۳ ج ۵، المجموع
 ص ۷۶ ج ۸، الدر المنثور ص ۱۶۱ ج ۱
 ۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱
 ۷۵۔ سنن بیہقی ص ۴۶ ج ۵
 ۷۶۔ احکام القرآن ص ۹۸ ج ۱، المحلی ص
 ۹۶ ج ۷، المغنی ص ۳۸۸ ج ۳
 ۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، شرح السنہ
 ص ۱۲۰ ج ۷، سنن بیہقی ص ۸۲ ج ۵
 ۷۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۶
 ۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۱
 ۸۰۔ الموطا ص ۳۴۲ ج ۱
 ۸۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۱
 ۸۲۔ المجموع ص ۸۸ ج ۸
 ۸۳۔ المجموع ص ۷۳ ج ۸
 ۸۴۔ سنن بیہقی ص ۱۱۲ ج ۵، الموطا ص
 ۳۰۰ ج ۱
 ۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱، الموطا ص
 ۳۲ ج ۱، شرح السنہ ص ۴۴ ج ۸
 ۸۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱، کتاب الام
 ص ۲۵۳ ج ۷
 ۸۷۔ ابوداؤد فی المناکب باب الرواح الی
 ص ۳۶۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۵،
 شرح السنہ ص ۱۰۳ ج ۷
 ۵۷۔ المحلی ص ۹۶ ج ۷
 ۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱، سنن بیہقی
 ص ۴۸ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۲۰ ج ۷
 ۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۴ ج ۱،
 کنز العمال نمبر ۱۳۵۳۶
 ۶۰۔ عبدالرزاق ص ۶۰ ج ۵، شرح السنہ
 ص ۱۳۲ ج ۷
 ۶۱۔ بخاری فی الحج باب صلوٰۃ النبی لبوء
 رکعتیں
 ۶۲۔ عبدالرزاق ص ۶۴ ج ۵، المغنی ص
 ۳۸۵ ج ۳، المجموع ص ۷۱ ج ۸
 ۶۳۔ عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۵
 ۶۴۔ المجموع ص ۶۵ ج ۸
 ۶۵۔ عبدالرزاق ص ۶۲ ج ۵، المحلی ص ۱۸۱
 ج ۷، کنز العمال نمبر ۱۲۵۳۸
 ۶۶۔ کنز العمال نمبر ۱۲۵۳
 ۶۷۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۳۱
 ۶۸۔ المجموع ص ۷۱ ج ۸
 ۶۹۔ عبدالرزاق ص ۷۶ ج ۵
 ۷۰۔ شرح السنہ ص ۱۴۰ ج ۷
 ۷۱۔ الموطا ص ۳۶۵ ج ۱، سنن بیہقی ص
 ۸۴ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۰۳ ج ۷

- عرفہ
 ۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ب ج ۱، المحلی
 ص ۱۲۴ ج ۷
 ۸۹۔ سنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۵، الموطا ص
 ۳۹۰ ج ۱، احکام القرآن ص ۳۱۱ ج ۱
 ۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ ج ۱، کنز العمال نمبر
 ۱۲۵۴۶
 ۹۱۔ بخاری فی الحج باب التیمم بالرداح یوم
 عرفہ، الموطا ص ۳۹۹ ج ۱، سنن ابی داؤد،
 نسائی، ابن ماجہ فی الحج باب الرداح الی عرفہ
 ۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ ب ج ۱، المغنی
 ص ۴۰۳ ج ۳
 ۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۳ ج ۱
 ۹۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ب ج ۱
 ۹۵۔ المغنی ص ۴۱۱ ج ۳
 ۹۶۔ عبدالرزاق ص ۲۸۴ ج ۴، ابن ابی
 شیبہ ص ۱۶۹ ب ج ۱
 ۹۷۔ عبدالرزاق ص ۲۸۴ ج ۴، المغنی ص
 ۱۷۶ ج ۳، المحلی ص ۱۸ ج ۷
 ۹۸۔ شرح معانی الآثار ص ۳۵۶ ج ۱
 ۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ب ج ۱
 ۱۰۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ب ج ۱
 ۱۰۱۔ کنز العمال نمبر ۱۲۶۱۹
 ۱۰۲۔ المحلی ص ۱۲۶، ۱۲۷ ج ۷، المغنی ص
 ۴۱۸ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ ج ۱، الموطا
 ص ۴۰۱ ج ۱، المجموع ص ۱۳۶ ج ۸، تفسیر
 قرطبی ص ۴۲۳ ج ۲
 ۱۰۳۔ الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱
 ۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۶ ب ج ۱
 الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱
 ۱۰۵۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۴۲ ج ۱
 الدر المنثور ص ۲۲۴ ج ۱
 ۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۰ ج ۱، الدر المنثور
 ص ۲۲۴ ج ۱
 ۱۰۷۔ سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۵، المغنی ص
 ۴۲۴ ج ۳، المجموع ص ۱۴۹ ج ۸
 ۱۰۸۔ المغنی ص ۴۲۳ ج ۳
 ۱۰۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۸ ب ج ۱، المغنی
 ص ۴۲۳ ج ۳
 ۱۱۰۔ بخاری فی الحج باب من قدم ضعفه
 احد، مسلم فی الحج باب استحباب تقدیم دفع
 الضعفه، الموطا ص ۳۹۱ ج ۱، ابن ابی شیبہ
 ص ۱۷۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۲۳ ج ۵،
 المحلی ص ۱۳۲ ج ۷، شرح السنہ ص
 ۱۷۳ ج ۷، المجموع ص ۱۳۷ ج ۸
 ۱۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۳ ج ۱، المغنی ص ۴۲۴
 ج ۳، المجموع ص ۱۳۷ ج ۸، کنز العمال نمبر
 ۱۲۶۱۹

- ۱۱۲۔ الموطا ص ۴۰۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۵۰ ج ۵
- ۱۱۳۔ المجموع ص ۱۴۹ ج ۸، المغنی ص ۴۲۰ ج ۳
- ۱۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۰ ج ۱، الحلی ص ۱۳۴ ج ۷، المغنی ص ۴۵۳ ج ۳
- ۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ ج ۱، الحلی ص ۱۳۴ ج ۷
- ۱۱۶۔ المغنی ص ۴۲۶ ج ۳
- ۱۱۷۔ المغنی ص ۴۲۸ ج ۳
- ۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۴ ج ۱
- ۱۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۴۹ ج ۵
- ۱۲۰۔ آثار ابی یوسف نمبر ۵۵۶
- ۱۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ج ۱، المغنی ص ۴۴۷ ج ۳، جامع الاصول ص ۲۸۸ ج ۳
- ۱۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۸۸ ج ۳، ۲۸۹ ج ۳، حضرت ابن عمرؓ سے صحیح روایت یہ ہے کہ آپ ہاتھ اٹھاتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں کتاب الحج باب رفع الیدین عند الحمرۃ الدنیا والوسطی کے اندر مذکور ہے۔
- ۱۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ج ۱، تفسیر قرطبی ص ۱۲ ج ۳، المغنی ص ۲۵۴ ج ۳

- ۱۲۴۔ الحلی ص ۱۳۹ ج ۷
- ۱۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۵ ج ۱
- ۱۲۶۔ المغنی ص ۳۹۱ ج ۳
- ۱۲۷۔ شرح السنہ ص ۲۸۳ ج ۷، الحلی ص ۱۹۷ ج ۷، المغنی ص ۳۳۴ ج ۳
- ۱۲۸۔ سنن بیہقی ص ۱۰۲، ۲۳۲، ۲۴۰ ج ۵
- ۱۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۱ ج ۱
- ۱۳۰۔ الموطا ص ۳۸۷ ج ۱
- ۱۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۲ ج ۱
- ۱۳۲۔ حوالہ درج بالا
- ۱۳۳۔ ب۔ المجموع ص ۱۶۴ ج ۸
- ۱۳۴۔ سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۵
- ۱۳۵۔ سنن بیہقی ص ۱۰۳ ج ۵، شرح السنہ ص ۲۰۶ ج ۷، المغنی ص ۴۳۸ ج ۳
- ۱۳۶۔ الموطا ص ۳۹۶ ج ۱، الام ص ۲۵۳ ج ۷، المجموع ص ۱۵۶، ۱۶۳ ج ۸، المغنی ص ۴۳۷ ج ۳، شرح السنہ ص ۲۰۳ ج ۷
- ۱۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱
- ۱۳۸۔ المغنی ص ۳۹۳ ج ۳
- ۱۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱، تفسیر قرطبی ص ۳۸۱ ج ۲، المغنی ص ۴۴۰ ج ۳
- ۱۴۰۔ المجموع ص ۱۶۲ ج ۸
- ۱۴۱۔ سنن بیہقی ص ۱۰۴ ج ۵
- ۱۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ج ۱، سنن بیہقی

- ۷، المجموع ص ۳۳۶ ج ۸
 ۱۵۰۔ المغنی ص ۴۵۲ ج ۳
 ۱۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ج ۱
 ۱۵۲۔ بخاری فی الحج باب رمی المہرتین
 نسائی فی الحج باب الدعاء بعد رمی الجمار
 شرح السنہ ص ۲۲۴ ج ۷، الموطا ص ۴۰۷
 ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۹ ج ۱، سنن بیہقی
 ص ۱۳۹ ج ۵، المغنی ص ۴۵۱ ج ۳
 ۱۵۳۔ الدر المنثور ص ۲۳۶ ج ۱
 ۱۵۴۔ حوالہ مذکورہ بالا
 ۱۵۵۔ الموطا ص ۴۰۷ ج ۱، سنن بیہقی ص
 ۱۵۲ ج ۵، الدر المنثور ص ۲۳۶ ج ۱، شرح
 السنہ ص ۲۲۶ ج ۷، احکام القرآن للجصاص
 ص ۱۳۷ ج ۱، المغنی ص ۴۲۹ ج ۳، المجموع
 ص ۲۲۸ ج ۸
 ۱۵۶۔ الموطا ص ۴۰۵ ج ۱، شرح السنہ ص
 ۲۳۰ ج ۷، المغنی ص ۴۵۷ ج ۳، المجموع
 ص ۱۹۵ ج ۸، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۸ ج ۱
 ۱۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
 ۱۵۸۔ ترمذی فی الحج باب افاضۃ الخاض
 المغنی ص ۴۶۱ ج ۳، المجموع ۲۲۹ ج ۸
 ۱۵۹۔ الدر المنثور ص ۲۳۷ ج ۱
 ۱۶۰۔ حوالہ درج بالا
 ۱۶۱۔ سنن بیہقی ص ۲۴۰ ج ۵، الموطا ص
 ص ۱۰۳ ج ۵، المغنی ص ۴۳۷ ج ۳
 ۱۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱
 ۱۳۹۔ ب۔ بخاری، مسلم فی الحج باب طواف
 الافاضۃ، شرح السنہ ص ۲۰۷ ج ۷، فتح
 الباری ص ۴۵۲ ج ۳
 ۱۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۵ ج ۱
 ۱۴۱۔ الموطا ص ۳۹۷ ج ۱، المحلی ص ۱۸۱ ج
 ۷، شرح السنہ ص ۲۱۴ ج ۷
 ۱۴۲۔ تہذیب الآثار ص ۳۸۳ ج ۱
 ۱۴۳۔
 احکام القرآن للجصاص ص ۲۴۰ ج ۳
 ۱۴۴۔ المحلی ص ۱۸۵ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص
 ۱۸۳ ج ۱
 ۱۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱، شرح
 معانی الآثار ص ۲۴۴ ج ۱
 ۱۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ج ۱
 ۱۴۷۔ ترمذی، ابوداؤد فی الحج باب رمی
 الجمار، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱، شرح
 السنہ ص ۱۸۰ ج ۷، المجموع ص ۱۵۰ ج
 ۸، المغنی ۴۲۸ ج ۳
 ۱۴۸۔ سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۵، المغنی ص
 ۴۵۲ ج ۳
 ۱۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۱، سنن
 بیہقی ص ۱۳۹ ج ۵، شرح السنہ ص ۲۲۳ ج

- ج ۱، الحلی ص ۱۳۳ ج ۷، المغنی ص ۳۷۸،
 ۳ ج ۳۷۹
 ۱۷۲۔ المغنی ص ۲۷۶ ج ۳، المجموع ص ۱۳۰
 ج ۷
 ۱۶۲۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ج ۱،
 المغنی ص ۲۷۶ ج ۳
 ۱۶۳۔ الموطا ص ۳۳۴ ج ۱
 ۱۶۴۔ الموطا ص ۳۳۴ ج ۱، الحلی ص ۱۵۹ ج
 ۷، سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۵، المغنی ص ۷۱ ج ۴
 ج ۳
 ۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱، الحلی
 ص ۱۵۱ ج
 ۱۶۶۔ الحلی ص ۱۵۰ ج ۷
 ۱۶۷۔ الموطا ص ۳۸۶ ج ۱
 ۱۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۵، ابن ابی شیبہ
 ص ۱۶۴ ج ۱، الموطا ص ۳۳۴ ج ۱، الحلی
 ص ۱۶۰ ج ۷
 ۱۶۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ج ۱، الحلی
 ص ۱۳۳ ج ۷
 ۱۷۰۔ الموطا ص ۴۲۶ ج ۱، احکام القرآن
 ص ۲۹۳ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ۱
 ۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۶ ج ۱
 ۱۷۲۔ المجموع ص ۱۸۹ ج ۷، المغنی ص
 ۳ ج ۳۳۴
 ۱۷۳۔ سنن بیہقی ص ۱۶۷ ج ۵، الدر المشور
 ص ۲۲۵ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۷۳ ج ۱

- ۱، المعنی ص ۵۲ ج ۳، المجموع ص ۲۳۵
ج ۸
۱۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ ج ۲، المحلی ص
۲۲۲ ج ۳
۱۸۵۔ احکام القرآن ص ۳۱۵ ج ۳، تفسیر
ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳
۱۸۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۴۵/۲ ج ۳
۱۸۷۔ الدر المنثور ص ۵۷ ج ۵، تفسیر ابن
کثیر ص ۳۰۴ ج ۲
۱۸۸۔ تہذیب الآثار ص ۱۱۳ ج ۲، ابن
ماجد ص ۱۱۵۳ ج ۲، المستدرک ص ۲۱۱ ج ۴
۱۸۹۔ شرح السنہ ص ۳۳۲ ج ۱، ابن ابی
شیبہ ص ۸ ج ۱، المجموع ص ۵۸ ج ۲، کشف
الغمہ ص ۵۱ ج ۱
۱۹۰۔ المحلی ص ۲۰۵ ج ۶، المجموع
ص ۴۰۲ ج ۶، الاعتبار ص ۱۴۱
۱۹۱۔ الموطن ص ۲۹۸ ج ۱، شرح السنہ ص
۳۰۱ ج ۶
۱۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵ ب ج ۱
عبد الرزاق ص ۲۱۱ ج ۴، الموطن ص ۲۹۸ ج
۱، سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۴
۱۹۳۔ الموطن ص ۳۵۰ ج ۱، المحلی ص ۲۵۷
ج ۷، المجموع ص ۳۶۱ ج ۷
۱۹۴۔ ابو داؤد فی المناسک باب استلام
- الارکان، شرح السنہ ص ۱۱۱ ج ۷
۱۹۵۔ عبد الرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱، ابن ابی
شیبہ ص ۱۲۳ اب ج ۲
۱۹۶۔ عبد الرزاق ص ۳۹۵ ج ۷، المعنی ص
۱۷۸ ج ۸، کشف الغمہ ص ۱۳۵ ج ۲
کنز العمال نمبر ۱۳۵۷۲، الدر المنثور ص
۱۴۲ ج ۲، المحلی ص ۱۶۵ ج ۱۱
۱۹۷۔ شرح السنہ ص ۲۹۸ ج ۱۰، تفسیر قرطبی
ص ۱۴۴ ج ۵
۱۹۸۔ عبد الرزاق ص ۳۸۳ ج ۷، المعنی
ص ۷۶ ج ۸
۱۹۹۔ عبد الرزاق ص ۳۷۶ ج ۷، احکام
القرآن ص ۲۵۶ ج ۳
۲۰۰۔ عبد الرزاق ص ۱۸۰ ج ۱۰، المحلی ص
۱۶۴ ص ۳۹۴ ج ۱۱، المعنی ص ۷۸ ج ۸
کنز العمال ص ۷۵ ج ۴، احکام القرآن ص
۵۰ ج ۱
۲۰۱۔ احکام القرآن ص ۲۸۳ ج ۳
۲۰۲۔ عبد الرزاق ص ۱۵۳ ج ۵، ابن ابی
شیبہ ص ۱۳۶ ج ۲، المحلی ص ۴۹۳ ج ۱۰
کشف الغمہ ص ۱۲۲ ج ۲
۲۰۳۔ سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۶
۲۰۴۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۲
۲۰۵۔ عبد الرزاق ص ۳۹۵ ج ۷

- ۲۰۶۔ عبدالرزاق ص ۴۴ ج ۷، ابن
ایشیہ ص ۲۵۳ ج ۱، سنن سعید بن منصور
ص ۸۵/۲ ج ۳، سنن بیہقی ص ۴۴۰ ج ۷،
الحلی ص ۲۷۷ ج ۱۰، المغنی ص ۵۱۸ ج ۷،
کنز العمال نمبر ۲۷۱۸۲
- ۲۰۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱
- ۲۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۱ ج ۱، سنن
بیہقی ص ۱۷۸ ج ۵، شرح السنہ ص ۳۰۵ ج
۷، الحلی ص ۲۶۶ ج ۷، المغنی ص ۲۶۹ ج ۳،
المجموع ص ۱۵ ج ۷
- ۲۰۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۱ ج ۱
- ۲۱۰۔ بخاری فی التلوع باب فضل الصلوۃ فی
مسجد مکہ، مسلم فی الحج باب فضل الصلوۃ فی
مسجدی مکہ والمدینہ
- ۲۱۱۔ الاموال ص ۶۷
- ۲۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۰۲ ج ۵، اختلاف ابی
خفیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص ۱۳۹
- ۲۱۳۔ المغنی ص ۳۰۶ ج ۳
- ۲۱۴۔ سنن بیہقی ص ۱۵۴ ج ۵
- ۲۱۵۔ بخاری شریف، مسلم شریف فی الحج
باب لایعصد شجر الحرم
- ۲۱۶۔ الاموال ص ۶۷
- ۲۱۷۔ احکام القرآن للجصاص، ص ۲۲۹ ج ۳
- ۲۱۸۔ المغنی ص ۶۴۱ ج ۵، شرح مستحی
- الارادات ص ۷۷ ج ۲
- ۲۱۹۔ المغنی ص ۶۴۱ ج ۵
- ۲۲۰۔ عبدالرزاق ص ۲۶۳ ج ۹، الحلی ص
۲۶۳ ج ۷
- ۲۲۱۔ الحلی ص ۸۶ ج ۱۰، کنز العمال نمبر
۴۱۸۵۱
- ۲۲۲۔ عبدالرزاق ص ۶۹ ج ۱۱، شرح السنہ
ص ۷۰ ج ۱۲
- ۲۲۳۔ المغنی ص ۵۶۲ ج ۱
- ۲۲۴۔ عبدالرزاق ص ۷۵ ج ۱۱، شرح
السنہ ص ۳۳۳ ج ۱۲
- ۲۲۵۔ عبدالرزاق ص ۷۶ ج ۱۱، طبقات
ابن سعد ص ۱۷۲ ج ۴
- ۲۲۶۔ عبدالرزاق ص ۷۷ ج ۱۱
- ۲۲۷۔ ابو داؤد شریف فی اللباس
- ۲۲۸۔ بخاری شریف، مسلم شریف فی
اللباس
- ۲۲۹۔ عبدالرزاق ص ۵۴۱ ج ۱۲، الحلی ص
۸۲ ج ۱۰، ص ۴۰ ج ۴، نیل الادوار ص
۷۲ ج ۲
- ۲۳۰۔ التلانی فی اللباس باب التشدید فی
بس الحریر
- ۲۳۱۔ فتح الباری ص ۲۳۳ ج ۱۰
- ۲۳۲۔ کنز العمال نمبر ۴۱۸۵۲

- ۲۳۳۔ الحلی ص ۴۰ ج ۴
 ۲۳۴۔ الحلی ص ۸۶ ج ۱۰، کنز العمال نمبر ۴۱۸۵۱
 ۲۳۵۔ عبد الرزاق ص ۶۹ ج ۱۱ الموطا ص ۲۵۰ ج ۱، احکام القرآن ص ۳۸۷ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۸۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۷۰ ج ۱۳
 ۲۳۶۔ الاموال ص ۴۴۲، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۲۰
 ۲۳۷۔ کشف الغمہ ص ۱۵۰ ج ۱
 ۲۳۸۔ سنن بیہقی ص ۱۴۳ ج ۴
 ۲۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱، الحلی ص ۷۶ ج ۶، احکام القرآن ص ۱۰۷، ۱۳۲ ج ۳، شرح السنہ ص ۴۹ ج ۶، المجموع ص ۳۲ ج ۶، سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۴
 ۲۴۰۔ المغنی ص ۹ ج ۳، سنن بیہقی ص ۱۴۰ ج ۴
 ۲۴۱۔ الموطا ص ۲۵۰ ج ۱، الاموال ص ۴۴۲، کشف الغمہ ص ۱۸۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۴
 ۲۴۲۔ عبد الرزاق ص ۸۲ ج ۴، سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۳
 ۲۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱
 ۲۴۴۔ عبد الرزاق ص ۲۹۲ ج ۱
 ۲۴۵۔ عبد الرزاق ص ۲۲۹ ج ۱
 ۲۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱
 ۲۴۷۔ الموطا ص ۳۰۸ ج ۱، عبد الرزاق ص ۲۱۸ ج ۴، الام ص ۲۵۱ ج ۷، شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۶، حلیہ العلماء ص ۱۴۷ ج ۳، المغنی ص ۱۴۰ ج ۳، المجموع ص ۲۹۵ ج ۶
 ۲۴۸۔ الحلی ص ۲۶۱ ج ۶، عبد الرزاق ص ۲۱۷ ج ۴
 ۲۴۹۔ احکام القرآن ص ۱۸۰ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۶، المغنی ص ۱۳۹ ج ۳، سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۴
 ۲۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۲ ج ۱، عبد الرزاق ص ۳۲۷ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۶ ج ۱
 ۲۵۱۔ عبد الرزاق ص ۴۱۶ ج ۱
 ۲۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ج ۱
 ۲۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱
 ۲۵۴۔ نیل الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱
 ۲۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ج ۱، المجموع ص ۸۰ ج ۲، کنز العمال نمبر ۲۸۳۰، المغنی ص ۱۴۷ ج ۱
 ۲۵۶۔ شرح السنہ ص ۱۳۰ ج ۲
 ۲۵۷۔ المغنی ص ۳۲۶ ج ۵

- ۲۵۸۔ عبدالرزاق ص ۴۵۲ ج ۴
 ۲۵۹۔ المحلی ص ۳۷۶ ج ۱۰، عبدالرزاق ص
 ۴۵۴ ج ۴
 ۲۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۰ ج ۱
 ۲۶۱۔ عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۴، الموطا ص
 ۹۴۸ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۱۰، کشف
 الغمہ ص ۵۲ ج ۲
 ۲۶۲۔ احکام القرآن ص ۲۶۳ ج ۳
 ۲۶۳۔ المحلی ص ۳۸۶ ج ۱۱

حرف الحاء

خاتم (انگوٹھی)

۱- تعریف: آرائش یا مہر لگانے کی خاطر انگلی میں پہنی جانے والی انگوٹھی کو خاتم کہتے ہیں۔

۲- انگوٹھی پر نقش: انگوٹھی پر نقش مشروع ہے خاص کر جبکہ انگوٹھی کا مقصد مہر لگانا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کی انگوٹھی کا نقش ”عبداللہ بن عمر“ تھا۔

۳- انگوٹھی کے احکام: اگر انگوٹھی پر اسمائے الہی میں سے کوئی اسم منقش ہو تو ایسی انگوٹھی نہ پہننا مستحب ہوگا۔ کیونکہ اس کے پہننے سے اسم الہی کی بے حرمتی کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے کہ اسے پہن کر بعض دفعہ انسان بیت الخلا میں چلا جاتا ہے یا وہ اپنا ہاتھ کسی گندی چیز میں ڈال دیتا ہے۔ وغیر ذلک یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی انگوٹھی پہننے نہیں تھے۔ بلکہ اسے بعض دفعہ اپنی بیوی صفیہ کے پاس اور بعض دفعہ اپنے بیٹے عبید اللہ کے پاس رکھوا دیتے تھے۔ اگر کسی خط وغیرہ پر مہر لگانے کی ضرورت ہوتی تو انگوٹھی منگوا کر مہر لگاتے اور پھر اسے واپس کر دیتے۔^۲

خراج (خراج)

۱- تعریف: ایسی زرعی زمینوں پر جنہیں مسلمانوں نے کافروں سے مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا ہو یا ان پر ان کے ساتھ صلح کر لی ہو، امام المسلمین کی طرف سے عائد کردہ مالیہ وغیرہ خراج کہلاتا ہے۔

۲- مسلمان باغیوں کو خراج کی رقم دینا جائز ہے (دیکھئے مادہ ۱۰ غنی نمبر ۳ کا جز ب) اہل الذمہ سے مسلمانوں کی خراجی زمین کی خریداری مکروہ ہے (دیکھئے مادہ ارض نمبر ۱)

خراجی زمین کو اس شرط پر اجارے پر حاصل کرنا مکروہ ہے کہ مستاجر خراج کی رقم

ادا کرے گا (دیکھئے مادہ ارض نمبر ۲)

خصاء (خصی کرنا)

۱۔ تعریف: نر جانور کے خصیے اس غرض سے نکال دینا کہ وہ تناسل کے قابل نہ رہے
خصاء کہلاتا ہے۔

۲۔ خساء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جانور کو نر اور مادہ بنا کر اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کے ذریعے تناسل یعنی نسل کشی جاری رہے اور اس تناسل کو قطع کرنے والا ہر عمل ایسا عمل ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس لئے آپ جانوروں کو خصی کر دینے کے عمل کو مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ فرماتے: ”اللہ کی مخلوق کی نسلی نشوونما کو قطع نہ کرو“ ۳۔

آپ نے بکروں کو خصی کرنے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے کہ: ”نسلی نشوونما تو صرف نر جانوروں کے ذریعے ہو سکتی ہے“ ۴۔

خضاب (خضاب لگانا)

بالوں کو خضاب یعنی مندی وغیرہ لگانا (دیکھئے مادہ شعر)

خطبہ (خطبہ)

۱۔ تعریف: لوگوں کے سامنے پیش کئے جانے والے نثری کلام کو خطبہ کہتے ہیں۔

۲۔ خطبہ کن مواقع پر مشروع ہے؟ خطبہ درج ذیل مواقع پر مشروع ہے۔

جمعہ اور عیدین کے مواقع پر بالاجماع، حج کے موقعہ پر عرفات کے میدان میں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز داؤ کا جز ۱) اور نکاح کے موقعہ پر جیسا کہ اگلے فقرے میں بیان ہو گا۔

۳۔ نکاح کے موقعہ پر خطبہ: نکاح کے موقعہ پر خطبہ مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کو

جب نکاح کے موقعہ پر بلایا جاتا تو آپ فرماتے: ”لوگ ہمارے پاس سے بکھرنے نہ پائیں، الحمد للہ، و صلی اللہ علی محمد ﷺ، فلاں شخص نے تمہیں فلاں خاتون کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا ہے۔ اگر تم اس کے ساتھ اس کا نکاح کر دو تو الحمد للہ اور اگر اسے رد

کردو تو سبحان اللہ“ ۵۔

عروہ بن الزبیر نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے ساتھ آپ کی بیٹی کے نکاح کا پیغام دیا، آپ نے فرمایا: ”ابو عبد اللہ کا بیٹا اس امر کا اہل ہے کہ اسے یہ رشتہ دے دیا جائے، وہ اللہ کی تعریف کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، لو ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق نکاح کر دیا، اب اپنی بیوی کو اچھے طریقے سے رکھو یا پھر اسے عمدہ طریقے سے چھوڑ دو“ ۶۔

۴۔ خطبہ سننا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جب امام منبر پر پہنچ جائے تو خاموشی اختیار کر لینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور نماز نیز کلام ترک کر دینا ضروری ہوتا ہے۔ آپ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے اور جب امام کے نکلنے کا وقت ہوتا تو اس کے نکلنے سے پہلے ہی بیٹھ جاتے ۷۔

جب امام برآمد ہو جائے تو نماز اور کلام دونوں مکروہ ہوتے ہیں۔ امام کے برآمد ہونے کے بعد نماز پڑھنے اور کلام کرنے کو حضرت ابن عمرؓ مکروہ تصور کرتے تھے ۸۔ جمعہ کے دن آپ نے امام کے خطبے کے دوران ایک شخص کو باتوں میں مصروف دیکھ کر اسے کنکریاں ماریں، جب اس نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا ۹۔

آپ نے جمعہ کے دن امام کے خطبے کے دوران دو آدمیوں کو باتیں کرتے دیکھا آپ نے انہیں کنکریاں مار کر چپ ہو جانے کا اشارہ کیا ۱۰۔ آپ نے جمعہ کے دن خطبے کے دوران ایک سائل کو مانگتے ہوئے دیکھا آپ نے اسے کنکریاں ماریں ۱۱۔

علقمہ بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ وہ مکے میں تھے۔ انہیں سواری کے لئے جانور کرائے پر دینے والا جمعہ کے خطبے کے دوران ان سے آکر کہنے لگا: ”آپ نے تمام لوگوں کو سفر شروع کرنے سے روک لیا ہے، وہ لوگ کوچ کر چکے ہیں“ علقمہ نے اس سے کہا: ”جلدی نہ کرو، ہمیں نماز سے فارغ ہو جانے دو“ جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابن عمرؓ نے ان سے فرمایا: ”تمہارا یہ شخص گدھا ہے۔ اور تمہارا جمعہ نہیں

ہوا" ۱۲۔

ہم نے دیکھ لیا کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے خطبے کے دوران بات کرنے والے شخص کو اگر روکنا چاہتے تو اشارے سے اسے روکتے اپنی زبان سے نہیں روکتے ۱۳۔

خطبے کے دوران ایک شخص کے لئے سلام کا جواب دینا یا چھینک مارنے والے کو "یہ تمک اللہ" کہنا بھی مکروہ ہے ۱۳-ب۔ (دیکھئے مادہ تکلم نمبر ۴) نیز (مادہ عطاس نمبر ۲)

۵۔ خطبے سے پہلے اور خطبے کے بعد کلام کرنا: بات کرنے کی کراہت خطبے کے وقت ہوتی ہے خطبہ شروع ہونے سے پہلے اور خطبہ ختم ہو جانے کے بعد کلام کرنا مکروہ نہیں ہے ۱۳۔

۶۔ خطبہ سننے والا کس طرح بیٹھے: خطبہ سننے کے لئے امام یعنی خطیب کی طرف منہ کر کے بیٹھنا سب سے بہتر وضع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن امام کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے ۱۵۔ دونوں بازوؤں کو گھٹنوں کے گرد لپیٹ کر (اجباء) کی شکل میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ امام کے خطبے کے دوران اجباء بھی کر لیتے تھے ۱۶۔ (دیکھئے مادہ اجباء نمبر ۲)

اگر خطیب صاحب خطبہ طویل کردیں اور سننے والا تھک جائے تو وہ ٹیک لگا سکتا یا لیٹ بھی سکتا ہے بشرطیکہ ایسا کرنے کی وجہ سے خطبے کی آواز کانوں تک پہنچنے میں کوئی غلغلہ پیدا نہ ہو نیز اس سے نمازیوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ عبدالرزاق نے نافع سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "امام اگر خطبہ طویل کر دیتا تو حضرت ابن عمرؓ میرے سارے بیٹھ جاتے" ۱۷۔

ابن ابی شیبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے خطبے کے دوران اجباء کرتے۔ اگر امام کا خطبہ طویل ہو جاتا تو اپنا سر میری گود میں رکھ دیتے" ۱۸۔

خطبہ (پیغام نکاح دینا)

۱۔ تعریف: کسی خاتون سے نکاح کے پیغام کو خطبہ کہتے ہیں۔

۲۔ خطبہ کے احکام

الف۔ غیر کے دیئے ہوئے پیغام پر پیغام دینا۔ اگر ایک شخص کسی خاتون کو پیغام نکاح بھیجے تو جب تک وہ اپنے اس پیغام سے دستبردار نہ ہو جائے اس وقت تک کسی اور شخص کے لئے مذکورہ خاتون کو پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے کتاب الیوم کے اندر حضور ﷺ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے بعض بعض کی بیچ پر بیچ نہ کریں اور تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے دیئے ہوئے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نہ دے“^{۱۹}۔

حضرت ابن عمرؓ نے ابو جہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دینا چاہا ایک اور شخص نے بھی پیغام نکاح دیا تھا۔ آپ اس کے پاس گئے اس نے جواب دیا: ”ہاں“ بھیجا تھا لیکن اب میں اسے چھوڑ چکا ہوں“ آپ نے اس سے پوچھا: ”کیا تم نے اس کا خیال چھوڑ دیا ہے اور تمہیں اب اس کی ذات میں کوئی دل جسی نہیں ہے؟“ اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”میں اسے پیغام نکاح بھیجنا چاہتا ہوں“ اس شخص نے کہا: ”بڑی خوشی سے اسے پیغام بھیجیں“ چنانچہ آپ نے اس خاتون کو پیغام نکاح بھیج دیا لیکن پھر کچھ سوچ کر اس سے دست کش ہو گئے^{۲۰}۔

ب۔ حالت احرام میں پیغام نکاح دینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو واجب قرار دیتے تھے کہ حالت احرام میں محرم مہستری سے ’عقد نکاح سے اور نکاح کا پیغام دینے سے باز رہے خواہ وہ اپنے لئے یا کسی اور کے لئے یہ پیغام دے‘ اور خواہ اپنے لئے عقد کرے یا کسی کا عقد نکاح کرائے‘ وجوب کے اس حکم میں اس سے کوئی فرق نہیں ہوگا۔ آپ فرمایا کرتے تھے: ”محرم نہ تو خود نکاح کرے اور نہ ہی کسی کا نکاح کرائے‘ نہ تو اپنے لئے پیغام نکاح دے اور نہ ہی کسی اور کے لئے“^{۲۱}۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزل)

ج۔ عدت و فوات گزارنے والی بیوہ کو پیغام نکاح دینا: کسی کے لئے بالا جماع یہ جائز نہیں کہ وہ عدت و فوات گزارنے والی بیوہ کو نکاح کا پیغام بھیجے۔ البتہ نکاح کی تصریح کے بغیر تعریض یعنی اشارے اور کنائے میں مذکورہ بیوہ سے نکاح کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ میں ارشاد باری ہے (ولا جناح علیکم

فیما عرضتم به من خطبه النکاح اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم تعریض کے طور پر پیغام نکاح دو

د۔ اگر پیغام نکاح دیا جائے تو اسے قبول کر لینے کا حکم: اگر پیغام دینے والا متعلقہ خاتون کا ہم کفن ہو اور اخلاق نیز دینداری کے اعتبار سے اس پر کوئی انگشت نمائی نہ کی جاتی ہو تو اس کے پیغام کو قبول کر لینا مستحب ہوگا۔ ابو بکر بن حفص کہتے ہیں کہ میں نے عروہ بن الزبیرؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ: ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو آپ کی بیٹی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”ابو عبد اللہ کا بیٹا اس بات کا اہل ہے کہ اس کے ساتھ رشتہ داری قائم کی جائے وہ اللہ کی تعریف کرتا اور حضور ﷺ پر درود بھیجتا ہے، لو ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق تمہارا نکاح کر دیا۔ اب اس کے بعد تم اپنے بیوی کو یا تو معروف طریقے سے اپنی زوجیت میں رکھو یا بھلے طریقے سے چھوڑ دو“

۲۲۔

خف (موزہ)

۱۔ تعریف: چمڑے وغیرہ کے بنے ہوئے موزے جنہیں پاؤں میں پہنا جاتا ہے اور وہ ٹخنوں کے لئے ساتر ہوتے ہیں خف کہلاتے ہیں۔

۲۔ موزوں پر مسح کی مشروعیت

الف۔ ابتداء میں حضرت ابن عمرؓ کی نظروں سے موزوں پر مسح کی مشروعیت مخفی رہی

۲۳۔

حتی کہ حضرت عمرؓ نے آپ کو اس سے آگاہ کیا۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت سعد بن مالکؓ کے پاس آئے اور انہیں موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ”تم لوگ یہ کرتے ہو؟“ حضرت سعدؓ نے جواب دیا: ”ہاں“ نافع کہتے ہیں کہ پھر ہم سب حضرت عمرؓ کے پاس اکٹھے ہوئے، حضرت سعدؓ نے کہا: ”امیر المومنین، میرے بھتیجے (حضرت ابن عمرؓ) کو موزوں پر مسح کے بارے میں فتویٰ دیجئے“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”ہم حضور ﷺ کی معیت میں

ہوتے اور موزوں پر مسح کرتے اور اس میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: ”خواہ ایک شخص پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر کیوں نہ آیا ہو؟“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”ہاں خواہ پیشاب پاخانہ سے فارغ ہو کر کیوں نہ آیا ہو“ نافع کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ جب تک موزے نہ اتارتے ان پر مسح کرتے رہتے اور مسح کے لئے کسی مدت کا تعین نہ کرتے۔“ ۲۲۔ اور جو شخص بھی موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھتا اسے یہی جواب دیتے کہ: ”میں تو ان پر مسح کرتا ہوں۔“ ۲۵۔

ایک مرتبہ آپ نے بازار کے اندر ایک مقام پر پیشاب کیا اور پھر وضوء کے لئے اپنا چہرہ اور بازو دھوئے اور سر کا مسح کیا اور جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو جنازہ کی نماز پڑھانے کے لئے کہا گیا۔ آپ نے موزوں پر مسح کر کے نماز جنازہ پڑھا دی۔ ۲۶۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ کی عادت تھی کہ بلا ضرورت رخصت پر عمل نہیں کرتے کیونکہ ایسی صورت میں آپ کے نزدیک عزیمت پر عمل افضل ہوتا۔ یعنی دونوں پاؤں دھولینا موزوں پر مسح کرنے سے افضل تھا۔ ۲۷۔

ایک دفعہ آپ نے لوگوں کو تو موزوں پر مسح کر لینے کا حکم دیا اور خود اپنے موزے اتار کر وضوء کیا اور فرمایا: ”مجھے وضوء بہت پسند ہے“ نیز فرمایا: ”میں تو اپنے دونوں ہاتھ پاؤں دھونے کا گرویدہ ہوں تم لوگ میری پیروی نہ کرنا۔“ ۲۸۔ (دیکھئے مادہ رخصہ۔ نمبر ۲ ج ۲)

۳۔ موزوں پر مسح کی شرطیں

الف۔ حضرت ابن عمرؓ موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے خواہ موزوں نے ٹخنوں کو ڈھانپ نہ بھی رکھا ہو یعنی خواہ وہ جو توں کی شکل میں کیوں نہ ہوتے اگر آپ جوتے پہن کر وضوء کرتے تو اپنے قدموں کے ظاہری حصوں پر مسح کر لیتے اور فرماتے: ”حضور ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔“ ۲۹۔

نعل یعنی جوتا اس موزے کو کہتے ہیں جس کی پنڈلی نہیں ہوتی۔ شاید اسی بات نے طبری کو یہ گمان کرنے پر مجبور کر دیا کہ حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر قدموں پر مسح کو

جائز قرار دیتے تھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نعلین پر مسح کو جائز قرار دیتے تھے، قدموں پر مسح کو نہیں۔ آپ موزوں کو پھٹن سے خالی ہونے کی شرط بھی نہیں لگاتے تھے کیونکہ حضرات مہاجرین کے موزے پھٹن سے خالی نہ ہوتے اور یہ حضرات ان پر مسح کرتے ۳۰۔

ب۔ اگر موزے طہارت کی حالت میں پہنے گئے ہوں تو وضوء کے ساتھ ان پر مسح کی تکمیل کی شرط نہیں ہوگی حتیٰ کہ اگر مسح کو وضوء سے مؤخر کر دیا جائے تو بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بازار کے اندر ایک جگہ پیشاب کرنے کے بعد وضوء کیا اور اپنا چہرہ اور بازو دھو کر سر کا مسح کیا پھر جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا، آپ نے اپنے موزوں پر مسح کرنے کے بعد جنازہ کی نماز پڑھا دی ۳۱۔ کیونکہ آپ وضوء میں مولات یعنی پے در پے وضوء کے افعال سرانجام دینے کی شرط نہیں لگاتے تھے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۶)

۴۔ موزوں پر مسح کی کیفیت: حضرت ابن عمرؓ موزوں کے بالائی حصوں اور زیریں حصوں پر ایک ہی مسح کے قائل تھے۔ آپ نے اپنے موزوں کے بالائی اور زیریں حصوں پر اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک ہی مسح کیا ۳۲۔

۵۔ موزوں پر مسح کی مدت: ابن ابی شیبہؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ مقیم کے لئے مسح کی مدت ایک دن ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن ہے ۳۳۔

جسور نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نہ تو مقیم کے لئے اور نہ ہی مسافر کے لئے موزوں پر مسح کی کسی مدت کا تعین کرتے تھے ۳۴۔ ایک شخص نے آپ سے موزوں پر مسح کی مدت کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب دیا: ”موزے جب تک نہ اتارواں پر مسح کرتے رہو ۳۵۔“

۶۔ جورین (جراہوں) پر مسح: مشروعیت نیز احکام کے اندر جراہوں پر مسح موزوں پر مسح کی طرح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے نعلین اور جراہوں پر مسح کرتے تھے یعنی جراہوں پر نعلین کے اوپر سے مسح کرتے اور فرماتے جراہوں پر مسح کرنا نعلین پر مسح

کرنے کی طرح ہے ۳۶۔

۷۔ محرم موزے نہیں پن سکتا: حج یا عمرے کا احرام باندھنے والا محرم موزے پہننے سے باز رہے گا۔ اگر اس نے موزے پن لئے تو اس پر دم یعنی جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز الف کا جز ۲)

خل (سرکہ)

۱۔ تعریف: انگور کا رس نیز اس جیسے دیگر شیرے اگر کھئے ہو جائیں تو انہیں خل یعنی سرکہ کہا جاتا ہے

۲۔ سرکہ بطور سالن استعمال کرنا اور اسے پینا مباح ہے (دیکھئے مادہ اشربہ)

خلع (خلع کرنا)

۱۔ تعریف: کسی عوض کے بالمقابل نکاح کی ملکیت کے ازالے کا نام خلع ہے

۲۔ خلع کی حقیقت: خلع کی حقیقت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے یعنی آیا خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے، ایک روایت کے مطابق خلع طلاق ہے ۳۷۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے ۳۸۔

۳۔ سلطان کے بغیر خلع کا جواز: خلع کا اجراء خواہ قاضی کے سامنے ہوا ہو یا قاضی کے وجود کے بغیر اس کا اجراء ہوا ہو دونوں صورتوں میں اس کا وقوع ہو جائے گا ۳۹۔ کیونکہ ایسی کوئی دلیل موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ قاضی کے سامنے اس کے اجراء کی شرط ہے۔

۴۔ خلع کا بدل یعنی معاوضہ: جو چیز بیع کے اندر ثمن یا نکاح کے اندر مہر بن سکتی ہو اس کا خلع کے اندر بدل بنتا درست ہوتا ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر یا ادا شدہ مر سے اس کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ کی لونڈی نے اپنے شوہر سے زرہ کے سوا اپنی ہر چیز کے بدلے خلع کا اجراء کرایا۔ آپ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا ۴۰۔

۵۔ خلع پر مرتب ہونے والے آثار و احکام: ہم نے زیر بحث مادہ کے فقرہ نمبر ۲ میں

دیکھا ہے کہ خلع کی حقیقت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کی روایات میں اختلاف ہے یعنی آیا خلع فسخ نکاح ہے یا طلاق ہے۔ اسی اختلاف کے نتیجے میں خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت کے بارے میں نیز خلع کی وجہ سے مرد کو حاصل شدہ تین طلاقوں کے حق کے کم ہو جانے کے بارے میں اختلاف ہے۔

الف۔ طلاق پر خلع کا اثر: خلع فسخ نکاح تسلیم ہونے کی صورت میں اس پر یہ اثر مرتب ہوگا کہ خلع کی وجہ سے مرد کو اپنی بیوی پر حاصل شدہ تین طلاقوں کے حق میں کوئی کمی نہیں آئے گی^{۱۲۱}۔ حتیٰ کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک مرتبہ طلاق دے چکا ہو اور پھر اس کے ساتھ خلع کر لے اور پھر وہ اس کی زوجیت میں آجائے تو ایسی صورت میں مذکورہ شوہر کو ابھی دو طلاقوں کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ خلع کی وجہ سے طلاقوں کی تعداد نہیں گھٹتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خلع فسخ نکاح ہے طلاق نہیں ہے۔

ب۔ عدت پر خلع کا اثر: خلع فسخ نکاح ہونے کی صورت میں خلع حاصل کرنے والی عورت پر کوئی عدت واجب نہیں ہوگی بلکہ صرف ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کافی ہوگا^{۱۲۲}۔

نسائی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں حضرت ثابت بن قیس کی بیوی نے شوہر کے ساتھ خلع کا معاملہ کر لیا آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ایک حیض تک انتظار کریں اور پھر اپنے خاندان میں واپس چلی جائیں^{۱۲۳}۔

اسی طرح نافع نے کہا ہے کہ انہوں نے معوذ بن عفراء کی بیٹی الریح کو حضرت ابن عمرؓ سے کہتے سنا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انہوں نے اپنے شوہر سے خلع کا معاملہ کر لیا تھا، پھر ان کے چچا حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان سے مسئلہ پوچھا، حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ الریح اپنے باپ کے گھر منتقل ہو جائے اور اسے اپنے شوہر کی میراث میں کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ اور نہ ہی اسے عدت گزارنا پڑے گی البتہ جب تک حیض نہ آجائے اس وقت تک نکاح نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اسے حمل ہو۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عثمانؓ ہم میں سب سے زیادہ عالم اور باخبر شخص

تھے۔“ ۴۴۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک اور روایت کے مطابق خلع حاصل کرنے والی عورت مطلقہ کی طرح تین حیض کی عدت گزارے گی۔ امام مالک نے ”الموطا“ کے اندر روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت مطلقہ کی عدت کی طرح تین حیض ہے“ ۴۴۔ ب۔ امام مالک اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے جب الربیع کا واقعہ سنا تو اس پر کوئی تعجب نہیں کیا بلکہ الربیع سے فرمایا: ”تساری عدت مطلقہ کی عدت کی طرح ہے“ ۴۵۔ ابن قدامہ نے ”المغنی“ کے اندر کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ یہ بات دراصل دو میں سے ایک امر پر مبنی ہے۔

اول یہ کہ حضرت ابن عمرؓ خلع کو طلاق قرار دیتے تھے یا دوم یہ کہ آپ فسخ نکاح کے اندر عدت کو واجب قرار دیتے تھے، استبراء کو نہیں۔ میرا میلان دوسری بات کی طرف ہے۔ واللہ اعلم

خلوة (تنہائی)

۱۔ تعریف: کسی مرد کا کسی عورت کے ساتھ ایسی جگہ ہونا جہاں کسی اور کے لئے ان کے متعلق باخبر ہونا ممکن نہ ہو خلوت کے نام سے موسوم ہے۔

۲۔ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کی تحریم: اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں شیطان اس مجلس کا تیسرا رکن ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص ایسی عورت کے پاس جا کر جس کا شوہر گھر پر موجود نہ ہو اور اس کے بستر پر بیٹھ کر اس کے ساتھ باتیں کرتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جسے جنگل کے شیر نوچ رہے ہوں“ ۴۶۔

۳۔ خلوت کی وجہ سے مہر لازم اور عدت ضروری ہو جاتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی عورت سے عقد نکاح کے بعد اس کے ساتھ خلوت اختیار کرے تو یہ خلوت دخول (تعلق زن و شو) کے حکم میں ہوگی خواہ عملی طور پر دخول یعنی ہبستری کا عمل نہ بھی ہوا

ہو اور پھر پورا مرد واجب ہو جائے گا اور اگر دخول سے پہلے شوہر اسے طلاق دے دے تو اس پر عدت لازم ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب شوہر نے پردے لٹکادیئے یا خلوت اختیار کر لی تو مرد واجب ہو گیا اور عورت پر عدت لازم ہو گئی“ ۷۴۔

خمار (دوپٹہ)

۱۔ تعریف: جس کپڑے کے ساتھ عورت اپنا سر ڈھانپتی ہے اسے خمار کہتے ہیں۔

۲۔ وضو کے اندر دوپٹے پر مسح: ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر

دوپٹے پر مسح مباح نہیں سمجھتے تھے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی بیوی صفیہ کو وضو کے دوران سر سے دوپٹہ اتار کر پانی سے سر پر مسح کرتے دیکھا تھا، اس زمانے میں نافع نابالغ تھے ۷۵۔

ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صفیہ نے حضرت ابن عمرؓ کے کہنے پر یہ طریقہ اختیار کیا ہوگا۔ اگر آپ کے نزدیک دوپٹے پر مسح جائز ہوتا تو صفیہ اپنا دوپٹہ نہ اتارتیں بلکہ دوپٹے پر مسح کو کافی سمجھتیں۔

عورت کے لئے اپنے سر پر دوپٹہ رکھنا واجب ہے (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۳ کا جز

الف)۔

خمر (شراب)

ہر نشہ آور مشروب شراب ہے (دیکھئے مادہ اشربة)

جس دسترخوان پر شراب موجود ہو اس پر کھانے کے لئے نہ بیٹھنا (دیکھئے مادہ طعام

نمبر ۳ کا جز ھ)

خنزیر (سور)

سور کے گوشت کی تحریم (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واو کا جز ۱)

خوف (خوف)

صلوة الخوف (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۱۱)

خیار (خیار)

۱- تعریف: کس سودے کو ختم کر دینے یا اسے باقی رکھنے کے حق کو خیار کہتے ہیں۔ خیار کی کئی صورتیں ہیں۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ سے مروی صورتوں کا ذکر درج ذیل ہے۔

۲- خیار مجلس

الف- خیار مجلس یہ ہے کہ عقد کرنے والے طرفین میں سے ہر ایک کو اس وقت تک عقد فسخ کر دینے یا اسے باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے جب تک وہ دونوں مجلس عقد کے اندر موجود رہیں اور جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں۔ اگر جسمانی طور پر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں تو اس کے بعد ان میں سے کسی کو بھی عقد فسخ کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ اس لئے حضرت ابن عمرؓ جب کوئی پسندیدہ چیز خرید لیتے اور اسے اپنے لئے محفوظ کر لیتا چاہتے تو فوری طور پر بائع سے علیحدہ ہو جاتے۔ اکثر دفعہ آپؐ کچھ دیر کے لئے ادھر ادھر ہو جاتے اور پھر واپس آ جاتے تاکہ اس کے بعد بائع کو فسخ کرنے کا اختیار نہ رہے^{۳۹}۔ آپؐ خود بیان کرتے ہیں کہ جان بوجھ کر ایسا کرتے تھے۔ آپؐ کہتے ہیں: ”میں نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ وادی میں موجود اپنا مال خیبر میں موجود ان کے مال کے بدلے فروخت کیا۔ جب ہم بیچ کر چکے تو میں اپنے پیروں پر واپس ہو گیا اور ان کے گھر سے اس خوف سے باہر آ گیا کہ کہیں وہ میرے ساتھ کی ہوئی بیچ ختم نہ کر دیں“^{۴۰}۔

ب- خیار مجلس متعاقبین میں سے ہر ایک کے لئے یکساں طور پر ثابت ہوتا ہے^{۴۱}۔

۳- خیار شرط: خیار شرط یہ ہے کہ عقد کے طرفین میں سے کوئی شخص یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک معین مدت کے دوران فسخ عقد کا حق حاصل رہے گا۔ غنیمت یعنی دھوکے اور نقصان اٹھانے یا نقصان پہنچانے سے بچنے کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس بارے میں بنیاد وہ روایت ہے جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں کہ سعد بن حبان کو زمانہ جاہلیت میں سر پر چوٹ لگی تھی جس کا اثر دماغ تک پہنچ گیا تھا اور اس کے نتیجے

میں ان کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی۔ اس لئے جب وہ خرید و فروخت کرتے تو مٹھے جاتے، ان سے حضور ﷺ نے فرمایا: ”خرید و فروخت کرو اور کہہ دیا کہ کہ ”لا خلاہ“ (کوئی فریب نہیں) اور پھر تمہیں تین دن کا اختیار حاصل ہو جائے گا“ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں انہیں (زبان میں لکنت کی وجہ سے) ”لا خلاہ“ لا خلاہ“ کہتے سنا کرتا تھا“ ۵۲۔

بنابریں حضرت ابن عمرؓ اس بیع کے بارے میں، جس کے اندر آپ فرماتے کہ: ”میں نے تمہیں یہ چیز فروخت کر دی اور شرط یہ کہ تم تین دنوں کے اندر یا فلاں معلوم مدت کے اندر مجھے اس کا ثمن لاکر دے دو ورنہ ہمارے درمیان کوئی بیع نہیں“ فرماتے کہ یہ بیع درست ہے۔ ۵۳۔

سلیمان بن البرساء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک سودا کیا، آپ نے مجھ سے فرمایا: ”اگر ہمارا خرچہ تین دنوں تک ہمیں مل گیا تو ہماری بیع باقی رہے گی اور اگر تین دنوں تک خرچہ نہیں آیا تو ہمارے درمیان بیع باقی نہیں رہے گی اور تم اپنی چیز واپس لے لو گے“ ۵۴۔

ایک صیغہ (ان رضیت اگر میں رضامند رہا) بھی خیار شرط کا فائدہ دیتا ہے لیکن حضرت ابن عمرؓ کو اس کے متعلق آگاہی نہیں تھی اور جب آگاہی ہوئی تو اس صیغے کو آپ کی فوری طور پر نافذ العمل خرید و فروخت کے اندر کوئی جگہ نہیں ملی۔ عبداللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو یہ کہتے سنا تھا کہ: ”میں ”ان رضیت“ کے لفظ کے ساتھ خرید و فروخت کیا کرتا تھا“ حتیٰ کہ عبداللہ بن مطیع نے ایک بختی اونٹنی (اونٹوں کی ایک نسل کا نام) خریدی اور رضامندی کی شرط لگادی اور کہا کہ: ”ایک شخص رضامند ہو جاتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے“ انہوں نے یہ کہہ کر گویا مجھے بیدار کر دیا“ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ کا طریقہ یہ ہو گیا کہ جب کوئی چیز خریدتے تو فرماتے: ”لو“ میں نے یہ چیز لے لی“ ۵۵۔

۴۔ خیار عیب:

الف۔ اگر بائع کو اپنے مال میں کسی عیب کا علم ہو تو مشتری کے سامنے اس کا اظہار اس پر

ضروری ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ حضور ﷺ کا گذر بازار میں اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا، آپ ﷺ نے ڈھیر کے اندر اپنا دست مبارک داخل کر دیا تو آپ کی انگلیاں بھیگ گئیں۔ آپ نے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بارش ہو گئی تھی، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم نے اناج کا گیلہ حصہ اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟“ پھر فرمایا: ”جس نے ہم سے دھوکہ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے“ ۵۶۔

ب۔ ہر عیب سے برات کی شرط: عیب والے مال کو ہر عیب سے پاک ہونے کی شرط کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں بائع کے لئے جائز ہے کہ وہ مشتری کو معیج کے اندر موجود عیب سے آگاہ نہ کرے، یہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی لیکن بعض صحابہؓ نے آپ کی اس رائے سے اختلاف کیا تھا۔ سالم کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت ابن عمرؓ نے حضرت زید بن ثابت کے ہاتھ آٹھ سو درہم میں ایک غلام فروخت کر دیا اور ہر عیب سے برات کی شرط بیان کر دی۔ حضرت زید کو مذکورہ غلام کے اندر کوئی بیماری نظر آگئی، انہوں نے میرے والد سے کہا کہ غلام کے اندر ایک بیماری ہے تم نے مجھے اس کی خبر نہیں دی، پھر دونوں امیر المومنین حضرت عثمانؓ کے پاس اپنا جھگڑالے کر چلے گئے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ انہوں نے میرے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا جس کے اندر ایک بیماری موجود ہے اور انہوں نے مجھے اس بیماری سے آگاہ نہیں کہا میرے والد نے کہا کہ میں نے ہر عیب سے برات کی شرط کے ساتھ غلام فروخت کیا تھا، حضرت عثمانؓ نے فیصلہ سنایا کہ میرے والد یہ قسم اٹھائیں کہ ”خدا کی قسم“ یہ غلام میں نے فروخت کیا تھا اور مجھے اس کی کسی بیماری کا علم نہیں تھا، لیکن میرے والد نے قسم ٹھانے سے انکار کر دیا اور غلام واپس ہو گیا۔ اس کے بعد میرے والد نے یہ غلام پندرہ سو درہم میں فروخت کیا“ ۵۷۔

ج۔ عیب کی بنا پر معیج کی واپسی: اگر مشتری کو معیج کے اندر ایسے عیب کا پتہ چل جائے جو بائع کے پاس موجودگی کے دوران اس کے اندر پیدا ہو گیا تھا لیکن عقد کے دوران مشتری کو اس کا پتہ نہ چل سکا تھا تو اسے معیج واپس کر دینے کا حق حاصل ہو گا۔ نیز یہ حق

بھی حاصل ہو گا کہ اگر وہ چاہے تو مذکورہ عیب کے بالمقابل بائع سے کوئی رقم وصول کئے بغیر میع کو اپنے پاس رہنے دے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک اونٹ خریدا اور اس میں آپ کو ایک بیماری نظر آگئی۔ آپ اس بیماری کے باوجود مذکورہ اونٹ اپنے پاس رکھنے پر رضامند رہے۔ امام بخاری نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ نواس نامی ایک شخص تھا اس کے پاس اونٹ تھے جنہیں پیاس لگنے کی بیماری تھی۔ حضرت ابن عمرؓ نے جاکر مذکور شخص کے شریک سے وہ اونٹ خرید لئے۔ جب اس کا شریک آیا تو دوسرے شریک نے اس سے کہا کہ ہم نے وہ اونٹ فروخت کر دیئے، نواس نے پوچھا کہ کس کے ہاتھ فروخت کئے، اس نے جواب دیا کہ: ”اس شکل کے فلاں شیخ یعنی معمر آدمی کے ہاتھ“ یہ سن کر نواس نے جواب دیا کہ: ”تمہارا برا ہو“ یہ تو عبداللہ بن عمرؓ ہیں“ پھر وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ”میرے شریک نے آپ کے ہاتھ پیاس کی بیماری والے اونٹ فروخت کئے ہیں۔ وہ آپ کو جانتا نہیں تھا“ آپ نے فرمایا: ”پھر انہیں ہانک لے جاؤ“ جب نواس انہیں ہانک کر لے جانے لگا تو آپ نے فرمایا: ”انہیں رہنے دو“ ہم حضور ﷺ کے اس فیصلے پر رضامند ہیں کہ ”لا عدوی“^{۵۸}۔ یعنی کوئی چھوت چھات نہیں۔

۱۔ عیب کی بنا پر کون سی چیز میع کی واپسی کے لئے مانع ہوتی ہیں؟

عیب کی بنا پر میع کی واپسی کے لئے جو باتیں مانع ہوتی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ میع کے اندر موجود عیب کا پتہ چل جانے کے بعد مشتری کا میع کے اندر مالکانہ تصرف۔ کیونکہ یہ تصرف عیب پر رضامندی شمار ہو گا۔ اگر عیب کا پتہ لگنے سے پہلے اس قسم کا تصرف کر لیا جائے تو یہ بات اس وقت تک میع کی واپسی کے لئے مانع نہیں ہوگی جب تک اس تصرف نے میع کو بدل کر نہ رکھ دیا ہو۔ مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ایک گجڑی خرید لی، اور اس پر رضامند ہو کر اسے قبول کر لیا اور اپنے سر پر باندھ لی۔ پھر آپ نے گجڑی میں سرخ دھاگہ دکھا تو اسے واپس کر دیا۔^{۵۹}

۲۔ مشتری کے پاس میع کے اندر کسی نے عیب کا پیدا ہو جانا۔ جلد بن سحیم کہتے ہیں

کہ ”میں حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے ایک قمیص خرید کر اسے زیب تن کر لیا۔ پھر اسے واپس کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کی داڑھی کی زردی قمیص کو لگ گئی آپ نے اس زردی کی وجہ سے قمیص واپس نہیں کی۔“

۵۔ خیار تدلیس

(الف) تدلیس عیب مخفی رکھنے کو کہتے ہیں۔

ب: تدلیس اس شخص کے حق میں خیار کی موجب بن جاتی ہے جس کے ساتھ تدلیس کی گئی ہو۔ پہلے یہ واقعہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے پیاس کی بیماری والے اونٹ خریدے تھے اور آپ کو حق تھا کہ تدلیس کی وجہ سے آپ ان اونٹوں کو واپس کر دیتے لیکن آپ اس عیب کے ساتھ ان اونٹوں کو اپنے پاس رکھنے پر رضامند ہو گئے (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۴ کا ج ۲)

۶۔ خیار تغیر:

تغیر یہ ہے کہ بیع کو مشتری کے سامنے قولاً یا فعلاً اس کی حقیقی صفت کے بغیر کسی اور صفت میں پیش کیا جائے۔ تغیر فسخ بیع کے خیار اور بیع کو واپس کر دینے کی موجب ہوتی ہے۔ تغیر کی ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً بکری کے تھنوں کو خوب پھیلا کر مشتری کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جو شخص پھولے ہوئے تھنوں والی بکری خریدے اور اسے اس کا پتہ نہ ہو تو اسے بکری واپس کر دینے یا رکھ لینے کا خیار حاصل ہوگا۔“

۷۔ خیار عتق:

(الف) اگر لونڈی کسی غلام کی زوجیت میں ہو اور پھر اسے آزاد کر دیا جائے تو اسے زوجیت میں رہنے یا نکاح فسخ کر دینے کا خیار حاصل ہوگا۔ البتہ اگر وہ کسی آزاد کی زوجیت میں ہو تو آزاد ہونے کے بعد اسے فسخ نکاح کا خیار حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ آزاد عورت کا شوہر اگر غلام ہو تو اسے اس سلسلے میں عار دلایا جاسکتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لونڈی آزاد کر دی جائے اور وہ کسی غلام کی زوجیت میں ہو تو

اسے خیار حاصل ہو گا۔ اسے یہ خیار صرف اس وقت حاصل ہو گا جب وہ کسی غلام کی زوجیت میں ہو“ ۶۲۔

ب۔ مذکورہ لونڈی کا خیار دو میں سے ایک امر کی وجہ سے ساقط ہو جائے گا۔
۱۔ اسے خیار حاصل ہونے سے پہلے اس کا شوہر آزاد کر دیا جائے“ ۶۳۔

۲۔ اگر وہ یہ جان لینے کے بعد کہ آزاد ہو جانے کی وجہ سے اسے خیار حاصل ہو گیا ہے اپنے غلام شوہر کو ہبستری کا موقع فراہم کرے تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر آزاد شدہ لونڈی کو معلوم ہو کہ اسے خیار حاصل ہو گیا ہے اور اس کے بعد بھی اس کا غلام شوہر اس سے ہم بستری کر لے تو پھر اس کا خیار باقی نہیں رہے گا۔ اگر اسے خیار کی بات معلوم نہ ہو اور اس کا مذکورہ شوہر اس سے ہم بستری کر لے تو خیار کی بات معلوم ہو جانے پر اسے خیار حاصل ہو جائے گا خواہ غلام شوہر نے اس کے ساتھ ہزار مرتبہ ہبستری کیوں نہ کر لی ہو، البتہ اگر ایک عادل شخص مذکورہ لونڈی کے خلاف گواہی دے کہ اسے خیار کی بات معلوم تھی اور اس کے باوجود اس نے شوہر کو ہبستری کرنے کا موقعہ دیا تو ایسی صورت میں اس کا خیار ساقط ہو جائے گا“ ۶۴۔ کیونکہ لونڈی کے سلسلے میں اصل بات جہالت یعنی عدم علم ہوتی ہے۔ اگر علم کے باوجود شوہر اس سے ہبستری کر لے تو اس کا خیار ساقط ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کے لئے خیار باقی نہیں رہے گا“ ۶۵۔

۸۔ ایسی عورت کا خیار جسے شوہر کی طرف سے اپنے آپ کو طلاق دینے کا اختیار دیا گیا ہو (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز واؤ)

خیل (گھوڑے)

گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز واؤ)

گھوڑوں کا جو ٹھاپاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ب)

جہاد کے اندر مال غنیمت میں سے گھوڑے والے کے دو حصے ہوتے ہیں (دیکھئے مادہ

غنیمت نمبر ۳)

حرف الخاء میں مذکورہ حوالہ

جات

- ۱۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳ طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۴
- ۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۶ ج ۴
- ۳۔ الموطن ص ۹۴۸ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۴ ج ۱۰، کشف الخفاء ص ۵۲ ج ۲، عبد الرزاق ص ۴۵۶ ج ۴
- ۴۔ عبد الرزاق ص ۴۵۶ ج ۴
- ۵۔ سنن بیہقی ص ۱۸۱ ج ۷
- ۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱
- ۷۔ عبد الرزاق ص ۲۱۰ ج ۳
- ۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۷، شرح معانی الآثار ص ۲۱۷ ج ۱، المغنی ص ۳۲۰، ۳۲۳ ج ۲
- ۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ج ۱
- ۱۰۔ الموطن ص ۱۰۴ ج ۱، المحلی ص ۶۳ ج ۵
- ۱۱۔ عبد الرزاق ص ۲۲۵ ج ۳، المحلی ص ۶۳ ج ۵، المغنی ص ۳۲۶ ج ۲
- ۱۲۔ المحلی ص ۶۳ ج ۵
- ۱۳۔ عبد الرزاق ص ۲۲۵ ج ۳، المحلی ص ۶۳ ج ۵

- ۱۳۔ المغنی ص ۳۲۲ ج ۲
- ۱۴۔ حوالہ درج بالا
- ۱۵۔ عبد الرزاق ص ۲۱۷ ج ۳، المغنی ص ۳۰۳ ج ۲
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۳، المحلی ص ۶۷ ج ۵، المغنی ص ۳۲۶ ج ۲، المجموع ص ۴۵۹ ج ۴
- ۱۷۔ عبد الرزاق ص ۲۲۹ ج ۳
- ۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ج ۷
- ۱۹۔ بخاری فی السیور باب النہی عن تلقی الکرکبان، مسلم فی السیور باب تحریم بیع الرجل علی بیع اخیه
- ۲۰۔ سنن بیہقی ص ۱۸۰ ج ۷
- ۲۱۔ سنن بیہقی ص ۶۵ ج ۵، ص ۲۱۳ ج ۷، المحلی ص ۱۹۸ ج ۷
- ۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱
- ۲۳۔ المحلی ص ۱۴۳ ج ۴
- ۲۴۔ عبد الرزاق ص ۱۹۶ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۸۰ ج ۱
- ۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۹ ج ۱
- ۲۶۔ الموطن ص ۴۳ ج ۱، الام ص ۲۵۰ ج ۷
- ۲۷۔ المجموع ص ۵۱۵ ج ۱
- ۲۸۔ المغنی ص ۲۸۲ ج ۱

- ۲۹۔ شرح معانی الآثار ص ۲۱ ج ۱
 ۳۰۔ کشف الغمہ ص ۵۵ ج ۱
 ۳۱۔ الموطا ص ۴۳ ج ۱، الام ص ۲۵۰ ج ۷
 ۳۲۔ السنن ج ۱، الاستذکار ص ۲۷۷ ج ۱
 ۳۳۔ عبدالرزاق ص ۲۱۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۹۱ ج ۱، الاستذکار ص ۲۸۴ ج ۱، شرح السنن ص ۴۶۳ ج ۱، المغنی ص ۲۹۷ ج ۱
 ۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ج ۱
 ۳۵۔ عبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۸۰ ج ۱، الاستذکار ص ۲۷۷ ج ۱، المجموع ص ۵۲۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۵ ج ۱
 ۳۶۔ عبدالرزاق ص ۲۰۸ ج ۱
 ۳۷۔ عبدالرزاق ص ۱۹۹ ج ۱، الحلی ص ۸۵ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۰ ج ۱، المغنی ص ۲۹۵ ج ۱، المجموع ص ۵۴۰ ج ۱
 ۳۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۵ ج ۱، شرح السنن ص ۱۹۶ ج ۱، الحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰
 ۳۹۔ احکام القرآن ص ۳۹۵ ج ۱، ابدائع الصنائع ص ۱۴۵ ج ۲
 ۴۰۔ عبدالرزاق ص ۵۰۵ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ۱، الموطا ص ۵۶۵ ج ۲، الدر المنثور ص ۲۸۲ ج ۱، تفسیر قرطبی ص ۱۴۱ ج ۳، سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۶، الحلی ص ۲۴۱ ج ۱، احکام القرآن ص ۳۹۳ ج ۱، المغنی ص ۵۲ ج ۷
 ۴۱۔ شرح السنن ص ۱۹۶ ج ۹
 ۴۲۔ تفسیر قرطبی ص ۱۴۵ ج ۳، تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۶ ج ۱، الدر المنثور ص ۲۸۲ ج ۱، الحلی ص ۲۳۷ ج ۱، المغنی ص ۲۳۹ ج ۷
 ۴۳۔ سنن نسائی فی العلاقات باب عدۃ المختلعه
 ۴۴۔ الحلی ص ۲۳۷ ج ۱۰
 ۴۵۔ ب۔ الموطا ص ۵۶۵ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۱۶ ج ۷، تفسیر ابن کثیر ص ۲۷۶ ج ۱، کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲، المغنی ص ۴۴۹ ج ۷، سنن ابوداؤد فی العلاقات باب الخلع
 ۴۶۔ الموطا ص ۵۶۵ ج ۱، الدر المنثور ص ۲۸۲ ج ۱
 ۴۷۔ کنز العمال نمبر ۱۳۶۳۱
 ۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۸ ج ۱، المغنی ص ۴۳۴ ج ۶، ص ۴۵۱ ج ۷، احکام القرآن ص ۴۳۶ ج ۱
 ۴۹۔ سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۱
 ۵۰۔ بخاری فی السیوع باب الیعیان بالخیار

۵۸۔ بخاری فی السیوع باب شراء الابل

الحصم، سنن بیہقی ص ۳۲۱ ج ۵

۵۹۔ المحلی ص ۷۸ ج ۹

۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۵۵ ج ۸، المحلی ص

۷۸ ج ۹، طبقات ابن سعد ص ۷۳ ج ۴

۶۱۔ مکملہ - المجموع ص ۱۶ ج ۱۲، المغنی ص

۱۳۵ ج ۴

۶۲۔ عبدالرزاق ص ۲۵۱، ۲۵۴ ج ۷، سنن

سعید بن منصور ص ۲۹۷/۱ ج ۳، سنن

بیہقی ص ۲۲۲ ج ۷، المحلی ص ۱۵۳ ج

۱۰، المغنی ص ۶۵۹ ج ۶، کشف الغمہ ص ۶۶

ج ۲

۶۳۔ المغنی ص ۶۶۰ ج ۶

۶۴۔ عبدالرزاق ص ۲۵۲ ج ۷، ابن ابی

شیبہ ص ۲۱۶ ج ۱

۶۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۰۰/۱ ج

۳، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۵ ج ۱، الموطا ص

۵۶۲ ج ۲، شرح السنہ ص ۱۱۱ ج ۹،

عبدالرزاق ص ۲۵۱ ج ۷، المغنی ص ۶۶۱ ج

۶

عبدالرزاق ص ۵۱ ج ۸، المحلی ص ۳۵۳ ج

۸، شرح السنہ ص ۳۹، ۳۰ ج ۸، المجموع ص

۱۸۴ ج ۹، المغنی ص ۵۶۵ ج ۳، کشف الغمہ

ص ۱۰ ج ۳

۵۰۔ بخاری فی السیوع باب کم

یجوز الحمار، المحلی ص ۳۵۲ ج ۲، کشف الغمہ

ص ۱۰ ج ۲

۵۱۔ المجموع ص ۱۹۶ ج ۹

۵۲۔ نیل الاوطار ص ۲۸۷ ج ۵، قتلا عن

الحمدی

۵۳۔ المغنی ص ۵۹۳ ج ۳

۵۴۔ المحلی ص ۷۳ ج ۸

۵۵۔ عبدالرزاق ص ۵۳ ج ۸، المحلی ص

۷۳ ج ۸

۵۶۔ مسلم فی الایمان باب "من غشنا فلیس

منّا" ترمذی فی السیوع باب انش، ابوداؤد فی

الاجارات باب انش، ابن ماجہ فی التجارات

باب انش

۵۷۔ المحلی ص ۴۲ ج ۹، کنز الحمال

نمبر ۹۹۳۸، کشف الغمہ ص ۱۱ ج ۲، شرح

السنہ ص ۱۳۸ ج ۸، المغنی ص ۷۸ ج ۴

حرف الدال

دابتہ (جانور) دیکھئے مادہ حیوان۔

دباغتہ (دباغت دینا)

کچی کھالوں سے رطوبات دور کرنے کو دباغت کہتے ہیں۔
دباغت کے ذریعے کھالیں پاک ہو جاتی ہیں (دیکھئے مادہ جلد)

دبر (مقعد)

انسان یا جانور کے اس مقام کو دبر کہتے ہیں جہاں سے پاخانہ خارج ہوتا ہے۔ مذکر یا
مونث کے دبر میں وطی کرنے کا حکم (دیکھئے مادہ وطوء نمبر ۲ کا جز واد) خارج ہونے والی نجاست سے دبر کی تطہیر (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲)
دعاء (دعا کرنا)

۱۔ تعریف: تذلل اور عاجزی کے ساتھ نیز گڑگڑا کر بندے کی اللہ سے درخواست کو
دعا کرتے ہیں۔

۲۔ دعا کی قبولیت کے اوقات: کچھ اوقات ایسے ہیں جن کے اندر اللہ سبحانہ کی اپنے
بندوں پر تجلیات نازل ہوتی ہیں اور دوسرے اوقات کی بہ نسبت ان کے اندر دعا کی
قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ان اوقات کے بارے میں منقولہ
روایات کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ جمعہ کا دن: حضرت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ
”جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بندہ اس گھڑی کھڑے ہو کر
نماز پڑھ رہا ہو تو اللہ سے مانگی ہوئی ہر چیز اللہ اسے دے دیتا ہے“ ۱۔ پھر حضرت ابن عمر
ؓ نے فرمایا: ”ایک دن کے اندر حاجت طلب کرنا تو بڑا آسان ہے۔“ ۲۔

ب۔ اذان کے وقت: حضرت ابن عمرؓ مؤذن کی اذان کے وقت دعا مانگنے کا حکم دیتے
تھے۔ ۳۔ آپ مغرب کی اذان کے وقت دعا مانگنا بہت پسند کرتے اور فرماتے کہ یہ دعا

کی قبولیت کی گھڑی ہے ۳۔

ج۔ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، عیدین کی دو راتیں حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے ”پانچ راتیں ایسی ہیں جن کے اندر دعا رد نہیں ہوتی، یعنی جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات اور عیدین کی دو راتیں“ ۵۔

د۔ علاوہ ازیں قدر کی رات اور یوم عرفہ کی رات جن کے اندر دعا کی قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔

۳۔ نماز کی جگہ بیٹھ کر دعا مانگنا:

جب کوئی شخص اپنی نماز سے فارغ ہو جائے تو مستحب ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ کر اللہ سے دعائیں مانگے۔ حضرت ابن عمرؓ جس جگہ نماز ادا کرتے اسی جگہ بیٹھ کر دعائیں مانگا کرتے ۶۔

۴۔ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا:

دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کعبہ نظر آنے پر ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے اور اسے مستحب سمجھتے ۷۔ نیز ری جہرات کے بعد بھی ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ کا جز ھ)

۵۔ باوازا بلند دعا مانگنا:

بلند آواز سے دعا مانگنا مکروہ ہے۔ افضل دعا وہ ہے جس کے الفاظ انسان صرف اپنی ذات کو سنائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے کچھ لوگوں کو بلند آواز کے ساتھ دعائیں مانگتے دیکھا تو فرمایا: ”لوگو! تم کسی بہری ذات یا کسی غائب کو نہیں پکار رہے ہو“ ۸۔

۶۔ کھڑے ہو کر دعا مانگنا:

حضرت ابن عمرؓ یہ بات مکروہ سمجھتے تھے کہ ایک شخص نماز پڑھنے کے بعد کھڑے ہو کر دعا مانگے۔ یعنی دعا کرنے کی خاطر کھڑا ہو جائے کیونکہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت کا پہلو ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز سے فارغ ہونے

کے بعد کھڑا ہو گیا اور دعا مانگنے لگا۔ آپ نے اسے بہت برا بھلا کہا^۹۔

اس قاعدے سے کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا مستثنیٰ ہے کیونکہ یہاں مذکورہ بالا مشابہت نہیں پائی جاتی، حیل بن زید کہتے ہیں کہ ”میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ میں داخل ہوئے، دو رکعتیں پڑھیں پھر مڑے اور رکن کے متصل دو رکعتیں پڑھیں میں تو باہر آگیا اور آپ کو اس حالت میں چھوڑ آیا کہ آپ کھڑے کر دعائیں مانگ رہے تھے اور تکبیریں کہہ رہے تھے“^{۱۰}۔

۷۔ دعا کے وقت قبلہ رخ ہونا:

دعا مانگنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ قبلہ رخ ہو کیونکہ ایسی صورت میں قبولیت کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ گذشتہ فقرہ نمبر ۶ میں بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کعبہ کی طرف رخ کر کے اللہ سے دعائیں مانگتے رہے، نیز عرفات کے اندر بھی آپ قبلہ رخ ہو کر دعائیں کرتے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جزاؤ کا جزا) صفا اور مروہ پر وقوف کے دوران بھی کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جزج) ۸۔ کافر کے لئے بد دعا کرنا:

حضرت ابن عمرؓ کافر کے حق میں بد دعا کو جائز قرار دیتے تھے آپ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا اور اسے سلام کہا۔ آپ کے رفقاء نے کہا کہ یہ شخص کافر ہے۔ یہ سن کر آپ نے اس شخص سے کہا: ”میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو“ اس نے سلام واپس کر دیا۔ پھر آپ نے کہا: ”اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے“ اور پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ”جزیہ کے لئے اس کے مال اور اولاد کو اللہ زیادہ کرے“^{۱۱}۔ یعنی آپ نے اس کے حق میں ایک طرح سے بد دعا کی۔

۹۔ حضرت ابن عمرؓ کی بعض دعائیں:

آپ سے بہت سی دعائیں منقول ہیں۔ ان میں کچھ دعائیں درج ذیل ہیں۔

الف۔ طلوع فجر کے وقت آپ کی دعا: مجاہد کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ کی صحبت میں رہا ہوں، جب طلوع فجر ہوتا تو آپ بلند آواز سے یہ دعا کرتے: ”ایک سننے والے نے اللہ

کی حمد اور اس کی نعت نیز ہمارے ساتھ اس کے حسن سلوک کی بات سن لی، اے اللہ تو ہمارے ساتھ رہ اور ہم پر اپنا فضل فرما، اے اللہ میں جہنم سے تیری پناہ میں آتا ہوں“ ۱۲۔

ب۔ سنت طواف کی دو رکعتوں کے بعد نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دوران آپ کی دعا۔ آپ یہ دعا کرتے: ”اے اللہ، مجھے اپنے دین، اپنی اطاعت اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ بچائے رکھ، اے اللہ، مجھے اپنے حدود سے بچا کے رکھ، اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو تجھ سے، تیرے فرشتوں، تیرے رسولوں اور تیرے نیک بندوں سے محبت کرتے ہیں، اے اللہ مجھے اپنا، اپنے فرشتوں کا اور اپنے رسولوں کا محبوب بنا دے، اے اللہ مجھے دنیا اور آخرت میں وہ بھلائیاں عطا کر جو تو اپنے نیک بندوں کو عطا کرتا ہے۔ اے اللہ، میرے لئے راحت کی چیز آسان کر دے اور مصیبت کی چیز سے مجھے بچائے رکھ اور دنیا و آخرت میں مجھے بخش دے، اے اللہ میرے دل میں یہ بات ڈال دے کہ میں اس عہد کو پورا کروں جو تو نے مجھ سے لیا ہے، اے اللہ مجھے پرہیزگاروں کا امام بنا دے اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثین میں سے بنا دے اور قیامت کے دن میرے گناہ بخش دے“ ۱۳۔

ج۔ جنازہ پر آپ کی دعا:

جب آپ کسی کا جنازہ پڑھتے تو یہ دعا مانگتے: ”اے اللہ اس میت کو برکت عطا کر، اس پر اپنی رحمت نازل فرما اور اسے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض کوثر پر پہنچا“ ۱۴۔ (دیکھئے مادہ صلاة نمبر ۴۰ کا جز ھ)

د۔ سجدے کے اندر آپ کی دعا:

سجدے کی حالت میں آپ یہ دعا کرتے: ”اے میرے رب، مجھے اس دن اپنے عذاب سے محفوظ رکھ جس دن تو اپنے بندوں کو دوبارہ زندہ کرے گا“ ۱۵۔ بعض دفعہ آپ یہ دعا کرتے: ”اے میرے رب، تو نے مجھ پر جو انعام کیا ہے، میں مجرموں کا ہرگز مددگار نہیں بنوں گا“ ۱۶۔ (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۲ کا جز واؤ)

ھ۔ نماز کے بعد کی دعا:

نماز کے بعد آپ اللہ کی حمد و ثناء کرنے کے بعد دعا کرتے: ”اللھم انت السلام
ومنک السلام‘ تبارکت یا ذا الجلال والاكرام“ ۱۷۔
و۔ آپ یہ دعا بھی کرتے۔

”اے اللہ‘ میں تجھ سے وہ تمام بھلائی مانگتا ہوں جسے مانگنا میرے مجھے چاہئے اور
میں اس تمام برائی سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں جس سے تیری پناہ طلب کرنا مجھے
چاہئے“ ۱۸۔ یہ دعا بھی کرتے: ”اے اللہ‘ مجھ سے ایمان نہ چھین لے جس طرح تو نے
اسے مجھے عطا کیا ہے“ ۱۹۔

نماز کے افتتاح کی دعا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ج)
حجر اسود کے اسلام کے وقت دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز د)
طواف کے دوران دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ھ)
صفا پر دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کا جز ج)
رمی جمار کے وقت دعا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ کا جز ھ) نیز (مادہ حج نمبر ۳۰ کا جز د)
قبر پر دعا (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز ج)

دعوة (کھانے پر بلانا)

۱۔ تعریف: شادی وغیرہ کے موقع پر کھانے پر بلانے کو دعوت کہتے ہیں۔

۲۔ دعوت قبول کرنا۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کھانے کی دعوت قبول کرنا واجب سمجھتے تھے، ایک دن آپ کو
کھانے پر بلایا گیا۔ آپ کے رفقاء میں سے ایک شخص نے کہا: ”مجھے تو اس دعوت سے
معاف رکھئے“ آپ نے فرمایا: ”اس سے کوئی معافی نہیں، اٹھو“ ۲۰۔

ب۔ دعوت قبول کرنا صرف کھانا کھانے کی خاطر نہیں ہوتا بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس
میں تالیف قلوب، معاشرتی ارتباط اور حسن سلوک کی اشاعت کا پہلو ہوتا ہے، اسی لئے
روزہ دار کے لئے بھی غیر روزہ دار کی طرح دعوت قبول کر لینا لازم ہے۔ حضرت ابن

عمرؓ روزے کی حالت میں شادی اور غیر شادی والی دعوت میں چلے جاتے“^{۲۱}۔ ایک دفعہ آپ کو دعوت پر بلایا گیا۔ آپ وہاں گئے اور ہاتھ بڑھا کر بسم اللہ کہا اور پھر ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا: ”تم لوگ کھانا میں روزے سے ہوں“^{۲۲}۔ ایسی صورت میں یہ مستحب ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ کو جب کھانے پر بلایا جاتا اور آپ روزے سے ہوتے تو میزبان کے گھر جاتے اور اس کے لئے دعا کر کے واپس ہو جاتے“^{۲۳}۔

ج۔ ناپسندیدہ بات دیکھ کر دعوت سے واپس آ جانا:

اگر کسی کو کھانے پر بلایا جائے اور وہ وہاں کوئی منکر یعنی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اس کے لئے وہاں بیٹھنا جائز نہیں ہوگا بلکہ واپس آ جانا اس پر لازم ہوگا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو حضرت ابن عمرؓ کے مکان پر کھانے کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے وہاں دیوار پر پردے دیکھے، یہ بات انہیں ناپسند لگی اور واپس آ گئے، حضرت ابن عمرؓ نے ان کی واپسی پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی (دیکھئے مادہ زینہ نمبر ۲ کے جزب کا جز ۴)

د۔ (خون)

۱۔ تعریف: رگوں میں جاری سرخ سیال مادے کو دم کہتے ہیں۔

۲۔ خون کا نجس ہونا: خون کی نجاست پر حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اتفاق ہے آپ جب سنگی لگواتے تو اس جگہ کو دھو ڈالتے^{۲۵}۔ ابن حزم نے روایت کی ہے کہ آپ مذکورہ جگہ تو پانی سے دھونے کی بجائے سنگریزوں کے ذریعے خشک کر کے پاک کر لینے کو جائز قرار دیتے تھے۔^{۲۶} جس طرح سنگریزوں کے ذریعے استنجاء کی تطہیر کی جاتی ہے (دیکھئے مادہ استنجاء نمبر ۲) آپ اگر نماز کے اندر ہوتے اور کپڑے پر خون کا دھبہ نظر آ جاتا تو اگر مذکورہ کپڑا اتار ڈالنا ممکن ہوتا تو اسے اتار دیتے۔ اگر اتار نہ سکتے تو نماز چھوڑ کر چلے جاتے اور خون دھو کر واپس آتے اور نماز کا باقی ماندہ حصہ پورا کر لیتے“^{۲۷}۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے اپنے کپڑے پر خون دیکھا اس پر تھوک کرا سے

تھوک کے ساتھ مل دیا۔ ۲۸۔ اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ خون قلیل مقدار میں تھا جس کی وجہ سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں پڑ سکتا تھا یا اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ ہر ایسی چیز کے ذریعے نجاست سے تطہیر کے جواز کے قائل تھے جو نجاست کو زائل کر دیتی ہو، خواہ وہ پانی کے سوا کوئی اور چیز کیوں نہ ہوتی۔ اس لئے جب تھوک کے ذریعے نجاست کا نشان زائل ہو گیا تو کپڑا پاک ہو گیا۔

یہی نے ”معرفت السن والآثار“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے چہرے پر موجود ایک پھنسی کو دبا دیا اور اس سے تھوڑا سا خون نکلا جسے آپ نے اپنی دو انگلیوں کے درمیان مل دیا اور پھر ہاتھ دھوئے بغیر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے ۲۹۔

ائمہ حدیث نے اس اثر کی روایت ان الفاظ میں کی ہے: ”آپ نے اپنے چہرے پر موجود پھنسی کو دبا دیا اور اس سے کچھ مواد نکلا، ایک روایت میں ہے کہ خون نکلا اور انگلیوں سے اسے مسل دیا اور پھر وضو کئے بغیر نماز پڑھ لی، اس کی تفصیل آگے آئے گی مذکورہ بالا اثر کے اندر دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وضوء نہیں ٹوٹا اس لئے کہ خون دبانے کی وجہ سے نکلا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ اثر خون کے پاک ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ اس میں ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لی“ اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اپنا ہاتھ پاک نہیں کیا۔

۳۔ خون کا ناقض وضو ہونا:

یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خون کو ناقض وضوء سمجھتے تھے اگر وہ جسم سے از خود نکلے خواہ قلیل ہو یا کثیر، ہم نے یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے اس عمل سے استنباط کی ہے کہ اگر نماز کے اندر آپ کی نکیر پھوٹ جاتی تو جا کر وضو کرتے اور پھر واپس آکر باقی ماندہ نماز ادا کر لیتے بشرطیکہ اس دوران کلام نہ کیا ہو ۳۰۔ ایک اور روایت کے مطابق تھوڑا یا بہت خون نکلنے کی بنا پر آپ نماز چھوڑ کر چلے جاتے اور پھر وضوء کر کے باقی ماندہ نماز ادا کر لیتے البتہ اگر کلام کر لیتے تو پھر پوری نماز کا اعادہ کرتے ۳۱۔ جو خون اپنا زور لگا کر نکلا جائے وہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ناقض وضوء نہیں

ہے۔ یہی بات ظاہر ہے۔ خواہ یہ خون قلیل ہو یا کثیر۔ قلیل کے بارے میں تو ثابت ہو چکا ہے کہ چہرے پر موجود پھنسی دبا کر آپ نے ایک روایت کے مطابق خون نکال دیا اور اسے دونوں انگلیوں کے درمیان مل کر وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لی^{۳۲}۔ کثیر مقدار کے بارے میں آپ کا قول ہے کہ جو شخص سینگی لگوائے وہ صرف سینگی والے مقامات دھو ڈالے۔^{۳۳}

۴۔ خون کا کھانا اور پینا حرام ہے

(دیکھئے مادہ طہام نمبر ۲ کے جز واد کا جز ۳)

۵۔ نومولود کا ساتویں دن عقیقہ کر کے عقیقہ کا خون اس کے سر پر لگانا

(دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)

دین (دین)

۱۔ تعریف: جو مال کسی کے ذمہ ثابت ہو اسے دین کہتے ہیں۔

۲۔ یتیم کا مال دین کے طور پر لینا: اصول تو یہ ہے کہ ولی کے لئے یتیم کے مال میں کوئی

ایسا تصرف جائز نہیں جو اس کے لئے ضرر رساں ہو۔ دین کو سابق میں یتیم کے حق میں فائدہ مند تصرف تصور سمجھا جاتا تھا اس لئے کہ اگر مال ولی کے ہاتھ میں ہوتا تو بطور امانت ہوتا اور ولی کی زیادتی یا کوتاہی کے بغیر ضائع ہو جانے کی صورت میں یتیم کے حساب سے ضائع شدہ شمار ہوتا۔ اور ولی کو اس کا کوئی تاوان بھرنانا پڑتا۔ لیکن اگر ولی مذکورہ مال کسی ثقہ شخص کو قرض کے طور پر دے دے تو گویا اس نے اسے ضائع ہونے سے محفوظ کر دیا اس لئے کہ ضائع ہونے کی صورت میں وہ قرض لینے والے کے حساب سے ضائع شدہ شمار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے یتیم کا مال قرض لینے کو جائز قرار دیا تھا۔^{۳۴}

۲۔ دین ادا کرنا واجب ہے:

جو شخص دین کے طور پر کوئی مال حاصل کرے اس پر اس کی جلد از جلد ادائیگی واجب ہو جاتی ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ: ”جو شخص دین کا

بوجھ لے کر اس دنیا سے جائے گا اس کی نیکیوں میں سے وصولی کی جائے گی نہ تو کسی دینار کی وصولی کی جائے گی اور نہ ہی کسی درہم کی“ ۳۵۔ آپ نے حمران سے فرمایا: ”حمران! اللہ سے ڈرو اور اپنے اوپر دین کا بوجھ لے کر اس دنیا سے نہ جاؤ کہ پھر تمہاری نیکیوں سے وصولی کر لی جائے نہ کہ دینار سے اور نہ ہی درہم سے“ ۳۶۔

۳۔ جس نقد یعنی سکے میں دین حاصل کیا ہو کسی اور نقد یعنی سکے میں اس کی ادائیگی کرنا: اس کے جواز کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایات میں اختلاف ہے مثلاً سونے کے سکے میں قرض لے کر اس کی ادائیگی چاندی کے سکے میں کرنا یا اس کے برعکس کرنا نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ کوئی شخص دیناروں کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار نہ لے ۳۷۔ سعید بن جبیر نے آپ سے روایت کی ہے کہ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ۳۸۔ دونوں روایتوں میں یہ کہہ کہ تطبیق دی جاسکتی ہے کہ دیناروں کے بدلے درہم اور درہم کے بدلے دینار لینا جائز ہے تاہم اسے افضل طریقے سے کنارہ کشی نہ کہا جائے گا۔ بتائیں حضرت ابن عمرؓ کی ممانعت ورع و تقویٰ پر مبنی تھی تحریم پر مبنی نہیں ہے۔ اس پر دوسری روایت کے الفاظ (لاباس کوئی حرج نہیں) دلالت کرتے ہیں یہ کلمہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ بہتر صورت اس کے خلاف ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کا جز ج)

قرض خواہ اگر چاہے تو مقروض سے اپنی نقد رقم کے بدلے سامان کی صورت میں بھی اپنا حق یعنی قرض وصول کر سکتا ہے ۳۹۔

۴۔ وصول شدہ قرض سے افضل کی ادائیگی۔

الف۔ قرض خواہ کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ قرضدار پر یہ شرط عائد کر دے کہ وہ وصول شدہ قرض سے افضل کی ادائیگی کرے کیونکہ یہ بینہ ربوا یعنی سود ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: ”میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور اس پر افضل چیز کی واپسی کی شرط عائد کر دی ہے“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”یہی تو ربوا ہے“ اس نے پوچھا ”ابو عبد الرحمن پھر اس سلسلے میں آپ مجھے کونسا طریقہ اختیار کرنے

کا حکم دیتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا ”قرض کی تین صورتیں ہیں ایک قرض جس میں تم صرف اللہ کی خوشنودی چاہو، تمہیں اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی۔ ایک قرض جس میں تم اپنے دوست یعنی قرض لینے والے کی خوشنودی چاہو، تمہیں تمہارے دوست کی خوشنودی حاصل ہو جائے گی اور ایک قرض جس میں تم گھٹیا چیز دے کر عمدہ چیز لینا چاہو یہ ربو یعنی سود ہے، وہ کہنے لگا: ”اب آپ کا کیا حکم ہے؟“ آپ نے جواب دیا: ”میرا خیال ہے کہ تم قرض کا صفحہ پھاڑ ڈالو اگر وہ تمہیں قرض کی مثل واپس کر دے تو قبول کر لو اور اگر اس سے کم تر واپس کرے تو اسے لے لو تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ خوشی سے بہتر چیز دے تو یہ اس کا شکریہ ہو گیا جو اس نے تمہارے حق میں ادا کیا ہے اور تم نے اسے اتنی سہلت دی اس کا تمہیں اجر ملے گا“^{۴۰}۔ آپ نے فرمایا: ”جو شخص کسی کو قرض دے تو صرف اس کی ادائیگی کی شرط لگائے“^{۴۱}۔

ب۔ گزشتہ سطور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر قرض دار قرض لی ہوئی چیز سے افضل چیز اپنی خوشی سے اور سابقہ شرط کے بغیر ادا کرے تو قرض خواہ کے لئے اسے لے لینا جائز ہو گا۔ القاسم بن بزہ نے یعقوب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ان سے کوئی چیز فراخی حاصل ہونے کی مدت تک ٹھن کی ادائیگی کی شرط پر خریدی تھی، پھر آپ اپنے ذمہ واجب الادا سکوں سے افضل سکے لے کر یعقوب کے پاس گئے۔ یعقوب نے کہا ”یہ سکے تو میرے سکوں سے افضل ہیں“۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ میری طرف سے عطیہ ہے، ایک روایت میں ہے کہ ”مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن میں یہ بخوشی دے رہا ہوں، کیا تم اسے قبول کر لو گے؟“ یعقوب نے اس کا جواب اثبات میں دیا^{۴۲}۔ اگر کسی شخص نے کسی کو سیاہ رنگ کے درہم قرض دیئے ہوں تو ان کے بدلے سفید رنگ کے درہم وصول کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس کی شرط نہ لگائی ہو^{۴۳}۔ ابن سباع کے آزاد کردہ غلام عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دو ہزار درہم قرض کے طور پر دیئے، آپ نے میری طرف دو ہزار بڑے درہم بھیج دیئے، میں نے انہیں وزن کیا تو وزن کے حساب سے دو ہزار درہم زائد نکلے، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت ابن عمرؓ مجھے آزمانا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس رقم

میں دو ہزار درہم زائد ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ تمہارے ہو گئے“ ۴۴۔

ج۔ قرض خواہ کے لئے قرض دار سے ہدیہ وصول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں یہ قرض فائدہ کھینچ لانے والا قرض بن جائے گا اور ہر ایسا قرض ربوا ہوتا ہے اگر دائن مدیون کا یہ ہدیہ قبول کر لے تو اس پر اس کے بدلے اسی قسم کا ہدیہ دینا لازم ہو جائے گا یا پھر وہ اس ہدیے کی قیمت کا حساب دین میں کرے گا۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ: ”میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اس نے مجھے ہدیہ بھیجا ہے“ آپ نے فرمایا: ”اسے ہدیہ بھیج کر اس کا بدلہ دو“ یا اپنے قرض میں اس کا حساب کرو یا پھر اسے واپس کر دو“ ۴۵۔

۵۔ قرض کی معجل ادائیگی کے بالمقابل دین کی رقم میں کمی کرنا:

یہ جائز نہیں ہے کہ مدیون دائن پر یہ شرط عائد کر دے کہ اس کی طرف سے دین کی معجل ادائیگی کے بالمقابل دائن دین کی رقم میں سے کچھ کمی کر دے۔ ابن یامین کے آزادہ کردہ غلام قیس نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ تجارت کی غرض سے بصرہ اور شام کی طرف جاتے ہیں اور وہاں ادھار پر مال فروخت کر دیتے ہیں۔ پھر ہم جب جلد واپس آنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ادھار پر مال لینے والے کہتے ہیں کہ ہماری ادھار رقم میں کمی کر دو تو ہم نقد ادائیگی کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا: ”یہ شخص مجھے حکم دے رہا ہے کہ میں اسے سود کھانے کا فتویٰ دے دوں اور اس کا گاہک اسے سود کھلائے“ یہ کہہ کر آپ نے میرا بازو پکڑ کر تین دفعہ ہلایا میں نے عرض کیا کہ میں آپ سے صرف فتویٰ پوچھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ”نہیں تم ایسا نہیں کر سکتے“ ۴۶۔ آپ کے پاس عبدالرحمن بن مطعم آئے اور کہا: ”فلاں شخص کے ذمہ میرا ایک واجب الادا حق یعنی دین ہے جس کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر ہے میں نے اس سے کہا کہ: ”تم مجھے فوری ادائیگی کر دو“ میں رقم میں کمی کر دوں گا“ آپ نے مجھے اس سے منع کیا اور فرمایا: ”ہمیں امیر المؤمنین نے اس بات سے روک دیا ہے کہ ہم دین کے بدلے عین فروخت کریں“ ۴۷۔

۔ آپ نے فرمایا: ”جس شخص کا کسی پر حق ہو اور اس حق کی ادائیگی کے لئے ایک مدت مقرر ہو اور پھر وہ فوری طور پر حق کا ایک حصہ وصول کرے اور ایک حصہ چھوڑ دے تو یہ ربوا یعنی سود ہوگا“ ۴۸۔ آپ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنے غلام کو چاندی یا سونے کے سکوں کے بدلے مکاتب بنا دے اور ادائیگی کی قسطیں مقرر کر دے، فرمایا کہ یہ بات مکروہ ہے کہ آقا مذکورہ غلام سے کہے کہ: ”تم اتنی رقم مجھے فوری ادائیگی کرو تو باقی ماندہ رقم تمہاری ہوگی“ ۴۹۔ اسے مقاطعہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج) البتہ آقا کے لئے اپنے غلام سے مقاطعہ کی یہ صورت جائز ہے کہ وہ نقد کی بجائے عروض یعنی اشیاء مقرر کر دے آپ نے اس بات سے روک دیا تھا کہ مکاتب غلاموں سے مقاطعہ کیا جائے البتہ صرف عروض کے ذریعے مقاطعہ ہو سکتا ہے۔ ۵۰۔

۶۔ دین کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۴)

بیع سلم کے اندر دین کو ثمن قرار دینا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جز ب کا جز ۳)
دین کے اندر اجل (دیکھئے مادہ اجل نمبر ۲)

دیتہ (خوں بہا)

جان کے بدلے کے طور پر واجب ہونے والے مال کو دیتہ کہتے ہیں۔
جنايات کی دیت (دیکھئے مادہ جنايت نمبر ۵ کا جز ب)۔

حرف الدال کے اندر مذکورہ

حوالہ جات

۱۔ بخاری مسلم، نسائی فی الجمعۃ، باب الساعۃ

۲۔ التی فی یوم الجمعۃ، الموطا ص ۱۰۸ ج ۱

۳۔ المغنی ص ۳۵۵ ج ۲

۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۲ ج ۱

۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ ج ۱

۶۔ عبد الرزاق ص ۳۱۷ ج ۴

۷۔ سنن بیہقی ص ۱۹۱ ج ۲

۸۔ شرح السنہ ص ۹۹ ج ۸، المجموع ص ۱۰

۹۔ المغنی ص ۳۶۹ ج ۳

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ ج ۱

۱۱۔ حوالہ مذکورہ بالا

۱۲۔ حوالہ مذکورہ بالا

۱۳۔ المغنی ص ۵۳۶ ج ۸، شرح فتنی

۱۴۔ الارادات ص ۱۳۳ ج ۲، شرح السنہ ۲۶۹

ج ۱۲، عبد الرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰، ایما

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر کی زبان

سے یہ کلمات نکل گئے اور پھر آپ نے ان

کلمات کو درست ثابت کرنے کے لئے وجہ

تلاش کی ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ آپ کوتاہ

نظر تھے اور سیاست سے ناواقف تھے

۱۵۔ عبد الرزاق ص ۴۳۴ ج ۱۱، ص ۱۵۷

ج ۵

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۲

۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۵ ج ۲

۱۸۔ عبد الرزاق ص ۱۵۸ ج ۲

۱۹۔ عبد الرزاق ص ۱۵۹ ج ۲

۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ج ۱

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ ج ۲

۲۲۔ حوالہ درج بالا

۲۳۔ عبد الرزاق ص ۴۳۸ ج ۱۰، سنن

بیہقی ص ۲۶۲ ج ۷، المحلی ص ۴۵۱ ج ۹

۲۴۔ المحلی ص ۴۵۰ ج ۹، شرح السنہ ص ۱۴۲

ج ۹، کشف الغمہ ص ۷۳ ج ۲

۲۵۔ المغنی ص ۴ ج ۷

۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ج ۱

۲۷۔ المحلی ص ۳۳ ج ۷

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ج ۱، سنن بیہقی ص

۱۳۰ ج ۱، نیل الاوطار ص ۲۳۸ ج ۱، معرفہ

۲۹۔ السنن والاکثار ص ۳۶۷ ج ۱، بخاری

شریف ص ۲۹۳ ج ۱

۳۰۔ المحلی ص ۱۰۷ ج ۱

۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، سنن بیہقی

ص ۴۰۳ ج ۲، شرح السنہ ص ۹۶ ج ۲،

کشف الغمہ ص ۸۶ ج ۱

ص ۱۴۶ ج ۸ کنز العمال نمبر ۱۰۱۴۴، کشف
 الغمہ ص ۱۴ ج ۲، الموطا ص ۶۸۱ ج ۲
 ۳۱۔ الموطا ص ۶۸۲ ج ۲، سنن بیہقی ص
 ۳۵۰ ج ۵
 ۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۸، سنن بیہقی
 ص ۳۵۲ ج ۵، المغنی ص ۳۲۱ ج ۴، الموطا
 ص ۶۸۱ ج ۲
 ۳۳۔ احکام القرآن ص ۴۵۹ ج ۱
 ۳۴۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳، طبقات
 ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۴
 ۳۵۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۸، المحلی ص
 ۸۶ ج ۸، کنز العمال نمبر ۱۰۱۴۳، کشف الغمہ
 ص ۱۴ ج ۲
 ۳۶۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸، آثار ابن
 یوسف نمبر ۸۴۰، ۸۴۱
 ۳۷۔ عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۸، سنن بیہقی
 ص ۲۸ ج ۶، المغنی ص ۴۹۰ ج ۴، الموطا
 ص ۶۷۲ ج ۲، موسومہ فقہ عمر بن الخطاب،
 مادہ دین نمبر ۵ کا جز ب
 ۳۸۔ عبدالرزاق ص ۷۱ ج ۸
 ۳۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۱۰
 ۵۰۔ عبدالرزاق ص ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۳۲۸، ۳۲۹
 ج ۸، المحلی ص ۲۴۴ ج ۹

۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ب، ج ۱
 ۲۹۔ معرفۃ السنن والآثار ص ۳۶۶ ج ۱،
 سنن بیہقی ص ۱۴۱ ج ۱
 ۳۰۔ الموطا ص ۴۶ ج ۱، نیل الاوطار ص
 ۲۳۶ ج ۱، الاستذکار ص ۲۸۷، ۲۹۱ ج ۱، المحلی
 ص ۲۵۹ ج ۱
 ۳۱۔ عبدالرزاق ص ۳۷۲ ج ۱، ابن ابی شیبہ
 ص ۱۰۳ ج ۱، المغنی ص ۷۹ ج ۲
 ۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۴۵ ج ۱، ابن ابی شیبہ
 ص ۲۳ ب، ج ۱، المحلی ص ۲۶۰ ج ۱، ص ۱۹۸
 ج ۳، نیل الاوطار ص ۲۳۸ ج ۱، المغنی ص
 ۱۸۵ ج ۱، ص ۷۸ ج ۲، کشف الغمہ ص ۵۰
 ج ۱
 ۳۳۔ بخاری ص ۲۹۳ ج ۱، شرح السنہ ص
 ۳۲۹ ج ۱، المحلی ص ۱۹۸ ج ۱، کشف الغمہ ص
 ۵۱ ج ۱، المحموم ج ۲
 ۳۴۔ المحلی ص ۳۲۴ ج ۸
 ۳۵۔ عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱
 ۳۶۔ عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۱۱
 ۳۷۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۸
 ۳۸۔ حوالہ درج بالا
 ۳۹۔ عبدالرزاق ص ۷۳، ۷۴ ج ۸
 ۴۰۔ سنن بیہقی ص ۳۵۱ ج ۵، عبدالرزاق

حرف الذال

ذبح (ذبح)

- ۱۔ تعریف: گردن کی دونوں رگیں کاٹ دینا ذبح کا عمل کہلاتا ہے۔
- ۲۔ ذبح کرنے والا: ذبح کرنے والا یا تو مسلمان ہو گا یا اہل کتاب یا دیگر ادیان کے پیروکاروں میں سے کوئی ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک یا تو آزاد ہو گا یا غلام، اگر غلام ہو تو یا تو بھاگا ہوا ہو گا یا بھاگا ہوا نہیں ہو گا۔

الف۔ مسلمان کا ذبیحہ: مسلمان کا ذبیحہ بلا خلاف چند شرطوں کے ساتھ جن کا ہم آگے ذکر کریں گے، کھایا جائے گا۔ اسی طرح مسلمانوں کے بازاروں میں موجود ذبح شدہ جانوروں کا گوشت کھایا جائے گا، اسی طرح مسلمانوں کے پیش کردہ ذبیحہ کا گوشت سوال کئے بغیر کھایا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ: ”ہم لوگ دوسرے علاقوں میں سفر کرتے ہیں۔ ہمیں بدوی لوگ نیز بچے ملتے ہیں اور ہمیں گوشت کھانے کے لئے دیتے ہیں جس کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا“ آپ نے فرمایا ”مسلمان جو گوشت کھلائے اسے کھاؤ۔“ ۱۔

ب۔ اہل کتاب کا ذبیحہ: اہل کتاب چاہے یہودی ہوں یا نصرانی اس کے ذبیحہ کا گوشت کھایا جائے گا۔ ۲۔ کیونکہ قول باری ہے سورہ مائدہ آیت ۵ (وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے)۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں (احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لئے حلال ہے)۔ (نیز ولا تاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه - اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو)۔ نیز (وما اهل لغير الله به اور جسے غیر اللہ کے نام پر نامزد کیا گیا ہو) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا، اس پر آپ نے فرمایا ”یہود و نصاریٰ نیز کافر عربوں پر خدا کی لعنت ہو۔ اس شخص اور اس کے ساتھیوں نے مجھ سے سوال کیا، جب میرا

جواب ان کے خیال کے مطابق نہ ہوا تو اب یہ آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں۔“ ۳۔

ج۔ مسلمانوں اور اہل کتاب کے سوا دیگر لوگوں کا ذبیحہ:

ایسے لوگوں کا ذبیحہ کھانا بلا جماع حلال نہیں ہے کیونکہ سورۃ انعام آیت نمبر ۱۲۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ اور اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو)۔ مذکورہ لوگ اللہ کے نام کا ذکر نہیں کرتے۔

د۔ بھاگے ہوئے غلام کا ذبیحہ: حضرت ابن عمرؓ نے بھاگے ہوئے غلام (آبق) کا ذبیحہ کھانا مکروہ قرار دیا ہے۔ ب۔ ۳۔ مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۴)

۳۔ ذبح شدہ جانور:

حیوانات کی دو قسمیں ہیں۔ ایسے حیوانات جن سے بنے والا خون نکلتا ہو اور ایسے حیوانات جن سے بنے والا خون نہ نکلتا ہو۔

الف۔ ایسے جانور جن سے بنے والا خون نہ نکلتا ہو خواہ وہ خشکی کا جانور ہو یا پانی کا، انہیں ذبح کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ۳۔ مثلاً مچھلی اور مڈی وغیرہ۔

ب۔ اگر جانور سے بنے والا خون نکلتا ہو اور وہ خشکی کا جانور ہو تو شرعی ذبح کے بغیر اس کا گوشت کھانا حلال نہیں ہوگا۔

۴۔ ذبح کرنے کی کیفیت:

جانور کے حال کے اعتبار سے ذبح کی کیفیت مختلف ہوتی ہے کیونکہ جانور یا تو پالتو ہوگا اور ٹھہرا ہوا ہوگا یا وحشی یعنی جنگلی ہوگا یا پالتو ہوگا اور وحشی بن گیا ہوگا یا پالتو ہوگا لیکن اسے شرعی طور پر ذبح کرنے سے بچر اور لاچاری پیدا ہوگئی ہوگی۔

الف۔ اگر جانور وحشی ہو یعنی پالتو نہ ہو یا پالتو ہو اور وحشی بن گیا ہو یا پالتو ہو لیکن شرعی طور پر اسے ذبح کرنے میں لاچاری پیش آگئی ہو تو ان صورتوں میں وہ شکار کے حکم میں ہوگا، اس کے جسم کے کسی حصے کو بھی زخمی کر دینے کی بنا پر جب اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کا گوشت حلال ہو جائے گا ۵۔ ایک اونٹ، کنویں میں گر پڑا، حضرت ابن عمرؓ موجود تھے۔ ایک شخص اسے ذبح کرنے کے لئے کنویں میں اترا لیکن پھر کہنے لگا کہ

میں اسے نحر یعنی ذبح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا: ”اس پر اللہ کا نام لو اور اس پر وہی عمل کرو جس کے ذریعے اس جیسے جانوروں کو ہلاک کیا جاتا ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر مذکورہ اونٹ نکلڑوں کی شکل میں کنوئیں سے نکالا گیا، آپ نے اس کا دسواں حصہ دو یا چار درہموں میں خریدا۔“^۶

ب۔ اگر جانور پالتو اور مانوس ہو تو اس کی گردن سے ذبح کر کے ہی اسے کھانا حلال ہو گا۔ لمبی گردن والے جانور مثلاً اونٹ کے لبہ کے اندر نحر کیا جائے گا یعنی نیزے کے ذریعے اس کے سینے کے بالائی حصے پر کچھ کے لگائے جائیں گے کیونکہ اس کی جان نکلنے کے لئے یہ طریقہ زیادہ سہل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو کھڑے کر کے اور اگلا دایاں پاؤں باندھ کر^۷ ان کے سینوں کے اوپر نیزے سے کچھ کے لگا کر نحر کرتے تھے۔^۸ اگر جانور لمبی گردن والا نہ ہو مثلاً گائے بکری وغیرہ تو اسے ذبح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ اخیرتہ نمبر ۸ کا جز الف)

ج۔ اگر حلق سے ذبح کرنے کی ابتداء ہی میں جانور کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت کھایا جائے گا لیکن جان بوجھ کر سردھڑ سے جدا کر دینا مکروہ ہے^۹۔ ابو جہل نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ذبیحہ کا سردھڑ سے جدا کر دیا گیا آپ نے اس کا گوشت کھالینے کا حکم دیا۔^{۱۰}

د۔ اگر جانور کو اس کی گدی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو اسے کھایا نہیں جائے گا خواہ سردھڑ سے الگ کر دیا گیا ہو یا الگ نہ کیا گیا ہو^{۱۱}۔ کیونکہ اس میں احتمال ہو گا کہ چھری گردن کی رگوں تک پہنچنے سے پہلے نفاق شو کی کٹ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو۔

میں اسے نحر یعنی ذبح کرنے کی قدرت نہیں رکھتا آپ نے فرمایا: ”اس پر اللہ کا نام لو اور اس پر وہی عمل کرو جس کے ذریعے اس جیسے جانوروں کو ہلاک کیا جاتا ہے“ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر مذکورہ اونٹ نکلڑوں کی شکل میں کنوئیں سے نکالا گیا، آپ نے اس کا دسواں حصہ دو یا چار درہموں میں خریدا۔“^{۱۲}

ب۔ اگر جانور پالتو اور مانوس ہو تو اس کی گردن سے ذبح کر کے ہی اسے کھانا حلال

ہو گا۔ لمبی گردن والے جانور مثلاً اونٹ کے بے کے اندر نحر کیا جائے گا یعنی نیزے کے ذریعے اس کے سینے کے بالائی حصے پر کچھ کے لگائے جائیں گے کیونکہ اس کی جان نکلنے کے لئے یہ طریقہ زیادہ سہل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو کھڑے کر کے اور اگلا دایاں پاؤں باندھ کر^۸۔ ان کے سینوں کے اوپر نیزے سے کچھ کے لگا کر نحر کرتے تھے۔^۹ اگر جانور لمبی گردن والا نہ ہو مثلاً گائے بکری وغیرہ تو اسے ذبح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ انھیۃ نمبر ۸ کا جز الف)

ج۔ اگر حلق سے ذبح کرنے کی ابتداء ہی میں جانور کا سر اس کے دھڑ سے الگ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت کھایا جائے گا لیکن جان بوجھ کر سردھڑ سے جدا کر دینا مکروہ ہے^۹۔ ابو جلا نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ذبیحہ کا سردھڑ سے جدا کر دیا گیا آپ نے اس کا گوشت کھالینے کا حکم دیا۔^{۱۰}

د۔ اگر جانور کو اس کی گردی کی طرف سے ذبح کیا جائے تو اسے کھایا نہیں جائے گا خواہ سردھڑ سے الگ کر دیا گیا ہو یا الگ نہ کیا گیا ہو^{۱۱}۔ کیونکہ اس میں احتمال ہو گا کہ چھری گردن کی رگوں تک پہنچنے سے پہلے نخاع شو کی کٹ جانے کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو۔

ه۔ جنین کی ذبح: اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس کی ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں اگر وہ ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے^{۱۲}۔ بیہقی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں^{۱۳}۔

و۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو، آپ اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذاب ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو^{۱۴}۔ البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے۔ یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہوتا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دنیار

بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے“ ۱۵۔

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے، ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے ۱۶۔ وہ کھڑے ہوتے اور آپ ان کے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچو کے لگاتے ۱۷۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا:

حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو تا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سوا ترک کیا ہو یا عمدہ ۱۸۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر ۲ کے جزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا، آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم) نیز (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) نیز (وما اهل لغیر اللہ بہ) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہودی و نصاریٰ اور کفار عرب پر“ یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں“ آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں ۱۸۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیتا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے ۱۹۔ گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کر دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے جسے

کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیتا بھول گیا ہو
تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: ”بسم اللہ واللہ اکبر“ ۲۰۔
(دیکھئے مادہ انھیۃ نمبر ۸ کا جز ب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثناء کو تقرب الہی کی غرض سے
زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے بادضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر
اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ بادضو ہو کر ذکر الہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ
حضرت ابن عمرؓ بادضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر
الہی کرتے ۲۱۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جز و)

۳۔ ذکر الہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الہی کا عمل ذکر کرنے والے کے
لیئے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے
ہوتا ہے کہ: ”تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بحمدہ کیوں نہیں پڑھا کرتے۔ یہ
دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں، ایک جملے کے بدلے
دس نیکیاں، دس نیکیوں کی سونکیاں اور سونکیوں کی ہزار نیکیاں، اور جو شخص زیادہ
کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا“
۲۲۔

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس
کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

الف۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزیہ واجب ہو جاتا ہے اور

اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ذی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں“ ۲۳۔

ایک ذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: ”ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی کہ تم ہمارے نبی کو گالیاں دو“ ۲۴۔

ب۔ ذی کو سلام کہنا: ذی کے ساتھ سلام کہنے میں پھل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: ”میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو“ چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے“ پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”بڑی بڑی کے لئے کثیر کر دے“ ۲۵۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی انواع: گناہوں کی دو انواع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقائدہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ

”میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ مگن دیں؛ ”یہ سن کر آپ نے سات یا آٹھ کبائر مگن دئے جو یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کس کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا، ایسی گزری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی یمن غوس۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اسے کھانا کھلاؤ“ اس کے ساتھ نرمی سے کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور؛ درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

الف۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا؛ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص کوئی ایسا جرم کر لے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے“ ۲۷۔

ب۔ توبہ اور استغفار، حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا؛ کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذہبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبائر کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ: ”کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: ”والدہ کو کھانا کھلاؤ“ اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“ ۲۸۔

معاصی کے لیے اجارے پر لینا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جزب کا

جز ۱) معاصی کو پیٹے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز ج) ذہب (سونا)

سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱ کا جز الف) جس چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تعتم نمبر ۲ کا جز الف) سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ج) سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱ کا جز ب)

ذوی الارحام (ذوی الارحام)

۱- تعریف: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲- ذوی الارحام کی عدم توریث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)

حرف الذال میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴
- ۲۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱، الحلی ص ۴۵۵ ج ۷
- ۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶
- ۳ب۔ الحلی ص ۴۵۴ ج ۷
- ۴۔ کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
- ۵۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲، المجموع ص ۱۳۱ ج ۹
- ۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ ج ۱، الحلی ص ۴۴۷ ج ۷، المغنی ص ۵۶۶ ج ۸
- ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
- ۸۔ سیر الاعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
- ۹۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح المجموع ص ۹۴ ج ۹، المغنی ص ۵۸۰ ج ۸
- ۱۰۔ الحلی ص ۴۴۳ ج ۷
- ۱۱۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴، شرح السنہ ص ۲۲۱ ج ۱۱، المجموع ص ۹۴ ج ۹
- ۱۲۔ الموطن ص ۴۹۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴، سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹، تفسیر

- ابن کثیر ص ۳ ج ۲، احکام القرآن ص ۱۱۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۲۹ ج ۱۱، المغنی ص ۵۷۹ ج ۸، کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱
- ۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹
- ۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴، سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۲، الحلی ص ۴۵۴ ج ۷، المغنی ص ۴۳۲ ج ۳، ص ۵۷۶ ج ۸
- ۱۵۔ المغنی ص ۴۳۲ ج ۳، تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
- ۱۷۔ سیر الاعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
- ۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲، تفسیر قرطبی ص ۷۵ ج ۸، المجموع ص ۸۰ ج ۹
- ۱۸ب۔ الحلی ص ۴۱۱ ج ۷
- ۱۹۔ المغنی ص ۵۴۱، ۴۴۱ ج ۳، المجموع ص ۳۲۳ ج ۸، احکام القرآن ص ۲۳۵ ج ۳
- ۲۰۔ الحلی ص ۴۱۳ ج ۷
- ۲۱۔ الحلی ص ۸۸ ج ۱
- ۲۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱
- ۲۳۔ الحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱
- ۲۴۔ حوالہ درج بالا
- ۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۱۲، المغنی ص ۵۳۶ ج ۸، شرح منتهی الارادات ص ۱۳۳ ج ۱

- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی
 زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور
 پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت
 کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو
 تاہ نظر قرار پاتے
- ۲۶۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱۰
 ۲۷۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ماجاء
 لایزنی الزانی وهو مومن
 ۲۸۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱

حرف الراء

راس (سر)

سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز ۱)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۱ کا جز ۱)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)

ربا (سود)

- ۱- تعریف: مشروع عوض سے خالی زائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں
- ۲- ربوا کی انواع اور ربوا کا حکم
حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا انسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبار گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر ۲)
- ۳- ربوا انسیہ (ادھار پر مبنی سود)
الف۔ اس کی تعریف: ربوا انسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس کی شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب۔ اس کی انواع۔ اس کی پانچ انواع ہیں

- ۱- پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل زائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سود درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر ۴) کے جز الف) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے زائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ تو سود ہے“ اس نے کہا: ”

آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟“ آپ نے فرمایا ”میری رائے ہے کہ تم قرض کا یہ صفحہ پھاڑ دو، اگر وہ تمہیں اتنی رقم واپس کر دے جو تم نے اسے دی ہے تو اسے قبول کر لو، اگر وہ کم رقم واپس کرے تو اسے لے لو اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ تمہاری دی ہوئی رقم سے زائد رقم اپنی خوشی سے دیدے تو یہ اس کا شکر یہ ہو گا جسے وہ تمہارے لئے ادا کر رہا ہے اور تم نے جو اسے سہلت دی تھی اس کا تمہیں اجر ملے گا۔“

۵۔ جنین کی ذبح: اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال آئے ہوں اگر ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے۔^{۱۲}

۔ بیہوشی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال آگئے ہوں یا اگے نہ ہوں۔^{۱۳}

۶۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو، آپ اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذاب ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو۔^{۱۴}

۷۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دنیار بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے“^{۱۵}

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے، ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے۔^{۱۶}

وہ کھڑے ہوتے اور آپ اگلے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچھ کے

کاتے ۷۱۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلمان ہو تا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سوا ترک کیا ہو عمدہ ۱۸۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر ۲ کے حزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا، آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل کلمہ اللیسات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل کلمہ) نیز (ولا تأکلوا مما لم یکن اسم اللہ علیہ) نیز (وما اهل بغیر اللہ بہ) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب پر“ یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں“ آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں ۱۹۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیتا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہد کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے ۱۹۔

گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کرا دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیتا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: ”بسم اللہ واللہ اکبر“ ۲۰۔

(دیکھئے مادہ انحیتہ نمبر ۸ کا جز ب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثناء کو تقرب الہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے با وضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ با وضو ہو کر ذکر الہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ با وضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر الہی کرتے ۲۱۔

(دیکھئے مادہ جنابہ نمبر ۲ کا جز د)

۳۔ ذکر الہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الہی کا عمل ذکر کرنے والے کے لیے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: ”تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بجمہ کیوں نہیں پڑھا کرتے۔ یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں، ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں، دس نیکیوں کی سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں، اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا“ ۲۲۔

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شر بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

۱۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزا واجب ہو جاتا ہے اور اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد، ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا

احترام لازم ہو جاتا ہے اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ذی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں“ ۲۳۔

ایک ذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: ”ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی تم ہمارے نبی کو گالیاں دوں“ ۲۴۔

ب۔ ذی کو سلام کہنا: ذی کے ساتھ سلام کہنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: ”میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو“ چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے“ پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”جز یہ کے لئے کثیر کر دے“ ۲۵۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی اِزاع: گناہوں کی دو اِزاع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ”میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ مکن دیں؛“ یہ سن کر آپ نے

سات یا آٹھ کبار گن دے جو یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کس کو شریک ٹھہرایا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کس کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن خاتون پر زنا کی تمہمت لگانا، ایسی گزری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی بیہین غمو۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اسے کھانا کھلاؤ“ اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“ ۲۶

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور: درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

۱۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا؛ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص کوئی ایسا جرم کر لے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے“ ۲۷۔

ب۔ توبہ اور استغفار، حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا؛ کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذمبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبار کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ: ”کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: ”والدہ کو کھانا کھلاؤ“ اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“ ۲۸۔

معاصی کے لیے اجارے پر لیتا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جزب کا ۱۲) معاصی کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احترام نمبر ۲ کا جزب) زہب (سونہ) سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱ کا جزب) جس

چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱ کے جز ۱ کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ حتم نمبر ۲ کا جز ۱)

سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ح)

سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱ کا جز ب)

زووالارحام (زوی الارحامی)

۱- تعریف: زوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہونے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲- زوی الارحام کی عدم توریت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ۱)

- ۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴
- ۲۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱، الحلی ص ۴۵۵ ج ۷
- ۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶
- ۳ب۔ الحلی ص ۴۵۴ ج ۷
- ۴۔ کشف الغمۃ ص ۲۴۰ ج ۱
- ۵۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲، المجموع ص ۱۳۱ ج ۹
- ۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ ج ۱، الحلی ص ۴۴۷ ج ۷، المغنی ص ۵۶۶ ج ۸
- ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
- ۸۔ سیرالسلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
- ۹۔ بخاری فی الن باب بائع باب النحر والنخ المجموع ص ۹۴ ج ۹، المغنی ص ۵۷۰ ج ۸
- ۱۰۔ الحلی ص ۴۴۳ ج ۷
- ۱۱۔ بخاری فی الن باب بائع باب النحر والنخ عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴، شرح السنۃ ص ۲۲۱ ج ۱۱، المجموع ص ۹۴ ج ۹
- ۱۲۔ الموطا ص ۴۹۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴، سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹، تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۲، احکام القرآن ص ۱۱۱ ج ۱، شرح السنۃ ص ۲۲۹ ج ۱۱، المغنی ص ۵۷۹ ج ۷، کشف الغمۃ ص ۲۴۰ ج ۱
- ۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹
- ۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴، سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۹، الحلی ص ۴۵۴ ج ۷، المغنی ل ۴۳۲ ج ۳، ص ۵۷۶ ج ۸
- ۱۵۔ المغنی ص ۴۳۲ ج ۳، تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
- ۱۷۔ سیراعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
- ۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲، تفسیر قرطبی ص ۷۵ ج ۸، المجموع ص ۸۰ ج ۹
- ۱۸ب۔ الحلی ص ۴۱۱ ج ۷
- ۱۹۔ المغنی ص ۴۳۱، ۴۳۲ ج ۳، المجموع ص ۳۳۳ ج ۳
- ۲۰۔ الحلی ص ۴۱۴ ج ۷
- ۲۱۔ الحلی ص ۸۸ ج ۱
- ۲۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱
- ۲۳۔ الحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱
- ۲۴۔ حوالہ درج بالا
- ۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰، شرح السنۃ ص ۲۶۹ ج ۱۶، المغنی ص ۵۳۶ ج ۸، شرح مستحی الارادات ص ۱۳۳ ج ۱ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار

لا یزنی الزانی وهو موسیٰ
۲۸۔ عبد الرزاق ص ۶۰ ج ۱

پائے
۲۶۔ عبد الرزاق ص ۶۰ ج ۱۰
۲۷۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ما جاء

حرف الراء

راس (سر) سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز ۵)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانینا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جزب کا جز ۱)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)
ربا (سود)

- ۱- تعریف: مشروع عوض سے خالی ذائد مال کی شرط کو رہا کہتے ہیں
- ۲- ربوا کی انواع ۳۱ اور ربوا کا حکم

حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لاتا ان کبار گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر ۲)

- ۳- ربوا النسیہ (ادھار پر مبنی سود)

۱- اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس ذائد مال کو کہتے ہیں جس شرط اجل یعنی مدت کے بالتقابل لگائی گئی ہو

ب اس کی انواع - اس کی پانچ انواع ہیں

- ۱- پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالتقابل ذائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سود رہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر ۴ کے جز ۱) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے ذائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ تو سود ہے“ اس نے کہا: ”آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں“

ھ۔ جنین کی ذبح اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس کی ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں اگر وہ ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے^{۱۲}۔ بیہقی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال اگ آئے ہوں یا اگے نہ ہوں^{۱۳}۔

و۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو، آپ اس ذبیحہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذاب ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو^{۱۴}۔ البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے۔ یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہوتا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دینار بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے“^{۱۵}۔

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے، ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے^{۱۶}۔ وہ کھڑے ہوتے اور آپ انکے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچھ کے لگاتے^{۱۷}۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا:

حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سو اترک کیا ہو یا عمدہ^{۱۸}۔

زیر بحث مادہ (ذبح نمبر ۲ کے جزء) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا، آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل لکم الطیبات وطعام الذین اتوا الکتاب حل لکم) نیز (ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ) نیز (وما اهل لغیر اللہ بہ) لیکن

سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب پر“ یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں“ آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں^{۱۸}۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہدو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے^{۱۹}۔ گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کرا دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے جسے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: ”بسم اللہ واللہ اکبر“^{۲۰}۔
(دیکھئے مادہ انھیۃ نمبر ۸ کا جزب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثنا کو تقرب الہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے با وضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ با وضو ہو کر ذکر الہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ با وضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر الہی کرتے^{۲۱}۔ (دیکھئے مادہ جنابۃ نمبر ۲ کا جزو)

۳۔ ذکر الہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الہی کا عمل ذکر کرنے والے کے

لینے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: ”تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بجمہ کیوں نہیں پڑھا کرتے۔ یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں، ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں، دس نیکیوں کی سو نیکیاں اور سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں، اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا“
-۲۲

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شہری بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

الف۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جزیہ واجب ہو جاتا ہے اور اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد، ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا احترام لازم ہو جاتا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ذمی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں“ ۲۳۔

ایک ذمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلواریں سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: ”ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی کہ تم ہمارے نبی کو گالیاں دو“ ۲۴۔

ب۔ ذمی کو سلام کہنا: ذمی کے ساتھ سلام کہنے میں پھل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذمی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت

ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گزرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: ”میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو“ چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے“ پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”جز یہ کے لئے کثیر کر دے ۲۵۔“

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی انواع: گناہوں کی دو انواع ہیں۔ صغائر اور کبائر

کبائر گنتی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ”میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ مگن دیں؛“ ”یہ سن کر آپ نے سات یا آٹھ کبائر مگن دئے جو یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کس کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن خاتون پر زنا کی تہمت لگانا، ایسی گزری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی بیہین غوس۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اسے کھانا کھلاؤ“ اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے ۲۶۔“

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور: درج ذیل امور میں سے کوئی

بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

الف۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا؛ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص کوئی

ایسا جرم کر لے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے“ ۲۷۔

ب۔ توبہ اور استغفار، حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا؛ کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۳ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذہبن السیئات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبار کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ: ”کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: ”والدہ کو کھانا کھلاؤ“ اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“ ۲۸۔

معاصی کے لیے اجارے پر لینا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۱) معاصی کو پیشے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احترام نمبر ۲ کا جز ج) ذہب (سونا)

سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱ کا جز الف) جس چیز پر سونے کی چڑی وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱ کے جز الف کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تعتم نمبر ۲ کا جز الف) سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ج) سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱ کا جز ب) ذوی الارحام (ذوی الارحام)

- ۱۔ تعریف: ذوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد
- ۲۔ ذوی الارحام کی عدم توریث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز: الف)

حرف الذال میں مذکورہ

حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴

۲۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱، الحلی ص

۴۵۵ ج ۷

۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶

۴۔ الحلی ص ۴۵۴ ج ۷

۴۔ کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱

۵۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲، المجموع ص

۱۳۱ ج ۹

۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ ج ۱، الحلی ص

۴۴۷ ج ۷، المغنی ص ۵۶۶ ج ۸

۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱

۸۔ سیرالاعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۹۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح

المجموع ص ۹۴ ج ۹، المغنی ص ۵۸۰ ج ۸

۱۰۔ الحلی ص ۴۴۳ ج ۷

۱۱۔ بخاری فی الذبائح باب النحر والذبح

عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴، شرح السنہ ص

۲۲۱ ج ۱۱، المجموع ص ۹۴ ج ۹

۱۲۔ الموطا ص ۴۹۰ ج ۲، عبدالرزاق ص

۵۰۱ ج ۴، سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹، تفسیر

ابن کثیر ص ۳ ج ۲، احکام القرآن ص ۱۱۱ ج

۱، شرح السنہ ص ۲۲۹ ج ۱۱، المغنی

ص ۵۷۹ ج ۸، کشف الغمہ ص ۲۴۰ ج ۱

۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹

۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴، سنن بیہقی

ص ۲۸۵ ج ۹، الحلی ص ۴۵۴ ج ۷، المغنی

ص ۴۴۲ ج ۳، ص ۵۷۶ ج ۸

۱۵۔ المغنی ص ۴۴۲ ج ۳، تفسیر قرطبی ص

۶۲ ج ۱۳

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱

۱۷۔ سیرالاعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲، تفسیر قرطبی

ص ۷۵ ج ۸، المجموع ص ۸۰ ج ۹

۱۸۔ الحلی ص ۴۱۱ ج ۷

۱۹۔ المغنی ص ۴۳۱، ۴۳۲ ج ۳، المجموع ص

۳۲۳ ج ۸، احکام القرآن ص ۲۳۵ ج ۳

۲۰۔ الحلی ص ۴۱۴ ج ۷

۲۱۔ الحلی ص ۸۸ ج ۱

۲۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱

۲۳۔ الحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱

۲۴۔ حوالہ درج بالا

۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰، شرح

السنہ ص ۲۶۹ ج ۱۲، المغنی ص ۵۳۶ ج

۸، شرح منتهی الارادات ص ۱۳۳ ج ۱

- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار پاتے
- ۲۶۔ عبد الرزاق ص ۳۶۰ ج ۱۰
 ۲۷۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ماجاء لایزنی الزانی وهو مومن
 ۲۸۔ عبد الرزاق ص ۳۶۰ ج ۱

حرف الرء

راس (سر)

سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز ھ)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۱)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)

ربا (سود)

- ۱- تعریف: مشروع عوض سے خالی زائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں
 - ۲- ربوا کی انواع اور ربوا کا حکم
- حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبار گناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر ۲)

۳- ربوا النسیہ (ادھار پر جہنی سود)

الف۔ اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس زائد مال کو کہتے ہیں جس کی شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب۔ اس کی انواع۔ اس کی پانچ انواع ہیں

- ۱- پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل زائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سود درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر ۴ کے جز الف) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے زائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ تو سود ہے“ اس نے کہا: ”

آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں: ”آپ نے فرمایا“ میری رائے ہے کہ تم قرض کا یہ صفحہ پھاڑ دو، اگر وہ تمہیں اتنی رقم واپس کر دے جو تم نے اسے دی ہے تو اسے قبول کر لو، اگر وہ کم رقم واپس کرے تو اسے لے لو اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ تمہاری دی ہوئی رقم سے زائد رقم اپنی خوشی سے دیدے تو یہ اس کا شکریہ ہو گا جسے وہ تمہارے لئے ادا کر رہا ہے اور تم نے جو اسے مہلت دی تھی اس کا تمہیں اجر ملے۔
”مجھے سے پہلے شوکی کٹ جانے کی سے اس کی موت واقع ہو گئی ہو

ھ۔ جنین کی ذبح: اگر اونٹنی یا اور کوئی مادہ جانور ذبح کی جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو تو ماں کی ذبح اس ذبح قرار پائے گی بشرطیکہ اس کی خلقت مکمل ہو چکی ہو اور اس کے جسم پر بال آئے ہوں اگر ماں کے پیٹ سے باہر آجائے تو اسے ذبح کیا جائے گا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکل جائے۔^{۱۲}

- بیہوشی کی ایک شاذ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ جنین کی ذبح اس کی ماں کی ذبح ہے خواہ اس کے جسم پر بال آگے آئے ہوں یا آگے نہ ہوں۔^{۱۳}

و۔ قبلہ رخ ہونا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب قرار دیتے تھے کہ ذبح کے وقت ذبح کرنے والا قبلہ رخ ہو، آپ اس زیچہ کا گوشت کھانا مکروہ سمجھتے تھے جس کا ذاب ذبح کرتے وقت قبلہ کے سوا کسی اور طرف رخ کئے ہوئے ہو۔^{۱۴}

البتہ اسے تحریم قرار نہیں دیتے تھے۔ یعنی ذبیحہ حرام نہیں ہوتا تھا۔

ز۔ آپ کو یہ بات پسند تھی کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اور اس کا اگلا دایاں پاؤں باندھ کر اس کا نحر کیا جائے۔ دینار بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص کے پاس دیکھا جس نے اونٹنی کو نحر کرنے کے لیے اسے بٹھا دیا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اسے کھڑا کرو اور پاؤں باندھ کر نحر کرو یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے“

۱۵۔

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کے اونٹوں کو نحر کیا کرتے تھے، ان کے اگلے دائیں پاؤں بندھے ہوتے۔^{۱۶}

وہ کھڑے ہوتے اور آپ ان کے سینوں کے بالائی حصوں میں نیزے سے کچھ کے

لگاتے ۷۔

۵۔ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ اس جانور کا گوشت کھانا حلال نہیں سمجھتے تھے جس پر بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو تا یا غیر مسلمان ہو تا یا غیر مسلم یعنی اہل کتاب اور خواہ اس نے بسم اللہ پڑھنا سوا ترک کیا ہو عمدہ ۱۸۔

ذیر بحث مادہ (ذبح نمبر ۲ کے حزب) میں اس شخص کا واقعہ گذر چکا ہے جس نے آپ سے یہودی اور نصرانی کے ذبیحہ کے بارے میں سوال کیا تھا، آپ نے اس کے جواب میں تین آیتیں تلاوت کی تھیں یعنی (احل کلم اللہیات و طعام الذین اوتوا) ۱۱ لکتاب حل کلم) نیز (ولاتا کلا ممالم ین کرام اللہ علیہ) نیز (وما اهل بغیر اللہ بہ) لیکن سائل بار بار اپنا سوال دہراتا رہا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ لعنت کرے یہود و نصاریٰ اور کفار عرب پر“ یہ شخص اور اس کے ساتھی مجھ سے سوال پوچھتے ہیں۔ جب میرا جواب ان کے خیال کے مطابق نہیں ہوتا تو آکر مجھ سے جھگڑتے ہیں“ آپ دراصل یہ کہنا چاہتے تھے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے اول یہ کہ وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام کے سوا کسی اور نام نہ لیں ۸۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لیں۔ محمد بن زیاد سے روایت ہے کہ ایک شخص بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کے غلام کو حکم دیا کہ اگر یہ شخص کسی کے ہاتھ یہ بکری فروخت کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو کہ اس شخص نے یہ بکری ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہیں لیا ہے ۱۹۔

گویا آپ کی رائے یہ تھی کہ اس بکری کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ لیکن آپ نے صرف یہ بات معلوم کر دینا کافی سمجھا کیونکہ آپ کے سوا دیگر صحابہ کرام اس ذبیحہ کا گوشت حلال سمجھتے تھے کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لینا بھول گیا ہو

تسمیہ کے الفاظ

حضرت ابن عمرؓ ذبیحہ پر یہ الفاظ کہتے: ”بسم اللہ واللہ اکبر“ ۲۰۔
(دیکھئے مادہ انیثہ نمبر ۸ کا جزب)

ذکر اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کا ذکر)

۱۔ تعریف: اللہ سبحانہ کے اسماء یا اس کی صفات کو نیز اسکی ثناء کو تقریب الہی کی غرض سے زبان سے ادا کرنا ذکر اللہ کہلاتا ہے

۲۔ ذکر اللہ کے لیے با وضو ہونا: یہ بات مستحب ہے کہ انسان اپنی بہترین حالت کے اندر اللہ کو یاد کرے۔ حضرت ابن عمرؓ با وضو ہو کر ذکر الہی کرتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ با وضو ہو کر ہی قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور ذکر الہی کرتے ۲۱۔

(دیکھئے مادہ جنابہ نمبر ۲ کا جزو)

۳۔ ذکر الہی کا ثواب: دل سے اخلاص کے ساتھ ذکر الہی کا عمل ذکر کرنے والے کے لیے اجر عظیم کا موجب ہوتا ہے۔ اس امر کا اظہار حضرت ابن عمرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ: ”تم لوگ لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ و بحمدہ کیوں نہیں پڑھا کرتے۔ یہ دونوں جملے اللہ کے کلام سے ہیں اور دو ہزار ثواب رکھتے ہیں، ایک جملے کے بدلے دس نیکیاں، دس نیکیوں کی سو نیکیوں کی ہزار نیکیاں، اور جو شخص زیادہ کرے گا اللہ اسے زیادہ دے گا اور جو شخص استغفار کرے گا اللہ اسے بخش دے گا“ ۲۲۔

ذمہ (عقد ذمہ)

۱۔ تعریف: ذمہ اس عہد کو کہتے ہیں جسے غیر مسلموں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے اسلامی حکومت کے شر بن جائیں

۲۔ اہل ذمہ (ذمیوں) کے احکام

۱۔ اگر کسی شخص کے ساتھ عقد ذمہ کر لیا جائے تو اس پر جز نہ واجب ہو جاتا ہے اور اسکی زمین پر خراج لازم ہو جاتا ہے اگر یہ زمین اس کے قبضے میں رہنے دی جائے (دیکھئے مادہ خراج) نیز اس پر مسلمانوں کے عقائد، ان کے مقدسات اور ان کے اشخاص کا

احترام لازم ہو جاتا ہے اگر اس سے کوئی ایسی حرکت صادر ہو جائے جس سے مسلمانوں کے عقائد یا ان کے مقدسات مجروح ہوں یا عقد ذمہ میں خلل پیدا ہو جائے تو اس کا عقد ذمہ ٹوٹ جائے گا اور وہ حربی قرار پائے گا یعنی اس کا خون حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ذی اللہ یا نبی کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں“ ۲۳۔

ایک ذی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کے الفاظ استعمال کئے۔ حضرت ابن عمرؓ تلوار سونت کر اس کی طرف دوڑ پڑے اور فرمایا: ”ہم نے تمہارے ساتھ اس لئے مصالحت نہیں کی تم ہمارے نبی کو گالیاں دوں“ ۲۴۔

ب۔ ذی کو سلام کہنا: ذی کے ساتھ سلام کہنے میں پہل کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر ایک مسلمان غلطی سے ذی کو سلام کہدے اور اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کافر ہے تو حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں وہ اپنا سلام واپس لے سکتا ہے۔ آپ ایک شخص کے پاس سے گذرے اور اسے سلام کہا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو کافر ہے۔ یہ سن کے آپ نے اس شخص سے فرمایا: ”میں نے تمہیں جو سلام کہا ہے اسے واپس کر دو“ چنانچہ اس نے واپس کر دیا پھر آپ نے فرمایا: ”اللہ تمہارے مال اور اولاد کو کثیر کر دے“ پھر اپنے رفقاء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ”جز یہ کے لئے کثیر کر دے“ ۲۵۔

ذنب (گناہ)

۱۔ تعریف: شریعت کی خلاف ورزی کو ذنب کہتے ہیں جو آخرت میں اللہ کی سزا کی موجب بن جاتی ہے

۲۔ گناہوں کی اقسام: گناہوں کی دو اقسام ہیں۔ صغائر اور کبائر۔ کبائر کتنی کے چند گناہ ہیں جن میں سے بعض کا ذکر حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے۔ باقیماندہ گناہ صغائر ہیں۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ”میں خوارج کے ایک گروہ نجدات کے ساتھ رہا ہوں اور مجھ سے کئی گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے سامنے کبائر گناہ گن دیں“ ”یہ سن کر آپ نے

سات یا آٹھ کبار گن دے جو یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کس کو شریک ٹھہرایا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق کس کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن خاتون پر زنا کی تمسٹ لگانا، ایسی گزری ہوئی بات کی قسم کھانا جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے یعنی یمن غمو۔ پھر آپ نے سائل سے پوچھا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اے کھانا کھلاؤ“ اسے کے ساتھ نرمی سے کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“ ۲۶

۳۔ گناہ کو مٹا دینے اور اس کا کفارہ بننے والے امور: درج ذیل امور میں سے کوئی بھی امر گناہ کو مٹا دیتا اور اس کا کفارہ بن جاتا ہے

۱۔ دنیا کے اندر اس کی سزا مل جانا؛ کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص کوئی ایسا جرم کر لے جو اس پر حد کے اجراء کا موجب ہو اور پھر دنیا کے اندر اسے سزا مل جائے تو اللہ سبحانہ اس سے زیادہ عادل ہے کہ آخرت میں اپنے اس بندے کو دوبارہ سزا دے“ ۲۷۔

ب۔ توبہ اور استغفار، حضرت ابن عمرؓ کثرت سے توبہ استغفار کرتے تھے (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۹)

ج۔ نیک اعمال کرنا؛ کیونکہ سورہ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد باری ہے (ان الحسنات یذمبن السیات نیکیاں بدیوں کو دور کر دیتی ہیں) حضرت ابن عمرؓ سے کبار کے بارے میں سوال کرنے والے کو آپ نے پوچھا کہ: ”کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے جواب اثبات میں دیا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا تھا کہ: ”والدہ کو کھانا کھلاؤ“ اس کے ساتھ نرم زبان میں کلام کرو، خدا کی قسم تم ضرور بالضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے“ ۲۸۔

معاصی کے لیے اجارے پر لیتا درست نہیں ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جزب کا جز ۱) معاصی کو پیٹنے کے طور پر اختیار کرنا جائز نہیں (دیکھئے مادہ احترام نمبر ۲ کا جز ۱) جس ذہب (سونے) سونے کے بدلے سونے کی فروخت (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۱) جس

چیز پر سونے کی پتری وغیرہ چڑھی ہو اسے سونے کے بدلے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۱ کے جز ۱ کا جز ۲)

سونے کی انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ حرام نمبر ۲ کا جز ۱)

سونے کے زیورات عورتوں کے لئے ہیں مردوں کے لئے نہیں (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲ کا جز ب)

سونے کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ح)

سونے کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱ کا جز ب)

زوالارحام (زوی الارحامی)

۱- تعریف: زوی الارحام وہ رشتہ دار ہیں جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہونے ہوں مثلاً بیٹی کی اولاد

۲- زوی الارحام کی عدم توریت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ۱)

- ۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۲ ج ۴
- ۲۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱، المحلی ص ۴۵۵ ج ۷
- ۳۔ عبدالرزاق ص ۱۲۰ ج ۶
- ۴۔ المحلی ص ۴۵۴ ج ۷
- ۵۔ کشف الغتہ ص ۲۴۰ ج ۱
- ۶۔ احکام القرآن ص ۳۰۹ ج ۲، المجموع ص ۱۳۱ ج ۹
- ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۹ ج ۱، المحلی ص ۴۴ ج ۷، المغنی ص ۵۶۶ ج ۸
- ۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
- ۹۔ سیر السلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
- ۱۰۔ بخاری فی الن باب النخ والنخ والنخ
المجموع ص ۹۳ ج ۹، المغنی ص ۵۷۰ ج ۸
- ۱۱۔ المحلی ص ۴۴۳ ج ۷
- ۱۲۔ بخاری فی الن باب النخ والنخ والنخ
عبدالرزاق ص ۴۹۰ ج ۴، شرح السنہ ص ۲۲۱ ج ۱۱، المجموع ص ۹۳ ج ۹
- ۱۳۔ الموطن ص ۴۹۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۵۰۱ ج ۴، سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۹، تفسیر ابن کثیر ص ۳ ج ۲، احکام القرآن ص ۱۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۲۹ ج ۱۱، المغنی ص ۵۷۹ ج ۷، کشف الغتہ ص ۲۴۰ ج ۱
- ۱۴۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۹
- ۱۵۔ عبدالرزاق ص ۴۸۹ ج ۴، سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۹، المحلی ص ۴۵۴ ج ۷، المغنی ص ۴۳۲ ج ۳، تفسیر قرطبی ص ۶۲ ج ۱۳
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۲ ج ۱
- ۱۷۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳
- ۱۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲، تفسیر قرطبی ص ۷۵ ج ۸، المجموع ص ۸۰ ج ۹
- ۱۹۔ المحلی ص ۴۱۱ ج ۷
- ۲۰۔ المغنی ص ۴۳۱ ج ۳، المجموع ص ۳۳۳ ج ۳
- ۲۱۔ المحلی ص ۴۱۴ ج ۷
- ۲۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵ ج ۱۱
- ۲۳۔ المحلی ص ۴۱۵ ج ۱۱
- ۲۴۔ حوالہ درج بالا
- ۲۵۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۶۹ ج ۱۶، المغنی ص ۵۳۶ ج ۸، شرح متمی الارادات ص ۱۳۳ ج ۱ ایما معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی زبان سے یہ کلمات بلا قصہ نکل پڑے اور پھر آپ نے ان کلمات کو درست ثابت کرنے کے لیے وجہ تلاش کی ورنہ آپ کو تاہ نظر قرار

پائے

۲۶۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱۰

لایزنی الزانی وهو مومن
۲۸۔ عبدالرزاق ص ۴۶۰ ج ۱

۲۷۔ ترمذی شریف فی الایمان باب ما جاء

حرف الرءاء

راس (سر) سر پر نہ مارنا (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ جلد)
وضو میں سر کا مسح کرنا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز ۵)
احرام کی حالت میں محرم کا سر نہ ڈھانینا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۱ کا جز ۱)
سر کے بالوں کے احکام (دیکھئے مادہ شعر)
عقیقہ کے خون سے نومولود کے سر کو آلودہ کر دینا (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)
ربا (سود)

- ۱- تعریف: مشروع عوض سے خالی ذائد مال کی شرط کو ربا کہتے ہیں
- ۲- ربوا کی انواع ۳ اور ربوا کا حکم
حرام ربوا یعنی سود کی تمام انواع کی دو صورتیں ہیں۔ ربوا النسیہ اور ربوا الفضل یہ دونوں صورتیں حرام ہے اور انہیں عمل میں لانا ان کبار زگناہوں میں سے جن پر اللہ نے شدت سے نکیر کی ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر ۲)
- ۳- ربوا النسیہ (ادھار پر مبنی سود)
- ۱- اس کی تعریف: ربوا النسیہ اس ذائد مال کو کہتے ہیں جس شرط اجل یعنی مدت کے بالمقابل لگائی گئی ہو

ب اس کی انواع - اس کی پانچ انواع ہیں

- ۱- پہلی نوع یہ ہے کہ دائن اپنے دین کی رقم سے اجل کے بالمقابل ذائد رقم کی شرط لگا دے مثلاً ایک شخص ایک سال کی مدت کے لئے سود درہم قرض دے اور یہ شرط عائد کر دے کہ اسے ایک سو پچاس درہم واپس کئے جائیں۔ ہم نے (مادہ دین نمبر ۴) کے جز ۱) میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک شخص کو قرض دیا ہے اور یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ میری دی ہوئی رقم سے ذائد رقم مجھے واپس کرے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ تو سود ہے“ اس نے کہا: ”آپ مجھے کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں“ اگر وہ تمہیں اتنی رقم واپس کر دے جو تم نے اسے دی

ہے تو اسے قبول کرلو، اگر وہ کم رقم واپس کرے تو اسے لے لو اور تمہیں اس کا اجر ملے گا اور اگر وہ تمہاری دی ہوئی رقم سے زائد رقم اپنی خوشی سے دیدے تو یہ اس کا شکریہ ہو گا جسے وہ تمہارے لئے ادا کر رہا ہے اور تم نے جو اسے مہلت دی تھی اس کا تمہیں اجر ملے گا" ۱۔ آپ نے فرمایا: "جو شخص کسی کو قرض کے طور پر رقم دے وہ صرف اس کی ادائیگی کی شرط عائد کرے" ۲۔

مذکورہ بالا واقعہ سے ہمارے سامنے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر قرض لینے والا بیٹلگی شرط کے بغیر اپنی خوشی سے زائد رقم دے دے تو قرض خواہ کے لئے اسے لینا جائز ہو گا۔ قاسم بن ابی بزہ نے یعقوب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے کوئی چیز خریدی اور فراخی کے حصول تک ثمن کی ادائیگی کی شرط عائد کر دی۔ پھر آپ اس کے پاس نقد رقم کی شکل میں چاندی کے سکے لے کر آئے جو یعقوب کے متعین کئے ہوئے چاندی کے سکوں سے افضل تھے، یعقوب نے کہا کہ یہ سکے میرے مقررہ سکوں سے افضل ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: یہ میری طرف سے عطیہ ہے" ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا "مجھے یہ بات معلوم ہے لیکن میں بخوشی تمہیں یہ سکے دے رہا ہوں، کیا تم انہیں قبول کرلو گے؟" یعقوب نے اس کا جواب اثبات میں دیا ۳۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جزب کے جز ۶ کا جزب)

اگر کوئی شخص سیاہ درہموں کا کسی کو قرض دے تو اسکے بدلے سفید درہم وصول کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر اس نے اس کی شرط نہ لگائی ہو ۴۔

۲۔ دوسری نوع: ایک چیز کی اسکی مثل کے بدلے بیع کے اندر مبیع اور ثمن میں سے کسی ایک پر قبضے کے اندر تاخیر کرنا خواہ یہ نقد کی صورت میں ہو یعنی درہم و دینار یا خوردنی چیز ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور چیز ہو مثلاً سونے کے بدلے سونے کی، گندم کے بدلے گندم کی اور اونٹ کے بدلے اونٹ کی فروخت۔ یہ سب نسیہ ہے۔

نقد اور مطعومات (اشیائے خوردنی) ان ربوی (سودی) اصناف میں سے ہیں جن کا ذکر حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، جو کے بدلے جو، خشک کھجوروں (خرما) کے بدلے خشک کھجوریں نمک کے بدلے نمک برابر

سرار، دست بدست، جس شخص نے زائد دیا یا زائد طلب کیا اس نے ربوا کا ارتکاب کیا، اس کے اندر لینے والا اور دینے والا دونوں یکساں ہیں“^۵۔

ان کے سوا دیگر اصناف کو ہر ایک کے اندر مثلیت کی علت کی بنا پر ان پر قیاس کیا جائے گا۔ طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ دو اونٹوں کے بدلے مہلت کے ساتھ ایک اونٹ کی بیچ کیسی ہے ”آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا“^۶۔

ابن سیرن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ ”مجھ سے دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ کی دست بدست بیچ کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا تو میں نے اس کا جواب نفی میں دیا“ حضرت ابن عمرؓ نے میرے جواب کو پسند نہیں کیا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ کی فروخت کو مباح قرار دیتے تھے لیکن اس میں نساء یعنی ادھار سے منع کرتے اور مبیع اور ثمن پر طرفین کے قبضے کو ضروری قرار دیتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ بازار میں کھڑے ہو جاتے اور آواز لگاتے کہ ”کوئی ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹ فروخت کرے؟ کوئی ہے جو میرے ہاتھ دو اونٹوں کے بدلے ایک اونٹنی فروخت کرے؟“^۸۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ نے چار اونٹوں کے بدلے سواری کی ایک اونٹنی خریدی اور بائع سے اس بات کی ضمانت لی کہ وہ مذکورہ اونٹنی ربذہ کے مقام پر آپ کے حوالے کرے گا^۹۔

یہ روایت اس بات کا وہم پیدا کرتی ہے کہ ایک چیز کو اس کی مثل کے بدلے بیچ کے اندر نساء یعنی ادھار حلال ہے۔ ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مدینہ کے اندر اس بیچ کا ایجاب نہیں کیا تھا کہ اس سے نساء لازم آتا بلکہ بیچ کا ایجاب ربذہ میں ہوا تھا اور قبضے کی تکمیل بھی یہیں ہوئی تھی۔ اس کی تصریح نافع سے ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہوئی ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے ربذہ کے مقام پر چار اونٹوں کے بدلے ایک اونٹنی خریدی اور پھر بائع سے فرمایا: ”جاؤ جا کر سوچ

بچار کرلو، اگر تم رضامند ہو گئے تو پھر سمجھو کہ بیع پکی ہو گئی۔“ ۱۔

۳۔ تیسری نوع: ایک چیز کی اس کی جنس کے بدلے بیع کے اندر مسیح اور ثمن میں سے کسی ایک پر قبضے میں تاخیر کرنا۔ تمام اثمان (جمع ثمن) ایک ہی جنس شمار ہوتے ہیں اسی طرح تمام مطعومات (اشیائے خوردنی) ایک ہی جنس شمار ہوتی ہیں۔ بنا بریں چاندی کے بدلے سونے کی فروخت کے اندر نیز جو کے بدلے گندم کی فروخت کے اندر تقابض (بیع اور ثمن پر طرفین کا قبضہ) شرط ہے۔ سالم بن عبد اللہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کیل یعنی ناپ کے تحت آنے والی اشیائے خوردنی کی دو کے بدلے ایک کی دست بدست فروخت میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے بشرطیکہ ان کے رنگ مختلف ہوں۔“

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جن مطعومات کے رنگ مختلف ہوں ان کی دست بدست فروخت میں کوئی حرج نہیں، خشک کھجوروں کے بدلے گندم، جو کے بدلے زبیب (منق)“ آپ نے اس میں نیہ یعنی ادھار کو مکروہ قرار دیا ۲۔

۴۔ چوتھی نوع: ادائیگی میں قبیل کے بالمقابل دین میں کمی کر دینا (دیکھئے مادہ دین نمبر ۵)۔
۵۔ پانچویں نوع: حضرت ابن عمرؓ ہر اس قرض کو سود میں شمار کرتے تھے جو کوئی فائدہ کھینچ لائے۔ بنا بریں قرضدار اگر اپنے ذمہ قرض کے وجود کے دوران قرض خواہ کو تحفے تحائف بھیجے تو اسے سود شمار کیا جائے گا الا یہ کہ قرض خواہ بھی اتنی ہی قیمت کے تحفے قرضدار کو بھیج دے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ”میں نے ایک شخص کو قرض دیا، اس نے مجھے ایک ہدیہ بھیجا ہے“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”اس کے ہدیے کے بدلے تم بھی ہدیہ بھیجو یا مذکورہ ہدیے کا حساب اس پر واجب الادا اپنے قرض کی رقم میں کر لیا اس کا ہدیہ اسے واپس کر دو“ ۳۔

۴۔ ربو الفضل

الف۔ اس کی تعریف: ربوی اموال (اثمان اور مطعومات) میں سے کوئی مال اس کی مثل کے بدلے ناقض یعنی (غیر مساوی) صورت میں فروخت کرنا ربو الفضل کہلاتا ہے۔

ب۔ اس کی تحریم: حضرت ابن عباسؓ کی طرح حضرت ابن عمرؓ بھی کہا کرتے تھے کہ

”ربو! صرف نساء یعنی ادھار کے اندر ہے“ یعنی جب ایک چیز اس کی مثل کے بدلے فروخت کی جائے تو اس میں صرف نساء کی صورت میں سود ہوگا۔ نیز قرضوں کے اندر فضل (زائد رقم) کے ساتھ نساء کی صورت میں بھی سود ہوگا۔ لیکن اگر تفاضل یعنی مقدار میں کمی بیشی نساء سے خالی ہو تو یہ حلال ہے^{۱۳}۔

لیکن دونوں حضرات نے اپنے اس قول سے رجوع کر کے تحریم کا قول اختیار کر لیا۔ ابو نضرہ کہتے ہیں کہ ”میں نے عبد اللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے بیع صرف یعنی سونے کے بدلے سونے کی دست بدست متفاضل بیع کے بارے میں سوال کیا، ان حضرات نے ایسی بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، ان سے میں نے بیع صرف کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ زائد مقدار سود ہے۔ میں نے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ کے مذکورہ بالا قول کی بنا پر حضرت ابو سعیدؓ کے اس قول کو پسند نہیں کیا، اس پر حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا کہ: ”میں تم سے وہی بات کہوں گا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی ہے، وہ یہ کہ ایک شخص جو کھجور کے درخت کا مالک تھا ایک صاع (ایک پیمانے کا نام) عمدہ خشک کھجوریں لے کر آیا۔ حضور ﷺ کی کھجوریں بھی اسی قسم کی تھیں، آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کھجوریں تمہیں کہاں سے ملیں؟ اس نے جواب دیا کہ ”میں دو صاع کھجوریں لے کر گیا اور ان کے بدلے ایک صاع یہ کھجوریں خرید لیں، بازار میں ان کھجوروں کا نرخ یہ ہے اور دوسری کھجوروں کا نرخ یہ ہے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: ”افسوس ہے، تم نے تو سود کا ارتکاب کر لیا، اگر تم اس طرح کی خرید و فروخت چاہو تو اپنی کھجوریں کسی سامان کے بدلے فروخت کر دو اور پھر اپنے اس سامان کے بدلے جس طرح کی کھجوریں چاہو خرید لو“ پھر حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا: ”کھجوروں کے بدلے کھجوروں کی بیع ربو! بننے کی زیادہ اہلیت رکھتی ہے یا چاندی کے بدلے چاندی کی بیع؟“ ابو نضرہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ابن عمرؓ کے پاس آیا اور آپ نے مجھے ایسی بیع سے روک دیا۔ میں حضرت ابن عباسؓ کے پاس نہیں گیا، مجھے ابوالصہباءؓ نے بتایا کہ انہوں نے مکہ میں حضرت ابن عباسؓ سے ایسی بیع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

اسے مکروہ یعنی ناجائز قرار دیا^{۱۵}۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ”ہم لوگ بعض دفعہ کسی علاقے میں جاتے ہیں، ہمارے پاس چاندی کے ہلکے سکے ہوتے ہیں جو بازار میں چل جاتے ہیں لیکن مذکورہ علاقے کے لوگوں کے پاس چاندی کے بھاری سکے ہوتے ہیں جو بازار میں نہیں چلتے تو کیا ہم اپنے سکے دے کر ان کے سکے خرید سکتے ہیں؟“ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب نفی میں دے کر فرمایا: ”تم اپنے چاندی کے سکوں کو دیناروں کے بدلے فروخت کرو اور پھر ان دیناروں کے بدلے ان کے مذکورہ چاندی کے سکے خرید لو اور جب تک اس پر قبضہ نہ کرلو اس وقت تک دوسرے فریق سے علیحدہ نہ ہو، اگر وہ کسی مکان کی چھت پر چڑھ جائے تو تم بھی اس چھت پر چڑھ جاؤ، اور اگر وہ وہاں سے نیچے چھلانگ لگادے تو تم بھی اس کے ساتھ چھلانگ لگادو“^{۱۶}۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت ابن عمرؓ بیع مزانبہ کو مکروہ قرار دیتے تھے، یعنی خشک کھجوروں کے بدلے تر کھجوریں ناپ کر اور زہیب یعنی خشک انگوروں (کشمش) کے بدلے تراگور ناپ کر فروخت کرنا۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں نوعیت کی یکسانیت کے ساتھ مقدار میں مساوات کا عدم تحقق ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے بیع مزانبہ کی ممانعت روایت کی ہے^{۱۷}۔

درج بالا وضاحت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا تھا اور ربوا الفضل کی تحریم کے قائل ہو گئے تھے^{۱۸}۔

اگر اثمان اور مطعومات کے اندر نوعیت میں اختلاف ہو تو پھر تفاضل جائز ہوگا اور نساء حرام ہوگا مثلاً چاندی کے بدلے سونے کی بیع اور جو کے بدلے گندم کی بیع وغیر ذلک^{۱۹}۔

حضرت ابن عمرؓ کیل یعنی ناپ کے تحت آنے والی اشیائے خوردنی کی دو کے بدلے ایک کی دست بدست بیع میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے اگر ان کے رنگ مختلف ہوتے^{۲۰}۔

۵۔ سودی کاروبار کرنے والے سے کچھ لے کر کھانا: حضرت ابن عمرؓ سودی کاروبار

کرنے والے سے کچھ لے کر کھالینے میں حرج نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ حرام دو افراد تک متعدی نہیں ہوتا۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ ”میرا ایک پڑوسی ہے جو سود خوری کرتا ہے یا جس کی کمائی خبیث کمائی ہے اور وہ بعض دفعہ مجھے کھانے پر بلا لیتا ہے تو کیا میں اس کے پاس جا کر اس کا کھانا کھالیا کروں؟“ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا^{۲۱}۔

رجعت (رجعت)

- ۱۔ تعریف: رفع طلاق کے ذریعے عورت کو زوجیت میں واپس لے آنا رجعت ہے۔
 - ۲۔ رجعت کی انواع: رجعت کی تین انواع ہیں، طلاق رجعی سے رجعت، طلاق بائن سے رجعت۔ طلاق مغلظہ سے رجعت
 - ۳۔ طلاق رجعی سے رجعت کی صورت
- الف۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک رجعی طلاق دے دے یا دوسری رجعی طلاق دے دے تو وہ اسے عدت کے اندر زوجیت میں واپس لا سکتا ہے۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل یعنی ولادت کے ساتھ ہی اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی۔ اگر وہ حاملہ نہ ہو بلکہ اسے حیض آتا ہو اور اسے طہر کے اندر طلاق دی گئی ہو تو تیسرے حیض کا خون دیکھتے ہی اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب مطلقہ تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ بائن ہو جائے گی“^{۲۲}۔

اگر اسے حیض کے دوران طلاق دی گئی ہو تو چوتھے حیض کا خون دیکھتے ہی اس کی عدت کی انتہا ہو جائے گی^{۲۳}۔ اس لئے کہ جس حیض کے اندر اسے طلاق دی گئی ہو وہ حیض اس کی عدت میں شمار نہیں ہو گا۔ اگر اسے ایک یا دو حیض آجائے اور پھر اس کا حیض مرتفع ہو جائے تو وہ نو ماہ کی مدت تک انتظار کرے گی اگر اس مدت میں کوئی حمل ظاہر نہ ہو تو وہ تین ماہ عدت گزارے گی اور پھر اپنے شوہر سے بائن ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس عورت کو طلاق مل جائے اور اسے ایک یا دو حیض آجائے اور پھر اس کا حیض مرتفع ہو جائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی، اگر اس

دوران حمل ظاہر ہو جائے تو فیماورد نہ وہ نو ماہ کے بعد تین ماہ کی عدت گزارے گی اور پھر آزاد ہو جائے گی“ ۲۴۔

ب۔ رجعت کا طریقہ: طلاق رجعی کے اندر رجعت قول کے ذریعے ہوگی مثلاً شوہر اس سے کہے: ”میں نے تم سے رجعت کر لی“ یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ یا رجعت فعل کے ذریعے ہوگی مثلاً وہ اس کے ساتھ ہبستری کر لے۔ اس بارے میں صحابہؓ کے درمیان کسی اختلاف کا مجھے علم نہیں ہے۔ اگر زوجین میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو عدت کے دوران دوسرے کے مسلمان ہو جانے کی صورت میں بھی رجعت ہو جائے گی (دیکھئے مادہ عدہ نمبر ۴ کا جزہ)

ج۔ رجعت پر گواہ بنانا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ رجعت پر گواہ بنانے کے وجوب کے قائل تھے کیونکہ سورۃ طلاق آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے (فاذابلغن اجلهن فامسکوھن بمعروف اوفارقوھن بمعروف واشھدواذوی عدل منکم اگر یہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں معروف طریقے سے زوجیت میں روک لویا معروف طریقے سے ان سے علیحدہ ہو جاؤ، اور اپنوں میں سے دو عادل افراد کو گواہ بناؤ) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو ایک یا دو طلاقیں دی تھیں، پھر آپ اجازت لے کر ان کے پاس جاتے، پھر جب ان سے رجعت کر لی تو اس پر گواہ بنائے اور پھر ان کے پاس گئے ۲۵۔ (دیکھئے مادہ اشھاد نمبر ۳)

د۔ رجعت پر عورت کی رضامندی: طلاق رجعی کے اندر مطلقہ بیوی کی طرف سے رجعت پر رضامند ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر شوہر اس سے رجعت کر لے جبکہ وہ اس رجعت پر رضامند نہ ہو تو یہ رجعت بالا جماع درست ہوگی۔

۴۔ طلاق بائن سے رجعت کی صورت: اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو رجعی طلاق دیدے اور عدت کے دوران رجعت نہ کرے حتیٰ کہ اس کی عدت گزر جائے تو عورت اس سے بائن ہو جائے گی اور پھر نئے مہر نیز نئے عقد کے ذریعے ہی اس کی زوجیت میں واپس آ سکے گی۔ اور تین میں سے باقی ماندہ طلاقیں کے ساتھ اس کی طرف واپس ہوگی، اگر وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور وہ اسے طلاق دیدے یا اس کی وفات ہو

جائے اور پھر وہ اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں آجائے تو ایسی صورت میں وہ تین طلاقوں کے ساتھ واپس ہوگی اس لئے کہ اس کا دوسرا شوہر اسے طے والی طلاقوں کو ختم کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور مطلقہ بیوی کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور اس کے بعد طلاق لے کر پہلے شوہر کی طرف واپس آجائے تو تین طلاقوں کے ساتھ اس کی زوجیت میں واپس آئے گی۔“ ۲۶

۵۔ طلاق مغضظہ میں رجعت کی صورت: جس عورت کو طلاق مغضظہ ہو گئی ہو اس کے لئے اپنے شوہر کی زوجیت میں اس وقت تک آنا حلال نہیں ہو گا جب تک وہ کسی اور مرد سے درست نکاح نہ کر لے جو تحلیل (حلالہ کرنے) کی نیت سے خالی ہو اور دخول صحیح بھی ہو جائے، یہ بات سورہ بقرہ کی آیات نمبر ۲۲۹، ۲۳۰ پر عمل کرتے ہوئے کی جائے گی۔ ان آیات میں ارشاد باری ہے (الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان طلاق دو مرتبہ ہوتی ہے پھر یا تو معروف طریقے سے روک رکھا جائے یا اچھے طریقے سے جانے دیا جائے.....) پھر ارشاد ہوا (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ، پھر اس کے بعد اگر وہ اسے طلاق دیدے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے) اگر دوسرا مرد اس کے ساتھ پہلے مرد کے لئے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کرے گا تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہوگی اور نہ ہی اس کی زوجیت میں واپس آئے گی (دیکھئے مادہ تحلیل)

باکراہ کو اگر اس کا شوہر طلاق دیدے تو اس کا حکم بھی طلاق مغضظہ پانے والی عورت کی طرح ہو گا یعنی وہ اپنے پہلے شوہر کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کس اور مرد کے ساتھ اس کا نکاح نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے باکراہ کے متعلق جس کا شوہر اسے طلاق دیدے فرمایا: ”وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے۔“ ۲۷

اگر شوہر اسے اپنے نکاح میں لانا چاہے تو اس رجعت کو نیا نکاح تصور کیا جائے گا اور

اس کے لئے طرفین کی نیز ولی کی رضامندی کی ضرورت ہو گی اور نئے مہر کی بھی ضرورت ہو گی اور نئے عقد کی بھی۔ نکاح ہو جانے کے صورت میں یہ عورت تین طلاقوں کے ساتھ پہلے شوہر کی زوجیت میں واپس آئے گی۔

رجم (سنگسار کرنا)

پتھروں سے مارنے کو رجم کہتے ہیں حتیٰ کہ مضروب مر جائے
زانی کو رجم کرنے کی شرطیں (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۱)

رحم (قربت داری)

۱۔ تعریف: رحم کے دو معنی ہیں۔ اول وہ قربت داری جس کا سبب ولادت ہو دوم وہ شخص جو کسی مونث کے واسطے سے میت کی طرف منسوب ہو۔

۲۔ بیع اور تقسیم کے اندر ذوی الارحام غلاموں اور لونڈیوں کے درمیان عدم تفریق (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ۷)

اگر کوئی شخص اپنے ذورحم کا مالک ہو جائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز ج)

اگر مقتول کا قاتل اس کا ذورحم محرم ہو تو مقتول کی دیت مغلطہ لازم آئے گی (دیکھئے مادہ جناہ نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۱)

ایسے رشتہ دار جن کے ساتھ نکاح حرام ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۱)

ذوی الارحام کی وراثت (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)

رخصۃ (رخصت، اجازت)

۱۔ تعریف: کسی مشقت کو دور کرنے کے لئے مشروع اباحت کو رخصت کہتے ہیں

۲۔ رخصت پر عمل:

الف۔ دین اسلام کا معاملہ آسانی پر مبنی ہے، تنگی اور سختی پر نہیں۔ قرآن و سنت میں اس کی وضاحت موجوہ ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی انسان کے لئے ایک معاملہ تنگی کا سبب بن

جائے تو شریعت اس کے لئے اس تنگی سے نکلنے کی خاطر کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتی ہے۔ یہ بات اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہے جس کا شکر واجب ہے جو شخص اس شریعت کے احکام پر غور کرے اور ان کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ مشقت کے توقع اور اس کے وجود کے بارے میں غلبہ ظن کی بنا پر رخصت مشروع ہو جاتی ہے۔ بنا بریں ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت سفر کے اندر رخصتوں کا ایک مجموعہ مہیا کرتی ہے اس لئے کہ سفر کے اندر مشقت واقع ہونے کی توقع ہوتی ہے اور اس کے وجود کے بارے میں غلبہ ظن ہوتا ہے۔

تدیم سے اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آیا رخصت پر عمل افضل ہے یا عزیمت یعنی اصلی حکم پر عمل بہتر ہے؟ بعض علماء نے پہلی صورت کو ترجیح دی ہے اور بعض نے دوسری صورت کو۔

حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ آپ رخصت ترک کرنے اور شدت کا اپنانے کے قائل تھے۔ تاہم ہمارے نزدیک یہ بات علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ ہم آگے چل کر اس کی وضاحت کریں گے۔

ب۔ رخصت کی انواع: حضرت ابن عمرؓ رخصت کی دو قسمیں کرتے تھے۔

۱۔ رخصت واجبہ: ایسی رخصت جو شکل کے اعتبار سے رخصت نظر آئے لیکن حقیقت میں رخصت نہ ہو بلکہ ایک خاص شرع یعنی حکم ہو مثلاً سفر میں دو گانہ ادا کرنا حضرت ابن عمرؓ سے منقول دو میں سے ایک روایت کے مطابق آپ اس قصر کو واجب قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جرح کا جز ۲)

۲۔ رخصت غیر واجبہ: اس قسم کی رخصت پر بندے کا عمل اللہ کو پسند ہوتا ہے۔ بنا بریں مسلمان کے لئے اس رخصت پر علی العموم عمل کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”سفر کے اندر اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل کرتے ہوئے روزہ نہ رکھنا مجھے روزہ رکھنے سے زیادہ پسند ہے“ ۲۸۔

پھر یہ رخصت صدقہ کی طرح ہے کہ جسے ضرورت ہو وہ اسے لے سکتا ہے۔

ضرورت کے درجے کے اعتبار سے اس رخصت پر عمل کا حکم استحباب سے لیکر وجوب تک کے درجوں میں متناسب ہوتا ہے۔ آپ سے سفر کے اندر روزہ رکھنے کا حکم پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم کسی شخص کو صدقہ کے طور پر کوئی چیز دو اور وہ اسے واپس کر دے تو کیا تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟ یہ رخصت تو صدقہ ہے جسے اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے“^{۲۹}۔ حتیٰ کہ اگر حاجت ضرورت سے قریب درجے تک پہنچ جائے اور پھر حاجتمند انسان اس دی ہوئی رخصت پر عمل نہ کرے تو وہ گنہگار قرار پائے گا۔ اسی بارے میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہ کرے اس پر عرفات کے پہاڑ جیسا گناہ لازم آئے گا“^{۳۰}۔

ج۔ رخصت کی خصوصیت: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ رخصت کو شخص حق تصور کرتے تھے جس پر عمل اس کی اپنی ذات تک محدود ہے۔ اور کسی اور تک اس کا تجاوز جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے کی رخصت پر عمل نہیں کیا (دیکھئے مادہ ادخار) کیونکہ اس گوشت کے ساتھ غیر کا حق بھی متعلق تھا۔

د۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک بعض ثابت شدہ رخصتیں: جو شخص حضرت ابن عمرؓ کے فقہ کا استفتاء کرے اسے معلوم ہو جائے گا کہ آپ بہت سی رخصتوں کے قائل تھے ان میں سے چند کا ذکر درج ذیل ہے۔

بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے اور اسے پی لینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ج)

مسافر کے لئے جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ج)
غجر کی اذان کے سوا مسافر کے لئے سفر میں اذان نہ دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ز)

سفر میں ظہر اور عصر نیز مغرب اور عشاء کی نمازوں کو یکجا کر دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ج کا جز ۴)

سفر میں نفل نمازیں ترک کر دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر، نمبر ۳ کے جز ج کا جز

(۵) سفر میں سواری پر قبلہ رخ ہوئے بغیر نفل نماز پڑھنے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جرح کے جز ۵ کا جز د) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جرح) موزوں پر مسح کرنے کی رخصت (دیکھئے مادہ خف نمبر ۲ کا جز ب) عورت کے لئے یہ رخصت کہ وہ حیض یا جنابت کے غسل کے لئے اپنے سر کے بال نہ کھولے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز ب) ردة (ارتداد)

- ۱۔ تعریف: مسلمان کا اپنے قول یا اعتقاد یا فعل یا ترک فعل کے ذریعے کوئی ایسا عمل کرنا جو اسے ایمان سے خارج کر دے ارتداد کہلاتا ہے۔
 - ۲۔ ارتداد کا تعلق حدود سے ہے اور یہ خالص اللہ کا حق ہے اور اس میں ان تمام باتوں کی رعایت کی جائے گی جن کا ذکر ہم نے حدود کے اندر کیا ہے (دیکھئے مادہ حد)
 - ۳۔ کون سی باتیں ارتداد کہلاتی ہیں؟
- الف۔ دین کے کسی ایسے امر کا انکار جو معلوم بالضرورت ہو مثلاً نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی فرضیت۔ یہ صورت بالاجماع ارتداد شمار ہوتی ہے۔
- ب۔ حج کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنا حتیٰ کہ موت آجائے ارتداد شمار ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص حج کر سکتا ہو اور وہ خوش الحال نیز صحت مند ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ کا نشان لگا ہو گا“ پھر آپ نے سورہ آل عمران آیت نمبر ۹۷ کی تلاوت کی (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً، ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین اور اللہ کے لئے اس شخص پر بیت اللہ کا حج فرض ہے جسے وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جو انکار کرے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے) ۳۱۔

آپ نے فرمایا: ”جس شخص کو ایک سال حج کرنے کی استطاعت ہو پھر اگلے سال پھر اگلے سال اور وہ پھر بھی حج نہ کرے اور مرجائے تو اس کا جنازہ نہیں پڑھا جائے گا اور

یہ معلوم نہیں ہو گا کہ آیا وہ یہودی ہو کر مرا ہے یا نصرانی ہو کر“ ۳۲۔

یہاں یہ احتمال یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی مراد شاید یہ ہے کہ جو شخص حج کی فرضیت کا منکر ہو کر اس کا تارک بنا ہو اس کے لئے درج بالا حکم ہے۔ اس شخص کے لئے نہیں جو کنجوسی یا سستی کی وجہ سے حج کا تارک بن گیا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ جو شخص کسی بھی وجہ سے حج کا تارک ہوتا ہے اس کا یہ فعل دراصل حج کی فرضیت کے انکار پر مبنی ہوتا ہے خواہ وہ کنجوسی کی بنا پر حج نہ کرے یا سستی کی بنا پر یا اسی طرح کی کسی اور وجہ کی بنا پر واللہ اعلم:

۴۔ ارتداد کے اثرات: ارتداد پر درج ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

الف۔ توبہ کرنے کا مطالبہ: مرتد سے تین مرتبہ مطالبہ کیا جائے گا کہ وہ ارتداد سے توبہ کر لے ۳۳۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول نہیں ہے کہ توبہ کے پہلے اور دوسرے مطالبہ نیز دوسرے اور تیسرے مطالبہ کے درمیان حد فاصل کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتد سے اس کے ارتداد کا سبب پوچھا جائے گا اور اس کا شبہ دور کیا جائے گا اور ارتداد پر اس کے اصرار سے مرتب ہونے والی سزا بیان کر دینے کے بعد اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا اور اسے اگلے دن تک کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔ پھر دوسرے دن یہی عمل دہرایا جائے گا اور پھر تیسرے دن یہی عمل کیا جائے گا۔

ب۔ حد قائم کرنا: اگر مرتد اسلام کی طرف لوٹ آئے تو فیہا اور اگر تین مرتبہ توبہ کے مطالبہ کے باوجود ارتداد پر اڑا رہے تو اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص ایمان لانے کے بعد اپنی خوشی سے کافر ہو جائے اسے قتل کر دیا جائے گا“ ۳۴۔ نیز فرمایا: ”مرتد سے توبہ کرنے کا تین مرتبہ مطالبہ کیا جائے گا۔ اگر وہ توبہ کر لے تو اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اگر انکار کر دے تو قتل کر دیا جائے گا“ ۳۵۔

سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا ویصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی سعی کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں

خوب قتل کیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا ان کے کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں زمین سے جلاوطن کر دیا جائے) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ یہ آیت مرتدین کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور ان کا تعلق قبیلہ عرینہ سے تھا۔ ۳۶۔

اس واقعہ کی روایت بخاری اور مسلم نے حضرت انسؓ بن مالک سے کی ہے کہ بنو عکل کے آٹھ افراد حضور ﷺ کے پاس آئے اور اسلام پر آپ کی بیعت کی لیکن مدینہ کی آب و ہوا انہیں اس نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے۔ انہوں نے آپ سے اپنی بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے ان سے فرمایا: ”تم لوگ ہمارے چرواہے کے ساتھ وہاں چلے جاؤ جہاں ہمارے اونٹ چر رہے ہیں اور پھر ان اونٹوں کا پیشاب اور ان کا دودھ پو“ انہوں نے آپ کی تجویز پر صاد کیا اور چرواہے کے ساتھ جا کر مذکورہ جانوروں کا پیشاب اور دودھ پیا اور انہیں صحت یابی ہو گئی۔ پھر انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹ ہانک کر لے گئے جب یہ خبر حضور ﷺ کو ملی تو آپ نے ان کے پیچھے اپنے آدمی بھیج دیئے، انہیں پکڑ لیا گیا اور آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی گئیں اور پھر انہیں دھوپ میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ وہیں مر گئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ تندرست ہو کر مرتد ہو گئے اور چرواہے کو قتل کر دیا یہاں ایک اشکال پیدا ہو گیا ہے وہ یہ کہ حضرت ابن عمرؓ سے معروف بات یہی منقول ہے کہ مرتد کو قتل کر دیا جائے گا جبکہ مذکورہ بالا آیت اس پر نص ہے کہ جلاوطنی بھی مرتدین کو دی جانے والی سزاؤں میں سے ایک سزا ہے دونوں باتوں کا تناقض بالکل واضح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو امام المسلمین سے بغاوت کر جائیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا مرتد اگرچہ آیت کا سبب نزول مذکورہ واقعہ تھا جس میں عرینین نے ارتداد اختیار کر کے اس کے ساتھ چرواہے کے قتل اور اونٹ ہانک لے جانے کا جرم بھی کیا تھا۔ اس لئے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص سبب کا نہیں۔

ج۔ ارتداد کی وجہ سے زوجین کے درمیان علیحدگی کردی جاتی ہے حتیٰ کہ مرتد فریق اسلام کی طرف لوٹ آئے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔
رسالہ (مکتوب)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مکتوب کی ابتدا بسم اللہ سے کرنا سنت ہے پھر مرسل کا نام لکھا جائے اور پھر مرسل الیہ کا۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب مکتوب کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرتے تو اس کے بعد لکھتے ”اما بعد“ من عبد اللہ بن عمرؓ۔

آپ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا تھا کہ وہ جب آپ کو مکتوب تحریر کریں تو پہلے اپنے نام لکھیں ورنہ ان کے مکتوب کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

آپ نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کو مکتوب تحریر کیا تو پہلے اپنا نام لکھا۔
اگر کوئی شخص مکتوب کی ابتداء بسم اللہ سے کر کے مرسل الیہ کا نام لکھ دے تو یہ بھی جائز ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بعض خطوط میں مکتوب الیہ کا نام پہلے لکھا تھا۔ ابن حجر کی اس سے مراد وہ مکتوب ہے جسے حضرت ابن عمرؓ نے حضرت معاویہؓ کو تحریر کیا تھا۔ ذہبی نے ابن عون سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو حضرت معاویہؓ سے کوئی ضرورت پیش آگئی تھی، آپ نے انہیں خط لکھنا چاہا اور اپنا نام پہلے لکھا لیکن لوگوں کے اصرار پر آپ نے سرنامہ اس طرح تحریر کیا: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ الی معاویہ.....۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ صلی علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار سے تبرک حاصل کرنا (دیکھئے مادہ اثر)
ذی شخص کا حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنا (دیکھئے مادہ ذمہ نمبر ۲ کا جز الف)

سفر پر نکلنے سے پہلے اور سفر سے واپس آنے کے بعد حضور ﷺ کی قبر مبارک کی

زیارت کرنا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز واؤ)
 حج کے بعد آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۵)
 رشوة (رشوت) دیکھئے مادہ مصانہ۔

رضاع (رضاعت)

۱۔ تعریف: شیر خوار بچے کا عورت کے پستان کو چوسنا اور دودھ نکلنے پر اسے نکل جانا رضاع کہلاتا ہے۔

۲۔ رضاعت کے سال: جس رضاعت پر ان شرعی احکام کا ترتب ہوتا ہے جن کا ذکر ہم فقرہ نمبر ۵ میں کریں گے، اس کا ثبوت صرف اس صورت میں ہوتا ہے جب دودھ پینے والا صغیر ہو۔ اگر وہ کبیر ہو تو اس رضاعت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: ”رضاعت صرف اس بچے کے لئے ثابت ہوتی ہے جسے بچپن میں دودھ پلایا گیا ہو۔ کبیر کے لئے کوئی رضاعت نہیں ہوتی“ ۱۔

رضاعت کے اندر بچپن کی حد دو سال ہے۔ اگر دو سال کے بعد اسے دودھ پلایا گیا ہو تو وہ کبیر شمار ہوگا اور اس رضاعت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمر ؓ سے دو سال بعد واقع شدہ رضاعت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۳۳ تلاوت کی (والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتیم الرضاعہ) اور مائیں اپنی اولاد کو دو سالوں تک دودھ پلائیں گی ان لوگوں کی خاطر جو رضاعت مکمل کرنا چاہیں) نیز فرمایا: ”ہم نہیں سمجھتے کہ دو سال کے بعد کی رضاعت کسی چیز کو حرام کرتی ہے“ ۲۔

۳۔ رضاعت کی مقدار: نکاح کی تحریم کے اثبات کے سلسلے میں رضاعت کے آثار و احکام قلیل اور کثیر رضاعت سے ثابت ہو جاتے ہیں خواہ پستان سے چوسنے کا عمل ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہوا ہو اور خواہ دودھ کا ایک ہی قطرہ پیٹ میں گیا ہو ۳۔

ابو الزبیر کہتے ہیں کہ مجھے عطاء نے ایک اور شخص کے ساتھ حضرت ابن عمر ؓ کے پاس بھیجا۔ ہم نے آپ سے اس مرضعہ کے بارے میں دریافت کیا جس نے گود کے بچے

یا بچی کو اپنا ایک گھونٹ دودھ پلایا ہے، آپ نے جواب میں فرمایا: ”یہ اس پر حرام ہو گئی“ میں نے عرض کیا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن الزبیرؓ کا خیال ہے کہ دو یا تین گھونٹ سے اسے حرام نہیں کرتے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اللہ کی کتاب ان کے قول سے زیادہ سچی ہے“ اور پھر آیت رضاعت تلاوت فرمائی ۴۴۔ یعنی (وامہاتکم اللاتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعہ) اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعی بہنیں بھی) اور فرمایا: ”اللہ نے ایک یا دو مرتبہ دودھ پلانے کا ذکر نہیں کیا“ ۴۵۔

عمرو بن دینار نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے رضاعت کا مسئلہ پوچھا گیا آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں اس کے سوا کچھ اور نہیں جانتا کہ اللہ نے رضاعی بہن کو حرام کر دیا ہے“ میں نے عرض کیا: ”امیرالمومنین ابن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک یا دو مرتبہ رضاعت سے یا ایک دو دفعہ دودھ چوسنے سے تحریم نہیں ہوتی“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اللہ کا فیصلہ (ایک روایت کے مطابق اللہ کی کتاب) تمہارے فیصلے سے نیز امیرالمومنین کے فیصلے سے بہتر ہے“ ۴۶۔

۴۔ لبن الفحل (مرضعہ کا شوہر جسے کی وجہ سے مرضعہ کا دودھ اترتا ہو)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ رضاعت کا تعلق مرضعہ اور دودھ پینے والے بچے سے ہوتا ہے۔ دودھ مرضعہ کا ہوتا ہے، مرضعہ کے شوہر کا نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بعض صحابہ کرام کی رائے ہے۔ بتائیں اگر ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور ان میں سے ایک نے کسی بچے کو اپنا دودھ پلایا ہو تو اس پر دوسری بیوی کی اولاد حرام نہیں ہوگی اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے رضاعت کی نسبت مرضعات کی طرف کی ہے ان کے شوہروں کی طرف نہیں کی ہے۔ اور سورہ نساء آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا (وامہاتکم اللاتی ارضعنکم) سالم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ ”لبن فحل“ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ۴۷۔ یعنی لبن فحل حرام نہیں کرتا۔

۵۔ رضاعت کا اثبات: گواہی کے ذریعے رضاعت کا اثبات ہو جاتا ہے لیکن آیا اس

سلسلے میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے نیز آیا صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہوگی: "کنز العمال" کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ رضاعت کے سلسلے میں کس قدر گواہی جائز ہوگی؟ آپ نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں "۳۸۔

اگر یہ روایت درست ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ رضاعت کے بارے میں گواہی دوسرے معاملات میں گواہی کی طرح ہے حضرت ابن عمرؓ اس معاملہ میں اپنے والد محترم حضرت عمرؓ کی متابعت کرتے ہیں۔ عورتوں کے ساتھ مخفی گواہی کے ساتھ رضاعت کی گواہی کو ملحق نہ کرنے کی وجہ حضرت عمرؓ کے الفاظ میں یہ ہے کہ: "اگر ہم یہ دروازہ کھول دیں تو پھر ایک عورت میاں بیوی کے جس جوڑے کے درمیان تفرقہ ڈالنا چاہے گی ڈال دے گی" ۳۹۔

۶۔ رضاعت کے اثرات

الف۔ نکاح کی تحریم: اگر کسی بچے نے سن رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پیا ہو تو یہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی کیونکہ وہ اس کی رضاعی ماں بن جائے گی، اسی طرح اس کی نسبی یا رضاعی اولاد (یعنی ہر وہ فرد جس نے اس کا دودھ پیا ہو) اس پر حرام ہو جائے گی کیونکہ مذکورہ اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن ہوگی، سورہ نساء آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے (وامہاتکم اللاتی ارضعنکم واخواتکم من الرضاۃ) اس پر ہر وہ فرد حرام ہو جائے گا جو مرضعہ پر حرام ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں" ۵۰۔

اگر ایک شخص کسی عورت سے نکاح کر لے تو اس پر اس کی بیوی کی ہر نسبی یا رضاعی ماں حرام ہو جائے گی ۵۱۔

ب۔ رمضان میں روزہ نہ رکھنا: اگر مرنعہ کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو اس کے لئے رمضان کے روزے نہ رکھنا جائز ہو جائے گا۔ اگر وہ روزے نہ رکھے تو ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی اور اس کے بعد اس پر ان روزوں کی

قضا لازم نہیں ہوگی ۵۲۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق وہ یہ روزے قضا کرے گی اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی ۵۳۔

شاید پہلی روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایتوں میں سب سے صحیح ہے۔

ج۔ رضاعت کا خرچہ: اگر شیر خوار کا کوئی مال نہ ہو تو اس صورت میں رضاعت کا خرچہ باپ ادا کرے گا کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ میں ارشاد باری ہے (وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف اور بچے کے باپ کے ذمہ دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا معروف طریقے سے لازم ہوگا)

رعاف (نکسیر پھوٹنا)

۱۔ تعریف: ناک کے اندر سے بہہ کر آنے والے خون کو رعاف کہتے ہیں۔

۲۔ رعاف کی نجاست نیز اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا (دیکھئے مادہ دم نمبر ۲ اور ۳) نیز مادہ وضو نمبر ۸ کا جذب)

رعاف کی وجہ سے وضوء کرنے کے بعد نماز کا باقی ماندہ حصہ ادا کیا جائے گا یعنی (بناء علی الصلوۃ)

دیکھئے مادہ دم نمبر ۳ نیز مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزائف کا جزا

رق (غلامی)

۱۔ تعریف: رق اس مجز حکمی کو کہتے ہیں جو اصل کے اعتبار سے کفر کے ساتھ جنگ میں کافروں کی سزا کے طور پر مشروع کیا گیا تھا۔

۲۔ غلامی کے مصادر: زمانہ جاہلیت میں غلامی کے بہت سے مصادر تھے، اور پھر اسلام نے ان تمام مصادر کو کالعدم قرار دے دیا اور صرف ایک مصدر باقی رہنے ویا یعنی اسیران جنگ اللہ سبحانہ نے سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا (حتی اذا انخستموہم فشدوا الوثاق فاما منابعد واما فداء یہاں تک کہ جب ان کی خوب خونریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد یا محض احسان رکھ کر چھوڑ دو یا معاوضہ لے کر

چھوڑ دو) اس پر سب کا اجماع ہے اور اس میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

۳۔ غلامی کی انواع: اس کی کئی انواع ہیں۔ مکمل غلامی ایسے غلام کو قن کہتے ہیں۔ اور ناقض غلامی۔ اس کے تحت مکاتب، مدبر اور ام ولد آتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بحث کریں گے۔

۴۔ قن: قن سے مراد وہ غلام ہے جس کی غلامی مکمل ہو۔ یعنی یہ نہ تو مکاتب ہو، نہ مدبر اور نہ ہی ام ولد ہو، نہ ہی اس کا ایک حصہ آزاد کر دیا گیا ہو۔ قن اصل میں اسیر جنگ یا جنگی قیدی ہوتا ہے جس پر غلامی ڈال دی جاتی ہے یا یہ اس عورت کا بیٹا ہوتا ہے جو خود رقیقہ یعنی لونڈی ہو اس لئے کہ بچہ آزادی اور غلامی کے اندر اپنی ماں کا تابع ہوتا ہے۔

۵۔ مکاتب

الف۔ تعریف: مکاتب یہ ہے کہ مملوک غلام کو کسی رقم کے بدلے آزاد کر دینے پر اتفاق رائے ہو جائے اور وہ یہ رقم اپنے مالک کو ادا کرے۔

ب۔ ایسے غلام کی مکاتب جسے کوئی ہنر نہ آتا ہو: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ایک شخص اپنے بے ہنر غلام کو مکاتب بنا دے، اس کی دو وہیں تھیں پہلی وجہ یہ تھی کہ مذکورہ غلام اپنا پیٹ پالنے کی خاطر کہیں بے راہروی اختیار نہ کر بیٹھے دوسری وجہ یہ تھی کہ مذکورہ غلام بدل کتابت ادا کرنے کے لئے خبیث کسب کی طرف مجبور ہو جائے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ بے ہنر غلام کو مکاتب بنانا مکروہ تصور کرتے تھے اور فرماتے کہ: ”تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلاؤ گے“ ۵۳۔

نافع نے آپ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ آپ کا ایک مکاتب غلام کتابت کی قسط لے کر آیا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ یہ رقم تم کہاں سے لائے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے لوگوں سے مانگ مانگ کر یہ رقم جمع کی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم میرے پاس لوگوں کا میل کچیل لے کر آئے ہو اور مجھے یہ میل کچیل کھلانا چاہتے ہو“ یہ کہہ کر آپ نے مذکورہ رقم اسے واپس کر دی اور پھر اسے آزاد کر دیا ۵۵

ج۔ بدل کتابت

۱۔ بدل کتابت کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے وصف بیان کر دینے سے اس کا علم ہو جائے گا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کتابت علی الوصف میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔
۵۱۔

۲۔ بدل کتابت کی اقسام: بدل کتابت کو اقسام میں تقسیم کر دینا مستحب ہے کیونکہ اس میں مکاتب کے لئے آسانی اور سہولت کا پہلو ہے۔ اگر آقا قسطن مقرر کر دے تو پھر اس کے لئے جائز نہیں ہو گا کہ وہ قسط کی رقم میں کمی کر دینے کو عوض مکاتب سے اس کی معجل ادائیگی کا مطالبہ کر دے۔ اسے مقاطعہ کہتے ہیں۔ عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ربوا یعنی سود کا شبہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ یعنی ناجائز قرار دیتے تھے کہ ایک شخص اپنے غلام کو سونے یا چاندی کے سکوں کی قسطوں پر مکاتب بنا کر اس سے کہے کہ: ”مجھے اتنی رقم فوری طور پر ادا کر دو اور باقی ماندہ رقم تمہاری ہوگی“
۵۷۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۵) البتہ اس کے لئے یہ جائز ہے کہ سکوں کی بجائے عروض یعنی سامان وغیرہ مقرر کر کے اس کے اندر مقاطعہ کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے عروض کے سوا کسی اور چیز یعنی نقد کے اندر مکاتب کے ساتھ مقاطعہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔
۵۸۔

۳۔ مکاتب کے مالک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مکاتب سے متفق علیہ رقم وغیرہ کی بجائے مکاتب کی پیش کردہ کوئی اور چیز بدل کتابت کے طور پر قبول کر لے کیونکہ اس میں مکاتب کے لئے آسانی پیدا کرنے کا پہلو ہوتا ہے مثلاً دراہم کی بجائے دینار لے لے یا نقد کی بجائے عروض یعنی سامان و اسباب قبول کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص کا دوسرے شخص پر بدل کتابت کی صورت میں حق ہو تو اس کے بدلے عروض لے لینے میں کوئی حرج نہیں ہے“ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۳)۔

۴۔ بدل کتابت میں سے کچھ چھوڑ دینا: بدل کتابت کے سلسلے میں آقا کی طرف سے مکاتب کی اعانت مستحب ہے۔ یہ اعانت بمنزلہ صدقہ ہوگی جسے آقا اپنے مکاتب کو عطا

کرے گا کیونکہ سورہ نور آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد باری ہے والذین یتغون الكتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا و اتوہم من مال اللہ الذی اناکم تمھاری ملکیت میں موجود غلاموں میں سے جو مکاتب بننے کی خواہش کا اظہار کریں تو انہیں مکاتب بنا دو اگر تمہیں ان کے اندر خیر نظر آئے اور انہیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے) یہ بات معتب ہے کہ مذکورہ اعانت بدل کتابت کی آخری اقساط میں سے کچھ چھوڑ دینے کی صورت میں کی جائے۔ اس لئے کہ اگر ابتدائی اقساط میں سے کچھ چھوڑ دیا جائے اور پھر بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو جانے کی وجہ سے اسے مکمل غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے تو اس کا مال اس کے مالک کی طرف لوٹ جائے گا اور اس طرح مالک کا کیا ہو صدقہ پھر اس کی طرف ہی لوٹ آئے گا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مکروہ تھی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر اپنے مکاتب کی ابتدائی اقساط میں سے اس خطرے کے پیش نظر کچھ رقم نہ چھوڑے کہ مکاتب کیسے بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز نہ ہو جائے اور اس طرح آپ کا صدقہ آپ کی طرف لوٹ نہ آئے تو جب مکاتب اپنی آخری اقساط پر پہنچ جاتا تو جس قدر رقم چاہتے چھوڑ دیتے ۶۰۔

نبہتی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کو پینتیس ہزار کی رقم پر مکاتب بنا دیا اور اس سے تیس ہزار کی رقم وصول کر لی اور پھر آخری اقساط سے پانچ ہزار کی رقم چھوڑ دی ۶۱۔

د۔ بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو جانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مکاتب اس وقت تک غلام رہتا ہے جب تک اس کے ذمہ بدل کتابت کی کوئی بھی رقم باقی رہتی ہے اور جب تک وہ پوری رقم ادا نہیں کر دیتا اس وقت تک آزاد نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے: ”مکاتب اس وقت تک غلام رہتا ہے جب تک اس کے ذمہ بدل کتابت کی کوئی بھی رقم باقی رہے“ ۶۲۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو ایک ہزار دینار پر مکاتب بنا دیا۔ اس نے نو سو دینار ادا کر دیئے اور سو دینار ادا کرنے سے عاجز ہو گیا۔ آپ نے اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا

۶۳۔

مکاتب جس گھڑی بدل کتابت کی ادائیگی سے اپنی عاجزی کا اعلان کر دے اسی گھڑی اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا جائے گا ۶۴۔

ھ۔ بدل کتابت کی ادائیگی سے عجز کے آثار و احکام: اس عجز پر درج ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں۔

مکاتب کو مملوک بنالیا جاتا ہے۔ پھر اگر اس کا آقا چاہے تو اسے اپنی غلامی میں رکھے اور اگر چاہے تو اسے آزاد کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ کا ایک غلام بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو گیا آپ نے اسے غلامی کی طرف لوٹا دیا اور اس سے جو رقم وصول کی تھی وہ بھی رکھ لی ۶۵۔ آپ نے اپنے غلام کو جس کا نام شرف تھا چالیس ہزار کی رقم پر مکاتب بنادیا۔ وہ کوفہ کی طرف نکل گیا اور وہاں گدھے لے کر ان پر بار برداری کا کام کرنے لگا اور پندرہ ہزار کی ادائیگی کر دی۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور کہا کہ تم تو پاگل ہو، تم یہاں اپنی جان کھا رہے ہو اور وہاں ابن عمرؓ دائیں بائیں سے غلام خرید کر کے انہیں آزاد کر رہے ہیں۔ تم ابن عمرؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ”میں عاجز ہو گیا ہوں“ چنانچہ مذکورہ مکاتب اپنا پروانہ لے کر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ: ”ابو عبد الرحمن! میں عاجز ہو گیا ہوں“ یہ میرا پروانہ ہے اسے مناد دیجئے“ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر مکاتب نے کہا: ”اگر آپ چاہیں تو میں اسے منادیتا ہوں“ یہ کہہ کر اس نے پروانے کی تحریر منادی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابن عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا: ”جاؤ تم آزاد ہو“ اس نے عرض کیا: ”اللہ آپ کا بھلا کرے“ میرے دونوں بیٹوں کے سلسلے میں بھی میرے ساتھ احسان کیجئے“ آپ نے فرمایا: ”جاؤ وہ دونوں بھی آزاد ہیں“ اس نے پھر عرض کیا: ”میری ماں اور میری ام ولد کے سلسلے میں بھی مجھ پر احسان کر دیجئے“ اللہ آپ کا بھلا کرے“ آپ نے فرمایا: ”وہ دونوں بھی آزاد ہیں“ اس طرح ایک مجلس میں آپ نے ان پانچوں کو آزاد کر دیا ۶۶۔

آپ نے اپنے ایک غلام، اس کے بیٹے اور اس کی ام ولد کو مکاتب بنادیا۔ وہ آپ

کے پاس آکر کہنے لگا: ”میں عاجز آگیا ہوں۔ میری کتابت قبول کر لیجئے“ آپ نے فرمایا: ”جب تک تم سب کو لے کر نہیں آؤ گے میں تمہاری کتابت قبول نہیں کروں گا“ یہ سن کر وہ دوسروں کو بھی لے آیا۔ آپ نے سب کو غلامی کی طرف لوٹا دیا اور اس کے بعد جب ایک یا دو دن گزر گئے تو سب کو آزاد کر دیا ۶۷۔

آپ نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنادیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ آکر کہنے لگا کہ میں عاجز ہو گیا ہوں آپ نے فرمایا: ”اپنی کتابت کو مٹا دو“ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر دوسرا مکاتب آیا جس کا نام ابو عاتکہ تھا، اس نے آکر کہا کہ ”میں عاجز ہو گیا ہوں“ آپ نے فرمایا: ”تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بھی اسی طرح آزاد کر دوں جس طرح تمہارے ساتھی کو آزاد کیا ہے“ اس نے عرض کیا، ”نہیں میں یہ نہیں چاہتا، لیکن میں عاجز ہو چکا ہوں“ اس پر آپ نے قسم کھائی کہ اگر اس نے اپنی کتابت کے پر دانے کو مٹا دیا تو اس کو ہرگز آزاد نہیں کریں گے۔ پھر مذکورہ مکاتب نے اپنا پروانہ مٹا دیا اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے اس کی بیٹی کو دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ ابو عاتکہ کی بیٹی ہے آپ نے اپنی بیوی صفیہ سے پوچھا کہ تم ان کے بارے میں کیا کہتی ہو؟ بیوی نے عرض کیا کہ آپ نے انہیں آزاد نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”یہ بیٹی میری قسم کے کفارہ میں آزاد ہے“ اور پھر دوسروں کو بھی آزاد کر دیا ۶۸۔

۱۔ اگر مکاتب بدل کتابت مکمل طور پر ادا کرنے سے پہلے وفات پا جائے اور کچھ مال بھی چھوڑ جائے تو کوئی شخص اس مال کا وارث نہیں ہوگا بلکہ یہ سارا مال اس کے آقا کا ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر مکاتب بدل کتابت کا کچھ حصہ ادا کرنے کے بعد وفات پا جائے اور اپنے پیچھے اتنا مال چھوڑ جائے جو اس کے باقیماندہ بدل کتابت سے افضل اور زائد ہو تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ آپ نے جواب دیا کہ اس کا سارا متروکہ مال اس کے آقا کا ہوگا اور اس مال میں سے اس کے ورثہ کو کچھ نہیں ملے گا ۶۹۔

حضرت ابن عمرؓ کا ایک مکاتب تھا اور آپ کی ایک لونڈی سے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔ اس نے بدل کتابت میں سے پندرہ ہزار کی ادائیگی کی تھی کہ اس کی وفات ہو گئی۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس کا سارا مال اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کے بیٹے کو کچھ نہیں دیا بلکہ اسے غلام بنالیا اور مال پر قبضہ کر لیا۔^{۴۰} (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲)

۲۔ مکاتب کے مال میں زکوٰۃ کے ایجاب کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت میں اختلاف ہے کیونکہ غلام کے مال میں ایجاب زکوٰۃ کے بارے میں روایت کے اندر اختلاف ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز ب)

۳۔ مکاتب پر صدقہ فطر واجب نہیں اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کے آقا پر اس کا وجوب ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۳ کا جز ج)

۴۔ مکاتب پر اگر بدل کتابت کا ایک درہم بھی باقی ہو تو اس کی گواہی جائز نہیں ہوگی^{۴۱} کیونکہ وہ غلام ہے اور غلام گواہی دینے کا اہل نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۵ کا جز الف)

۶۔
الف۔ تعریف: مدبر وہ ہے جس کی آزادی کو اس کے مالک کی موت پر معلق کر دیا گیا ہو۔
ب۔ مدبر کرنے کی حقیقت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے پر تدبیر یعنی مدبر قرار دینے کی حقیقت ایک وصیت جیسی تھی اس لئے اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو وصیت پر جاری ہوتے ہیں۔ بتابریں مدبر کو تنہا مال سے آزاد کیا جائے گا^{۴۲}۔
البتہ اسے دیگر تمام وصیتوں پر مقدم رکھا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر عتاقہ اور وصیت دونوں یکجا ہو جائیں تو عتاقہ سے ابتدا کی جائے گی“^{۴۳}۔

ج۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ مہستری: اگر کوئی شخص اپنی لونڈی کو مدبرہ قرار دیدے تو اس کے لئے اس سے مہستری حلال ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دو لونڈیاں مدبرہ قرار دی تھیں اور پھر آپ ان سے مہستری بھی کرتے رہے^{۴۴}۔ آپ نے فرمایا ”اگر کوئی شخص چاہے تو اپنی مدبرہ لونڈی کے ساتھ مہستری کر سکتا ہے“^{۴۵}۔ (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۲ کا جز ز)

د۔ مدبرہ لونڈی کی بیعت: ہم نے (مادہ تسری نمبر ۳ کے جز الف) میں حضرت ابن عمرؓ کا قول یہ بیان کیا تھا: ”ایک شخص کسی لونڈی سے سوائے اس لونڈی کے مہستری نہیں

کر سکتا ہے اگر وہ چاہے تو فروخت کر دے اور اگر چاہے تو بہہ کر دے اور اگر چاہے تو اسے اپنے پاس رکھ لے اور اس کے ساتھ جو چاہے کرے۔ اس سے ابن حزم نے استنباط کیا ہے کہ مدبرہ لونڈی کی بیع جائز ہے کیونکہ اس کے ساتھ مہبستری جائز ہے۔^{۷۶}

یہ بات حضرت ابن عمرؓ کی اس رائے سے مطابقت رکھتی ہے کہ مدبرہ قرار دینا ایک طرح کی وصیت ہے اور وصیت سے رجوع کر لیتا جائز ہوتا ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے قول میں مطابقت ہوگی اور کوئی تناقض نہیں ہوگا۔ بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ: ”مدبرہ کو فروخت نہیں کیا جائے گا“۔^{۷۷} شاید اس سے آپ کی مراد بیع کی کراہت ہے، ممانعت نہیں (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

ھ۔ مدبرہ لونڈی کا بچہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے مابین اس امر پر اتفاق ہے کہ مدبرہ کی اولاد اپنی ماں کی طرح ہے۔ ماں کی غلامی کی بنا پر اولاد غلام ہوگی اور ماں کے آزاد ہو جانے پر اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔ آپ فرماتے تھے کہ ”مدبرہ کی اولاد اپنی ماں کی بمنزلہ ہے“۔^{۷۸}

۷۔ ام ولد:

الف۔ تعریف: ام ولد وہ لونڈی ہے جس کے ساتھ اس کے آقا نے مہبستری کی ہو اور اس سے اس کے ہاں بچہ پیدا ہو گیا ہو خواہ یہ بچہ سقط کیوں نہ ہو (اگر حمل کا اسقاط ہو جائے تو پیدا ہونے والے ناتمام بچے کو سقط کہتے ہیں)

ب۔ ام ولد کب آزاد ہوگی؟ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر آقا اپنی لونڈی کے ساتھ مہبستری کر لے اور پھر اس کے بطن سے بچہ پیدا ہو جائے خواہ زندہ پیدا ہو یا مردہ تو آقا کی زندگی تک وہ اس کی لونڈی رہے گی، وہ اس کے ساتھ مہبستری کر سکے گا اور کسی کے ساتھ اس کا نکاح بھی کر سکے گا۔ پھر آقا کی موت کے ساتھ وہ آزاد ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ کو ابواء کے مقام پر ایک قافلہ ملا، انہوں نے آپ سے امات اولاد کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا: ”تم لوگ عمر بن الخطاب کو جانتے ہو؟“ انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ آپ نے فرمایا: ”ان کا فیعلہ یہ تھا کہ

امہات اولاد سے ان کے مالکان جنسی تلمذ حاصل کریں گے اور پھر آقا کی وفات پر نہ ان کی بیچ ہوگی اور نہ ہی ان کے اندر میراث جاری ہوگی“ ۷۹۔

یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ام ولد کی آزادی بچہ پیدا ہونے کے ساتھ ہی وجود میں آجاتی ہے۔ تاہم آقا کی وفات تک یہ آزادی موقوف ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا کے لئے اسے فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

ج۔ ام ولد کی اولاد: ام ولد کی اولاد یا تو آقا کے نطفے سے ہوگی یا اس شخص کے نطفے سے جس کے ساتھ آقا نے اس کا نکاح کرادیا ہو۔

آقا کے نطفے سے پیدا ہونے والی اولاد پیدا ہوتے ہی آزاد ہو جائے گی اس لئے کہ یہ اولاد اگرچہ ایک لونڈی کی اولاد ہوگی اور لونڈی کی اولاد اپنی ماں کے تابع ہوتی ہے لیکن یہ اپنی ماں کے آقا کی ملکیت ہوگی اور ان کی ماں کا آقا ان کا باپ ہوگا اس لئے ذو رحم ہونے کی وجہ سے یہ اولاد اس پر آزاد ہو جائے گی کیونکہ جو شخص اپنے کسی ذورحم کا مالک بن جائے تو ملکیت میں آنے کے ساتھ ہی وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔

آقا کے سوا کسی اور کے نطفے سے پیدا ہونے والی اولاد۔ یعنی اس شخص کی اولاد جس کے ساتھ آقا نے اپنی ام ولد لونڈی کا نکاح کرادیا تھا تو یہ اولاد اپنی ماں کے آقا کی اس کی زندگی میں غلام رہے گی۔ جب آقا وفات پا جائے گا تو ماں کی آزادی کے ساتھ یہ اولاد بھی آزاد ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لونڈی کے بطن سے اس کے آقا کا بچہ پیدا ہو جائے اور پھر اس کا نکاح ہو جائے اور اس کے نتیجے میں اس کے مزید بچے پیدا ہو جائیں تو جب تک آقا زندہ رہے گا یہ بچے غلام رہیں گے پھر آقا کی وفات پر یہ بچے آزاد ہو جائیں گے“ ۸۰۔

آپ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص اپنی ام ولد لونڈی کا نکاح کسی کے ساتھ کرادے اور پھر اس کے باں بچے پیدا ہوں تو ماں آزاد ہو جانے پر یہ بھی آزاد ہو جائیں گے“ ۸۱۔

د۔ ام ولد کی عدت: اگر ام ولد کا مالک وفات پا جائے تو وہ ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم کرے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ام ولد کا آقا اگر فوت ہو جائے تو

وہ ایک حیض کی عدت گزارے گی“ ^{۸۲}۔ البتہ اگر اس کا آقا اسے اپنے مرض الموت میں آزاد کر دے اور پھر ایک حیض کے ذریعے استبراء رحم سے پہلے اس کی وفات ہو جائے تو ایسی صورت میں وہ تین حیض کی عدت گزارے گی ^{۸۳}۔

۷۔ ام ولد پر زنا کا بہتان لگانا یعنی اسے قذف کرنا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے مابین اس امر پر اتفاق ہے کہ جو شخص عقیقہ اور پاکدامن ام ولد کو قذف کرے گا اس پر حد جاری کی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی شخص کی ام ولد کو قذف کرتا ہے تو آپ نے فرمایا: ”اسے رسوا کرنے کے لئے اس پر حد جاری کی جائے گی“ ایک روایت کے مطابق مذکورہ ام ولد کے بارے میں معلومات حاصل کئے جائیں گے اگر اس کی پاکدامنی پر کوئی انگشت نمائی نہ ہوتی ہو تو اس کے قاذف کو حد لگائی جائے گی ^{۸۴}۔ (دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲ کے جزب کا جز ۷)

۸۔ غلام آزاد کرنا:

الف۔ تعریف: غلامی کا زائل ہو جانا اور آزادی کی طرف واپس آ جانا معنی کھلتا ہے۔
ب۔ معنی کن باتوں سے وجود میں آتا ہے؟ ایک غلام درج ذیل صورتوں کے ذریعے آزاد شدہ تصور ہوتا ہے۔ اس کا آقا اسے آزاد کر دے مثلاً وہ اس سے کہے ”تم آزاد ہو“ یا اس کا کوئی حصہ آزاد کر دے اس لئے کہ ایک حصہ آزاد کرنے پر وہ پورا آزاد ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا: ”میرا ایک غلام تھا میں نے اس کا تہائی حصہ آزاد کر دیا“ آپ نے فرمایا: ”وہ سارے کا سارا آزاد ہو گیا“ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے“ ^{۸۵}۔

اگر غلام دو یا اس سے زائد افراد کے درمیان مشترک ہو اور ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو سارا غلام آزاد ہو جائے گا۔ اگر آزاد کرنے والا شریک خوش حال ہو گا تو وہ دیگر شرکاء کو مذکورہ غلام کے حصوں کا تادان بھر دے گا اور اگر تنگدست ہو گا تو مذکورہ سے غلام سہی کرائی جائے گی تاکہ وہ دیگر شرکاء کے حصے انہیں ادا کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کرتے: ”اگر ایک شخص کسی غلام کے اندر اپنا حصہ آزاد کر دے تو خوش حال ہونے کی صورت میں وہ دیگر

حصہ داروں کے حصے بھر دے گا اور شگلدست ہونے کی صورت میں غلام سے سہی کرائی جائے گی^{۸۶}۔ یعنی اسے کام کرنے کے لیے کما جائے گا تاکہ کمائی کر کے وہ دیگر حصہ داروں کے حصے ادا کر سکے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک غلام تین اشخاص کے درمیان مشترک ہے اور پھر دو شریک اپنے حصے آزاد کر دیں تو آپ نے فرمایا: ”وہ دونوں تیسرے شریک کو اس کا حصہ بھر دیں گے اگر ان دونوں کے پاس مال نہ ہو تو غلام کی متوسط قیمت لگائی جائے گی اور پھر مذکورہ غلام اس قیمت کے حصول کے لیے سہی کرے گا اور کمائی کر کے اس کی ادائیگی کرے گا“^{۸۷}۔

”سنن بیہقی“ کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت موجود ہے کہ آپ سے اس غلام کے متعلق پوچھا گیا جس کا نصف حصہ آزاد کر دیا گیا ہو۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ: ”اس کے احکام اس وقت تک غلام کے احکام ہوں گے جب تک وہ سارے کا سارا آزاد نہ ہو جائے“^{۸۸}۔

۲۔ زور رحم کا ملکیت میں آتا: گذشتہ سطور میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ آقا کے نطفے سے اس کی لونڈی یعنی ام ولد کے ہاں پیدا ہونے والے بچے پیدا ہوتے ہی آزاد ہو جاتے ہیں (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷ کا جز ج)

۳۔ نذر وغیرہ: اگر ایک شخص اپنے غلام سے کہے کہ: ”اگر آج میرے والد آجائیں تو تم آزاد ہو“ اور پھر مذکورہ والد غروب شمس سے پہلے آجائے تو غلام آزاد ہو جائے گا لیکن غروب شمس کے بعد آنے پر آزاد نہیں ہو گا^{۸۹}۔

ذی الصبح کے خاندان کی ایک عورت نے قسم کھائی کہ اگر اس کا شوہر فلاں فلاں کام نہ کرے تو میرا سارا مال اللہ کی راہ میں چلا جائے گا اور میری لونڈی آزاد ہو جائے گی ادھر شوہر نے مذکورہ کام نہ کرنے کی قسم کھائی۔ یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو دونوں نے فتویٰ دیا کہ لونڈی آزاد ہو جائے گی اور رہ گیا عورت کا یہ قول کہ ”میرا سارا مال اللہ کی راہ میں چلا جائے گا“ تو وہ اپنے مال کی زکوٰۃ صدقہ کرے گی^{۹۰}۔

۴۔ مدبرہ اور ام ولد کے مالک کی وفات (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷)

- ۵۔ بدل کتابت کے اندر آخری قسط کی ادائیگی (دیکھئے مادہ رق نمبر ۵ کا جز ۱)
- ۶۔ کفارات کے اندر غلام آزاد کرنا (دیکھئے مادہ کفارہ نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۱)
- ۷۔ غلام کے ساتھ بدسلوکی مثلاً بری طرح اس کی پٹائی کرنا یا اس پر لعنت بھیجنا وغیرہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جو شخص اپنے غلام کے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کر دے۔ زاذان کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے غلام کو بلایا اور اس کی پشت پر ضرب کے نشانات دیکھ کر اس سے پوچھا: ”کیا میں نے تمہاری سخت پٹائی کی ہے؟“ غلام نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ جسے سن کر آپؐ نے فرمایا: ”تم آزاد ہو“ اور پھر کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: ”جو شخص اپنے غلام کو کسی ناکردہ گناہ کی سزا دے یا اسے طہانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دے“ ۹۱۔
- لعنت کرنا پٹائی کرنے کے حکم میں ہے کیونکہ دونوں صورتوں کے اندر غلام کے ساتھ ناحق بدسلوکی کا پہلو پایا جاتا ہے۔ سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کسی خادم پر لعنت نہیں کی۔ صرف ایک پر کی تھی اور اسے آزاد کر دیا تھا ۹۲۔
- ۸۔ متق کے اندر اشتاء جائز نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام سے کہے کہ: ”انشاء اللہ تم آزاد ہو“ تو وہ آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ اشتاء نمبر ۳ کا جز ب)
- ج۔ متق تبرع ہے؛ حضرت ابن عمرؓ واجب متق مثلاً کفارات وغیرہ اور ام ولد کے متق کے سوا دیگر صورتوں کو تبرع یعنی نیکی شمار کرتے تھے۔ بشرطیکہ مذکورہ متق فی الجملہ تبرعات کی عمومی شرائط کے تابع ہو۔ بتابریں جو شخص اپنے مرض الموت میں اپنا غلام آزاد کر دے تو یہ متق اس کے تہائی مال سے جاری ہو گا۔ اگر غلام کی قیمت تہائی مال سے زائد ہو تو اس زائد رقم کی ادائیگی کے لئے مذکورہ غلام کمائی کرے گا اور یہ رقم ورثاء کو ادا کرے گا اور پھر سارا غلام آزاد ہو جائے گا ۹۳۔
- د۔ آزاد کیا جانے والا غلام:
- ۱۔ ولد الزنا کا متق؛ حضرت ابن عمرؓ کفارات وغیرہ کے اندر ولد الزنا کے متق کے جواز کے قائل تھے۔ یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ نے ایک ولد زنا غلام اور اس کی ماں کو آزاد

کر دیا تھا اور فرمایا تھا کہ: ”اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان لوگوں پر بھی احسان کریں جو اس ولد زنا غلام سے بھی بدتر ہیں، ارشاد باری ہے (فاما متابعد واما فداء پھر اسیران جنگ پر محض احسان کر کے انہیں چھوڑ دیا فدیہ لے کر چھوڑ دو) ۹۴۔ یعنی برسر پیکار کافروں کو

۳۔ کافر کا عتق: حضرت ابن عمرؓ آزاد کرنے کے اندر مسلمان غلام کو آزاد کرنا غیر مسلم غلام کو آزاد کرنے سے افضل سمجھتے تھے کیونکہ ایک مسلمان کے ساتھ دوسرے مسلمان کی اخوت کی وہ بندھن ہوتی ہے جس کا ذکر اللہ سبحانہ نے سورہ حجرات آیت نمبر ۱۰ میں فرمایا ہے (انما المومنون اخوة مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں) یہی وجہ ہے کہ آپ سے خاص حالات کے تحت صرف ایک کافر غلام آزاد کرنے کے سوا کسی اور کافر غلام کو آزاد کرنے کی روایت ثابت نہیں ہے۔ عبدالرزاق نے اپنی ایک کتاب میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نہ تو کسی یہودی غلام کو آزاد کرتے تھے اور نہ ہی کسی نصرانی غلام کو، البتہ آپ نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے پر ایک نصرانی غلام صدقہ کر دیا تھا۔ پھر آپ کا یہ بیٹا وفات پا گیا اور آپ اس نصرانی غلام کے وارث بن گئے۔ آپ نے پھر اسے اس وجہ سے آزاد کر دیا تھا کہ یہ آپ کا صدقہ تھا ۹۵۔ آپ اس بات کو جائز نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص کا کیا ہوا صدقہ اس کی طرف لوٹ آئے۔

۴۔ عتق کے اندر شرط: مالک کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا غلام آزاد کرے اور اس پر کچھ شرطیں عائد کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ان شرائط میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ خدمت کی شرط: آپ نے اپنا ایک غلام آزاد کیا اور اس پر دو سال تک خدمت کرتے رہنے کی شرط عائد کر دی۔ اس نے سال کا کچھ حصہ حضرت ابن عمرؓ کی مولیٰ چرانے میں گزار دی اور پھر حج یا عمرے کے دوران آپ کے پاس آیا، آپ نے اس سے فرمایا: ”میں نے تم پر جو شرط عائد کی تھی وہ شرط ترک کر دی اور اب تم آزاد ہو، تمہارے ذمہ اب کوئی کام نہیں ہے“ ۹۶۔

۲۔ حمل کا اشتاء: حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت صحیح ہے کہ آپ نے اس شخص کے

متعلق فرمایا تھا جس نے اپنی لونڈی آزاد کر کے اس کے حمل کا اشتاء کر دیا تھا؛ ”اس نے جس چیز کا اشتاء کیا ہے وہ چیز اس کی ہوگی“ آپ نے اپنی ایک لونڈی آزادی کی تھی اور اس کے بطن میں موجود حمل کا اشتاء کر دیا تھا^{۹۷}۔ (دیکھئے مادہ اشتاء نمبر ۲ کا جز الف)

و۔ اگر متق اور وصیت دونوں یکجا ہو جائیں تو وصیت پر متق کو مقدم کیا جائے گا (دیکھئے مادہ رقی نمبر ۶ کا جز ب)

ز۔ لونڈی کے متق کو اس کا مہر قرار دینا: حضرت ابن عمرؓ اس امر کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ ایک شخص عورت کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے بلکہ اس کے لئے مہر مقرر کرے^{۹۸}۔ آپ اس شخص کے بارے میں جو لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کے ساتھ نکاح کر لے فرمایا کرتے کہ: ”وہ اپنی اونٹنی پر سواری کرنے والے کی طرح ہے“^{۹۹}۔ لونڈی آزاد کرنے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کر لینے والے کے بارے میں آپ فرماتے: ”وہ اس کے متق کے سوا اس کے لئے کوئی اور مہر مقرر کرے“^{۱۰۰}۔

ح۔ آزاد شدہ غلام کا مال: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کا کوئی غلام ہو اور غلام کے ہاتھ میں اس کا کسب شدہ یا اسے بہہ کیا ہوا کوئی مال ہو تو آقا کو اس سے یہ مال لینے کا حق ہوگا۔ اگر آقا اس کے ہاتھ میں یہ مال رہنے دے اور پھر اسے آزاد کر دے تو یہ مال آزاد شدہ غلام کا ہوگا^{۱۰۱}۔

آپ جب اپنا کوئی غلام آزاد کر دیتے تو اس کے پاس موجود مال سے کوئی تعرض نہ کرتے^{۱۰۲}۔

ط۔ خیار متق (دیکھئے مادہ خیار نمبر ۷)

۹۔ رقی یعنی غلام کے احکام

غلام کا بھاگ جانا (دیکھئے مادہ اباق)

غلام کا عدم احسان (دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲ کا جز ب)

مکاتب یا غیر مکاتب غلام کا میراث سے محروم ہونا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کے جز د کا

(۲۷)

جس غلام کو بطور سائبہ یعنی ولاء کے بغیر آزاد کر دیا گیا ہو اس کا آقا اس کا وارث نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ج) نیز (مادہ ترکہ نمبر ۲ کا جز د) غلام کا امان دینا (دیکھئے مادہ امان نمبر ۲)

غلام کا اپنے آقا کے پاس اندر جانے کی اجازت طلب کرنا (دیکھئے مادہ استیذان کا جز د)

آزاد شدہ لونڈی اور ام ولد کا استبراء رحم (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا)

شراب نوشی پر غلام کی حد (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۴)
غلام کا اقرار (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۲)

بیع یا تقسیم کے اندر ذوی الارحام غلاموں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہ کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ط)

فروخت کے لئے پیش ہونے والی لونڈی کے جسم کے پر گوشت حصوں کو چھونے کا جواز (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ھ) نیز (مادہ عورۃ نمبر ۲ کا جز ھ)

غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں کوئی تبرع نہیں کر سکتا (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز الف)

لونڈیوں کے ساتھ تسریٰ، نیز غلام کا اپنے آقا کی اجازت کے بغیر تسریٰ کرنا (دیکھئے مادہ تسریٰ)

لونڈی کی ستر پوشی (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲ کا جز ب)

قابل تصنیف حدود کا غلام کے حق میں نصف ہونا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۶)

آقا کا اپنے غلام پر حد جاری کرنا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳ کا جز الف)

غلام کا کوئی لین دین کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۷)

مال پر غلام کی ملکیت اور اس پر زکوٰۃ کا وجوب (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۳ کا جز ب)

غلام کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی (دیکھئے مادہ زکوٰۃ الفطر نمبر ۳ کا جز ج)

آزاد شخص کی ملکیت میں موجود غلاموں کی زکوٰۃ نہیں (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز

دوا)

غلام پر حد زنا نیز آقا کا اپنی غیر شادی شدہ لونڈی پر حد جاری کرنا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کا جز الف کا جز ۳)

غلام پر حد سرقت (دیکھئے مادہ سرقت نمبر ۲ کا جز الف)

غلام کی گواہی (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۵ کا جز الف)

غلام کی نماز میں امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ب کا جز ۲)

غلام کی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۶ کا جز ب) نیز (مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز د)

لونڈی کی فروخت اس کے لئے طلاق نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۱۲)

لونڈی سے ظہار کرنا (دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۲)

لونڈی کی عدت آزاد عورت کی عدت کا نصف ہوتی ہے (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۲ کا جز ب)

ہبستری کے اندر لونڈی سے عزل کرنا (دیکھئے مادہ عزل نمبر ۲)

آزاد عورت زوجیت میں ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۹)

غلام کا اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز ج)

رقیۃ (تعویذ) دیکھئے مادہ تدایٰ نمبر ۳ کا جز ب

رکن (رکن)

کعبہ شریف کی دو دیواروں کے اتصال کے مقام کو رکن کہتے ہیں۔

رکن یمانی اور رکن اسود کا استلام کیا جائے گا۔ دیگر ارکان کا استلام نہیں کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز د)

رکوع (رکوع کرنا)

ایک شخص کا اس قدر جھک جانا رکوع کہلاتا ہے کہ اس کے دو ہاتھ اس کے گھٹنوں

کو چھولیں۔ نماز کے اندر رکوع (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ھ)

رمضان (رمضان کا مہینہ)

رمضان کے روزوں کی فرضیت (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۳)

رمل (رمل کرنا)

۱۔ تعریف: دونوں کنہوں کو ہلاتے ہوئے تیز چلنے کو رمل کہتے ہیں۔

۲۔ رمل کب مسنون ہے؟ رمل دو مقامات پر مسنون ہے۔

اول۔ ہر ایسے طواف کے پہلے تین چکروں کے اندر جس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ۱)

دوم۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے پہلے تین چکروں کے اندر میلین اخضرین کے درمیان یعنی بطن وادی کے اندر (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ۱)

عورت کے لئے رمل مشروع نہیں ہے، نہ تو کعبہ کے گرد طواف کے دوران اور نہ ہی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دوران (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ۱) نیز (مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ۱)

جماعت کی نماز کی طرف رمل کرنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ۲ کا جز ۲)

رہن (رہن)

۱۔ تعریف: عین کے ذریعے دین کی توثیق کو رہن کہتے ہیں۔

۲۔ ایسے دیون جن میں رہن رکھنا جائز ہے اور جن میں رہن رکھنا جائز نہیں۔

تمام دیون کی توثیق کے لئے رہن کی شرط جائز ہے۔ مگر بیع سلم کے اندر مسلم فیہ یعنی بیع کے سلسلے میں رہن کی شرط جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں بائع کو مشکل میں پھنسا دینے کا پہلو ہے، اس کی وضاحت ہم نے (مادہ بیع نمبر ۶ کے جز ۱ کے جز ۲) کے اندر نیز (مادہ شرط نمبر ۲ کے جز ۱ کے جز ۲) کے اندر کر دی ہے۔

۳۔ رہن کے اندر شرط: ”حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مرتن کے لئے یہ بات

جائز نہیں کہ وہ راہن یعنی دیون پر یہ شرط عائد کر دے کہ جب دین کی ادائیگی کا وقت آجائے اور تم میرا دین ادا نہ کرو تو اس دین کے بدلے مرہون میرا ہو جائے گا یا تم پر عائد شدہ میرے دین کے بدلے مرہون میرا بیع بن جائے گا۔ اگر مرتن ایسی شرط عائد

کردے تو یہ شرط فاسد ہوگی کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”رہن کو بند نہیں کیا جائے گا“^{۱۰۳}۔

۴۔ مرہون کا تلف ہو جانا: اگر مرہون کسی بھی وجہ سے تلف ہو جائے یعنی خواہ مرہن کی زیادتی کی وجہ سے یا اس کی زیادتی کے بغیر تو وہ اپنی قیمت کے تحت تلف شدہ تصور ہوگا۔ یعنی اگر مرہون کی قیمت دین کی مقدار سے زائد ہوگی تو مرہن یہ زائد رقم راہن یعنی مدیون کو واپس کر دے گا اور اگر دین کی قیمت یعنی مقدار مرہون کی قیمت سے زائد ہوگی تو مرہن راہن سے یہ زائد رقم وصول کر لے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے تلف ہو جانے والے رہن کے بارے میں فرمایا کہ: ”طرفین زائد رقم ایک دوسرے کو واپس کریں گے“^{۱۰۴}۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ مرہون اگر مرہن کے فعل کے نتیجے میں تلف ہو جائے تو وہ قیمت کے تحت قابل تاوان ہوگا خواہ قیمت جتنی بھی ہو اور اگر مرہن کے فعل کے بغیر تلف ہو جائے تو وہ قیمت اور دین میں سے جو رقم کم ہوگی اس کے تحت قابل تاوان ہوگا۔ یعنی اگر رہن کی قیمت دین کی قیمت سے زائد یا اس کی مثل ہوگی تو ان صورتوں میں پورا دین باطل ہو جائے گا اور دین کی قیمت سے رہن کی قیمت کی جو مقدار زائد ہوگی مرہن سے اس کا کوئی تاوان بھروایا نہیں جائے گا کیونکہ یہ زائد رقم اس کے ہاتھ میں امانت ہوگی۔ اگر رہن کی قیمت دین کی قیمت سے کم ہوگی تو دین سے رہن کی قیمت کی مقدار رقم ساقط ہو جائے گی اور پھر راہن اپنے دین کی باقی ماندہ رقم مرہن کو ادا کر دے گا^{۱۰۵}۔

میں کہتا ہوں کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس رائے کی روایت درست نہیں ہے۔

حرف الراء میں مذکورہ حوالہ

جات

- ۱۔ الموطا ص ۶۸۱ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۵۱
- ج ۵، عبد الرزاق ص ۱۳۲ ج ۸ کنز العمال
- نمبر ۱۰۱۳۴، کشف الغمہ ص ۱۳ ج ۲
- ۲۔ الموطا ص ۶۸۲ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۵۰
- ۳۔ عبد الرزاق ص ۱۳۶ ج ۸، سنن بیہقی
- ص ۳۵۲ ج ۵، الموطا ص ۶۸۱ ج ۲، المغنی
- ص ۳۲۱ ج ۴
- ۴۔ احکام القرآن ص ۳۵۹ ج ۱
- ۵۔ مسلم شریف فی المساقاة باب الربا
- ۶۔ عبد الرزاق ص ۲۱ ج ۸
- ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ج ۲، ج ۱
- ۸۔ حوالہ درج بالا
- ۹۔ بخاری فی الیوم باب بیع العبد الموطا ص ۶۵۲ ج ۲، الام ص ۲۵۶ ج ۷، سنن بیہقی
- ص ۲۲ ج ۶، الحلی ص ۲۲۰ ج ۸، المجموع
- ص ۴۵۴ ج ۹، شرح السنہ ص ۷۵ ج ۸
- ۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۷ ج ۲، ج ۱
- ۱۱۔ الحلی ص ۲۸۵، ۴۹۲ ج ۸
- ۱۲۔ عبد الرزاق ص ۳۰ ج ۸، الحلی ص

- ۸۷۴ ج ۸
- ۱۳۔ عبد الرزاق ص ۱۳۳ ج ۸، الحلی ص
- ۸۶ ج ۸، کنز العمال نمبر ۱۰۱۳۳، کشف الغمہ
- ص ۱۳ ج ۲
- ۱۴۔ نیل الاوطار ص ۲۹۸ ج ۵، المجموع ص
- ۲۳ ج ۱۰، موسوعہ فقہ ابن عباس مادہ ربا نمبر
- ۳ کا جز ب
- ۱۵۔ مسلم شریف فی المساقاة باب بیع
- الطعام مثلاً بمثل، موسوعہ فقہ ابن عباس
- مادہ ربا
- ۱۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۸۳
- ۱۷۔ بخاری شریف فی الیوم باب المزانیہ
- مسلم شریف فی الیوم باب بیع الرطب
- بالتمر، الحلی ص ۴۶۰، ۴۶۵ ج ۸
- ۱۸۔ المجموع ص ۲۳، ۳۵، ۳۵ ج ۱۰، نیل
- الاوطار ص ۲۹۸ ج ۵
- ۱۹۔ المجموع ص ۷۰ ج ۱۰
- ۲۰۔ الحلی ص ۴۸۵، ۴۹۲ ج ۸
- ۲۱۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۵
- ۲۲۔ عبد الرزاق ص ۳۱۹ ج ۶، ابن ابی شیبہ
- ص ۲۵۱ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۱۵ ج ۷،
- الحلی ص ۲۵۷ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۰۸ ج
- ۹، کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲
- ۲۳۔ المغنی ص ۳۵۷ ج ۷

- ۲۴۔ کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲
 ۲۵۔ سنن بیہقی ص ۳۷۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱
 ۲۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۳
 ۳۔ المغنی ص ۲۶۲ ج ۷
 ۲۷۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱، ۳۳۲ ج ۶
 ۲۸۔ تہذیب الآثار ص ۳۲۳ ج ۱
 ۲۹۔ تہذیب الآثار ص ۳۲۰، ۳۲۳ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، تفسیر طبری ص ۸۸ ج ۲
 ۲۔ الدر المنثور ص ۱۹۱ ج ۱، الحلی ص ۲۵۷ ج ۶
 ۳۰۔ فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴
 ۳۱۔ الدر المنثور ص ۵۶ ج ۲
 ۳۲۔ حوالہ درج بالا
 ۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۱۳ ج ۲
 ۳۴۔ سنن بیہقی ص ۲۰۴ ج ۸
 ۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۱۳ ج ۲
 ۳۶۔ المغنی ص ۲۸۷ ج ۸، الدر المنثور ص ۲۷۷ ج ۲
 ۳۶۔ ب۔ عبدالرزاق ص ۴۲۸ ج ۱۱
 ۳۷۔ عبدالرزاق ص ۴۲۹ ج ۱۱
 ۳۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۴
 ۳۹۔ فتح الباری ص ۳۷ ج ۱۱
 ۴۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۰ ج ۴
 ۴۱۔ الموطا ص ۶۰۳ ج ۲، عبدالرزاق ص ۴۶۵ ج ۷، الحلی ص ۷۱ ج ۱۰، کنز العمال نمبر ۱۵۷۰۸
 ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ ج ۱
 سنن سعید بن منصور ص ۲۳۹/۱ ج ۳
 احکام القرآن ص ۴۱۰، ۴۱۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۶۱ ج ۷
 ۴۲۔ الدر المنثور ص ۲۸۸ ج ۱، ص ۱۳۵ ج ۲
 ج ۲، تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۱، الاعتبار فی النسخ والمنسوخ من الآثار ص ۱۸۷، المغنی ص ۵۴۲ ج ۷
 ۴۳۔ الدر المنثور ص ۱۳۵ ج ۲، الحلی ص ۱۲ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۸۲ ج ۹
 ۴۴۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۷
 ۴۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۶ ج ۷، الدر المنثور ص ۱۳۵ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۱۰ ج ۲
 ۴۶۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۷
 ۴۷۔ عبدالرزاق ص ۴۷۴ ج ۷، الحلی ص ۳ ج ۱۰
 ۴۸۔ کنز العمال نمبر ۱۵۷۰۷
 ۴۹۔ موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ رضاع نمبر ۳
 ۵۰۔ بخاری فی النکاح، مسلم فی الرضاع
 ۵۱۔ المغنی ص ۵۶۹ ج ۶
 ۵۲۔ حلیۃ العلماء ص ۱۳۷ ج ۳، المغنی ص

- ۱۳۰ ج ۳، المجموع ص ۲۹۵ ج ۶
 ۵۳۔ احکام القرآن ص ۱۸۰ ج ۱، شرح
 السنہ ص ۳۱۶ ج ۶، المغنی ص ۱۳۹ ج ۳
 سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۴
 ۵۴۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸، سنن
 بیہقی ص ۳۱۸ ج ۱۰، المغنی ص ۴۱۲ ج ۹
 الدر المنثور ص ۴۵ ج ۵، تفسیر قرطبی ص
 ۲۴۶ ج ۱۲
 ۵۵۔ عبدالرزاق ص ۳۷۴ ج ۸
 ۵۶۔ سنن بیہقی ص ۳۲۲ ج ۱۰
 ۵۷۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۱۰
 عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸
 ۵۸۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸، ۴۲۸، ۴۲۹ ج
 ۸، المحلی ص ۲۴۴ ج ۹
 ۵۹۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۸
 ۶۰۔ عبدالرزاق ص ۳۷۷ ج ۸، تفسیر
 طبری آیت (وَأَتَوْهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي
 آتَاكُمْ) الدر المنثور ص ۴۶ ج ۵، تفسیر
 قرطبی ص ۲۵۲ ج ۱۲
 ۶۱۔ سنن بیہقی ص ۳۳۰ ج ۱۰، المغنی ص
 ۴۲۵ ج ۹، تفسیر قرطبی ص ۲۵۲ ج ۱۲
 ۶۲۔ بخاری فی العتق باب بیع الکاتب، الموطا
 ص ۷۸ ج ۲، عبدالرزاق ص ۴۰۶ ج ۸
 سنن بیہقی ص ۳۲۳ ج ۱۰، المحلی ص ۲۲۹ ج
 ۹، احکام القرآن ص ۳۲۶ ج ۳، شرح السنہ
 ص ۳۷۴ ج ۹
 ۶۳۔ اختلاف ابی حنیفہ مع ابن ابی لیلیٰ ص
 ۹۹، المغنی ص ۴۱۹، ۴۶۹ ج ۹، المحلی ص ۲۴۱ ج
 ۹
 ۶۴۔ المحلی ص ۲۴۱ ج ۹
 ۶۵۔ سنن بیہقی ص ۳۴۱ ج ۱۰
 ۶۶۔ سنن بیہقی ص ۳۴۱ ج ۱۰، سیر اعلام
 النبلاء ص ۲۱۷ ج ۳
 ۶۷۔ سنن بیہقی ص ۳۴۱ ج ۱۰
 ۶۸۔ عبدالرزاق ص ۴۰۷ ج ۸
 ۶۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰
 عبدالرزاق ص ۳۹۱ ج ۸، احکام القرآن
 ص ۳۲۶ ج ۳، المحلی ص ۲۳۸ ج ۹
 ۷۰۔ سنن بیہقی ص ۳۳۲ ج ۱۰، المغنی ص
 ۲۶۷ ج ۶
 ۷۱۔ المحلی ص ۴۱۲ ج ۹
 ۷۲۔ سنن دارمی ص ۴۲۲ ج ۲، المغنی ص
 ۳۸۷ ج ۹
 ۷۳۔ عبدالرزاق ص ۱۵۸ ج ۹، ابن ابی
 شیبہ ص ۷۷ ج ۲، المحلی ص ۳۳ ج ۹
 ۷۴۔ الموطا ص ۸۱۳ ج ۲، سنن بیہقی ص
 ۳۱۵ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۹، المحلی
 ص ۳۷۴ ج ۹، المغنی ص ۴۰۱ ج ۹

- ۷۵۔ عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۹
 ۷۶۔ المحلی ص ۳۷ ج ۹
 ۷۷۔ سنن بیہقی ص ۳۱۳ ج ۱۰، المغنی ص ۳۹۳ ج ۹
 ۷۸۔ عبدالرزاق ص ۱۳۳ ج ۹، المحلی ص ۳۷ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۹۶ ج ۲، المغنی ص ۳۹۸، ۳۹۹ ج ۹
 ۷۹۔ سنن سعید بن منصور ص ۶۵/۲ ج ۳، المغنی ص ۵۳۰ ج ۹
 ۸۰۔ سنن بیہقی ص ۳۳۹ ج ۱۰
 ۸۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۱۳/۱ ج ۳، عبدالرزاق ص ۲۹۸ ج ۷، سنن بیہقی ص ۳۳۸ ج ۱۰
 ۸۲۔ سنن بیہقی ص ۳۷، ۳۵۰ ج ۷، المحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰، الموطا ص ۵۹۳ ج ۲، عبدالرزاق ص ۲۳۳ ج ۷، تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۵ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۱۷ ج ۹، المغنی ص ۵۰۰ ج ۷، کشف الغمہ ص ۱۰۷ ج ۲
 ۸۳۔ المحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰
 ۸۴۔ تفسیر قرطبی ص ۱۷۵ ج ۱۲، المغنی ص ۵۳۹ ج ۹، عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۷
 ۸۵۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۹، المغنی ص ۳۳۴ ج ۹
 ۸۶۔ المحلی ص ۱۹۴ ج ۹
 ۸۷۔ المحلی ص ۱۹۵ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۹۶ ج ۲
 ۸۸۔ سنن بیہقی ص ۲۸۰ ج ۱۰
 ۸۹۔ المحلی ص ۲۳۱ ج ۹
 ۹۰۔ عبدالرزاق ص ۴۸۵ ج ۸
 ۹۱۔ المحلی ص ۲۰۹ ج ۹، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱ ج ۱
 ۹۲۔ عبدالرزاق ص ۴۱۳ ج ۱۰
 ۹۳۔ المحلی ص ۲۰۰ ج ۹
 ۹۴۔ عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۷، سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۱۰
 ۹۵۔ عبدالرزاق ص ۱۱۹ ج ۹، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ ج ۱
 ۹۶۔ عبدالرزاق ص ۳۸۱ ج ۸، سنن بیہقی ص ۲۹۱ ج ۱۰، المحلی ص ۱۸۵ ج ۹
 ۹۷۔ المحلی ص ۱۸۸، ۳۰۰ ج ۹، المغنی ص ۱۰۳ ج ۲، ص ۵۰۷ ج ۹
 ۹۸۔ سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۷
 ۹۹۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۲۲/۱ ج ۳، المحلی ص ۵۰۳ ج ۹
 ۱۰۰۔ عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۷
 ۱۰۱۔ المحلی ص ۲۱۳ ج ۹
 ۱۰۲۔ المغنی ص ۷۳ ج ۳

- ۱۰۳۔ المغنی ص ۳۸۳ ج ۳، الموطا ص ۸ ج ۹۶
۱۰۵۔ المحلی ص ۹۷ ج ۸
۲ ج ۲۸
۱۰۴۔ احکام القرآن ص ۵۲ ج ۱، المحلی ص

حرف الزاء

زراع (فصل)

- ۱- تعریف: انسانی عمل کے نتیجے میں زمین سے پیدا ہونے والی فصل کو زرع کہتے ہیں۔
- ۲- عمدہ خوشبو والی فصل کو احرام والا شخص سوگھہ نہیں سکتا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ۱) (فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز ۱) فصل کاٹنے وقت اس میں سے صدقہ کرنا (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۲) زکوٰۃ (زکوٰۃ)

- ۱- تعریف: مالدار شخص کا اپنے مال میں سے ایک معین حصہ متعین مصارف میں صرف ہونے کے لئے نیت کے ساتھ الگ کر دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔
- ۲- زکوٰۃ کی فرضیت۔

الف۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سورۃ بقرہ آیت نمبر ۴۳ میں زکوٰۃ کی فرضیت بیان کر دی ہے چنانچہ ارشاد ہے (واقموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو)۔ قرآن کریم کے اندر ان معنوں پر مشتمل آیات کثرت سے ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اسلام کی بنیاد چار ستونوں پر ہے، اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ رمضان کے روزے اور استطاعت رکھنے والے پر بیت اللہ کا حج“ ۱۔ (دیکھئے مادہ اسلام نمبر ۲)

- بلکہ حضرت ابن عمرؓ نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے باز رہنے کو دین کی عملی تکذیب کی ایک صورت قرار دیا ہے۔ آپ نے قول باری (ارایت الذی یکذب بالذین۔ فذلک الذی یدع الیتیم۔۔۔۔۔ ویمنعون الماعون۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے، یہی وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔۔۔۔۔ اور یہ لوگ برتنے کی عام چیزوں سے بھی روکتے ہیں)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ: ”یہ زکوٰۃ ہے ۲۔
- ب۔ زکوٰۃ کی فرضیت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ مال حاصل کرنے کی صحت کی یہ

شرط ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس کنز کے متعلق پوچھا گیا جس کا ذکر سورہ توبہ آیت نمبر ۳۴ میں ہوا ہے (والذین یکنزون الذهب والفضہ ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں ایک دردناک عذاب کی بشارت دیجئے)۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”یہ وہ مال ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی جاتی“ ۳۔ آپ نے فرمایا: ”ہر ایسا مال جس کی زکوٰۃ ادا کی جائے وہ کنز نہیں ہے خواہ وہ مدفون کیوں نہ ہو“ اور ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں کیا ہے اس مال سے اس کے مالک کو داغا جائے گا خواہ وہ مدفون یعنی دفینہ نہ بھی ہو“ ۴۔ (دیکھئے مادہ اکتناز نمبر ۲)

۳۔ کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

الف۔ نابالغ کے مال کی زکوٰۃ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ زکوٰۃ اموال کا ٹیکس ہے اس لئے جب مال وافر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس کا مالک مسلمان ہو خواہ یہ مالک نابالغ ہو یا بالغ، عاقل ہو یا دیوانہ، اس کی طرف سے اس کا ولی زکوٰۃ نکالے گا ۵۔ آپ خود یتیم کے مال کی زکوٰۃ نکالا کرتے تھے ۶۔ آپ کے پاس قیمیوں کے اموال ہوتے آپ یہ اموال قرض کے طور پر دے دیتے تاکہ انہیں تلف ہونے سے محفوظ کر دیں اور پھر ان کے اموال سے ان کی زکوٰۃ نکالتے ۷۔ سالم بن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس دو قیمیوں کا مال تھا آپ اس مال کی زکوٰۃ نکالتے، میں نے عرض کیا: ”ابا جان، اگر آپ اس مال سے تجارت نہ کریں اور نہ ہی اسے مضاربہ پر دیں تو یہ بات یعنی زکوٰۃ کی ادائیگی اس مال کو بہت جلد ختم کر دے گی“ آپ نے جواب دیا: ”خواہ ایک درہم بھی باقی نہ رہے میں اس کی زکوٰۃ ضرور نکالوں گا“ سالم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے بعد میں اس مال سے دونوں قیمیوں کے لئے ایک مکان خریدا ۸۔

آپ سے ایک یتیم کے مال کی سرپرستی کے لئے کہا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم

چاہو تم میں اس مال کا ولی بن جاؤں گا لیکن شرط یہ ہے کہ سال بسال اس کی زکوٰۃ نکالتا رہوں گا“^۹۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمن بن السائب سے ایک شاذ روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک یتیم کا مال تھا جسے آپ نے قرض کے طور پر دوسروں کو دے دیا تھا تاکہ اس کی زکوٰۃ نہ دینی پڑے^{۱۰}۔ اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک یتیم کا مال تھا جسے آپ نے قرض کے طور پر دوسروں کو دے دیا تھا لیکن آپ نے یہ کیوں کیا تھا؟ کیا مذکورہ مال محفوظ کرنے کی خاطر ایسا کیا تھا یا زکوٰۃ سے جان چھڑانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا؟ حضرت ابن عمرؓ سے منقول تمام روایات میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ یتیم کے مال کی زکوٰۃ نکالتے تھے لیکن ابن السائب نے وہ نتیجہ اخذ کیا جو اس صراحت کے خلاف ہے۔ دراصل اس استنتاج کے اندر ابن السائب سے غلطی ہو گئی ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ نہیں ہے کہ دین کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

ب۔ غلام کے مال کی زکوٰۃ: غلام کے مال میں زکوٰۃ کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ یہ اختلاف غلام کی ملکیت کے بارے میں آپ سے منقول روایات کے اندر اختلاف کے تابع ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق غلام مالک نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا: ”غلام اور اس کا مال اس کے آقا کا ہوتا ہے“^{۱۱}۔ اور جب غلام مالک نہیں ہوتا تو اس کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، آپ سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ: ”غلام کے مال میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک وہ آزاد نہ کر دیا جائے“^{۱۲}۔ مکاتب بھی اس وقت تک غلام ہوتا ہے جب تک وہ پورا بدل کتابت ادا نہ کر دے اس کے ہاتھ میں موجود مال کے اندر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ: ”مکاتب کے مال میں کوئی زکوٰۃ نہیں“^{۱۳}۔

جب ہماری مذکورہ بالا بات ثابت ہو گئی کہ زکوٰۃ اموال کا ٹیکس ہے، سروں کا ٹیکس نہیں نیز جب مسلمان کے پاس مال وافر ہو جائے گا اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اس

لئے غلام کے ہاتھ میں موجود مال کی زکوٰۃ اس کے آقا پر واجب ہوگی کیونکہ غلام کے قبضے میں جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کے آقا کا ہوتا ہے^{۱۳}۔

حضرت ابن عمرؓ سے منقول ایک اور روایت کے مطابق غلام کو ملکیت حاصل ہوتی ہے^{۱۵}۔ بنا بریں اس کے ہاتھ میں موجود مال کی زکوٰۃ اس پر واجب ہوگی۔ جابر الخدء نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا غلام کے مال میں زکوٰۃ ہے؟ آپ نے جواب میں پوچھا: ”آیا وہ مسلمان ہے؟“ جابر نے عرض کیا کہ ہاں وہ مسلمان ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اس پر ہر دو سو درہموں میں پانچ درہم واجب ہوں گے اور اس سے زائد رقم پر اسی حساب سے درہم واجب ہوں گے“^{۱۶}۔

میرے خیال میں ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تقاض نہیں ہے ان دونوں میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ ہم یہ کہیں کہ غلام جو کچھ کمائے گا یا اس کے ہاتھ میں جو مال آئے گا وہ اس مال کا صرف اس وقت مالک بنے گا جب اس کا آقا اس پر اس کی ملکیت برقرار رہنے دے گا۔ اس صورت میں وہ مذکورہ مال کا مالک بن جائے گا اور اس کے بعد آقا کو مذکورہ مال غلام کے ہاتھ سے لے لینے کا اختیار نہیں ہوگا۔ ہماری اس توجیہ پر ابن حزم کی وہ روایت دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی رائے یہ تھی کہ جس شخص کا کوئی غلام ہو اور غلام کے ہاتھ میں کوئی مال ہو یا اسے بہہ کر دیا گیا ہو یا اس نے کوئی مال کمایا ہو تو آقا کو مذکورہ مال اس سے لے لینے کا اختیار ہوگا۔ اگر آقا وہ مال اس سے نہ لے سکیں تو اسے آزاد کر دے تو پھر مذکورہ مال غلام کا ہو جائے گا^{۱۷}۔

ابن قدامہ نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ جب اپنے کسی غلام کو آزاد کر دیتے تو اس کے مال سے کوئی تعرض نہ کرتے^{۱۸}۔

۳۔ دین کی زکوٰۃ: دین کی دو قسمیں ہیں، کسی کا دین اور کسی پر واجب الادا دین۔

الف۔ اگر کسی کا کسی پر دین ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

پہلی صورت یہ ہے کہ دین ایسے مدیون کے ذمہ ہو جو اس دین کا اقرار کرتا ہو اور

اس کی ادائیگی کے لئے تیار ہو۔ ایسے دین کی صورت میں دائن پر ہر سال اس کی زکوٰۃ

واجب ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمہارے قبضے میں جو مال ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرو نیز اپنے اس مال کی بھی زکوٰۃ نکالو جو دین کی صورت میں کسی ثقہ شخص کے ذمہ واجب الادا ہو“ یہ مال بھی تمہارے قبضے میں ہونے کے مترادف ہے“ ابن قدامہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ دین پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہوگی جب تک دائن اس پر قبضہ نہ کر لے کیونکہ یہ غیر تام ہوگا اور اس کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جس طرح عروض قبیہ (کمائے ہوئے عروض یعنی سامان و اسباب) کی کیفیت ہے^{۱۹}۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دین ایسا ہو جس کے متعلق غلبہ ظن یہ ہو کہ مدیون اس کی ادائیگی نہیں کرے گا۔ ایسے دین پر جب تک دائن کا قبضہ نہ ہو جائے وہ اس کی زکوٰۃ نہیں نکالے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس دین کی ادائیگی مطمئن یعنی مشکوک ہو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک اس کا مالک یعنی دائن اس پر قبضہ نہ کر لے“^{۲۰}۔

اس دین کے حکم میں ہر وہ مال ہے جو مالک کے بس سے باہر ہے مثلاً مضروب مال نیز وہ مال جس کے مالک اور اس کے درمیان رکاوٹ پیدا کر دی گئی ہو^{۲۱}۔

یہاں ایک سوال یہ ہے کہ قبضے میں آنے کے بعد دائن ایسے دین کے صرف ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے گا یا گذرے ہوئے تمام سالوں کی؟ اس بارے میں ہمیں حضرت ابن عمرؓ سے منقول کوئی روایت ہاتھ نہیں لگی۔

ب۔ اگر کسی کے ذمہ واجب الادا دین ہو تو وہ اس زکوٰۃ نہیں نکالے گا، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”دین میں زکوٰۃ نہیں ہے“^{۲۲}۔ زکوٰۃ کے سقوط کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ دین اس مال کی جنس میں سے ہو جو اس کے قبضے میں موجود ہو بلکہ غیر جنس میں سے ہونے کی صورت میں بھی اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ مثلاً ایک شخص کو اپنی فصل سے آمدنی ہو جائے جب کہ دوسری طرف اس پر دین ہو اور یہ دین اس نے خود اس فصل کے سلسلے میں حاصل کیا ہو یعنی بیج کی قیمت نیز مزارع کی اجرت کی ادائیگی وغیرہ دین حاصل کر کے کی ہو، یا اس نے مذکورہ فصل کے سوا کسی اور مقصد کے لئے مثلاً اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے قرض لیا ہو، یا اس طرح کسی کے مویشیوں

پر زکوٰۃ واجب ہو گئی ہو اور اس نے ان مویشیوں یا اپنے اہل و عیال کے اخراجات کے لئے دین لیا ہو تو ان صورتوں میں وہ مذکورہ دین پہلے الگ کر لے گا اور پھر باقیماندہ مال کی زکوٰۃ نکالے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ایک شخص قرض لے کر اپنے اہل و عیال پر اور اپنی زمین پر خرچ کرے تو وہ خرچ شدہ رقم کی پہلے ادائیگی کرے گا اور پھر باقیماندہ مال کی زکوٰۃ نکالے گا“^{۲۲}۔ یہی کیفیت اس کے مویشیوں کی زکوٰۃ کی ہے^{۲۳}۔

۵۔ حولان حول (سال گزر جانا)

اگر مال نصاب کو پہنچ جائے خواہ یہ مال نقد کی شکل میں ہو یا سامان تجارت یا مویشیوں کی صورت میں تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک مذکورہ نصاب پر سال گزر نہ جائے۔ حضرت ابن عمرؓ: ”تمہارے اموال کی زکوٰۃ سال سے لے کر سال تک ہے“^{۲۴}۔ اگر سال کے دوران اس کے ہاتھ کوئی مال آجائے تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک ہاتھ آنے کے وقت سے ایک سال پورا نہ ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص کو کوئی مال ہاتھ آئے تو جب تک اس پر سال نہ گزر جائے اس وقت تک اس کی زکوٰۃ نہ نکالے“^{۲۵}۔ البتہ فصلوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے لئے سال گزرنے کے بالا جماع شرط نہیں ہے۔ کیونکہ فصلوں کے اندر اللہ کے شکر کا پہلو ہوتا ہے۔

۶۔ زکوٰۃ کا نصاب

الف۔ کسی مسلمان پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک اس کی ملکیت میں موجود زکوٰۃ والے اموال نصاب کو نہ پہنچ جائیں اور یہ نصاب دین سے خالی ہو۔ زکوٰۃ والے اموال کے نصاب کی مقدار کے بارے میں تفصیل آگے آرہی ہے۔

ب۔ اگر مسلمان کے پاس نصاب سے زائد مال ہو جائے تو وہ اس زائد کی بھی زکوٰۃ نکالے گا بشرطیکہ مذکورہ مال نقد یا سامان تجارت یا فصل کی صورت میں ہو۔ اگر مال مویشیوں کی صورت میں ہو تو دونصابوں کے درمیان والے مال یعنی اوقاص کی اس پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی^{۲۶}۔ پہلے گزر چکا ہے کہ جابر الخدء نے حضرت ابن عمر

”سے غلام پر زکوٰۃ کے وجوب کے بارے میں دریافت کیا تھا، آپ نے استفسار کیا تھا کہ آیا مذکورہ غلام مسلمان ہے، جابر نے جواب اثبات میں دیا تھا اور آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ اس پر ہر دو سو درہموں کے اندر پانچ درہم واجب ہوں گے اور اس سے زائد رقم پر اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز ب)

۷۔ نقد و کی زکوٰۃ

الف۔ نقد رقم اگر چاندی کی صورت میں ہو تو اس میں زکوٰۃ کے وجوب کا نصاب دو سو درہم ہے یعنی پانچ اوقیہ (نصف رطل کا چھٹا حصہ) اس رقم پر پانچ درہم (چالیسواں حصہ) واجب ہونگے۔ اگر نصاب سے یہ رقم بڑھ جائے تو اس اضافے کی نسبت سے زکوٰۃ میں بھی اضافہ ہو جائے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”دو سو درہم میں پانچ درہم ہیں اور اس سے زائد پر اسی حساب سے ہے“^{۲۷}۔ اگر دو سو درہم سے کم رقم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہوگی“^{۲۸}۔

ب۔ اگر نقد رقم سونے کی شکل میں ہو تو اس کا نصاب بیس مثقال ہوگا۔ اس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ بیس مثقال سونے کے اندر نصف مثقال زکوٰۃ ہوگی یعنی چالیسواں حصہ۔ اس سے زائد پر اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی جس طرح چاندی کے اندر ہے۔

ج۔ اگر سونا اور چاندی عورتوں کے زیورات کی شکل میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ عورتیں یہ زیور پہنتی ہوں یا عاریت کے طور پر دیتی ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں کو چار سو دینار کے زیورات پہناتے تھے اور زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے^{۲۹}۔ (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۳) نیز (مادہ اعارة نمبر ۳)

۸۔ سامان تجارت کی زکوٰۃ

حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ عروض یعنی اسباب اور سامان پر صرف اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی جب یہ بغرض تجارت ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”عروض کے اندر زکوٰۃ نہیں الا یہ کہ وہ تجارت کے لئے ہوں“

۳۰۔ نیز فرمایا: ”غلام“ جانور اور کپڑا اگر بغرض تجارت ہوں تو ان پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی“ ۳۱۔ اس بارے میں متفق علیہ امر یہ ہے کہ عروض تجارت کا نصاب چاندی کا نصاب ہے اور چاندی کی طرح ان کے اندر بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر واجب ہوگا۔

۹۔ مویشیوں کی زکوٰۃ

الف۔ مویشیوں سے مراد بکریاں، اونٹ اور گائیں ہیں۔ ان کے اندر صرف اس صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی جب یہ سائے یعنی چرنے والی ہوں اور ان سے نسل کشی مطلوب ہو۔ اگر سائے نہ ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہوگی ۳۲۔ اگر ان مویشیوں سے کام لیا جاتا ہو تو بھی ان کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ کام کرنے والے جانوروں کا کوئی صدقہ نہیں ہوتا۔ اگر یہ مویشی تجارت کے لئے ہوں تو ان میں اموال تجارت کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ مویشیوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ دونوں صورتوں کے درمیان بہت فرق ہے۔ مویشیوں کی زکوٰۃ میں بوڑھا جانور قبول نہیں کیا جائے گا نہ ہی عیب دار جانور اور نہ ہی نر جانور الا یہ کہ صدقات جمع کرنے والا اس کی اجازت دے دے ۳۳۔

ب۔ بکریوں کی زکوٰۃ: حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ جب چرنے والی بکریاں چالیس ہو جائیں تو ایک بکری واجب ہوگی یہاں تک کہ اس کی تعداد ایک سو بیس ہو جائے اس سے زائد بکریوں پر دو سو تک دو بکریاں واجب ہوں گی اور پھر اس سے زائد پر تین سو تک تین بکریاں اور پھر اس سے زائد پر ہر سو پر ایک بکری واجب ہوگی۔ ۳۴۔

ج۔ اونٹوں کی زکوٰۃ: حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات اس امر پر متفق ہیں کہ ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری واجب ہوگی یہاں تک کہ اونٹوں کی تعداد پچیس ہو جائے اس سے زائد تعداد پر پینتیس تک ایک بنت مخاض (دوسرے سال کی مادہ اونٹ بچھیا) واجب ہوگی۔ اگر بنت مخاض نہ ہو تو ایک ابن لیون (تیسرے سال کا نر اونٹ بچہ)

واجب ہوگا۔ پھر اس سے زائد تعداد پر پینتالیس تک ایک بنت لیون (تیسرے سال کی مادہ اونٹ بچھیا) واجب ہوگی۔ اس سے زائد تعداد پر ساٹھ تک ایک حقہ (چوتھے سال کی مادہ اونٹ بچھیا) واجب ہوگی جس کے ساتھ نراونٹ جفتی کر چکا ہو۔ اس سے زائد تعداد پر پچھتر تک ایک جذعہ (پانچویں سال کی اونٹنی) کا وجوب ہوگا۔ اس سے زائد پر نوے تک دو بنت لیون واجب ہوں گی۔ اس سے زائد پر ایک سو بیس تک دو حقہ واجب ہوں گی جن کے ساتھ نراونٹ جفتی کر چکا ہو۔ اس سے زائد کا حساب یہ ہے کہ ہر چالیس پر ایک بنت لیون اور ہر پچاس پر ایک حقہ واجب ہوگی^{۳۵}۔ بتائیں اگر اس کے پاس ایک سو اکیس اونٹ ہو جائیں تو تین بنت لیون واجب ہوں گی اور اگر اس کے پاس ایک سو تیس اونٹ ہو جائیں تو دو بنت لیون اور ایک حقہ واجب ہوں گی۔^{۳۶}

د۔ گائیوں کی زکوٰۃ: ہر تیس گائے پر ایک تبیع یا تبعہ (دوسرے سال کا بچھڑا یا بچھیا) کا وجوب ہوگا اور ہر چالیس پر ایک مسنہ (تیسرے سال کی بچھیا) واجب ہوگی۔ یہ مسئلہ بالا جماع ہے^{۳۷}۔

ھ۔ فصلوں کی زکوٰۃ:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ گندم، جو، سلت (جو کی ایک قسم) خشک کھجور اور زبیب یعنی خشک انگور (کشمش یا منقی) کے سوا کسی اور فصل یا پھل پر واجب نہیں ہوگی^{۳۸}۔ آپ نے پھلوں اور فصلوں کے صدقہ یعنی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا: ”کھجوروں، انگوروں، گندم یا جو پر زکوٰۃ واجب ہے“^{۳۹}۔ اور تمام سبزیوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں^{۴۰}۔

۲۔ جن فصلوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے ان کے اندر پانچ وسق (ایک وسق ساٹھ صاع، ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر) سے کم مقدار پر کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”پانچ وسق سے کم پر کوئی صدقہ یعنی زکوٰۃ نہیں“^{۴۱}۔

۳۔ فصلوں اور پھلوں پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کا حساب یہ ہے کہ ان کی سینچائی کا کام

کلفت اور مشقت سے کیا گیا ہو تو پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر یہ کام مشقت اور کلفت کے بغیر سرانجام پایا گیا ہو تو پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہوگا۔ البتہ زکوٰۃ نکالنے سے پہلے مالک پر عائد ہونے والے دیون ادا کئے جائیں گے خواہ یہ دیون فصلوں کی خاطر حاصل کئے گئے ہوں یا اہل و عیال کے اخراجات کی خاطر جیسا کہ (مادہ زکوٰۃ نمبر ۴ جزب) میں گزر چکا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کھجوروں، انگوروں، گندم، جو یا سلت (جو کی ایک قسم) کی زمین اگر بارانی ہو یا نہریا چشمہ سے اس کی آب پاشی کی گئی ہو یا وہ عشری زمین ہو اور بارش کے ذریعے سیراب ہوئی ہو تو اس میں فصلوں اور پھلوں کی زکوٰۃ پیداوار کا دسواں حصہ ہوگی یعنی ہر دس پر ایک اور جس زمین کی آب پاشی، اونٹوں پر لاد کر لائے ہوئے پانی کے ذریعے کی گئی ہو اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر ادا کیا جائے گا یعنی ہر بیس پر ایک“ ۴۲۔

۴۔ فصلوں کی زکوٰۃ میں سال گزرنے کی بلاجماع شرط نہیں ہے۔ فصلوں کی زکوٰۃ کے بارے میں نازل ہونے والی سب سے پہلی آیت سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۱ ہے۔ جس میں ارشاد ہے (کلوا من ثمره اذا اثمروا تا حقه يوم حصاده جب وہ پھل دے تو اس کے پھل میں سے کھاؤ اور کٹائی کے دن اس کا حق ادا کرو)۔ اس ادائیگی کے لئے کوئی مقدار فرض نہیں کی گئی تھی پھر اس کی مقدار دسویں یا بیسویں حصے کی صورت میں فرض کر دی گئی جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ تاہم فصلوں کی کٹائی کے دن مالکان کے پاس آنے والے فقیر و مساکین کو کچھ دے دینا فرض رہا اور اس کے لئے کوئی معین مقدار فرض نہیں ہوئی ۴۳۔ ب۔ حضرت ابن عمرؓ نے درج بالا آیت تلاوت کر کے اس کی تفسیر میں فرمایا: ”اس دن تمہارے پاس جو آئیں انہیں چند مٹھیاں دے دو“ یہ زکوٰۃ نہیں ہے“ ۴۴۔ نیز فرمایا: ”صحابہ کرام اپنے پاس آنے والوں کو زکوٰۃ کے سوا کچھ نہ کچھ دے دیتے تھے“ ۴۵۔

و۔ گھوڑوں، غلاموں اور شد میں زکوٰۃ نہیں اگر یہ بغرض تجارت نہ ہوں۔ ۴۵۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑوں اور غلاموں کے سلسلے میں جو کچھ وصول کیا تھا وہ فرض نہیں تھا بلکہ لوگوں نے اپنی خوشی سے اس کی ادائیگی کی تھی ۴۶۔

اسی طرح شد میں سے جو حصہ وصول کیا تھا وہ حفاظت کے بالمقابل تھا، زکوٰۃ نہیں تھی۔^{۴۷}

۱۰۔ سلطان کو زکوٰۃ کی ادائیگی۔

الف۔ پہلے تین خلفائے راشدین یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ حکام یعنی حکومت کے حوالے کر دیتے تھے اور اس بارے میں ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں تھا۔ لیکن جب حضرت عثمانؓ شہید ہو گئے تو اس کے بعد بعض صحابہؓ زکوٰۃ کی ادائیگی حکام کو کرنے لگے اور بعض اپنی زکوٰۃ اللہ کے ذکر کردہ مصارف میں خود صرف کرنے لگے۔^{۴۸} حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے جو ہر حال میں حکام سلطنت کو زکوٰۃ کی ادائیگی کے قائل تھے جب تک وہ اسلام پر رہ کر نماز قائم رکھتے، خواہ وہ اسے اس کے مصارف میں صرف کرتے یا صرف نہ کرتے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”زکوٰۃ امراء یعنی حکام سلطنت کے حوالے کر دو“ ایک شخص نے عرض کیا: ”یہ لوگ زکوٰۃ کی رقم اس کے مصارف میں نہیں لگاتے“ آپ نے جواب دیا: ”خواہ نہ بھی لگائیں“^{۴۹}۔ نیز فرمایا: ”ان لوگوں کو اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کر دو جنہیں اللہ نے تم پر والی بنایا ہے، پھر جو نیکی کرے گا وہ اپنی ذات کے فائدے کے لئے کرے گا اور جو گناہ کرے گا اس کا بوجھ اس پر عائد ہوگا“۔^{۵۰} ابن مطیع نے آپ سے کہا کہ: ”میں اپنی زکوٰۃ ابن الزبیرؓ کے حوالے نہیں کروں گا۔ وہ یہ زکوٰۃ اپنے گھوڑوں کو چارے کے طور پر اور اپنے غلاموں کو کھلا دیں گے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے ابن مطیع کو پیغام بھیج کر فرمایا: ”اگر تم اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی ان لوگوں کو نہیں کرو گے تو درست نہیں کرو گے کیونکہ تمہیں صرف ان لوگوں کو زکوٰۃ حوالے کرنے کا حکم دیا گیا ہے نیکی کریں یا بدی“^{۵۱}۔ نیز فرمایا: ”انہیں اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کر دو خواہ وہ زکوٰۃ کی اس رقم سے شراب خوری کیوں نہ کریں“^{۵۲}۔ نیز فرمایا: ”انہیں اپنی زکوٰۃ کی ادائیگی کرو خواہ یہ اپنے دستر خوانوں پر کتوں کی بوٹیاں کیوں نہ توڑیں“^{۵۳}۔ قرعہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن

عمرؓ سے عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے، میں اس کی زکوٰۃ کس کے حوالے کروں؟ آپ نے جواب دیا: ”اسے ان لوگوں یعنی حکام کے حوالے کر دو“ میں نے عرض کیا: ”یہ لوگ زکوٰۃ کی اس رقم سے کپڑے اور خوشبو خریدیں گے“ آپ نے جواب دیا: ”خواہ یہ لوگ اس سے کپڑے اور خوشبو کیوں نہ خریدیں، تاہم تم یہ بات بھی یاد رکھو کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی تمہارے مال کے اندر اللہ کا حق ہے“ ۵۴۔ سہیل بن صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ”میرے پاس مال جمع ہو گیا میں حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ میں سے ہر ایک کے پاس گیا اور عرض کیا کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے اور حکام سلطنت زکوٰۃ جس طرح صرف کرتے ہیں اسے آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں مجھے اس کا ایک مصرف مل گیا ہے، کیا میں یہ زکوٰۃ اس مصرف میں لگا دوں؟ سب نے مجھے یہی جواب دیا کہ اسے ان لوگوں یعنی حکام کے حوالے کر دو“ ۵۵۔ حضرت ابن عمرؓ خود اپنی زکوٰۃ حضرت ابن الزبیرؓ یا نجدہ حروری کے کارندوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے حالانکہ یہ لوگ آپ کی نظروں میں باغی تھے۔ (دیکھئے مادہ غنی نمبر ۳ کا جزب) بلکہ آپ کا طریق کار یہ تھا کہ جو بھی امیر مقرر ہوتا اس کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور اپنے مال کی زکوٰۃ اس کے حوالے کر دیتے“ ۵۶۔

ب۔ اگر حکام کافر ہوں تو انہیں زکوٰۃ کی ادائیگی جائز نہیں ہوگی کیونکہ سورہ نساء آیت نمبر ۱۳۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا) اور اللہ مومنوں پر کافروں کے لئے ہرگز کوئی راہ پیدا نہیں کرے گا۔) ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور اپنے مال کی زکوٰۃ کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: ”زکوٰۃ سلطان کو ادا کر دو“: ”اس نے کہا: ”ہمارے امراء یعنی حکام دہقان ہیں“ آپ نے پوچھا: ”دہقان کون ہوتے ہیں؟“ اس نے جواب دیا: ”یہ مشرک ہیں“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اپنی زکوٰۃ مشرکین کے حوالے نہ کرو“ ۵۷۔ ابن سیرین سے مروی ہے کہ ”میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا ہم اپنی زکوٰۃ اپنے حکام کے حوالے کر دیں“ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔

اس نے عرض کیا: ”ہمارے حکام کافر ہیں“

(ابن سیرین کہتے ہیں کہ گورنر زیاد کافروں کو بھی بطور حکام متعین کر دیا کرتا تھا) یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اپنے صدقات کافروں کے حوالے نہ کرو“ ۵۸۔

اگر حکام نمازیں ضائع کریں یا انہیں ان کے اوقات سے موخر کر کے ادا کریں یعنی اس وقت ادا کریں جب وقت فوت ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں انہیں زکوٰۃ حوالے کرنا جائز نہیں ہوگا۔ جابر بن خیثمہ کہتے ہیں کہ ”میں نے حضرت ابن عمرؓ سے زکوٰۃ کا مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا کہ ”زکوٰۃ حکام یعنی والیوں کے حوالے کر دو“ پھر کچھ عرصے کے بعد آپ سے یہی سوال پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”زکوٰۃ ان کے حوالے نہ کرو کیونکہ انہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا ہے“ ۵۹۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ کا اپنی پہلی رائے سے رجوع

حضرت ابن عمرؓ نے جلد ہی اپنی پہلی رائے سے رجوع کر لیا یعنی اس رائے سے کہ زکوٰۃ حکومت کے حکام کے حوالے کر دی جائے خواہ وہ اسے اسکے صحیح مصارف میں نہ بھی لگائیں اور پھر یہ رائے قائم کر لی کہ زکوٰۃ صرف اس وقت حکام کے حوالے کرنا درست ہوگا جب وہ اسے اس کے صحیح مصارف میں لگائیں۔ پہلی رائے سے آپ کا رجوع آپ کے ساتھ ایک شخص کے مناقشہ کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ اس مناقشہ کی حکایت کرنے والے میمون بن مہران ہیں۔ جعفر بن برقان نے روایت کی ہے کہ میں نے میمون سے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ”زکوٰۃ حکام کے حوالے کر دو خواہ وہ شرابی کیوں نہ ہوں“ یہ سن کر میمون نے کہا: ”تم فلاں نصیبی شخص کو جانتے ہو“ وہ حضرت ابن عمرؓ کا دوست ہے۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں نے ابن عمرؓ پوچھا کہ آپ زکوٰۃ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ کیونکہ یہ حکام زکوٰۃ اس کے مصارف میں نہیں لگاتے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”زکوٰۃ ان کے حوالے کر دو“ میں نے کہا: ”آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر یہ حکام نمازوں کو اوقات صلوٰۃ سے موخر کریں تو کیا پھر بھی آپ ان کے ساتھ نماز پڑھیں گے؟“ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ اس پر میں نے کہا: ”کیا نماز زکوٰۃ کی طرح نہیں ہے؟“ یہ سن کر

آپ نے فرمایا: ”ان لوگوں نے ہم پر التباس پیدا کر دیا ہے اللہ ان پر التباس پیدا کر دے“ ۶۰۔

اس نصیبی شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے سامنے زکوٰۃ اس کے غیر مصارف میں صرف کرنے کے معاملہ کو نماز کو اس کے غیر اوقات میں ادا کرنے پر قیاس کیا۔ نیز یہ کہ جس طرح نماز کو اس کے غیر اوقات میں ادا کرنے کی صورت کے اندر ان حکام کی متابعت نہیں کی جاسکتی اسی طرح زکوٰۃ کو اس کے اصل مصارف میں لگانے کے معاملہ کے اندر ان کی متابعت جائز نہیں، اس دن سے حضرت ابن عمرؓ نے یہ فتویٰ دینا شروع کر دیا کہ زکوٰۃ ایسے حاکم کے حوالے کرنا جائز نہیں جو اسے اس کے درست مصارف میں نہ لگاتا ہو۔ حبان بن ابی جلد نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سلطان کو زکوٰۃ حوالے کرنے کے سلسلے میں اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا تھا کہ: ”زکوٰۃ کو اس کے مصارف میں لگاؤ“ ۶۱۔

سلطان کو زکوٰۃ حوالے کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کا اپنے قول سے رجوع کر لینے کا سبب یعنی مذکورہ بالا مناقشہ حسن بصری کی نظروں سے مخفی رہا اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ حضرت ابن عمرؓ سلطان کی گرفت کے خوف سے سلطان کو زکوٰۃ حوالہ کرنے کا فتویٰ دیتے تھے، پھر جب یہ خوف جاتا رہا تو آپ نے لوگوں کو یہ فتویٰ دینا شروع کر دیا کہ زکوٰۃ کو اس کے صحیح مصارف میں لگایا جائے اگر سلطان اسے اس کے درست مصارف میں نہ لگاتا ہو۔ عبدالرزاق نے ”مصنف عبدالرزاق“ کے اندر محمد بن راشد سے روایت کی ہے کہ مجھے ابان نے بتایا کہ وہ حسن بصری کے پاس گئے ان دنوں حجاج کی حکومت تھی اور حسن بصری ابو خلیفہ کے مکان میں روپوش تھے ایک شخص نے بتایا کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آیا میں اپنی زکوٰۃ امراء یعنی حکام کے حوالے کر دوں؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”اپنی زکوٰۃ فقراء اور مساکین کو دے دو“ یہ سن کر حسن بصری نے کہا: ”میں نے تمہیں نہیں بتایا تھا کہ ابن عمرؓ جب اس شخص یعنی حجاج کی طرف سے مامون ہو گئے تو پھر فتویٰ دیا کہ زکوٰۃ فقراء اور مساکین کے حوالے کرو“ ۶۲۔

ہمارے نزدیک یہ معاملہ اس طرح نہیں ہے حضرت ابن عمرؓ کا درجہ اس سے کہیں بلند ہے کہ آپ سلطان کی گرفت کے خوف سے اللہ کے حکم کو چھپا جائیں۔

امام ابو حنیفہ کے شیخ حماد بن ابی سلیمان نے بھی اس امر کو مستبعد تصور کیا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ یہ فرمائیں کہ: ”زکوٰۃ حکام کے حوالے کر دو خواہ وہ اپنے دسترخوانوں پر کتوں کی بونیاں کیوں نہ توڑتے ہوں“ اس موقع پر حماد نے کہا تھا کہ: ”معاذ اللہ“ حضرت ابن عمرؓ کبھی ایسی بات نہیں کہہ سکتے“ ۶۳۔

۱۱۔ زکوٰۃ کے مصارف

الف۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ آیت نمبر ۶۰ میں ان مصارف کا ذکر فرمایا ہے جن میں زکوٰۃ صرف کی جائے۔ ارشاد ہے (انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمنولفہ۔ قلوبہم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل، فربضہ۔ من اللہ واللہ علیم حکیم یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا دینا ہے) اس طرح زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصارف ہیں جن کی تحدید اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے۔ ذیل میں ہم اس سلسلے کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کا جائزہ لیں گے

ب۔ فقراء اور مساکین: فقیر وہ شخص نہیں جسے کسی کسب سے یومیہ خرچ حاصل ہوتا ہو یا کسی غیر منقولہ مال کی آمدنی یا مویشی چرانے کی اجرت یا اسی طرح کا کوئی ذریعہ ہو جس پر اس کا گذارہ چل رہا ہو ۶۴۔ بلکہ وہ فقیر شخص ہے جسے اس طرح کا کوئی ذریعہ حاصل نہ ہو۔ یہ وہ فقر ہے جو انسان کو ذلیل کر کے رکھ دے اور اسے بے بس کر کے زمین پر گرا دے ۶۵۔ ب۔

فقیر اور مسکین میں فرق یہ ہے کہ فقیر فقر کی درج بالا صورت کے باوجود دست سوال دراز کرنے سے پرہیز کرتا ہے جبکہ مسکین دست سوال دراز کر دیتا ہے حضرت

ابن عمرؓ نے فرمایا: ”فقیر وہ شخص نہیں ہو جو ایک درہم کو دوسرے درہم کے ساتھ اور ایک کھجور کو دوسری کھجور کے ساتھ یکجا کر دے، فقیر تو وہ شخص ہے جو اپنا لباس اور اپنی ذات سات ستھری رکھے، اسے دولت حاصل کرنے کی قدرت نہ ہو اور سوال کی ذلت سے بچنے کی بنا پر ناواقف شخص اسے مالدار سمجھے“ ۱۵۔

ج۔ صدقات کے کام پر مامور لوگ: زکوٰۃ کی وصولی کا کام کرنے والوں کو زکوٰۃ کی رقم سے اجرت دی جائے گی۔ انہیں زکوٰۃ سے ان جیسے کارکنوں کی اجرت کی مقدار کے برابر اجرت دی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ سے زکوٰۃ کے مال کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ بدترین مال ہے۔ یہ ہاتھ پاؤں سے معذور افراد اور یتیموں کا مال ہے اور ہر اس شخص کا مال ہے جو مال سے لاچار ہو چکا ہو“ آپ سے کہا گیا کہ کیا زکوٰۃ کے کام پر مامور لوگوں کا نیز اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا بھی اس میں حق ہے؟۔ آپ نے جواب دیا: ”اس کام پر مامور لوگوں کے لئے ان کی کارکردگی کے مطابق زکوٰۃ کے مال سے اجرت ہے۔ رہ گئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے تو اللہ نے ان کے لئے زکوٰۃ کا مال حلال کر دیا ہے۔ صدقہ یعنی زکوٰۃ کا مال نہ تو کسی غنی کے لئے حلال ہے اور نہ ہی کسی تندرست و توانا کے لئے“ ۱۶۔

د۔ قرض دار یعنی غارمین: غارمین وہ لوگ ہیں جو کسی تباہ کن جرم کے چکر میں پھنس گئے ہوں اور اس کا بوجھ اٹھانا ان کے بس سے باہر ہو۔ غم اس ضرر اور نقصان کو کہتے ہیں جو ایک انسان کی کسی جہالت (فوجداری جرم) یا خیانت کے بغیر اس کے مال کو لاحق ہو جائے مثلاً کسی مقتول کی دیت کی ادائیگی، کسی مکان کا جل کر تباہ ہو جانا، کسی آفت سماوی کی بنا پر ایک شخص کا سارا مال ضائع ہو جانا اور اسی طرح کی کوئی اور صورت حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم کسی خوں بہا کی ادائیگی کے سلسلے میں یا کسی تباہ کن جرم یا لاچار کر دینے والے فقر کے چکر میں پھنس کر دست سوال دراز کرو تو تمہارا حق واجب ہو جائے گا“ ۱۷۔

ه۔ راہ خدا: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ”سبیل اللہ“ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو شامل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس بارے میں منقول نص کا ذکر گزیر

فقرے میں ہو چکا ہے جس کے اندر ”غار میں“ کے بارے میں بحث کی گئی ہے ”سبیل اللہ“ حج اور عمرے کو بھی شامل ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حج اور عمرہ فی سبیل اللہ ہے“ ۶۸۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵)

و۔ حکومت کی جانب سے وصول کئے جانے والے ٹیکس: حکومت لوگوں سے جو مال وصول کرتی ہے مثلاً ٹیکس وغیرہ حضرت ابن عمرؓ اسے زکوٰۃ میں شمار نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تاجر لوگ اس مال کو اپنی زکوٰۃ میں شمار نہیں کریں گے جس کی اذائیگی وہ اس وقت کرتے ہیں جب وہ اسلامی حکومت کی حدود کے اندر اپنا تجارتی مال لے کر عشر وصول کرنے والے کے پاس سے گزرتے ہیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایک شخص سے جو مال عشر وصول کرنے والا وصول کرے وہ اسے اپنے مال کی زکوٰۃ میں شمار نہ کرے“ ۶۹۔

۱۲۔ زکوٰۃ کے اسقاط کے لئے حیلہ کرنا:

حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ: ”زکوٰۃ کے خوف سے متفرق کو یکجا نہیں کیا جائے گا اور یکجا کو متفرق نہیں کیا جائے گا اور شریکین کی طرف سے جو زکوٰۃ نکالی جائے تو دونوں شریک ایک دوسرے سے مساوی طور پر اس کی وصولی کریں گے“ ۷۰۔ حضرت ابن عمرؓ اس امر کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے حضرت امام مالک (متفرق کو یکجا نہیں کیا جائے گا اور یکجا کو متفرق نہیں کیا جائے گا) کی تفسیر اس طرح کرتے تھے کہ ملا تین افراد ہوں اور ان میں سے ہر فرد کی چالیس بکریاں ہوں تو اس صورت میں ہر فرد پر اسکی بکریوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ لیکن جب زکوٰۃ وصول کرنے والا ان کے پاس آئے تو وہ اپنی تمام بکریاں یکجا کر دیں تاکہ انہیں زکوٰۃ میں صرف ایک بکری دینی پڑے۔ لوگوں کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ دوسرے فقرے ”یکجا کو متفرق نہیں کیا جائے گا“ کی تفسیر یہ ہے کہ ملا دو شریک ہوں اور ان میں سے ہر ایک کی ایک سو ایک بکریاں ہوں۔ ایسی صورت میں دونوں پر تین بکریاں واجب ہوں گی لیکن جب زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو وہ اپنی بکریاں الگ الگ کر

لیں اور اس کے نتیجے میں ان میں سے ہر ایک پر صرف ایک ایک بکری واجب ہو جائے۔

یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ مذکورہ بالا جملے میں خطاب زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے دونوں میں سے ہر ایک کو شامل ہو اور مفہوم یہ ہو کہ ان میں سے کوئی بھی فریق زکوٰۃ کے خوف سے جمع و تفریق کا کوئی عمل نہ کرے۔ مال کا مالک یہ عمل اس خوف سے کرے گا کہ کہیں اس پر زکوٰۃ کی زیادہ مقدار عائد نہ ہو جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والا یہ عمل اس خوف سے کرے گا کہ کہیں زکوٰۃ کی مقدار کم نہ ہو جائے۔ تاہم ظاہر یہی ہے کہ مذکورہ فقرے کو مال کے مالک پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”اور شریکین کی طرف سے جو زکوٰۃ نکالی جائے تو دونوں شریک ایک دوسرے سے مساوی طور پر اس کی وصولی کریں گے“ یعنی شرکاء میں سے کسی ایک پر اس وقت تک زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی جب تک اس شراکت کے اندر اس کا مخصوص حصہ نصاب کو نہ پہنچ جائے۔ جب اس کا مذکورہ حصہ نصاب کو پہنچ جائے گا تو وہ اپنے مال کی مقدار کے حساب سے اس کی زکوٰۃ نکالے گا۔

۱۳۔ ایک شخص کی طرف سے زکوٰۃ میں دیئے ہوئے مال کا اس کی ملکیت میں لوٹ آنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ جب ایک مسلمان اپنی کوئی چیز صدقہ کر دے تو پھر خریداری یا کسی اور ذریعے سے مذکورہ چیز کو اپنی ملکیت میں واپس لانا اس کے لئے حلال نہیں ہوگا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں اونٹوں کی زکوٰۃ کا حساب کر کے زکوٰۃ کے جانوروں کو ساعی (زکوٰۃ وصول کرنے والے) کے لئے الگ کر کے انہیں باندھ دیتا ہوں، کیا میں یہ جانور خرید سکتا ہوں؟“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ان جانوروں میں تمہیں برکت نہ دے“ اپنے مال کو پاک کرنے والی چیز ہرگز نہ خریدو“ ۲۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز واد)

اس مسئلے کی بنیاد وہ روایت ہے جسے زید بن اسلم نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ”میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ایک مجاہد کو ایک گھوڑا سواری کرنے کے لئے دے دیا، گھوڑا اس کے پاس رہ کر

ضائع ہونے لگا، میں نے اسے خرید لینا چاہا اور یہ خیال کیا کہ وہ مجھے یہ گھوڑا سستے داموں فروخت کر دے گا۔ پھر میں نے اس کے متعلق حضور ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اسے مت خریدو اور اپنے صدقہ کی طرف نہ لوٹو خواہ وہ تمہیں یہ گھوڑا ایک درہم میں کیوں نہ دے دے۔ اس لئے کہ اپنے صدقہ کی طرف لوٹنے والا شخص اپنے حق کو چھٹ لینے والے کی طرح ہوتا ہے“ ۴۳۔

اگر صدقہ کیا ہوا مال صدقہ کرنے والے کی طرف عوض کے بدلے مثلاً بیع کے ذریعے لوٹ آئے یا عوض کے بغیر مثلاً وراثت، وصیت یا ہبہ کے ذریعے لوٹ آئے تو وہ اس کا صدقہ کر دے۔ یہ بات مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صدقہ کے طور پر دی ہوئی اپنی کوئی چیز اگر خرید لیتے تو اسے اپنے پاس رہنے نہ دیتے بلکہ اس کا صدقہ کر دیتے ۴۴۔

اسی طرح اگر صدقہ کی ہوئی چیز میراث کے ذریعے آپ کی طرف لوٹ آتی تو اس کا بھی صدقہ کر دیتے۔ آپ نے ایک دفعہ اپنا نصرانی غلام اپنے بیٹے پر صدقہ کر دیا۔ پھر بیٹا وفات پا گیا اور آپ مذکورہ غلام کے وارث بن گئے آپ نے اسے اس بنا پر آزاد کر دیا کہ اسے صدقہ کے طور پر دے چکے تھے (دیکھئے مادہ رقم نمبر ۸ کے جز د کا جز ۲)

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی والدہ پر ایک غلام صدقہ کر دیا پھر آپ کا گذر بازار سے ہوا جہاں ایک دودھ والی بکری فروخت ہو رہی تھی آپ نے غلام سے کہا: ”تم اپنی گرہ سے یہ بکری خرید لو“ چنانچہ اس نے مذکورہ بکری خرید لی۔ آپ کو دودھ کے ساتھ صبح کا ناشتہ بہت پسند تھا۔ چنانچہ ناشتے کے وقت مذکورہ بکری کا دودھ آپ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا: ”یہ بکری کا دودھ ہے اور بکری غلام کی گرہ سے خریدی گئی ہے اور غلام کو میں نے اپنی والدہ پر صدقہ کر دیا تھا“ پھر آپ نے حکم دیا کہ: ”یہ دودھ میرے سامنے سے ہٹالیا جائے مجھے اس دودھ کی کوئی حاجت نہیں ہے“ ۴۵۔

آپ یہ فتویٰ دیا کرتے تھے کہ ایک شخص کی طرف سے صدقے میں دی ہوئی چیز کا اس کی طرف لوٹ آنا جائز نہیں ہے ۴۶۔

آپ کے اس فتوے کے اندر ایک عظیم روحانی پہلو موجود ہے۔ وہ یہ کہ صدقہ میں دی ہوئی چیز کو نہ صرف اپنے مال سے الگ کر دیا جائے بلکہ اسے اپنے دل سے بھی نکال دیا جائے۔

زکاة الفطر (صدقہ فطر)

۱۔ تعریف: صدقہ فطر یہ ہے کہ مالدار شخص اپنے مال کا ایک مت عین حصہ رمضان کے اندر نیت کے ساتھ مقرون کر کے فقیر کو دیدے۔

۲۔ صدقہ فطر کی مشروعیت کی حکمت: جب مسلمان روزے رکھتا ہے تو اس کے روزوں کو بعض ایسی باتیں لاحق ہو جاتی ہیں جو روزوں کی فضیلت کو گھٹا دیتی ہیں مثلاً فضول گوئی، فضول حرکتیں، بے جا اور حرام نظر بازی وغیرہ۔ ان باتوں سے اس کے روزوں کو پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے صدقہ فطر مشروع فرمایا تاکہ یہ صدقہ فطر ان نقائص اور خلاف شرع باتوں سے اس کے روزوں کا کفارہ بن جائے۔ اس سے بڑھ کر صدقہ فطر کے اندر یہ پہلو بھی ہے کہ عید کے دن یہ فقیر کو مستغنی کر دیتا ہے تاکہ وہ بھی عید کی خوشیوں سے لطف اندوز ہو سکے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اللہ کے رسول ﷺ نے صدقہ فطر اس لئے فرض کر دیا کہ یہ فضول حرکتوں اور لغو باتوں سے روزہ دار کے لئے طہارت بن جائے اور مسکینوں کے لئے پیٹ بھرنے کا ذریعہ ہو جائے“۔

۳۔ ایک شخص صدقہ فطر کن لوگوں کی طرف سے ادا کرے گا:

الف۔ ایک شخص صدقہ فطر اپنی طرف سے اور ہر اس شخص کی طرف سے ادا کرے گا جو اس کے عیال میں ہو یعنی اپنی نابالغ اور بالغ اولاد کی طرف سے۔ اپنی بیوی کی طرف سے، اور بیوی کے غلام کی طرف سے جو بیوی کی خدمت کرتا ہو اور شوہر کے عیال میں ہو نیز اپنے غلاموں کی اولاد کی طرف سے^{۷۸}۔ اس سلسلے میں وہ اپنے غلاموں کے درمیان فرق نہیں کرے گا خواہ ان میں سے بعض غلام اس کی اراضی میں کام کرتے ہوں یا کسی اور کی اراضی میں یا خواہ ان میں سے بعض غلام حاضر ہوں اور بعض غائب۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ اپنے حاضر یا غائب یا کھیتوں میں کام

کرنے والے غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ آپ اپنے ان غلاموں کی طرف سے بھی اس کی ادائیگی کرتے جو وادی قری اور خیبر میں ہوتے^{۸۹}۔ اور ان غلاموں کی طرف سے بھی جو آپ کی زمینوں یا دیگر افراد کی زمینوں میں کام کرتے نیز ہر اس فرد کی طرف بھی سے جو آپ کے عیال میں ہوتا خواہ بالغ ہو یا نابالغ نیز اپنی بیویوں کی طرف سے اور بیویوں کے غلاموں اور لونڈیوں کی طرف سے^{۹۰}۔

آپ اپنے آزاد کردہ غلام نافع کی اولاد کی طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کرتے^{۹۱}۔

ب۔ کافر کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی: اگر صدقہ فطر کی غرض و غایت یہ ہے کہ روزوں کو پیش آنے والے خلاف شرع افعال سے جو مفید صوم نہ ہوں، پاک کر دیا جائے تو پھر یہ کتنا مناسب ہو گا کہ غیر مسلم کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا کیونکہ اس پر روزہ فرض نہیں ہوتا۔ اس لئے ایک مسلمان اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر نہیں نکالے گا لیکن حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول ہے کہ آپ اپنے کافر غلام کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالتے تھے۔ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ کے اندر ادزاعی سے ان کا یہ قول منقول ہے کہ ”مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے نصرانی غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے“^{۹۲}۔

نافع حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ اپنے کنبہ کے تمام افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام، نابالغ ہوں یا بالغ، مسلمان غلام ہوں یا کافر غلام^{۹۳}۔

غالب گمان یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر نقلی طور پر نکالتے تھے، فرض کے طور پر نہیں کیونکہ آپ نے خود حضور ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: ”اللہ کے رسول نے صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو مسلمانوں کے ہر فرد پر فرض کر دیا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام“ مذکور ہو یا مونت^{۹۴}۔

ج۔ مکاتب پر صدقہ فطر کا وجوب: مکاتب کے اندر دو باتیں قابل غور ہوتی ہیں اول یہ کہ وہ اس وقت تک غلام رہتا ہے جب تک وہ اپنے بدل کتابت کی آخری رقم ادا نہ

کردے۔ اس اعتبار سے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوتا یعنی اپنی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی اس پر واجب نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ وہ مالی اعتبار سے اپنے آقا سے آزاد ہوتا ہے، اس اعتبار سے اس کے آقا پر اس کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے دو مکاتب غلام تھے اور آپ ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا نہیں کرتے تھے ^{۸۵}۔ آپ مکاتب پر صدقہ فطر کے وجوب کے قائل نہیں تھے ^{۸۶}۔

۳۔ صدقہ فطر کی مقدار: (مادہ زکاة الفطر نمبر ۳ کے جزب) کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ حضور ﷺ نے صدقہ فطر کے طور پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو فرض کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اس چیز کو مقدم رکھتے جسے حضور ﷺ نے مقدم رکھا ہے اور کھجوروں سے صدقہ فطر کی ادائیگی کو پسند کرتے کیونکہ کھجور میں بیک وقت خوراک اور سالن ہوتی ہیں۔ اگر کھجوریں میسر نہ آئیں تو جو نکالتے، جو صرف خوراک ہے۔ ”مصنف عبدالرزاق“ میں مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کھجوریں دینا پسند کرتے تھے ^{۸۷}۔

”الموطا“ کے اندر مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صدقہ فطر کے طور پر صرف کھجوریں نکالا کرتے تھے صرف ایک مرتبہ آپ نے جو ادا کئے تھے ^{۸۸}۔ پھر جب لوگوں میں خوشحالی آگئی اور گندم بکثرت ہونے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جبکہ یہ بات واضح ہے کہ گندم جو سے بہتر اور زیادہ منگنی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تو حضرت معاویہ نے ایک صاع جو کو نصف صاع گندم کے مساوی قرار دے دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو پسند نہیں کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض کردہ جنس بطور صدقہ فطر نکالنے پر قائم رہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مد (ایک پیانے کا نام) کے مطابق چار مد صدقہ فطر نکالتے رہے۔ ^{۸۹}۔ چار مد ایک صاع کے مساوی ہوتے ہیں۔ ابو جہل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا کر دی ہے اور گندم کھجوروں سے افضل ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: میرے رفقاء ایک راہ پر چلے ہیں میں بھی اسی راہ پر چلنا پسند کرتا ہوں“ ^{۹۰}۔

۵۔ صدقہ فطر نکالنے کا وقت: عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”اللہ کے رسول نے صدقہ فطر فضول حرکتوں اور لغو باتوں سے روزہ دار کو پاک کرنے اور مساکین کے لئے پیٹ بھرنے کے ذریعہ کے طور پر فرض کیا ہے۔ اس لئے جو شخص نماز عید سے پہلے اس کی ادائیگی کر دے گا اس کا یہ صدقہ مقبول ہو گا اور جو شخص نماز عید کے بعد اس کی ادائیگی کرے گا اس کے حق میں یہ دیگر صدقات کی طرح ایک صدقہ ہو گا“^{۹۱}۔

آپ نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیتے تھے^{۹۲}۔ اور اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ عید سے دو یا تین دن قبل صدقہ فطر فقراء تک پہنچا دیا جائے تاکہ وہ بھی عید کے لئے کچھ نہ کچھ سامان کر لیں۔ جس شخص کے پاس صدقہ فطر جمع ہوتا آپ اس کی طرف عید سے دو یا تین پہلے اپنا صدقہ فطر بھیج دیتے^{۹۳}۔

زنا (زنا کاری)

۱۔ تعریف: زنا کاری یہ ہے کہ ایک ملک اور تحریم سے باخبر شخص اپنے اختیار سے ایسے فرج میں دلی کرے جو حرام ہو اور ملکیت نیز ملکیت کے شبہ سے خالی ہو

۲۔ حد زنا قائم کرنے کی شرطیں:

الف۔ ہم نے (مادہ حد نمبر ۵) کے اندر ذکر کر دیا ہے کہ کسی انسان پر اس وقت تک حد قائم نہیں جائے گی جب تک وہ عاقل، بالغ اور با اختیار نہ ہو یہاں ہم چند دیگر شرائط کا ذکر کریں گے جن کی موجودگی حد زنا قائم کرنے کے لئے ضروری ہے۔

ب۔ ملکیت کے شبہ سے خالی ہونا: اس لئے کہ اگر زانی کو زانیہ زانیہ کے لئے ضروری ہے۔ کی ذات میں اپنی ملکیت کا شبہ ہو تو اس صورت میں اس سے حد ساقط ہو جائے گی مثلاً اگر ایک شخص اس لونڈی کے ساتھ مہستری کر لے جس کے اندر کسی اور کے ساتھ اس کا اشتراک ہو تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی بلکہ اس کی تعزیر کی جائے گی اور دوسرے شریک کو اختیار ہو گا کہ وہ مذکورہ لونڈی زانیہ کے گلے ڈال دے۔ ایسی صورت میں لونڈی کی قیمت لگائی جائے گی اور مہستری کرنے والا شریک یہ قیمت دے کر مذکورہ لونڈی حاصل کر لے گا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ب) بنا بریں اگر ایک

مغض اپنی بیوی کی لونڈی کے ساتھ ہمبستری کر لے یا اپنی ماں کی لونڈی کے ساتھ یہ فعل کر لے تو وہ زانی قرار پائے گا اور اس پر حد زنا جاری ہوگی۔ خواہ ماں یا بیوی نے مذکورہ لونڈی اس کے لئے حلال قرار دی ہو یا حلال قرار نہ دی ہو اس سے مذکورہ حکم کے اندر کوئی فرق نہیں پڑے گا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز د)

ج۔ احسان: رجم یعنی سنگسار کر دینے کی حد صرف محض زانی پر جاری ہوگی (دیکھئے مادہ احسان) اگر زانی محض نہیں ہو گا تو اسے کوڑے لگائے جائیں گے اور رجم نہیں کیا جائے گا اس پر سب کا اتفاق ہے۔

د۔ آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لینے والے غلام کو حضرت ابن عمرؓ زانی قرار دے کر اس پر حد جاری کرتے تھے۔ آپ کے ایک غلام نے آپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا تھا۔ آپ نے زوجین کے درمیان علیحدگی کر دی اور مکر کو باطل قرار دے کر غلام پر حد جاری کر دی^{۹۳}۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ج کا جز ا)

ه۔ تحلیل یعنی حلالہ کرنے کی نیت سے ہونے والے نکاح کو حضرت ابن عمرؓ زنا کاری تصور کرتے تھے تاہم ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آیا آپ ایسی صورت میں حد واجب کر دیتے تھے یا عقد کے شبہ کی بنا پر اس کا اسقاط کر دیتے تھے (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۲)

و۔ رضامندی: زنا کاری پر اگر اہل کو حضرت ابن عمرؓ حد کے اسقاط کا سبب قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ اگر اہل نمبر ۳ کا جز ج)

۳۔ زنا کاری پر مرتب ہونے والے آثار و احکام

الف۔ حد کا اجرا:

۱۔ محض اور آزاد زنا کار کی حد رجم ہے اور رجم یہ ہے کہ اسے پتھر مارے جائیں یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے۔ غیر محض اور آزاد زنا کار نیز غلام زانی کی حد سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے۔

۲۔ کوڑے اس طرح لگائے جائیں گے کہ اس کی موت واقع نہ ہو۔ کوڑے اس کے پورے جسم پر لگائے جائیں گے۔ عبد اللہ نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آپ کی ایک لونڈی پر حد زنا جاری کی گئی آپ نے کوڑے لگانے والے کو لونڈی کی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ”ذرا ہاتھ ہلکا رکھنا“ یہ سکر میں نے نے عرض

کیا: ”پھر اللہ کا یہ ارشاد کہاں گیا کہ (ولا تاخذکم بهما رافہ“ فی دین اللہ۔ اللہ کے دین کے اندر ان دونوں کے سلسلے میں تمہارے اندر نرمی کا جذبہ پیدا نہ ہونے پائے)“ آپ نے فرمایا: ”تو پھر کیا وہ اسے قتل کر دے؟“ ۹۵۔

۳۔ اگر لونڈی شادی شدہ نہ ہو تو آقا کے لئے جائز ہو گا کہ اس پر خود حد جاری کر دے یا حد لگانے کا کام کسی اور کے سپرد کر دے۔ لیکن اگر لونڈی شادی شدہ ہو تو آقا کو اس پر حد جاری کرنے کا اختیار نہیں ہو گا اس لئے کہ مذکورہ لونڈی کے اندر اس کے شوہر کا بھی حق ہو گا، بلکہ آقا اس کا معاملہ سلطان کے سامنے پیش کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر لونڈی شوہر والی نہ ہو اور پھر وہ زنا کا ارتکاب کر لے تو آزاد عورتوں کو ملنے والی حد کا نصف اس پر جاری کیا جائے گا اور اس کا آقا اسے کوڑے لگائے گا۔ اگر وہ شوہر والی ہو تو اس کا معاملہ سلطان نے سامنے پیش کر دے گا (دیکھئے مادہ حد نمبر ۳ کا جز الف)

۴۔ جلاوطنی کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی ایک لونڈی کو زنا کاری کی بنا پر کوڑے لگائے اور اسے زندک کی طرف جلاوطن کر دیا ۹۶۔
بصا رازی حنفی نے اپنے مسلک کی حمایت میں حضرت ابن عمرؓ نے نقل کیا ہے کہ آپ نے زنا کی مرتکب اپنی ایک لونڈی کو کوڑے لگائے اور اسے جلاوطن نہیں کیا ۹۷۔

ب۔ زانیہ کے ساتھ نکاح:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ دو شرطوں کے ساتھ زانیہ کے ساتھ نکاح کے جواز کے قائل تھے اول یہ کہ اگر زانیہ کے ساتھ نکاح کا خواہشمند زانی کے سوا کوئی اور شخص ہو تو اس صورت میں زانیہ کے استبراء رحم کی تکمیل ہو چکی ہو (دیکھئے مادہ استبراء) یہ استبراء واجب ہے خواہ مذکورہ شخص زانیہ کے ساتھ نکاح کی ابتداء کرنا چاہتا ہو یا وہ اس کی بیوی یا لونڈی ہو اور اس کے ساتھ مہستری کے استمرار کا خواہشمند ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی یا اپنی ام ولد کو زنا کاری میں ملوث پائے تو اس کی قربت ہرگز اختیار نہ کرے“ ۹۸۔ یعنی اس کے قریب اس وقت تک نہ

جائے جب تک وہ اپنا استبراء رحم نہ کر لے دوسری شرط یہ ہے کہ زانیہ زنا کاری سے توبہ کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی توبہ کا علم کیسے ہو گا؟ آپ نے فرمایا: ”اگر زانی اس کے ساتھ دوبارہ یہ فعل بد کرنا چاہے اور وہ اس کے لئے رضامند ہو جائے تو سمجھو کہ اس نے توبہ نہیں کیا اور اگر رضامند نہ ہو تو سمجھ لو کہ اس نے توبہ کر لی“۔^{۹۹}

۲۔ حضرت ابن عمرؓ اس امر میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے کہ زانیہ کے ساتھ نکاح کا خواہشمند وہی شخص ہو جس نے اس کے ساتھ زنا کاری کی ہے یا کوئی اور شخص ہو۔ دوسری صورت کے اندر اگر زانیہ زنا کاری سے توبہ کر لے اور اپنا استبراء رحم بھی کر لے تو مذکورہ خواہشمند کے لئے اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہو جائے گا۔^{۱۰۰}

اگر نکاح کے خواہشمند نے ہی مذکورہ زانیہ کے ساتھ فعل بد کیا ہو اور اس کے بعد زانیہ نے توبہ کر لی ہو تو اس کے لئے اس زانیہ کے ساتھ نکاح کر لینا حلال ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کسی عورت کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے تو کیا وہ اس کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”ہاں بشرطیکہ دونوں توبہ کر لیں اور اپنا کردار درست کر لیں“۔^{۱۰۱}

آپ سے زانیہ کے ساتھ زانی کے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اس کا اول سفاح یعنی بدکاری ہے اور اس کا آخر نکاح ہے“۔^{۱۰۲}

حضرت ابن عمرؓ کی ایک لونڈی تھی اور ایک غلام تھا جو اس کے پاس آتا جاتا تھا ایک روز آپ نے لونڈی کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ ”کیا تو حاملہ ہے؟“ اس نے اس کا جواب اثبات میں دیا، آپ نے پھر پوچھا کہ یہ کس کا حمل ہے، اس نے کہا کہ ”غلام کا“ آپ نے فرمایا: ”کیا اس کا جو تمہارے پاس آتا جاتا ہے“ لونڈی نے اثبات میں جواب دیا: ”آپ نے جب غلام سے استفسار کیا تو وہ صاف کمر گیا۔ اس غلام کی ایک زائد انگلی تھی، آپ نے اس سے کہا کہ ”اگر بچہ ایک زائد انگلی لے کر پیدا ہو تو پھر“ اس نے کہا کہ: ”پھر یہ میرے نطفے سے ہو گا“ پھر ایسا ہوا کہ کہ لونڈی کے ہاں زائد انگلی والا بچہ پیدا ہوا، آپ نے دونوں پر حد زنا جاری کی اور اس کے بعد مذکورہ لونڈی

کے ساتھ اس غلام کا نکاح کر دیا اور پھر اس غلام کو آزاد کر دیا^{۱۰۳}۔

ج۔ ولد زنا (دیکھئے مادہ ولد الزنا)

کفارہ کے اندر زانیہ لونڈی اور اس کے ولد کو آزاد کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ رق

نمبر ۸ کا جز ۱)

زوجہ (بیوی)

عورت کے اندر کن شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ اس کے لئے کسی مرد کی

بیوی کا بننا درست ہو جائے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳)

بیوی پر زنا کی تہمت لگانا (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۲ کا جز الف)

زوجین کے درمیان لعان (دیکھئے مادہ لعان)

بیوی کا نان و نفقہ (دیکھئے مادہ نفقہ نمبر ۲ کا جز الف)

زیارۃ (زیارت یا ملاقات کے لئے جانا)

۱۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

حج کی ادائیگی کے بعد روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت (دیکھئے حج نمبر ۳۵)

۲۔ مریض کی زیارت: مریض کی عیادت کے لئے جانا اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب

مریض کو اس کی ضرورت ہو اور وہ بلا بھیجے (دیکھئے مادہ مرض نمبر ۲)

۳۔ مختلف مقامات کی زیارت: حضرت ابن عمرؓ کے رائے تھی کہ تین مقامات کے سوا

کسی اور مقام کی زیارت کے قصد سے جانا جائز نہیں ہے۔ وہ تین مقامات ہیں۔ مسجد

حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔ آپ کے پاس عرفہ آئے اور کہا کہ ”میں کوہ طور پر

جانا چاہتا ہوں“ آپ نے فرمایا ”صرف تین مسجدوں کے زیارت کے لئے کجاوے کے جا

سکتے ہیں یعنی سزکیا جاسکتا ہے وہ تین مسجدیں یہ ہیں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ

تم طور پر جانے کا ارادہ ترک کر دو اور وہاں نہ جاؤ“^{۱۰۴}۔

قبر کی زیارت (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز ج)

زینہ (آرائش و تزئین)

۱۔ تعریف: زینت وہ چیز ہے جس کے ذریعے آرائش و تزیین کی جائے۔ یہاں زینت سے ہماری مراد تزیین معنی تجل ہے۔ اور یہ زیادہ دقیق معنوں میں اس تجل اور خوبصورتی کا نام ہے جو ایسی منفصل یا متصل اضافی چیزوں سے حاصل کی جائے جو اصل چیز سے پیدا نہ ہوئی ہو^{۱۰۵}۔

۲۔ زینت کا حکم

الف۔ اصل کے اعتبار سے تزیین مستحب ہے اور کسی امر عارضی کی بنا پر اس کی ممانعت ہوتی ہے۔ اس بارے میں بہت سے احادیث منقول ہیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”اپنی جو تیاں اور اپنے کجاوے درست حالت میں رکھو تاکہ لوگوں کے درمیان تمہاری حیثیت چرے پر تل کی طرح نمایاں ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو نہ تو قش پسند ہے اور نہ ہی تفخض“ یعنی ظاہری قباحت اور بدکلامی

تزیین کا استعجاب جمع، عیدین اور اجتماعات کے موقعوں پر موکد ہوتا ہے اسی طرح بیوی کا اپنے شوہر کے لئے تزیین و آرائش کرنا بھی موکد طرز پر مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ عیدین میں اپنے بہترین لباس زیب تن کرتے تھے^{۱۰۶}۔

جج یا عمرہ کا احرام باندھنے والی خاتون کے لئے زیورات وغیرہ کے ذریعے تزیین کرنا مباح ہے۔ احرام باندھنے والے مرد کے لئے سرمہ لگا کر تزیین اختیار کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ھ)

ب۔ عارض ہونے والے درج ذیل امور کے تحت زینت یا تو مکروہ ہوتی ہے یا حرام

۱۔ عدت: عدت گزارنے والی عورت پر زیب و زینت حرام ہے (دیکھئے مادہ عداۃ نمبر ۲)

۲۔ فتنہ سامانی: عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں انکے ساتھ

متصل زیب و زینت کی حالت میں ظاہر کرے بشرطیکہ اس سے اس کا مقصد اجنبی مردوں کے سامنے بن ظن کر لگانا نہ ہو (دیکھئے مادہ حجاب نمبر ۲ کا جز الف)

۳۔ تزیین حاصل کرنے کے ذریعے کی تحریم مثلاً شراب نیز دیگر محرمات کے ذریعے ہالوں کو نکھنی کرنا (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۳ کا جز ج)

۴۔ اسراف مثلاً کعبہ شریف کی تزیین: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم قریش کو

دیکھو کہ انہوں نے بیت اللہ کو گرا کر اس کی ازسرنو تعمیر کی ہے اور پھر اس کی تزیین و آرائش کردی ہے تو ایسی صورت میں اگر تم مر سکو تو مرجاؤ“ ۱۰۷۔

یا مثلاً دیواروں پر پردے لگنا: سالم بن عبد اللہ نے روایت کی ہے کہ: ”میں نے اپنے والد محترم کے زمانے میں دلسن لانے کے سلسلے میں ایک دعوت کا اہتمام کیا، میرے والد نے لوگوں کو بلایا۔ حضرت ابو ایوبؓ جلد آگئے انہوں نے سراٹھا کر دیکھا تو گھر کو سبز رنگ کے پردوں میں چھپا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا: ”عبد اللہ! کیا تم لوگ دیواروں پر پردے لگاتے ہو؟“ میرے والد نے کچھ خجالت کے ساتھ جواب دیا: ”ابو ایوبؓ، ہم کیا کریں، گھر کی عورتیں ہم پر غالب آگئیں“ یہ سن کر حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا: ”کسی اور کے بارے میں خطرہ ہو سکتا تھا کہ کئیں عورتیں اس پر غالب نہ آجائیں لیکن آپ پر عورتوں کے غلبہ کا مجھے خطرہ نہیں تھا“ پھر کہا: ”میں تمہارا کھانا نہیں کھاؤں گا اور نہ ہی تمہارے کسی گھر میں داخل ہوں گا یہ کہہ کر حضرت ابو ایوبؓ واپس چلے گئے“ ۱۰۸۔

۵۔ غیر مرئی زیب و زینت کے اندر مبالغہ سے کام لینے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے مثلاً بالوں میں کنگھی کرنا اور تیل لگانا ایک روایت کے مطابق آپ ہر روز بالوں کو کنگھی کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے ۱۰۹۔ دوسری روایت کے مطابق آپ ہر روز دو مرتبہ سر میں تیل ڈالتے تھے ۱۱۰۔ دونوں روایتوں میں تطبیق کی ---- واللہ اعلم ---- یہ صورت ہو سکتی ہے کہ آپ بلا ضرورت زیب و زینت میں مبالغہ کو مکروہ سمجھتے تھے البتہ ضرورت کے موقعہ پر اس کی رخصت دیتے تھے۔

۳۔ بانیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تعتم نمبر ۲ کا جزب)

فروخت کے لئے پیش کی جانے والی لونڈی کی آرائش و تزیین۔ یہ تزیین معج میں داخل سمجھی جاتی ہے (دیکھئے مادہ معج نمبر ۳ کا جز ج)
عید کے لئے تزیین (دیکھئے مادہ عید نمبر ۲)

ہر جمعہ کو انسان کا اپنی پونچھیں صاف کرنا (دیکھئے مادہ شارب نمبر ۲)

بالوں کو خضاب یعنی انسان کا اپنی داڑھی سنوارنا (دیکھئے مادہ لمیہ نمبر ۲) مندی لگانا (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۱)

احرام باندھنے سے پہلے سر پر تیل لگانے کی اباحت اور احرام کے بعد اس کی ممانعت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ھ کا جز ۳)

دیواروں کو پردوں سے آراستہ کرنا (دیکھئے مادہ ستارۃ نمبر ۲)

اجنبی مردوں کے سامنے عورتوں کو اپنی کونسی زیب و زینت ظاہر کرنا جائز ہے۔ (دیکھئے مادہ حجاب نمبر کا جز ج)

حرف الزاء میں مذکورہ حوالہ

جات

۱- عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳، ص ۱۷۳
ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵، ب' احکام
القرآن ص ۱۱۳، ۱۱۴ ج ۳

۲- الدر المنثور ص ۴۰۱ ج ۶، المغنی ص
۵ ج ۲۰۴

۳- سنن بیہقی ص ۸۳ ج ۴، الموطا ص
۲۵۶ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۸ ج ۱، المجموع
ص ۱۳ ج ۶

۴- تفسیر طبری ص ۸۳ ج ۱۰، عبدالرزاق
ص ۱۰۶ ج ۱۳ احکام القرآن ص ۱۰۶ ج ۳

۵- المغنی ص ۶۲۲ ج ۲، بدائع الصنائع ص
۴ ج ۲، المجموع ص ۲۹۹، ۲۹۷ ج ۵

۶- عبدالرزاق ص ۶۹ ج ۴، ابن ابی شیبہ
ص ۱۳۲ ج ۱ الاموال ص ۴۵۱ سنن
بیہقی ص ۱۰۸ ج ۴

۷- عبدالرزاق ص ۷۰ ج ۹۸ ج ۴
سنن بیہقی ص ۳ ج ۶، المحلی ص ۱۰۰ ج ۶،
الاموال ص ۴۵۱

۸- سنن بیہقی ص ۳ ج ۶

۹- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ ج ۱

۱۰- حوالہ درج بالا

۱۱- المجموع ص ۲۹۹ ج ۵، سنن بیہقی ص
۵ ج ۳۲۷

۱۲- سنن بیہقی ص ۱۰۸ ج ۴، ابن ابی شیبہ
ص ۱۳۵ ج ۱، المغنی ص ۶۲۳ ج ۲، کشف
الغمہ ص ۷۹ ج ۱

۱۳- عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۴، سنن بیہقی
ص ۱۳۵ ج ۱

۱۴- کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱

۱۵- المحلی ص ۵۸۴ ج ۸

۱۶- عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۴، ابن ابی
شیبہ ص ۱۳۲ ج ۱، المحلی ص ۲۰۳ ج ۵،
الاموال ص ۴۶۰، احکام القرآن ص ۱۵۰ ج
۳، کشف الغمہ ص ۷۹ ج ۱

۱۷- المحلی ص ۲۱۳ ج ۹

۱۸- المغنی ص ۳۷۴ ج ۹

۱۹- سنن بیہقی ص ۱۵۰ ج ۴، المحلی ص
۹۴، ۱۰۰، ۱۰۴ ج ۶، المغنی ص ۴۶ ج ۳،
الاموال ص ۴۳۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱

ج ۱

۲۰- حوالہ جات درج بالا

۲۱- المحلی ص ۹۴ ج ۹

۲۲- عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۴، المغنی

- ص ۳۶ ج ۳
 ۲۲- الاموال ص ۵۰۹، خراج یحییٰ بن
 آدم ص ۱۶۲، المحلی ص ۲۵۸ ج ۵، المغنی
 ص ۴۲ ج ۳، ص ۷۲ ج ۲ سنن بیہقی ص
 ۴۱۸ ج ۴
 ۲۳- الاموال ص ۵۱۰
 ۲۴- ابن ابی شیبہ ص ۳۵، اب ج ۱، المغنی
 ص ۲۹ ج ۳
 ۲۵- عبدالرزاق ص ۷۸ ج ۴، ابن ابی
 شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱، الموطا ص ۲۴۵ ج ۱، سنن
 بیہقی ص ۱۰۳، ۱۰۹ ج ۴، المحلی ص ۲۳۵
 ۷۲ ج ۵، ص ۸۳، ۸۵، ۱۰۴ ج ۶
 الاموال ص ۱۱، شرح السنہ ص ۶۲۸ ج ۶
 المغنی ص ۶۲۶ ج ۲، المجموع ص ۳۲۲ ج ۵
 ۲۶- شرح السنہ ص ۵۰۵ ج ۵، المغنی ص
 ۶ ج ۳
 ۲۷- عبدالرزاق ص ۸۸، ۹۰ ج ۴، ابن
 ابی شیبہ ص ۱۳۱ ج ۱، المحلی ص
 ۶۶ ج ۱، الاموال ص ۴۲۱، احکام القرآن ص
 ۵۰ ج ۳، سنن بیہقی ص ۷۸ ج ۴، المجموع
 ص ۱۷ ج ۶
 ۲۸- المحلی ص ۸۳ ج ۶
 ۲۹- سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۴
 ۳۰- ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۱، سنن بیہقی
- ص ۷۸ ج ۴، المحلی ص ۲۳۲ ج ۵
 الاموال ص ۴۲۵، شرح السنہ ص ۶۵۲ ج
 ۵، المغنی ص ۲۹ ج ۳
 ۳۱- عبدالرزاق ص ۷۸ ج ۴، الاموال
 ص ۴۲۵
 ۳۲- سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۴
 ۳۳- حوالہ مذکورہ بالا
 ۳۴- حوالہ مذکورہ بالا نیز عبدالرزاق ص
 ۸ ج ۴
 ۳۵- سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۴، المحلی ص
 ۶۲ ج ۶
 ۳۶- المحلی ص ۳۳۳ ج ۶
 ۳۷- مراتب الاجتماع لابن حزم ص ۳۶
 ۳۸- المغنی ص ب ۶۹ ج ۲، المحلی ص
 ۱۱۲ ج ۵
 ۳۹- المحلی ص ۲۲۱ ج ۵، الاموال ص ۶۹
 ۴۰- خراج ابو یوسف ص ۶۵
 ۴۱- سنن بیہقی ص ۱۲۱ ج ۴، المغنی ص
 ۶۹۵ ج ۲، ایک وسق - ۶۰ صاع - ۱۶۵ لیر
 ۴۲- عبدالرزاق ص ۱۳۵ ج ۴، ابن ابی
 شیبہ ص ۱۳۳ ج ۱، الاموال ص ۷۶ ج ۴، خراج
 یحییٰ بن آدم ص ۱۵۲
 ۴۳- احکام القرآن ص ۹ ج ۳
 ۴۴- ابن ابی شیبہ ص ۷۸ ج ۱

- ۴۴- سنن بیہقی ص ۱۳۲ ج ۴ الدر
المشور ص ۴۹ ج ۳ الحل ص ۲۱۷ ج ۵
خراج یحیی بن آدم ص ۱۲۸ احکام القرآن
ص ۴۱۱ ج ۳
۴۵- الاموال ص ۴۶۳، ۴۹۹ المجموع
ص ۵۳۰ ج ۵
۴۶- موسوع فقہ عمرادہ زکوۃ نمبر ۴ کے
جزد کا جز ۷ نیز مادہ زکوۃ نمبر ۴ کا جز داؤ
۴۷- حوالہ درج بالا
۴۸- الاموال ص ۵۶۸
۴۹- عبدالرزاق ص ص ۴۴، ۴۶
الاموال ص ۵۶۹
۵۰- سنن بیہقی ص ۱۱۵ ج ۴ الاموال ص
۵۷۰ المجموع ص ۱۶۳ ج ۶
۵۱- عبدالرزاق ص ۴۵ ج ۴
۵۲- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱ سنن بیہقی
ص ۱۱۵ ج ۴ ص ۱۶۳ ج ۶ المغنی ص
۲ ج ۶۴۲
۵۳- عبدالرزاق ص ۴۹ ج ۴ الاموال
ص ۵۷۰، المغنی ۲ ج ۶۴۲
۵۴- ابن ابی شیبہ ص ص ۱۳۵، ۱۳۸ ج ۱
۵۵- عبدالرزاق ص ۴۶ ج ۴ الاموال
ص ۵۶۸، المغنی ص ۶۴۳ ج ۲ المجموع ص
۶ ج ۱۶۳
۵۶- البدایہ والنہایہ ص ۵ ج ۹
۵۷- عبدالرزاق ص ۴۶ ج ۴
۵۸- الاموال ص ۵۶۹
۵۹- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱
۶۰- الاموال ص ۵۷۲
۶۱- حوالہ درج بالا
۶۲- عبدالرزاق ص ۴۷ ج ۴
۶۳- عبدالرزاق ص ۴۹ ج ۴
۶۴- المغنی ص ۲۲۲ ج ۶
۶۵- الحل ص ۱۵۸ ج ۶ ابن ابی شیبہ
ص ۴۳۹ ج ۱ الاموال ص ۵۴۸
۶۵- الدرالمشور ص ۲۵۱ ج ۳
۶۶- الدرالمشور ص ۲۵۲ ج ۳ احکام
القرآن ص ۱۲۳ ج ۳
۶۷- ابن ابی شیبہ ص ۱۷۹ ج ۱ الاموال
ص ۵۴۸، الحل ص ۱۵۸ ج ۶
۶۸- مستدراری ص ۴۲۸ ج ۲ المجموع
ص ۶۲۲۵ ج ۶
۶۹- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱
۷۰- سنن بیہقی ص ۸۷ ج ۴
۷۱- الموطن ص ۲۶۴ ج ۱
۷۲- عبدالرزاق ص ۳۸ ج ۴ ابن ابی
شیبہ ص ۱۳۷ ج ۱ المغنی ص ۶۵۲ ج ۲
۷۳- بخاری شریف باب ”هل شيتري“

- صدقہ“
- ۷۴- فتح الباری ص ۳۵۳ ج ۳
- ۷۵- طبقات ابن سعد ص ۱۶۰ ج ۴
- ۷۶- الحلی ص ۱۰۸ ج ۶، المغنی ص ۶۵۲ ج ۲، عبدالرزاق ص ۱۱۹ ج ۹، ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ ج ۱
- ۷۷- سنن ابی داؤد ابن ماجہ فی الزکوۃ باب زکوۃ الفطر
- ۷۸- کشف الغمہ ص ۱۸۳ ج ۱
- ۷۹- عبدالرزاق ص ۳۲۸ ج ۳، الموطا ص ۶۷۰ ج ۶
- ۸۰- سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴
- ۸۱- سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴
- ۸۲- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱
- ۸۳- فتح الباری ص ۳۷۱ ج ۳
- ۸۴- بخاری فی الزکوۃ باب صدقۃ الفطر علی العبد وغیرہ من المسلمین
- ۸۵- عبدالرزاق ص ۳۲۳ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۴
- الحلی ص ۱۳۵ ج ۶، المجموع ص ۱۳۶ ج ۶
- ۸۶- الحلی ص ۱۳۵ ج ۶
- ۸۷- عبدالرزاق ص ۳۷۱ ج ۳، المجموع ص ۱۲۵ ج ۵، المغنی ص ۱۶۷ ج ۱۱
- ۸۸- الموطا ص ۲۸۳ ج ۱، المغنی ص ۲۱
- ج ۳، الحلی ص ۱۲۷ ج ۶
- ۸۹- بخاری فی الایمان والذو رباب صاع المدینہ، الحلی ص ۲۴۴ ج ۵
- ۹۰- الحلی ص ۱۲۷ ج ۱۶، المغنی ص ۱۶۱ ج ۳
- ۹۱- سنن ابی داؤد، ابن ماجہ فی زکوۃ باب، زکوۃ الفطر، بخاری فی الزکوۃ باب صدقۃ الفطر علی العبد وغیرہ، شرح السنہ ص ۶۷۰ ج ۶
- ۹۲- ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱
- ۹۳- عبدالرزاق ص ۳۲۹ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۴۱ ج ۱، الموطا ص ۲۸۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۱۲ ج ۴، الام ص ۲۵۸ ج ۷، شرح السنہ ص ۶۷۱ ج ۶، کشف الغمہ ص ۱۸۳ ج ۱
- ۹۴- عبدالرزاق ص ۲۴۴ ج ۷، سنن سعید بن منصور ص ۱۹۷ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۰ ج ۲، سنن بیہقی ص ۱۰۰ ج ۷، الحلی ص ۲۶۷ ج ۹، تفسیر قرطبی ص ۵۱۶ ج ۵، المغنی ص ۵۱۶ ج ۶
- ۹۵- عبدالرزاق ص ۳۷۱ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۴۴ ج ۸
- ۹۶- عبدالرزاق ص ۳۱۲ ج ۷، الحلی ص ۱۸۳ ج ۱۱، المغنی ص ۱۶۷ ج ۱۱

- ۹۷- احکام القرآن ص ۲۵۶ ج ۳
 ۹۷ب- الحلی ص ۷۶ ج ۹ احکام القرآن
 ص ۲۶۵ ج ۳
 ۹۸- ابن ابی شیبہ ص ۲۱۳ ج ۱ الحلی ص
 ۷۸ ج ۹
 ۹۹- المغنی ص ۶۰۳ ج ۶
 ۱۰۰- احکام القرآن ص ۲۶۵ ج ۳
 ۱۰۱- الحلی ص ۷۵ ج ۹
 ۱۰۲- ابن ابی شیبہ ص ۲۱۹ ج ۲
 ۱۰۳- عبدالرزاق ص ۲۰۵ ج ۷
 ۱۰۴- عبدالرزاق ص ۱۳۲، ۱۳۵ ج ۵
 ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱
 ۱۰۵- موسوع الفقہ الاسلامی
 بحث ”التحسین“
 ۱۰۶- سنن بیہقی ص ۲۸۱ ج ۳
 ۱۰۷- کنز العمال نمبر ۳۱۴۱
 ۱۰۸- المغنی ص ۷۷ ج ۷، شرح السنہ ص
 ۱۴۸ ج ۹
 ۱۰۹- طبقات ابن سعد ص ۱۵۷ ج ۴
 ۱۱۰- حوالہ درج بالا

حرف السین

سائبہؓ (سائبہ)

سائبہ وہ غلام ہے جسے اس شرط کے ساتھ آزاد کیا جائے کہ آقا کی اس پر کوئی دلاء نہیں ہوگی۔

سائبہ کے ترکہ سے آقا وارث نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ج) نیز مادہ ترکہ نمبر ۲ کا جز د)

سائمۃ (چرنے والے جانور)

سائمۃ مویشی وہ چوپائے ہیں جو سال کا اکثر حصہ مفت چرتے رہیں۔

سائمۃ مویشیوں پر زکوٰۃ کا وجوب (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز الف)

سوال (سوال کرنا)

بہ کا سوال (دیکھئے مادہ جبہ نمبر ۴)

اللہ سے حاجت روائی کا سوال (دیکھئے مادہ دعا)

سور (جوٹھا پانی)

۱۔ تعریف: پینے سے بچ رہنے والے پانی کو سور کہتے ہیں۔

۲۔ سور کا ظاہر ہونا: جوٹھا پانی یا تو انسان کا ہو گا یا جانور کا پھر جانور یا تو حلال جانور

ہو گا یا حرام جانور۔

الف۔ انسان کا جوٹھا پانی بالاتفاق پاک ہے اسے پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے

بشرطیکہ مذکورہ انسان جنبی نہ ہو۔ جنبی ہونے کی صورت میں اس کے جوٹھے پانی سے

وضو کرنا حلال نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز ب) نیز (مادہ حیض نمبر ۳ کے جز ھ

کا جز ۷)

ب۔ حلال جانور کا جوٹھا بھی بالاتفاق پاک ہے اسے پینا اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ گھوڑے کے جوٹھے پانی کو استعمال

کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ ۱۔

ج۔ حرام جانور کا جوٹھا پانی نجس ہے اور اس سے وضو کرنا سرے سے جائز نہیں حضرت ابن عمرؓ گدھے اور کتے کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے ۲۔

بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے اس روایت کا طریق استدلال یہ ہے کہ بلی کا گوشت حلال نہیں ہے اور جانور کا جوٹھا اس کے گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو اس کے گوشت کا حکم ہے۔ اس لئے بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ بلی کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا اور اسے پی لینا مباح ہے کیونکہ بلی وہ جانور ہے جس سے بیج کر رہنا ممکن نہیں ہے۔ یہ ان میں سے ہے جو گھر کے اندر بار بار آنے جانے والے یا آنے جانے والیاں ہیں۔ اس علت کی بنا پر اس کے جوٹھے پانی کے بارے میں رخصت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس وضو کا پانی رکھ دیا گیا۔ ایک بلی آئی اور اس میں سے کچھ پانی پی گئی۔ آپ اس پانی سے وضو کرنے لگے تو آپ سے کہا گیا کہ بلی نے اس میں سے پی لیا ہے آپ نے فرمایا: ”بلی اہل بیت یعنی کنبہ کے افراد میں سے ہے“ ۳۔

سب (گالی دینا)

کسی کو ایسے وصف سے موصوف کرنا سب کہلاتا ہے جس میں اس کی بے عزتی یا تحقیر کا پہلو موجود ہو۔

اگر ذی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب و شتم کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا (دیکھئے مادہ ذمتہ نمبر ۲ کا جز الف)

سببی (جنگلی قیدی)

برسویکار کافروں کی جو عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ آجائیں انہیں سببی کہا جاتا ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانا (دیکھئے مادہ ر ق نمبر ۲)

جنگ میں قید ہونے والی عورت کا استبراء (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا ج ۲ ب)

سبیل اللہ (راہ خدا)

حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک ”فی سبیل اللہ“ کی تعبیر کافر دشمن کے خلاف جہاد کو شامل ہے اور حج نیز عمرہ کو بھی شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی چیز کو فی سبیل اللہ دینے کی نذر مان لے تو اس کے لئے مذکورہ چیز حج یا عمرہ میں لگا دینا جائز ہوگا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۵) نیز (مادہ عمرہ نمبر ۲)

ستائر (پردے)

۱۔ تعریف: دروازوں اور کھڑیوں پر لٹکائے جانے والے پردوں کو ستائر کہا جاتا ہے تاکہ اندر نظر نہ جائے اسی طرح دیواروں کو نظروں سے چھپانے کے لئے ان پر آویزاں کئے جانے والے پردے بھی ستائر کہلاتے ہیں۔

۲۔ ان کا حکم: پردوں کا استعمال اس غرض سے مشروع ہے کہ پوشیدہ باتوں سے آگاہ ہونے سے غیروں کو روکا جائے اور گھر کے راز گھر کی چار دیواری تک محدود رہیں لیکن تزئین و آرائش کے لئے پردوں کا استعمال اسراف میں داخل ہے اور حلال نہیں ہے (مادہ زینہ نمبر ۲ کے ج ۲ ب کے ج ۳) میں سالم بن عبد اللہ کی روایت گزر چکی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں شب عروسی کے سلسلے میں دعوت کا انتظام کیا، میرے والد نے لوگوں کو بلایا۔ حضرت ابو ایوبؓ بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ میری کوٹھڑی کو سبز پردوں سے سجایا گیا۔ حضرت ابو ایوبؓ ذرا جلد آگئے انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ کوٹھڑی سبز پردوں سے سجدی ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا: ”عبداللہ تم لوگ دیواروں پر پردے لٹکاتے ہو؟“ میرے والد نے کچھ شرمساری سے جواب دیا: ”ابو ایوبؓ ہم کیا کریں، گھر کی عورتیں ہم پر غالب آگئیں“ یہ سن کر انہوں نے کہا: ”کسی اور پر عورتوں کے غالب آنے کا مجھے خطرہ ہو سکتا تھا لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ خطرہ نہیں تھا“ پھر کہا ”تمہارا کوئی کھانا نہیں کھاؤں گا

اور نہ ہی تمہاری کسی کو ٹھڑی میں داخل ہوں گا“ اور پھر وہاں سے چلے گئے۔^۴
حضرت ابن عمرؓ نے ان کی اس بات کا برا نہیں منایا۔

سترۃ (سترہ)

۱۔ تعریف: نماز پڑھنے والا اپنے سامنے جو لٹھی وغیرہ آڑ کے طور پر کھڑی کر دیتا ہے اسے سترہ کہتے ہیں۔

۲۔ سترہ قائم کرنے کا حکم: معلیٰ کے لئے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو یا آبادی میں۔ حضرت ابن عمرؓ ہمیشہ سترہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔^۵
اگر آپ مسجد میں نماز پڑھتے اور کسی ستون کو سترہ نہ بنا سکتے تو نافع سے فرماتے: ”اپنی پشت میری طرف کر کے بیٹھ جاؤ“۔^۶ اور اس طرح نافع کو سترہ بنا لیتے۔ مقتدی کے لئے اپنی خاطر سترہ قائم کرنا مسنون نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ اس کے لئے کافی ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے سترہ ہے۔“

۳۔ کس چیز کو سترہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے؟

ہر ایسی چیز کا سترہ بننا جائز ہے جو نمازی کی نماز کا احساس دلائے اور سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کر دے۔ بنا بریں بے جان چیز مثلاً لٹھی وغیرہ کا سترہ بننا جائز ہے۔ اگر بے جان چیز سترہ بنے تو مستحب ہے کہ وہ ایک گز کی مقدار ہو کیونکہ اس سے کم مقدار کی چیز متنبہ نہیں کر سکتی۔ حضرت ابن عمرؓ کے سترہ کی مقدار کجاوے کے بچھلے حصے یعنی گز بھر کی تھی۔^۸

ہم پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ آپ مسجد کے ستون کو سترہ بنانے کی کوشش کرتے تاکہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ جانور کو بھی سترہ بنانا جائز ہے حضرت ابن عمرؓ اپنے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور اونٹ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آؤن جاتا۔^۹

انسان کا سترہ بننا بھی جائز ہے۔ ہم پہلے جان چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نافع کو اپنے آگے بٹھا دیتے اور ان سے فرماتے: ”اپنی پشت میری طرف کر لو“۔^{۱۰}

اور نہ ہی تمہاری کسی کو ٹھڑی میں داخل ہوں گا“ اور پھر وہاں سے چلے گئے۔^۴
حضرت ابن عمرؓ نے ان کی اس بات کا برا نہیں منایا۔

سترۃ (سترہ)

۱۔ تعریف: نماز پڑھنے والا اپنے سامنے جو لاٹھی وغیرہ آڑ کے طور پر کھڑی کر دیتا ہے اسے سترہ کہتے ہیں۔

۲۔ سترہ قائم کرنے کا حکم: معنی کے لئے سترہ قائم کرنا مستحب ہے خواہ وہ کھلے میدان میں نماز پڑھ رہا ہو یا آبادی میں۔ حضرت ابن عمرؓ ہمیشہ سترہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔^۵

اگر آپ مسجد میں نماز پڑھتے اور کسی ستون کو سترہ نہ بنا سکتے تو نافع سے فرماتے: ”اپنی پشت میری طرف کر کے بیٹھ جاؤ“۔^۶ اور اس طرح نافع کو سترہ بنا لیتے۔ مقتدی کے لئے اپنی خاطر سترہ قائم کرنا مسنون نہیں ہے بلکہ امام کا سترہ اس کے لئے کافی ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے سترہ ہے۔“

۳۔ کس چیز کو سترہ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے؟

ہر ایسی چیز کا سترہ بننا جائز ہے جو نمازی کی نماز کا احساس دلانے اور سامنے سے گزرنے والے کو متنبہ کر دے۔ بنا بریں بے جان چیز مثلاً لاٹھی وغیرہ کا سترہ بننا جائز ہے۔ اگر بے جان چیز سترہ بنے تو مستحب ہے کہ وہ ایک گز کی مقدار ہو کیونکہ اس سے کم مقدار کی چیز متنبہ نہیں کر سکتی۔ حضرت ابن عمرؓ کے سترہ کی مقدار کجاوے کے پچھلے حصے یعنی گز بھر کی تھی۔^۷

ہم پہلے معلوم کر چکے ہیں کہ آپ مسجد کے ستون کو سترہ بنانے کی کوشش کرتے تاکہ اس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کریں۔ جانور کو بھی سترہ بنانا جائز ہے حضرت ابن عمرؓ اپنے اونٹ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے اور اونٹ آپ کے اور قبلہ کے درمیان آؤبن جاتا۔^۸

انسان کا سترہ بننا بھی جائز ہے۔ ہم پہلے جان چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نافع کو اپنے آگے بٹھا دیتے اور ان سے فرماتے: ”اپنی پشت میری طرف کر لو“۔^۹

سجود (سجدہ کرنا)

۱۔ تعریف: سات اعضاء (پیشانی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں) زمین پر رکھنا سجود کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنے چہرے کے ساتھ اپنے دونوں ہاتھ بھی زمین پر رکھے کیونکہ دونوں ہاتھ بھی اسی طرح سجدہ کرتے ہیں جس طرح چہرہ سجدہ کرتا ہے اور جب اپنا سر اٹھائے تو اس کے ساتھ دونوں ہاتھ بھی اٹھالے“ ۱۱۔

۲۔ سجدہ کرنے کی کیفیت

الف۔ سجدہ کرنے کے لئے اعضاء کو زمین پر رکھنے کی ترتیب: جب انسان نماز میں کھڑا ہو اور پھر سجدے میں جانا چاہے تو اپنے ہاتھوں سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے گا حضرت ابن عمرؓ اپنے دونوں ہاتھوں سے پہلے اپنے دونوں گھٹنے زمین پر رکھتے تھے ۱۲۔

سجدے سے قیام کی حالت کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے کہ آیا گھٹنے اٹھانے سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے گیا ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اٹھائے گا؟ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سجدے سے اٹھتے تو گھٹنے اٹھانے سے پہلے ہاتھ اٹھالیتے ۱۳۔

عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ آپ جب سجدے سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھانے سے پہلے ان کے سارے قیام کی حالت میں واپس آتے ۱۴۔

میری رائے ہے۔۔۔ واللہ اعلم۔۔۔ کہ جب آپ جو ان تھے تو گھٹنے اٹھانے سے پہلے اپنے ہاتھ اٹھالیتے، لیکن جب بوڑھے ہو گئے تو آپ کے لئے ایسا کرنا مشکل ہو گیا پھر آپ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے اٹھاتے اور ہاتھوں کے سارے قیام کی حالت میں واپس آتے۔

ب۔ گپڑی کے کنارے پر سجدہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ گپڑی کے کنارے پر سجدہ کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ جب سجدے میں جاتے تو گپڑی اوپر کر دیتے اور اپنی پیشانی زمین پر

رکھتے ۱۵۔

اپنے چہرے کے سامنے کوئی چیز بچھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہ ہے حضرت ابن عمرؓ جب کسی چیز پر نماز پڑھتے تو سجدہ بھی اس پر کرتے ۱۶۔

ج۔ سجدے کے اندر ناک کو پیشانی کے ساتھ ملانا: سجدہ کرتے وقت ناک کو پیشانی کے ساتھ ملانے کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق سجدہ صرف اس وقت مکمل ہوتا ہے جب پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کیا جائے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جب تمہاری ناک زمین سے لگ جائے تو گویا تم نے سجدہ کر لیا“ ۱۷۔ آپ جب سجدہ کرتے تو اپنی پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھتے ۱۸۔

دوسری روایت میں ہے کہ سجدے میں پیشانی کے ساتھ ناک کو ملانا مسنون نہیں ہے ابو ایشاء نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے سجدہ کیا اور اپنی ناک زمین پر نہیں رکھی۔ میں نے آپ سے اس بارے میں استفسار کیا تو آپ نے جواب دیا کہ: ”میری ناک میرے چہرے کی ابھری ہوئی جگہ ہے اور میں اپنے چہرے کو بد نما کرنا پسند نہیں کرتا“ ۱۹۔

اس روایت کی حیثیت جو بھی ہو ہم حضرت ابن عمرؓ سے اسے مستحب سمجھتے ہیں کیونکہ مذکورہ فقرہ آپ کے کلام سے مشابہت نہیں رکھتا اور نہ ہی اس سے آپ کے فکر کی عکاسی ہوتی ہے تاہم آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جب انسان اپنی پیشانی زمین پر رکھدے تو اس کے لئے اتنا ہی کرنا کافی ہو جائے گا“ ۲۰۔

د۔ سجدے میں دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا: یہ مستحب ہے کہ نمازی سجدہ کرنے کے لئے اپنے چہرے کی خاطر کوئی چیز مخصوص نہ کرے کہ چہرہ تو اس چیز کے ساتھ لگے اور اس کے باقی اعضاء اس کے ساتھ نہ لگیں بلکہ وہ جس چیز پر اپنا چہرہ رکھے اس پر اپنے ہاتھ بھی رکھے۔ حسن کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب سجدہ کرتے تو اپنی ہتھیلیاں بھی اس چیز پر رکھتے جس پر اپنا چہرہ رکھتے، میں نے آپ کو شدید سردی کے دن دیکھا تھا کہ آپ نے اپنے دونوں کف دست اپنے برنس (ایسا لباس جس کا کچھ حصہ ٹوپی کی جگہ کام

دے) سے باہر نکال کر انہیں کنکریوں کے فرش پر رکھا^{۲۱}۔

یہ بات مستحسن ہے کہ نمازی سجدے کے اندر اپنے دونوں کف دست اپنے کانوں کے برابر زمین پر رکھے۔ حضرت ابن عمرؓ سجدہ کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کے برابر رکھتے^{۲۲}۔ لیکن اگر نمازی انہیں اپنے کانوں سے دور رکھے تو بھی جائز ہے اسود بن یزید نفعی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ نمازی سجدہ کرتے وقت اپنے ہاتھ کہاں رکھے؟ آپ نے جواب دیا: ”ہاتھ جہاں بھی پڑ جائیں انہیں وہیں بھیکھو“^{۲۳}۔

سجدے کے اندر نمازی اپنے ہاتھ کی انگلیاں کشادہ نہیں کرے گا بلکہ انہیں پھیلا دے گا حضرت ابن عمرؓ کسی شخص کو نماز کے اندر اپنی انگلیاں کشادہ کئے ہوئے اگر دیکھتے تو اسے اس سے روکتے۔ آپ اپنی انگلیوں کو ملا کر انہیں پھیلا دیتے^{۲۴}۔

نمازی اپنے ہاتھ کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب کوئی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھ قبلہ رخ رکھے کیونکہ ہاتھ بھی چہرے کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں۔“^{۲۵} حضرت ابن عمرؓ خود اسی طرح کرتے تھے۔ طاؤس بن کیسان کہتے ہیں کہ: ”میں نے کسی نمازی کو حضرت ابن عمرؓ کی بیت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا جو آپ سے بڑھ کر اپنا چہرہ اپنے کف دست اور اپنے قدموں کو قبلہ رخ کرتا ہو“^{۲۶}۔

نمازی اپنے دونوں بازوؤں کو زمین پر نہیں بچھائے گا۔ جب وہ انہیں زمین سے دور رکھے گا تو پھر وہ انہیں جہاں کہیں بھی رکھے اس سے اس کی نماز کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آدم بن علی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا میں اپنے بازوؤں کو زمین سے دور نہیں رکھتا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا: ”بھتیجے درندے کی طرح اپنے بازو زمین پر نہ پھیلاؤ“ اپنی ہتھیلیوں پر زور ڈالو اور اپنے بازوؤں کو ظاہر کرو اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارا ہر عضو سجدہ کر لے گا“^{۲۷}۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ”کیا میں سجدہ کرتے وقت اپنی کہنی ران پر رکھ لوں؟“ آپ نے فرمایا: ”تمہارے لئے ایسی صورت میں سجدہ کرنا کس طرح ممکن ہو گا“

۲۸۔

آپ جب سجدہ کرتے تو بازوؤں کو زمین سے دور رکھتے اور انہیں اپنے پہلو کے ساتھ ملا لیتے ۲۹۔

۵۔ ضرورت کی حالت میں سجدہ: اگر نمازی کے لئے کسی سبب مثلاً بیماری یا بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے سجدہ کرنا متعذر ہو جائے تو وہ ممکن حد تک اشارے سے سجدہ کرے گا ابو الاسود کو فالج ہو گیا۔ وہ صرف اسی صورت میں سجدہ کر سکتے جب ان کے سامنے چھوٹا ٹکیہ بلند کر دیا ہوتا۔ وہ اس ٹکیے پر سجدہ کر لیتے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر وہ زمین پر سجدہ کر سکیں تو ٹھیک ہے ورنہ اشارے سے سجدہ کر لیں۔ ان کی پیشانی کے سامنے کوئی چیز بلند نہ کی جائے“ ۳۰۔

حضرت ابن عمرؓ اگر بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے زمین پر سجدہ نہ کر سکتے تو اشارے سے سجدہ کرتے ۳۱۔

اگر نمازی کے سامنے سجدے کے لئے کوئی چیز بلند کر دی جائے تو یہ بات مکروہ ہوگی کڑی پر سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں اس بات کا حکم نہیں دوں گا کہ تم اللہ کے سوا بت بنا لو“ ۳۲۔

آپ صفوان بن المعطل کے پاس گئے وہ ایک ٹکیے پر سجدہ کر رہے تھے آپ نے انہیں ٹکیے یا کنکریوں پر سجدہ کرنے سے روک دیا اور اشارے سے سجدہ کرنے کا حکم دیا ۳۳۔

۶۔ سجدے کے اندر دعا: حضرت ابن عمرؓ سجدے میں یہ دعا مانگا کرتے ”اے اللہ میرے جسم نے تیرے لئے سجدہ کیا، میرا دل تجھ پر ایمان لایا، اے اللہ مجھے ایسا علم عطا کر جو میرے لئے نافع ہو اور ایسا عمل عطا کر جو میرا درجہ بلند کر دے“ ۳۴۔

۳۔ سجدے کا نشان: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ انسان کی پیشانی پر سجدے کی علامت نظر آئے۔ آپ شاید اسے ایک قسم کی ریاکاری تصور کرتے تھے البتہ اگر اس میں انسان کا اپنا کوئی ہاتھ نہ ہو تو یہ اور بات ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا

کہ ”میں فلاں شخص ہوں جو تمہیں گود میں لے کر کھلایا کرتا تھا“ آپ نے اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا سیاہ نشان دیکھا تو فرمایا: ”تمہاری دونوں آنکھوں کے درمیان یہ نشان کیسا ہے؟ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی صحبت میں رہ چکا ہوں، تمہیں میری پیشانی پر یہ نشان نظر آتا ہے“ ایک روایت کے مطابق آپ نے اس سے فرمایا: ”اللہ کے بندے، انسان کی صورت اس کا چہرہ ہے تم اپنی صورت کو بد نما نہ بناؤ“ ۳۵۔

شاید آپ کو یہ علم ہو گیا تھا کہ مذکورہ شخص نے جان بوجھ کر یہ نشان بنایا ہے۔

سجود التلاوة (سجدہ تلاوت)

۱۔ تعریف: سجدہ تلاوت وہ سجدہ ہے جسے قرآن کریم کی آیات سجدہ تلاوت کرنے یا سننے پر ادا کرنا مسنون ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں آیات سجدہ: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قرآن کریم کی جن آیات پر سجدہ کرنا مسنون ہے وہ گیارہ آیتیں ہیں ۳۶۔ ان کا ذکر سعید بن جبیر نے آپ سے کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عباسؓ کو آیات سجدہ شمار کرتے سنا تھا۔ ان دونوں نے فرمایا: ”اعراف، رعد، فصل، بنی اسرائیل، مریم، حج، فرقان، طٰہ، آل عمران، ص اور حم السجدہ۔ یہ کل گیارہ ہوئیں“ ۳۷۔

سورہ اعراف میں یہ آیت ہے (ان الذین عند ربک لا یتکبرون عن عبادتہ ویسبحونہ ولہ یسجدون)

سورہ رعد میں یہ آیت ہے (وللہ یسجد من فی السماوات والارض طوعا وکرها)۔

سورہ فصل کی آیت (وللہ یسجد ما فی السماوات وما فی الارض)

سورہ بنی اسرائیل کی آیت (یخرون للاذقان سجدا ویقولون سبحان ربنا)۔

سورہ مریم کی آیت (اذ اتلی علیہم آیات الرحمن خروا سجدا وبکیا)

سورہ حج کی دو آیتوں پر حضرت ابن عمرؓ سجدہ کرتے تھے۔ ۳۸۔ پہلی آیت یہ ہے

(الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السماوات ومن فی الارض) دوسری آیت یہ ہے

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)
حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ دوسری آیات پر سجدہ پہلی آیت کی بہ نسبت زیادہ لازم ہے۔ آپ فرماتے ”اگر سورہ حج میں ایک سجدہ کرتا تو دوسری آیات پر سجدہ مجھے زیادہ پسند ہوتا“۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی آیت اخبار ہے اور دوسری آیات امر ہے اور امر بجلالنا اولی ہوتا ہے۔

سورہ فرقان کی آیت یہ ہے (وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا)۔
سورہ طہ، النمل میں یہ آیت ہے (الْأَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ)۔

سورہ آلہ تزل، السجدہ کی آیت (أَنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ)۔
سورہ ص میں یہ آیت ہے (فَاسْتَغْفِرْ لَهُ وَخُذْ رُكْعًا وَأَنَابَ)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سورہ ص میں ایک سجدہ ہے^{۴۰}۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عمرؓ نے پوچھا کہ تم سورہ ص میں سجدہ کرتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا، آپ نے فرمایا: ”سورہ ص میں سجدہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبْهَدَاهُمْ آتَدَهُ يَوْمَئِذٍ وَهُوَ يُعْطِيهِمْ أَسْمَاءً يَسْتَسْمُونَ)۔“

سورہ حم السجدہ، فصلت میں یہ آیت ہے (فَإِنْ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ)۔^{۴۱}

یہ بھی وارد ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سورہ نجم نماز کے اندر پڑھتے تو سجدہ کرتے اگر سجدہ نہ کرتے تو رکوع کر لیتے^{۴۲}۔ اس میں سجدہ کی آیت یہ ہے (فَاسْجُدْ وَاقْبُدْ)۔
یہ بھی وارد ہے کہ آپ سورہ انشقاق کی اس آیت پر سجدہ کرتے^{۴۳}۔ (وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ)۔

یہ بھی وارد ہے کہ آپ سورہ طہ میں بھی سجدہ کرتے۔ اگر نماز کے اندر اس کی تلاوت کرتے تو

تکبیر کہتے اور رکوع نیز سجدہ کرتے اور اگر نماز کے بغیر اس کی تلاوت کرتے تو سجدہ کرتے ۳۵۔۔
سجدے کی آیت یہ ہے (کلا لا تطعه واسجد واقترب)۔
۳۔ سجدہ تلاوت کا حکم:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سجدہ تلاوت سنت مکرہہ ہے۔ واجب نہیں ہے
۳۶۔ آپ فرماتے: ”ہم پر سجدہ فرض نہیں ہے البتہ ہمیں سجدہ کرنا چاہئے“ ۳۷۔
۴۔ سجدہ تلاوت کس کے لئے مسنون ہے:

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سجدہ تلاوت اس کے لئے مسنون ہے جو آیت
سجدہ تلاوت کرے یا اسے سن لے خواہ وہ اس کی سماعت کے لئے بیٹھا ہو یا قصد کے بغیر
اسے سن لیا ہو۔ آپ فرماتے کہ سجدہ اس شخص پر ہے جو اسے سن لے۔ ۳۸۔
۵۔ سجدہ تلاوت کا وقت:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ نماز کے مکروہ اوقات میں سجدہ تلاوت ادا کرنا مکروہ سمجھتے
تھے۔ ۳۹۔

المغیرہ بن حکیم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا کہ ایک قصہ گو نے
صبح کے بعد آیت سجدہ پڑھی۔ آپ نے اسے چلا کر ٹوکا اس نے سجدہ کر لیا لیکن آپ
نے سجدہ نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے کنکریاں ماریں اور فرمایا: ”
انہیں سمجھ نہیں ہے“ پھر جب سورج طلوع ہو گیا تو آپ نے سجدے کی قضا کی ۵۰۔

ابو تمیمہ الجعفی کہتے ہیں کہ میں صبح کی نماز کے بعد قصے بیان کرتا اور سجدہ تلاوت ادا
کرتا۔ مجھے حضرت ابن عمرؓ نے روکا لیکن میں تین مرتبہ کہنے پر بھی نہ رکا آپ نے پھر
مجھ سے فرمایا: ”میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔
ان حضرات نے اس وقت تک سجدہ نہیں کیا جب تک سورج طلوع نہ ہو گیا“ ۵۱۔

ب۔ اگر کوئی شخص نماز سے باہر سجدہ تلاوت پڑھے تو اس کے لئے جائز ہے کہ تلاوت
کے فوراً بعد سجدہ کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ بعد میں سجدہ کر لے۔ اولیٰ یہ ہے کہ

سجدہ کرنے میں جلدی کی جائے بشرطیکہ کراہت کا وقت نہ ہو۔ ہم سابقہ فقرے میں دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے سجدہ تلاوت کو طلوع شمس تک موخر کر دیا تھا کیونکہ یہ کراہت کا وقت تھا۔

ج۔ اگر کوئی شخص نماز کے اندر آیت سجدہ تلاوت کرے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہوگا۔

اول یہ کہ تلاوت کے فوراً بعد سجدہ کر لے اور پھر قیام کر کے اپنی قرات مکمل کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے رفقاء کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی اور اس میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی کی ۵۲۔ اگر آپ نماز میں سورہ نجم پڑھتے تو نماز کے اندر سجدہ کر لیتے اگر سجدہ نہ کرتے تو رکوع کر لیتے ۵۳۔

دوم یہ کہ وہ نماز کے لئے رکوع اور سجدہ کرے۔ ایسی صورت میں رکوع سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہو جائے گا یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے درج بالا قول میں واضح ہے کہ اگر سجدہ نہ کرتے تو رکوع کر لیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سورہ نجم اور سورہ اقرآء میں سجدہ کرتے البتہ اگر آپ یہ آیتیں فرض نماز میں پڑھتے تو سجدہ نہ کرتے بلکہ رکوع کر لیتے ۵۴۔

۶۔ سجدہ تلاوت کی جگہ:

اگر ایک شخص زمین پر آیت سجدہ تلاوت کرے تو اس پر سجدہ تلاوت کی ادائیگی زمین پر ضروری ہوگی خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر ۵۵۔ اگر وہ سواری پر آیت سجدہ پڑھے تو اس کے لئے سواری پر ہی سجدہ کر لیتا جائز ہوگا۔ وہ اشارے سے سجدہ کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص سواری پر آیت سجدہ تلاوت کرے تو اشارے سے سجدہ کرے“ ۵۶۔

۷۔ سجدہ تلاوت کے لئے طہارت کی شرط:

حضرت ابن عمرؓ سجدہ تلاوت کی صحت کے لئے طہارت یعنی وضو کی شرط عائد نہیں کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سواری سے اتر کر پیشاب کرتے

اور پھر سوار ہو کر آیت سجدہ تلاوت کرتے اور وضو کے بغیر سجدہ کر لیتے ۵۷۔ بمعنی نے نافع سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت کی ہے کہ: ”کوئی شخص طہارت کے بغیر سجدہ نہ کرے“ ۵۸۔ تو اس سے مراد جنابت سے طہارت ہے۔ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں یہی لکھا ہے ۵۹۔

سجود السهو (سجدہ سہو)

سجدہ سہو وہ دو سجدے ہیں جنہیں نماز کے آخر میں وہ نمازی ادا کرتا ہے جسے اپنی نماز میں کوئی شک ہو گیا ہو یا کوئی ایسا حصہ بھول گیا ہو جو نماز پر اثر انداز نہ ہوتا ہو۔

۲۔ سجدہ سہو کب واجب ہوتا ہے: سجدہ سہو چند صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔

الف۔ شک میں مبتلا نمازی کو جب یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو ایسی صورت میں وہ یقین پر اپنی نماز کی بنا کرے گا اور نماز کے آخر میں دو سجدے کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز کے اندر شک میں مبتلا ہو جائے تو سوچے حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے نماز پوری کر لی ہے اور پھر بیٹھ کر دو سجدے کر لے“ ۶۰۔

اگر نمازی کو پہلی دفعہ شک ہوا ہو اور اسے شک میں پڑنے کی عادت نہ ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے گا ۶۱۔ عاصم بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مجھے اپنی نماز میں شک ہو گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا: ”لوگ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں تم بیٹھ کر دو سجدے کر لو“ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اپنی نماز دہرا لو تاکہ تمہیں یاد رہے“ ۶۲۔

ب۔ نماز کی واجبات میں سے کسی واجب کو بھول کر ترک دینا: مثلاً یہ کہ نمازی قعدہ اولیٰ کرنا بھول جائے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو اس صورت میں چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیر کر دو سجدے کرے اور پھر تشہد کرے۔ اس طرح وہ دو مرتبہ تشہد کرے ۶۳۔

واجب سے یہاں ہماری مراد وہ فعل ہے جو سنت سے ارفع اور فرض سے ادنیٰ ہو۔

نماز کی کوئی سنت ترک کرنے پر سجدہ سو لازم نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں جری قرات کر لی اور پھر سجدہ سو نہیں کیا^{۶۳}۔ اگر نمازی کسی فرض کو ترک کر دے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس پر بالاتفاق نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔

ج۔ مسبوق کا امام کے ساتھ قعدہ کر لینا جبکہ ابھی اس نے دو رکعتیں نہ پڑھی ہوں: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر مقتدی سے ایک رکعت فوت ہو جائے اور وہ ایک رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ قعدہ کر لے جبکہ امام دو رکعتیں پڑھ چکا ہو تو امام جب سلام پھیر لے تو مقتدی اٹھ کر فوت شدہ رکعت پڑھ لے اور سجدہ سو کر لے“^{۶۵}۔

بعض راویوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں اگر مقتدی سے نماز باجماعت کا کچھ حصہ رہ جائے تو اس سے اس پر سجدہ سو واجب ہو جاتا ہے^{۶۶}۔

لیکن بات اس طرح نہیں ہے۔ اصل بات وہی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کر دیا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی صلوٰۃ الخوف کے اندر سجدہ سو نہیں ہے^{۶۷}۔ کیونکہ صلوٰۃ الخوف کا معاملہ تخفیف اور تسامح پر مبنی ہوتا ہے۔

سحر (جادو)

- ۱۔ تعریف: جادو وہ طریق کار ہے جس کے تحت شیاطین سے ایسی چیز کے حصول کے لئے مدد لی جاتی ہے جسے انسان تنہا حاصل نہیں کر سکتا۔
- ۲۔ جادوگر کی سزا: حضرت ابن عمرؓ کے رائے تھی کہ جادوگر کی سزا قتل ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ کی ہمشیرہ اور ام المومنین حضرت حفصہؓ پر ان کی ایک لونڈی نے جادو کر دیا اور پھر مذکورہ لونڈی نے اس کا اعتراف بھی کر لیا حضرت حفصہؓ نے عبدالرحمن بن زید کو اسے قتل کر دینے کا حکم اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ امیر المومنین حضرت عثمانؓ کو ان کا یہ فعل پسند نہیں آیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے امیر المومنین سے کہا ”آپ کو ام المومنین کا ایک لونڈی کے ساتھ یہ سلوک کیوں پسند نہیں آیا حالانکہ اس نے جادو کیا تھا اور اس کا اعتراف بھی کر لیا تھا“

یہ سن کر حضرت عثمان غنیؓ خاموش ہو گئے^{۶۸}۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس امر پر اعتراض نہیں کیا تھا کہ لونڈی قتل کی سزا کی مستحق تھی بلکہ اس پر انہیں اعتراض تھا کہ اقامت حدود حکومت کا کام تھا جسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔

حور (سحری کھانا)

(دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کا جز ب)

سرقۃ (چوری کرنا)

۱۔ تعریف: سرقۃ یہ ہے کہ مکلف شخص کسی محفوظ مقام سے خفیہ طور پر نصاب کی مقدار ایسا مال لے لے جس پر اس کا کوئی حق نہ ہو۔

۲۔ حد سرقۃ قائم کرنے کی شرائط: حد سرقۃ یہ ہے کہ چور کا ہاتھ اس کے گئے یعنی پہنچے سے کاٹ دیا جائے۔ اس لئے کہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۸ میں ارشاد باری ہے (وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ بدلہ ہے ان کے برے عمل کا) کسی انسان پر حد سرقۃ اس وقت تک جاری نہیں ہوگی جب تک اس کے اندر درج ذیل شریں نہ پائی جائیں۔

الف۔ چور مکلف یعنی عاقل بالغ اور خود مختار ہو (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵ کے جز الف کا جز ب) اس کے بعد اس کے مرد یا عورت ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اسی طرح آزادی غلام ہونے کا بھی کوئی فرق نہیں ہوگا خواہ یہ غلام بھاگا ہوا ہو یا بھاگا ہوا نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کا ہاتھ کاٹ دیا تھا جس نے چوری کی تھی^{۶۸}۔ ب۔ (دیکھئے مادہ اباق نمبر ۳)

ب۔ مسروقہ مال نصاب کو پہنچ گیا ہو، نصاب سرقۃ ڈھال کا ثمن ہے۔ اس ثمن سے کم مالیت کا مال چرانے پر قطع یہ نہیں ہوگا۔ ڈھال کا ثمن تین درہم تھا^{۶۹}۔

ج۔ مسروقہ مال میں چور کا کوئی حق نہ ہو۔ اگر اس میں چور کا کوئی حق ہوگا تو اس کا ہاتھ

نہیں کاٹا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”غلام اور اس کا مال آقا کا ہوتا ہے اس لئے اگر آقا اس کا کوئی مال لے لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں“ ۷۰۔

د۔ مسروقہ مال محفوظ مقام میں ہو، اگر محفوظ مقام میں نہیں ہوگا تو قطع یہ نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”پھلوں کی چوری پر قطع یہ نہیں البتہ جو پھل کھلیان میں محفوظ کر دیئے گئے ہوں انہیں چرانے پر قطع یہ ہوگا۔ اسی طرح چرانے والے جانوروں کو چرانے پر قطع یہ نہیں ہوگا البتہ باڑے میں بند جانوروں کو چرانے پر قطع یہ ہوگا“ ۷۱۔ اس لئے کہ درخت پر موجود پھل اور چراگاہ میں موجود مویشی محفوظ مقام پر نہیں ہوتے۔ اگرچہ اس قسم کی چوری پر قطع یہ نہیں ہے تاہم اس میں گناہ ہے اور تعزیر بھی ہے، اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نے لقاط (فصل کی کٹائی اور سنبھال کے بعد زمین پر فصل کی رہ جانے والی بالیاں اور خوشے) کو مکروہ قرار دیا تھا ۷۲۔ (دیکھئے مادہ لقاط)

چور جب تک مسروقہ مال کو محفوظ مقام سے باہر نہ آئے اس وقت تک اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا۔ اگر اس نے سامان جمع کر لیا ہو اور پھر سرقت سے منہ موڑ لیا ہو یا مال کو محفوظ مقام سے باہر لانے سے پہلے ہی پکڑا گیا ہو تو ان صورتوں میں اس کا قطع یہ نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”چور کا ہاتھ اس وقت تک نہیں کاٹا جائے گا جب تک وہ مسروقہ مال محفوظ مقام سے باہر نہ لے آئے“ ۷۳۔

ایک واقعہ پیش آیا تھا کہ کوئی چور المطلب بن ابی وداعہ کے گودام میں نقب لگا کر اندر گھس گیا۔ اس نے مال سمیٹ لیا لیکن اسے لے کر گودام سے باہر نکلنے سے پہلے ہی پکڑا گیا اسے حضرت ابن الزبیرؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اس کا ہاتھ کانٹے کا حکم دیا۔ اتنے میں حضرت ابن عمرؓ وہاں سے گذرے۔ آپ کو ساری بات بتائی گئی۔ آپ حضرت ابن الزبیرؓ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ آپ نے اس کا ہاتھ کانٹے کا حکم دیا ہے۔ انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا۔ پھر پوچھا ”اس کو کوڑے کیوں لگائے گئے؟“ حضرت ابن الزبیرؓ نے جواب دیا کہ مجھے غصہ آگیا تھا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”جب تک وہ مسروقہ مال گودام سے باہر نہ لے جائے اس وقت تک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا، آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر آپ ایک شخص کو کسی

اجنبی عورت کی دونوں ٹانگوں کے درمیان صرف بیٹھا دیکھ لیں جبکہ ابھی اس نے فعل بد نہ کیا ہو تو کیا آپ اس پر حد زنا جاری کر دیں گے؟“ حضرت ابن الزبیر نے اس کے جواب نفی میں دیا اور کہا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ منہ کالا کرنے سے پہلے ہی توبہ کر جائے۔ یہ سن حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”چوری کا یہ معاملہ بھی اسی طرح ہے“ آپ کو کیا پتہ کہ وہ تائب ہو کر مسروقہ چھوڑ مال جاتا“ ۴۴۔

۳۔ سرقہ کا اثبات: سرقہ گواہی کی بنا پر بالاجماع ثابت ہو جاتا ہے اور اس اقرار کی بنا پر بھی جو اکراہ سے خالی ہو۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ ثعلبہ شامی نے طارق شامی کو مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ اس کے سامنے ایک چور پیش کیا گیا طارق نے اس کی پٹائی کی تو وہ چوری کا اقرار کر گیا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ کو پیغام بھیجا۔ آپ نے فرمایا: ”اس کا ہاتھ مت کاٹو کیونکہ اس نے تمہاری پٹائی کے بعد چوری کا اقرار کیا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے طارق سے کہا کہ: ”اگر یہ چور مسروقہ مال لے آئے تو پھر اس پر حد سرقہ جاری کر دو“ ۴۵۔ (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۴)

۴۔ چور کے ساتھ قتال: حضرت ابن عمرؓ چور کے ساتھ قتال کرنے کے جواز کے قائل تھے۔ سالم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے مکان میں ایک چور کو گھسا ہوا دیکھا۔ آپ اس پر تلوار سونت کر دوڑ پڑے، وہ ادھر ادھر بھاگنے لگا، سالم کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کو پکڑ پکڑ کر نہ روکتے تو آپ اسے ضرور تلوار مار دیتے ۴۶۔ (دیکھئے مادہ جتائیہ نمبر ۳)

السعی بن اصفا والمروۃ (صفار اور مروہ کے درمیان سعی)

دیکھئے مادہ حج نمبر ۱، نیز نمبر ۳ کے جزج کا جزا)

سفر (سفر کرنا)

۱۔ تعریف: سفر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے سکونی شہر کی آبادی سے ایسی جگہ جانے کے قصد سے نکل جائے جس کی مسافت اتنی ہو کہ اس مسافت کی وجہ سے نماز میں قصر کرنا

درست ہو۔

۲۔ وہ سفر جس کے ساتھ احکام کا تعلق ہے۔

الف۔ جس سفر کے ساتھ شرعی احکام متعلق ہوتے ہیں وہ نماز کے اندر قصر کا موجب سفر ہے۔ اس سے کم سفر کے ساتھ احکام کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

ب۔ سفر کی مسافت: قصر والی نماز کے سفر کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے کئی روایات منقول ہیں۔

نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جس کم سے کم مسافت میں نماز قصر کرتے تھے وہ یہ تھی کہ آپ اپنے مال کی دیکھ بھال کے لئے جب خیبر جاتے تو قصر کرتے۔ اس کی مسافت تین قواصد تھی یعنی تین دن کا ایسا سفر جس میں کوئی تھکاوٹ وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔ اس سے کم فاصلے کے لئے آپ قصر نہیں کرتے تھے۔^{۷۷}

خیبر مدینہ منورہ سے چھپانوے میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ جب طائف جاتے تو قصر کرتے^{۷۸}۔

یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے سویداء کا سفر کیا جو بہتر میل کے فاصلے پر ہے تو آپ نے قصر کیا^{۷۹}۔

آپ نے فرمایا: ”بہتر میل سے کم فاصلے کے سفر میں نماز قصر نہیں کی جائے گی“^{۸۰}۔ یہ بھی روایت ہے کہ آپ ذات النصب کی طرف نکلے تو قصر نماز پڑھی۔ ذات النصب مدینہ سے چار برد کے فاصلے پر ہے^{۸۱}۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ ریم کی طرف نکلے تو قصر نماز پڑھی۔ امام مالک نے کہا ہے کہ ریم تقریباً چار برد کے فاصلے پر ہے^{۸۲}۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ پورے دن کے سفر میں قصر کرتے^{۸۳}۔ آپ نے ایک شخص سے ایک اونٹنی خریدی اسے دیکھنے کے لئے گئے اور قصر نماز پڑھی یہ پورے دن کا سفر تھا یعنی چار برد کا^{۸۴}۔

اسی سے بعض لوگوں نے آپ سے علی الاطلاق یہ بات منسوب کر دی کہ چار برد سفر میں قصر نماز پڑھی جائے گی^{۸۵}۔

چار برداڑ تالیس میل کے مساوی ہے۔ آپ سے یہ روایت بھی ہے کہ آپ تیس میل کے سفر میں قصر کرتے یہ فاصلہ آپ اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لئے طے کرتے ^{۸۶}۔

آپ سے اٹھارہ میل کے فاصلے کے اندر قصر منقول ہے ^{۸۷}۔ نیز یہ روایت بھی ہے کہ چار میل کے سفر میں نماز قصر کی جائے گی ^{۸۸}۔

تین میل کے فاصلے کی صورت میں بھی آپ سے قصر منقول ہے۔ ^{۸۹}۔ ایک گھنٹے کی مسافت کے اندر بھی آپ سے قصر منقول ہے۔ آپ نے فرمایا تھا: ”میں دن کے وقت ایک گھنٹے کے سفر میں بھی قصر نماز پڑھتا ہوں“ ایک گھنٹے میں کم سے کم مسافت دو سے لے کر تین میل تک طے ہوتی ہے ^{۹۰}۔

جلد ابن محم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ ”اگر میں ایک میل کے لئے بھی نکلوں تو قصر پڑھوں گا“ ^{۹۱}۔ اس کے بالقابل نافع نے روایت کی ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک برید یعنی بارہ میل سفر کرتے اور نماز قصر نہ کرتے ^{۹۲}۔

آپ غابہ کی طرف جاتے تو نہ روزہ چھوڑتے اور نہ ہی قصر کرتے ^{۹۳}۔ پہلی روایات کا مقتضایہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو اس بات کے قائل تھے کہ سفر کے اسم کا جس صورت پر اطلاق ہو اس میں قصر نماز پڑھی جائے گی اور مسافت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ آخری دو روایتوں کا مقتضایہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ان لوگوں میں سے ہیں جو اس بات کے قائل تھے کہ ایک معین مسافت کا اعتبار ہوگا یعنی بارہ میل سے زائد کا۔ قصر نماز کے لئے یہ مسافت ضروری ہے۔ دونوں باتوں میں واضح تقاض ہے۔ اس لئے یہ کہنا ضروری ہوگا کہ حضرت ابن عمرؓ ان دونوں قول میں سے پہلے ایک کے قائل تھے اور پھر دوسرے قول کی طرف راجع ہو گئے۔ تاہم ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ ان دونوں میں سے آخری قول کون سا تھا جسے آپ نے اختیار کر لیا تھا۔ اغلب ظن یہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پہلے سفر کے لئے مسافت کی تحدید کے قائل رہے تاکہ اس کے ساتھ

شرعی احکام کا تعلق ہو جائے اور پھر اس مسافت سے آزاد ہو گئے اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ جس صورت پر سفر کے اسم کے اطلاق ہو اس کے ساتھ احکام سفر کا تعلق ہو جائے گا خواہ مسافت طویل ہو یا قصیر خاص طور پر جبکہ آپ کے والد ماجد حضرت عمرؓ بھی یہی رائے رکھتے تھے ۹۴۔ واللہ اعلم

مکہ میں مقیم شخص جب حج کے اندر منیٰ جائے گا تو قصر نماز پڑھے اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے آپ مکہ میں قیام کرتے پھر جب منیٰ کی طرف نکلتے تو قصر کرتے ۹۵۔

ج۔ سفر کی کیفیت: سفر کے ساتھ شرعی احکام کے تعلق کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ یہ سفر حج کے لئے کیا جائے یا عمرہ کے لئے یا جماد کے لئے بلکہ ہر مشروع سفر کے ساتھ احکام کا تعلق ہو جاتا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے مال کی دیکھ بھال کے لئے خیر جاتے تو قصر کرتے۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنی خریدی ہوئی اونٹنی دیکھنے کے لئے سفر کیا اور قصر نماز پڑھی۔

د۔ سفر سے اقامت:

۱۔ مسافر سفر کے احکام سے اس وقت سے مستفید ہونا شروع کر دے گا جب وہ اتنی مسافت طے کر لے جس کے تحت اس کو مسافر شمار کر لیا جائے حتیٰ کہ وہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ اس وقت تک قصر نہ کرتے جب تک اتنی مسافت طے نہ کر لیتے جتنی مسافت کے اندر نماز قصر ہو جاتی ہے ۹۶۔

مسافر کی مسافرانہ حیثیت اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک وہ کسی شہر میں پندرہ دن کی اقامت کی نیت نہ کر لے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب پندرہ دن کی اقامت کا ارادہ کر لیتے تو کمر کھول دیتے اور پوری نماز پڑھتے ۹۷۔

آپ آذر بایجان میں چھ ماہ تک رہے اور قصر کرتے رہے۔ آپ فرماتے: ”اگر تم اقامت کا پکا ارادہ کر لو تو پوری نماز پڑھو“ ۹۸۔

مورق العجلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں ایک تاجر

فخص ہوں اور ابواز آکر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں چلتا پھرتا ہوں۔ اس دوران میں ایک ماہ یا اس سے زائد عرصہ قیام کرتا ہوں آپ نے پوچھا: ”کیا تم اقامت کی نیت کرتے ہو؟“ میں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”میں تو تمہیں مسافر ہی قرار دوں گا۔ تم مسافروں والی نماز پڑھا کرو“^{۹۹}۔

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں مدینہ منورہ اپنی ضرورت کی خاطر آتا ہوں اور یہاں سات آٹھ مہینے قیام کرتا ہوں، میں کس طرح نماز ادا کروں؟ آپ نے فرمایا: ”دو دو رکعت نماز پڑھو“^{۱۰۰}۔ یعنی مذکورہ شخص مدینہ میں اقامت کی نیت کے بغیر قیام کرتا۔

۲۔ اگر کوئی شخص اپنے اس پیدائشی شہر میں داخل ہو جائے جہاں سے وہ کسی اور جگہ منتقل ہو گیا تھا تو وہ وہاں اقامت کی نیت کے بغیر مقیم تصور نہیں ہوگا۔ عبدالرزاق نے اسماء بن عبید سے روایت کی ہے کہ انہوں نے حجاج کے زمانے میں عامر شعبی سے مسئلہ پوچھا کہ میں کوفہ آتا ہوں یہاں میری ثانی اور خاندان کے دوسرے لوگ رہتے ہیں۔ یہ سن کر شعبی نے پوچھا کہ کون سا شہر افضل ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ کیا مدینہ افضل نہیں ہے؟ میں نے کہا ”کیوں نہیں“ اس پر شعبی نے فرمایا کہ میں نے یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ: ”میں اس شہر یعنی مکہ میں آتا ہوں جہاں میری پیدائش ہوئی تھی۔ میں یہاں دو رکعتوں سے زائد نہیں پڑھتا“^{۱۰۱}۔

۳۔ سفر کے احکام

الف۔ عورت کا سفر: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کوئی عورت اپنے محرم کے بغیر تین دن سے زائد کا سفر نہ کرے^{۱۰۲}۔ لونڈی کا آقا اس کے لئے مجرم کے قائم مقام ہوگا (دیکھئے مادہ ج نمبر ۹ کا جز ج)

ب۔ جمعہ کے دن سفر: حضرت ابن عمرؓ اس شخص کو جسے اپنے رفقاء کے چلے جانے کا خطرہ نہ ہو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ جمعہ کی نماز کے بعد سفر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے^{۱۰۳}۔

کسی مسلمان کی مدد کے لئے جمعہ کے دن سفر کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ تریض نمبر ۳)

ج۔ سفر کے اندر غسل جمعہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ غسل جمعہ اس پر واجب ہوتا ہے جس پر جمعہ واجب ہو۔ جس پر جمعہ واجب نہیں اس پر غسل جمعہ بھی نہیں۔ آپ فرماتے: ”غسل تو اس پر ہے جس پر جمعہ واجب ہے“^{۱۰۴}۔
چونکہ جمعہ کی نماز مسافر پر واجب نہیں ہوتی اس لئے اس پر غسل جمعہ بھی لازم نہیں۔ بنا بریں یہ مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر جمعہ کے دن غسل نہیں کرتے^{۱۰۵}۔

د۔ سفر میں اذان: سفر کے اندر صبح کی نماز کے لئے اذان کے سوا کسی اور نماز کے لئے اذان نہیں دی جائے گی (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۳ کا ج ۱)

ھ۔ مسافر سے اقامت صلوٰۃ کا عدم سقوط (دیکھئے مادہ اقامتہ نمبر ۳ کا ج ۱)

و۔ مساجد کی زیارت کے لئے سفر: حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے مروی ارشاد کے مطابق یہ رائے رکھتے تھے کہ صرف تین مسجدوں کے لئے کجاوے کئے جائیں یعنی سفر کیا جائے۔ مسجد حرام کے لئے، مسجد نبوی کے لئے اور مسجد اقصیٰ کے لئے۔ عرفہ نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں کوہ طور پر جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”کجاوے صرف تین مسجدوں کے لئے کئے جائیں، مسجد حرام کے لئے، مسجد نبوی کے لئے اور مسجد اقصیٰ کے لئے، تم کوہ طور کا خیال چھوڑ دو اور وہاں نہ جاؤ“^{۱۰۶}۔

ز۔ سفر میں روزہ رکھنا: سفر میں روزہ رکھنے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ مسافر کو اختیار ہے کہ اگر چاہے روزہ رکھ لے اور اگر چاہے روزہ نہ رکھے۔ اس لئے کہ روزہ نہ رکھنا ایک رخصت ہے جس کے ذریعے اللہ نے اپنے بندوں کے لئے آسانی مہیا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور رخصت پر عمل افضل ہے۔ طبری نے ”تہذیب الآثار“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے سفر میں روزہ رکھنے کا مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں، جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اللہ کی دی ہوئی رخصت پر عمل

کرتا ہوں، اگر چاہو تو روزہ رکھ لو اور اگر چاہو تو روزہ چھوڑ دو“ ۱۰۷۔
 آپ فرماتے: ”سفر کے اندر رمضان کا روزہ نہ رکھنا مجھے روزہ رکھنے سے زیادہ پسند ہے“ ۱۰۸۔

مجاہد نے روایت کی ہے کہ مجھے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم سفر کرو تو روزہ نہ رکھو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو لوگ کہیں گے: ”روزہ دار کے لئے انتظام کرو“ اور جب وہ کچھ کھائیں گے تو کہیں گے: ”روزہ دار کے لئے بھی کچھ زینے دو“ اور طرح وہ تمہارا اجر خود لے جائیں گے“ ۱۰۹۔

ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ مجھے سفر کے اندر روزہ رکھنے کی قوت حاصل ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہ کرے اس پر جبل عرقات جیسا گناہ ہوگا“ ۱۱۰۔

آپ سے سفر کے اندر روزہ رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم کسی پر کوئی چیز صدقہ کر دو اور وہ تمہارا صدقہ تمہیں واپس کر دے تو کیا اس سے تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟ روزے کی رخصت اللہ کی طرف سے تم پر صدقہ ہے“ ۱۱۱۔

حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ سفر میں ایک خاتون بھی تھی۔ کھانا رکھا گیا تو آپ نے اس سے کھانا کھانے کے لئے کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں روزے سے ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”پھر ہمارے ساتھ سفر نہ کرو“ ۱۱۲۔

ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ کوئی شخص ایسا بھی ہوتا جو سفر میں روزہ رکھتا؟ نافع نے جواب دیا کہ فلاں لیشی شخص آپ کے ساتھ سفر پر تھا وہ روزہ رکھتا آپ روزہ کھولنے تک اس کی دیکھ بھال کرتے اور مجھے اس کے لئے سحری تیار کرنے کا حکم دیتے ۱۱۳۔

بلال بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد محترم حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ افریقہ کی طرف نکل جاتے ہیں پھر ہم محفلوں میں جاتے ہیں اور ہم پر شامیانے لگائے جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”اگر تمہارے ساتھ طعام کے پہاڑ اور مشروبات کی

نہیں بھی چلیں تو بھی تم سفر میں روزہ نہ رکھو" ^{۱۱۳}۔

خود آپ سفر میں روزہ نہیں رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ آپ نے شام میں دو رمضان گزارے اور روزے نہیں رکھے ^{۱۱۵}۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں ارشاد باری ہے (فمن شهد منكم الشهر فليصمه تم میں سے جو شخص رمضان کا مہینہ دیکھ لے وہ اس ماہ کے روزے رکھے) حضرت ابن عمر ^{۱۱۶} کی رائے میں یہ آیت بعد کی آیت کی بنا پر منسوخ ہو گئی تھی جس میں ارشاد باری ہے (فمن كان مريضا او على سفر فعدة من ايام اخر جو شخص مریض ہو یا سفر پر ہو وہ دوسرے دنوں سے کتنی پوری کر لے) ^{۱۱۶}۔

۲۔ بعض حضرات نے حضرت ابن عمر ^{۱۱۷} سے روایت کی ہے کہ سفر میں افطار یعنی روزہ نہ رکھنا عزیمت ہے، جو روزہ رکھے گا تو اس کا روزہ درست نہیں ہوگا اور اس پر قضا لازم ہوگی ^{۱۱۷}۔ تاہم میں نے یہ قول حضرت ابن عمر ^{۱۱۸} کے کلام میں نہیں پایا۔ آپ کے مسلک کی جو حکایت کی گئی ہے اس کے اندر مجھے یہ بات ملی تھی۔ میرا خیال ہے کہ یہ استنتاج ہے بعض علماء نے اجتہاد کے اندر اپنے اصولوں کے مطابق یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔ خاص طور پر جبکہ حضرت ابن عمر ^{۱۱۹} سفر کے اندر افطار کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کرے گا اس پر جبل عرقاٹ جیسا گناہ لازم آئے گا“ ^{۱۱۸}۔ یہ بات اس شخص پر محمول ہوگی جو رخصت سے بحیثیت رخصت منہ موڑ لے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جو شخص میری سنت سے منہ موڑے گا وہ مجھ سے نہیں ہے“ ^{۱۱۹}۔ اگر وہ روزہ رکھ کر گنہگار ہوگا تو اس کا یہ روزہ اس کے لئے کافی نہیں ہوگا اس لئے کہ کافی ہو جانے کا لازمہ ثواب ہے نہ کہ گناہ۔ یہ ظاہر یہ فرقے کا اصول ہے اور جمہور کے نزدیک بات اس طرح نہیں ہے۔ کیونکہ جمہور کے نزدیک گناہ کے ساتھ کافی ہو جانا یکجا ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک یہ گناہ کراہت کا گناہ ہوگا ترک کا گناہ نہیں۔ دونوں باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت ابن عمر ^{۱۲۰} کے نزدیک بھی بات اسی طرح تھی۔ اس پر اس سے بڑھ کر کوئی اور بات دلالت نہیں کرتی کہ حضرت ابن عمر ^{۱۲۱} جب سفر کے اندر دن کے وقت

اقامت کے کسی مقام میں داخل ہو جانے کی توقع رکھتے تو وہ روزہ رکھ لیتے۔ اگلے فقرے میں اس کا ذکر آئے گا۔

۳۔ اگر مسافر کو دن کے وقت اقامت کے کسی مقام میں داخل ہو جانے کی توقع ہو تو اس کے لئے روزہ رکھ لینا مستحب ہو گا تاکہ وہ دیگر مسلمانوں کے ساتھ روزے میں شریک ہو جائے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو سفر کے اندر صرف ایک دن روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے شام کے وقت روزہ اظہار کیا میں نے پوچھا کہ کیا آپ روزے سے تھے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا: ”میرا خیال تھا کہ آج میں مکہ میں داخل ہو جاؤں گا۔ میں نے یہ پسند نہ کیا کہ لوگ تو روزے سے ہوں اور میرا روزہ نہ ہو“ ۱۲۰۔

۴۔ سعید بن منصور نے قول باری (فمن شهد منكم الشهر فليصمه کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص پر اپنے اہل و عیال کے ساتھ اقامت کی حالت میں رمضان آجائے اور پھر وہ سفر کا ارادہ کرے تو روزہ رکھے“ ۱۲۱۔

۵۔ قرطبی نے حضرت ابن عمرؓ سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ”جو شخص روزے کی حالت میں صبح کرے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے وہ اس دن کا روزہ اگر چاہے تو نہ رکھے“ ۱۲۲۔

ح۔ سفر میں نماز کی ادائیگی:

۱۔ سفر میں نماز کے تمام احکام سنت کے اندر وارد ہوئے ہیں اور کوئی حکم قرآن کے اندر وارد نہیں ہوا۔ اس لئے ان احکام پر عمل واجب ہو گیا کیونکہ جو احکام سنت سے ثابت ہوں وہ قرآن سے ثابت شدہ احکام کی طرح ہوتے ہیں۔ امیہ بن عبد اللہ بن خالد کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ ہم قرآن کے اندر صلوٰۃ الخوف اور صلوٰۃ الخضر (مقیم ہونے کی حالت کی نماز) تو پاتے ہیں لیکن ہمیں اس کے اندر صلوٰۃ السفر کہیں نظر نہیں آتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا: ”بھتیجے! اللہ نے ہماری طرف اپنا نبی ﷺ مبعوث فرمایا، ہمیں تو کچھ معلوم نہیں ہم تو بس اسی طرح کرتے

ہیں جس طرح ہم نے اللہ کے نبی ﷺ کو کرتے دیکھا ہے" ۱۲۳۔
احکام سفر کی پوری تفصیل درج ذیل ہے۔

۲۔ چار رکعتوں والی نماز میں قصر
الف۔ مسافر ہر چار رکعتوں والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا۔ اس قصر کے حکم کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔

شوافع اور حنابلہ نے اپنے اپنے مسلک کی تائید میں آپ سے یہ روایت کی ہے کہ مسافر کے لئے اتمام صلوٰۃ جائز ہے اور اس کے لئے قصر بھی جائز ہے ۱۲۴۔ اس لئے کہ قصر رخصت ہے تاہم قصر افضل ہے۔ جمہور علماء حدیث نے آپ سے ایک اور روایت کی ہے کہ سفر کے اندر قصر واجب ہے ۱۲۵۔ اسی بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں اور جو شخص سنت ترک کر دے وہ کفر کے قریب پہنچ گیا" ۱۲۶۔ بشر بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ سفر کے اندر نماز کس طرح پڑھی جائے؟ آپ نے فرمایا: "اگر تم اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنا چاہو تو میں تمہیں اس کے متعلق بتاؤں گا اور اگر اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی نہ کرنا چاہو تو میں تمہیں نہیں بتاتا" ہم نے عرض کیا کہ اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کے اندر بھلائی ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: "حضور ﷺ جب مدینہ سے باہر جاتے تو مدینہ واپس آنے تک دو رکعتوں سے زائد نہ پڑھتے" ۱۲۷۔

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ یہی دو رکعتیں سفر کی نماز کا تمام ہیں یہ حضر کی نماز کا قصر نہیں ہیں آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: "دو رکعتیں سفر کی نماز کا تمام ہیں قصر نہیں ہیں" ۱۲۸۔ آپ خود یہ نماز دو رکعتیں پڑھتے تھے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

ب۔ قصر کی ابتداء کب ہوگی: ہمارے سامنے حضرت ابن عمرؓ سے منقول دو روایتیں ہیں پہلی روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ جب اپنے گھر سے روانہ ہوتے تو گھر واپس آنے تک قصر پڑھتے ۱۲۹۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر سفر شروع کرتے ہی قصر شروع کر دے گا دوسری روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ اس وقت تک قصر نہ کرتے جب

تک اتنی مسافت طے نہ کر لیتے جتنی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے۔ ۱۳۰۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسافر اس وقت تک قصر شروع نہ کرے جب تک وہ اتنی مسافت طے نہ کر لے جس کے تحت اسے مسافر شمار کیا جائے۔ مذکورہ مسافت طے کرنے سے پہلے وہ پوری نماز پڑھتا رہے گا ظاہری طور پر ان دونوں باتوں میں تناقض ہے۔ تاہم ان دونوں روایتوں میں یہ کہہ کر تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مسافر اتنی مسافت طے کرنے کے بعد قصر شروع کرے جس کے تحت اسے مسافر شمار کیا جائے اور اس طرح اس وقت تک قصر جاری رکھے جب تک وہ کسی شہر میں اقامت کی نیت نہ کر لے نیز جب تک وہ اس شہر میں واپس نہ آجائے جہاں سے چلا تھا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کے قول ”جب مسافر اپنے گھر سے روانہ ہو“ کا مفہوم ہوگا ”جب سفر کرے“ ایسی صورت میں وہ سفر کی مسافت طے کرنے سے پہلے مسافر نہیں بنے گا۔

ج۔ مسافر کی مقیم کے پیچھے نماز کی ادائیگی: ہم دیکھ چکے ہیں کہ مسافر چار رکعتوں والی نماز دو رکعتوں کی صورت میں ادا کرے گا لیکن اگر کوئی مسافر کسی مقیم کی اقتداء میں نماز ادا کرے گا تو وہ اپنے امام کی نماز پڑھے گا یعنی چار رکعتیں۔ حضرت ابن عمرؓ جب سفر کی حالت میں کسی مقیم امام کے پیچھے نماز ادا کرتے تو چار رکعتیں پڑھتے اور جب تنہا پڑھتے تو مزدلفہ اور دیگر مقامات میں دو رکعتیں پڑھتے ۱۳۱۔

ہم نے کہا ہے کہ ”مسافر اپنے امام کی نماز پڑھے گا“ یعنی اگر امام چار رکعتوں والی نماز پڑھا رہا ہو اور مسافر مقتدی سے پہلی دو رکعتیں رہ جائیں تو امام کے ساتھ پڑھی ہوئی دو رکعتیں اس کے لئے کافی نہیں ہوں گی بلکہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھ کر وہ کھڑا ہو جائے گا اور امام کے ساتھ فوت شدہ دو رکعتیں قضا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی کو جماعت سے دو رکعتیں مل جائیں تو کیا یہی دو رکعتیں اس کے لئے کافی ہو جائیں گی یا وہ لوگوں کی نماز پڑھے گا؟ آپ یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمایا: ”وہ لوگوں کی طرح نماز پڑھے گا“ ۱۳۲۔

اگر مقیم کسی مسافر کی اقتداء کرے تو اس صورت میں مسافر امام دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے گا اور مقیم مقتدی اٹھ کر دو رکعتیں پوری کر لے گا۔ صفوان بن عبد اللہ

کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ عبد اللہ بن مسعود کی عیادت کے لئے آئے آپ نے ہمیں دور کھینچ پڑھائیں اور پھر نماز ختم کر دی اس کے بعد ہم اٹھے اور اپنی نماز پوری کر لی۔^{۱۳۳}

۳۔ نماز کی تخفیف: سفر کے اندر نماز میں تخفیف مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے آپ سے منقول ہے کہ آپ نے سفر کی حالت میں صبح کی نماز کے اندر (اذا الشمس کورت.....) کی قرات کی^{۱۳۴}۔ آپ سے بھی منقول ہے کہ آپ سفر کے اندر ایک رکعت میں سورہ فاتحہ اور قصار مفصل (قرآن کی آخری چھوٹی سورتوں) میں سے ایک سورت پڑھ لیتے^{۱۳۵}۔

۴۔ دو نمازوں کو یکجا کرنا: مسافر کے لئے جائز ہے کہ وہ سفر کے اندر جمع تقدیم یا جمع تاخیر کے طور پر ظہر اور عصر کو نیز مغرب اور عشاء کو یکجا کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے^{۱۳۶}۔ جمع تقدیم کے سلسلے میں بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو جب جانے کی جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کھڑی کر دیتے اور تین رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے پھر جلد ہی عشاء کی نماز کھڑی کر دیتے اور دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیتے اور دونوں نمازوں کے درمیان ایک رکعت بھی سنت نہ پڑھتے اور عشاء کے بعد سنت کا ایک سجدہ نہ کرتے، پھر رات کو اٹھ کر قیام کرتے^{۱۳۷}۔

جمع تاخیر کے سلسلے میں یحییٰ بن سعید نے حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے سالم سے کہا کہ: ”تم نے اپنے والد حضرت ابن عمرؓ کو سفر کے اندر مغرب کی نماز میں زیادہ سے زیادہ کس قدر تاخیر کرتے دیکھا ہے؟“ سالم نے کہا: ”میرے والد سفر میں تھے ذات الجیش کے مقام پر سورج غروب ہو گیا اور پھر آپ نے عقیق کے مقام پر جا کر یہ نماز ادا کی“ ایک روایت میں ہے کہ: ”رات کا تہائی یا چوتھائی حصہ گزر گیا تھا“^{۱۳۸}۔

حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام اسلم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مکہ کے راستے پر سفر میں تھا، آپ کو اپنی بیوی منیہ کے سخت درد کی خبر ملی آپ نے رفتار تیز کر دی۔ آپ کے بیٹے سالم نے کہا ”نماز کا وقت ہو گیا ہے“ آپ نے فرمایا ”چلتے رہو“ حتیٰ کہ دو یا تین میل کا فاصلہ طے کر لیا پھر سواری سے اتر کر مغرب اور

عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں، اس وقت تک شفق غروب ہو چکا تھا اور پھر فرمایا: ”میں نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا کہ اگر رفتار میں تیزی ہوتی تو آپ ﷺ مغرب کی نماز موخر کر کے دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کر لیتے“ ۱۳۹۔

۵۔ سفر میں نفل نماز:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سفر کے اندر صبح کی سنت کے سوا دیگر کوئی بھی سنن رواتب (سنن مودکہ) مسنون نہیں اسی بنا پر آپ سے یہ مروی ہے کہ آپ سفر کے اندر فرض نماز سے پہلے کوئی سنت نہ پڑھتے اور نہ ہی فرض نماز کے بعد کوئی سنت پڑھتے ۱۴۰۔

آپ رات کو نفل پڑھتے اور دن کے وقت نفل نہ پڑھتے ۱۴۱۔ اس کی دو وجہیں تھیں۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ آپ کے سلف یعنی حضور ﷺ اور پھر کبار صحابہ سفر کے اندر نفل نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں حضرت ابن عمرؓ نے دن کی کوئی نماز پڑھی اور اپنے بعض رفقاء سفر کو سنت راتبہ پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ”یہ کیا کرتے ہیں؟“ کہا گیا کہ یہ سنت پڑھ رہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اگر میں سنت پڑھنے والا ہوتا تو پوری نماز نہ پڑھ لیتا“ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حج کیا تھا۔ آپ ﷺ دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حج کیا تھا وہ بھی دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ حج کیا تھا وہ بھی دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے اور میں نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ بھی حج کیا تھا وہ بھی دن کے وقت سنت نہیں پڑھتے تھے“ اس کے بعد آپ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ) تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ موجود ہے) ۱۴۲۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ شارع حکیم کی طرف سے لوگوں پر تخفیف کی غرض سے سفر کی نماز کو دو رکعت قرار دینے کا جو مقصد ہے سنت راتبہ کی ادائیگی اس مقصد کی ضد ہے اور اسی سے نکراتی ہے۔ یہی بات حضرت ابن عمرؓ نے اپنے سابقہ قول میں یہ کہہ کر واضح کر دی تھی کہ ”اگر میں سنت پڑھنے والا ہوتا تو پوری نماز ادا نہ کر لیتا“ امام

بخاری، امام مسلم اور دیگر حضرات نے یزید بن زریج سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں بیمار پڑ گیا اور حضرت ابن عمرؓ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میں نے آپ سے سفر کے اندر سنت کی ادائیگی کے بارے میں پوچھا آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں حضور ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے آپ ﷺ کو سنت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اگر مجھے سنت پڑھنا ہوتی تو میں چار رکعتیں پوری نہ کر لیتا“ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر سنن رواتب نہیں پڑھتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ”میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ سفر میں ہوتا آپ دو فرض رکعتوں سے زائد نماز ادا نہ کرتے“ تاہم آپ فجر کی سنت ترک نہ کرتے کیونکہ یہ سنت واجب سے زیادہ قریب ہے۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ فجر کی سنت پڑھتے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو نہ تو سفر میں اور نہ ہی حضر میں فجر کی سنت ترک کرتے نہیں دیکھا۔^{۱۳۳}

ب۔ مسافر کے لئے رات کے وقت نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ مسافر جب رات کو بیدار ہو تو نفلیں پڑھ لے اگر زمین پر پڑھنا میسر ہو تو زمین پر پڑھ لے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو سواری پر نفلیں پڑھ لے اور جس طرف سواری کا رخ ہو اسی طرف منہ کر کے پڑھ لے حضرت ابن عمرؓ رات کے وقت اپنے اونٹ کی پشت پر نفلیں پڑھتے خواہ اونٹ کا رخ جس طرف بھی ہوتا^{۱۳۴}۔

ج۔ اس سلسلے میں وتر کی حیثیت دیگر تمام نوافل کی طرح ہے جو رات کے وقت پڑھے جاتے ہیں اگر مسافر چاہے تو وہ وتر زمین پر پڑھ لے اور اگر چاہے تو سواری پر پڑھ لے۔ عبید اللہ بن عمرؓ نے نافع سے پوچھا کہ حضرت ابن عمرؓ کس طرح وتر پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کبھی اپنی سواری پر وتر پڑھتے اور کبھی سواری سے اتر کر زمین پر وتر پڑھتے^{۱۳۵}۔

سفر کے اندر وتر میں تخفیف کرتے ہوئے ایک رکعت پڑھی جائے گی۔ ابو جہل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے سفر کے اندر وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”رات کے آخری حصے میں ایک رکعت“^{۱۳۶}۔

د۔ مسافر اپنی سواری پر نفل نماز کے سوا اور کوئی نماز نہیں پڑھے گا۔ فرض نمازوں کے لئے وہ سواری سے اترے گا اور زمین پر ان کی ادائیگی کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر اپنے پیار رفقاء کو زمین پر اتار دیتے تاکہ وہ زمین پر فرض نماز کی ادائیگی کریں ۱۳۷۔

ھ۔ سفر میں اپنی سواری پر نفل ادا کرنے والے مسافر کے لئے قبلہ رخ ہونے کی شرط نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ج)

ط۔ جمعہ کی نماز اور نماز باجماعت: مسافر پر نماز جمعہ نہیں ہے وہ اس کی بجائے ظہر ادا کرے گا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مسافر پر جمعہ نہیں ہے“ ۱۳۸۔

مسافر پر نماز باجماعت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے مقام نجنان میں اذان دی۔ اس مقام اور مکہ کے درمیان پچیس میل کا فاصلہ ہے۔ اذان دینے کے بعد فرمایا کہ اپنے اپنے کجاووں میں نماز ادا کرلو ۱۳۹۔

ی۔ اگر کوئی شخص سفر پر ہو اور پھر سفر سے واپس آئے تو اس کے لئے رات کے وقت اپنے گھر جانا جائز نہیں ہے اور گھر اطلاع دیئے بغیر رات کے وقت نہ جائے تاکہ اس کی بیوی ایسی حالت میں اس کے سامنے نہ آئے جو اسے پسند نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ ایک غزوہ سے واپس ہوئے جب جرف کے مقام پر پہنچے تو فرمایا: ”اپنی بیویوں کے پاس رات کے وقت نہ جاؤ اور انہیں فریب نہ دو“ پھر آپ نے ایک سوار مدینہ بھیج دیا جس نے وہاں جا کر اطلاع دی کہ لوگ مدینہ میں صبح کے وقت داخل ہوں گے۔ ۱۴۰۔

ک۔ نماز جمعہ سے پہلے سفر پر جانا (دیکھئے مادہ تریض نمبر ۳)

سقط (حمل جو مردہ صورت میں گر جائے)

سقط وہ جنین ہے جسے اس کی ماں مردہ حالت میں گرا دے (دیکھئے مادہ جنین)

سقط کی نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۱)

سکر (نشہ)

کسی معین مشروب کو پینے کے نتیجے میں ذہن کے اندر معاملات کا خلط طوط ہو جانا اور

عقل کا ان کے اور اک سے عاجز ہو جانا سکر کھلاتا ہے
نشہ آور مشروبات کے احکام اور ان پر مرتب ہونے والے آثار (دیکھئے مادہ اشربت
نمبر ۳، ۴، ۵)

سلام (السلام علیکم کہنا)

- ۱- تعریف: السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ تحیت کو سلام کہتے ہیں۔
- ۲- سلام کو عام کرنا: حضرت ابن عمرؓ کو عام کرنے کے بڑے دلدادہ تھے سلام کے
ذریعے دوہدف پورے ہوتے ہیں:-

اول یہ کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کے اصول کے تحت سلام کرنے والے کو
دس گنا سلام واپس مل جاتا ہے اور دوم یہ کہ لوگوں کے ساتھ اس کی الفت اور محبت
میں اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ جب بازار میں جاتے تو جو
بھی چھوٹا یا بڑا یا کباڑیا یا کاروباری ملتا اسے سلام کہتے ۱۵۱۔ آپ لوگوں کو سلام کہنے کے
لئے بازار جاتے اس کے سوا وہاں جانے کا اور کوئی مقصد نہ ہوتا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ
حضرت ابن عمرؓ میرا ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر مجھے لے کر بازار کی طرف نکل جاتے اور
فرماتے: ”میں بازار آیا ہوں یہاں مجھے اس کے سوا اور کوئی ضرورت درپیش نہیں ہے
کہ لوگوں کو میں سلام کروں اور لوگ اس کے جواب میں مجھے سلام کہیں اور اس
طرح ایک نیکی دے کر دس نیکیاں حاصل کروں“ مجاہد سلام کا لفظ اللہ کے اسماء میں سے
ایک اسم ہے اس لئے جو شخص کثرت سے سلام کرے گا وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرے
گا۔ ۱۵۲۔ طفیل بن ابی بن کعب حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے، آپ ان کے ساتھ
بازار چلے جاتے۔ جب دونوں بازار پہنچ جاتے تو حضرت ابن عمرؓ جس کسی کے پاس سے
گزرتے اسے سلام کرتے خواہ وہ کباڑیا ہو یا کاروباری یا مسکین ہو یا کوئی اور طفیل
کہتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے پاس آیا آپ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے میں نے
پوچھا کہ ”آپ بازار جا کر کیا کریں گے جب کہ آپ نہ تو کسی دکان پر کھڑے ہوتے
ہیں، نہ ہی کسی چیز کا بھاؤ پوچھتے ہیں، نہ ہی مول تول کرتے ہیں اور نہ ہی بازار کی

مجلسوں میں بیٹھتے ہیں“ (یعنی جب میں کہتا کہ آئیے یہاں بیٹھ کر باتیں کریں تو آپ نہ بیٹھتے) یہ سن کر آپ نے مجھ سے فرمایا: ”اے ابوبطن! (طفیل کا پیٹ ذرا نکلا ہوا تھا) ہم تو بازار میں صرف سلام کرنے کی خاطر نکلتے ہیں جس سے ملیں اسے سلام کہیں۔

۳۔ وہ شخص جسے سلام کہا جائے:

الف۔ کافر کو سلام کہنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کسی مسلمان کے لئے کافر کو سلام میں پہل کرنا حلال نہیں ہے۔ اگر مسلمان اسے سلام کہے تو اس پر اپنا سلام واپس لے لیتا لازم ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے خود اس طرح کیا تھا۔ آپ ایک یہودی کے پاس سے گزرے جسے آپ پہنچاتے نہ تھے۔ آپ نے اسے سلام کیا آپ سے کہا گیا کہ یہ تو کافر ہے آپ واپس ہوئے اور یہودی سے کہا کہ میرا سلام مجھے واپس کر دو چنانچہ اس نے یہ سلام واپس کر دیا ۱۵۳۔

ب۔ فاسق کو سلام کرنا: آپ کی رائے تھی کہ بدعتی اور کھلم کھلا فسق کرنے والے کو سلام کرنا پسندیدہ فعل نہیں ہے مثلاً وہ فاسق شرابی ہو یا اسی قسم کی اور خلاف شریعت حرکتیں کرتا ہو۔ آپ فرماتے: ”شرابی کو سلام نہ کرو“ ۱۵۴۔

ج۔ نمازی کو سلام کرنا: نماز پڑھنے والے کو سلام کہنا جائز ہے ۱۵۵۔ حضرت ابن عمرؓ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو نماز میں مصروف تھا آپ نے اسے سلام کہا ۱۵۶۔

د۔ کسی کے پاس سے گزرنے پر اسے سلام کہنا: ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بازار کی طرف نکل جاتے اور گزرتے ہوئے ہر چھوٹے بڑے کو سلام کرتے۔

ه۔ جس شخص کے پاس انسان جائے اسے سلام کرے: اگر کوئی شخص لوگوں کے پاس جائے تو داخل ہونے کی اجازت طلب کرنے سے پہلے انہیں سلام کہنا اس پر لازم ہوگا۔ ایک دن حضرت ابن عمرؓ گرمی سے تنگ آ گئے آپ ایک قریشی خاتون کے خیمے کے پاس گئے اور کہا: ”السلام علیکم کیا میں اندر آسکتا ہوں؟“ خاتون نے کہا: ”سلامتی کے ساتھ اندر آجاؤ“ آپ نے پھر اپنا فقرہ دہرایا خاتون نے بھی اپنا فقرہ دہرایا۔ آپ نے اس سے فرمایا ”کہو کہ اندر آجاؤ“ خاتون نے جب یہ کہا تو آپ اندر گئے ۱۵۷۔ (دیکھ مادہ

استیذان (نمبر ۲) ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے اندر آنے کی اجازت مانگتے ہوئے کہا کہ میں اندر آجاؤں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ پہلے سلام کرو۔ اس نے سلام کہا تو آپ نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی ۱۵۸۔

حضرت ابن عمرؓ اپنی والدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں آپ کی والدہ کا غلام رکناہ اندر آیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ والدہ نے بتایا کہ یہ میرا غلام ہے۔ اس پر آپ نے رکناہ سے فرمایا: ”باہر جاؤ تمہاری ماں مرے پھر اجازت طلب کرو اور کہو ”السلام علیکم کیا میں اندر آسکتا ہوں؟“ چنانچہ غلام نے اسی طرح کیا ۱۵۹۔

(دیکھئے مادہ استیذان نمبر ۲)

و۔ مردوں کو سلام کہنا: جو شخص کسی مقبرہ میں داخل ہو یا کسی میت کے پاس جائے اس کے لئے اسے سلام کہنا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اہل قبور کو سلام کہا کرتے تھے ۱۶۰۔

آپ جب سفر پر روانہ ہوتے تو پہلے حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبروں کے پاس جاکر سلام کہتے۔ جب سفر سے واپس آتے تو اسی طرح کرتے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد نبوی میں داخل ہوتے نماز پڑھتے اور پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آتے اور کہتے: ”السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا ابناہ، (اللہ کے رسول، السلام علیک، ابوبکر السلام علیک، اباجان السلام علیک) پھر سفر پر نکل جاتے، جب سفر سے واپس آتے تو گھر جانے سے پہلے اسی طرح کرتے ۱۶۱۔

ز۔ ملائکہ کو سلام کہنا: حضرت ابن عمرؓ جب کسی ایسے مکان میں داخل ہوتے جس میں کوئی نہ ہوتا تو کہتے: ”السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین“ اس سے آپ کی مراد فرشتے ہوتے ۱۶۲۔

۴۔ سلام کرنے کی کیفیت

سلام کے الفاظ:

الف۔ سلام کہنے کے لئے مشروع لفظ ”السلام علیکم“ ہے حضرت ابن عمرؓ اس فقرے کو

ایسے الفاظ کے ساتھ موکد بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے جو سنت میں وارد نہ ہوتے۔ روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر سے ملا کرتا اور آپ کو ان الفاظ میں سلام کہتا: ”السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مغفرۃ و معافۃ“ ایک روایت بھی ہے کہ وہ یہ اضافہ بھی کرتا: ”والغادیات والرائحات“ وہ شخص اس طرح کثرت سے کرتا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: ”تم پر سو مرتبہ اگر تم نے دوبارہ اس طرح کہا تو میں تمہارے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا“ ۱۶۳۔

ب۔ با آواز بلند سلام کہنا: بلند آواز سے اس طرح سلام کہنا مستحب ہے کہ جسے سلام کہا گیا ہو وہ اسے سن لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تم جب سلام کہو تو دوسرے کو سنا دو“ ۱۶۴۔

۵۔ سلام کا جواب دینا:

الف۔ جب کسی مسلمان کو سلام کہا جائے تو اس پر زبان سے سلام کا جواب دینا لازم ہوگا۔ البتہ اگر نماز کے اندر ہو تو زبان سے جواب نہ دے بلکہ اشارے سے جواب دے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہا تھا آپ نے اسے سلام کہا اس نے سلام کا جواب دے دیا آپ نے اس سے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز کے اندر ہو اور اسے سلام کہا جائے تو وہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ اشارہ کر دے“ یہی اشارہ سلام کا جواب ہو جائے گا“ ۱۶۵۔

اگر کوئی شخص واجب خطبے مثلاً جمعہ یا عیدین وغیرہ کے خطبے کی سماعت میں مصروف ہو تو وہ سلام کا جواب نہ دے ۱۶۶۔

ب۔ امام کے سلام کا جواب دینا: حضرت ابن عمرؓ جب نماز سے سلام پھیر لیتے تو امام کے سلام کا جواب دیتے ۱۶۷۔

ج۔ سلام کا جواب اونچی آواز میں دینا: سلام کا جواب اتنی اونچی آواز میں دینا مستحب ہے کہ سلام کرنے والا اس جواب کو سن لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم سلام کرو تو دوسرے کو سنا دو اور جب جواب دو تو دوسرے کو سنا دو“ ۱۶۸۔

د۔ سلام کا جواب با وضو دینا: ابن حزم نے نافع سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

بادضو ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے، سلام کا جواب دیتے اور اللہ کا ذکر کرتے ۱۶۹۔
سلام کا جواب دینے کے لئے بادضو ہونے کا التزام کرنا شاید حضرت ابن عمرؓ کے
تقویٰ پر مبنی تھا۔

سلب (جنگ کرنے والے کا سامان جنگ)

۱۔ تعریف: جنگ کرنے والا جس جانور پر سوار ہو، جو ہتھیار اٹھائے ہوئے ہو اور جو
جنگی لباس پہنے ہوئے اسے سلب کہا جاتا ہے۔

۲۔ سلب کا مستحق کون ہے؟ ظاہری طور پر حضرت عمرؓ کی رائے یہ نظر آتی ہے کہ مجاہد
اپنے مقتول کے سلب کا اسی وقت مستحق ہوتا ہے جب امیر لشکر اسے یہ سلب دے
دے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میں نے ایک دہقان (مشرک) کا مقابلہ کیا اور اسے
قتل کر دیا۔ امیر لشکر نے مجھے اس کا سلب دے دیا۔ حضرت عمرؓ نے اسے برقرار رکھا“
۱۷۰۔

سلم (بیع سلم)

معجل ثمن کے بدلے فی الذمہ عائد وصف شدہ چیز کو فروخت کرنا بیع سلم کہلاتا ہے
(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۷ کا جز ب)

سماع (سماع)

۱۔ تعریف: کان جن عمدہ آوازوں سے لطف اندوز ہوں انہیں سماع کہتے ہیں۔

۲۔ سماع کا حکم:

الف۔ جس چیز کا سماع مباح ہو اگر اس کا سماع کیا جائے تو یہ مباح ہو گا مثلاً بلبل کے نغموں
کا سماع نیز اچھی آواز میں قرآن تلاوت کرنے والے کا سماع۔ اس پر اجماع ہے اور
اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ جس چیز کا سماع حرام ہو اگر اس کا سماع کیا جائے تو یہ حرام ہو گا مثلاً میراثیوں کے
گانے اور آلات موسیقی کی آوازوں کا سماع۔ حضرت ابن عمرؓ اس بارے میں بہت
 سخت رویہ اختیار کرتے تھے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایک شخص کچھ لونڈیوں کے

ساتھ مدینہ منورہ آیا اور عبد اللہ بن جعفر کے سامنے انہیں پیش کیا۔ ایک لونڈی نے اس کے حکم سے عبد اللہ کے سامنے دف پر یا بانسری پر گانا پیش کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے دیکھ لیا اور عبد اللہ سے فرمایا کہ ”آج دن بھر کے لئے یہ شیطانی آلہ موسیقی تمہارے لئے کافی ہے۔“ ابن جعفر نے مول تول کرنے کے بعد وہ لونڈی اس سے خرید لی۔ پھر وہ شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے اس سودے میں سات سو درہم کا نقصان ہوا ہے۔ آپ ابن جعفر کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ مذکورہ شخص کو سات سو درہم کا نقصان ہوا ہے اب یا تو تم یہ سات سو درہم اسے دے دو یا یہ بیع رد کر دو۔ ابن جعفر نے کہا کہ ہم یہ رقم اس کو ادا کر دیں گے ۱۴۱۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے جزب کے ۲ کا جزب) نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ راستے پر جا رہا تھا۔ آپ نے بانسری کی آواز سنی اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لئے اور راستے کی دوسری جانب ہو گئے جب ہم دور چلے گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا: ”کیا تم کوئی آواز سن رہے ہو“ میں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے کانوں سے ہاتھ ہٹا لئے اور فرمایا: ”میں حضور ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی اور پھر آپ نے وہی کچھ کیا جو میں نے ابھی کیا ہے“ ۱۴۲۔

سمر (رات کے وقت باتیں کرنا)

۱۔ تعریف: عشاء کے بعد جاگنا اور باتیں کرنا سر کھلاتا ہے۔

۲۔ سر کا حکم: عشاء کے بعد سر مکروہ ہے کیونکہ اس سے صحت پر اثر پڑتا ہے اور واجبات کی ادائیگی میں انسان سے کوتاہی ہو جاتی ہے اور قیام اللیل سے محروم رہتا ہے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ عشاء کے بعد سر سے منع فرماتے تھے ۱۴۳۔ آپ فرماتے: ”عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سوجاؤ“ ۱۴۴۔

سمرة (دلالی)

بائع اور مشتری کے درمیان واسطہ بنتا سمرة کہلاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو مکروہ تصور کیا ہے۔ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۵ کا جزب)

سنہ ۳ (سنت)

۱۔ تعریف: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور قول یا فعل یا توثیق یا صفت کو سنت کہتے ہیں۔

۲۔ سنت پر عمل: حضرت ابن عمرؓ سنت کی دو قسمیں کرتے تھے۔
الف۔ فعلی سنت: اس سے مراد وہ بات ہے جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا یا اسے خود کیا یا اسے برقرار رکھا یا اس کے ساتھ اپنے آپ کو متعفف کیا یعنی قابل تعریف عمدہ فعلی صفات۔ اس نوع کی سنت پر عمل اس کے درجے کے تفاوت کے اعتبار سے واجب یا مندوب یا مستحب ہوتا ہے۔

ب۔ ترک پر مشتمل سنت: اس سے مراد وہ بات ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کر دیا لیکن اس سے منع نہیں فرمایا۔ اس نوع کی سنت کو عمل میں لانے یا اسے ترک دینے کا اختیار ہوتا ہے یعنی ایک شخص اگر چاہے تو اس پر عمل کر لے اور اگر چاہے تو اسے ترک کر دے۔ جسم مثلاً سینے اور ہاتھوں کے بال مونڈ دینا اسی نوع کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسا نہیں کیا ورنہ ہی اس سے روکا۔ حضرت ابن عمرؓ ایسا کرتے تھے اس بارے میں روایت کا ذکر ہم نے (مادہ شعر نمبر ۱ کے جزج) میں کر دیا ہے۔

سہر (رات کو بیدار رہنا) دیکھئے مادہ سہر۔

سہو (بھول جانا)

۱۔ تعریف: نسیان یعنی بھول جانے کو سہو کہتے ہیں۔

۲۔ سہو کے آثار و احکام: نماز کے اندر سہو کے آثار: اگر نمازی نماز کا کوئی فرض بھول جائے اور نماز سے فارغ ہو جانے کے کافی دیر بعد اسے یہ فرض یاد آئے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز کو اندر یا سلام پھیرنے کے فوراً بعد اسے یہ فرض یاد آجائے تو وہ اس کی قضا کر کے سجدہ سہو کریگا۔ اگر فرض سے کمتر اور مستحب سے برتر کوئی فعل بھول جائے تو نماز کے اندر یاد آنے پر اسے سجدہ سہو کرنا ہوگا۔ (دیکھئے مادہ سجود السہو)

مسواک (مسواک کرنا) دیکھئے مادہ استیاک

حرف السین میں مذکورہ حوالہ

جات

- ۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱
- ۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱، عبدالرزاق ص ۹۸، ۱۰۵ ج ۱، المغنی ص ۴۸ ج ۱
- ۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱، الحلی ص ۱۱۸ ج ۱، الاستذکار ص ۲۰۸ ج ۱
- ۴۔ شرح السنہ - ص ۱۴۸ ج ۹، المغنی ص ۷ ج ۹
- ۵۔ عبدالرزاق ص ۲ ج ۹
- ۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱، المغنی ص ۲۳۰ ج ۷
- ۷۔ عبدالرزاق ص ۱۸ ج ۲، المغنی ص ۲۳۷ ج ۲، کشف الغمہ - ص ۹۳ ج ۱
- ۸۔ عبدالرزاق ص ۲ ج ۹
- ۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۲، عبدالرزاق ص ۲ ج ۹، الموطا ص ۱۵۷ ج ۱، المغنی ص ۲۳۰ ج ۲
- ۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۳ ج ۱، المغنی ص ۲۳۰ ج ۷
- ۱۱۔ عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۱۲، سنن بیہقی ص ۱۰۱ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۰۵ ج ۱
- ۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۱ ج ۱
- ۱۳۔ حوالہ درج بالا
- ۱۴۔ عبدالرزاق ص ۷۸ ج ۲
- ۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۰۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۰۵ ج ۲، المغنی ص ۵۱۸ ج ۱، کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱، الحلی ص ۲۶۷ ج ۳
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶ ج ۱
- ۱۷۔ احکام القرآن ص ۲۱۰ ج ۳
- ۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۱ ج ۱
- ۱۹۔ شرح السنہ - ص ۱۳۰ ج ۳، احکام القرآن ص ۲۰۹ ج ۳
- ۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۱
- ۲۱۔ الام ص ۲۵۱، ۲۶۰ ج ۷، سنن بیہقی ص ۱۰۷ ج ۲، شرح السنہ - ص ۱۳۰ ج ۳، کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱، الموطا ص ۱۶۳ ج ۱
- ۲۲۔ عبدالرزاق ص ۷۵ ج ۲، المغنی ص ۵۱۸ ج ۱
- ۲۳۔ عبدالرزاق ص ۷۵ ج ۲، کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱
- ۲۴۔ عبدالرزاق ص ۷۲ ج ۲، کشف الغمہ - ص ۱۰۵ ج ۱
- ۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۱ ج ۱، عبدالرزاق ص

- ۲۱۷۲ ج ۲ سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۲ المجموع ص ۱۰۶ ج ۵ المغنی ص ۶۱۸ ج ۱
- ۳۰ - عبد الرزاق ص ۳۳۹ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱ سنن بیہقی ص ۳۲۰ ج ۱۲ المغنی ص ۶۱۸ ج ۱
- ۳۱ - سنن بیہقی ص ۳۲۰ ج ۲
- ۳۲ - ابن ابی شیبہ ص ۶۴ ج ۱
- ۳۳ - عبد الرزاق ص ۳۴۲ ج ۳ الحلی ص ۱۰۶ ج ۵
- ۳۴ - عبد الرزاق ص ۳۴۲ ج ۳ الحلی ص ۱۱۱ ج ۵ شرح معانی الآثار ص ۲۰۹ ج ۱
- ۳۵ - عبد الرزاق ص ۳۴۲ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱ الحلی ص ۱۱۱ ج ۵ شرح معانی الآثار ص ۲۰۹ ج ۱
- ۳۶ - المغنی ص ۶۲۳ ج ۱
- ۳۷ - عبد الرزاق ص ۳۴۱ ج ۳
- ۳۸ - ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱ احکام القرآن ص ۲۱۸ ج ۳ المغنی ص ۶۲۳ ج ۱
- ۳۹ - المجموع ص ۵۶۸ ج ۳
- ۵۰ - عبد الرزاق ص ۳۵۰ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۶۵ ج ۱ المغنی ص ۶۲۳ ج ۱ کشف الغمہ ص ۱۲۳ ج ۱
- ۵۱ - سنن بیہقی ص ۳۲۶ ج ۲ المغنی ص ۶۲۳ ج ۱ کشف الغمہ ص ۱۲۳ ج ۱
- ۵۲ - ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ج ۱
- ۲۱۷۲ ج ۲ سنن بیہقی ص ۱۱۳ ج ۲ المجموع ص ۱۰۶ ج ۵
- ۲۶ - عبد الرزاق ص ۱۷۲ ج ۲
- ۲۷ - عبد الرزاق ص ۱۷۰ ج ۲ کشف الغمہ ص ۱۲۰ ج ۱
- ۲۸ - ابن ابی شیبہ ص ۴۰ ج ۱
- ۲۹ - حوالہ درج بالا
- ۳۰ - ابن ابی شیبہ ص ۴۲ ج ۱ سنن بیہقی ص ۳۰۶ ج ۲ الموطا ص ۱۶۸ ج ۱ کشف الغمہ ص ۱۰۵ ج ۱ المغنی ص ۱۳۸ ج ۲ الحلی ص ۲۶۸ ج ۳
- ۳۱ - المجموع ص ۴۴۶ ج ۴
- ۳۲ - عبد الرزاق ص ۴۷۶ ج ۲ ابن ابی شیبہ ص ۴۲ ج ۱
- ۳۳ - عبد الرزاق ص ۴۷۵ ج ۲
- ۳۴ - ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ج ۱
- ۳۵ - سنن بیہقی ص ۴۴۶ ج ۲ ابن ابی شیبہ ص ۴۷ ج ۱
- ۳۶ - المغنی ص ۶۱۷ ج ۱
- ۳۷ - عبد الرزاق ص ۳۳۵ ج ۳
- ۳۸ - الموطا ص ۲۰۶ ج ۱ الام ص ۲۶۷ ج ۷
- ابن ابی شیبہ ص ۳۱۷ ج ۲ احکام القرآن ص ۲۲۵ ج ۳ المجموع ص ۵۵۷ ج ۳
- ۳۹ - عبد الرزاق ص ۳۴۱ ج ۳ الحلی ص

- ۵۳۔ عبد الرزاق ص ۳۳۲ ج ۳
- ۵۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۲ ج ۱
- ۵۵۔ المغنی ص ۶۲۶ ج ۱
- ۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، المغنی ص ۶۲۶ ج ۱
- ۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۵ ج ۱، بخاری (تعلیق باب سجود المسلمین مع المشرکین)
- ۵۸۔ سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۵۹۔ نیل الاوطار ص ۱۲۷ ج ۳
- ۶۰۔ فتح الباری ص ۵۵۴ ج ۲
- ۶۱۔ عبد الرزاق ص ۳۰۶ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۶۶ ج ۱، الموطا ص ۹۵ ج ۱، المجموع ص ۴۳۳ ج ۲، شرح معانی الآثار ص ۲۵۲ ج ۱، المغنی ص ۱۵ ج ۲، المحلی ص ۷۵ ج ۴
- ۶۲۔ نیل الاوطار ص ۱۴ ج ۳
- ۶۳۔ عبد الرزاق ص ۳۰۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۶۷ ج ۱
- ۶۴۔ المحلی ص ۷۴ ج ۴
- ۶۵۔ کشف الغمہ۔ ص ۱۲۵ ج ۱
- ۶۶۔ عبد الرزاق ص ۲۱۰ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۰ ج ۱
- ۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ ج ۱، المجموع ص ۷۶ ج ۲
- ۶۹۔ کشف الغمہ۔ ص ۱۵۳ ج ۱
- ۷۰۔ سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔
- ۱۰۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲۵ ج ۲، کشف الغمہ۔

- ۷۸۔ احکام القرآن ۱۷ ج ۱ عبد الزراق ص ۵۲۱ ج ۲
- ۷۹۔ الحلی ص ۶۲۳ ج ۱، ص ۵ ج ۵ فتح الباری ص ۵۶۷ ج ۲، الحلی ص ۵ ج ۱۱
- ۸۰۔ حوالہ درج بالا
- ۸۱۔ سنن بیہقی ص ۱۳۶ ج ۳، الموطا ص ۱۳ ج ۱۴، فتح الباری ص ۵۶۶ ج ۲
- ۸۲۔ سنن بیہقی ص ۱۶۳ ج ۳، الموطا ص ۱۴ ج ۱، شرح السنہ ص ۷۳ ج ۴
- ۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳ ج ۳، شرح السنہ ص ۷۲ ج ۱، کشف الغمہ ص ۱۳۸ ج ۱، الحلی ص ۵ ج ۱۱، ص ۶۲۴ ج ۶
- ۸۴۔ عبد الزراق ص ۵۲۳ ج ۲
- ۸۵۔ المجموع ص ۲۱۶ ج ۱، ص ۲۱۷ ج ۱، المغنی ص ۲۵۵ ج ۲
- ۸۶۔ الحلی ص ۵ ج ۱، ص ۶۲۴ ج ۶، المغنی ص ۲۵۵ ج ۲
- ۸۷۔ الحلی ص ۵ ج ۱
- ۸۸۔ حوالہ درج بالا
- ۸۹۔ الحلی ص ۱۱ ج ۵، ص ۶۲۴ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ج ۱
- ۹۰۔ الحلی ص ۵ ج ۱، ص ۶۲۴ ج ۶، شرح السنہ ص ۷۲ ج ۱، فتح الباری ص ۵۶۷ ج ۲
- ۹۱۔ فتح الباری ص ۵۶۷ ج ۲، الحلی ص ۵ ج ۱۱
- ۹۲۔ عبد الزراق ص ۵۲۳ ج ۲، الموطا ص ۱۴ ج ۱
- ۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱ (مطبوع نسخہ میں یہ مذکورہ نہیں)
- ۹۴۔ موسوعہ فقہ عمرادہ سفر نمبر ۹ کا جز الف
- ۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ج ۱
- ۹۶۔ الحلی ص ۶۲۴ ج ۶
- ۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۲، مطبوعہ ہند
- ۹۸۔ عبد الزراق ص ۲۳۳ ج ۲، المغنی ص ۲۹۲ ج ۲، سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۳
- ۹۹۔ المغنی ص ۲۹۲ ج ۲
- ۱۰۰۔ عبد الزراق ص ۵۳۸ ج ۲
- ۱۰۱۔ حوالہ درج بالا
- ۱۰۲۔ الحلی ص ۷۷ ج ۷
- ۱۰۳۔ المجموع ص ۳۶۸ ج ۴، المغنی ص ۳۶۳ ج ۲
- ۱۰۴۔ سنن بیہقی ص ۷۵ ج ۳
- ۱۰۵۔ عبد الزراق ص ۷۲ ج ۲، نیز ص ۲۰۲ ج ۳
- ۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ج ۱، المغنی ص ۳۳۸ ج ۲، المجموع ص ۴۱۱ ج ۴
- ۱۰۷۔ عبد الزراق ص ۱۳۲ ج ۱، ص ۱۳۵ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۲۰۲ ج ۱

- ۱۰۷۔ تہذیب الآثار ص ۱۳۱۴ ج ۱
- ۱۰۸۔ سنن بیہقی ص ۲۴۴ ج ۴، شرح السنہ -
- ص ۶۳۰ ج ۶، المغنی ص ۱۵۰ ج ۲، المجموع
- ص ۲۶۲ ج ۶
- ۱۰۹۔ تہذیب الآثار ص ۱۳۲۱ ج ۱، فتح الباری
- ص ۱۸۳ ج ۴
- ۱۱۰۔ فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴
- ۱۱۱۔ تہذیب الآثار ص ۳۲۰، ۳۲۳ ج ۱،
- ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، تفسیر طبری ص
- ۸۸ ج ۲، الدر المنثور ص ۱۹۱ ج ۱، المحلی ص
- ۲۵۷ ج ۶
- ۱۱۲۔ المحلی ص ۲۵۷ ج ۶، عبد الزراق ص
- ۵۶۷ ج ۲
- ۱۱۳۔ تہذیب الآثار ص ۱۳۲۱ ج ۱، طبقات
- ابن سعد ص ۱۴۸ ج ۴، عبد الزراق ص
- ۵۶۸ ج ۲، المحلی ص ۲۳۸ ج ۶
- ۱۱۴۔ تہذیب الآثار ص ۱۳۲۲ ج ۱
- ۱۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، عبد الزراق
- ص ۵۶۲ ج ۲، الموطن ص ۲۹۵ ج ۱، تفسیر طبری
- ص ۸۹ ج ۲، تہذیب الآثار ص
- ۳۱۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۲۰۴ ج ۱
- ۱۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱، المحلی ص
- ۲۳۸ ج ۶
- ۱۱۷۔ شرح السنہ ص ۶۳۰ ج ۶، المجموع
- ص ۲۹۰ ج ۶
- ۱۱۸۔ فتح الباری ص ۱۸۳ ج ۴
- ۱۱۹۔ بخاری شریف، مسلم شریف فی النکاح
- ۱۲۰۔ عبد الزراق ص ۵۶۵ ج ۲، تہذیب الآثار
- ص ۳۲۱ ج ۱، المطالب العالیہ ص
- ۲۸۳ ج ۱
- ۱۲۱۔ الدر المنثور ص ۱۹۰ ج ۱
- ۱۲۲۔ تفسیر القرطبی پ ۲۷۹ ج ۲
- ۱۲۳۔ الموطن ص ۱۴۵ ج ۱، عبد الزراق ص
- ۵۱۸ ج ۲، سنن نسائی کتاب تفسیر الصلوٰۃ
- ۱۲۴۔ المغنی ص ۲۶۷ ج ۲، المجموع ص
- ۲۲۳ ج ۴
- ۱۲۵۔ شرح السنہ ص ۱۶۲ ج ۴
- ۱۲۶۔ سنن بیہقی ص ۱۴۰ ج ۳، المحلی ص ۲۶۶
- ج ۴، المغنی ص ۲۶۸ ج ۲، نیل الاوطار ص
- ۲۳۵ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ج ۱
- ۱۲۷۔ المغنی ص ۲۷۰ ج ۲
- ۱۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۲ ج ۱
- ۱۲۹۔ عبد الزراق ص ۵۳۲ ج ۲
- ۱۳۰۔ المحلی ص ۲۳۶ ج ۶
- ۱۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱، الموطن
- ص ۱۴۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۳، الام
- ص ۲۳۸ ج ۷، الاستذکار ص ۸۱ ج ۱، المغنی
- ص ۲۸۴ ج ۲، المجموع ص ۲۳۹ ج ۴، کشف

- الغمر - ص ۱۳۸ ج ۱
 ۱۳۲ - ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۳
 عبدالرزاق ص ۵۳۲ ج ۲ ابن ابی شیبہ ص
 ۵۸ ب ج ۱
 ۱۳۳ - سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۲
 ۱۳۴ - ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۳
 ۱۳۵ - الموطا ۸۲ ج ۱ عبدالرزاق ص ۶۶
 ج ۲ سنن بیہقی ص ۳۸۹ ج ۲ کشف الغمہ -
 ص ۱۰۰ ج ۱
 ۱۳۶ - المغنی ص ۲۷۱ ج ۱ المجموع ص ۲۵۳
 ج ۲
 ۱۳۷ - سنن بیہقی ص ۱۶۵ ج ۳
 ۱۳۸ - حوالہ درج بالا نیز المغنی ص ۲۷۲
 ج ۲
 ۱۳۹ - بخاری باب الحج فی السفر، مسلم باب
 جواز الحج فی السفر، الموطا ص ۱۴۴ ج ۱ نیز
 اصحاب السنن، عبدالرزاق ص ۵۴۶ ج ۲
 ۱۴۰ - الموطا ص ۱۵۰ ج ۱ سنن بیہقی ص
 ۱۵۸ ص ۱۶۵ ج ۳ تہذیب الآثار ص
 ۱۲۹ ج ۲ کتاب الام ص ۲۴۸ ج ۷ المجموع
 ص ۲۸۹ ج ۲
 ۱۴۱ - عبدالرزاق ص ۵۵۷ ج ۲
 ۱۴۲ - عبدالرزاق ص ۵۵۷ ج ۲ المغنی
 ص ۲۹۳ ج ۲ ابن ابی شیبہ ص ۵۸، ۵۹ ج ۱
- ۱۴۳ - ابن ابی شیبہ ص ۵۹ ب ج ۱
 ۱۴۴ - سنن بیہقی ص ۱۵۸ ج ۲ الام ص
 ۲۴۸ ج ۷ تہذیب الآثار ص ۱۲۹ ج ۲ المغنی
 الموطا ص ۱۵۰ ج ۱ الحلی ص ۵۸ ج ۲ المغنی
 ص ۲۹۳ ج ۲ شرح معانی الآثار ص ۲۴۹
 ج ۱ المغنی ص ۵۷۵ ج ۲
 ۱۴۵ - عبدالرزاق ص ۵۷۵، ۵۷۸ ج
 ۲ شرح معانی الآثار ص ۲۴۹ ج ۱
 تہذیب الآثار ص ۱۲۹، ۱۳۱ ج ۲ عمدۃ
 القاری شرح بخاری ص ۱۴ ج ۷ المجموع
 ص ۵۱۷ ج ۲ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱ سنن
 بیہقی ص ۴ ج ۲ الحلی ص ۲۳۰ ج ۲ ص
 ۵۲ ج ۳ شرح السنہ - ص ۱۹۰ ج ۲
 ۱۴۶ - ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱
 ۱۴۷ - سنن بیہقی ص ۷ ج ۲ المغنی ص ۶۰۰
 ج ۱
 ۱۴۸ - سنن بیہقی ص ۱۸۳ ج ۳
 عبدالرزاق ۷۲ ج ۳
 ۱۴۹ - الحلی ص ۱۶۲ ج ۳
 ۱۵۰ - عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج
 ۱۵۱ - الموطا ص ۹۶۲ ج ۲ شرح السنہ - ص
 ۲۶۰ ج ۱۲ عبدالرزاق ص ۳۸۶ ج ۱۰ کشف
 الغمہ - ص ۲۲۲ ج ۲
 ۱۵۲ - شرح السنہ - ص ۲۶۰ ج ۱۲ سیر اعلام

- ۱۶۴۔ کشف الغمہ۔ ص ۲۲۳ ج ۲
- ۱۶۵۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۲، سنن بیہقی
- ص ۲۵۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۷۲ ب ج ۱
- الموطا ص ۱۶۸ ج ۱، المحلی ص ۸۱ ج ۳، شرح
- السنہ۔ ص ۲۲۷ ج ۳، المغنی ص ۶۱ ج ۲
- المجموع ص ۳۸ ج ۴، کشف الغمہ ص ۸۹ ج ۱
- ۱۶۶۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲
- ۱۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱
- ۱۶۸۔ کشف الغمہ۔ ص ۲۲۳ ج ۲
- ۱۶۹۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱
- ۱۷۰۔ شرح السیر الکبیر ص ۶۱۴ ج ۲، طبقات
- ابن سعد ص ۱۷۰ ج ۴، سیر اعلام النبلاء ص
- ۲۰۸ ج ۳
- ۱۷۱۔ المحلی ص ۳۴۰ ج ۸، ص ۶۳ ج ۹
- ۱۷۲۔ سنن ابی داؤد باب کراہیہ -
- الغناء، منہ احمد ص ۳۸ ج ۲، المحلی ص ۶۲
- ج ۹، المغنی ص ۶، ۱۷۳ ج ۷، کشف الغمہ -
- ص ۷۵ ج ۲، طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۴
- ۱۷۴۔ احکام القرآن ص ۲۵۴ ج ۳
- ۱۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱
- النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
- ۱۷۶۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۱۰، شرح
- السنہ۔ ص ۲۶۹ ج ۱۲، شرح متحی الارادات
- ص ۱۳۳ ج ۲، المغنی ص ۵۳۶ ج ۸
- ۱۷۷۔ المجموع ص ۴۶۸ ج ۴
- ۱۷۸۔ المجموع ص ۳۸ ج ۴
- ۱۷۹۔ عبدالرزاق ص ۳۳۶ ج ۲، سنن بیہقی
- ص ۲۵۹ ج ۲، المغنی ص ۶۱ ج ۲
- ۱۸۰۔ تفسیر طبری ص ۸۷ ج ۱۸، تفسیر قرطبی
- ص ۳۱۵ ج ۱۱، عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰
- ۱۸۱۔ عبدالرزاق ص ۳۸۳ ج ۱۰، شرح
- السنہ ص ۲۸۴ ج ۱۲
- ۱۸۲۔ عبدالرزاق ص ۲۱۲ ج ۷
- ۱۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ج ۱
- ۱۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص
- ۱۵۱ ج ۱، الاشدکار ص
- ۲۳۳ ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۷۶ ج ۳
- ۱۸۵۔ تفسیر قرطبی ص ۳۱۸ ج ۲، احکام
- القرآن ص ۳۳۶ ج ۳
- ۱۸۶۔ عبدالرزاق ص ۳۹۰ ج ۱۰، شرح السنہ
- ص ۲۵۷ ج ۱۲

حرف الشین

شارب (موٹھیں)

۱۔ بالائی ہونٹ پر اگنے والے بالوں کو شارب کہتے ہیں اور دونوں کناروں کو شاربین کہتے ہیں۔

۲۔ موٹھیں مونڈنا: حضرت ابن عمر اپنی موٹھیں مونڈ کر انہیں جڑ سے ختم کر دیتے اور اسے مستحب سمجھتے۔ عثمان بن ابراہیم بن محمد الجالبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنی موٹھیں اس طرح مونڈتے دیکھا تھا گویا وہ انہیں اکھڑ رہے ہیں^۱۔ آپ ہر جمعہ یہ کام کرتے تھے۔^۲

شارع (سرک)۔ دیکھئے لفظ طریق

شارة السجود (سجدے کی علامت)

حضرت ابن عمرؓ پیشانی پر سجدے کی علامت کو مکروہ سمجھتے تھے (دیکھئے مادہ سجود نمبر

(۳)

شبهہ (شبہ)

۱۔ تعریف: شبہ یہ ہے کہ ایک چیز ثابت شدہ چیز کے ساتھ مشابہت رکھے اور ثابت شدہ نہ ہو۔

۲۔ شبہات کی بنا پر حدود کا سقوط (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵ کا جز د) (مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ب) (مادہ سرقت نمبر ۲ کا جز ج)

شتم (گالی دینا) دیکھئے مادہ سب

شجر (درخت)

حرم مکہ میں واقع درختوں کو کانٹے کی ممانعت (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱ کے جز ب کا جز ۱۰) حرم مدینہ کے درختوں کو کانٹے کی ممانعت (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جز ب)

شحاۓ (گداگری) دیکھئے مادہ استعلاء

شرب (پینا)

انسان کے لئے بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر کوئی چیز پینا جائز ہے، اس میں سنت کی کوئی مخالفت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ دونوں طرح سے مشروب پیتے اور کسی طریقے میں کوئی گناہ نہیں سمجھتے تھے۔ ”الموطا“ کے اندر ابو جعفر القاری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا تھا ۳۔ اگر پانی کسی مشکیزے وغیرہ میں ہو تو اس سے منہ لگا کر پانی پی لینا جائز ہے۔ یہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے مشکیزے کے منہ سے پانی پیا تھا ۴۔ اگر پانی پیالے میں ہو تو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ بات مکروہ تھی کہ کوئی شخص پیالے کے شکاف سے پانی پئے یا اس کی ٹوٹی سے ۵۔ کیونکہ اس طرح پانی پینے سے پینے والے کو پینے کے دوران پوری راحت نہیں ہوگی نیز یہ احتمال بھی ہوگا کہ کہیں پینے کے دوران پانی منہ سے باہر نکل کر نہ گزرنے لگے۔

شرط (شرط عائد کرنا)

- ۱۔ تعریف ایک چیز کے وجود کو دوسری چیز کے وجود پر معلق کر دینا شرط کہلاتا ہے۔
- ۲۔ شرطوں کی انواع: شرطوں کی بہت سی انواع ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔
- الف۔ شرع کی طرف سے عائد کردہ شرطیں: ان شرطوں کو نظر انداز کرنا کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ بلکہ انہیں حقیقی طور پر بروئے کار لانا واجب ہے۔ مثلاً وارث کے لئے چند شرائط جن کا وجود وراثت کے استحقاق کے لئے اس کے اندر ضروری ہے (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴) اسی طرح اقامت حد کے لئے شرطیں (دیکھئے مادہ حد نمبر ۵) اسی طرح کی دیگر شرائط جو لاتعداد ہیں۔

ب۔ بندوں کی طرف سے عائد ہونے والی شرطیں۔ ان کی بھی چند انواع ہیں

- ۱۔ اسقاطات پر وارد ہونے والی شرطیں۔ یہ شرطیں قابل اعتبار ہوں گی۔ سوائے اس شرط کے جو حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیتی ہو۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ

نے اپنا ایک غلام آزاد کیا (ظاہر ہے کہ آزاد کر دینا اسقاط ملکیت ہے) اور اس پر شرط عائد کر دی کہ وہ تین برسوں تک آپ کا کام کرے گا۔ اس نے سال کا کچھ حصہ آپ کے مویشی چرائے اور پھر حج یا عمرے کے موقع پر آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”تم نے وہ شرط ترک کر دی ہے جو میں نے تم پر عائد کی تھی، اب جاؤ تم آزاد ہو اور تمہارے ذمہ اب میرا کوئی کام نہیں۔“ ۶۔ اس قسم کی شرط اسقاطات کے سوا دیگر صورتوں میں جائز نہیں ہوتی۔ اسی طرح آپ نے یہ بات جائز قرار دی کہ ایک شخص اپنی لونڈی آزاد کر دے اور اس آزادی سے اس کے حمل کو مستثنیٰ رکھے، اسی قسم کے ایک مسئلے میں آپ نے فرمایا۔ ”اس نے جس چیز کا اشتیاء کر دیا ہے وہ چیز اس کی ہوگی۔“ ۷۔ (دیکھئے مادہ اشتیاء نمبر ۶ کا جز الف) نیز (مادہ رق نمبر ۸ کا جز ہ اور نمبر ۸ کے جز ہ کا جز ا)

۲ معاوضات کے عقود پر وارد ہونے والی شرطیں۔ یہ شرطیں صرف اس وقت درست ہوں گی جب یہ عقود کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں مثلاً ثمن کے معجل یا موجل ہونے کی شرط یا ثمن کا کفیل لینے کی شرط یا رب المال کی طرف سے مضارب پر یہ شرط کہ اگر اس المال کم ہو جائے یا تلف ہو جائے تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ (دیکھئے مادہ شرکہ نمبر ۲ کے جز ج کا جز ا) اس طرح بائع کی طرف سے ہر عیب سے بیع کے پاک ہونے کی شرط (دیکھئے مادہ خیاری نمبر ۴ کا جز ب) نیز خیاری کی شرط (دیکھئے مادہ خیاری) حضرت ابن عمرؓ اپنی اراضی کرائے پر دیتے اور یہ شرط عائد کر دیتے کہ اس میں انسانی فضلہ کھاد کے طور پر استعمال نہیں کیا جائے گا ۸۔

۳۔ اگر شرط ایسی ہو جس کا عقد منقض نہ ہو تو ایسی شرط فاسد ہوگی اور عقد کو بھی فاسد کر دے گی مثلاً اگر کوئی شخص ایک چیز فروخت کرے اور یہ شرط عائد کر دے کہ مشتری اسے آگے فروخت نہیں کرے گا تو یہ شرط فاسد ہوگی اور یہ بیع باطل ہوگی ۹۔ ”سنن سعید بن منصور“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ لونڈی فروخت کی جائے اور عقد کے اندر اسے آگے فروخت یا بیہ نہ کرنے کی شرط عائد کر دی جائے ۹۔ ”الموطا“ کے اندر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے اس غلام کے

بارے میں پوچھا گیا جسے کفارہ وغیرہ کے اندر آزاد کر دینا واجب ہو کہ آیا ایسا غلام آزاد کئے جانے کی شرط کے ساتھ خرید جاسکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔^{۱۱} آپ نے اس کی نفی اس لئے کر دی کہ یہ بیع باطل ہے اور جب بیع ہی باطل ہو تو بیع یعنی خرید شدہ غلام کو آزاد کرنا کفارہ کے لئے کافی نہیں ہو گا اس لئے کہ یہ غیر مملوکہ غلام کو آزاد کرنا قرار پائے گا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۲) اسی طرح موجد کی طرف سے مستاجر پر عین مستاجرہ (اجارے پر حاصل شدہ چیز) کے تادان کی شرط جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی شرط عقد اجارہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تادان پر مبنی اجارہ درست نہیں ہوتا“۔^{۱۲}

اسی طرح مرتن کی طرف سے راہن پر یہ شرط عائد کرنا جائز نہیں کہ اگر راہن اس کے دین کی فلاں وقت تک ادائیگی نہیں کرے گا تو مرہون مال اس دین کے بدلے اس کا یعنی مرتن کا ہو جائے گا۔ (دیکھئے مادہ رہن نمبر ۳) اسی طرح دین کی اس سے افضل صورت میں واپسی کی شرط بھی جائز نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۴ کا جز الف) اسی طرح دین کی مہل ادائیگی کے بالمقابل دین کا کچھ حصہ کم کر دینے کی شرط بھی جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ دین نمبر ۵)

بیع سلم کے اندر مسلم فیہ (بیع) کے لئے رہن کی شرط اس عقد سے مناسبت رکھتی ہے یا نہیں اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق جسے ہم آپ سے منقولہ روایات میں ترجیح دیتے ہیں، ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کوئی شخص بیع سلم کرتا ہے اور رہن لیتا ہے۔ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا اور فرمایا: ”یہ سلم قابل تادان رہوا ہے۔“ ایک روایت میں ہے کہ: ”یہ قابل تادان رہوا ہے“۔^{۱۳} اس لئے کہ اصل کے اعتبار سے بیع سلم کی مشروعیت اس لئے ہوئی ہے کہ مال کے ضرورت مند بائع کی ضرورت پوری کی جائے اور اس کے ذمہ عائد شدہ مسلم فیہ (بیع) کے سلسلے میں اس پر رہن رکھنے کی شرط عائد کرنا گویا اسے اپنی ضرورت پوری کرنے کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ رہن رکھے جانے والے مال کا مالک ہوتا یعنی اگر اس کی قیمت بیع سلم کی

قیمت کے برابر ہوتی اور اسے مذکورہ مال کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر اسے بیع سلم کرنے کی حاجت نہ ہوتی۔ بنا بریں مسلم فیہ کے بالمقابل رہن کی حواگی کی شرط اس عقد کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق آپ نے بیع سلم کے اندر رہن رکھنے کے متعلق فرمایا: ”اپنے مال کی توثیق کرلو“۔^{۱۳} اس روایت کی وجہ یہ ہے کہ متعاقبین میں سے ہر ایک کو دوسرے متعاقد سے ضمانت حاصل کرنے کا حق ہوتا ہے جس کے تحت اس کے حق کی کفالت ہو جائے۔ بنا بریں بائع پر رہن رکھنے کی شرط کے اندر کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جزب کا جز ۲)

۳۔ حج کے اندر اشتراط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱)

شرک (شرک کرنا)

جب تک مشرک عورت ایمان نہ لے آئے اس وقت تک مسلمان پر اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جزب کا جز ۵)
مشرکین کا ذبیحہ اور ان کا کیا ہوا شکار حرام ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ج) نیز (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کا جزب)

شرکہ (شراکت)

۱۔ تعریف: مختلف اشخاص کے اموال کو باہم مختلط کر دینا شراکت ہے۔
۲۔ شراکت کی انواع: اس کی کئی انواع ہیں یعنی شراکت اموال، شراکت ابدان اور شراکت مضاربہ

الف۔ شراکت اموال یہ ہے کہ ہر شریک شراکت کے راس المال کا ایک جز ادا کرے اور شرط یہ ہو کہ اسے منافع کا بھی ایک حصہ ملے گا اور وہ خسارے کا ایک حصہ بھی برداشت کرے گا۔ ایسی شراکت مشروع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس قسم کی شراکت کرتے تھے۔ زہرہ ابن معبد کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ہشامؓ انہیں لے کر بازار میں نکل جاتے اور طعام خرید لیتے، ان سے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن زبیرؓ ملتے اور کہتے کہ: ”ہمیں بھی شریک کرلو، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے برکت

کی دعا کی ہے۔ ”چنانچہ وہ انہیں شریک کر لیتے۔ بعض دفعہ وہ سامان سے لدا ہو جانور لے لیتے اور اسے گھر بھیج دیتے“۔^{۱۴}

ب۔ شراکت ابدان کے بارے میں مجھے حضرت ابن عمرؓ سے منقول کوئی روایت نہیں ملی۔ اس شراکت کا مفہوم یہ ہے کہ دو شخص جسانی طور پر کام کریں اور حاصل شدہ کمائی دونوں کے درمیان ان کی طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہو جائے گی۔

ج۔ شراکت مضاربہ

۱۔ شراکت مضاربہ یہ ہے کہ مال ایک شریک کا ہو اور کام دوسرا شریک کرے اور حاصل شدہ منافع دونوں کے درمیان ان کی طے شدہ شرط کے مطابق تقسیم ہو جائے البتہ خسارے کا پورا بوجھ رب المال پر ہوگا البتہ اگر دونوں کے درمیان اس کے سوا کوئی اور شرط طے پاگئی ہو تو معاملہ اسی شرط کے مطابق چلے گا۔ اشعرانی نے ”کشف الغمہ“ کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ جس شخص کے ساتھ عقد مضاربہ کرتے تو اس سے پوچھتے کہ اگر اس مال کم ہو جائے یا تلف ہو جائے تو کیا تم اس کا تاوان بھر دو گے؟ اگر وہ اس کا جواب اثبات میں دیتا تو آپ اسے اپنا مال دے دیتے۔^{۱۵}

۲۔ یتیم کا ولی یتیم کا مال مضاربہ پر لے سکتا ہے۔ وہ مذکورہ مال کسی کو مضاربہ پر بھی دے سکتا ہے اور منافع میں سے اسے ایک حصہ بھی حوالہ کر سکتا ہے۔ یہ بات مضاربہ پر مال نہ دینے سے اولیٰ ہے۔^{۱۶}

۳۔ مضاربہ کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر دل جسی سے خالی نہیں ہوگا۔ وہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبید اللہ بن عمرؓ ایک لشکر کے ساتھ عراق کی طرف نکل گئے واپسی میں دونوں کا گزر بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ہوا انہوں نے دونوں کا خیر مقدم کیا اور ان کے ساتھ بڑی ہمدردی سے پیش آئے پھر کہا کہ ”اگر میں تم دونوں کے لئے کوئی ایسا کام کر سکوں جس سے تمہیں فائدہ پہنچے تو میں ضرور کروں گا“ پھر کہنے لگے: ”ہاں“ مجھے یاد آیا، میرے پاس اللہ کا کچھ مال ہے جسے میں امیر المؤمنین کے پاس بھیجتا چاہتا ہوں، میں تمہیں یہ مال

سلف یعنی قرض کے طور پر دے دیتا ہوں تم اس کے بدلے عراقی سامان وغیرہ خرید لو اور پھر اسے جا کر مدینہ میں فروخت کر دو اور پھر اس المال امیرالمومنین کے حوالے کر دو اور جو منافع ہو گا وہ تم دونوں کا ہو جائے گا۔ دونوں نے کہا: ”ہمیں بھی یہ بات پسند ہے“ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے امیرالمومنینؓ کو لکھ بھیجا کہ مذکورہ مال ان دونوں سے وصول کر لیں۔ جب دونوں مدینہ میں وارد ہوئے تو مال فروخت کر دیا اور نفع کمایا۔ جب مال امیرالمومنین کے پیش کیا گیا تو انہوں نے پوچھا کہ ”کیا ابو موسیٰؓ نے جتنا مال تم دونوں کو قرض کے طور پر دیا تھا اتنا ہی مال سارے لشکر کو بھی دیا تھا؟“ دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر امیرالمومنین نے فرمایا: ”اچھا، تم دونوں امیرالمومنین کے بیٹے تھے اس لئے انہوں نے یہ مال تمہیں قرض کے طور پر دے دیا؟ چلو، سارا مال بمعہ منافع جمع کرادو“ یہ سن کر حضرت عبداللہؓ تو خاموش رہے لیکن عبید اللہ نے کہا: ”امیرالمومنین، ایسا نہیں ہونا چاہئے، یہ مال اگر کم ہو جاتا یا تلف ہو جاتا تو ہمیں اس کا تاوان بھرنا پڑتا“ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”بس مال بمعہ منافع جمع کراؤ“ حضرت عبداللہؓ تو خاموش رہے لیکن عبید اللہؓ نے اپنی بات پھر دہرائی۔ یہ سن کر امیرالمومنین کے ایک جلیس نے عرض کیا: ”امیرالمومنین، اگر آپ اس مال کو مضاربہ قرار دے دیں تو بہتر ہو گا“ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ”چلو میں نے اسے مضاربہ قرار دے دیا“ پھر حضرت عمرؓ نے اس المال اور نصف منافع جمع کر لیا اور نصف منافع آپ کے دونوں بیٹوں نے لے لیا۔

شطرنج (شطرنج)

۱۔ تعریف: شطرنج ایک کھیل ہے جو چوتھے مربع خانوں کی بسات پر کھیلا جاتا ہے اس میں بتیس بتیس خانوں کے ساتھ دو مختار حکمتوں کو پیش کیا جاتا ہے اور اس میں دو بادشاہ، دو وزیر، گھوڑ سوار، قلعے، ہاتھی بان اور لشکر ہوتے ہیں۔

۲۔ شطرنج کھیلنے کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ یہ کھیل حلال نہیں ہے آپ سے جب اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ کھیل نزد (ایک کھیل کا نام) سے

بھی زیادہ برا ہے“ ۱۸۔

شعر (بال)

۱۔ بالوں کو خضاب لگانا: سفید بالوں کو خضاب لگانا مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے بالوں کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ عبید بن جریجؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ ”ابو عبد الرحمن“ میں آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھتا ہوں جنہیں میں نے آپ کے رفقاء میں سے کسی کو بھی کرتے نہیں دیکھا“ آپ نے پوچھا: ”ابن جریج“ یہ چار کام کون سے ہیں؟“ میں نے عرض کیا کہ آپ صرف رکن یمانی اور رکن اسود کو ہاتھ لگاتے ہیں، آپ سببہ جوتے پینتے ہیں (ایسے جوتے جن کے اوپر سے دباغت کے ذریعے بال صاف کر دیئے گئے ہوں) آپ زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہیں اور آپ جب مکہ میں ہوتے ہیں تو لوگ ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ یوم الترویہ (آٹھویں ذی الحجہ) کو احرام باندھتے ہیں“ ۱۹۔

زید بن اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنی داڑھی خلوک (زرد رنگ کا ایک مرکب) سے زرد کرتے دیکھا تو میں نے عرض کیا: ”ابو عبد الرحمن“ آپ اپنی داڑھی خلوک سے زرد کر لیتے ہیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”میں نے حضور ﷺ کو اپنی داڑھی مبارک خلوک کے ساتھ زرد کرتے دیکھا تھا اس بنا پر میرے لئے اس سے زیادہ پسندیدہ کوئی اور خضاب نہیں ہے“ ۲۰۔

۲۔ بال موٹا دینا:

الف۔ ہر جمعہ کو اپنے سر اور مونچھوں کا حلق مستحب ہے (دیکھئے مادہ شارب نمبر ۲)
ب۔ موئے زیر ناف کا حلق مسنون ہے تاہم یہ بال جس ذریعے سے بھی موٹا دیئے جائیں جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ یہ بال چونے کے ذریعے صاف کیا کرتے تھے۔ نافعؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ چوناملا کرتے تھے، مجھے چوناملنے کا حکم دیتے اور جب ناف تک یہ عمل پہنچ جاتا تو آگے خود ملتے ۲۱۔

آپ فرماتے: ”چونا ملنے کا طریقہ لوگوں کا ایجاد کردہ بہت اچھا طریقہ ہے“ ۲۲۔

ج۔ جسم سے بال صاف کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں مرد کے لئے اپنے جسم یعنی

سینے اور بازوؤں وغیرہ سے بال صاف کرنا مباح ہے۔ آپ ان بالوں کو چونے کے ذریعے صاف کرنے کی بہ نسبت انہیں مونڈ دینا افضل قرار دیتے تھے اس لئے کہ چونا جلد کو نرم اور پتلا کر دیتا ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔ یوسف بن مالک کہتے ہیں کہ مین نے مروہ پر حضرت ابن عمرؓ کو اپنا سر حلق کراتے دیکھا تھا۔ آپ نے حلاق (نائی) سے کہا کہ میرے جسم پر بال بہت زیادہ ہیں اور ان بالوں کی وجہ سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، میں ان پر چونا نہیں ملتا، کیا تم یہ بال مونڈ دو گے؟ حلاق نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کھڑے ہو کر آپ کا سینہ مونڈنے لگا۔ لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے آپ نے فرمایا: ”لوگو! یہ طریقہ سنت نہیں ہے میرے بال مجھے بہت تکلیف دیتے ہیں“ ۲۳۔

ابو شعیب الاسدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو منیٰ میں اپنا سر حلق کراتے دیکھا تھا، سر کے بعد نائی نے آپ کے بازو بھی مونڈ دیئے، جب آپ نے لوگوں کو اپنی طرف نظر ڈالتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ”آگاہ رہو! یہ سنت نہیں ہے، لیکن میں چونکہ حمام میں نہیں جاتا اس لیے ایسا کر رہا ہوں“ ۲۴۔

عبدالعزیز العبدی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک لوٹھی آپ کے بال مونڈ رہی ہے، آپ نے فرمایا: ”چونا جلد کو نرم اور پتلا کر دیتا ہے“ ۲۵۔

د۔ سر کا حلق کرا کے احرام کھولنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲)

ھ۔ جسم سے اتارے ہوئے بالوں کو دفن کر دینا: بغلوں یا سر سے اتارے ہوئے بالوں یا موئے زیر ناف کو دفن کر دینا مستحب ہے ۲۵۔ ب۔ اس میں ابن آدم کی تکریم ہے جسے اللہ نے سورہ اسراء آیت نمبر ۷ میں یہ کہہ کر کرم بنایا ہے کہ (ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی)

۳۔ جو شخص حج کا ارادہ کرے وہ رمضان کا مہینہ گزارنے کے بعد اپنے سر اور داڑھی کے بال لینا بند کر دے حتیٰ کہ حج سے فراغت حاصل کر لے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۶)

محرم شخص جس نے حج یا عمرے کا احرام باندھا ہو اور وہ سر کا حلق کرانے سے باز رہے تو پھر سر کے بال صاف کرا کے یا انہیں چھوٹا کرا کے احرام کھولے (دیکھئے مادہ حج

نمبر ۲۵)

جو شخص قربانی دینے کا ارادہ کرے وہ اپنے سر کا حلق نہ کرائے حتیٰ کہ قربانی کا جانور ذبح کر لے (دیکھئے مادہ انھیئتہ نمبر ۱۰)

نومولود بچے کے سر کے بال ساتویں دن مونڈ دیئے جائیں اور اس کے ہم وزن چاندی کا صدقہ دیا جائے (دیکھئے مادہ عقیقہ نمبر ۲)

جیض یا جنابت سے غسل کے لئے عورت اگر اپنے سر کے بال نہ کھولے تو اسے اس کی اجازت ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز ب)

شرمگاہ کے ارد گرد سخت بالوں کے اگ آنے پر بلوغت ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ بلوغ نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۲)

داڑھی کے بالوں کی لمبائی کی مقدار (دیکھئے مادہ لیتہ نمبر ۲)

شفاعت (سفارش)

کسی دلیل کے بغیر معافی کی درخواست کو شفاعت کہتے ہیں۔

حدود کے اندر سفارش کی تحریم (دیکھئے مادہ حد نمبر ۲)

شک (شک)

۱۔ تعریف: دو باتوں کے درمیان تردد پیدا ہو جائے اور کوئی ایک بات دوسری پر ترجیح نہ پاسکے، اس کیفیت کو شک کہتے ہیں۔

۲۔ شک کی صورت میں عمل کی کیفیت: شک کی صورت میں عمل کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ مطلقاً یعنی شک کی زد میں آئی ہوئی بات کی خاطر متیقن چیز پر عمل ترک نہیں کیا جائے گا۔ فقہاء اس مفہوم کی تعبیر ان الفاظ میں کرتے ہیں ”یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا“ اس کے اطلاق میں حضرت ابن عمرؓ کو دیکھتے ہیں کہ آپ درج ذیل مسائل کے بارے میں اس طرح فتویٰ دیتے ہیں۔

الف۔ شک کے دن کا روزہ: شعبان کی تیسویں تاریخ یوم شک ہے اگر اس دن سے پہلے ہلال رمضان نظر نہ آئے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک یہ تھا کہ اگر

شعبان کی انتیسویں تاریخ کو چاند نظر نہ آئے اور آسمان صاف ہو تو اگلے دن روزہ نہ رکھا جائے۔ کیونکہ یہ یقین ہو گا کہ مذکورہ دن شعبان کا دن ہے اور آسمان صاف ہونے کی بنا پر یہ ضعیف احتمال ہو گا کہ یہ دن شاید رمضان کا دن ہے اور یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ فرماتے: ”اگر میں سارا سال روزہ رکھوں تو اس دن ہرگز روزہ نہیں رکھوں گا جس کے بارے میں شک ہو کہ یہ رمضان کا دن ہے“^{۲۶}۔

اگر آسمان پر بادل ہوتے جو انتیسویں تاریخ کو رویت ہلال میں حائل ہو جاتے تو حضرت ابن عمرؓ اگلے دن کا روزہ رکھ لیتے، کیونکہ ایسی صورت میں تیسویں تاریخ کے بارے میں یہ احتمال قوی ہوتا کہ یہ رمضان کا دن ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ جب شعبان کی انتیسویں تاریخ ہو جاتی تو حضرت ابن عمرؓ کسی کو چاند دیکھنے کے لئے بھیج دیتے۔ اگر آسمان پر بادل یا گردوغبار کا کوئی ٹکڑا حائل ہو جاتا تو اگلے دن روزہ رکھ لیتے اور اگر چاند نظر نہ آتا جبکہ آسمان پر کوئی چیز رویت ہلال میں حائل نہ ہوتی تو اگلے دن روزہ نہ رکھتے^{۲۷}۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۳)

ب۔ طلوع فجر کے بارے میں شک: اگر طلوع فجر کے بارے میں شک ہو تو ایسی صورت میں عدم طلوع کا حکم عائد کیا جائے گا حتیٰ کہ طلوع کا یقین ہو جائے کیونکہ رات کا وجود متیقن ہو گا اور طلوع فجر منقون ہو گا۔ اور یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اگر کسی شخص کو طلوع فجر کے بارے میں شک ہو اور وہ اس حالت کے اندر سحری کھالے اور اس کے سامنے معاملہ واضح نہ تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی وہ طلوع فجر کا تین حاصل ہونے تک کھا پی سکتا ہے^{۲۸}۔

اگر کوئی شخص دو آدمیوں کو طلوع فجر دیکھنے کے لئے بھیجے اور ان میں سے ایک کے کہ فجر طلوع ہو گیا ہے اور دوسرا کہے کہ فجر طلوع نہیں ہوا ہے تو وہ کھا پی سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں ایک خبر کو دوسری خبر پر ترجیح نہیں دی جاسکتی اور یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔ یہ صورت حضرت ابن عمرؓ کو بھی پیش آئی تھی آپ نے خبر دینے والے دونوں افراد سے فرمایا: ”تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا ہے“ اور پھر

سحری کھالی ۲۹۔

ج۔ نماز میں شک: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر نمازی کو اپنی نماز کے اندر شک لاحق ہو جائے اور اسے یہ شک پہلی دفعہ لاحق ہوا ہو تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کرے گا تاکہ شیطانی دساوس کی جڑ کٹ جائے۔ اگر اسے بار بار شک لاحق ہوتا ہو یعنی وہ شک کی بیماری میں مبتلا ہو جائے اور جب بھی نماز پڑھے اسے شک لاحق ہو جائے تو اس صورت میں وہ یقین پر اپنی نماز کی بنا کرے گا۔ اگر اسے شک پڑ جائے کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار تو وہ اس اساس پر نماز کی بنا کرے گا کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں اگر اسے شک ہو جائے کہ اس نے سورہ فاتحہ کی قرات کی ہے یا قرات نہیں کی تو پھر وہ اس کی قرات کرے گا اور نماز کے اختتام پر سجدہ سو کرے گا (دیکھئے مادہ سجود السمو نمبر ۲ کا جز الف)

شہادۃ (گواہی)

۱۔ تعریف: قاضی کی مجلس میں کسی غیر کے حق کی چشم دید کی بنیاد پر خبر دینا شہادت یعنی گواہی ہے۔

۲۔ کن باتوں پر گواہی قائم کرنا واجب ہے اور کن پر نہیں: (دیکھئے مادہ اشہاد نمبر ۲)

۳۔ ادائے شہادت کا وجوب: جو شخص کسی گواہی کا حقل کرے یعنی کسی واقعہ کا چشم دید گواہ بن جائے تو ضرورت پڑنے پر اس گواہی کو پیش کر دینا اس پر واجب ہوگا ورنہ وہ گنگار قرار پائے گا کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۳ میں ارشاد باری ہے (ومن یکنہما فانہ اثم قلبہ اور جو شخص گواہی چھپا جائے گا تو اس کا دل گنگار ہوگا) ابو جزلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ لوگ مجھے گواہی دینے کے لیے بلاتے ہیں لیکن میں اسے ناپسند کرتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”جس بات کا تمہیں علم ہو اس کی گواہی دو“ ۳۰۔

۴۔ عورت کی گواہی

الف۔ حضرت ابن عمرؓ ان امور کے اندر جن کی اطلاع صرف عورتوں کو ہوتی ہے کسی

مرد کے بغیر صرف تنہا عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”صرف تنہا عورتوں کی گواہی جائز نہیں ہے الا یہ کہ معاملہ ایسا ہو جس کی اطلاع صرف عورتوں کو ہو سکتی ہو مثلاً عورتوں کے پوشیدہ امور اور ان کا حمل اور حیض وغیرہ“ ۳۱۔ ایسی صورتوں میں صرف ایک عورت کی گواہی جائز ہے ۳۲۔

اس قاعدے سے صرف رضاعت کی گواہی مستثنیٰ ہے کیونکہ حضرت ابن عمر رضاعت کے اثبات کے لئے ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کی شرط عائد کرتے تھے (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۵)

ب۔ اموال کے اندر مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی جائز ہے کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲ میں ارشاد باری ہے (واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشہداء ان تضل احدهما فتذکر احدهما الاخری اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بناؤ۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے گواہ ہو جائیں جن کی گواہی تمہیں قابل قبول ہو تاکہ اگر ایک عورت بھول جائے تو ان میں سے دوسری عورت اسے یاد کرا دے) جصاص حنفی نے حضرت ابن عمرؓ سے حکایت کی ہے کہ آپ نکاح کے اندر ایک مرد کے ساتھ عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیتے تھے ۳۳۔

۵۔ گواہ کے لیے شرطیں: گواہ کی گواہی اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگی جب تک اس کے اندر چند شرطیں نہیں پائی جائیں گی۔ اس بارے میں ہمیں درج ذیل روایات حضرت ابن عمرؓ سے ملی ہیں۔

الف۔ آزاد ہونا: غلام کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ وہ مکاتب کیوں نہ ہو، نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مکاتب کے ذمہ جب تک ایک درہم بھی باقی ہو اس وقت تک اس کی گواہی جائز نہیں ہوگی“ ۳۴۔

ب۔ عادل ہونا: حرام افعال کا ارتکاب مثلاً شرب و غیرہ کھلنا ۳۵۔ اور جھوٹی گواہی دینا ایک انسان کی عدالت کو مخدوش بنا دیتا ہے اور اسے ختم کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینے والے پر لعنت

کی ہے ۳۶۔

گھٹیا حُرُف اختیار کرنا بھی انسان کی عدالت کا خاتمہ کر دیتا ہے ۳۷۔

ہم نے گھٹیا حُرُفوں کا ذکر (مادہ احترام نمبر ۲) میں کر دیا ہے۔

جس شخص پر حد قذف جاری ہو چکی ہو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ اس نے توبہ کر کے اپنا کردار درست کیوں نہ کر لیا ہو۔ البتہ اگر وہ مقذوف پر لگائی گئی تہمت کے سلسلے میں اپنی تکذیب کردے تو پھر اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے سورہ نور آیت نمبر ۵ کی تفسیر میں روایت کی ہے کہ قذف کرنے والوں کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھٹلا دیں۔ اگر وہ اپنی تکذیب کر دیں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی ۳۸۔

آیت کے الفاظ یہ ہے (الا الذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا.....)

سوائے ان لوگوں کے جو اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں.....)

۶۔ رضاءت کے بارے میں گواہی (دیکھئے مادہ رضاء نمبر ۳)

رمضان کے اثبات کی گواہی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۱ نیز جز ۲)

شہر (مہینہ)

شرعی مہینہ انتیس دنوں سے کم اور تیس دنوں سے زائد نہیں ہوتا حضرت ابن عمرؓ

نے فرمایا: ”کوئی مہینہ انتیس دنوں کا ہوتا ہے اور کوئی مہینہ تیس دنوں کا“ ۳۹۔

رمضان کے مہینے کا اثبات (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۱ اور جز ۲)

اشہر حرم کا دروازہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ج)

شیب (بڑھاپا، سفید جال)

انسان کے سفید ہو جانے والے بالوں کو شیب کہا جاتا ہے۔

سفید بالوں کو خضاب لگانا (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۱)

حرف الثین میں مذکور

حوالہ جات

۱۔ احکام القرآن ص ۶۸ ج ۱، طرح اشرب
۲۔ ج ۷۶ ص ۲، سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳
۳۔ شرح السنہ ص ۱۱۳ ج ۱۲

۴۔ الموطا ص ۹۲۶ ج ۲، آثار ابی یوسف
نمبر ۵۱۳

۵۔ المحلی ص ۵۱۹ ج ۷، آثار ابی یوسف
نمبر ۵۱۳

۶۔ المحلی ص ۵۲۱ ج ۷
۷۔ عبد الرزاق ص ۳۸۱ ج ۸، ص ۱۶۸ ج ۹، المحلی ص ۱۸۵ ج ۹

۸۔ المحلی ص ۳۰۰ ج ۸، ص ۱۸۸ ج ۹،
المغنی ص ۱۰۳ ج ۴، ص ۵۰۷ ج ۹

۹۔ تفسیر قرطبی ص ۱۲۲ ج ۷
۱۰۔ المجموع ص ۳۲۰ ج ۹

۱۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۱۱۰/۲ ج ۳

۱۲۔ الموطا ص ۷۷۸ ج ۲
۱۳۔ المغنی ص ۲۸۹ ج ۵

۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱، المحلی ص
۱۰۷ ج ۹، نیل الاوطار ص ۴۶ ج ۵

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۲ ج ۱، سنن بیہقی
ص ۱۹ ج ۶

۱۶۔ المغنی ص ۱۱۸ ج ۴
۱۷۔ کشف الغمہ ص ۲۲ ج ۲

۱۸۔ المغنی ص ۲۳۹ ج ۴
۱۹۔ الموطا شرح زرقاتی کے ساتھ ص

۲۰۔ ج ۳۴۵
۲۱۔ سنن بیہقی ص ۲۱۲ ج ۱۰، المغنی ص ۱۷۱

ج ۹، تفسیر ابن کثیر ص ۹۲ ج ۲، الدر المنثور
ص ۳۱۹ ج ۲

۲۲۔ الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
۲۳۔ المحلی ص ۷۷ ج ۴، ص ۱۱۹ ج ۵،

طبقات ابن سعد ص ۱۷۹ ج ۴، سیر اعلام
النبلاء ص ۲۰۸ ج ۳

۲۴۔ سنن بیہقی ص ۱۵۲ ج ۱، المغنی ص ۸۶
ج ۱

۲۵۔ المغنی ص ۸۷ ج ۱
۲۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴

۲۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۴ ج ۴
۲۸۔ حوالہ درج بالا

۲۹۔ ب۔ المجموع ص ۳۴۹ ج ۱
۳۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۱، سنن

بیہقی ص ۲۰۹ ج ۴، المحلی ص ۲۳ ج ۷،
کشف الغمہ ص ۱۹۸ ج ۱

- ۲۷۔ الحلی ص ۲۴ ج ۷، عبدالرزاق ص
 ۱۶۱ ج ۳، شرح السنہ ص ۲۳۳، ۲۳۱ ج ۶،
 المعنی ص ۸۹ ج ۳، المجموع ص ۳۶۲ ج ۶،
 کشف الغمہ ص ۱۹۷ ج ۱
 ۲۸۔ المعنی ص ۱۳۶ ج ۳، المجموع ص
 ۳۳۳، ۳۳۴ ج ۶
 ۲۹۔ احکام القرآن ص ۲۳۰ ج ۱، الحلی ص
 ۲۳۳ ج ۶
 ۳۰۔ سنن بیہقی ص ۱۵۶ ج ۱۰
 ۳۱۔ عبدالرزاق، ص ۳۳۳ ج ۸، الحلی
 ص ۳۹۶، ۳۹۹ ج ۹، الدرالمستور ص ۳۷۱
 ج ۱، کنز العمال نمبر ۱۷۷۸۰
 ۳۲۔ الحلی ص ۳۹۹ ج ۹
 ۳۳۔ احکام القرآن ص ۵۰۱ ج ۱
 ۳۴۔ الحلی ص ۴۱۲ ج ۹
 ۳۵۔ المعنی ص ۱۷۱ ج ۹
 ۳۶۔ کنز العمال نمبر ۱۷۸۰۳
 ۳۷۔ المعنی ص ۱۶۹ ج ۹
 ۳۸۔ الدرالمستور ص ۲۰ ج ۵
 ۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۸ ج ۱

حرف الصاد

صمغ (رنگنا)

- ۱- تعریف: رنگنے کو صمغ کہتے ہیں۔
- ۲- اس کا حکم: بالوں کو رنگنا مباح ہے خاص طور پر سفید بالوں کو۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی داڑھی خلوق سے رنگتے تھے یہ زرد رنگ کا ایک مرکب ہے۔ اس کے ذریعے آپ اپنی داڑھی زرد کر لیتے تھے (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲) کپڑوں کو رنگنا بھی مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ گبروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے خود پہنتے تھے اور اپنی خواتین کو بھی پہناتے تھے، آپ زعفران اور گبرو ملا کر کپڑے رنگنے کا حکم دیتے اور پھر یہ کپڑے پن لیتے۔ اِحرام والے کے لئے رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے اور اس کے لئے مہندی کے ذریعے اپنے ہاتھ رنگ لینا بھی جائز ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ۲ نیز نمبر ۶ کے جز ۲ کا جز ۲)

صبی (بچہ) دیکھئے مادہ صغیر

صداق (مہر) دیکھئے مادہ مہر

صدقة (صدقہ)

- ۱- تعریف: اللہ کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر زندگی کے اندر کسی عوض کے بغیر کسی محتاج کو ایسی چیز کا مالک بنا دینا صدقہ کہلاتا ہے جس کا دینا فرض نہ ہو۔
- ۲- صدقہ کا حکم: صدقہ میں بنیاد یہ ہے کہ وہ رضا کارانہ اور نفلی ہو تاہم چند احوال کے اندر یہ واجب بھی ہو جاتا ہے۔

اول- فصل کی کٹائی کے وقت کیونکہ سورہ انعام آیت نمبر ۱۴۱ میں ارشاد باری ہے (وکلوا من ثمره اذا اثمر واتوا حقه يوم حصاده اور اس کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ پھل دے اور اس کی کٹائی کے دن اس کے حق ادا کرو) حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فصل کی کٹائی کے وقت زکوٰۃ کے علاوہ اس حق کی ادائیگی واجب ہے (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کے جز ۲ کا جز ۴)

دوم۔ جب محتاج شخص صدقہ طلب کرے۔ اس پر بیہقی کی حضرت ابن عمرؓ سے روایت دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ابن عمرؓ بیمار پڑ گئے اور انکوں کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ انکوں ابھی نئے نئے آئے تھے۔ آپ کی بیوی صفیہ نے ایک درہم دے کر انکوں کا ایک کچھا خرید لیا، انکوں لانے والے کے پیچھے پیچھے ایک سائل بھی آگیا جب دروازے پر پہنچا تو صدا دی کہ ”سائل ہوں“ سائل ہوں“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کچھا اسے دے دو، چنانچہ اسے دے دیا گیا۔ پھر ایک درہم بھیج کر ایک کچھا خریدا اور لانے والے کے پیچھے پیچھے سائل بھی آگیا اور اس نے حسب سابق صدا دی، آپ نے اسے سائل کو دے دینے کا حکم دیا، پھر صفیہ نے سائل کو پیغام بھیجا کہ اگر پھر آئے تو خدا کی قسم میری طرف سے تمہیں کوئی بھلائی حاصل نہیں ہوگی، اس کے بعد انہوں نے ایک درہم بھیج کر انکوں منگوائے۔^۲

سوم: اگر کوئی شخص صدقہ کے طور پر ایک چیز کا تعین کر دے تو اسے نکالنا اس پر واجب ہو جائے گا۔ اس کی تفصیل آگے آرہی ہے (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۳)

۳۔ صدقہ کرنے والا: صدقہ تبرع کی ایک صورت ہے اس لئے صدقہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے تبرع کرنے کا اختیار حاصل ہو (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۳)

۴۔ وہ شخص جس پر صدقہ کیا جائے یعنی متصدق علیہ: اس کا محتاج ہونا بالاتفاق شرط ہے۔ اگر کوئی شخص صدقہ لے کر مسکین کو دینے گھر سے باہر آئے اور اس وقت مسکین جاچکا ہو تو وہ یہ صدقہ کسی اور مسکین کو دینے کے لئے الگ رکھے اور اسے مال کے ساتھ شامل نہ کرے۔^۳ اس کے لئے صدقہ کے اس مال سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا حلال نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ اس بارے میں سخت سخت کرتے تھے صدقہ طلب کرنا صرف اس شخص کے لئے جائز ہے جس پر کسی خون کی دیت لازم ہو گئی ہو یا وہ سخت جرم نے اور دین کی زد میں آگیا ہو یا ذلت آمیز شکستہ سستی سے دوچار ہو گیا ہو (دیکھئے مادہ استجداء) نیز (مادہ احترام نمبر ۲ کا جز ب)

۵۔ متصدق علیہ صدقہ کا کب مالک بنتا ہے؟

ہم نے گذشتہ فقرے میں کہا ہے کہ صدقہ کرنے والا جب صدقہ اپنے مال سے الگ

کر کے اس کا تعین کر دے تو اس پر اس کا نکالنا لازم ہو جاتا ہے تاہم اس طرح علیحدہ اور متعین کر دینے کی بنا پر فقیر اس صدقہ کا مالک نہیں بن جاتا بلکہ اس پر قبضہ کر کے ہی اس کا مالک بنتا ہے۔ حضرت امیرؓ نے فرمایا: ”کوئی صدقہ اس وقت تک جائز نہیں ہوتا جب تک اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے“ ۳۔

اس بارے میں صدقہ کی حیثیت وہی ہے جو دیگر تمام تبرعات کی ہے (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴)

۶۔ صدقہ میں دی جانے والی چیز: اگر کوئی شخص ایک چیز صدقہ میں دے دے اور پھر یہی چیز خریداری یا وراثت یا ہبہ کے ذریعے اس کی ملکیت میں دوبارہ آجائے تو وہ اسے اپنے پاس نہ رکھے بلکہ اس کا صدقہ کھوے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۳) نیز (مادہ بیع نمبر ۳ کا جزاؤں)

انسان کے اپنا سارا مال صدقہ کر دینا (دیکھئے مادہ اسراف نمبر ۲)
 قربانی میں سے صدقہ میں دیا جانے والا گوشت (دیکھئے مادہ انجیت نمبر ۵ کا جزب)
 اپنی پسندیدہ ترین چیز کا صدقہ کرنا (دیکھئے مادہ صدقہ نمبر ۷)

۷۔ پسندیدہ چیز کا صدقہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۹۲ تلاوت فرماتے جس میں ارشاد باری ہے (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں پسند ہوں) اور یہ مفہوم اخذ کرتے کہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنی ملکیت میں موجود افضل ترین اشیاء صدقات کے لئے منتخب کرے خواہ یہ صدقات فرض ہوں یا نفل ۳۔ ب۔ بلکہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی چیز دل کو بھاجاتی تو اس کا صدقہ کر دیتے۔ ۵۔ اور یہ امید کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی پوری جزا دے گا۔ اس بارے میں آپ سے بہت سی روایتیں منقول ہیں۔ ایک دن آپ نے فرمایا: ”میرا دل مچھلی کھانے کو چاہتا ہے“ آپ کے لئے مچھلی تلی گئی اور آپ کے سامنے رکھ دی گئی۔ اتنے میں ایک سائل آگیا اور آپ کے حکم سے وہ مچھلی اس کے حوالے کر دی گئی ۶۔

نافع روایت کرتے ہیں کہ آپ شکر خریدتے اور اس کا صدقہ کر دیتے۔ ہم آپ

سے کہتے کہ اگر آپ اس کے ثمن سے طعام خرید کر صدقہ کرتے تو فقراء کے لئے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ آپ جواب میں فرماتے کہ تم جو کچھ کہتے ہو وہ مجھے معلوم ہے لیکن میں نے اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون) آپ شکر کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔^۷ ایک دفعہ آپ نے فرمایا: ”یہ آیت (درج بالا آیت) ایک دفعہ میرے ذہن میں آئی میں نے اللہ کی دی ہوئی چیزوں کو شمار کیا اور مجھے پتہ لگا کہ ایک رومی لونڈی ان چیزوں میں مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔ میں نے کہا کہ یہ لونڈی لوجبہ اللہ آزاد ہے۔ اگر میرے لئے اس بات کی گنجائش ہوتی کہ اللہ کے لئے دی ہوئی چیز کو دوبارہ اپنی ملکیت میں لے آؤں تو میں اس سے نکاح کر لیتا“ پھر آپ نے نافع کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔^۸ نافع کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ کا لگاؤ بڑھ جاتا تو اسے اللہ کے لئے صدقہ کر دیتے۔ ہم حج پر تھے اور ایک عمدہ اونٹ پر سوار تھے جسے کافی مال دے کر خرید ا تھا۔ جب آپ کو اس کی رفتار اور اس کے بیٹھنے کا انداز بہت پسند آیا تو آپ اس سے اتر پڑے اور مجھ سے فرمایا کہ اس کا کجاوہ اور مہار اتار کر اسے جل پسنا دوں اور اس کا اشعار کر کے اسے ہدی بنادوں اور قربانی کے جانوروں میں شامل کر دوں۔^۹

آپ نے ایک اونٹ خرید اور اس پر سواری کی تو وہ آپ کو بہت اچھا لگا آپ نے نافع سے فرمایا کہ اسے صدقات کے اونٹوں میں شامل کر دو۔^{۱۰}

بقول نافع حضرت ابن عمرؓ کے بعض غلاموں کو آپ کی اس کیفیت کا پتہ چل گیا۔ پھر ان میں سے کوئی غلام مسجد میں چلا جاتا اور وہیں عبادت میں مصروف رہتا جب آپ اسے اچھی حالت میں دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے۔ آپ کے رفقاء آپ سے کہتے کہ یہ غلام آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ آپ جواب میں فرماتے: ”جو شخص ہمیں اللہ کے واسطے سے دھوکا دے گا ہم دھوکا کھا جائیں گے۔“

حضرت ابن عمرؓ اس سلسلے میں اپنے والد ماجد حضرت عمرؓ سے متاثر تھے، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ وہ ان کے لئے جلواء کے جنگی قیدیوں میں سے کوئی لونڈی خرید لیں۔ جب لونڈی حضرت عمرؓ کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے

بہت پسند کیا اور پھر فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون)“ اور پھر اسے آزاد کر دیا۔^{۱۲}

صدید (پیپ)

۱۔ تعریف: صدید اس زرد رنگ کے مواد کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے زخم بگڑ جاتا ہے۔

۲۔ صدید کے احکام: حضرت ابن عمرؓ خون کو نجس اور ناقض وضو قرار دیتے تھے لیکن آپ پیپ کو ایسا نہیں سمجھتے تھے^{۱۳}۔ بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے اپنے چہرے پر موجود ایک بھنسی کو دبا دیا اور اس سے کچھ مواد خارج ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس سے خون کی شکل کا مواد نکلا آپ نے دو انگلیوں سے اسے کھرج دیا اور وضوء کئے بغیر نماز پڑھ لی^{۱۴}۔

(دیکھئے مادہ دم نمبر ۲) راجح بات یہی ہے کہ بھنسی سے خارج ہونے والا مواد پیپ تھا خون نہیں تھا۔

صرف (سونے چاندی کی بیج)

۱۔ تعریف: اثمان (درہم و دینار یعنی سونے چاندی) کی ایک دوسرے کے بدلے بیج کو صرف کہتے ہیں۔

۲۔ بیج صرف کے احکام (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۷ کا جز الف) صغیر (نابالغ)

۱۔ تعریف: صغیر اس بنی آدم کو کہا جاتا ہے جو ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

۲۔ صغیر کے احکام: جب نابالغ کو دائیں اور بائیں کی پہچان ہو جائے تو اسے نماز سکھائی جائے (دیکھئے مادہ اب) نیز (مادہ علم نمبر ۲)

نابالغ محسن نہیں ہوتا (دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲ کا جز الف)

نابالغ کا دیا ہوا امان (دیکھئے مادہ امان نمبر ۲)

نابالغ کی تادیب (دیکھئے مادہ تادیب)

تابلغ کا بوسہ لینے پر وضوء کرنا (دیکھئے مادہ تعقیل نمبر ۳ کا جز الف)
 تابلغ کو خطرناک حرفتوں کے سیکھنے کا موقع نہیں دینا چاہئے (دیکھئے مادہ حجامتہ نمبر ۲)
 تابلغ کی طرف سے رمی جمار (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۲ کا جز ھ)
 ولی کا تابلغ کو لے کر طواف کرنا اور اس کی طرف سے سنت طواف ادا نہ کرنا
 (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کے جز ح کا جز ۴)
 تابلغ کو ریشم پہنانا (دیکھئے مادہ حریر نمبر ۲ کا جز ب)
 تابلغ کی رضاعت (دیکھئے مادہ رضاع)
 تابلغ کے مال کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز الف)
 تابلغ کے مال کو تجارت اور مضاربہ پر لگانا (دیکھئے مادہ شرکتہ نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)
 تابلغ کی نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۲)
 الصفا (کوہ صفا)

صفا اس بلند جگہ کا نام ہے جو کعبہ سے قریب ہے اور حج یا عمرہ کرنے والا جس سے
 صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی ابتدا کرتا ہے
 صفا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷)
 سعی کے اندر عورت صفا پر نہ چڑھے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۷ کا جز ج)
 صلاۃ (نماز)

درج ذیل نقاط کے تحت نماز سے متعلق حضرت ابن عمرؓ کی آراء کو ہم زیر بحث
 لائیں گے

(۱) تعریف (۲) نماز اسلام کا رکن ہے (۳) نماز کس پر فرض ہوتی
 ہے (۴) فرض نمازیں (۵) نماز کی شرطیں (الف) طہارت (ب) ستر
 پوشی (ج) قبلہ رخ ہونا (د) وقت (ھ) نیت (۶) سترہ قائم کرنا اور سامنے سے
 گزرنے والے کو ہٹانا (۷) نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات (۸) نماز کو باطل
 کردینے والی اور باطل نہ کرنے والی باتیں (۹) نماز کے افعال (۱۰) سفر میں

نماز (۱۱) صلوٰۃ الخوف (۱۲) نماز میں حدث لاحق ہو جانا (۱۳) نماز میں شک اور سو لاحق ہو جانا (۱۴) نماز میں آیت سجدہ کی قرات (۱۵) نماز کے اندر کسی اور کو کسی بات سے آگا کرنا (۱۶) نماز میں تخفیف (۱۷) نماز کا اعادہ (۱۸) نماز سے فراغت (۱۹) نماز کے بعد دعا مانگنا (۲۰) نماز کی قضا (۲۱) باجماعت نماز (۲۲) جمعہ کی نماز (۲۳) عیدین کی نماز (۲۴) نفل نماز (۲۵) فجر کی سنتیں (۲۶) ظہر کی سنتیں (۲۷) جمعہ کی سنتیں (۲۸) مغرب کی سنتیں (۲۹) عشاء کی سنتیں (۳۰) چاشت کی نماز (۳۱) ظہر اور عصر کے درمیان نوافل (۳۲) مغرب اور عشاء کے درمیان نوافل (۳۳) نوافل شب (۳۴) تراویح کی نماز (۳۵) سنت طواف (۳۶) نماز استسقاء (۳۷) صلوٰۃ الکسوف (۳۸) حجتہ المسجد کی نماز (۳۹) سفر کی سنتیں (۴۰) جنازے کی نماز

۱۔ تعریف: نماز ان مخصوص اقوال و افعال کا نام ہے جن کی ابتداء بحکیم تحریمہ سے ہوتی ہے اور انتہاء سلام پھیرنے کے ساتھ ہوتی ہے۔

۲۔ نماز رکن اسلام ہے: (مادہ اسلام نمبر ۲) میں گذر چکا ہے کہ نماز ارکان اسلام میں سے ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول بھی گذر چکا ہے کہ ”اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ اقامت صلوٰۃ، زکوٰۃ کی ادائیگی دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے۔ رمضان کے روزے اور صاحب استطاعت کے لئے بیت اللہ کا حج

۳۔ نماز کن لوگوں پر واجب ہوتی ہے: نماز ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص کسی نماز کے پورے وقت کے دوران بے ہوش رہے اور ہوش میں نہ آئے تو اس پر یہ نماز واجب نہیں ہوگی اور اس پر اس کی قضا بھی نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ اغناء نمبر ۲)

نابالغ کو جب دائیں بائیں کی پہچان ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم شروع کر دی جائے گی (دیکھئے مادہ علم نمبر ۲) نیز (مادہ اب)

میت پر واجب نذر نمازیں اس کے ورثاء پر ہی کریں گے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۵) نماز فرض عین ہے جس پر یہ واجب ہو وہی اس کی ادائیگی کرے گا کوئی اور اس کی

ادائیگی نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ نہ رکھے اور نہ ہی کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے“^{۱۵}۔

۴۔ فرض نمازیں: ایک مسلمان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔
فجر کی نماز: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں سے ایک روایت کے مطابق فجر کی نماز ”صلوٰۃ وسطیٰ ہے“ آپؓ نے فرمایا: ”صلوٰۃ وسطیٰ“ فجر کی نماز ہے۔“^{۱۶}۔
ظہر کی نماز: حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق یہ نماز ”صلوٰۃ وسطیٰ“ ہے۔ سعید بن المسیب، عروہ بن الزبیر، ابراہیم بن طلحہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سعید نے کہا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ”ظہر کی نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ پھر ان کے پاس سے حضرت ابن عمرؓ گزرے۔ عروہ نے کہا کہ کسی کو بھیج کر ابن عمرؓ سے یہ بات معلوم کرو۔ ہم نے ایک غلام کو اس طرف بھیج دیا۔ اور اس نے آکر بتایا کہ صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے، ہمیں غلام کی بات پر یقین نہیں آیا۔ چنانچہ ہم سب اٹھ کر آپ کے پاس چلے گئے۔ آپؓ نے فرمایا ”صلوٰۃ وسطیٰ ظہر کی نماز ہے“^{۱۷}۔

عصر کی نماز: حضرت ابن عمرؓ سے تیسری روایت کے مطابق یہ نماز صلوٰۃ وسطیٰ ہے۔ آپؓ نے فرمایا: ”صلوٰۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے“^{۱۸}۔
مغرب کی نماز: یہ عشاء اول بھی کہلاتی ہے۔

عشاء کی نماز: حضرت ابن عمرؓ اس نماز کو ”متمہ“ کے نام سے پکارنے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر آپ کسی کو عشاء کی نماز کے لئے متمہ کا لفظ کہتے ہوئے سنتے تو حج کر اسے غصے سے کہتے کہ: ”یہ عشاء کی نماز ہے“^{۱۹}۔ آپؓ نے فرمایا: ”جو شخص متمہ کی نماز کے گا وہ گنہگار ہوگا“^{۲۰}۔ آپ کو متمہ کا نام حضور ﷺ کے اس ارشاد کی وجہ سے ناپسند تھا کہ: ”بدوی لوگ کہیں تمہاری نماز عشاء کے نام کے سلسلے میں جسے وہ متمہ کے نام سے پکارتے ہیں، تم پر غالب نہ آجائیں کیونکہ یہ لوگ تاریکی (متمہ) میں اونٹنیوں کا دودھ دوہتے ہیں“^{۲۱}۔

۵۔ نماز کی شرائط: جب تک درج ذیل شرائط کا تحقق نہیں ہو جائے گا نماز درست نہیں

ہوگی۔

الف۔ طہارت: اس کی دو قسمیں ہیں حدث سے طہارت اور نجاست سے طہارت۔
۱۔ حدث سے طہارت: اگر کوئی شخص بے وضو نماز پڑھے گا تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”وضوء کے بغیر نماز قبول نہیں ہوگی“ ۲۲۔
نیز فرمایا: ”کوئی شخص بے وضو سجدہ نہ کرے، بے وضوء قرآن نہ پڑھے اور بے وضو جنازے کی نماز نہ پڑھے“ ۲۳۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ صبح کی یا ایک روایت کے مطابق عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپ کو یاد آیا کہ آپ بے وضو تھے تو آپ نے نماز دہرائی، رفقاء نے نہیں دہرائی ۲۴۔

اگر نماز کے دوران نمازی کو حدث لاحق ہو جائے اور اس میں اس کا تہمید نہ ہو تو وہ نماز سے نکل کر وضوء کرے گا اور نماز کو باطل کر دینے والی کوئی حرکت مثلاً گفتگو یا کشف ستر وغیرہ کئے بغیر واپس آکر اپنی نماز مکمل کرے گا اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول نص کا آگے ذکر ہوگا۔

۲۔ نجاست سے طہارت: یہ طہارت بدن، کپڑے اور نماز کی جگہ کی طہارت کو شامل ہے۔ ابن اعلیٰ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے جنابت والے کپڑوں میں نماز پڑھ لی اور پھر حضرت ابن عمرؓ کے کہنے پر اپنی نماز لوٹائی ۲۵۔

آپ سے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس سے روک دیا اور فرمایا: ”بھیڑ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ میں نماز پڑھ لو“ ۲۶۔

یہ ایک ایسی تفریق ہے جس کا مفہوم سرے سے سمجھ میں نہیں آتا لیکن اس کے بارے میں نص بھی وارد ہو چکا ہے امام مسلم نے ”صحیح مسلم“ کے اندر روایت کی ہے اور راوی حضرت جابر بن سرہؓ ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ آیا ہم بھینڈ بکریوں کے بیٹھنے کی جگہ یعنی باڑوں میں نماز ادا کر لیں آپ ﷺ نے اس کا جواب اثبات میں دیا لیکن جب سائل نے دریافت کیا کہ آیا ہم اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ میں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں تو آپ ﷺ نے اس کا جواب نفی میں دیا

اگر نمازی ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے اور اسے اس کا علم نہ ہو تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے کہنے لگے ”میں اپنے کپڑے میں منی کا نشان دیکھتا ہوں اور میں نے اسی کپڑے میں نماز پڑھی ہے“ پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ جگہ کھرچ دی اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔^{۲۷}

اگر نمازی کو نماز کے اندر کپڑے کی نجاست کا علم ہو جائے تو اسے اتار دے یا پاک کر لے اور اپنی نماز جاری رکھے اسے نماز کے اعادے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر اپنے کپڑے پر اگر خون دیکھ لیتے اور اسے دور کر سکتے تو دور کر دیتے۔ اگر دور نہ کر سکتے تو نماز سے نکل کر اسے دھو لیتے اور باقی ماندہ نماز ادا کر لیتے۔^{۲۸}

ب۔ ستر پوشی: مرد کا ستر ناف سے لیکر گھٹنے تک ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر میرے پاس صرف ایک کپڑا ہو جسے میں ازار کی طرح باندھ سکوں تو مجھے یہ بات اس امر کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہوگی کہ میں اسے پورے جسم پر لپیٹ لوں جس طرح یہود لپیٹ لیتے ہیں یعنی کپڑے کو بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لیتے ہیں“^{۲۹}۔

اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ نماز کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈھانپنا ضروری ہے۔ یہ بات حضور ﷺ سے حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے ماخوذ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں تو ان دونوں کپڑوں میں وہ نماز پڑھ لے اگر اس کے پاس صرف ایک کپڑا ہو تو اسے ازار کے طور پر باندھ لے اور یہودیوں کی طرح اسے اپنے جسم پر نہ لپیٹے“^{۳۰}۔

اگر نمازی کے پاس ستر پوشی کے لئے کوئی کپڑا نہ ہو تو برہنہ جسم بیٹھ کر نماز پڑھ لے اور اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان لوگوں کے بارے میں جن کا جہاز ٹوٹ گیا تھا اور وہ سب کے سب برہنہ جسم باہر آئے تھے، فرمایا تھا کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھیں اور اپنے سر سے رکوع اور سجدے کے لئے اشارہ کریں^{۳۱}۔

ج۔ قبلہ رخ ہونا: نماز کی صحت کے لئے قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔ اگر کعبہ نظر آ رہا ہو تو عین کعبہ کی طرف رخ کرنا شرط ہوگا اور اگر کعبہ اس سے دور ہو تو اس کی جہت کی

طرف رخ کرنا کافی ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مشرق اور مغرب کے مابین قبلہ ہے“^{۳۲}۔ نیز فرمایا: ”جب تم مغرب کو اپنے دائیں ہاتھ رکھو اور مشرق کو بائیں ہاتھ تو قبلہ رخ ہونے کے لئے ان دونوں کے درمیان قبلہ ہوگا“^{۳۳}۔

مسافر اگر اپنی سواری پر نفل نماز ادا کرے تو نماز کی صحت کے لئے قبلہ رخ ہونا شرط نہیں ہوگا بلکہ جس طرف سواری کا رخ ہوگا اسی طرف اس کا قبلہ ہوگا۔ اسی طرح یہ شرط اس شخص کی نماز کے لئے بھی نہیں ہے جس سے قبلہ گم ہو گیا ہو اور اسے قبلہ کا پتہ نہ چل سکے اور پھر تحریر کر کے نماز پڑھ لے اور اس کے بعد معلوم ہو کہ قبلہ غلط ہو گیا ہے کیونکہ ارشاد باری ہے (وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہیں اس لئے تم جس طرف رخ کرو اللہ کی ذات وہاں موجود ہوگی)^{۳۴}۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۵۔

مسلمان کے لئے جوف کعبہ میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جب کعبہ شریف کے اندر داخل ہوتے تو اپنے چہرے کے رخ چلتے جاتے اور باب کعبہ کو اپنی پشت کے رخ رکھتے حتیٰ کہ جب کعبہ کی سامنے والی دیوار اور آپ کے درمیان تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جاتا تو وہیں کھڑے ہو کر نماز ادا کر لیتے۔ آپ کعبہ کے اندر اس مقام پر پہنچنے کی کوشش کرتے جس کے متعلق حضرت بلالؓ نے آپ کو بتایا تھا کہ یہاں حضور ﷺ نے نماز ادا کی تھی‘ آپ نے فرمایا: ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک شخص کعبہ کے اندر اس کے کسی گوشے میں نماز پڑھ لے“^{۳۵}۔

حضرت ابن عمرؓ طواف کے بعد کعبہ میں داخل ہوتے اور وہاں طواف کی دو رکعتیں ادا کر لیتے^{۳۶}۔

۱۔ نماز کا وقت ہونا:

۱۔ فجر کی نماز کا وقت صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج کے طلوع ہونے تک ہے صحابہ کرامؓ کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ظہر کا وقت نصف النہار کے بعد آسمان کے وسط سے سورج کے ڈھل جانے سے لے کر^{۳۷}۔ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے تک ہے۔ ابو جہلؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت

ابن عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی میں نے آپ کی نماز کے وقت کا اندازہ لگانا چاہا اور اپنے سائے کا اندازہ لگایا تو تاپنے پر یہ سایہ تین گز نکلا^{۳۸}۔ ابو جہلؓ کی حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ یہ نماز ظہر کی نماز تھی۔ ابن ابی شیبہ نے اس پر باب قائم کیا ہے۔ جب ابو جہلؓ نے ظہر کی نماز پڑھی اور ان کا سایہ تین گز تھا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ عصر کی نماز کا وقت صرف اس صورت میں داخل ہو گا جب سایہ اس سے زیادہ ہو جائے اور ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے۔

عصر کا وقت ہر چیز کا سایہ دو مثل ہونے سے لے کر غروب شمس تک ہے ابن جریج نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے تو اس کے اہل و عیال اور اس کا مال گویا جاہ ہو گئے“ میں نے عرض کیا ”یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے؟“ آپ نے فرمایا: ”ہاں“^{۳۹}۔

مغرب کا وقت غروب شمس سے لے کر سرخ شفق کے غروب ہونے تک ہے^{۴۰}۔ اور عشاء کا وقت شفق احمر کے غروب ہونے کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے۔ وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر فجر کی نماز تک ہے^{۴۱}۔

حضرت ابن عمرؓ طواف کر رہے تھے کہ اچانک صبح ہو گئی آپ نے وتر پڑھ لی^{۴۲}۔

۲۔ اگر دخول وقت سے پہلے کوئی شخص نماز ادا کر لے تو اس کی یہ نماز درست نہیں ہوگی اور اس پر نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک ہی دن میں تین مرتبہ فجر کی نماز کا اعادہ کیا کیونکہ آپ نے یہ نماز دخول وقت سے پہلے پڑھ لی تھی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مزدلفہ میں فجر کی نماز کا تین مرتبہ اعادہ کیا۔ آپ نے یہ نماز پڑھ لی تو پتہ چلا کہ ابھی رات ہے، پھر دوبارہ پڑھی اور پتہ چلا کہ ابھی رات ہے پھر آپ نے تیسری مرتبہ اس کا اعادہ کیا^{۴۳}۔

۳۔ فوت شدہ نمازوں کی قضاء: اگر نماز کا وقت نکل جائے اور نماز پڑھی نہ جاسکے تو اس کی قضاء واجب ہو جائے گی۔ ویرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص وتر نہیں پڑھتا حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جاتا ہے، کیا وہ وتر پڑھے گا؟ آپ نے جواب دیا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم فجر کی نماز ترک کر دو حتیٰ کہ سورج نکل

آئے تو کیا تم یہ نماز پڑھو گے؟“ میں نے عرض کیا: ”بس رک جائیے“ آپ نے فرمایا: ”بس میں رک گیا“ ۴۴۔

اگر فجر کی سنتیں رہ جاتیں تو حضرت ابن عمرؓ ان کی قضا کرتے اس لئے فجر کی فرض نماز رہ جانے پر اس کی قضا اولیٰ ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ اگر امام کو نماز کے اندر پاتے جبکہ ابھی آپ نے فجر کی سنتیں پڑھی نہ ہوتیں تو امام کے ساتھ نماز میں داخل ہو جاتے اور پھر طلوع شمس کے بعد یہ سنتیں پڑھ لیتے ۴۵۔

ایک روایت کے مطابق آپ نے ایک شخص کو کوئی کتاب پڑھتے ہوئے پایا تو اس سے فرمایا: ”یہ کیسا قاری ہے، جو شخص وقت پر نماز نہ پڑھے اس کی کوئی نماز نہیں، تم پہلے نماز پڑھ لو اور پھر جو کتاب چاہو پڑھو“ ۴۶۔

آپ کی مراد یہ تھی کہ ”وقت پر نماز نہ پڑھنے والے کی کامل نماز نہیں ہوتی“ جس طرح حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ”مسجد کے پڑوسی کی صرف مسجد کے اندر نماز ہوتی ہے“

فوت شدہ نماز کی قضا ترتیب کے ساتھ واجب ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر نمازی کو نماز کے دوران فوت شدہ نماز یاد آجائے تو وہ اپنی نماز پوری کر کے قضا نماز پڑھے اور پھر اس کے بعد موجودہ نماز دوبارہ پڑھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص کو نماز کے اندر اپنی فوت شدہ نماز یاد آجائے تو اس کی یہ موجودہ نماز مندم ہو جائے گی“ ۴۷۔ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص ایک نماز بھول جائے اور پھر امام کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے اسے یہ نماز یاد آجائے تو وہ امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لے اور پھر فوت شدہ نماز پڑھے اور اس کے بعد اپنی مذکورہ نماز دوبارہ پڑھے ۴۸۔

ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے رمضان میں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی پھر گھر آیا اور وہاں آکر سو گیا اور دن بھر اور رات بھر سوتا رہا اور پھر اگلی صبح بیدار ہوا، حضرت ابن عمرؓ نے اس سے پوچھا: ”پھر تم نے کیا کیا؟“ اس نے کہا میں ظہر کی نماز پڑھی آپ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کیا“ اور پھر پوچھا کہ پھر تم نے کیا کیا؟ اس نے کہ پھر میں نے عصر کی نماز پڑھی، آپ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کیا پھر اسکے

بعد کیا کیا؟“ اس نے کہا کہ میں نے پھر مغرب کی نماز پڑھی، آپ نے پھر وہی فقرہ دہرایا، پھر اس نے کہا کہ میں نے پھر عشاء کی نماز پڑھی، آپ نے پھر وہی فقرہ دہرایا، اور پوچھا کہ پھر تم نے کیا کیا اس نے کہا کہ میں نے وتر پڑھی آپ نے فرمایا: ”تمہارا وتر کے ساتھ کیا کام تھا، پھر تم نے کیا کیا“ اس نے کہا کہ پھر میں نے صبح کی نماز پڑھی آپ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کیا“ ۴۹۔

ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر عصر کی نماز پڑھتے ہوئے تمہیں یاد آئے کہ تم نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے تو عصر کی نماز پوری کر لو اور پھر ظہر پڑھ لو اور اگر تمہیں یاد آئے کہ تم نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور پھر پڑھ لو تو تمہارے لئے یہ کافی ہو جائے گا“ ۵۰۔

نوافل اور سنن کی قضا نہیں پڑھی جائے گی صرف وتر اور فجر کی سنتوں کی قضا پڑھی جائے گی۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

۴۔ ایسے اوقات جن میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ طلوع شمس اور غروب شمس ایسے دو اوقات ہیں جن کے اندر فرض اور نفل نمازوں کی ادائیگی حرام ہے خواہ ان نفلوں کے کوئی سبب ہو یا کوئی سبب نہ ہو آپ فرماتے: ”میں کسی کو دن اور رات کے دوران کسی بھی گھڑی نماز پڑھنے سے نہیں روکتا البتہ وہ طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت نماز نہ پڑھے“ ۵۱۔

آپ کی یہ ممانعت اس روایت پر مبنی تھی جسے آپ نے حضور ﷺ سے بیان کی تھی کہ ”تم میں سے کوئی شخص طلوع شمس اور غروب شمس کا وقت تلاش کر کے اس میں نماز نہ پڑھے کیونکہ سورج شیطان کی دو سیٹگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے“ ۵۲۔

بنا بریں ہم حضرت ابن عمرؓ کو دیکھتے ہیں کہ اگر آپ فجر کی سنتیں نہ پڑھ سکتے اور فجر کے فرض کی ادائیگی کے بعد وقت تنگ ہوتا یعنی فجر کی دو سنتیں پڑھنے کی گنجائش نہ ہوتی تو آپ یہ سنتیں موخر کر دیتے اور سورج نکلنے کے بعد انہیں پڑھتے۔ آپ ایک دفعہ جب مسجد میں پہنچے تو جماعت شروع ہو چکی تھی، آپ نے ابھی فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں آپ جماعت میں شامل ہو گئے اور پھر نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر

جب سورج کی روشنی پھیل گئی تو اٹھے اور سنتیں پڑھ لیں ۵۳۔
 تاہم آپ طلوع شمس کے وقت نماز جنازہ پڑھنے کو بھی مکروہ سمجھتے تھے جب تک
 سورج بلند نہ ہو جاتا اور اسی طرح غروب شمس کے وقت جب تک سورج غروب نہ
 ہو جاتا ۵۴۔

آپ نے ایک جنازے کے متعلقین سے فرمایا: ”یا تو تم ابھی جنازہ پڑھ لویا پھر اس
 وقت تک رہنے دو جب تک سورج بلند نہ ہو جائے“ ۵۵۔
 حضرت رافع بن خدیج ؓ کا جنازہ عصر کے بعد آیا آپ نے جنازہ والوں سے فرمایا
 : ”اگر تم لوگ ابھی جنازہ نہ پڑھو یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگے تو پھر جب تک
 سورج غروب نہ ہو جائے اس وقت تک نہ پڑھو“ ۵۶۔

صبح کی اذان کے بعد فجر کی نماز کے سوا اور اس نماز کے سوا جس کا کوئی سبب ہو کوئی
 اور نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا: ”میں نے حضور ﷺ حضرت
 ابو بکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں صبح کے بعد اس
 وقت تک کوئی نماز نہیں جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے“ ۵۷۔ نیز فرمایا: ”فجر کے
 بعد فجر کی دو رکعتوں کے سوا کوئی اور نماز نہیں“ ۵۸۔

اور ظاہر یہی ہے کہ عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کا حکم اسی طرح ہے جس طرح فجر
 کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اوقات ان دو اوقات کے لئے
 حرم یعنی حصار کا کام دیتے ہیں جن کے اندر نماز پڑھنا حرام ہے یعنی طلوع شمس اور
 غروب شمس کے اوقات ہمیں ان حضرات سے اتفاق نہیں ہے جنہوں نے حضرت ابن
 عمر ؓ سے روایت کی ہے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کی مطلقاً اباحت ہے ۵۹۔
 کیونکہ اگر نمازی سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فرض پڑھنے کے بعد وہ یہ سنتیں پڑھے گا
 بشرطیکہ وقت کے اندر ان کے لئے گنجائش ہو ۶۰۔

اگر کوئی شخص فجر یا عصر کی نماز کے بعد طواف کرے تو اس کے لئے طواف کی دو
 رکعتیں پڑھنا جائز ہو گا ۶۱۔

اگر ان دو اوقات میں کوئی جنازہ آجائے تو جنازہ پڑھنا جائز ہو گا۔ ایوب کہتے ہیں کہ

میں نے نافع سے پوچھا کہ آیا حضرت ابن عمرؓ فجر اور عصر کی نماز کے بعد جنازہ پڑھ لیتے تھے؟ انہوں نے اس کا جواب اثبات میں دے کر کہا کہ ”اگر اسی وقت کے اندر جنازہ والے جنازہ پڑھ لیتے تو آپ بھی پڑھ لیتے“ ۶۲۔

۵۔ نماز کے افضل اوقات: حضرت ابن عمرؓ فرض نماز کی ادائیگی میں تعیل اور اسے اول وقت میں ادا کر لینے کو مستحب سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ نے حضور ﷺ کے اس ارشاد کی روایت کی ہے کہ: ”نماز کا اول وقت رضوان الہی ہے اور آخر وقت عفو الہی ہے“ ۶۳۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ عصر کی نماز اس وقت پڑھ لیتے جب سورج ابھی سفید یعنی چمکدار اور صاف ہو تا کبھی آپ اس کی ادائیگی میں تعیل کر لیتے اور کبھی تاخیر ۶۴۔

آپ مغرب کی نماز اول وقت میں پڑھتے اور فرماتے: ”جس نماز کے فوت ہو جانے کا مجھے سب سے زیادہ خوف رہتا ہے وہ مغرب کی نماز ہے“ ۶۵۔ آپ عشاء کی نماز کو مقدم کر کے اول وقت میں پڑھ لیتے الا یہ کہ ٹھکے ہوئے ہوتے تو نماز سے پہلے سو جاتے اور گھروالوں کو حکم دیتے کہ وہ آپ کو جگا دیں۔ امام بخاری نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس کی پرواہ نہ کرتے کہ عشاء کی نماز مقدم کر کے پڑھ لیں یا موخر کر کے اگر آپ کو خطرہ نہ ہوتا کہ نیند غالب آجانے کی وجہ سے نماز رہ جائے گی۔ آپ بہت کم ایسا کرتے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے سے پہلے سو جاتے ۶۶۔

جہاں تک عشاء کی نماز مقدم کر کے پڑھنے کا تعلق ہے تو تقدیم کا معاملہ استحب اور ندب پر مبنی ہے۔ ”معصف عبدالرزاق“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض اوقات عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سو جاتے اور گھروالوں کو کہہ دیتے کہ وہ آپ کو جگا دیں ۶۷۔

آپ رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لیتے پھر جب رات کو اٹھ کر تہجد ادا کرتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت بنا دیتے اور پھر جب تک چاہتے تہجد پڑھتے اور آخر میں ایک رکعت وتر پڑھ لیتے ۶۸۔

حاج بن یوسف کو رزق تھا آپ نے نماز موخر کرنے پر اسے ٹوکا تھا، یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حاج خطبہ دیتا رہا اور نماز میں تاخیر ہو گئی، آپ نے اس سے فرمایا: ”سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا“ حاج نے جواب میں کہا کہ ”میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارا سراڈا دوں جس میں تمہاری دونوں آنکھیں ہیں“ آپ نے فوراً جواب دیا: ”اگر تم ایسا کرنا چاہو تو کر سکتے ہو اس لئے کہ تم بیوقوف ہو اور ہم پر مسلط کر دیئے گئے ہو“ ۶۹۔

۶۔ ایک وقت میں دو نمازوں کو یکجا کر دینا: ظہر اور عصر کو نیز مغرب اور عشاء کو سفر کے اندر جمع تقدیم یا جمع تاخیر کے طور پر یکجا کر دینا جائز ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جرح کا ج ۲) (۳۷)

جمع کے اندر عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں جمع تقدیم کے طور پر یکجا کی جائیں گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے ج ۲ واد کا ج ۱) نیز مزدلفہ کے اندر مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع تاخیر کے طور پر ایک ساتھ پڑھی جائیں گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا ج ۲ الف) امام کے لئے جائز ہے کہ وہ بارش کے موقعہ پر مسجد کے اندر ظہر اور عصر نیز مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ پڑھا دے، لوگ بھی اس کے ساتھ یہ نمازیں یکجا کر کے پڑھیں گے۔ وقت کے حاکم جب بارش کے موقعہ پر مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا کر دیتے تو ان کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ بھی یہ نمازیں اکٹھی پڑھتے ۷۰۔

اس جمع کی کیفیت یہ ہے کہ پہلی نماز اس کے آخر وقت تک موخر کر دی جائے اور دوسری نماز کو مقدم کر کے پہلی نماز کے آخری وقت میں اس کی ادائیگی کر لی جائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ”ہمارے امراء یعنی حاکمان وقت بارش کی رات میں مغرب کی نماز میں تاخیر کرتے اور شفق غروب ہونے سے پہلے عشاء کی ادائیگی میں قبیل کر لیتے، حضرت ابن عمرؓ ان کے ساتھ یہ نمازیں ادا کرتے اور اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے“ ۷۱۔

۷۔ نیت: نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ”تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے“ (بخاری، مسلم)

۶۔ سترہ کھڑا کرنا اور نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو ہٹانا:

الف۔ نمازی کے لئے اپنے آگے سترہ قائم کرنا سنت ہے (دیکھئے مادہ سترۃ)۔
 ب۔ نمازی کے آگے سے گذرنا مکروہ یعنی ناجائز ہے حضرت ابن عمرؓ کو خواتین کے سامنے سے گذرنے کو مکروہ تصور کرتے اگر وہ نماز میں مصروف ہوتیں۔ آپ کسی کے آگے سے نہیں گذرتے^{۴۲}۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اگر کوئی شخص اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نمازی کے آگے سے گذرنا چاہے تو نمازی کو اسے آگے سے گذرنے سے روکنے کا حق ہوگا خواہ یہ روکنا بذریعہ طاقت کیوں نہ ہو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم نماز پڑھ رہے ہو تو اپنے سامنے سے کسی کو گذرنے نہ دو۔ اگر وہ باز نہ آئے اور تمہیں لڑنا پڑ جائے تو لڑ پڑو“^{۴۳}۔

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے میں آپ کے پہلو سے گذرنے لگا آپ نے سمجھا کہ میں آپ کے سامنے سے گذرنا چاہتا ہوں، آپ جوش میں آگئے جس سے میں خوفزدہ ہو گیا اور پھر آپ نے مجھے پرے دھکیل دیا“^{۴۴}۔
 ایک روایت کے مطابق عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ آپ اپنے قعدہ سے اونچے ہوئے اور پھر میرے سینے پر ہاتھ مار کر مجھے پرے کر دیا“^{۴۵}۔

ج۔ اگر گذرنے والا سامنے سے گذرنے پر بضد ہو جائے تو اس کے گذر جانے کا نمازی کی نماز پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کوئی چیز نماز کو قطع نہیں کرتی البتہ تم گذرنے والے کو اپنے سے پرے کر دو“^{۴۶}۔

د۔ نماز کی مکروہات اور غیر مکروہات

الف۔ دل کو مشغول کر دینے والا عمل: حضرت ابن عمرؓ نمازی کے لئے ہر اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے جو اس کے دل کو مشغول کر دے اور خضوع و خشوع کے اندر خلل پیدا کر دے، اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا جبکہ نمازی کا دل اس کھانے کی طرف مائل ہو ایسی صورت میں اسے چاہئے کہ اگر نماز کا وقت نکل جانے کا خطرہ نہ ہو تو پہلے کھانا کھا کر اپنی ضرورت پوری کر لے اور پھر نماز پڑھ لے۔ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا اور ادھر جماعت کھڑی ہو جاتی تو آپ کھانے سے فارغ ہو کر مسجد کو جاتے۔

کھانے کے دوران آپ کے کانوں میں امام کی قرات کی آواز آتی رہتی ۷۷۔
 ۲۔ نمازی کے آگے کسی ایسی چیز کا ہونا جو اس کے دل کو مشغول کر دے مثلاً تلوار،
 قرآن مجید اور نقش و نگار وغیرہ۔ مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے اور
 قبلہ کے درمیان کوئی چیز رہنے نہ دیتے اور اسے وہاں سے ہٹا دیتے نہ تو تلوار رہنے
 دیتے اور نہ ہی قرآن مجید ۷۸۔

”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی گھر میں داخل
 ہوتے اور جائے نماز کے قبلہ میں کوئی مصحف یا کوئی اور چیز دیکھ لیتے تو اسے وہاں سے
 ہٹا دیتے اور اگر دائیں یا بائیں جانب دیکھتے تو اسے وہیں رہنے دیتے ۷۹۔

ب۔ نماز کے اندر ہر وہ بات مکروہ ہے جس کے اندر کافروں کے ساتھ تشبہ پایا جائے
 ۱۔ اسی بنا پر حضرت ابن عمرؓ قبروں کے درمیان نماز پڑھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے
 ۸۰۔ کیونکہ اس میں بندوں کی پرستش کرنے والوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی تھی
 تاہم اگر کوئی شخص قبروں کے درمیان نماز پڑھ لے تو کراہت کے ساتھ یہ نماز جائز
 ہو جائے گی۔ اس بارے میں نماز جنازہ کے اندر جو تسامح حضرت ابن عمرؓ کرتے تھے وہ
 کسی اور نماز میں نہیں کرتے تھے۔ عبدالرزاق نے نافع سے روایت کی ہے کہ ہم
 نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا جنازہ جنت البقیع کے وسط میں قبروں کے
 درمیان پڑھا تھا۔ یہ جنازے حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائے تھے اور حضرت ابن عمرؓ
 بھی موجود تھے ۸۱۔

۲۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافروں کے لئے بنے ہوئے سنگمائے میل کی طرف رخ
 کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کراہت کی علت آپ نے یہ بیان کی تھی کہ یہ سنگمائے
 میل اہل جاہلیت کے استخوانوں کے مشابہ تھے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ
 حضرت ابن عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان نصب شدہ سنگمائے میل کی طرف رخ کر کے
 نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ پتھروں کے بنے ہوئے تھے۔ آپ سے کراہت کی وجہ پوچھی
 گئی تو آپ نے فرمایا کہ: ”میں نے انہیں انصاب یعنی نصب شدہ بتوں کے مشابہ قرار
 دیا ہے“ ۸۲۔

- ۳۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کو آپ نے مکروہ قرار دیا ہے ^{۸۳}۔
- ۴۔ نماز کے اندر سدل ٹوب یعنی کپڑے کو پہن لینے کی بجائے اسے سر اور کندھوں پر ڈال کر جسم سے لٹکا لینے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت میں آپ نے سدل ٹوب کو مکروہ قرار دیا ہے اور اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس میں یہود کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو سدل ٹوب کرتے تھے ^{۸۴}۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ نے نماز میں سدل ٹوب کیا تھا ^{۸۵}۔ تاہم آپ کا یہ فعل کراہت کے انقضاء پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ بعض دفعہ ایسے افعال کر لیتے تھے جو فی الحقیقت مکروہ ہوتے مثلاً نماز کے اندر دیوار کا سہارا لیتا اس بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ہم ایسا کرتے ہیں اور ہمارا یہ فعل اجر کو کم کر دیتا ہے“ ^{۸۶}۔
- ۵۔ نمازی کے لئے اپنے جسم پر اس طرح کپڑا لپیٹ لینا یعنی کپڑا بغل کے نیچے سے نکال کر کندھے پر ڈال لینا بھی مکروہ ہے جس طرح یہود لپیٹ لیتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر میرے پاس صرف ایک کپڑا ہو جسے میں ازار کی طرح باندھ لوں تو میں یہ بات اسے جسم پر یہود کی طرح لپیٹ لینے کی بہ نسبت زیادہ پسند کروں گا“ ^{۸۷}۔
- ۶۔ نماز کے اندر دونوں ہاتھ یا ایک ہاتھ کا سہارا لینا بھی مکروہ ہے آپ نے ایک شخص کو نماز کے اندر ہاتھوں کے سہارے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ”تم نماز کے اندر دونوں ہاتھوں کے سہارے بیٹھے ہو جس طرح مغضوب ^{۸۸} (یہود) بیٹھتے ہیں“ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم ان لوگوں کی طرح بیٹھے ہو جن پر عذاب نازل ہوا تھا“ ^{۸۸}۔
- آپ نے ایک شخص کو اپنے بائیں ہاتھ کے سہارے قعدہ کرتے دیکھا تو فرمایا: ”اس طرح نہ بیٹھو، اس طرح تو وہ لوگ بیٹھے ہیں جنہیں عذاب دیا جاتا ہے“ ^{۸۹}۔
- ج۔ بیت مسنونہ کی مخالفت: نمازی کے لئے مکروہ ہے کہ وہ ایسی بیت اختیار کرے جو نماز کی بیت مسنونہ کے خلاف ہو۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں۔
- ۱۔ انگلیوں کو ایک دوسرے کے اندر پیوست کرنا: اس طرح بیت اختیار کرنے والے

نمازی کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”یہ ان لوگوں کی نماز ہے جو مغضوب ملیم ہیں“
 ۹۰۔ یعنی یہود۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے اندر
 اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں پبست کی تھیں ۹۱۔

۲۔ کمر پر ہاتھ رکھنا: زیاد بن صلیح الغنوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو
 میں نماز پڑھی میں نے اپنا ہاتھ اپنی کمر پر رکھ لیا۔ جب نماز ختم ہو گئی تو آپ نے فرمایا: ”
 یہ نماز کے اندر صلیب کا نشان ہے۔ اور حضور ﷺ اس سے منع فرماتے تھے“ ۹۲۔
 ۳۔ چہرے پر نقاب ڈالنا: حضرت ابن عمرؓ نے مرد کے لئے یہ بات مکروہ قرار دی ہے کہ
 وہ چہرے پر نقاب ڈال کر نماز پڑھے ۹۳۔

۴۔ قعدہ کے اندر ایک ہاتھ یا دونوں ہاتھوں کا سہارا لینا: سنت طریقہ یہ ہے کہ انسان
 نماز میں قعدہ کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھے اگر وہ یہ ہیئت مسنونہ
 ترک کر کے اپنے ہاتھ اپنے کنارے رکھے تو یہ بات مکروہ ہوگی۔ اس بارے میں حضرت
 ابن عمرؓ کا قول (مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزب کے ۶) اور (مادہ ا قضاء نمبر ۲) میں گذر چکا
 ہے۔

۵۔ ایسا عمل جو نمازی کو نمازیوں کی ہیئت سے خارج کر دے، یہ عمل نمازی کے لئے
 مکروہ ہے۔ اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ دیواروں کا سہارا لینا: آپ سے نماز کے اندر دیوار کے سہارا لینے کے بارے میں
 پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ہم ایسا کرتے ہیں اور یہ عمل اجر کو کم کر دیتا ہے“ ۹۴۔

۲۔ پھونک مارنا: حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر پھونک مارنے کو مکروہ تصور کرتے تھے
 ۹۵۔

۳۔ دائیں بائیں دیکھنا: حضرت ابن عمرؓ نماز کے اندر التفات یعنی دائیں بائیں دیکھنے کو
 مکروہ قرار دیتے تھے ۹۶۔

ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابن عمرؓ میرے پیچھے
 تھے مجھے اس کا احساس نہیں تھا میں نے منہ موڑ کر دائیں بائیں دیکھا تو آپ نے مجھے
 انگلی ماری ۹۷۔ آپ نے فرمایا: ”عیامت کے دن کچھ لوگ مقومین کے نام سے بلائے

جائیں گے“ رفقاء نے پوچھا کہ یہ منقوصین کون ہیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”تم میں سے ایک شخص اپنے وضو کے اندر نیزدائیں بائیں التفات کے ذریعے اپنی نماز کو ناقص کر دیتا ہے“^{۹۸}۔

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ اگر یہ التفات بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہوگا۔ لیکن ضرورت کی بنا پر مکروہ نہیں ہوگا۔ اس مفہوم پر ابن ابی شیبہ کی یہ روایت محمول ہوگی کہ حضرت ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ حضرت ابن الزبیرؓ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو التفات نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی ہلتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ”لیکن ہم تو التفات بھی کرتے ہیں اور ہلتے بھی ہیں“^{۹۹}۔

یہاں یہ احتمال بھی ہے کہ حضرت ابن الزبیرؓ جب نماز پڑھانے کھڑے ہوتے تو نماز شروع کرنے سے پہلے صفوف درست کرانے کے لئے دائیں بائیں نہ دیکھتے، حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اس طرز عمل پر نکتہ چینی کی تھی اور فرمایا تھا کہ ”صفوف درست کرانے کے لئے میں تو دائیں بائیں دیکھتا ہوں اور جب صفیں درست ہو جاتی ہیں تو پھر نماز شروع کرتا ہوں“

۴۔ کنکریاں الٹ پلٹ کرنا: اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے اندر کنکریوں کے ساتھ شغل جاری رکھا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کنکریاں الٹ پلٹ کرنا شیطانی عمل ہے“^{۱۰۰}۔ اس میں وہ صورت داخل نہیں ہے کہ ہاتھ سے کنکریوں کو آہستگی سے برابر کر دیا جائے تاکہ سجدے کے اندر نمازی کی پیشانی ان پر ٹک جائے۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ جب سجدے میں جاتے تو پیشانی رکھنے کی جگہ پر کنکریوں کو آہستہ سے برابر کر دیتے^{۱۰۱}۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز پڑھتے تو اپنے قدموں سے کنکریوں کو برابر کر دیتے^{۱۰۲}۔ تاکہ ان پر کھڑے ہونے میں آپ کو تکلیف محسوس نہ ہو اور آپ کے خشوع و خضوع میں فرق نہ آئے۔ اسی طرح چہرے پر لگی ہوئی مٹی صاف کرنے کا مسئلہ ہے اگر یہ مٹی نمازی کے دھیان کو نماز کی طرف سے ہٹا دے، حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے^{۱۰۳}۔ یہ صورت اس لئے مکروہ نہیں

کبھی گئی کہ یہ نماز کی اصلاح کے لئے تھی کیونکہ اس کے ذریعے قیام، رکوع، سجود اور خشوع و خضوع میں اتمام کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔

۵۔ ترفع اور تکبیر کا مظاہرہ: نمازی کے لئے ہر وہ حرکت مکروہ ہے جس میں ترفع اور تکبیر کا مظاہرہ ہوتا ہو۔ اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

لوگوں کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے اپنے آپ کو بلند رکھنے کی خاطر مقصورہ (مسجد کے اندر محراب کے متصل کو ٹھہری نما مخصوص جگہ) میں نماز پڑھنا۔ حضرت ابن عمرؓ اگر نماز کے وقت مقصورہ میں ہوتے تو وہاں سے نکل کر لوگوں کے ساتھ صف میں شامل ہو جاتے اور نماز ادا کرتے^{۱۰۴}۔ البتہ یہ کراہت اس وقت رفع ہو جاتی ہے جب مقصورہ کے اندر نماز کسی مشروع سبب کی بنا پر ادا کی جائے مثلاً نمازی کو کسی ظالم دشمن کا خوف ہو بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے فتنہ کے دنوں یعنی خانہ جنگی کے دوران بعض دایلوں کے لئے قتل ہو جانے کے خوف کو مقصورہ میں نماز ادا کرنے کا عذر قرار دیا تھا۔

عامر بن ذویب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مقصورہ کے اندر نماز پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ”حاکمان وقت نے یہ طریقہ اس سے اختیار کیا ہے کہ انہیں خطرہ ہے کہ نماز کے اندر لوگ انہیں اپنے نیزوں کا نشانہ نہ بنالیں“

۱۰۵۔ کعبور کی چھوٹی چٹائی بچھا کر اس پر نماز پڑھنا ترفع میں داخل نہیں ہے (جیسا کہ آج کل لوگ اپنا معمولی بچھا کر اس پر نماز پڑھتے ہیں) حضرت ابن عمرؓ مسجد کے سوا دوسرے مقام پر یہ چھوٹی چٹائی بچھا کر اس پر نماز پڑھتے اس چٹائی کے نیچے گھر کی بڑی چٹائی ہوتی، آپ اس چھوٹی چٹائی پر کھڑے ہو جاتے اور نماز شروع کر دیتے اور سجدہ بھی اسی پر کرتے^{۱۰۶}۔

۱۔ گھٹیا لباس:

گھٹیا لباس کے اندر نماز مکروہ ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے مثلاً صرف شلوار پہن لے اور قمیص نہ ہو جو ناف سے اوپر والے حصوں کو ڈھانپ دے۔ نافع کہتے ہیں کہ میں ایک دن مویشیوں کو چارہ کھلانے

میں مصروفیت کی بنا پر جماعت سے نماز پڑھ نہ سکا حضرت ابن عمرؓ میرے پاس آئے اس وقت میں ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا: ”کیا تم دو کپڑے نہیں پہنتے“ میں نے عرض کیا: ”ہاں“ دو کپڑے پہنتا ہوں“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اگر میں تمہیں مدینہ کے کسی شخص کے پاس بھیجوں تو کیا تم ایک ہی کپڑا پہن کر جاؤ گے؟ میں نے نفی میں اس کا جواب دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ”تو کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار نہیں ہے کہ اس کے سامنے پورے لباس میں حاضری دی جائے یا لوگ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔“ ۱۰۷۔

البتہ اگر نمازی کو ایک کپڑے کے سوا کوئی اور کپڑا میسر نہ ہو تو اس صورت میں یہ کراہت ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے ازار کے طور پر باندھنے کے لئے صرف ایک کپڑا میسر ہو تو یہود کی طرح اسے جسم پر لپیٹنے (بغل کے نیچے سے نکال کر کندھوں پر ڈالنے) کی بہ نسبت ازار کے طور پر اسے استعمال کرنا مجھے زیادہ پسند ہو گا ۱۰۸۔

شلوار یا ازار کے بغیر صرف قمیص کے اندر نماز پڑھ لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ مجاہد نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تھا کہ اگر صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا پڑ جائے تو پھر کونسا ایک کپڑا آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو گا؟ آپ نے جواب میں قمیص کا نام لیا ۱۰۹۔ آپ نے خود ایک قمیص کے اندر نماز ادا کی تھی اور اس کے سوا جسم پر کوئی اور کپڑا نہیں تھا ۱۱۰۔

ایسی صورت کے اندر نمازی کے لئے مستحب ہو گا کہ وہ اپنی کمر کسی رومال یا رسی سے باندھ لے تاکہ گریبان کے شکاف سے شرماہ پر اس کی نظر نہ پڑ سکے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”نماز کے اندر اپنی کمریں باندھ لو خواہ رسی سے ہی کیوں نہ باندھو ۱۱۱۔“ عورت اپنے پورے کپڑوں میں نماز پڑھے گی یعنی لمبی قمیص، دوپٹے اور چادر میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر عورت نماز پڑھے تو اسے اپنے پورے کپڑوں یعنی لمبی قمیص، دوپٹے اور چادر میں نماز پڑھنا چاہیے ۱۱۲۔“

ز۔ گھٹیا جگہ: نمازی کے لئے گھٹیا جگہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مثلاً حمام، راستے اور

اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں میں۔^{۱۱۳}۔ ”مصنف عبدالرزاق“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ راستے پر نماز پڑھنے کو مکروہ تصور کرتے تھے^{۱۱۴}۔
راستے پر نماز پڑھنے کی کراہت میں یہ احتمال ہے کہ نماز کی وجہ سے آنے جانے والوں کے لئے تنگی ہو جائے گی۔

ح۔ جس جگہ فرض نماز ادا کی جائے اسی جگہ نفل نماز ادا کرنا: نمازی کے لئے یہ مکروہ ہے کہ وہ جس جگہ فرض نماز ادا کرے اسی جگہ نفل پڑھنا شروع کر دے اور وہاں سے نہ ہٹے اور نہ ہی کوئی بات کرے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اسی مقام پر نفل پڑھنے لگا جہاں اس نے جمعہ کی نماز ادا کی تھی آپ نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا: ”میں تمہیں اسی مقام پر نفل پڑھتے ہوئے نہ دیکھوں“ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے دھکا دیا اور پھر فرمایا: ”میں نے تمہیں اس لئے دھکا دیا ہے کہ تم یا تو آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ آؤ“^{۱۱۵}۔

عطاء کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے بتایا ہے جس نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ ایک شخص نے فرض نماز پڑھی پھر اسی جگہ کھڑے ہو کر نفل پڑھنے لگا تو آپ نے اسے دھکا دیا جب اس نے مڑ کر دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا: ”تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں دھکا دیا؟“ اس نے جواب دیا: ”مجھے نہیں معلوم“ تاہم اتنی بات مجھے معلوم ہے کہ آپ نے کسی بھلائی کی خاطر مجھے دھکا دیا ہے“ آپ نے فرمایا: ”ٹھیک کہتے ہو“ میں نے اس لئے دھکا دیا کہ تم نے فرض نماز سے فراغت کے بعد کوئی کلام نہیں کیا اور نہ ہی آگے جا کر نماز پڑھی“^{۱۱۶}۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے امام کے لئے اسے مکروہ تصور کیا ہے اور دوسروں کو اس کی رخصت دی ہے۔^{۱۱۷}۔ تیسری روایت میں ہے کہ آپ فرض نماز ادا کرنے کی جگہ میں نفل کی ادائیگی کے اندر کوئی حرج تصور نہیں کرتے تھے۔ خود آپ فرض نماز ادا کرنے کی جگہ میں نفل نماز بھی ادا کر لیتے تھے^{۱۱۸}۔

www.KitaboSunnat.com

ط۔ جماعت کھڑی ہو جانے پر نفل نماز کی ادائیگی:

نمازی کے لئے یہ مکروہ ہے کہ جب جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ اس وقت نفل نیت

لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا جبکہ موزن فجر کی نماز کے لئے اقامت کہہ رہا تھا۔ آپ نے مذکورہ شخص سے فرمایا: ”کیا تم فجر کی نماز چار رکعت پڑھتے ہو؟“^{۱۱۹}۔ آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو فرض نماز کے ساتھ ابتدا کرے“^{۱۲۰}۔ یعنی وہ سنت قبلہ نہیں پڑھے گا۔ البتہ اگر وہ جماعت کے مقام سے ہٹ کر کسی اور جگہ سنت قبلہ پڑھ لے یعنی فرض سے پہلے کی سنت تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں آئے تو دیکھا کہ امام نے نماز شروع کر دی ہے۔ یہ دیکھ کر آپ حضرت حفصہؓ کے گھر میں داخل ہو گئے اور وہاں سنت پڑھنے کے بعد امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔^{۱۲۱}

ی۔ سترہ قائم کئے، غیر نمازی کے لئے نماز پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ سترۃ)
نمازی کے لئے اس طرح نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے جس کی وجہ سے کوئی واجب عمل مثلاً خطبہ کی سماعت فوت ہو جائے (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۴)
نمازی کو سلام کہنا مکروہ نہیں ہے (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز ج)
نمازی اس سلام کا جواب اشارے سے دے گا کلام کے ذریعے نہیں دے گا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۵ کا جز الف)

۸۔ نماز کو باطل کر دینے والے اور باطل نہ کرنے والے امور
درج ذیل امور نماز کو باطل کر دیتے ہیں۔

الف۔ نماز کی کسی شرط کو عمد آ ترک کر دینا: مثلاً طہارت، استقبال قبلہ اور ستر پوشی وغیرہ۔ اگر وہ کوئی شرط بھول کر چھوڑ دے اور نماز کے ابتداء سے یہ شرط یاد آجائے اور پھر وہ اسے درست کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے نماز پڑھتے ہوئے اپنے کپڑے پر خون کا نشان دیکھا، آپ مڑے اور اشارے سے پانی منگوا یا اور خون دھونے کے بعد واپس آکر باقی عبادہ نماز پوری کر لی اور نماز کا اعادہ نہیں کیا۔

اگر نماز کے دوران نمازی کی اپنی حرکت کے بغیر کوئی ایسی بات لاحق ہو جائے جو

نماز کی کسی شرط کو باطل کر دے تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”نماز کے اندر جس شخص کی تکبیر پھوٹ جائے تو وہ واپس ہو جائے اور وضو کرے اگر وہ اس دوران کلام نہ کرے تو باقی ماندہ نماز پوری کر لے اور اگر کلام کر لے تو اپنی نماز نئے سرے سے پڑھے“ ۱۲۳۔ آپ نے فرمایا: ”اگر نماز کے اندر کسی کی تکبیر پھوٹ جائے یا قے آجائے یا اسے مڑی نکلنے کا احساس ہو تو وہ واپس ہو جائے اور وضو کرے اور پھر کلام نہ کرنے کی صورت میں واپس آ کر اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر لے“ ۱۲۴۔ ایک دفعہ نماز کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی تکبیر پھوٹ گئی آپ اپنے مکان میں داخل ہوئے اور اشارے سے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کیا پھر واپس ہوئے اور باقی ماندہ نماز پوری کر لی۔ آپ نے اس دوران کوئی کلام نہیں کیا ۱۲۵۔

ب۔ نماز کا کوئی رکن ترک کر دینا مثلاً قرأت فاتحہ ۱۲۶۔ حضرت ابن عمرؓ فرض نماز کی کسی رکعت کے اندر سورہ فاتحہ کر قرأت ترک نہیں کرتے تھے ۱۲۷۔ آپ فرماتے: ”مجھے اس عمارت یعنی کعبہ کے رب سے شرم آتی ہے کہ میں کوئی نماز پڑھوں اور اس میں سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی اور سورت نہ پڑھوں“ ۱۲۸۔

ج۔ کلام الناس کے ساتھ تکلم: پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص کو نماز کے اندر حدیث لاحق ہو جائے تو کلام کر لینے کی صورت میں وہ اپنی نماز نئے سرے سے پڑھے گا۔ یعنی اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اسپر نئے سرے سے نماز کی ادائیگی واجب ہوگی۔ البتہ اگر وہ ذکر الہی کے ساتھ کلام کرے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ کو نماز میں اگر چھینک آ جاتی تو آپ اونچی آواز میں ”الحمد للہ“ کہتے اور پھر نئے سرے سے نماز شروع نہ کرتے ۱۲۹۔

د۔ نماز کے اندر فوت شدہ نماز اگر یاد آ جائے یعنی اگر کوئی شخص نماز ادا کرنا بھول جائے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے اور اگلی نماز میں داخل ہو جائے اور پھر اس نماز کے دوران اسے فوت شدہ نماز یاد آ جائے تو مذکورہ نماز کی فرضیت باطل ہو جائے گی اور یہ نماز نفل نماز میں تبدیل ہو جائے گی۔ پھر اس پر لازم ہو گا کہ پہلے فوت شدہ

نماز پڑھے اور اس کے بعد نماز کی ادائیگی کرے جس کے اندر اسے فوت شدہ یاد آئی تھی، حضرت ابن عمرؓ فرمایا: ”جو شخص اپنی کوئی نماز بھول جائے اور اسے امام کے پیچھے یہ نماز یاد آئے تو امام جب سلام پھیر لے تو وہ اپنی بھولی ہوئی نماز پڑھے اور اس کے بعد اپنی موجودہ نماز ادا کرے“ ۱۳۰۔

ھ۔ کتے اور گدھے کا سامنے سے گزر جانا: ۱۳۱۔ بکر بن عبداللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وجہ سے اپنی دو رکعت نماز کا اعادہ کیا تھا کہ آپ کے سامنے سے کتے کا بچہ گزر گیا تھا ۱۳۲۔ ان کی یہ روایت بھی ہے کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھ رہا تھا میرے اور حضرت ابن عمرؓ کے درمیان کتے کا بچہ داخل ہوا اور میرے سامنے سے گزر گیا۔ مجھ سے آپ نے فرمایا کہ تم اپنی نماز دہراؤ، میں اپنی نماز نہیں دہراؤں گا اس لئے کہ کتے کا بچہ میرے سامنے سے نہیں گزرا تھا ۱۳۳۔

نمازی کے آگے سے کسی انسان کا گزر جانا اس کی نماز قطع نہیں کرتا۔ اسی طرح مذکورہ جانوروں کے سوا دیگر جانوروں کا گزرنا بھی نماز قطع نہیں کرتا۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کو محمول کیا جائے گا کہ ”کوئی چیز نماز کو قطع نہیں کرتی البتہ تم اپنے سامنے سے گزرنے والے کو اپنے پاس سے ہٹاؤ“ ۱۳۴۔

و۔ ایسی حرکت جو نمازی کو نمازیوں کی ہیئت سے خارج کر دے مثلاً قدموں سے چلنا وغیرہ بشرطیکہ یہ حرکت نماز کی ضرورت کے تحت یا اپنی ذات سے کسی ضرر کو دور کرنے کی خاطر نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک پر پر پڑی آپ نے اسے بچھو سمجھا اور نماز کے اندر ہی اس پر اپنا جو تادے مارا ۱۳۵۔

۹۔ نماز کے افعال

الف۔ تکبیر تحریمہ: نماز کی ابتدا ایک تکبیر سے ہوگی جسے تکبیر تحریمہ کہا جاتا ہے یہ تکبیر کتے وقت نمازی اپنے ہاتھ اپنے کندھوں کے برابر اٹھائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کتے اور اپنے ہاتھ کندھوں تک لے جاتے ۱۳۶۔ ایک روایت میں ہے کہ کانوں تک لے جاتے ۱۳۷۔ اگر آپ کسی نمازی کو نماز کے اندر ہاتھ اوپر اٹھاتے نہ دیکھتے تو اسے نکلیاں مارتے اور اسے رفع یدین کا حکم دیتے ۱۳۸۔

نمازی اپنا سر اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھائے گا۔ ابن جریج نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ تکبیر تحریمہ کہتے وقت اپنا سر اور چہرہ آسمان کی طرف اٹھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: ”ہاں، تھوڑا سا“

ب۔ قیام

۱۔ فرض نمازوں میں قرأت کے دوران قیام فرض ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سفر کے اندر اپنے پیار رفقاء کو سوار یوں سے اتار لیتے تاکہ وہ زمین پر فرض نماز ادا کریں^{۱۳۹}۔
(دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جرح کے جز ۵ کا جز د)

۲۔ یہ مسنون ہے کہ قیام کے دوران نمازی اپنے قدموں کے درمیان نہ تو زیادہ فاصلہ رکھے اور نہ ہی انہیں ایک دوسرے کے ساتھ چپکا دے بلکہ انہیں بین بین رکھے حضرت ابن عمرؓ اپنے قدموں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں رکھتے اور نہ ہی ایک کے ساتھ دوسرے کو ملا تے بلکہ دونوں باتوں کے درمیان رہتے^{۱۴۰}۔ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے دونوں قدم ملا کر نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ”اگر یہ شخص اپنے ایک ایک قدم پر باری باری کھڑا ہو تا تو وہ صورت اس صورت کی بہ نسبت افضل ہوتی“^{۱۴۱}۔ سعد بن ابراہیم نے روایت کہ ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اپنے دونوں قدم ملا کر نماز پڑھتے دیکھا تھا جیسا کہ ہمیں ظاہری طور پر نظر آ رہا تھا^{۱۴۲}۔ اس روایت کو اس امر پر محمول کیا جائے گا کہ آپ نے اس طرح سوا کیا تھا۔

۳۔ نفل پڑھنے والے کے لئے جائز ہے کہ نمازی بلا عذر بیٹھ کر نفل ادا کرے۔ ایسی صورت میں اسے کھڑے ہو کر نفل پڑھنے والے کے اجر کا نصف ملے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”قاعد کی نماز قائم کی نماز کا نصف ہوتی ہے“^{۱۴۳}۔ عورت کے لئے چوڑی مار کر یعنی چار زانو بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ خواتین کو چوڑی مار کر نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے^{۱۴۴}۔ کیونکہ یہ صورت انکے لئے زیادہ پردہ پوشی کی باعث ہوتی۔ مریض کے لئے اگر قیام کرنے میں مشقت ہو تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھے اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ چوڑی مار کر بیٹھے بشرطیکہ اس طرح بیٹھنے میں اسے تکلیف نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے درد کی تکلیف کی وجہ سے چار

زانو بیٹھ کر نماز پڑھی تھی ۱۳۵۔

آپ نے ایک شخص کو چار زانو ہو کر نماز پڑھتے دیکھا تو اسے ٹوکا۔ اس نے کہا کہ آپ بھی چار زانو ہو کر نماز پڑھتے ہیں آپ نے جواب میں فرمایا: ”مجھے بیماری لاحق ہے“ ۱۳۶۔

اگر مریض بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکے تو اپنی گدی کے بل لیٹ کر نماز پڑھے گا اور اپنی ٹانگیں قیلے کی طرف پھیلا دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”مریض اپنی گدی کے بل لیٹ کر نماز پڑھے اور اپنے پاؤں قیلے کی طرف پھیلا دے“ ۱۳۷۔

ج۔ نماز شروع کرنے کی دعا: تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی اپنی نماز کی ابتدا دعائے افتتاح سے کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان دعا پڑھتے تھے ۱۳۸۔ ابوالحیثم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے: ”اللہ اکبر کبیرا وسبحان اللہ وبحمدہ بکرۃ واصیلا“ اللهم اجعلہ احب شینی الی واخشی شینی عندی“ ۱۳۹۔

حضرت ابن عمرؓ نے یہ دعا اس وقت سے پڑھنی شروع کر دی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص آیا جبکہ لوگ نماز میں تھے اور اس نے صف میں پہنچ کر یہ دعا پڑھی اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کیثرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا“ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ختم کر لی تو استفسار فرمایا کہ یہ الفاظ کس نے کہے تھے، مذکورہ شخص نے عرض کیا: ”اللہ کے رسول“ میں نے کہے تھے، اور میں نے یہ الفاظ کہہ کر صرف خیر کا ارادہ کیا تھا“ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے دیکھا کہ ان کلمات کے لئے آسمان کے تمام دروازے کھل گئے تھے“ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ کلمات سن لئے اس وقت سے آج تک کبھی انہیں ترک نہیں کیا“ ۱۴۰۔

حضرت ابن عمرؓ شاید یہ کلمات دعائے افتتاح سے پہلے کہتے تھے اور شاید آپ نماز شروع کرنے کے لئے ان پر اکتفا کر لیتے تھے۔

د۔ قرأت۔

- ۱۔ نمازی اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھنے کے بعد قرأت کی ابتدا کرے گا وہ اعوذ باللہ مخفی آواز میں پڑھے گا خواہ قرأت سری ہو یا جہری (دیکھئے مادہ استعاذہ نمبر ۲) البتہ وہ ہر سورت کی ابتدا میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑے گا (دیکھئے مادہ سملہ نمبر ۳)
- ۲۔ پھر سورۃ فاتحہ کی قرأت کرے گا۔ سورۃ فاتحہ کی قرأت فرض ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی ^{۱۵۱}۔ وہ فرض اور نفل نماز کی کسی رکعت میں سورۃ فاتحہ کی قرأت ترک نہیں کرے گا، حضرت ابن عمرؓ فرض نماز کی کسی رکعت میں سورۃ فاتحہ کی قرأت ترک نہیں کرتے تھے ^{۱۵۲}۔ آپ فرماتے: ”مجھے اس عمارت (کعبہ) کے رب سے شرم آتی ہے کہ میں کوئی نماز پڑھوں اور اس سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کروں“ ^{۱۵۳}۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کی قرأت پر ہم باجماعت نماز کے ذیل میں بحث کریں گے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ۸ کا ۸)

- ۳۔ سورۃ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہونے پر نمازی آمین کہے گا۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سورۃ فاتحہ ختم کر لیتے تو آمین کہتے آپ آمین کہنا کبھی نہ چھوڑتے اور لوگوں کو آمین کہنے پر ابھارتے۔ نافع کہتے ہیں کہ اس بارے میں میں نے حضرت ابن عمرؓ سے حضور ﷺ کی حدیث سنی تھی ^{۱۵۴}۔

- ۴۔ نمازی سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن کریم کی جو سورت بھی میسر ہو پڑھے گا حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں نماز کے اندر قرأت یہ تھی کہ فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور آخری دو رکعتوں میں بھی سورۃ فاتحہ اور کسی اور سورت کی قرأت کی جائے آپ فرماتے: ”مجھے اس گھر (بیت اللہ) کے رب سے شرم آتی ہے کہ میں ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی اور جو سورت میسر آئے اس کی قرأت نہ کروں“ ^{۱۵۵}۔ آپ جب تہما نماز پڑھتے تو چار رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور قرآن کی کسی ایک سورت کی قرأت کرتے ^{۱۵۶}۔ بعض دفعہ آپ ایک رکعت کے اندر ایک پوری سورت کی قرأت کر لیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ایک رکعت میں سورۃ بقرہ کی قرأت کرتے، آپ کی قرأت کی رفتار ست تھی“ ^{۱۵۷}۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ فرض رکعت میں طویل سورت کا کچھ حصہ پڑھنے کے بعد رکوع میں چلے جاتے، تو

انہوں نے اس کا جواب نفی میں دیا ۱۵۸۔ بعض دفعہ آپ ایک سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر دیتے ۱۵۹۔ اس روایت اور ما قبل کی روایت کے درمیان تناقض کا پہلو نظر آتا ہے۔ اس تناقض میں تطبیق کی خاطر ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال ہے کہ پہلی روایت میں سورت سے آیت مراد ہو یا یہ کہ پہلی روایت کو حضرت ابن عمرؓ کے اکثر احوال پر محمول کیا جائے۔

بعض دفعہ آپ ایک رکعت کے اندر ایک سورت سے زائد کی قرات کر لیتے آپ سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ آپ بعض دفعہ فرض نماز کی ایک رکعت میں دو اور تین سورتیں پڑھ لیتے ۱۶۰۔ بلکہ آپ سے یہ بھی مرئی ہے کہ آپ ایک رکعت میں دس سورتیں پڑھ لیتے ۱۶۱۔ شمس نے یعلیٰ سے اور انہوں نے ابن نافع بن لیبیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے یا کسی اور نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میں ایک رکعت میں مفصل (سورہ ق سے لے کر آخر قرآن تک سورتوں کو مفصل کہا جاتا ہے) سورتوں کی قرات کرتا ہوں یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”کیا تم نے ایسا کیا ہے“ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو پورا قرآن ایک ہی دفعہ نازل کر دیتا، ہر سورت کو رکوع اور سجود میں سے اس کا حصہ دو“ ۱۶۲۔ اگر یہ روایت صحیح ہے تو اسے ایسی حالت پر محمول کیا جائے گا جس کے تحت ایک شخص طویل قرات کرنے کی یا خشوع و خضوع پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا

حضرت ابن عمرؓ فجر کی نماز میں سورہ یوسف اور سورہ کاف کی قرات کرتے ۱۶۳۔ آپ مقیم ہونے کی صورت میں ایسا کرتے۔ اگر مسافر ہوتے تو فجر کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور مفصل کی پہلی دس سورتوں میں سے کسی چھوٹی سورت کی قرات کرتے ۱۶۴۔ ایک دفعہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ کے ساتھ (اذا الشمس کورت) کی سورت تلاوت کی ۱۶۵۔ آپ نے ایک مرتبہ ظہر کی نماز میں سورہ مریم کی قرات کی اور ایک مرتبہ کعبص کی قرات کی ۱۶۶۔ ایک مرتبہ سورہ ق اور سورہ (اقتربت الساعة) کی قرات کی ۱۶۸۔ ایک مرتبہ (لم یکن الذین کفروا) اور (انا فتحنا لک) کی قرات کی اور ایک مرتبہ (الذریات) کی قرات کی ۱۶۹۔ عصر کی نماز میں آپ نے ایک مرتبہ (المرسلات)

اور (عم یتساء لون) کی قرات کی ۱۷۰۔ مغرب کی نماز میں ایک مرتبہ آپ نے سورہ یس کی ۱۷۰۔ ب۔ اور (عم یتسالون) کی قرات کی ۱۷۱۔ ایک مرتبہ سورہ ق کی قرات کی ۱۷۲۔ اور ایک مرتبہ (انا فتحنا لک) کی قرات کی ۱۷۳۔ عشاء کی نماز میں ایک مرتبہ آپ نے (لم یکن الذین کفروا) اور سورہ فجر کی قرات کی ۱۷۴۔ وتر کی نماز میں آپ اپنے آخری حزب (روزانہ کی تلاوت) سے قرات کرتے ۱۷۵۔

۵۔ نمازی نماز کے اندر جتنی آیتیں تلاوت کرے انہیں شمار کرنا اس کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ عطاء بن السائب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ آپ نماز کے اندر آیتیں گنتے تھے ۱۷۶۔

۶۔ دن کی نمازوں میں جبری قرات نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو دن کی نمازوں میں جبری قرات کرتے دیکھا آپ نے اسے بلایا اور فرمایا: ”دن کی نماز میں جبری قرات نہیں ہوتی، تم اپنی قرات کو سری رکھو“ ۱۷۷۔

اگر نمازی کی زبان سے قرات کے کچھ کلمات نکل آئیں اور کوئی دوسرا شخص قرات کے دوران انہیں سن لے تو اس سے نمازی کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ دن کے وقت نفل نماز پڑھتے ہوئے اپنی قرات تمہیں سنا دیتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا ”ہاں“ سورت میں سے بعض حصہ اور وہ بھی بہت تھوڑا ہوتا“ ۱۷۸۔ ”عبداللہ بن کیسان یعنی ابو عمر الدنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے دن کے وقت قرات کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور ہمیں اپنی قرات میں سے شاید ایک آیت سنائی ۱۷۹۔

۵۔ رکوع:

۱۔ رکوع نماز کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے۔ جس شخص کو رکوع مل جائے اسے رکعت مل جائے گی اور جسے رکوع نہ ملے وہ رکعت کا اعادہ کرے گا۔ اس پر باجماعت نماز کے ذیل میں بحث کی جائے گی (دیکھئے مادہ صلاة نمبر ۲۱ کے جز ۷ کے جز ۷ ج)

۲۔ نمازی رکوع کی ابتدا تکبیر کے ساتھ کرے گا اور اس تکبیر کے ساتھ اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھائے گا ۱۸۰۔ تمام تکبیرات انتقال میں رفع یدین کی جائے گی سلام بن

عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے کندھوں کے برابر ہاتھ بلند کرتے اور جب رکوع میں جاتے تو رفع یدین کرتے پھر جب رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ سجدے میں جاتے وقت آپ رفع یدین نہ کرتے ^{۱۸۱}۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہی روایت صحیح ہے۔ مجاہد نے آپ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے دیکھا ہے ^{۱۸۲}۔ نافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ جب پہلے سجدے سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے ^{۱۸۳}۔

۳۔ مسبوق اگر نمازیوں کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے تو یہ تکبیر اس کے لئے رکوع کی تکبیر کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص رکوع کے اندر نمازیوں کے ساتھ شامل ہو جائے تو ایک تکبیر اس کے لئے کافی ہوگی“ ^{۱۸۴}۔

۴۔ رکوع کے دوران نمازی اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے گا حضرت ابن عمرؓ رکوع کے اندر اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے تھے ^{۱۸۵}۔

۵۔ رکوع اور سجود کو اس قدر طویل کرنا مستحب ہے جس سے قیام کے ساتھ ایک طرح کی یکسانیت وجود میں آجائے نیز اس لئے بھی کہ رکوع اور سجود کے دوران گناہ جھڑتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ اس نے بڑی طویل نماز پڑھی، آپ نے پوچھا کہ اس نوجوان کو کوئی پہچانتا ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں اسے جانتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: ”اگر میں اس سے واقف ہوتا تو اسے طویل رکوع اور سجدہ کرنے کا حکم دیتا کیونکہ میں حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: ”بندہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ لائے جاتے ہیں اور یہ گناہ اس کے سر اور کندھوں پر رکھ دیئے جاتے ہیں پھر جب رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو اس کے یہ گناہ جھڑ جاتے ہیں“ ^{۱۸۶}۔

۶۔ اگر نمازی کسی بیماری یا کسی اور وجہ سے رکوع کرنے سے عاجز رہے تو اشارے سے رکوع کرے ^{۱۸۷}۔

۷۔ پھر نمازی ”سمع اللہ لمن حمد“ کہتے ہوئے رکوع سے اٹھے خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا وہ امام ہو^{۱۸۸}۔ اگر وہ مقتدی ہو تو امام کے ”سمع اللہ لمن حمد“ کہنے پر ”رہنا لک الحمد“ کہے اور اس میں کسی اور لفظ کا اضافہ نہ کرے^{۱۸۹}۔

۸۔ سجدہ: پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے۔ (مادہ سجود نمبر ۲) میں سجدے کی قدرت رکھنے والے اور قدرت نہ رکھنے والے کی کیفیت گذر چکی ہے۔ یہاں اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ سجدہ اس قدر طویل کرنا مستحب ہے کہ وہ رکوع اور قیام کے برابر ہو جائے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا قول پہلے گذر چکا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ۵ کا جز ۵)

۹۔ دونوں سجدوں کے درمیان قعدہ: جب نمازی پہلا سجدہ کر چکے تو اپنا دایاں قدم کھڑا رکھ کر اور بائیں قدم بچھا کر اس پر قعدہ کرے۔ حضرت ابن عمرؓ ایسا ہی کرتے تھے۔ عطاء کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دو گانہ اور وتر کے پہلے سجدے میں یہ کرتے دیکھا کہ آپ اپنے بائیں قدم کو موڑ کر اسے بچھا دیتے اور اس پر قعدہ کرتے اور دائیں قدم کو کھڑا رکھتے اور اسے کھڑا بنا دیتے^{۱۹۰}۔ لیکن جب آپ بوڑھے ہو گئے تو اس طرح قعدہ کرنا آپ کے لئے مشکل ہو گیا اور پھر اپنی ایڑیوں پر قعدہ کرتے^{۱۹۱}۔ اور فرماتے: ”میری پیروی نہ کرو میں بوڑھا ہو چکا ہوں“^{۱۹۲}۔ اگر نمازی اپنے دونوں قدم کھڑے رکھ کر اپنی انگلیوں کے سروں کے سارے قعدہ کر لے تو بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے اور فرماتے کہ یہ سنت طریقہ ہے^{۱۹۲}۔ ب۔

ح۔ دوسری رکعت کے لئے قیام: نمازی سجدے سے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور جلسہ استراحت نہ کرے^{۱۹۳}۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے کہ آیا نمازی اپنے قدموں کے بل کھڑا ہو جائے اور ہاتھوں کا سہارا نہ لے یا ہاتھوں کے سہارے کھڑے ہو جائے؟ عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے قدموں کے بل کھڑے ہوتے^{۱۹۴}۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ہاتھ کے سہارے قیام کی طرف آتے^{۱۹۵}۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ جوان تھے تو قدموں کے بل قیام کی طرف آتے اور پھر بوڑھے نیز بیماری

کی صورت میں ہاتھ کا سارا لیتے۔ الازرق بن قیس نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ جب آپ دو رکعتوں کے بعد قیام کرتے تو اپنے ہاتھ سے زمین کا سارا لیتے، میں نے آپ کے رہنا اور بیٹے سے کہا کہ شاید بڑھاپے کی وجہ سے آپ اس طرح کر رہے ہیں۔ انہوں نے نے جواب دیا کہ آپ بڑھاپے کی وجہ سے اس طرح نہیں کرتے بلکہ اسی طرح ہوتا ہے^{۱۹۶}۔ اس روایت میں یہ احتمال ہے کہ یہ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے پہلے معاملہ کو بھول گئے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے پہلی بات یعنی قدموں کے بل قیام کی طرف آنے کو حضور ﷺ کی پیروی میں ترک کر دیا تھا کیونکہ حضور ﷺ پر جب بڑھاپا آگیا تو آپ ﷺ ہاتھ کے سارے سجدے سے اٹھنے لگے۔

ط۔ تشدد کے لئے قعدہ

۱۔ نماز کے اندر قعدہ اولیٰ کرنا اور اس میں تشدد پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اگر نمازی بھول کر قعدہ اولیٰ نہ کرے تو اس سے اس کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ اگر اسے نماز کے اندر یہ یاد آجائے تو قعدہ اخیرہ میں دو مرتبہ تشدد پڑھے ایک مرتبہ قعدہ اولیٰ کی بجائے اور دوسری مرتبہ قعدہ اخیرہ کی بجائے اور پھر سجدہ سو کر لے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: نماز صرف وہی ہے جس میں قرات، دو رکعتوں کے بعد جلسہ اور تشدد نیز تسلیم (سلام پھیرنا) ہو، اگر تم یہ نہ کرو تو سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے بیٹھے دو سجدے کرو^{۱۹۷}۔ حضرت ابن عمرؓ نے نماز پڑھی اور دو رکعتوں کے بعد قعدہ نہیں کیا پھر نماز کے آخر میں آپ نے دو مرتبہ تشدد پڑھا^{۱۹۸}۔

قعدہ اخیرہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ہے^{۱۹۹}۔

۲۔ تشدد میں بیٹھنے کی کیفیت یہ ہے کہ نمازی اپنی بائیں ٹانگ موڑ لے اور اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھے اور سرین پر بیٹھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھو اور اپنی بائیں ٹانگ موڑ لو“^{۲۰۰}۔ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ قاسم بن محمد نے لوگوں کے تشدد میں بیٹھنا بتایا، انہوں نے اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھی اور اپنی بائیں ٹانگ موڑ لی اور بائیں سرین پر بیٹھ گئے اپنے قدم پر

نہیں بیٹھے پھر کہا: ”مجھے عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ نے اس طرح کر کے دکھایا تھا اور مجھے سے بیان کیا تھا کہ ان کے والد (حضرت ابن عمرؓ) اسی طرح کرتے تھے“^{۲۰۱}۔ اگر نمازی پر بڑھاپے یا بیماری یا کسی اور وجہ سے ایسا کرنا دشوار ہو تو اس کے لئے قدموں کے سروں پر بیٹھ جانا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ بیماری کی صورت میں بعض دفعہ اسی طرح کرتے تھے۔ المغیرہ بن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ دونوں سجدوں سے واپس ہو کر اپنے قدموں کے اگلے حصوں پر بیٹھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں آپ سے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا: ”یہ سنت نہیں ہے میں بیماری کی وجہ سے اس طرح کرتا ہوں“^{۲۰۲}۔ اگر نمازی کے لئے ایسا کرنا بھی دشوار ہو تو اس کے لئے چار زانو ہو کر بیٹھنا بھی جائز ہوگا عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے اندر چار زانو ہو کر قعدہ کرتے دیکھا۔ میں نے بھی اسی طرح کیا، اس وقت میری عمر تھوڑی تھی حضرت ابن عمرؓ نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا: ”نماز کی سنت یہ ہے کہ تم اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھو اور اپنی بائیں ٹانگ موڑ لو“ میں نے کہا کہ آپ تو اسی طرح کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: ”میری ٹانگیں میرا بوجھ برداشت نہیں کر سکتیں“^{۲۰۳}۔ نماز کے اندر بلا عذر اقعاء مکروہ ہے (دیکھئے مادہ اقعاء)

یہ بھی مکروہ ہے کہ نمازی اپنے ہاتھوں کے سارے قعدہ کرے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزب کا جز ۶) بلکہ اپنے ہاتھ ران پر رکھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے قعدہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ رانوں پر رکھے اور دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کیا اور اپنی نظر قبلہ کی طرف کی اور فرمایا: ”میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا“^{۲۰۴}۔ نمازی اپنے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے قبلہ کی طرف اشارہ کرے گا۔ یہ بات پہلے بھی گذر چکی ہے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے اشارہ کرنا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک نمازی کو اس طرح کرتے دیکھا تو اس سے فرمایا: ”اللہ تو ایک ہے اس لئے جب اشارہ کرو تو ایک انگلی سے اشارہ کرو“^{۲۰۵}۔

۳۔ نمازی تشہد پڑھے گا۔ قعدہ اخیرہ میں تشہد پڑھنا فرض ہے اس کے بغیر نماز درست

نہیں ہوتی ۲۰۶۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”دو رکعتوں کے بعد تعدہ صرف تشہد پڑھنے کے لئے جاری ہوا ہے“ ۲۰۷۔ حضرت ابن عمرؓ بسم اللہ کے ساتھ تشہد پڑھنے کی ابتدا کرتے آپ کہتے: ”بسم اللہ، التیمات اللہ.....“ ۲۰۸۔ آپ تشہد کے الفاظ میں اضافے کے اندر کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ ۲۰۹۔ کیونکہ تشہد ذکر الہی ہے آپ نے اس میں تھوڑا سا اضافہ کر دیا تھا۔ آپ کے نزدیک تشہد کے الفاظ یہ تھے ”بسم اللہ، التیمات اللہ، الصلوات الطیبات“ ایک روایت میں ہے کہ ”الصلوات اللہ، التزکیات اللہ، السلام علیک اھمالہی ورحمۃ اللہ“ آپ نے فرمایا: ”میں نے اس میں ”وبرکاتہ“ کا اضافہ کیا ہے“ ”السلام ملینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، شہدت ان لا الہ الا اللہ“ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) آپ نے فرمایا: ”میں نے اس میں ”وحدہ لا شریک لہ“ کا اضافہ کیا ہے ”شہدت ان محمد رسول اللہ“ ۲۱۰۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)

۴۔ پھر نمازی حضور ﷺ پر درود بھیجے گا ۲۱۱۔ اور حسب منشا دعائیں کرے گا“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب نمازی تشہد پڑھ لے تو حسب منشا دعائیں کرے“ ۲۱۲۔

۵۔ پھر دائیں طرف ایک سلام پھیرے گا اور اس کے ساتھ اپنی نماز ختم کر دے گا ۲۱۳۔ پھر اگر وہ امام ہو تو اپنے پیچھے مقتدیوں پر سلام کہے گا ۲۱۴۔ اور اگر مقتدی ہو تو جواب میں امام پر سلام کہے گا اور اگر اس کی بائیں جانب سے کوئی سلام کہے تو وہ اسے سلام کا جواب دے گا ۲۱۵۔

ی۔ وتر پڑھنے کی کیفیت:

۱۔ وتر کی نماز سنت ہے ۲۱۶۔ اور اس پر سنن کے تمام احکام منطبق ہوتے ہیں بنا بریں

مسافر کے لئے اپنے سواری پر اس کی ادائیگی جائز ہے حضرت ابن عمرؓ نے بھی وتر کی نماز اپنی سواری پر پڑھی تھی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جرح کے جز ۵ کا جز ج) تاہم یہ دیگر سنتوں سے زیادہ موکد ہے اس لئے اس کی محافظت لازم ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک رات وتر نہ پڑھنے کے بدلے مجھے سرخ اونٹ دے دیئے جائیں تو بھی میں ایک رات وتر ترک نہیں کروں گا“ ۲۱۷۔

۲۔ وتر کی نماز تین رکعت ہے۔ پہلے دو رکعتیں پڑھ کر نمازی سلام پھیر لے گا اور پھر علیحدہ ایک رکعت پڑھے گا۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ سے مروی اس روایت کو محمول کیا جائے گا کہ آپ نے ایک رکعت وتر پڑھی تھی^{۲۱۸}۔ الطلب بن عبد اللہ نے آپ سے وتر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے انہیں بتایا کہ وہ دو رکعتوں کے بعد سلام پھیریں اور پھر ایک رکعت پڑھیں، ایک شخص نے آپ کی یہ بات سن کر کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ اس طرح ایک رکعت کہیں بتیراء نہ بن جائے، حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: ”تم اللہ کے رسول ﷺ کی سنت چاہتے ہو تو اللہ کے رسول کی یہی سنت ہے“^{۲۱۹}۔ (البتیراء تنہا ایک رکعت نماز کو کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ مترجم)

۳۔ وتر کے اندر نمازی صرف رمضان کے آخری عشرے میں قوت پڑھے گا۔ سال کے دوران کسی اور دن قوت نہیں پڑھے گا^{۲۲۰}۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صرف رمضان کے نصف آخر کے اندر وتر میں قوت پڑھتے تھے^{۲۲۱}۔ اس روایت کو درج بالا مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ وتر میں قوت پڑھنا بدعت ہے^{۲۲۲}۔ اگر آپ سے اس روایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اسے رمضان کے نصف اول میں یا رمضان کے عشرہ اخیرہ کے سوا کسی اور وقت قوت پڑھنے پر محمول کیا جائے گا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے حضرت ابن عمرؓ کا درج بالا قول فجر کی نماز میں قوت کے سیاق میں وارد ہوا ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کسی بھی نماز میں قوت نہیں پڑھتے تھے^{۲۲۳}۔ اس روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ آپ فرض نمازوں میں سے کسی بھی نماز میں قوت نہیں پڑھتے تھے ”المجموع“ کے اندر امام نووی نے حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ قوت کا مقام و محل رکوع کے بعد ہے^{۲۲۴}۔ بلکہ الحازمی نے ”الاعتبار“ کے اندر ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے رکوع سے پہلے قوت پڑھنے پر تنقید کی تھی^{۲۲۵}۔ ان دونوں حضرات نے شاید یہ بات اس روایت سے اخذ کی ہے جس کا ذکر طبری نے ”تہذیب الآثار“ میں کیا ہے انہوں نے ابوالعشاء سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے قوت کے بارے میں

پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”قوت کیا چیز ہے؟“ میں نے کہا کہ نمازی قرات سے فارغ ہو کر کھڑا رہتا ہے اور دعا مانگتا ہے، یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میں نے محسوس ہی نہیں کیا کہ کوئی ایسا بھی کرتا ہوگا“ اللہادی نے ایک روایت کے مطابق اس میں یہ اضافہ بھی کر دیا ہے کہ ”عراقیو“ میرا خیال ہے کہ تم لوگ اس طرح کرتے ہو“^{۲۲۶}۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول فجر کی نماز کے اندر قوت سے بالکلہ انکار ہے کیونکہ سائل نے اسی کے متعلق سوال کیا تھا۔ جب ہم فجر کی نماز میں قوت کے موضوع کو زیر بحث لائیں گے تو اس بارے میں مروی آثار وہاں بیان ہوں گے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزک)

۳۔ وتر کا نقص: حضرت ابن عمرؓ رات کے اول حصے میں وتر پڑھ لینا مستحب سمجھتے تھے پھر جب اس کے بعد رات کو اٹھ کو نفل پڑھنے کا ارادہ کرتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت کر دیتے پھر جب تک چاہتے نفل پڑھتے رہتے۔ جب نفلوں سے فارغ ہوتے تو ایک رکعت وتر پڑھ لیتے۔ پھر جب دوبارہ نفل پڑھنا چاہتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت کر دیتے اور پھر جب تک چاہتے نفل پڑھتے رہتے جب نفلوں سے فارغ ہوتے تو ایک رکعت وتر پڑھ لیتے۔ سالم نے آپ سے روایت کی ہے کہ جب آپ وتر پڑھ لیتے اور پھر نوافل شروع کرتے تو ایک رکعت پڑھ کر اپنے وتر کو دو رکعت کر لیتے اور پھر اپنے نوافل کے آخر پر وتر پڑھتے۔ زہری کہتے ہیں کہ آپ کی یہ بات جب حضرت ابن عباسؓ کو پہنچی تو انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی اور انہوں نے فرمایا: ”ابن عمرؓ ایک رات میں تین مرتبہ وتر پڑھتے ہیں“^{۲۲۷}۔ حضرت ابن عمرؓ خود اعتراف کرتے ہیں کہ یہ آپ کا اپنا اجتہاد ہے نیز یہ کہ آپ کو اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قطعی الدلائل نص یاد نہیں ہے۔ مسروق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ اپنے وتر کا نقص کرتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا: ”یہ ایک عمل ہے جو میں کرتا رہتا ہوں اور کسی سے اس کی روایت نہیں کرتا“^{۲۲۸}۔ آپ نے شاید یہ طریقہ حضرت علق بن علیؓ کی روایت سے اخذ کیا تھا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”ایک

رات میں دو وتر نہیں ہوتے^{۲۲۹}۔ نیز آپ نے یہ طریقہ اس حدیث سے اخذ کیا تھا جس کی روایت خود آپ نے کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم رات کی اپنی آخری نماز کو وتر بناؤ“^{۲۳۰}۔

ک۔ وتر کے سوا دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ کسی بھی نماز میں^{۲۳۱}۔ وتر کی نماز کے سوا^{۲۳۲}۔ قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنے کو آپ ایک قسم کی بدعت تصور کرتے تھے^{۲۳۳}۔ صبح کی نماز کے اندر قنوت پڑھنے کے بارے میں آپ کی تنقید اور انکار کی روایتیں بہت مشہور ہیں۔ آپ خود بھی فجر کی نماز میں کبھی قنوت نہ پڑھتے^{۲۳۴}۔ آپ سے جب قنوت کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ یہی فرماتے کہ: ”ہم تو طول قیام اور قرآن کی قرأت کو ہی قنوت جانتے ہیں“^{۲۳۵}۔ آپ سے ابو اشعث جابر بن زید نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”مجھے اس کا احساس نہیں ہوا کہ کوئی شخص ایسا بھی کرتا ہے“^{۲۳۶}۔ ایک مرتبہ آپ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھنے کا بارے میں اپنی تنقید اور انکار کا اظہار کرتے ہوئے ابو اشعث سے فرمایا: ”مجھے خبر ملی ہے کہ عراق کے اندر تمہارا امام فجر کی آخری رکعت میں کھڑا رہتا ہے اور وہ اس حالت میں نہ تو قرآن کی تلاوت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ ہی رکوع میں جانے والا“^{۲۳۷}۔ ابو جہل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی آپ نے قنوت نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا: ”میں نے آپ کو قنوت پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا“ آپ نے جواب دیا: ”یہ بات مجھے اپنے اصحاب میں سے کسی سے یاد نہیں ہے“^{۲۳۸}۔ بشر بن حرب روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”سورت کی قرات سے قاری کی فراغت کے بعد تم نے ان لوگوں کا قیام دیکھا ہے؟ یہ قنوت ایہ بدعت ہے“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ اس طرح قنوت پڑھا تھا اور پھر اسے ترک کر دیا تھا“^{۲۳۹}۔

۱۰۔ سفر کے اندر نماز کی ادائیگی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جرح)

۱۱۔ صلوۃ الخوف

الف۔ نماز پر خوف کا اثر: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک خوف کا نماز کی رکعتوں کی تعداد پر

کوئی اثر نہیں ہوتا اگرچہ نماز کی کیفیت کے اندر اس کا اثر ہوتا ہے ۲۴۰۔

ب۔ صلوٰۃ الخوف کی کیفیت: صلوٰۃ الخوف کی کیفیت کا خوف کے درجے کے ساتھ بڑا تعلق ہے۔

۱۔ اگر خوف صرف احتیاط اور چوکنے رہنے کی حد تک ہو تو اس صورت میں صلوٰۃ الخوف کی ایک خاص کیفیت ہوگی جس کا ذکر حضرت ابن عمرؓ نے اس کے متعلق سوال کے جواب میں کیا آپ نے فرمایا: ”امام اور لوگوں کا ایک گروہ آگے آئے گا اور امام انہیں ایک رکعت پڑھائے گا۔ اس دوران دوسرا گروہ دشمن اور پہلے گروہ کے درمیان رہے گا اور نماز نہیں پڑھے گا۔ پہلا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر پیچھے چلا جائے گا اور دوسرے گروہ کی جگہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے کھڑا ہو جائے گا اور سلام نہیں پھیرے گا اور دوسرا گروہ آگے آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ لے گا امام کی دو رکعتیں ہو جائیں گی اور وہ چلا جائے گا۔ اس کے چلے جانے کے بعد دونوں گروہوں میں سے ہر ایک آگے آکر خود ایک رکعت پڑھے گا اور اس طرح ہر گروہ دو رکعتیں پڑھ لے گا“ ۲۴۱۔ یہی وہ کیفیت ہے جس کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے ۲۴۲۔

دوسرا گروہ جس نماز کو خود ادا کرے گا وہ اس کی اول نماز ہوگی اور جو نماز وہ امام کے ساتھ ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہوگا۔ ۲۴۳۔

۲۔ اگر خوف بہت شدید ہو اور مسلمانوں کی اپنے دشمن کے ساتھ جنگ ہو رہی ہو اور ان کے لئے جماعت سے نماز پڑھنا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں وہ جس طرح نماز پڑھ پائیں پڑھ لیں گے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر خوف اس سے بڑھ کر ہو یعنی میدان کا رزار گرم ہو تو مجاہدین پیدل اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر یا سوار ہو کر قبلہ رخ ہو کر یا قبلہ رخ نہ ہو کر نماز ادا کر لیں“ ۲۴۴۔

۱۲۔ نماز کے اندر حدیث لاحق ہونا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز الف)

۱۳۔ نماز کے اندر شک اور سہو لاحق ہونا (دیکھئے مادہ سجود السہو)

۱۴۔ نماز کے اندر آیت سجدہ کی قرأت (دیکھئے مادہ سجود التلاوة نمبر ۶ کا جز ج)

۱۵۔ نماز کے اندر کسی کو کسی بات کے بارے میں آگاہ کرنا

اگر نماز کے اندر کوئی ایسی بات پیش آجائے جو نمازی سے اس امر کی متقاضی ہو کہ وہ دوسرے کو اس سے آگاہ کرے مثلاً امام کا سہو اپنے سامنے سے گزرنے والے کو ہٹانا وغیرہ تو نمازی اسے مذکورہ بات سے ”سبحان اللہ“ کہہ کر آگاہ کرے گا۔ یہ صورت اس وقت ہوگی جب نمازی مرد ہو۔ اگر عورت نماز میں ہو تو وہ دوسرے کو تالی بجا کر مذکورہ بات سے آگاہ کرے گی۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس سے گزرا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے آپ نے ایک تسبیح یعنی سبحان اللہ کہہ کر مجھے خبردار کیا ۲۳۵۔

۱۶۔ نماز میں تخفیف: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سفر کے اندر نماز میں تخفیف کی جائے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ج کا جز ۳)

اسی طرح نماز کے اندر اس وقت تخفیف کر لی جائے جب کوئی شخص اپنی حاجت کے سلسلے میں نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: ”جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اور شخص اس کے انتظار میں بیٹھا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی نماز جلد ختم کر لے“ ۲۳۶۔

۱۷۔ نماز کا اعادہ: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ اگر ایک شخص کوئی فرض نماز ادا کر لے اور اس بعد اسی نماز کی جماعت کھڑی ہو جائے تو وہ اپنی نماز کا اعادہ کر لے خواہ اس نے اپنی یہ نماز اپنے گھر میں پڑھی ہو یا مسجد میں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میں گھر میں نماز پڑھ لیتا ہوں اور پھر یہی نماز امام کے ساتھ مل جاتی ہے کیا میں امام کے ساتھ نماز پڑھ لوں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا کہ ”امام کے ساتھ نماز پڑھ لو“ اس نے پھر پوچھا کہ ان دونوں نمازوں میں سے میں کس نماز کو فرض نماز قرار دوں؟ آپ نے جواب دیا: ”کیا یہ بات تمہارے ذمہ ہے؟ یہ تو اللہ کے ذمے ہے کہ وہ جس نماز کو چاہے تمہاری فرض نماز قرار دیدے“ ۲۳۷۔ آپ سے ایک روایت کی مطابق پہلی نماز فرض نماز ہوگی آپ

نے فرمایا: ”اگر ایک شخص کوئی فرض نماز اپنے گھر میں پڑھ لے پھر مسجد میں آکر جماعت کے ساتھ وہی نماز پڑھ لے تو پہلی نماز اس کی فرض نماز ہوگی اور دوسری نماز نفل ہوگی“ ۲۳۸۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور پھر نماز کا اعادہ کر لیا ۲۳۹۔ سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا جبکہ آپ گورنر ہاؤس میں تھے وہاں لوگ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے آپ سے کہا کہ آپ ان کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے؟ آپ نے جواب دیا کہ: ”میں نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن کے اندر ایک فرض نماز دو مرتبہ پڑھنے سے منع فرمایا“ ۲۴۰۔ اگر آپ سے یہ روایت درست ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ دوسری دفعہ نماز نفل ہوگی فرض نہیں ہوگی اور نفل نماز کی ادائیگی لازم نہیں کی جاسکتی

نمازی فجر اور مغرب کی نمازوں کا اعادہ نہیں کرے گا، مغرب کا اعادہ وقت کی تنگی کی بنا پر نہیں کرے گا اور فجر کی نماز کے بعد چونکہ نفل پڑھنا مکروہ ہے اس لئے فجر کی نماز کا اعادہ نہیں کرے گا جیسا کہ (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ۲ کے جز ۴) میں گذر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم اپنے گھر میں نماز ادا کر لو اور پھر تمہیں یہی نماز مسجد میں امام کے ساتھ مل جائے تو امام کے ساتھ اسے پڑھ لو، سوائے فجر کی نماز کے اور مغرب کی نماز کے جسے عشاء اولیٰ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دونوں نمازیں دو دفعہ نہیں پڑھی جاتیں“ ۲۴۱۔

اگر مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے اور مذکورہ شخص مسجد سے باہر ہو تو اس کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ یہ نماز باجماعت کے ساتھ ادا کرنے کے لئے مسجد میں داخل نہ ہو مجاہد روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ عبد اللہ بن خالد بن اسید کے گھر سے نکلا جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ لوگ نماز سے فارغ ہو گئے پھر آپ نے فرمایا: ”میں نے گھر میں نماز پڑھ لی تھی“ ۲۴۲۔

۱۸۔ نماز سے واپس مڑنا: جب نمازی اپنی نماز ختم کر لے اور واپس جانا چاہے تو اگر چاہے دائیں جانب سے واپس ہو جائے اور اگر چاہے بائیں جانب سے واپس ہو جائے۔

حضرت ابن عمرؓ کبھی اپنی دائیں جانب سے اور کبھی اپنی بائیں جانب سے واپس ہوتے اور دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہ کرتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اس بات کی پرواہ نہ کرتے کہ اپنی دائیں جانب سے واپس ہو جائیں یا بائیں جانب سے ۲۵۳۔
واسع بن حبان کہتے ہیں کہ میں نے نماز پڑھی میں نے حضرت ابن عمرؓ کو بیٹھے ہوئے دیکھا میں اپنی بائیں جانب سے واپس ہو کر آپ کے پاس آ بیٹھا۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنی دائیں جانب سے کیوں نہیں مڑے؟“ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو دیکھ کر اس طرف مڑ گیا۔ آپ نے فرمایا: ”تم نے ٹھیک کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اپنی دائیں جانب سے مڑا کرو“ ۲۵۴۔

۱۹۔ نماز کے بعد دعا (دیکھئے مادہ دعاء)

۲۰۔ نماز کی قضا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جزو کا جز ۳)

۲۱۔ نماز باجماعت:

الف۔ نماز باجماعت کا حکم:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نماز باجماعت سنت ہے واجب نہیں ہے۔ ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۱) میں دیکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جماعت ترک کرنے والے پر نکتہ چینی نہیں کرتے تھے بلکہ آپ خود جماعت ترک کر دیتے تھے۔

۲۔ اگرچہ باجماعت نماز سنت ہے تاہم اس کی محافظت ہونی چاہئے کیونکہ اس میں فضیلت اور بہت سے فائدے ہیں۔ ایک فائدہ مجاہدہ نفس ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم پکار کے جواب دینے والے ہو تو اللہ کی طرف بلانے والے کی پکار کا جواب دو“ ۲۵۵۔ اس مجاہدہ نفس کی سب سے شدید صورت فجر اور عشاء کی جماعتوں میں حاضری ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر ہم کسی شخص کو فجر اور عشاء کی نمازوں میں نہ دیکھتے تو اس کے بارے میں ہمیں بدظنی پیدا ہو جاتی“ ۲۵۶۔ (یعنی یہ کہ کہیں یہ شخص منافق نہ ہو۔ مترجم)

۳۔ عورتوں کو مسجد میں جا کر باجماعت نماز کی ادائیگی سے روکا نہیں جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے بیٹے سے اس بنا پر شدید ناراض تھے کہ وہ خواتین کو نماز کے لئے جانے

سے روکتے تھے ۲۵۷۔ تاہم ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس کے تحت مسجد کے اندر اور مسجد میں داخل ہوتے وقت یا مسجد سے نکلنے وقت عورتوں اور مردوں میں اختلاط ہونے نہ پائے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اگر ہم مسجد کے اس دروازے کو عورتوں کے لئے مخصوص کر دیتے تو بہتر ہوتا“ پھر حضرت ابن عمرؓ زندگی بھر مذکورہ دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے ۲۵۸۔

- ۴۔ سفر کے اندر جماعت سے نماز ترک کر دینے کی رخصت (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز ۲)
 ۵۔ عذر کے حالات مثلاً شدید بارش، شدید آندھی وغیرہ کے اندر ترک جماعت کی رخصت ہے نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر بارش والی یا سخت آندھی والی رات ہوتی تو حضور ﷺ منادی کرنے والے کو حکم دیتے کہ وہ یہ منادی کر دے کہ: ”لوگو! اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو“ ۲۶۹۔ ایک سفر کے اندر فہمنان کے مقام پر سردرات میں حضرت ابن عمرؓ نے اذان دی اور پھر اعلان کیا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو ۲۶۰۔

ب۔ نماز باجماعت کا امام

- ۱۔ فاسق، بدعتی اور امام المسلمین کے باغی کی امامت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نماز بذاتہ ایک عمدہ عمل ہے اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ جو شخص اسے نماز کی طرف بلائے وہ اس کے بلاوے پر لبیک کہنے سے باز رہے خواہ بلائے والا شخص جو بھی ہو۔ آپ فرمایا کرتے: ”نماز ایک عمدہ عمل ہے اس عمدہ عمل میں میرے ساتھ جو بھی شریک ہو جائے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہوگی“ ۲۶۱۔ نیز فرمایا: ”جو شخص ”حی علی الصلوۃ“ کہے میں اس کی اس پکار پر لبیک کہوں گا“ ۲۶۲۔ بنا بریں آپ نے فاسق کی امامت کو جائز قرار دیا تھا۔ آپ خود حجاج بن یوسف الشعمی کے پیچھے نماز پڑھتے رہے حالانکہ وہ فاسق تھا اور بے گناہوں کا خون بہایا کرتا تھا اور لوگوں کو بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کر دیتا تھا ۲۶۳۔ ب۔ آپ نے امام المسلمین کے باغی کی امامت کو بھی جائز قرار دیا تھا۔ عمیر بن ہانی کہتے ہیں کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے مجھے ایک خط دے کر حجاج کے پاس بھیجا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو اس نے چالیس منہنق (ایسی مشین جس کے

ذریعے دشمن پر آگ اور پتھر برسائے جاتے) کھڑے کر رکھے تھے میں نے دیکھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ آتے اور حجاج کے ساتھ نماز پڑھ لیتے اور جب حضرت ابن الزبیرؓ نماز پڑھاتے تو ان کے پیچھے بھی نماز ادا کر لیتے میں نے آپ سے پوچھا: ”ابو عبد الرحمنؓ آپ ان لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ ان کے کروت دیکھ رہے ہیں؟“ آپ نے فرمایا: ”اے میرے شامی بھائیؓ میں نہ تو ان کی تعریف کرتا ہوں اور نہ ہی خالق کی معصیت کے اندر کسی مخلوق کی اطاعت کرتا ہوں“ میں نے پوچھا: ”آپ اہل شام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟“ آپ نے جواب دیا: ”میں ان کی تعریف نہیں کرتا“ میں نے پھر پوچھا کہ آپ اہل مکہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ یعنی حضرت ابن الزبیرؓ اور ان کی جماعت کے بارے میں۔ آپ نے فرمایا: ”میں ان کا عذر تسلیم نہیں کرتا“ یہ لوگ دنیا کی خاطر لڑ رہے ہیں اور آگ میں اس طرح گر رہے ہیں جس طرح کھیاں شور بے میں گرتی ہیں“ میں نے پوچھا کہ آپ اس بیعت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جسے ہم سے مروان نے لی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہم جب حضور ﷺ کے دست مبارک پر سب سے سب سے بیعت کرتے تو آپ ﷺ ہمیں تلقین فرماتے ”جہاں تک تم سے ہو سکے“ ۲۶۳۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن الزبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھ لیتے حالانکہ وہ آپ کی نظروں میں خلیفہ کی اطاعت سے باغی تھے۔ حتیٰ کہ فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی کے ایام میں جو شخص بھی گورنر بن کر آتا۔ آپ اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے اور اپنے مال کی زکوٰۃ اس کے حوالے کر دیتے ۲۶۴۔

آپ نے ایسے بدعتی کی امامت کو بھی جائز قرار دیا تھا جس کی بدعت کفر تک پہنچا دینے والی نہ ہوتی۔ بنا بریں آپ نے خوارج کی امامت کو بھی جائز قرار دیا تھا آپ مجدد بن عامر خارجی کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ خوارج کے پیچھے نماز پڑھ لیتے اور فرماتے: ”جو شخص ”حی علی الصلوٰۃ“ کہے گا میں اسے لبیک کہوں گا اور جو شخص کہے گا ”اپنے بھائی کو قتل کرنے اور اس کا مال چھیننے کے لئے آؤ“ تو میں اس کی آواز پر لبیک نہیں کہوں گا“ ۲۶۵۔

۲۔ غلام کی امامت: غلام کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ لوگوں کے اندر سب سے زیادہ علم والا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اس امر پر اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ جب اولین مہاجرین آئے تو حضور ﷺ کی آمد سے پہلے عقبہ کے مقام پر اترے۔ انکی امامت حضرت ابو حذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے۔ سالم ان میں سب سے زیادہ قرآن پڑھنا جانتے تھے ۲۶۶۔

۳۔ عورت کی امامت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کرے گی تاہم عورتوں کی امامت کرنے سے اس کے لئے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ آپ اپنی ایک لونڈی کو حکم دیتے کہ وہ رمضان کی راتوں میں عورتوں کی امامت کرے ۲۶۷۔

۴۔ تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت نہ کرے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ تیمم کرنے والے کی حالت وضوء کرنے والے سے ادنیٰ ہوتی ہے جبکہ امام کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حالت مقتدی کی حالت سے ادنیٰ نہ ہو۔ بتائیں آپ یہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ تیمم کرنے والا وضوء کرنے والوں کی امامت کرائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ایک سفر میں حضرت ابن عمرؓ کو جنابت لاحق ہو گئی آپ نے تیمم کیا۔ اور مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا میں نے وضوء کر رکھا تھا ۲۶۸۔ (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۷)

۵۔ گھر والے کی امامت: گھر کا مالک دوسرے شخص کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہے حضرت ابن عمرؓ مکہ آئے آپ کے مکان پر لوگ آپ سے ملنے آئے اور پھر نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے ان کی امامت کی اور سلام پھیرنے کے بعد فرمایا: ”تم لوگ اپنی نماز پوری کرلو“ ۲۶۹۔

۶۔ امام راتب کی امامت: راتب امام دوسرے شخص کی بہ نسبت امامت کا زیادہ حقدار ہے حضرت ابن عمرؓ کی اراضی سے قریب ایک مسجد تھی وہاں نماز کے لئے اذان ہوئی۔ حضرت ابن عمرؓ نماز پڑھنے کے لئے وہاں گئے۔ اس مسجد کے سامنے حضرت ابن عمرؓ کے ایک غلام کا مسکن تھا، غلام نے جو مسجد کا رکھوالی تھا آپ سے نماز پڑھانے کے لئے کہا۔ آپ نے فرمایا: ”تم اپنی مسجد میں نماز پڑھانے کا مجھ سے زیادہ حق رکھتے ہو“ چنانچہ

مذکورہ غلام نے نماز پڑھائی۔“ ۲۷۰۔

۷۔ مسافر کا مقیم لوگوں کی امامت کرنا: اگر مسافر مقیم لوگوں کی امامت کرے تو یہ جائز ہے۔ ایسی صورت میں مسافر اپنی نماز سلام پھیرنے کے ساتھ ختم کر کے مقیم مقتدیوں کو اپنی نماز مکمل کر لینے کے لئے کہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت عبداللہ بن صفوانؓ کی عیادت کے لئے مکہ گئے آپ مسافر تھے۔ نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے لوگوں کو دو رکعتیں پڑھائیں اور پھر ان کی طرف مڑ کر فرمایا: ”اپنی نماز مکمل کرلو“ ۲۷۱۔ (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ۲ کا جز ج)

۸۔ حدیث والے شخص کی امامت: اگر کوئی شخص بے وضوء لوگوں کی امامت کرے اور اسے اس کا علم نہ ہو اور پھر نماز ختم کرنے کے بعد اسے اس کا علم ہو جائے تو اس صورت میں مقتدیوں کی نماز درست ہو جائے گی اور امام کی نماز باطل ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ ایک روایت میں ہے کہ عصر کی نماز پڑھائی اور پھر آپ کو یاد آیا کہ آپ بے وضوء تھے۔ آپ نے نماز دہرائی اور مقتدیوں نے نہیں دہرائی۔ ۲۷۲۔

۹۔ بارش وغیرہ میں امام کا دو نمازوں کا یکجا کر دینا: امام کے لئے جائز ہے کہ بارش اور سخت آندھی کی صورت میں جمع تقدیم کے طور پر مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا پڑھادے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ۲ کا جز ۶)

۱۰۔ صفیں درست کرنا: امام کے لئے ضروری ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے صفیں درست کرانے کا پورا اہتمام کرے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے اور صفوں میں خالی جگہوں کو پر کرنے کا حکم دیتے تھے۔ خیمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو اپنی طرف اور صف میں موجود ایک اور شخص کی طرف اشارہ کرتے دیکھا۔ آپ نے صف میں خالی جگہ دیکھ لی تھی اس لئے مجھے اشارے سے آگے آنے کے لئے کہا۔ ۲۷۳۔ امام پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ صفوں کو سنت کے مطابق صحیح وضع پر رکھے اگر اسے نماز کے اندر اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھانا پڑ جائے تو اس سے اس کی نماز کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ نافع کہتے ہیں کہ میں نماز کے اندر حضرت ابن عمرؓ کی باتیں جانب تماکھڑ

ہو گیا آپ نے مجھے اپنے دائیں ہاتھ سے کھینچ کر اپنے دائیں جانب کر لیا ۲۴۴۔
 سے یہ بھی روایت ہے کہ میں ایک نماز کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے تنہا کھڑا
 ہو گیا اس پر آپ اپنا ہاتھ پیچھے لائے اور مجھے کھینچ کر اپنے برابر کر لیا ۲۴۵۔

۱۱۔ امام جب سلام پھیر لے تو اس کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ جانا مستحب ہے۔ حضرت
 ابن عمرؓ نے فرمایا: ”امام جب سلام پھیر لیتا تو اپنی جگہ سے اٹھ جاتا ۲۴۶۔ ابن سیرین
 نے آپ سے پوچھا کہ امام جب سلام پھیر لے تو کیا میں اپنی جگہ سے اٹھ جاؤں؟ آپ
 نے جواب دیا: ”امام جب سلام پھیرتا تو اپنی جگہ چھوڑ دیتا اور اس کے ساتھ ہم بھی
 اپنی اپنی جگہ چھوڑ دیتے“ ۲۴۷۔

۱۲۔ امام کا اپنی جگہ پر نفل پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت کے مطابق امام کے
 لئے یہ بات مکروہ ہے کہ وہ جس جگہ فرض پڑھائے اسی جگہ کھڑے ہو کر نفل شروع
 کر دے۔ ایک اور روایت میں اس کے اندر کوئی کراہت نہیں ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ
 نمبر ۸ کا ج ۲)

ج۔ مقتدی

۱۔ سترہ: مقتدی کو اپنے لئے سترہ قائم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ امام کا
 سترہ اس کے لئے بھی سترہ ہوگا۔ (دیکھئے مادہ سترہ نمبر ۲)

۲۔ نماز کے لئے بھاگ کر جانا: نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جب نماز کی طرف
 آئے تو اس پر سکون اور وقار کی کیفیت ہو۔ البتہ اگر مقتدی کو تکبیر تحریمہ فوت
 ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے تیز قدموں سے جماعت کی طرف آنا مشروع ہوگا۔
 حضرت ابن عمرؓ جنت البقیع میں تھے کہ آپ نے اقامت کی آواز سنی اور پھر تیز قدموں
 کے ساتھ مسجد میں آئے ۲۴۸۔ عاصم بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ
 کو دیکھا کہ آپ بازار کی مسجد کی طرف بھاگے جارہے تھے آپ کے ہاتھ میں آپ کے
 دونوں جوتے تھے ۲۴۹۔

۳۔ اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر دے اور اس کا کچھ حصہ ادا ہو جانے کے بعد
 جماعت کھڑی ہو جائے تو اس کے لئے مستحب یہ ہوگا کہ اپنی نماز قطع کر کے جماعت میں

داخل ہو جائے اور باجماعت نماز ادا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے گھر میں ابھی دو رکعتیں پڑھی تھیں کہ اقامت کی آواز سنی تو نماز قطع کر کے مسجد کو چلے گئے ۲۸۰۔

۴۔ صف سے پیچھے ہی رکوع کر لیتا: اگر نمازی مسجد میں آئے اور لوگوں کو رکوع میں پائے اور اسے رکعت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے جائز ہو گا کہ صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع کر لے اور پھر رکوع کی حالت میں چلتا ہوا صف میں داخل ہو جائے ۲۸۱۔

۵۔ اگر مقتدی اکیلا ہو تو اس پر امام کے برابر اور اس کی دائیں جانب کھڑا ہونا واجب ہو گا اس سے پہلے نافع کا قول گذر چکا ہے کہ وہ حضرت ابن عمرؓ کی بائیں جانب تنہا کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے نماز کے اندر اپنے دائیں ہاتھ سے انہیں کھینچ کر اپنی دائیں جانب کر لیا ۲۸۲۔ نافع کا یہ قول بھی اوپر گذر چکا ہے کہ میں ایک نماز میں حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے کھڑا ہو گیا میرے ساتھ کوئی اور نمازی نہیں تھا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنا ہاتھ پیچھے لائے اور دائیں جانب اپنے برابر مجھے کھڑا کر لیا ۲۸۳۔ اگر مقتدی ایک سے زائد ہوں تو وہ امام کے پیچھے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے دو افراد کو نماز پڑھائی اور ان دونوں کو اپنے پیچھے کھڑا کر لیا ۲۸۴۔

۶۔ صفیں سیدھی کرنا اور خلاء کو پر کرنا: مقتدیوں پر لازم ہے کہ وہ اپنی صفیں سیدھی اور درست کریں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”صفیں درست اور سیدھی کرنا نماز کی تکمیل میں سے ہے“ ۲۸۵۔ مقتدیوں پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ صفوں کے اندر موجود خلا کو پر کریں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میرے سامنے کے دونوں دانتوں کا گر جانا مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے سامنے کی صف میں کوئی خلا دیکھوں اور پھر اسے پر نہ کروں“ ۲۸۶۔ آپ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جب کہ اس کے سامنے والی صف میں خلاء تھا آپ نے اسے اس خلاء کی طرف دھکیل دیا ۲۸۷۔ خیمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی آپ نے اگلی صف میں خلا دیکھا اور مجھے آگے بڑھ جانے کا اشارہ کیا۔ جب میں آگے نہیں گیا تو آپ نے خود آگے

بڑھ کر اس خلا کو پر کر دیا ۲۸۸۔

۷۔ مسبوق

الف۔ اگر نمازی جماعت کی نماز میں اس وقت شامل ہو جب نماز کا کچھ حصہ گزر چکا ہو تو اس صورت میں امام جس حالت کے اندر ہو وہ اس کی متابعت کرے گا خواہ یہ قیام کی حالت ہو یا رکوع کی یا سجدے کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم امام کو ایک حال میں پاؤ تو اسی طرح کرو جس طرح وہ کرتا ہے“ ۲۸۹۔ نماز میں داخل ہو جانے کے بعد مقتدی نماز کے افعال میں امام کی متابعت کرے گا یعنی اگر امام قعدہ کرے تو وہ بھی قعدہ کرے گا خواہ مقتدی کا قعدہ ایک رکعت کے بعد ہو یا دو رکعتوں کے بعد یا تین رکعتوں کے بعد۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص کسی امام کی اقتداء کرے اور اس کی دو رکعتیں ہو جائیں اور امام کی تین رکعتیں تو وہ اس کی اقتداء کرے گا اور قعدہ نہیں کرے گا“ ۲۹۰۔

ب۔ اگر مسبوق ایسے وقت میں نماز میں شامل ہو جب امام رکوع میں ہو تو تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ رکوع کر لے گا اس کی یہ تکبیر تحریمہ رکوع کی تکبیر کے لئے کافی ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص لوگوں کو رکوع میں پائے تو اس کے لئے ایک ہی تکبیر کافی ہوگی“ ۲۹۱۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ۷ کا جز ۳)

ج۔ درج بالا صورت کے اندر مسبوق کو رکعت مل جائے گی اور وہ اسے نماز میں سے شمار کرے گا لیکن اگر مقتدی کے رکوع میں جانے سے پہلے امام رکوع سے سر اٹھالے تو اس صورت میں اس کی رکعت فوت ہو جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم امام کو رکوع میں پاؤ اور اس کے سر اٹھانے سے پہلے تم رکوع میں چلے جاؤ تو تمہیں رکعت مل جائے گی لیکن اگر تمہارے رکوع میں جانے سے پہلے امام رکوع سے اٹھا کر سر اٹھالے تو تم سے یہ رکعت فوت ہو جائے گی“ ۲۹۲۔ اگر مقتدی امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے رکوع میں جا کر اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دے تو اسے اس رکعت کے اندر امام کا شریک تصور کر لیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تم آؤ جب کہ امام رکوع میں بھی ہو اور پھر اس کے سر اٹھانے سے پہلے تم رکوع میں جا کر اپنے

ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ دو تو تم کو رکعت مل جائے گی“ ۲۹۳۔

و۔ جب امام اپنی نماز ختم کر لے تو مسبوق کھڑا ہو کر اپنی رہ جانے والی نماز پوری کر لے گا۔ انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ باجماعت نماز کا کچھ حصہ مجھ سے اگر رہ جائے اور پھر امام سلام پھیر لے تو کیا میں فوراً کھڑا ہو کر مذکورہ حصہ ادا کر لوں یا امام کے بیٹے تک انتظار کروں؟ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا؟“ جب امام سلام پھیر لے تو مسبوق کھڑا ہو جائے“ ۲۹۴۔ خود حضرت ابن عمرؓ کا طریقہ کار بھی یہی تھا کہ جب باجماعت نماز کا کچھ حصہ آپ سے رہ جاتا تو امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور رہ جانے والی نماز پڑھ لیتے۔ اگر نماز کا کوئی حصہ آپ سے نہ رہتا تو جب تک امام نماز سے فارغ ہو کر کھڑا نہ ہو جاتا آپ کھڑے نہ ہوتے ۲۹۵۔

ھ۔ امام کے ساتھ مسبوق نماز کا جو حصہ ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہو گا اور بعد میں جو حصہ ادا کرے گا وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تم امام کے ساتھ نماز کا جتنا حصہ پاؤ اسے اپنی نماز کا آخری حصہ قرار دو“ ۲۹۶۔

و۔ اگر مسافر کسی مقیم امام کی اقتداء کرے تو وہ مقیم لوگوں کی نماز پڑھے گا اور جماعت سے اس کی نماز کا جو حصہ رہ جائے گا وہ اس کی ادائیگی کرے گا خواہ یہ حصہ دور کھینچے ہوں یا دو سے کم۔ اس کا ذکر ہم نے (مادہ سفر نمبر ۳ کے جرح کے ۲ کے جرح) میں کر دیا ہے۔

ز۔ مسبوق نماز کا جو حصہ امام کے ساتھ ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا آخری حصہ ہوتا ہے اور جو حصہ بعد میں ادا کرتا ہے وہ اس کی نماز کا اول حصہ ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ کے رائے تھی کہ مسبوق جو حصہ بعد میں ادا کرے اگر وہ حصہ جبری قرأت والا ہو تو مسبوق بھی جبری قرأت کر لے۔ آپ کا طریق کار یہ تھا کہ اگر امام کے ساتھ جبری قرأت والا حصہ آپ سے رہ جاتا تو پھر کھڑے ہو کر یہ حصہ ادا کرتے تو جبری قرأت کرتے ۲۹۷۔

مقتدی کی قرأت خلف الامام: امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اختلاف ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے گا خواہ نماز سری ہو یا جری۔ بیہقی نے آپ سے ایک روایت کی ہے کہ آپ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے ۲۹۸۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق سری نماز کے اندر مقتدی امام کے پیچھے قرأت کرے گا اور جری نماز میں قرأت نہیں کرے گا ۲۹۹۔ تیسری روایت کے مطابق ----- یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایتوں میں صحیح ترین روایت ہے۔۔۔۔۔ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرے گا۔ خود آپ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے خواہ نماز سری ہوتی یا جری ۳۰۰۔ آپ فرماتے ”تم میں سے کوئی شخص جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہوگی اور جب تمہارا نماز پڑھے تو قرأت کرے“ ۳۰۱۔ بلکہ آپ قرأت خلف الامام سے منع کرتے تھے، انس بن سیرین نے آپ سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں؟ آپ نے جواب دیا: ”تمہارا پیٹ بڑا ہے امام کی قرأت تمہارے لئے کافی ہوگی“ ۳۰۲۔ حضرت ابن عمرؓ تراویح کی نماز تہا پڑھنے کو جماعت کے ساتھ پڑھنے پر فضیلت دیتے تھے کیونکہ اس طرح آپ کو قرآن کی قرأت کا موقع مل جاتا (دیکھئے مادہ صلوٰۃ نمبر ۳۴)

۹۔ مقتدی کے لئے جائز نہیں کہ وہ نماز کے کسی فعل کے اندر اپنے امام سے سبقت کرے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص نے امام سے پہلے اپنا سر اٹھالیا اس کی کوئی نماز نہیں“ ۳۰۳۔ یعنی اس کی نماز کامل نہیں ہوگی۔ سلیمان بن کندیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے پہلو میں نماز پڑھی اور امام سے پہلے اپنا سر اٹھالیا، آپ نے میرا سر پکڑا اور اسے پہلی حالت کی طرف واپس کر دیا ۳۰۴۔

۱۰۔ اگر امام کو قرأت کے اندر غلطی لگ جائے یا وہ بھول جائے تو مقتدی کے لئے اسے لقمہ دینا جائز ہو گا ۳۰۴۔ ب۔ نافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو نماز کے اندر لقمہ دیتا تھا اور آپ مجھے کچھ نہیں کہتے تھے ۳۰۴۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ مغرب کی نماز پڑھائی اور جب سورۃ فاتحہ کی قرأت کر چکے تو

”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھی اور اسے کئی دفعہ دہرایا۔ یہ دیکھ کر میں نے لقمہ دیا اذالزلت الارض“ آپ نے یہ سورت پڑھ لی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد مجھ پر نکتہ چینی نہیں کی ۳۰۵۔

۱۱۔ نماز کی انتہا پر مقتدی کا امام کو جواب کے طور پر سلام کتنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۵ کا جڑب)

۲۲۔ جمعہ کی نماز

الف۔ جمعہ کی نماز کن لوگوں پر واجب ہے؟

۱۔ جمعہ کی نماز مردوں پر واجب ہے عورتوں پر نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے باہر نکال دیتے تھے اور ان سے فرماتے: ”یہ نماز تمہارے لئے نہیں ہے“ ۳۰۶۔

۲۔ جمعہ کی نماز مقیم پر پر فرض ہے مسافر پر نہیں (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جڑب)

۳۔ ایسے مقیم پر بھی جمعہ کی نماز واجب نہیں جو شہر سے اتنی دور رہتا ہو کہ اگر جمعہ پڑھنے کے لئے شہر جائے تو اگلے دن اپنے گھر اس کی واپسی ہو سکے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ایسے مقام سے جمعہ پڑھنے کے لئے آیا جائے کہ جمعہ پڑھ کر جب نمازی گھر واپس جائے تو رات گھر پر آئے“ ۳۰۷۔ بتائیں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جمعہ اس شخص پر ہے جسے شام تک اپنے گھر پہنچ جانے کی گنجائش ہو“ ۳۰۸۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: ”ہم دو فرسخ سے جمعہ پڑھنے کے لئے آتے ۳۰۹۔ آپ طائف سے تین میل کے فاصلے پر ہوتے تو جمعہ پڑھنے کے لئے طائف نہ آتے ۳۱۰۔

(ایک فرسخ تقریباً آٹھ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔ مترجم)

ب۔ جمعہ کی شرائط

۱۔ جمعہ کے لئے شہر شرط نہیں ہے ۳۱۰۔ ب۔ اگر دیہاتوں میں رہنے والے جمعہ قائم کریں تو ان کی یہ بات درست ہوگی۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان چشموں پر رہنے والے لوگ جمعہ پڑھتے اور حضرت ابن عمرؓ ان پر نکتہ چینی نہ کرتے ۳۱۱۔

۴۔ جمعہ قائم کرنے کے لئے سلطان کا وجود اس شہر یا قریہ میں شرط ہے جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”زکوٰۃ، حدود، فنی (یعنی وہ مال جو اہل حرب سے بلا قتل و قتال حاصل ہو جائے) اور جمعہ سلطان کے حوالے ہے“ ۳۱۲۔ آپ کنوؤں اور چشموں پر رہنے والوں کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے اور ہر ایسے قریہ والوں کو جو نقل مکانی نہ کرتے حکم دیتے کہ وہ اپنا ایک امیر مقرر کر لیں جو انہیں جمعہ پڑھایا کرے ۳۱۳۔ ابو جعفر القاری کہتے ہیں کہ انہوں نے فتنہ یعنی مسلمانوں کی خانہ جنگی کے ایام میں صاحب مقصورہ کو دیکھا کہ نماز کے وقت نکل کر لوگوں کے پیچھے جا کر کہا کہ نماز کون پڑھائے گا حتیٰ کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس سب پہنچ گئے لیکن آپ نے صاحب مقصورہ یعنی حاکم وقت سے کہا کہ آپ خود آگے بڑھ کر نماز پڑھائیے ۳۱۴۔

مذکورہ سلطان میں عدالت کا پایا جانا شرط نہیں ہے، خواہ وہ ظالم کیوں نہ ہو اس کے لئے جمعہ قائم کرنا جائز ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ حجاج اور اس جیسے دیگر حکام کے پیچھے جمعہ کی نماز ادا کرتے ۳۱۵۔

۳۔ جمعہ کی نماز صرف اس سب سے بڑی مسجد میں پڑھی جائے گی جہاں امام المسلمین نماز ادا کرتا ہو، البتہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو جائے تو پھر یہ نماز متعدد مساجد میں ادا کی جاسکتی ہے ۳۱۶۔

ج۔ کن لوگوں کو جمعہ ترک کرنے کا حق ہے؟

- ۱۔ مسافر کے لئے ترک جمعہ جائز ہے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جزط)
- ۲۔ اگر عید اور جمعہ دونوں ایک ہی دن میں آجائیں اور ایک شخص عید پڑھ لے تو اس کے لئے جمعہ نہ پڑھنا جائز ہو گا۔ حضرت ابن الزبیرؓ کے عہد میں عید اور جمعہ ایک ہی دن میں آ گئے۔ انہوں نے سورج بلند ہو جانے کے بعد عید کی نماز پڑھادی اور پھر اپنے گھر چلے گئے اور عصر پڑھ کر ہی گھر سے نکلے، یہ خبر جب حضرت ابن عمرؓ کو ملی تو آپ نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی ۳۱۷۔

۳۔ اگر کسی کو کسی مریض وغیرہ کی مدد کے لئے بلایا جائے تو وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے نافع کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ ”مقام عقیق میں اپنی اراضی میں بیمار پڑے تھے اور

بس قریب المرگ تھے۔ عقیق مدینہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو مدینہ منورہ بھیج کر حضرت ابن عمرؓ سے مدد طلب کی اور آپ سے عقیق آنے کے لئے کہا۔ آپ نے جمعہ ترک کر دیا اور ان کے پاس چلے گئے ۳۱۸۔ (دیکھئے مادہ ترمیض نمبر ۳)

- و۔ جمعہ کے دن کا غسل (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا ج ۱) نیز (مادہ غسل نمبر ۲ کا ج ۲)
- ھ۔ نمازی کب نماز جمعہ کے لئے جائے؟: اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ آیت نمبر ۹ میں ارشاد فرمایا (یا ایہا الذین امنوا اذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع) ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں اس کا علم ہو) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب امام نکلے اور مؤذن اذان دے دے تو گویا نماز کے لئے ندا ہو گئی“ ۳۱۹۔
- د۔ امام کے نکلنے سے پہلے نفل پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن نماز پڑھتے رہتے جب امام کے نکلنے کا وقت ہوتا تو اس کے نکلنے سے پہلے ہی اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے ۳۲۰۔
- طحاوی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نماز جمعہ سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھتے ۳۲۱۔

- ز۔ خطبہ جمعہ اور خاموشی سے اسے سننا (دیکھئے مادہ خطبہ)
- ح۔ جمعہ کی نماز کا مسبوق: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ جمعہ کی ایک رکعت پالے تو اسے جمعہ مل جائے گا اور وہ مزید ایک رکعت پڑھ کر جمعہ مکمل کر لے گا۔ لیکن اگر اسے ایک رکعت بھی امام کے ساتھ نہ ملے مثلاً وہ قعدہ اخیرہ میں جماعت کے ساتھ شامل ہو تو اسے جمعہ نہیں ملے گا بلکہ وہ چار رکعتیں پوری کرے گا اور یہ نماز اس کی ظہر کی نماز بن جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص کو جمعہ کی نماز کی ایک رکعت مل جائے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے اور اگر وہ لوگوں کو قعدہ میں پائے تو پھر چار رکعتیں پڑھے“ ۳۲۲۔
- ط۔ جمعہ کے بعد مسجد میں نفلوں کی ادائیگی: حضرت ابن عمرؓ امام کے لئے جمعہ کی نماز کے

بعد مسجد میں نفل پڑھنے کو کر دہ سمجھتے تھے۔ عمرو بن شعیب نے جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد فوراً مسجد میں نفل کی دو رکعتیں پڑھ لیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے روکا اور فرمایا: "امام تو بالکل نہ پڑھے، جب تم جمعہ کی نماز پڑھ لو تو گھر واپس چلے جاؤ اور پھر گھر میں جتنی نفلیں چاہو پڑھ لو الا یہ کہ تم جمعہ کی نماز کے بعد طواف کعبہ کرو، جہاں تک لوگوں کا تعلق ہے تو وہ مسجد میں نفلیں پڑھ سکتے ہیں" ۳۲۳۔ جمعہ کی نماز کے بعد مقتدیوں کے لئے مسجد میں نفل پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز جمعہ کے بعد نفل کی چھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ دو رکعتیں سنت بعدیہ کی ہوتیں اور چار رکعتیں ظہر اور عصر کے درمیان احیاء یعنی نفل پڑھنے کے طور پر ہوتیں۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ آپ نے جمعہ کی نماز پڑھی پھر ایک طرف ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ یہ رکعتیں ہلکی تھیں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر چار رکعتیں پڑھیں۔ یہ چار رکعتیں پہلی دو رکعتوں کی نسبت زیادہ طویل تھیں ۳۲۴۔

۲۳۔ عید کی نماز

۱۔ عید کی نماز کے لئے عورتوں کو جانے دینا: حضور ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ عورتوں کو عید کی نماز کے لئے جانے دیا جائے تاکہ وہ خطبہ سنیں، مسلمانوں کے مجمع کو دیکھیں اور اللہ کی مدد پر ان کا ایمان بڑھ جائے۔ ام عطیہ انصاریہؓ نے روایت کی ہے کہ ہمیں حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ ہم عیدین کی نماز کے لئے عوانق (بوڑھی پردہ نشین خواتین) اور دیگر پردہ نشین خواتین کو عید گاہ میں لے جائیں۔ آپ ﷺ نے حانضہ عورتوں کو مسلمانوں کی نماز گاہ سے الگ رہنے کا حکم دیا ۳۲۵۔ اپنی خواتین کو عید کی نماز میں شامل ہونے کے لئے عید گاہ میں لے جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ اپنی خواتین میں سے جنہیں عید گاہ لے جاسکتے لے جاتے ۳۲۶۔ دوسری روایت کے مطابق آپ اپنی خواتین کو عیدین میں عید گاہ نہیں لے جاتے ۳۲۷۔ ممانعت کی یہ روایت شاید بعض خواتین کے بارے میں ہے۔ آپ انہیں عید کے لئے بیماری یا کسی اور عذر کی بنا پر نہ لے جاتے۔

ب۔ عید کے لئے غسل: نماز عید کے لئے جانے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے۔ (دیکھئے مادہ اغتسال نمبر ۲ کا جزو اول)

ج۔ عید الفطر میں عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھالیتا: بعض صحابہ کرام کا یہ مسلک تھا کہ جو شخص عید الفطر کی نماز کے لئے جانا چاہے اس کے لئے کچھ کھانی لینا مسنون ہے تاکہ اس بات اظہار ہو جائے کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ نہیں تھی۔ آپ کے خیال میں یہ بات اباحت پر مبنی تھی یعنی جو شخص چاہے کچھ کھانی لے اور جو شخص چاہے کچھ نہ کھائے۔ نافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ عید الفطر کے دن کھاتے پیتے نہیں تھے ۳۲۸۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نافع کو اس بات کی قطعیت حاصل نہیں تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھاتے نہیں تھے کیونکہ آپ بعض دفعہ چند لقمے کھالیتے جسے نافع دیکھ نہ پاتے یہی وجہ ہے کہ ہم دوسری روایت میں نافع کو علم پر مبنی یہ خبر دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف چلے جاتے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے کچھ کھایا یا بھی ہے ۳۲۹۔

د۔ ایک راستے سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جو شخص عید گاہ جانا چاہے اس کے لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک راستے سے عید گاہ جائے اور دوسرے راستے سے گھر واپس آئے آپ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے عید کے دن عید گاہ جانے کی خاطر ایک راستہ اختیار کیا اور پھر دوسرے راستے سے واپس ہوئے ۳۳۰۔

ه۔ عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نفل نہیں پڑھتے تھے ۳۳۱۔ لیکن اگر کوئی شخص نفل پڑھ لے تو اس کی یہ نماز انشاء اللہ مقبول ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نماز عید سے پہلے نفل پڑھنے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے آپ فرماتے: ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی کی ہوئی نیکی رد نہیں کرتا“ ۳۳۲۔

و۔ عیدین کے لئے نکلتا: حضرت ابن عمرؓ فجر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرتے اور پھر اسی

طرح عید گاہ کی طرف عید کی نماز پڑھنے کے لئے چلے جاتے ۳۳۲ - ب۔ جب تک سورج نکل نہ آتا آپ عید گاہ کی طرف نہیں نکلتے ۳۳۳۔

ز۔ عید کا خطبہ: عید کی نماز کو اس کے خطبے پر مقدم کیا جائے گا۔ حضور ﷺ اور خلفائے راشدین سے ماثور سنت یہی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حضور ﷺ“ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھتے“ ۳۳۴۔ (دیکھئے مادہ خطبہ)

ج۔ نماز عید کی کیفیت: اگر نمازی عید کی نماز پڑھنا چاہے تو بالا جماع اذان و اقامت کے بغیر تکبیر تحریمہ کہے گا اور اس کے بعد زائد تکبیریں کہے گا جن کی تعداد سات ہے پھر سورہ فاتحہ اور قرآن کی میسر شدہ سورت کی جری قرات کرے گا پھر رکوع اور سجدہ کرے گا اور اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے گا اور قیام کے لئے تکبیر کہے گا اور اس کے بعد پانچ تکبیریں کہے گا پھر سورہ فاتحہ اور میسر شدہ کسی اور سورت کی جری قرات کرے گا پھر رکوع اور سجدہ کرے گا اور اس کے بعد قعدہ اخیرہ کرے گا اور اس میں تشہد اور درود پڑھ کر سلام پھیر لے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عید کی تکبیرات یہ ہیں پہلی رکعت میں سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ۳۳۵۔ یہ تکبیریں، تکبیر تحریمہ اور قیام کی تکبیروں کے علاوہ ہوں گی، نیز وہ زائد تکبیریں قرات سے پہلے کہے گا“ ۳۳۶۔

۲۴۔ نفل نماز

نفل نماز کے ساتھ بعض ایسے احکام مختص ہیں جو فرض نماز کے احکام سے مختلف ہیں حضرت ابن عمرؓ سے مروی نفل نماز کے بعض احکام کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ جب فرض نماز کی اقامت ہو جائے تو پھر انسان کے لئے نفل نماز میں مشغول ہو جانا مکروہ ہے خواہ اسے فرض کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا خطرہ نہ بھی ہو بلکہ اس پر لازم ہو گا کہ لوگوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”انسان اگر مسجد میں داخل ہو اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو وہ فرض نماز سے ابتداء کرے“ ۳۳۷۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ فجر کی

جماعت کھڑی ہے آپ نے ابھی فجر کی سنت نہیں پڑھی تھی۔ آپ جماعت میں شامل ہو گئے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنی جگہ بیٹھے رہے پھر جب سورج نکل آیا تو اٹھ کر فجر کی سنت پڑھ لی ۳۳۸۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ۱)

ب۔ اگر نمازی مسجد میں آئے اور دیکھے کہ لوگ جماعت سے فارغ ہو چکے ہیں تو وہ فرض نماز پڑھے اور اس سے پہلے کوئی اور نفل نہ پڑھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم مسجد میں آؤ اور لوگوں کو دیکھو کہ وہ جماعت سے فارغ ہو چکے ہیں تو پھر فرض نماز کے سوا کوئی اور نماز نہ پڑھو“ ۳۳۹۔ خود آپ جب مسجد میں آتے اور دیکھتے کہ لوگ جماعت سے نماز پڑھ چکے ہیں تو فرض نماز پڑھتے اور اس سے قبل کوئی اور نماز نہ پڑھتے ۳۴۰۔

ج۔ جب امام خطبے کے لئے منبر پر بیٹھ جائے تو خطبہ ختم ہونے تک کوئی نفل پڑھنا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۴)

د۔ سفر کے اندر فجر کی سنت اور قیام اللیل کے سوا کوئی اور نفل نہیں پڑھے گا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ۱ کا جز ۵)

ه۔ سفر کے اندر سواری پر نفل پڑھنا جائز ہے۔ سواری کا رخ جس طرف ہو گا نمازی کا قبلہ اسی طرف ہو گا (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ۱ کا جز ۵) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ۱)۔

و۔ نفل نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔ ایسی صورت میں نمازی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے بالقابل آدھا اجر ملے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز ۱ کا جز ۳)

ز۔ یہ بات مکروہ ہے کہ نمازی جس جگہ فرض نماز ادا کرے اسی جگہ فرض کے بعد نفل نماز شروع کر دے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ۱)

ح۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ رات کی نفل دو دو رکعت ہے البتہ دن کی نفل کے بارے میں روایات کے اندر اختلاف ہے۔ آپ سے منقول ایک روایت کے مطابق دن کے نوافل بھی رات کے نوافل کی طرح دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے ۳۴۱۔

ط۔ گھر میں نفل نماز پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: ”فرض نماز کے سوا انسان کی افضل نماز وہ ہے جو وہ اپنے گھر میں پڑھے“ ۳۴۲۔

۲۵۔ فجر کی سنت

الف۔ فجر کی سنت یعنی فرض سے پہلے دو رکعتیں دیگر سنن رواتب سے زیادہ موکد ہے اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”فجر کی سنت کی محافظت کرو کیونکہ زمانے کو اس سنت سے رغبت ہے“ ۳۴۳۔ نیز فرمایا: ”جو شخص فجر کی سنت پڑھ کر وفات پا جائے اس نے گویا فجر کی نماز پڑھ لی“ ۳۴۴۔ نیز فرمایا: ”فجر کی سنت کی دو رکعتیں پڑھ لو خواہ راستے پر کیوں نہ پڑھو“ ۳۴۵۔

ب۔ اگر فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے تو مسبوق کے لئے یہ جائز ہو گا کہ وہ جماعت سے پرے ہو کر فجر کی سنتیں پڑھ لے بشرطیکہ اسے جماعت فوت ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں آئے اور امام کو نماز پڑھاتے دیکھا۔ پھر آپ حضرت کے حنفہؓ کے مکان میں داخل ہو گئے اور سنت کی دو رکعتیں پڑھ کر جماعت کی نماز میں شامل ہو گئے ۳۴۶۔ البتہ جماعت کے قریب اس کے لئے سنت کی ادائیگی جائز نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے دیکھا کہ موزن فجر کی نماز کی اقامت کہہ رہا ہے اور دوسری طرف ایک شخص فجر کی سنتوں میں مصروف ہے آپ نے اس سے فرمایا: ”کیا تم فجر کی نماز چار رکعتیں پڑھتے ہو“ ۳۴۷۔

ج۔ اگر ایک شخص سے فجر کی سنتیں رہ جائیں تو فرض کی ادائیگی کے بعد وہ یہ سنتیں پڑھ لے گا بشرطیکہ وقت کے اندر ان کے لئے معائنات ہو۔ اگر معائنات نہ ہو تو سورج نکل کر بلند ہو جانے کے بعد وہ یہ سنتیں پڑھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳ اور ۴)

د۔ فجر کی سنتوں کے بعد عام گفتگو کرتا: حضرت ابن عمرؓ فجر کی سنت پڑھنے کے بعد بلا ضرورت عام باتیں کرنے کو مکروہ تصور کرتے تھے اور جماعت کھڑی ہونے تک تسبیح و تحمید نیز ذکر الہی کو افضل سمجھتے تھے۔ ”سنن بیہقی“ میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فجر کی دو

ر کتوں کے بعد کلام کرنا مکروہ سمجھتے تھے اور تسبیح و تکبیر پسند کرتے تھے ۳۴۸۔ ایک دفعہ آپ نے فجر کی سنتیں پڑھ لیں اور پھر اجزاء (دیکھئے مادہ اجزاء) کیا اور فرض پڑھنے تک کسی سے گفتگو نہیں کی ۳۴۹۔ البتہ ضرورت کی بنا پر کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض دفعہ فجر کی سنتوں کے بعد گفتگو کر لیتے ۳۵۰۔

۲۶۔ ظہر کی سنت: حضرت ابن عمرؓ ظہر کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں سنت کی پڑھتے اور یہ رکعتیں بہت طویل کرتے اور پھر فرضوں کے بعد چار رکعتیں پڑھتے ۳۵۱۔

۲۷۔ جمعہ کی سنت: حضرت ابن عمرؓ جمعہ کی نماز سے پہلے ایک سلام کے ساتھ چار رکعتیں پڑھتے ۳۵۱۔ ب۔ اور جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ۳۵۲۔ (دیکھئے مادہ صلاة نمبر ۲۲ کا ج ۲)

۲۸۔ مغرب کی سنت: بعض لوگ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے ہیں طاؤس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے ان رکعتوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے مجھے ان سے نہیں روکا ۳۵۳۔ گویا طاؤس یہ کہہ کر ان لوگوں کی تردید کرنا چاہتے تھے جو ان رکعتوں کے مکروہ ہونے کے قائل تھے۔ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے بارے میں ہمیں حضرت ابن عمرؓ سے منقول کوئی روایت ہاتھ نہیں آئی۔

۲۹۔ عشاء کی سنت: جب کوئی شخص عشاء کی نماز پڑھ چکے تو اس کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ ان کے متعلق حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص عشاء کے فرضوں کے بعد مسجد سے نکلنے سے پہلے وہیں چار رکعتیں پڑھ لے تو یہ چار رکعتیں لیلۃ القدر میں پڑھی جانے والی چار رکعتوں کے برابر ہوں گی“ ۳۵۴۔

۳۰۔ چاشت کی نماز: حضرت ابن عمرؓ چاشت کی نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اسے بدعت تصور کرتے تھے، الحکم بن الاعرج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے چاشت کی نماز کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا: ”یہ بدعت ہے“ ۳۵۵۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے یہ نماز نہیں پڑھی تھی، مورق العلجی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں؟ آپ

نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا حضرت عمرؓ نے یہ نماز پڑھی تھی؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ میں نے پھر پوچھا کیا حضرت ابو بکرؓ نے یہ نماز پڑھی تھی؟ آپ جواب پھر نفی میں تھا، میں نے پھر پوچھا کہ کیا حضور ﷺ نے یہ نماز پڑھی تھی؟ آپ نے جواب دیا: ”نہیں، میرا یہی خیال ہے“ ۳۵۶۔ اس کے باوجود حضرت ابن عمرؓ اس نماز کو بدعت حسہ تصور کرتے تھے آپ سے جب اس نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا: ”میں یہ نماز نہ تو پڑھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اس سے روکتا ہوں، حضرت عثمانؓ تو شہید ہو گئے تھے، مجھے نہیں معلوم کہ کوئی شخص یہ نماز پڑھتا تھا، تاہم لوگوں کی نو ایجاد باتوں میں یہ نماز مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ بات ہے“ ۳۵۷۔ امام بخاری نے نافع سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چاشت کی نماز صرف دو دنوں کے اندر پڑھتے تھے، جب آپ مکہ آتے اس روز یہ نماز پڑھتے کیونکہ آپ مکہ میں چاشت کے وقت آتے اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھتے، پھر آپ جب مسجد قباء میں جاتے اس دن یہ نماز پڑھتے، آپ ہر ہفتے کے دن مسجد قباء جاتے اور جب اس مسجد میں داخل ہو جاتے تو یہ نماز پڑھے بغیر وہاں سے نکلنا پسند نہ کرتے ۳۵۸۔ امام بخاری کی یہ روایت چاشت کی متعارف نماز کے بارے میں نہیں ہے، آپ مکہ کی مسجد میں جو دو رکعتیں پڑھتے وہ چاشت کی نماز نہ ہوتی بلکہ طواف کی سنت ہوتی۔ اسی طرح مسجد قباء میں آپ جو نماز پڑھتے وہ چاشت کی نماز نہ ہوتی بلکہ یہ وہ نماز ہوتی جس کا ذکر حضور ﷺ نے اپنے اس ارشاد میں کیا ہے کہ: ”جو شخص اس مسجد یعنی مسجد قباء میں آئے اور اس میں نماز پڑھے تو اس کی یہ نماز ایک عمرے کے برابر ہوگی“ ۳۵۹۔

۳۱۔ ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کا احیاء

حضرت ابن عمرؓ نماز کے ذریعے ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کا احیاء کرتے

۳۵۹۔ (دیکھئے مادہ احیاء نمبر ۳) نیز (مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کا جز ۷)

۳۲۔ مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کا احیاء (ادابین)

حضرت ابن عمرؓ بارہ رکعتیں پڑھ کر مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت کا احیاء

کرتے تھے (دیکھئے مادہ احیاء نمبر ۴)

۳۳۔ احیاء اللیل اور قیام اللیل: رات کا احیاء یعنی رات کے وقت تہجد کی ادائیگی سنت ہے خاص طور پر فضیلت والی راتوں کا احیاء (دیکھئے مادہ احیاء نمبر ۱) حضرت ابن عمرؓ رات کے وقت جب بھی بیدار ہوتے نفلیں پڑھتے ۳۵۹ج۔ اگرچہ آپؓ کی رائے میں سفر کے اندر نفلیں نہیں ہوتیں لیکن آپؓ سفر کے اندر قیام اللیل کا پورا اہتمام کرتے (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ۵ کا جز ب)

۳۴۔ تراویح کی نماز: تراویح کی نماز خاص طور پر رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تراویح کی رکعتیں بیس تھیں آپؓ نے فرمایا: ”ابن ابی ملیکہؓ ہمیں رمضان میں بیس رکعتیں پڑھاتے تھے اور ایک رکعت میں سورہ محمد کی قرات کرتے“ ۳۶۰۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں لوگوں کے ساتھ تراویح نہیں پڑھتے بلکہ اپنے گھر میں رمضان کے مہینے میں تراویح پڑھتے۔ پھر جب لوگ مسجد سے چلے جاتے تو آپؓ پانی کا لوٹا لیتے اور مسجد نبویؐ کی طرف چلے جاتے اور پھر وہاں سے فجر کی نماز پڑھ کر نکلتے ۳۶۱۔

لوگوں کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپؓ کو یہ بات ناپسند تھی کہ امام کے پیچھے کھڑے رہیں اور اس طرح رات کا ایک حصہ تلاوت قرآن کے بغیر گزاریں۔ اس کی بہ نسبت آپؓ اس بات کو فضیلت دیتے کہ تنہا تراویح پڑھیں اور اس میں قرآن کی قرات کریں۔ ایک شخص آپؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا رمضان کے اندر میں امام کے پیچھے نماز پڑھوں؟ آپؓ نے اس سے پوچھا کہ تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپؓ کے فرمایا: ”تو پھر کیا تم (امام کے پیچھے پڑھنے کی صورت میں) اس طرح خاموش رہو گے کہ گویا تم گدھے ہو“ اپنے گھر میں یہ نماز پڑھا کرو“ ۳۶۲۔

۳۵۔ طواف احرام اور میقات سے گزرتے وقت کی سنت نماز: جب کوئی شخص طواف کعبہ کرے تو اس کے لئے یہ مسنون ہے کہ ہر سات چکروں کے بعد طواف کی سنت کی دور رکعتیں پڑھے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ح)

جب کوئی شخص حج یا عمرے کا احرام باندھے تو سنت احرام کی دو رکعتیں پڑھے
(دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز ج)

جب کوئی شخص اپنے حج کی تکمیل کے بعد اپنے گھر روانہ ہو جائے اور میقات سے
گذرے تو اس کے لئے مسنون ہے کہ وہیں اتر کر جس قدر رکعتیں میسر ہوں پڑھ لے
(دیکھئے مادہ حج نمبر ۷۳)

۳۶۔ نماز استسقاء: اگر اللہ سبحانہ اپنے بندوں سے بارش روک لے تو ایسی صورت میں
نماز استسقاء پڑھنا لوگوں کے لئے مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نماز استسقاء دو رکعتیں
پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں (والشمس وضحاہ) کی اور دوسری رکعت میں (واللیل اذا
یغشی) کی قرات کرتے ۳۶۳۔

۳۷۔ کسوف: (سورج یا چاند گرہن) کی نماز: جب سورج یا چاند گرہن ہو تو لوگوں کے
لئے مسنون ہے کہ نماز میں پناہ حاصل کریں۔ حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں سورج
گرہن ہوا عاصم بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ اس موقع پر میں نے حضرت ابن عمرؓ کو مسجد
کی طرف بھاگے جاتے دیکھا۔ آپ اپنے ہاتھ میں مصلیٰ اٹھائے ہوئے تھے تاکہ مسجد میں
پہنچ کر کسوف کی نماز ادا کریں ۳۶۴۔

۳۸۔ تحیۃ المسجد کی نماز: نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ مسجد میں
سے گذرتے اور وہاں نماز نہ پڑھتے ۳۶۵۔

العلاء بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو مسجد میں داخل ہوتے
اور وہاں سے نکلنے دیکھا آپ نے وہاں نماز نہیں پڑھی ۳۶۶۔

۳۹۔ سفر کی سنت کی نماز: اگر کوئی شخص سفر پر جانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے مستحب
ہے کہ نکلنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۔ حضرت ابن عمرؓ جب سفر پر نکلتے تو پہلے مسجد
میں جا کر نماز پڑھتے ۳۶۷۔

۴۰۔ نماز جنازہ:

الف۔ میت جس پر نماز جنازہ پڑھی جائے:

۱۔ سقا (نامتاً پچہ جو رحم سے گر جائے)

زحرا

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ سقط کا جنازہ نہ پڑھا جائے البتہ اگر وہ زندہ پیدا ہو، اور اس کی زندگی کی علامت اس کی چیخ ہے، تو اس کا جنازہ پڑھا جائے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا سقط کا جنازہ پڑھا جائے گا؟ آپ نے جواب دیا: ”نہیں، جب تک وہ چیخ نہ مارے اگر پیدا ہونے کے بعد وہ چیخ مارے تو اس کا جنازہ پڑھا جائے گا اور وہ وارث بھی قرار پائے گا“ ۳۶۸۔ آپ سے ایک روایت ہے کہ آپ نے اپنے ایک نواسے کا جنازہ پڑھا تھا جس نے پیدائش کے بعد چیخ نہیں نکالی تھی ۳۶۹۔ اس کے حلق آپ نے خود فرمایا تھا کہ: ”ہمیں نہیں معلوم کہ یہ زندہ پیدا ہوا ہے یا مردہ“ ۳۷۰۔ آپ نے احتیاطاً اس کا جنازہ پڑھایا تھا۔

۲۔ بچے کا جنازہ پڑھنا: گذشتہ بیان کے مطابق بچہ اگر وفات پا جائے تو اس کا جنازہ پڑھنا واجب ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے بچوں کا جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: ”معصوموں کا جنازہ پڑھنا مجھے زیادہ پسند ہے“ ۳۷۱۔

۳۔ ولد زنا کا جنازہ پڑھنا: میمون بن مهران کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ولد زنا کا جنازہ پڑھتے دیکھا۔ آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ولد زنا کا جنازہ نہیں پڑھا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ ولد زنا تین افراد (زانی، زانیہ اور ولد زنا) میں سب سے زیادہ برا ہے۔ آپ نے یہ سکر فرمایا: ”وہ تین افراد میں سب سے زیادہ بھلا ہے“ ۳۷۲۔

۴۔ جس میت کا جنازہ پڑھا جا چکا ہو اس کا دوبارہ جنازہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ دوبارہ جنازہ پڑھنے کے جواز کے قائل تھے، آپ نے اپنے بھائی عاصم کا جنازہ دوبارہ اس وقت پڑھا تھا جب نماز جنازہ کے بعد انہیں دفن دیا گیا تھا۔ آپ عاصم کی وفات کے تین دن بعد سفر سے واپس آئے اور ان کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی ۳۷۳۔

۵۔ ایک سے زائد میتوں کی نماز جنازہ: اگر میتوں میں مرد اور عورتیں شامل ہوں اور امام سب کا جنازہ ایک دفعہ پڑھنا چاہے تو وہ عورتوں کی میتیں قیلے کے ساتھ رکھے گا اور مردوں کی میتیں اپنے سامنے رکھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے زید بن عمر اور ام کلثوم کا جنازہ پڑھا۔ آپ نے زید کی میت کو امام کے سامنے رکھا اور ام کلثوم کی میت کو قیلے

کے ساتھ رکھا^{۳۷۴}۔ جب امام جنازہ پڑھائے گا تو تمام میتوں کے سروں کو ایک سیدھ میں رکھے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب مردوں اور عورتوں کی میتوں کا جنازہ ایک ساتھ پڑھتے تو ان کے سروں کو ایک سیدھ میں رکھتے^{۳۷۵}۔

ب۔ جنازہ پڑھنے کی جگہ: یہ جائز ہے کہ جس جگہ انسان کی وفات ہوئی ہو اسی جگہ اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک وفات شدہ بچے کا جنازہ گھر کے اندر پڑھا تھا پھر اسے وہاں سے اٹھا کر دفن دیا گیا^{۳۷۶}۔ مسجد میں جنازہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس پر کوئی گناہ نہیں“^{۳۷۷}۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو مسجد میں آپ کا جنازہ پڑھایا گیا^{۳۷۸}۔ قبرستان کے اندر نماز جنازہ بھی جائز ہے خواہ دفنانے سے پہلے جنازہ پڑھا جائے۔ نافع کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا جنازہ جنت البقیع کے اندر قبروں کے درمیان پڑھا تھا اور حضرت ابن عمرؓ بھی جنازے میں موجود تھے^{۳۷۹}۔ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزب) یا خواہ دفنانے کے بعد، ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۴ کے جز الف کے جز ۴) میں دیکھ لیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے بھائی عاصم کا جنازہ انیس دفنائے جانے کے بعد پڑھا تھا۔

ج۔ نماز جنازہ کے لئے طہارت کی شرط: نماز جنازہ دیگر نمازوں کی طرح ایک نماز ہے اور اس کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو دیگر نمازوں کے لئے ہیں مثلاً ستر پوشی، قبلہ رخ ہونا اور با وضو ہونا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”کوئی شخص بے وضو نماز جنازہ نہ پڑھے“^{۳۸۰}۔

د۔ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار کون ہے؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار امیر یعنی حاکم وقت ہے۔ امام احمد نے اپنی سند کے واسطے سے بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلام عمار سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ام کلثوم بنت علیؓ اور زید بن عمرؓ کے جنازوں میں موجود تھا۔ ان کا جنازہ حضرت سعیدؓ بن العاص نے پڑھایا وہ امیر مدینہ تھے۔ ان کے پیچھے اسی صحابہ کرام نے یہ نماز پڑھی ان میں حضرت ابن عمرؓ اور حضرت حسنؓ نیز

حضرت حسینؑ شامل تھے ۳۸۱۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ کے سکوت کے اندر یہ احتمال ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت جس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے اس بات کے قائل تھے کہ امیر یعنی حاکم وقت ہی جنازہ پڑھانے کا سب سے بڑھ کر حقدار ہوتا ہے ۳۸۲۔

۵۔ نماز جنازہ کی کیفیت: نماز جنازہ کی کیفیت کے بارے میں حضور ﷺ سے بہت سی روایت منقول ہیں ہم نے موسوع فقہ عمرہؓ میں (ماہ صلاۃ نمبر ۲۴ کے جز د) کے اندر ذکر کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ چاہا تھا کہ ان تمام کیفیت کو یکجا کر کے انہیں ایک متحدہ صورت دے دی جائے کیونکہ حضرت عمرؓ اختلاف کو پسند نہیں کرتے تھے، آپ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ان سے جنازے کی تکبیرات کے بارے میں مشورہ طلب کیا، بعض نے کہا کہ حضور ﷺ نے پانچ تکبیریں کہی تھیں، بعض نے کہا کہ حضور ﷺ نے چھ تکبیریں کہیں تھیں اور بعض نے چار تکبیروں کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ نے چار تکبیروں پر لوگوں کو یکجا کر دیا کہ یہ طویل ترین نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں اس لئے کہ طویل ترین نماز کی چار رکعتیں ہوتی ہیں۔ اس لئے حضرت عمرؓ جب جنازہ پڑھاتے تو چار تکبیریں کہتے۔ دیگر صحابہ کرام نے بھی اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی تقلید کی۔ ان میں حضرت ابن عمرؓ بھی شامل تھے چنانچہ آپ جنازے پر چار تکبیریں کہتے ۳۸۳۔ اور فرماتے: ”جنازے میں چار تکبیریں اور پانچ تکبیریں بھی تھیں لیکن ہم سب چار تکبیروں پر متفق ہو گئے تھے“ ۳۸۴۔

ان تکبیروں میں سے ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا عمل ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ آپ ان تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے ۳۸۵۔ نماز جنازہ کے اندر قرآن کی قرات نہیں ہوگی بلکہ افتتاح، حضور ﷺ پر درود اور میت کے لئے دعا پر اقتصار کیا جائے گا ۳۸۶۔ نافع نے میت کے لئے حضرت ابن عمرؓ کی دعا نقل کی ہے۔ آپ نماز جنازہ میں میت کے لئے یہ دعا کرتے: ”اے اللہ اس میت پر برکت نازل کر، اس پر اپنی رحمت نازل فرما، اسے بخش دے اور اسے اپنے رسول ﷺ کے حوض پر لے آ“ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے دیر تک قیام کیا اور

بڑی دعائیں کہیں لیکن میں درج بالا الفاظ کے سوا اور کوئی لفظ سمجھ نہ سکا ۳۸۷۔
پھر نمازی نماز جنازہ کے اختتام پر اپنی دائیں جانب ایک سلام پھیرے گا ۳۸۸۔ اور
اپنی آواز اتنی بلند کرے گا کہ پاس والے اسے سن لیں ۳۸۹۔

و۔ نماز جنازہ کا مسبوق: اگر مسبوق سے نماز جنازہ کی بعض تکبیریں رہ جائیں تو اس
صورت میں وہ اگر چاہے تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ ہی لگا کر یہ تکبیریں کہہ لے اور اگر
چاہے تو انہیں چھوڑ دے اور امام جس تکبیر کے اندر ہو اس کے ساتھ اس تکبیر میں
داخل ہو جائے اور پھر امام کے ساتھ سلام پھیر لے اسے فوت شدہ تکبیریں کہنے کی
ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ جنازے کی فوت شدہ تکبیریں نہیں کہتے تھے ۳۹۰

ز۔ جب نماز جنازہ ہو جائے تو نمازی اپنی جگہ کھڑا رہے گا یہاں تک کہ لوگ تابوت
اٹھالیں اور چلنے کی اجازت مل جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اس طرح کرتے تھے ۳۹۱۔

صلح (صلح کرنا)

۱۔ تعریف: صلح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے ذریعے مخالف فریقوں کے درمیان جھگڑا
ختم ہو جائے

۲۔ کافروں کے ساتھ صلح کی شرائط (دیکھئے مادہ ذمہ نمبر ۲)

۳۔ یہ صورت صلح میں داخل نہیں ہے کہ ایک شخص کا کسی پر ایک مدت کے لیے دین
ہو اور پھر دائن اپنے دین میں اس شرط کے ساتھ کچھ کمی کر دے کہ دیون باقیمانہ
دین کی فوری ادائیگی کر دے۔ یہ صورت باطل طریقے سے مال کھانے کی صورت ہے
(دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا تزیج) نیز (مادہ دین نمبر ۵)

صیام (روزہ)

۱۔ تعریف: روزہ یہ ہے کہ صبح صادق کے طلوع سے لیکر غروب شمس تک نیت کے
ساتھ کھانے پینے اور مہستری سے اپنے آپ کو روک رکھا جائے

۲۔ روزے کا حکم: روزہ فرض بھی ہوتا ہے مثلاً رمضان کا روزہ نیز نذر اور کفارات کا

روزہ۔ روزہ مکروہ بھی ہوتا ہے مثلاً رجب کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ج) اور حاجی کیلئے عرفہ کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ جز ز) نیز (مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز داؤ کا جز ۳) اور ایام تشریق کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ی) (نیز مادہ ایام التشریق نمبر ۳) روزہ باطل بھی ہوتا ہے مثلاً عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ط)

اور روزہ مستحب بھی ہوتا ہے مثلاً درج بالا فقرات میں مذکورہ دنوں کے سوا دیگر ایام کا روزہ

۳۔ رمضان کا روزہ: اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں اپنے ارشاد (فمن شهد منکم الشهر فليصمه تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پالے وہ اس میں روزہ رکھے) کے ذریعے رمضان کا روزہ فرض کر دیا ہے۔ یہ اسلام کا ایک رکن ہے حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے، اقامت صلوٰۃ، زکوٰۃ کی ادائیگی ان دونوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ رمضان کا روزہ اور استطاعت رکھنے والوں پر بیت اللہ کا حج^{۳۹۲}۔ رمضان کا روزہ فرض عین ہے۔ یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزہ رکھے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ تو روزہ رکھے اور نہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز پڑھے^{۳۹۳}۔

۴۔ رمضان کے روزے کا وقت

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جب دن کے وقت چاند دیکھا جائے تو یہ آنے والی رات کا چاند ہو گا گذشتہ رات کا نہیں ہو گا۔ خواہ یہ چاند زوال سے پہلے دیکھا جائے یا زوال کے بعد اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا^{۳۹۴}۔ بتائیں اگر رمضان کی تمیں تاریخ کو چاشت کے وقت یا رات کے وقت چاند نظر آجائے تو لوگ اگلے دن روزہ نہیں رکھیں گے اور جس دن چاند نظر آئے اس دن کا روزہ نہیں توڑیں گے۔ آپ نے فرمایا: ”کچھ لوگ دن کے وقت چاند دیکھ کر روزہ توڑ دیتے ہیں۔ تمہارے لئے یہ بات درست نہیں کہ تم روزہ توڑ دو یہاں تک کہ تم رات کے وقت چاند اس جگہ دیکھو جہاں اسے دیکھا جاتا ہے“^{۳۹۵}۔ کچھ لوگوں نے دن کے وقت شوال کا چاند

دیکھا حضرت ابن عمرؓ نے اپنا روزہ شام تک جاری رکھا اور فرمایا ”نہیں“ یہاں تک کہ یہ چاند رات کے وقت نظر آئے“ ۳۹۶۔

۲۔ ہلال رمضان ایک شخص کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”لوگ چاند دیکھتے رہے میں نے جا کر حضور ﷺ کو خبر دی کہ میں چاند دیکھ چکا ہوں۔ آپ ﷺ نے روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کو حکم دیا“ ۳۹۷۔ حضرت ابن عمرؓ نے چاند دیکھنے کے سلسلے میں ایک شخص کی گواہی قبول کر لینے کا حکم دیا تھا ۳۹۸۔ کیونکہ یہ خبر دینے کی صورت ہے گواہی کی صورت نہیں ہے اور اخبار کے اندر ایک شخص کی دی ہوئی خبر قبول کر لی جاتی ہے۔

۳۔ یوم شک کا روزہ: جب شعبان کی انتیسویں تاریخ ہو جاتی تو حضرت ابن عمرؓ کسی کو چاند دیکھنے کے لئے بھیج دیتے اگر وہ رمضان کا چاند دیکھ لیتا تو آپ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھتے۔ اگر چاند نظر نہ آتا اور آسمان صاف ہوتا اور رویت ہلال میں کوئی چیز حائل نہ ہوتی تو اگلے دن روزہ نہ رکھتے اور اگر آسمان پر بادل ہوتا یا آسمان غبار آلود ہوتا جس سے رویت ہلال میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تو اگلے دن روزہ رکھ لیتے (دیکھئے مادہ شک نمبر ۲ کا جز الف)

ب۔ دن کے ساتھ روزے کے وقت کی تجدید: فجر ثانی یعنی صبح صادق طلوع ہونے کے ساتھ روزہ شروع ہوتا ہے اور غروب شمس تک رہتا ہے ۳۹۹۔ روزہ رکھنے والے کے لئے اس وقت تک کھانا پینا جائز ہے جب تک اسے طلوع فجر کا یقین نہ ہو جائے ۴۰۰۔ اگر اس نے دو افراد کو طلوع فجر دیکھنے کے لئے بھیجا ہو اور ان میں سے ایک کے کہ صبح صادق طلوع ہو چکی ہے اور دوسرا کے کہ ابھی طلوع نہیں ہوئی ہے تو وہ کھاپی سکتا ہے حتیٰ کہ اسے طلوع فجر کا یقین ہو جائے کیونکہ یقین شک کی بنا پر زائل نہیں ہوتا۔

مکمل الازدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو زمزم سے ایک ڈول پانی نکالتے دیکھا۔ آپ نے دو شخصوں سے پوچھا کہ فجر طلوع ہو گیا ہے، ایک نے کہا کہ طلوع ہو چکا ہے اور دوسرے نے کہا طلوع نہیں ہوا ہے یہ سن کر آپ نے پانی پی لیا ۴۰۱۔ روزہ رکھنے کا ارادہ کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ فجر کے قریب تک

سحری کھانے میں تاخیر کرے ۴۰۲۔ روزہ افطار کرنے میں تعجل مستحب ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں روزہ افطار کے وقت حضرت ابن عمرؓ کے لئے بھرا ہوا پیالہ لے کر آتا اور اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھتا، مجھے حضرت ابن عمرؓ کی افطار کرنے میں سرعت کی بنا پر حیا داری ایسا کرنے پر مجبور کرتی ۴۰۳۔

۵۔ روزہ نہ رکھنے کی رخصت کن لوگوں کو حاصل ہے اور کن لوگوں پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔

الف۔ روزہ بالاجماع عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے

ب۔ انتہائی بوڑھا شخص جسے روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اس کے لئے نیز حاملہ اور مرضعہ کے لئے جسے اپنی زندگی یا اپنے بچے کی زندگی کا خطرہ ہو روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اور اس کے بعد ان پر اس کی قضاء نہیں ہے بلکہ فدیہ واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہی روایت صحیح ترین روایت ہے۔ آپ سے ایک روایت کے مطابق حاملہ اور مرضعہ فدیہ ادا کریں گی اور جب صحت مند ہو جائیں گی تو چھوڑے ہوئے روزے قضا کریں گی (دیکھئے مادہ حمل نمبر ۲ کا جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر ۵ کا جز ب) فدیہ یہ ہے کہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے یا ایک مد (ایک پیالے کا نام) گندم نکالی جائے ۴۰۴۔

ج۔ سفر میں روزہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جس شخص پر رمضان کا مہینہ ایسی حالت میں آجائے کہ وہ اپنے اہل و عیال میں مقیم ہو اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے تو اس کے لئے سفر کے اندر روزہ نہ رکھنے کی رخصت نہیں ہوگی۔ البتہ اگر وہ سفر پر چلا جائے اور پھر رمضان کا مہینہ آجائے تو اسے اختیار ہوگا کہ چاہے تو روزہ رکھ لے اور چاہے تو روزہ چھوڑ دے۔ ایک روایت کے مطابق اس پر روزہ چھوڑنا واجب ہوگا اگر وہ سفر میں یہ روزہ رکھے گا تو اس کا یہ روزہ نقلی روزہ ہوگا رمضان کا روزہ نہیں ہوگا اور پھر جب وہ مقیم ہو جائے گا تو سفر میں رکھے ہوئے روزوں کی قضا اس پر واجب ہوگی۔ اگر مسافر کو توقع ہو کہ وہ رمضان میں دن کے وقت اپنے گھر پہنچ جائے گا تو اس کے لئے اس دن روزہ رکھ لینا مستحب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ کی اس بارے میں توثیق (مادہ سفر

نمبر ۳ کے جز (ز) میں گذر چکی ہے۔ اگر وہ روزے کی حالت میں صبح کرے اور پھر سفر پر روانہ ہو جائے تو اگر چاہے اس دن کا روزہ نہ رکھے ۴۰۵۔

۵۔ حائضہ اور نفاس والی عورت پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔ اگر وہ روزہ رکھ لیں تو ان کو روزہ درست نہیں ہوگا۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز الف)

۶۔ روزے کی نیت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فرض روزوں مثلاً رمضان کے روزوں، رمضان کے قضا روزوں اور نذر کے روزوں کے لئے فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے آپ فرماتے: ”روزہ وہی رکھے جو فجر سے پہلے روزہ رکھنے کا فیصلہ کر لے“ ۴۰۶۔ آپ نفلی روزوں کے سلسلے میں بھی اپنے آپ کو اسی اصول کو پابند بناتے تھے اگر آپ کے دل میں روزہ رکھنے کا خیال آتا تو روزہ نہ چھوڑتے اور اگر روزہ نہ رکھنے کا خیال ہوتا تو روزہ نہ رکھتے ۴۰۷۔ حضرت ابن عمرؓ کے اس طرز عمل سے بعض لوگوں کو دھوکا ہو گیا اور انہوں نے یہ رائے قائم کر لی کہ حضرت ابن عمرؓ رات سے نیت کے بغیر نفلی روزے کو جائز قرار نہیں دیتے تھے ۴۰۸۔ حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے کیونکہ خود حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”نفلی روزہ رکھنے والے کو نصف النہار تک اختیار ہوتا ہے بشرطیکہ وہ کچھ نہ کھائے“ اگر کھانا چاہے تو کھالے اور اگر وہ اسے روزہ بنانا چاہے تو یہ اس کا روزہ ہوگا“ ۴۰۹۔

۷۔ روزہ توڑ دینے والے اور توڑ نہ دینے والے امور

الف۔ کھانے پینے اور مہستری کرنے سے بالاتفاق روزہ ٹوٹ جاتا ہے

ب۔ تے: جہاں تک تے کا تعلق ہے تو حضرت ابن عمرؓ زبردستی تے اور از خود تے آجانے کے درمیان فرق کرتے تھے پہلی صورت میں روزہ ٹوٹ جانے کا حکم عائد کرتے اور دوسری صورت میں روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم لگاتے۔ آپ نے فرمایا: ”جو شخص روزے کی حالت میں زبردستی تے کرے اس پر قضا لازم ہوگی اور جسے از خود تے آجائے اس پر قضا نہیں“ ۴۱۰۔ الشیخ القفال نے ”حلیۃ العلماء“ میں حضرت ابن عمرؓ کا مسلک بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ایک شخص اگر زبردستی تے کرے تو بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹا ۴۱۱۔ یہ غلط بیانی ہے۔

ج۔ ہبستری: ہم نے کہا ہے کہ ہبستری سے بالا جماع روزہ ٹوٹ جاتا ہے تاہم ایسی حال میں ہبستری سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا جب کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ہبستری میں مصروف ہو اور روزے کا وقت شروع ہو جائے بشرطیکہ وہ فوری طور پر ہبستری کا عمل منقطع کر دے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر فجر کی اذان ہو جائے اور مرد اپنی بیوی کے ساتھ ہبستر ہو تو یہ بات اسے روزہ رکھنے میں مانع نہیں بنے گی۔ اگر اسے روزے رکھنے کا ارادہ ہو تو فوری طور پر ہبستری ترک کر کے غسل کر لے اور پھر اپنا روزہ پورا کر لے“ ۴۱۲۔

د۔ بوسہ لینا: اگر روزہ دار اپنی بیوی یا لونڈی کا بوسہ لے لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر وہ جوان ہو تو اس کے لئے ایسی حرکت مکروہ ہوگی کیونکہ بعض اوقات وہ اگلا قدم اٹھا کر یعنی ہبستری کر کے اپنا روزہ فاسد کر لے گا۔ بوڑھا شخص جس کے اندر اس جذباتیت کا خطرہ نہیں ہوتا اس کے لئے روزے کی حالت میں زیر بحث عمل مکروہ نہیں ہوگا۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور پوچھا کہ روزے کی حالت میں میں اپنی بیوی کے مباشرت یعنی ہم آغوشی کر سکتا ہوں۔ آپ نے اسے نفی کا جواب دیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی یہی سوال کیا آپ نے اسے اثبات میں جواب دیا۔ رفقا نے متعجب ہو کر آپ سے پوچھا کہ ایک کو تو آپ نے اجازت دے دی اور دوسرے کو روک دیا آپ نے فرمایا: ”پہلا سائل جوان تھا اور دوسرا سائل بوڑھا تھا“ ۴۱۳۔ ایک نو جوان نے روزے کی حالت میں بوسہ لینے کے بارے میں آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے اسے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے نے کہا کہ ”آپ لوگوں کو کیوں تنگی اور حرج میں مبتلا کرتے ہیں۔ بوسہ لینے میں تو کوئی مضائقہ نہیں“ یہ سن کر آپ نے بوڑھے سے فرمایا: ”تم بے شک بوسہ لے لیا کرو کیونکہ تمہارے سرینوں میں اب جان نہیں ہے“ ۴۱۴۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ سے مروی اس روایت کو محمول کیا جائے گا جس میں روزہ دار کے لئے بوسہ لینے کی مطلق ممانعت مذکور ہے ۴۱۵۔

ہ۔ جنبی کا روزہ جائز ہے (دیکھئے مادہ جنبہ نمبر ۲ کا جز واد)

و۔ اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے روزے کی حالت میں پینے کے لئے پانی طلب کیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں؟ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اللہ نے مجھے پانی پلانا چاہا لیکن تم نے مجھے روک دیا“ ۴۱۶۔

ز۔ سینگلی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۴۱۷۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے

روزہ دار کے اندر کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ابتدا میں روزے کی حالت میں سینگلی لگوا لیا کرتے تھے ۴۱۸۔ لیکن جلد ہی اس طریقے سے دست بردار ہو گئے اور روزہ انظار کرنے کے بعد سینگلی لگواتے ۴۱۹۔ (دیکھئے مادہ حجامتہ نمبر ۳ کا جز ب)

ح۔ سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۴۲۰۔ اور نہ ہی یہ عمل روزہ دار کے لئے مکروہ ہے۔

ط۔ اغماء یعنی بے ہوشی روزے کو فاسد نہیں کرتا حضرت ابن عمرؓ بعض دفعہ نقلی روزے رکھتے اور آپ پر غشی کی کیفیت طاری ہو جاتی لیکن آپ روزہ پورا کر لیتے ۴۲۱۔

ی۔ پانی کے ذریعے ٹھنڈک حاصل کرنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ عمل مکروہ ہے حضرت ابن عمرؓ پانی سے اپنا کپڑا تر کر لیتے اور پھر اپنے اوپر ڈال لیتے یہ عمل آپ روزے کی حالت میں کرتے ۴۲۲۔ غسل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص کے روزے کو جائز قرار دیا ہے جس پر فجر اچانک ہو جائے اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ مہستری میں مصروف ہو وہ فوراً اٹھ جائے اور غسل کر کے اپنے روزہ مکمل کر لے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ج)

ک۔ مسواک کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ عمل مکروہ ہے خواہ زوال سے پہلے مسواک کا استعمال ہو یا زوال کے بعد حضرت ابن عمرؓ روزے کی حالت میں مسواک کرتے تھے ۴۲۳۔ (دیکھئے مادہ استیاک نمبر ۴)

۸۔ اعتکاف کے اندر روزہ (دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۳)

- ۹۔ نذر کا روزہ (دیکھئے مادہ نذر)
 ۱۰۔ کفارات کا روزہ (دیکھئے مادہ کفارة نمبر ۳ کا جز ۲)
 ۱۱۔ ہدی نہ پانے والے فارن یا متبوع کا روزہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۷ کے جز ۲ کا جز ۵)
 نیز (مادہ حج نمبر ۷ کے جز ۲ کا جز ۲)
 ۱۲۔ نفلی روزہ

الف۔ نیت: نفلی روزے کے لئے رات سے نیت کرنا شرط نہیں ہے اگرچہ رات سے نیت کر لینا افضل ہے جیسا کہ (مادہ صیام نمبر ۶) میں گذر چکا ہے

ب۔ نفلی روزے کا افساد: اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر لے تو اسے فاسد کر دینا اس کے لئے جائز ہوگا ^{۴۲۳}۔ حضرت ابن عمرؓ اس شخص کی خاطر اپنا نفلی روزہ توڑ دیتے تھے جو آپ کو ایسا کرنے پر مجبور کر دیتا ^{۴۲۵}۔ اگر روزہ دار اپنا نفلی روزہ فاسد کر دے تو کیا اس پر قضا واجب ہوگی؟ امام نووی شافعی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایسی روایت کی ہے جو ان کے مسلک کے تائید کرتی ہے کہ فاسد شدہ نفلی روزے کی قضا واجب نہیں ہے ^{۴۲۶}۔ اور بھصاص خفی نے حضرت ابن عمرؓ سے ایسی روایت کی ہے کہ جو ان کے مسلک کی تائید کرتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے انس بن سیرین کو وجوب قضا کا فتویٰ دیا تھا ^{۴۲۷}۔ بھصاص یہ کہہ کر اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کا ذکر طحاوی نے ”شرح معانی الآثار“ کے اندر کیا ہے کہ انس بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے یوم عرفہ کا روزہ رکھ لیا روزے نے مجھے غڈ حال کر دیا چنانچہ میں نے روزہ توڑ دیا اور پھر اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا: ”کسی اور دن اس کی قضا کرلو“ ^{۴۲۸}۔

ج۔ اشہر حرم کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ اشہر حرم میں نفلی روزے رکھا کرتے تھے ^{۴۲۹}۔ (اشہر حرم چار ہیں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم، مترجم) اس بارے میں اصل وہ روایت ہے جس کا ذکر ابن ماجہ، ابوداؤد اور امام احمد بن حنبل نے قبیلہ بابلہ کے ایک شخص کے واسطے سے کیا ہے۔ مذکورہ شخص کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ”اللہ کے رسول، میں پہلے سال آپ کے پاس آیا ہوں“ آپ

ﷺ نے فرمایا: ”میں تمہارے جسم کو دبلا پتلا کیوں دیکھ رہا ہوں؟“ میں نے عرض کیا: ”اللہ کے رسول میں نے دن کے وقت کبھی کھانا نہیں کھایا صرف رات کو کھاتا ہوں“ آپ ﷺ نے پوچھا ”تمہیں اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرنے کا حکم کس نے دیا ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”اللہ کے رسول‘ میں بھگڑا ہوں“ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”مہر یعنی رمضان کے مہینے کا روزہ رکھو اور اس کے بعد ایک دن کا“ میں نے عرض کیا کہ میں تو بہت قوی اور مضبوط ہوں اس پر آپ نے فرمایا: ”رمضان کے مہینے کا روزہ رکھو اور اس کے بعد دو دنوں کا“ میں نے عرض کیا کہ میں بھگڑا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”مہر یعنی رمضان کا روزہ رکھو اور اس کے بعد تین دنوں کا اور اشہر حرم کا روزہ رکھو“

۷۔ مسلسل روزے رکھنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مسلسل روزے رکھنے میں کوئی کراہت نہیں اور نہ ہی صوم الدھر (بیشہ روزے سے ہونے) میں کوئی کراہت ہے بشرطیکہ اس سے کسی ضرر کے لاحق ہو جائے یا کسی حق کے فوت ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے آخری زمانے میں مسلسل روزے رکھتے ۳۳۰۔ آپ صرف بیماری کی وجہ سے حالت قیام میں روزہ نہ رکھتے ۳۳۱۔

۸۔ عاشوراء کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ رمضان کے روزے کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ فرض تھا لیکن رمضان کے روزے کی فرضیت نے اس روزے کی فرضیت منسوخ کر دی اور پھر یہ روزہ سنت کی صورت میں باقی رہ گیا آپ نے فرمایا: ”اہل جاہلیت عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے نیز حضور ﷺ اور مسلمان بھی رمضان کی فرضیت سے پہلے یہ روزہ رکھتے لیکن جب رمضان کا روزہ فرض ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: ”عاشوراء اللہ کے دنوں میں سے ایک دن ہے جو غنص چاہے اس میں روزہ رکھ لے“ ۳۳۲۔ اس بنا پر حضرت ابن عمرؓ یہ روزہ رکھتے تھے۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اگر سفر میں ہوتے تو آپ یہ روزہ نہ رکھتے اور اگر حالت قیام میں ہوتے تو رکھ لیتے ۳۳۳۔

۹۔ رجب کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ لوگ رجب کے

پورے مہینے کا روزہ رکھیں کیونکہ ایسا کرنے سے رمضان کے ساتھ رجب کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے تاہم آپ رجب کے بعض ایام میں روزہ رکھ لینا مکروہ نہیں سمجھتے تھے امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب آپ نے رجب کے روزے کے سلسلے میں لوگوں کا رویہ دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا اور کہا کہ: ”اس کے بعض ایام کا روزہ رکھ لو اور بعض کا مت رکھو“ ۴۳۴۔

ز۔ یوم عرفہ کا روزہ: حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مشروع نہیں کیا گیا تاکہ وہ روزہ دار نہ ہونے کی صورت میں وقوف عرفہ اور دعا کے لئے پوری قوت کا مالک ہو (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز و او کا جز ۳) غیر حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مسنون ہے۔ جلد بن سحیم کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ سے یوم جمعہ اور یوم عرفہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا: ”ہم اور حضور ﷺ یوم عرفہ کے روزے کو ایک سال کے روزوں کے برابر سمجھتے تھے“ ۴۳۵۔

ح۔ جمعہ کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ تنہا جمعہ کے دن کے روزے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے آپ اس دن روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ سابقہ فقرے میں گذر چکا ہے کیونکہ جمعہ کا دن ایسا دن ہے جس کا دوسرے دنوں کے ساتھ روزہ مشروع ہے اس لئے تنہا اس دن کا روزہ بھی مشروع ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ شاید اس روایت پر عمل کرتے تھے جس کا ذکر امام ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ سے کیا ہے اور اسے ایک حسن حدیث قرار دیا ہے کہ حضور ﷺ جمعہ کے دن کم ہی روزہ کے بغیر ہوتے تاہم یہ ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے کلام کو نیز حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو جمعہ کے دن کے اس روزے پر محمول کیا جائے جس کے ساتھ جمعرات یا ہفتے کے دن کا روزہ رکھا جاتا تھا۔

ط۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا روزہ: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔ ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایک دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی پھر یہ دن عید الفطر اور یا عید الاضحیٰ کے دن آگیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول نے اس دن روزہ رکھنے سے منع کر دیا ہے“ ۴۳۶۔

ی۔ ایام تشریق کا روزہ: حضرت ابن عمرؓ ایام تشریق کا روزہ صرف ایسے متمتع یا قارن کے لئے جائز قرار دیتے تھے جسے ہدی میسر نہ ہوا ہو (دیکھئے مادہ ایام التشریق نمبر ۳) ۱۳۔ روزے کی قضا

الف۔ قضا کس پر واجب ہوتی ہے؟: روزے کی قضا اس پر واجب ہوتی ہے جو سفر یا مرض یا کسی اور وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھ سکے۔ حاملہ اور مرضعہ اگر روزہ نہ رکھیں تو ان پر قضا کے وجوب کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ حمل نمبر ۲ کے جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر ۵ کے جز ب) میں بیان کر دی ہے

ب۔ قضا روزہ رکھنے کی کیفیت: اگر کسی نے رمضان کے روزے مسلسل چھوڑے ہوں تو وہ ان کی قضا بھی مسلسل کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص مرض یا سفر کے اندر رمضان کے روزے نہ رکھے وہ ان روزوں کی مسلسل قضا کرے گا“ ۳۷۔ اگر اس نے متفرق طور پر روزے چھوڑے ہو توں متفرق طور پر ان کی قضا کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے رمضان کے قضا روزے کے متعلق فرمایا: ”جس طرح تم نے یہ روزے چھوڑے ہیں اسی طرح ان کی قضا کرو“ ۳۸۔

ج۔ قضا کرنے میں تاخیر: اگر سفر یا بیماری یا کسی اور وجہ سے رمضان کے کچھ روزے چھوٹ گئے ہوں اور متعلقہ شخص ان روزوں کی قضا نہ رکھے حتیٰ کہ اگلا رمضان آجائے تو اس پر چھوٹ جانے والے روزوں کا فدیہ لازم ہوگا اور وہ آمدہ رمضان کے روزے رکھے گا اور اس کے بعد مذکورہ روزوں کی قضا نہیں کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص پر اگلا رمضان آجائے اور وہ اس دوران بیمار رہے اور تندرست نہ ہو سکے تو اگلے رمضان کے روزے رکھے گا اور پچھلے رمضان کا فدیہ دے گا یعنی ہر دن کے بدلے ایک مد (ایک پیمانے کا نام) گندم اور ان کی قضا نہیں کرے گا“ ۳۹۔ اگر وہ قضا روزے رکھنے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کی طرف سے اس کا ولی مذکورہ دنوں میں سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گندم فدیہ کے طور پر دے گا ۴۰۔

روزہ نہ رکھنے والے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ گندم کی بجائے کوئی اور چیز مثلاً گوشت اور کپڑا وغیرہ قدیہ کے طور پر نکال دے۔ ابو زید المدنی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی وفات کے وقت اپنے بھائی سے کہا کہ دو رمضان کے روزے میرے ذمہ ہیں میں یہ روزے رکھ نہیں سکا تھا۔ اس کے بھائی نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”قلادہ پڑے ہوئے دو اونٹ دے دو“ پھر اس نے حضرت ابن عباسؓ سے یہی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”ابو عبد الرحمن (حضرت ابن عمرؓ) پر اللہ رحم کرے روزے کے ساتھ اونٹ کا کیا تعلق؟“ اپنے بھائی کی طرف سے ساتھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو“ ۴۴۱۔

۱۲۔ روزہ دار کا کسی کی دعوت قبول کر لینا: روزہ دار کے لئے طعام کی دعوت قبول کر لینا مسنون ہے خواہ وہ دعوت میں جا کر کچھ نہ کھائے (دیکھئے مادہ دعوت نمبر ۲ کا جز ب) صید (شکار)

۱۔ تعریف: شکار یہ ہے کہ وحشی یعنی غیر پالتو جانور کو کسی ذریعے سے پکڑ لیا جائے
۲۔ جانور کو تیر اندازی کا ہدف بنانا: جانور اللہ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ نے اس کے اندر تکلیف کا احساس اسی طرح پیدا کر رکھا ہے جس طرح انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ اس لئے کسی مشروع مقصد کے بغیر جانور کو تکلیف پہنچانا حلال نہیں ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے گزر کچھ افراد کے پاس سے ہوا جنہوں نے ایک مرغی کو اپنی تیر اندازی کے لئے ہدف بنا رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”اس کام کے کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے“ حضور ﷺ نے اس شخص پر لعنت بھیجی ہے جو کسی ذی روح کو ہدف بنائے“ ۴۴۲۔

۳۔ سمندر کا شکار: سمندر سے کیا ہوا شکار کھالینا حلال ہے، قطع نظر اس سے کہ شکاری کون تھا اور اس نے شکار کے لئے کونسا آلہ استعمال کیا تھا۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ بحر نمبر ۱۴) میں بیان کر دی ہے۔

۴۔ خشکی کا شکار

الف۔ حرم کا شکار: شکار یا تو حرم مکہ میں پایا جائے گا یا حرم مکہ سے خارج علاقہ میں پایا جائے گا۔ اگر شکار حرم مکہ اندر پایا جائے تو کسی کے لئے اس سے تعرض کرنا اور اسے شکار کرنا حلال نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ احرام نمبر ۶ کے جزن) میں بیان کر دی ہے۔ اگر شکار حدود حرم سے باہر پایا جائے تو اسے شکار کر لیتا جائز ہے۔ اس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

ب۔ شکاری: خشکی کا شکار کھالیتا جائز ہے بشرطیکہ شکاری کوئی مسلمان یا اہل کتاب ہو۔ ان دونوں کے سوا دیگر ادیان سے تعلق رکھنے والے افراد کا کیا ہو شکار کھانا جائز نہیں ہے اس کی تفصیل ہم نے (مادہ ذبح نمبر ۲) کے اندر بیان کر دی ہے۔

ج۔ آلہ شکار: آلہ شکار سے ہماری مراد وہ چیز ہے جس کے ذریعے شکار کیا جائے یا وہ چیز ہے جو شکار کر پکڑ رکھے یہاں تک کہ شکاری اسے اپنے قابو میں کر لے شکار یا تو جانور کے ذریعے کیا جائے گا یا جانور کے سوا دیگر آلات کے ذریعے۔

۱۔ جانور کے ذریعے شکار:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جانور کے ذریعے اگر شکار کرنا ہو تو صرف اس کتے کے ذریعے کیا جاسکتا ہے جسے شکار کرنے کی تعلیم دی گئی ہو ۴۴۳۔ کسی اور جانور کے ذریعے شکار نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی اور جانور شکار پکڑ لے اور شکار مر جائے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ اگر شکاری اسے زندہ پکڑ لے اور پھر اسے ذبح کر لے تو اسے کھالیتا حلال ہوگا۔ اگر ذبح نہ کرے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”باز اور دیگر شکاری پرندے جو شکار پکڑ لیں اور تم اس شکار کو زندہ حالت میں پا کر اسے ذبح کر لو تو اسے کھا سکتے ہو ورنہ اسے نہ کھاؤ“ ۴۴۴۔

ب۔ کتے کا پکڑا ہوا شکار اسی صورت میں حلال ہوگا جب کتے کو شکار کرنے کی تعلیم مل چکی ہو۔ اس کی تعلیم یہ ہے کہ شکاری جب اسے شکار پر چھوڑے تو وہ اسے پکڑ کر اس کے گوشت کا کوئی حصہ کھائے بغیر اپنے مالک کے پاس لے آئے۔ اگر وہ شکار کا کوئی حصہ کھا جائے تو تعلیم یافتہ نہیں کہلائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کتا اپنے بڑے ہوئے شکار کا کوئی حصہ کھا جائے تو اس کی کھال حلال نہیں ہوگی“ ۴۴۵۔

بتا ہے ”۴۳۵۔

ج۔ اگر کتا تعلیم یافتہ بن جائے اور شکار پکڑنے لگے اور پھر شکار کا کچھ حصہ کھا جائے تو اس کی تعلیم فاسد نہیں ہوگی بلکہ وہ تعلیم یافتہ ہی رہے گا اور اس کا پکڑا ہوا شکار کھایا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب تم اپنے تعلیم یافتہ کتے کو شکار پر چھوڑ دو اور اللہ کے نام کا ذکر کر لو تو اس کے بعد وہ جو بھی شکار تمہارے لئے پکڑ لے اسے کھالو۔ خواہ کتا اس میں سے کچھ کھا جائے یا نہ کھائے“ ۴۳۶۔ جمیل بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کتوں کے کئے ہوئے شکار کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ کیا ان کتوں کے گلوں میں پٹے نہیں پڑے ہوتے؟ میں نے عرض کیا: ”کیوں نہیں؟ میں انہیں پنوں سے پکڑ کر چلتا ہوں“ آپ نے پوچھا کہ کیا تم کتوں کو پنوں سے پکڑ کر چلتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ بعض کو پنوں سے پکڑ کر لے چلتا ہوں اور بعض میرے پیچھے پیچھے آتے ہیں یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اگر تم شکار دیکھ کر اپنے کتے کو پنہ کھول دو اور اسے شکار پر چھوڑ دو اور اس وقت اللہ کا نام بھی ذکر کر دو تو پھر وہ جو بھی شکار تمہارے لئے پکڑ لے اسے کھالو۔ رہ گیا پیچھے پیچھے آنے والا کتا (یعنی غیر تعلیم یافتہ کتا) تو وہ اگر کوئی شکار پکڑ لے تو اس صورت میں تم تذبذب میں مبتلا نہ ہو، اگر تم مذکورہ شکار کو زندہ حالت میں پاؤ اور اسے ذبح کر لو تو اس کا گوشت کھالو۔ اور اگر شکار کو کوئی ایسا کتا پھاڑ ڈالے جسے تم نے پنہ کھول کر اس پر نہیں چھوڑا تھا (یعنی غیر تعلیم یافتہ کتا) تو یہ شکار حرام ہوگا“ ۴۳۷۔

د۔ یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ تعلیم یافتہ کتے کا پکڑا ہوا شکار کھانے کے لئے یہ شرط عائد نہیں کرتے کہ مذکورہ کتے کو شکار پر چھوڑا گیا ہو بلکہ کتا اگر از خود چل کر شکار تک پہنچ جائے اور اس کا مالک اسے شکار پر نہ چھوڑے اور پھر جا کر شکار پکڑ لے تو اسے کھالیتا جائز ہوگا۔ آپ سے ان کتوں کے بارے میں پوچھا گیا جو اپنے ٹھکانوں سے از خود نکل کر شکار کو پکڑ لیتے ہیں تو آپ نے فرمایا: ”اللہ عے نام کا ذکر کر لو اور پھر اسے کھالو“ ۴۳۸۔ پچھلی روایت میں حضرت ابن عمرؓ کو یہ قول کہ ”یا شکار کو ایسا کتا پھاڑ ڈالے جسے تم نے چھوڑا نہ ہو تو یہ شکار حرام ہو جائے گا“ اس سے آپ کی مراد

غیر تعلیم یافتہ کتا ہے جو تمہارے کتے کے پیچھے چلے اور کوئی شکار پکڑ لے۔

۲۔ جانور کے بغیر شکار:

الف۔ جانور کے بغیر کیا ہوا شکار کھالیتا جائز نہیں ہے الا یہ کہ شکار کی موت ایسی چیز کے ذریعے واقع ہوئی ہو جو اس کا خون بہا دے۔ اگر شکار کسی چیز سے ٹکرانے کی وجہ سے یا اس کی بوجھ کی وجہ سے مرجائے تو اسے کھانا حلال نہیں ہوگا۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے بندقہ (بندوق کی گولی) سے مرجانے والے شکار کے متعلق فرمایا کہ: ”یہ موقوفہ (مملکت ضرب سے مرجانے والا) ہے“ ۳۹۔ نافع کہتے ہیں کہ میں نے دو پرندوں پر جرف کے مقام میں پتھر مارے اور انہیں پکڑ لیا۔ ایک پرندہ تو مر گیا اسے حضرت ابن عمرؓ نے پھینک دیا اور دوسرے پرندے کو آپ کھانسی سے ذبح کرنے لگے تو وہ بھی ذبح ہونے سے پہلے مر گیا۔ آپ نے اسے بھی پھینک دیا ۴۰۔

ب۔ اگر شکار پر تیر چلایا جائے اور پھر شکار شکاری کی نظروں سے غائب ہو جائے اور شکاری اسے دوسرے دن مردہ حالت میں پائے جبکہ اس کا تیر اس کے جسم میں پیوست ہو تو اسے کھالیتا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص شکار پر تیر چلائے اور اگلے دن اپنا تیر شکار کے جسم میں پیوست پائے تو وہ اسے کھالے“ ۴۱۔ کیونکہ یہ صورت حال اس امر پر دلالت کرے گی کہ شکار کی موت اس کے چلائے ہوئے تیر سے واقع ہوئی ہے۔

ج۔ اگر کوئی شخص کسی آلے کے ذریعے کوئی جانور شکار کرے اور اس کا ایک عضو کاٹ ڈالے اور وہ شکار زندہ رہے تو قطع شدہ عضو کا کھانا اس کے لئے حلال نہیں ہوگا حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص درانتی نصب کر دیتا ہے اور اس سے شکار کا ایک عضو کاٹ جاتا ہے تو اس کا کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”عضو کٹنے کے بعد اگر شکار زندہ رہے تو مقطوع عضو کو پھینک دو اور باقی ماندہ شکار کھالو“ ۴۲۔

د۔ بسم اللہ پڑھنا: حضرت ابن عمرؓ شکار پر بسم اللہ پڑھنے کو شکار حلال ہونے کی شرط قرار دیتے تھے جس طرح ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا شرط ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۵) آپ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ ”جب تم اپنے تعلیم یافتہ کتے کو شکار پر چھوڑو اور اللہ کے نام کا

ذکر کرلو تو وہ تمہارے لئے جو شکار پکڑ لے اسے کھالو" نیز آپ کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ "جب تم شکار دیکھو اور اپنے کتے کا پتہ کھو لو اور اللہ کے نام کا ذکر بھی کرلو تو جو شکار وہ پکڑ لے اسے کھالو"

بسم اللہ پڑھنے کا وقت وہ ہے جب شکار پر کتا چھوڑا جائے یا تیر چلایا جائے اگر کسی سبب کی بنا پر یہ وقت فوت ہو جائے مثلاً کتا اپنے ٹھکانے سے اٹھ کر شکار پر جھپٹ پڑے اور مالک کو اس کا علم نہ ہو تو اس کا تذکرہ کھانے کے وقت کر لیا جائے یعنی اس وقت بسم اللہ پڑھ لیا جائے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول گزر چکا ہے کہ آپ سے ان کتوں کے بارے میں مسئلہ پوچھا گیا جو اپنے ٹھکانوں سے نکل جاتے ہیں اور پھر شکار کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "ایسے شکار پر اللہ کے نام کا ذکر کرو اور اسے کھالو"

حرف الصاد میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ عبدالرزاق ص ۷۸ ج ۱۱، الموطا ص ۳۳۳ ج ۱، شرح الزرقانی علی الموطا ص ۲۶۹ ج ۲، شرح السنہ ص ۲۲ ج ۱۲، المغنی ص ۷۷ ج ۲، ص ۱۱۹ ج ۵، مشق کیرولینی سرخ مٹی کو کہتے ہیں
- ۲۔ سنن بیہقی ص ۱۸۵ ج ۲، سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۰ ج ۳
- ۳۔ شرح السنہ ص ۲۱۰ ج ۶
- ۴۔ سنن بیہقی ص ۱۷۰ ج ۶
- ۵۔ ب۔ تفسیر الماروردی ص ۳۳۳ ج ۱
- ۵۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۲، البدایہ والنہایہ ص ۲ ج ۹، وفیات الاعیان ص ۳۰ ج ۳
- ۶۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۸ ج ۲
- ۷۔ الدر المنثور ص ۵۱ ج ۲
- ۸۔ الدر المنثور ص ۵۰ ج ۲، تفسیر ابن کثیر ص ۳۸۹ ج ۱، طبقات ابن سعد ص ۱۶۷ ج ۲
- ۹۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۶ ج ۲
- ۱۰۔ البدایہ والنہایہ ص ۲ ج ۹

۱۱۔ حوالہ درج بالا، وفیات الاعیان ص ۳۰

ج ۳

۱۲۔ الدر المنثور ص ۵۰ ج ۲

۱۳۔ المغنی ص ۱۸۶ ج ۱

۱۴۔ سنن بیہقی ص ۱۴۱ ج ۱، معرفۃ السنن و

لآثار ص ۳۶۶ ج ۱

۱۵۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳، ص ۱۷۳ ج ۱

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱، احکام

القرآن ص ۱۱۳ ج ۱۱۶ ج ۱

۱۷۔ سنن بیہقی ص ۴۶۲ ج ۱، طرح التشریب

ص ۱۷۳ ج ۲، الحلی ص ۲۵۰ ج ۲، المجموع

ص ۶۳ ج ۳

۱۸۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۱، شرح معانی

لآثار ص ۹۹ ج ۱، الحلی ص ۲۳۹ ج ۳

۱۹۔ شرح معانی لآثار ص ۱۰۱ ج ۱، طرح

التشریب ص ۱۷۳ ج ۱، الحلی ص ۲۵۹ ج ۲

۲۰۔ المغنی ص ۳۸۵ ج ۱

۲۱۔ احکام القرآن لابن عربی ص ۱۳۸۶ ج ۳

۲۲۔ مسلم شریف کتاب المساجد باب وقت

العشاء، نسائی شریف فی المواقیت باب

کراہیت ان یقال للعشاء العتمة

۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲ ج ۱

۲۴۔ سنن بیہقی ص ۱۹ ج ۲۳۱ ج ۱

- ۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۰۰ ج ۲، المغنی ص ۱۰۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۲
- ۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱
- ۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۹ ج ۱، المغنی ص ۶۷ ج ۲
- ۲۷۔ عبدالرزاق ص ۳۵۸ ج ۲، المغنی ص ۶۵ ج ۲
- ۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، شرح السنہ ص ۹۶ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۰۳ ج ۲، المحلی ص ۸۴ ج ۳، کشف الغمہ ص ۸۶ ج ۱
- ۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱، المحلی ص ۷۲ ج ۴
- ۳۰۔ سنن ابی داؤد فی الصلوٰۃ باب اذا کان اثوب منینقا سنن بیہقی ص ۲۳۶ ج ۲
- ۳۱۔ المغنی ص ۵۹۲ ج ۱۲، المجموع ص ۱۸۹ ج ۳
- ۳۲۔ عبدالرزاق ص ۳۴۵ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۱۰۵ ج ۲، شرح السنہ ص ۳۲۸ ج ۲، المجموع ص ۲۰۵ ج ۳
- ۳۳۔ جامع الاصول ص ۲۹۷ ج ۵، کشف الغمہ ص ۸۸ ج ۱
- ۳۴۔ الدر المنثور ص ۱۰۹ ج ۱، احکام القرآن ص ۶۲ ج ۱، المغنی ص ۴۳۵ ج ۱
- کشف الغمہ ص ۸۸ ج ۱
- ۳۵۔ جامع الاصول ص ۲۳۱ ج ۳
- ۳۶۔ عبدالرزاق ص ۸۲ ج ۱
- ۳۷۔ عبدالرزاق ص ۵۴۳ ج ۱، الموطن ص ۱۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۶۳ ج ۱، احکام القرآن ص ۲۶۶ ج ۲
- ۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۰ ج ۱
- ۳۹۔ المحلی ص ۱۸۶ ج ۳
- ۴۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۷۳ ج ۱، احکام القرآن ص ۲۷۳ ج ۲، شرح السنہ ص ۱۸۶ ج ۲، المغنی ص ۳۸۲ ج ۱، المجموع ص ۴۴ ج ۳
- ۴۱۔ طرح التتزیب ص ۱۹۴ ج ۲، المغنی ص ۱۱۹ ج ۲
- ۴۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ۱
- ۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱
- عبدالرزاق ص ۵۴ ج ۳، المغنی ص ۳۹۶ ج ۱
- ۴۴۔ سنن بیہقی ص ۴۸۰ ج ۲
- ۴۵۔ عبدالرزاق ص ۴۴۴ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۱
- ۴۶۔ المحلی ص ۲۳۹ ج ۲
- ۴۷۔ المحلی ص ۱۸۰ ج ۴

- ۴۸۔ عبد الرزاق ص ۵ ج ۲، شرح معانی ۱
 الآثار ص ۲۷۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۲۲ ج ۲
 ۲۔ شرح السنہ ص ۲۲۳ ج ۲، احکام القرآن
 ص ۲۲۱ ج ۳، المغنی ص ۶۰۸ ج ۱، کشف
 الغمہ ص ۷۴ ج ۱، الموطا ص ۱۶۸ ج ۱
 ۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۷ ج ۱
 ۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۲ ج ۱
 ۵۱۔ عبد الرزاق ص ۴۳۰ ج ۲، الاستذکار
 ص ۱۳۶ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۲۶ ج ۳
 کشف الغمہ ص ۱۲۲ ج ۱
 ۵۲۔ البخاری فی مواقیئ الصلوٰۃ باب لا
 یتمی الصلوٰۃ، مسلم شریف فی صلوٰۃ
 المسافرين باب الاوقات التي نهي عن الصلوٰۃ
 فیما
 ۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱، عبد الرزاق
 ص ۴۴۳ ج ۲
 ۵۴۔ عبد الرزاق ص ۵۲۳ ج ۳، ابن ابی
 شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱، المغنی ص ۱۱۰ ج ۲
 ۵۵۔ الموطا ص ۲۲۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۲
 ج ۴
 ۵۶۔ سنن بیہقی ص ۴۵۹ ج ۲
 ۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱
 ۵۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، طرح
 الشریب ص ۱۸۸ ج ۲، المغنی ص ۱۱۶ ج ۲
 عبد الرزاق ص ۵۳ ج ۳
 ۵۹۔ طرح الشریب ص ۱۸۷ ج ۲
 ۶۰۔ شرح السنہ ص ۳۳۳ ج ۳
 ۶۱۔ الاستذکار ص ۱۵۰ ج ۱، طرح الشریب
 ص ۱۸۶، ۱۹۳ ج ۲، المحلی ص ۲۷۵ ج ۲
 المغنی ص ۱۰۹ ج ۲
 ۶۲۔ عبد الرزاق ص ۵۲۳ ج ۳، الموطا
 ص ۲۲۹ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۲۶ ج ۳
 المغنی ص ۵۵۵ ج ۲، کشف الغمہ ص ۷۰ ج ۱
 ۶۳۔ ترمذی فی الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوقت
 الاول من الفضل
 ۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۰ ج ۱
 عبد الرزاق ص ۵۵۰ ج ۱
 ۶۵۔ عبد الرزاق ص ۵۵۳ ج ۱
 ۶۶۔ البخاری فی مواقیئ الصلوٰۃ باب النوم
 قبل العشاء، عبد الرزاق ص ۵۵۸ ج ۱
 ۶۷۔ عبد الرزاق ص ۵۶۳ ج ۱، شرح السنہ
 ص ۱۹۲ ج ۲
 ۶۸۔ عمدة القاری ص ۱۰ ج ۷، عبد الرزاق
 ص ۲۹ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۹۷ ج ۱
 شرح معانی الآثار ص ۲۰۱ ج ۱، المغنی ص
 ۱۶۳ ج ۲، المجموع ص ۵۲۱ ج ۳، کشف الغمہ
 ص ۱۱۵ ج ۱

- ۶۹۔ وفیات الاعیان ص ۳۱ ج ۳
 ۷۰۔ عبدالرزاق ص ۵۵۶ ج ۲، الموطا ص
 ۱۳۵ ج ۱، المغنی ص ۲۷۲ ج ۲، کشف الغمہ
 ص ۱۳۹ ج ۱
 ۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ ج ۱، المغنی ص
 ۲۷۲ ج ۲
 ۷۲۔ الموطا ص ۱۵۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۹۳
 ج ۱
 ۷۳۔ عبدالرزاق ص ۲۰ ج ۲
 ۷۴۔ عبدالرزاق ص ۲۳ ج ۲
 ۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۴ ج ۱
 ۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ ج ۱،
 عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۲، شرح معانی الآ
 ثار ص ۲۶۸ ج ۱
 ۷۷۔ البخاری فی صلوٰۃ الجماعہ - باب اذا
 حضر اللعاط، مسلم فی المساجد باب کراہۃ
 الصلوٰۃ بخضرۃ اللعاط، الموطا ص ۹۷ ج ۱
 ابن ابی شیبہ ص ۱۱۰ ج ۱، عبدالرزاق ص
 ۵۷۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۷۲ ج ۱، المغنی
 ص ۶۲۹ ج ۱
 ۷۸۔ المغنی ص ۲۴۳ ج ۲
 ۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱
 ۸۰۔ عبدالرزاق ص ۴۰۵ ج ۱، المغنی ص
 ۶۷ ج ۲، المجموع ص ۲۲۹ ج ۵، المحلی ص ۱
- ۵۱۳ ج ۵
 ۸۱۔ عبدالرزاق ص ۵۲۵ ج ۳، المغنی ص
 ۳۹۳ ج ۲
 ۸۲۔ عبدالرزاق ص ۱۰ ج ۲
 ۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹ ج ۱
 ۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱، نیل
 الاوطار ص ۸۱ ج ۲
 ۸۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱، المغنی
 ص ۵۸۵ ج ۱، المجموع ص ۱۸۳ ج ۳
 ۸۶۔ عبدالرزاق ص ۲۷۷ ج ۲
 ۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱، شرح
 السنہ ص ۴۲۳ ج ۲
 ۸۸۔ عبدالرزاق ص ۱۹۲ ج ۲، المحلی ص ۱۹
 ج ۳
 ۸۹۔ شرح السنہ ص ۷۰ ج ۳
 ۹۰۔ سنن بیہقی ص ۲۸۹ ج ۲، المغنی ص ۸
 ج ۲
 ۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۳ ج ۱
 ۹۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، المحلی ص ۱۹ ج
 ۴، المغنی ص ۸ ج ۲
 ۹۳۔ عبدالرزاق ص ۲۵۳ ج ۲، ابن ابی
 شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، الاستذکار ص ۱۵۵ ج
 ۱، المغنی ص ۵۸۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۹۲ ج
 ۱

- ۹۴۔ عبد الرزاق ص ۲۷۷ ج ۲
 ۹۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ج ۱
 ۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ ج ۱، الموطا ص ۱۶۳ ج ۱، المحلی ص ۷۸ ج ۱، احکام القرآن ص ۲۵۳ ج ۳
 ۹۷۔ البرقانی علی الموطا ص ۳۳۳ ج ۱
 ۹۸۔ عبد الرزاق ص ۳۷۱ ج ۲
 ۹۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۸ ج ۱
 ۱۰۰۔ عبد الرزاق ص ۱۹۵ ج ۲
 ۱۰۱۔ الموطا ص ۱۵۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۸۵ ج ۲
 ۱۰۲۔ عبد الرزاق ص ۲۶۳ ج ۲
 ۱۰۳۔ کشف الغمہ ص ۹۱ ج ۱
 ۱۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، المغنی ص ۳۵۲ ج ۲
 ۱۰۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱
 عبد الرزاق ص ۴۱۵ ج ۲
 ۱۰۶۔ عبد الرزاق ص ۳۹۳ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱
 ۱۰۷۔ عبد الرزاق ص ۳۵۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۶ ج ۲
 ۱۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱
 ۱۰۹۔ سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۲، المحلی ص ۷۲ ج ۲
 ۱۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۱ ج ۱، المغنی ص ۵۸۶ ج ۱
 ۱۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۵ ج ۱، المغنی ص ۵۸۶ ج ۱
 ۱۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۱ ج ۱، المغنی ص ۶۰۳ ج ۱
 ۱۱۳۔ المغنی ص ۷۷ ج ۲
 ۱۱۴۔ عبد الرزاق ص ۴۰۳ ج ۱
 ۱۱۵۔ سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲، ص ۲۳۱ ج ۳
 ابن ابی شیبہ ص ۸۹ ج ۱، عبد الرزاق ص ۴۱۸ ج ۲، ص ۲۵۰ ج ۳
 ۱۱۶۔ عبد الرزاق ص ۴۱۶ ج ۲
 ۱۱۷۔ سنن بیہقی ص ۱۹۲ ج ۲، المغنی ص ۵۶۲ ج ۱
 ۱۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۹ ج ۱
 عبد الرزاق ص ۴۱۸ ج ۲، سنن بیہقی ص ۱۹۱ ج ۲، المحلی ص ۲۶۱ ج ۲
 ۱۱۹۔ عبد الرزاق ص ۴۴۰ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۸۳ ج ۲، المغنی ص ۳۶۵ ج ۲، المحلی ص ۱۱۰ ج ۳، المجموع ص ۵۵۰ ج ۳، ص ۱۱۰ ج ۳
 ۱۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۶۲ ج ۳
 ۱۲۱۔ المحلی ص ۱۰۵ ج ۳
 ۱۲۲۔ سنن بیہقی ص ۴۰۳ ج ۲، شرح السنہ

- ص ۸۶ ج ۲، کشف الغمہ ص ۸۶ ج ۱، ابن
ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، المحلی ص ۸۴ ج ۳
۱۳۳۔ الموطا ص ۴۶ ج ۱، نیل الاوطار
ص ۲۳۶ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱،
عبدالرزاق ص ۳۴۰ ج ۲، الام ص ۷۷
ج ۷، المحلی ص ۸۴ ج ۳، الجوهرة النقی ص
۱۴۱ ج ۱، الاستذکار ص ۲۹۱ ج ۱، المغنی ص
۱۰۳ ج ۲، المجموع ص ۶ ج ۴
۱۳۴۔ عبدالرزاق ص ۳۳۹ ج ۲، الجوهرة
النقی ص ۱۴۳ ج ۱
۱۳۵۔ عبدالرزاق ص ۳۴۰ ج ۲، الام ص
۷۷ ج ۷، الموطا ص ۴۶ ج ۱، نیل الاوطار
ص ۲۳۶ ج ۱
۱۳۶۔ المحلی ص ۲۴۶ ج ۳، تفسیر قرطبی ص
۱۴۵ ج ۱، المجموع ص ۲۸۵ ج ۳
۱۳۷۔ المحلی ص ۲۳ ج ۳، عبدالرزاق
ص ۹۳ ج ۲
۱۳۸۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۲، ابن ابی شیبہ
ص ۵۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲
۱۳۹۔ شرح السنہ ص ۲۴۰ ج ۳
۱۴۰۔ سنن بیہقی ص ۲۲۲ ج ۲، عبدالرزاق
ص ۵ ج ۲، شرح معانی الآثار ص ۷۰ ج ۱
۱۴۱۔ الاعتبار ص ۷۷
۱۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ ج ۱، المحلی
- ص ۱۱ ج ۴
۱۳۳۔ المحلی ص ۱۱ ج ۴
۱۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۳ ج ۱،
عبدالرزاق ص ۳۰ ج ۳، شرح معانی الآثار
۲۶۸ ج ۱
۱۳۵۔ المغنی ص ۲۳۸ ج ۲
۱۳۶۔ بخاری فی منہ الطلوۃ باب رفع
الیدین فی التکیفۃ الاولی، عبدالرزاق ص
۶۸ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۳،
الموطا ص ۷۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۶ ج ۱
۲، الام ص ۲۵۰ ج ۷، المحلی ص ۹۰ ج ۴،
شرح السنہ ص ۲۵ ج ۳، المجموع ص ۲۶ ج ۴
۲۶۵ ج ۳
۱۳۷۔ عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۲
۱۳۸۔ المحلی ص ۲۳۵ ج ۳
۱۳۹۔ سنن بیہقی ص ۷ ج ۲، المغنی ص ۶۰۰
ج ۱
۱۴۰۔ عبدالرزاق ص ۲۶۳ ج ۲، شرح
السنہ ص ۳۳ ج ۳، المغنی ص ۹ ج ۲
۱۴۱۔ المغنی ص ۷ ج ۲
۱۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰ ج ۱، شرح السنہ
ص ۲۵۰ ج ۳
۱۴۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۰ ج ۱
۱۴۴۔ المغنی ص ۵۶۲ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص

- ۱۵۷۔ عبدالرزاق ص ۲۶۳ ج ۲
- ۱۵۸۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۲
- ۱۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ب ج ۱
- ۱۶۰۔ الموطا ص ۷۹ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۰ ج ۲، المحلی ص ۱۰۶ ج ۴، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۴۹۴ ج ۱
- ۱۶۱۔ عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۰ ج ۳
- ۱۶۲۔ عبدالرزاق ص ۱۵۰ ج ۲
- ۱۶۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ب ج ۱
- ۱۶۴۔ الموطا ص ۸۲ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۱۶ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۸۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۰۰ ج ۱
- ۱۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱
- ۱۶۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ب ج ۱
- ۱۶۷۔ حوالہ درج بالا، المحلی ص ۱۰۳ ج ۴
- ۱۶۸۔ عبدالرزاق ص ۱۰۵ ج ۲
- ۱۶۹۔ عبدالرزاق ص ۱۰۶ ج ۲
- ۱۷۰۔ عبدالرزاق ص ۱۰۷ ج ۲
- ۱۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱، المحلی ص ۱۰۵ ج ۴
- ۱۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱
- ۱۷۳۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲
- ۱۷۴۔ عبدالرزاق ص ۹۷ ج ۲، المغنی ص ۲۳۷ ج ۳، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۵۷۶ ج ۱
- ۱۷۵۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۲
- ۱۷۶۔ الموطا ص ۷۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۱
- ۱۷۷۔ عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۲، المحلی ص ۱۱۶ ج ۲، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۵۷۶ ج ۱
- ۱۷۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۹۳ ج ۲
- ۱۷۹۔ الموطا ص ۷۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۵۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۶۳ ج ۱، شرح السنہ ص ۶۶ ج ۳، المغنی ص ۵۷۶ ج ۱

- شیبہ ص ۵۵ ج ۱
 ۱۷۳۔ عبدالرزاق ص ۱۰۸ ج ۲
 ۱۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۵ ج ۱
 ۱۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱
 ۱۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج ۱
 ۱۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۶ ج ۱
 ۱۷۸۔ عبدالرزاق ص ۴۹۲ ج ۲
 ۱۷۹۔ عبدالرزاق ص ۴۹۴ ج ۲
 ۱۸۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۵ ج ۳، المجموع ص ۲۶۵، ۵۶۷ ج ۳، الموطن ص ۷۷ ج ۱، الام ص ۲۵۰ ج ۷
 ۱۸۱۔ عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ج ۱، شرح السنہ ص ۲۳، ۲۱ ج ۳، الموطن ص ۷۷ ج ۱، الام ص ۲۶۰، ۲۵۰ ج ۷، سنن بیہقی ص ۱۳۶ ج ۲، المحلی ص ۹۰ ج ۴، المغنی ص ۴۹۶، ۴۹۷ ج ۱، المجموع ص ۳۶۷، ۳۶۶ ج ۳، بخاری شریف فی مقتد الصلوٰۃ باب رفع الیدین
 ۱۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۷ ج ۱، شرح معانی الآثار ص ۱۳۳ ج ۱
 ۱۸۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۲ ج ۱
 ۱۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱، الاستذکار ص ۸۳ ج ۱، المغنی ص ۵۰۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲
 ۱۸۵۔ المغنی ص ۴۹۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱
 ۱۸۶۔ سنن بیہقی ص ۱۰ ج ۳
 ۱۸۷۔ المحلی ص ۲۶۸ ج ۳
 ۱۸۸۔ المحلی ص ۲۶۳ ج ۳، المغنی ص ۵۰۸ ج ۱
 ۱۸۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۱، المغنی ص ۵۱۰ ج ۱
 ۱۹۰۔ عبدالرزاق ص ۱۹۲، ۱۹۳ ج ۲
 ۱۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۴ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۹۱ ج ۲، المغنی ص ۵۲۴ ج ۱
 ۱۹۲۔ آثار ابی یوسف نمبر ۲۸۶، المغنی ص ۵۱۸ ج ۱، الموطن ص ۸۹ ج ۱
 ۱۹۳۔ ب۔ سنن بیہقی ص ۱۱۹ ج ۲، عبدالرزاق ص ۱۹۲ ج ۲
 ۱۹۴۔ المجموع ص ۱۲۰ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۰ ج ۱، المغنی ص ۵۲۴ ج ۱
 ۱۹۵۔ عبدالرزاق ص ۱۷۹ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱
 ۱۹۶۔ سنن بیہقی ص ۶۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۲، المجموع ص ۴۲۱ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۰۶ ج ۱
 ۱۹۷۔ سنن بیہقی ص ۱۳۵ ج ۲

- ۱۹۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۹ ج ۱
 ۱۹۸۔ حوالہ درج بالا
 ۱۹۹۔ المغنی ص ۵۴۰ ج ۱
 ۲۰۰۔ الموطا ص ۸۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۰
 ج ۲، شرح معانی الآثار ص ۱۵۲ ج ۱، شرح
 السنہ ص ۱۷۲ ج ۳، المحلی ص ۱۲۷ ج ۴،
 المجموع ص ۴۲۹ ج ۳، بخاری فی مسئلۃ الصلوۃ
 باب سنۃ۔ الجلوس فی التہجد
 ۲۰۱۔ الموطا ص ۸۹ ج ۱
 ۲۰۲۔ سنن بیہقی ص ۱۲۴ ج ۲، الموطا ص
 ۸۹ ج ۱
 ۲۰۳۔ بخاری فی مسئلۃ الصلوۃ باب سنۃ۔
 الجلوس فی التہجد، نسائی شریف، فی الافتتاح
 باب کیف الجلوس، الموطا ص ۸۹ ج ۱، شرح
 معانی الآثار ص ۱۵۲ ج ۱، عبدالرزاق ص
 ۱۹۳ ج ۲
 ۲۰۴۔ شرح السنہ ص ۱۷۷ ج ۳
 ۲۰۵۔ عبدالرزاق ص ۲۴۹ ج ۲، الموطا ص
 ۲۱۷ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۱۶ ج ۱، کشف
 الغمہ ص ۱۰۸ ج ۱
 ۲۰۶۔ المحلی ص ۲۷۰ ج ۳
 ۲۰۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۶ ج ۱
 ۲۰۸۔ شرح السنہ ص ۱۴۸ ج ۳، المغنی ص
 ۵۳۷ ج ۱، المجموع ص ۴۳۸ ج ۳
 ۲۰۹۔ المغنی ص ۵۳۷ ج ۱
 ۲۱۰۔ سنن ابی داؤد فی الصلوۃ باب التہجد،
 عبدالرزاق ص ۲۰۴ ج ۲، الموطا ص ۹۵ ج
 ۱، سنن بیہقی ص ۱۴۲ ج ۲، شرح معانی الآثار
 ص ۱۵۳ ج ۱، المغنی ص ۵۳۷ ج ۱
 ۲۱۱۔ المجموع ص ۴۴۹ ج ۳
 ۲۱۲۔ الموطا ص ۹۱ ج ۱
 ۲۱۳۔ عبدالرزاق ص ۲۲۲ ج ۲، ابن ابی
 شیبہ ص ۴۶ ج ۱، المغنی ص ۵۵۲ ج ۱،
 المجموع ص ۴۶۳ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۰۹
 ج ۱
 ۲۱۴۔ جامع الاصول ص ۴۱۴ ج ۵، شرح
 السنہ ص ۳۴۷ ج ۵
 ۲۱۵۔ الموطا ص ۹۱ ج ۱، عبدالرزاق ص
 ۲۲۳ ج ۲
 ۲۱۶۔ المحلی ص ۲۳۰ ج ۲
 ۲۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۸ ج ۱، عبدالرزاق
 ص ۶ ج ۳
 ۲۱۸۔ الام ص ۲۳۸ ج ۷، کشف الغمہ ص
 ۱۱۴ ج ۱، المحلی ص ۴۸ ج ۳، المغنی ص ۱۵۰
 ج ۲
 ۲۱۹۔ سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۳، المحلی ص ۷۷ ج
 ۳، سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۲، ۲۹ ج ۳،
 الموطا ص ۱۲۵ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۷ ج

ترغی فی الصلوٰۃ باب لا وتران فی لیلۃ
نسائی فی قیام اللیل باب نھی النبی عن
الوترین فی لیلۃ

۲۳۰۔ بخاری فی الوتر باب لیجمل آخر صلوٰۃ
وتراً، مسلم فی صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ

اللیل ثنی ثنی والوتر رکعتہ من آخر اللیل
۲۳۱۔ الموطا ص ۱۵۹ ج ۱، الام ص ۲۳۸ ج

۷

۲۳۲۔ المغنی ص ۱۵۳ ج ۲

۲۳۳۔ المجموع ص ۵۲۰ ج ۳، فتح الباری
ص ۳۹۰ ج ۲

۲۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱، شرح
السنة ص ۱۲۲ ج ۳، اختلاف ابی حنیفہ مع

ابن ابی لیلی ص ۱۱۳، المحلی ص ۱۴۲ ج ۲،
المغنی ص ۱۵۳ ج ۲

۲۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۹ ج ۱

۲۳۶۔ المحلی ص ۱۴۲ ج ۲

۲۳۷۔ آثار ابی یوسف نمبر ۳۵۵

۲۳۸۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۲

۲۳۹۔ حوالہ درج بالا

۲۴۰۔ المغنی ص ۴۱۵ ج ۲

۲۴۱۔ شرح السنة ص ۲۷۷ ج ۳، سنن بیہقی

ص ۸ ج ۲، شرح السیر الکبیر ص ۲۲۲ ج ۱

۲۴۲۔ بخاری اور مسلم صلوٰۃ الخوف

۳، الام ص ۲۳۸ ج ۷، شرح السنة ص ۸۲

۳، ۹۳ ج ۲، المغنی ص ۱۵۷ ج ۲، المجموع ص
۵۱۹، ۵۲۰ ج ۳

۲۴۰۔ شرح السنة ص ۱۲۶ ج ۳، المجموع ص
۵۲۰ ج ۳

۲۴۱۔ سنن بیہقی ص ۴۹۸ ج ۲، المغنی ص
۱۵۱ ج ۲، نیل الادوار ص ۵۳ ج ۳

۲۴۲۔ المجموع ص ۵۲۰ ج ۳، فتح الباری ص
۴۹۰ ج ۲

۲۴۳۔ الموطا ص ۱۵۹ ج ۱، الام ص ۲۳۸ ج
۷، المغنی ص ۱۵۱ ج ۲، شرح السنة ص ۱۲۳

ج ۳

۲۴۴۔ المجموع ص ۵۲۰ ج ۳

۲۴۵۔ الاعتبار فی النسخ والمنسوخ من الآثار
ص ۹۳

۲۴۶۔ تہذیب الآثار ص ۳۷ ج ۲، شرح
معانی الآثار ص ۱۴۴ ج ۱

۲۴۷۔ عبدالرزاق ص ۲۹ ج ۳، ابن ابی
شیبہ ص ۹۷ ج ۱، شرح معانی الآثار ص ۲۰۱

ج ۱، کشف الخفاء ص ۱۱۵ ج ۱، المغنی ص ۱۶۳
ج ۲، المجموع ص ۵۲۱ ج ۳، الموطا ص ۱۲۵

ج ۱

۲۴۸۔ شرح السنة ص ۹۳ ج ۴

۲۴۹۔ ابو داؤد فی الصلوٰۃ باب نقص الوتر

۲۴۳۔ المغنی ص ۳۰۸ ج ۲

۲۴۴۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۲ المغنی ص

۳۳۲ ج ۱ ص ۴۱۷ ج ۲، المجموع ص ۳۱۶

ج ۴

۲۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱

۲۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۰ ج ۱

۲۴۷۔ الموطا ص ۱۳۳ ج ۱، سنن بیہقی ص

۳۰۲ ج ۲، الحلی ص ۱۰۵ ج ۳، شرح السنہ

ص ۴۳۳ ج ۳

۲۴۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، شرح السنہ

ص ۴۳۳ ج ۳

۲۴۹۔ سنن بیہقی ص ۴۵۸ ج ۱

۲۵۰۔ الحلی ص ۲۳۲ ج ۴

۲۵۱۔ عبدالرزاق ص ۴۲۲ ج ۲، شرح

معانی الآثار ص ۲۱۳ ج ۱، الموطا ص ۱۳۳

ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ج ۱، المغنی ص

۲ ج ۱۱۱

۲۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ج ۱، المغنی

ص ۱۱۳ ج ۲

۲۵۳۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱ ج ۲، شرح

السنہ ص ۲۱۲ ج ۳

۲۵۴۔ عبدالرزاق ص ۲۴۱ ج ۲، ابن ابی

شیبہ ص ۴۷ ج ۱

۲۵۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ج ۱

۲۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۱ ج ۱، سنن بیہقی

ص ۵۹ ج ۳

۲۵۷۔ الحلی ص ۲۰۲ ج ۴

۲۵۸۔ الحلی ص ۱۱۹ ج ۴، سنن ابو داؤد فی

الصلوۃ بات التثبوت فی خروج النساء الی

المساجد

۲۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۲ ج ۱

۲۶۰۔ بخاری فی الجماعۃ - باب الرختہ فی

المطر، مسلم فی صلوۃ المسافرين باب الصلوۃ

فی الرجال، ابو داؤد فی الصلوۃ باب التلخت

عن الجماعۃ، ابن ابی شیبہ ص ۱۴ ج ۲

۲۶۱۔ الحلی ص ۲۱۳ ج ۴

۲۶۲۔ المغنی ص ۱۸۶ ج ۲

۲۶۳۔ ب۔ سنن بیہقی ص ۱۴۱ ج ۳، الحلی

ص ۲۱۳ ج ۴، المجموع ص ۱۵۲ ج ۴، المغنی

ص ۱۸۷ ج ۲

۲۶۴۔ سنن بیہقی ص ۱۴۲ ج ۳، ابن ابی شیبہ

ص ۱۰۶ ج ۱

۲۶۵۔ البدایہ والنہایہ ص ۵ ج ۹

۲۶۶۔ الحلی ص ۲۱۳ ج ۴، کشف الغمہ ص

۱۳۲ ج ۱، المغنی ص ۱۸۶ ج ۲

۲۶۷۔ سنن بیہقی ص ۸۹ ج ۳

۲۶۸۔ الحلی ص ۱۲۸ ج ۳، ص ۲۲۰ ج ۴

۲۶۹۔ سنن بیہقی ص ۲۳۳ ج ۱

- ۲۶۹۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲ ج ۲
 ۲۷۰۔ سنن بیہقی ص ۱۲۶ ج ۳، المغنی ص
 ۲۰۵ ج ۲، شرح السنہ ص ۴۰۰ ج ۳
 المجموع ص ۱۸۲ ج ۳
 ۲۷۱۔ عبدالرزاق ص ۳۹۲، ۵۳۰ ج ۲
 سنن بیہقی ص ۱۵۷ ج ۳
 ۲۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱، المغنی ص
 ۹۹، ۱۰۰ ج ۲، عبدالرزاق ص ۳۴۸ ج ۲
 المحلی ص ۲۱۶ ج ۴، سنن بیہقی ص ۴۰۰ ج
 ۲، المجموع ص ۱۵۹ ج ۳
 ۲۷۳۔ عبدالرزاق ص ۲۶۰ ج ۲
 ۲۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج ۱
 عبدالرزاق ص ۴۰۶ ج ۲
 ۲۷۵۔ الموطن ص ۱۳۴ ج ۱
 ۲۷۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۴۶ ج ۱
 ۲۷۷۔ عبدالرزاق ص ۲۴۲ ج ۲
 ۲۷۸۔ عبدالرزاق ص ۲۹۰ ج ۲، شرح
 السنہ ص ۳۱۹ ج ۲، المجموع ص ۱۰۴، ۱۱۸
 ج ۴، الام ص ۲۶۰ ج ۷
 ۲۷۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ج ۱
 ۲۸۰۔ المحلی ص ۱۹۵ ج ۴
 ۲۸۱۔ کشف الغمہ ص ۱۳۵ ج ۱
 ۲۸۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج
 عبدالرزاق ص ۴۰۶ ج ۲
 ۲۸۳۔ الموطن ص ۱۳۴ ج ۱
 ۲۸۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج ۱
 الاعتبار ص ۱۰۸
 ۲۸۵۔ المحلی ص ۵۹ ج ۴
 ۲۸۶۔ عبدالرزاق ص ۵۷ ج ۲، ابن ابی
 شیبہ ص ۵۸ ج ۱، المحلی ص ۵۹ ج ۴
 ۲۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱
 ۲۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۸ ج ۱
 عبدالرزاق ص ۲۶۰ ج ۲
 ۲۸۹۔ سنن بیہقی ص ۲۹۶ ج ۲، ابن ابی شیبہ
 ص ۳۹ ج ۱
 ۲۹۰۔ عبدالرزاق ص ۲۳۰ ج ۲
 ۲۹۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱، الاستذکار
 ص ۸۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۹۱ ج ۲، المغنی
 ص ۵۰۴ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۷۸ ج ۲
 ۲۹۲۔ عبدالرزاق ص ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۲
 ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۳۹ ج ۱، سنن
 بیہقی ص ۹۰ ج ۲، شرح السنہ ص ۳۸۲ ج
 ۳، ص ۲۷۳ ج ۴، الاستذکار ص ۸۱ ج ۱
 المحلی ص ۲۴۶ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۳۰ ج
 ۳
 ۲۹۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۸ ج ۱، الاستذکار
 ص ۸۲ ج ۱
 ۲۹۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۴ ج ۱

- ۲۹۵۔ عبد الرزاق ص ۲۲۵ ج ۲، سنن بیہقی
ص ۲۹۶ ج ۲
۲۹۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱، المغنی ص
۴۰۸ ج ۲، المجموع ص ۱۱۹ ج ۴
۲۹۷۔ الموطا ص ۸۱ ج ۱، عبد الرزاق ص
۲۲۸ ج ۲، کشف الغمہ ص ۹۸ ج ۱
۲۹۸۔ سنن بیہقی ص ۱۶۹ ج ۲، المغنی ص
۵۶۶ ج ۱، المجموع ص ۳۲۲ ج ۳
۲۹۹۔ شرح السنہ ص ۸۵ ج ۳، عبد الرزاق
ص ۱۳۹ ج ۲
۳۰۰۔ عبد الرزاق ص ۱۴۰ ج ۲، شرح
السنہ ص ۸۵ ج ۳، سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۲
۳۰۱۔ الموطا ص ۸۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۶۱
ج ۲، کشف الغمہ ص ۹۷ ج ۱، شرح معانی
لآثار ص ۱۲۹ ج ۱
۳۰۲۔ عبد الرزاق ص ۱۴۰ ج ۲
۳۰۳۔ شرح السنہ ص ۴۱۸ ج ۳، المغنی ص
۵۵۲ ج ۱
۳۰۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۹ ج ۱
۳۰۵۔ ب۔ شرح السنہ ص ۱۵۹ ج ۳
المغنی ص ۵۵ ج ۶، المجموع ص ۱۳۸ ج ۴
کشف الغمہ ص ۹۹ ج ۱
۳۰۶۔ ج۔ عبد الرزاق ص ۱۴۳ ج ۲، ابن
ابی شیبہ ص ۷۲ ج ۱
- ۳۰۵۔ عبد الرزاق ص ۱۴۳ ج ۲، سنن
بیہقی ص ۲۱۲ ج ۳
۳۰۶۔ کشف الغمہ ص ۱۵۰ ج ۱
۳۰۷۔ المحلی ص ۵۵ ج ۵، احکام القرآن ص
۴۴۵ ج ۳، المغنی ص ۳۶۰ ج ۲، المجموع ص
۳۵۶ ج ۴
۳۰۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ج ۱
۳۰۹۔ حوالہ درج بالا
۳۱۰۔ المحلی ص ۵۶ ج ۵
۳۱۰۔ ب۔ المغنی ص ۳۳۱ ج ۲
۳۱۱۔ عبد الرزاق ص ۱۷۰ ج ۳، المحلی ص
۵۵۲ ج ۵
۳۱۲۔ احکام القرآن ص ۲۸۳ ج ۳
۳۱۳۔ المحلی ص ۵۵۲ ج ۵
۳۱۴۔ المغنی ص ۳۳۰ ج ۲
۳۱۵۔ المغنی ص ۳۰۲ ج ۲
۳۱۶۔ المغنی ص ۳۳۲ ج ۲، المجموع ص
۴۵۸ ج ۴
۳۱۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۷ ج ۱، المغنی ص
۳۵۸ ج ۲
۳۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ج ۱، ۸۳ ج ۱
عبد الرزاق ص ۲۴۰ ج ۳، سنن بیہقی ص
۱۸۵ ج ۳، شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۴، المغنی
ص ۶۳۲ ج ۱

- ۳۱۹۔ احکام القرآن ص ۴۴۴ ج ۳
- ۳۲۰۔ عبد الرزاق ص ۲۱۰ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۸۰ ج ۱ سنن بیہقی ص ۱۹۹ ج ۳
- ۳۲۱۔ شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱
- ۳۲۲۔ عبد الرزاق ص ۲۳۴ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۸۰ ج ۱ سنن بیہقی ص ۲۰۴ ج ۳ الحلی ص ۷۵ ج ۵ الاستذکار ص ۷۹ ج ۱ احکام القرآن ص ۴۴۶ ج ۳ المغنی ص ۳۱۲ ج ۲ المجموع ص ۴۳۴ ج ۴
- ۳۲۳۔ عبد الرزاق ص ۲۴۸ ج ۳
- ۳۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۱ ج ۱ عبد الرزاق ص ۲۴۶ ج ۳ الحلی ص ۴۱ ج ۳ شرح السنہ ص ۴۴۹ ج ۴ ۴۵۱ ج ۳ المغنی ص ۳۶۴ ج ۲ شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱
- ۳۲۵۔ بخاری و مسلم ترمذی ابو داؤد فی صلوٰۃ العیدین باب خروج النساء.....
- ۳۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ ج ۱ المغنی ص ۳۷۵ ج ۲
- ۳۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ ج ۱ الحلی ص ۸۸ ج ۵
- ۳۲۸۔ عبد الرزاق ص ۳۰۸ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ج ۱
- ۳۲۹۔ الحلی ص ۹۰ ج ۵
- ۳۳۰۔ ابو داؤد فی الصلوٰۃ باب الخروج الی العیدین
- ۳۳۱۔ عبد الرزاق ص ۲۷۴ ج ۳ ابن ابی شیبہ ص ۸۶ ج ۱ الموطا ص ۱۸۱ ج ۱ شرح السنہ ص ۳۱۶ ج ۴ المجموع ص ۱۶ ج ۵
- المغنی ص ۳۸۷ ج ۲
- ۳۳۲۔ کشف الغمہ ص ۱۵۱ ج ۱
- ۳۳۳۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۴ ج ۱
- ۳۳۴۔ المغنی ص ۳۷۳ ج ۲
- ۳۳۵۔ بخاری ترمذی نسائی فی العیدین باب صلوٰۃ العیدین قبل الخطبۃ مسلم فی اول العیدین
- ۳۳۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۵ ج ۱ المغنی ص ۳۸۰ ج ۲ المجموع ص ۲۳ ج ۵
- ۳۳۷۔ شرح السنہ ص ۳۰۹ ج ۴
- ۳۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۱ ج ۱ شرح السنہ ص ۳۶۲ ج ۳ المغنی ص ۴۵۶ ج ۱
- ۳۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۴ ج ۱
- ۳۴۰۔ عبد الرزاق ص ۲۹۵ ج ۲
- ۳۴۱۔ الموطا ص ۱۶۸ ج ۱ عبد الرزاق ص ۲۹۵ ج ۲
- ۳۴۲۔ عبد الرزاق ص ۵۰۱ ج ۲ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ج ۱ المغنی ص ۱۲۴ ج ۲
- المجموع ص ۵۴۳ ج ۳ الموطا ص ۱۱۹ ج ۱ سنن بیہقی ص ۴۸۷ ج ۲

۳۵۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۸ ب ج ۱، المحلی
ص ۱۹ ج ۷، عبدالرزاق ص ۸۱ ج ۳،
بخاری شریف فی الصلوٰۃ فی صلوٰۃ النہی
۳۵۷۔ شرح السنہ ص ۱۳۸ ج ۳،
عبدالرزاق ص ۷۸ ج ۳، احکام القرآن
ص ۷۸ ج ۳، نیل الاوطار ص ۷۵ ج ۳
۳۵۸۔ البخاری فی التطوع باب فضل الصلوٰۃ
فی مسجد مکہ والمدینہ
۳۵۹۔ التسانی فی المسجد باب فضل مسجد قباء
والصلوٰۃ فیہ
۳۵۹۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ج ۱، میر
اعلام النبلاء ص ۲۳۵ ج ۳
۳۵۹۔ ج۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۶ ج ۱
۳۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۷ ب ج ۱
۳۶۱۔ سنن بیہقی ص ۴۹۴ ج ۲،
عبدالرزاق ص ۲۶۳ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص
۱۰۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۱۱۶ ج ۱
۳۶۲۔ عبدالرزاق ص ۲۶۳ ج ۳، سنن
بیہقی ص ۴۹۴ ج ۲
۳۶۳۔ عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۳
۳۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱۳ ب ج ۱
۳۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۲ ب ج ۱
۳۶۶۔ عبدالرزاق ص ۲۲۹ ج ۱
۳۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۳ ب ج ۱

۳۶۲۔ کشف الغمہ ص ۱۱۶ ج ۱
۳۶۳۔ عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۳، ص
۴۲۶ ج ۱۱
۳۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱
۳۶۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱
۳۶۶۔ المحلی ص ۱۰۵ ج ۳
۳۶۷۔ عبدالرزاق ص ۴۴۰ ج ۲، سنن
بیہقی ص ۴۸۳ ج ۲، المحلی ص ۱۱۰ ج ۳،
المغنی ص ۳۶۵ ج ۲، المجموع ص ۵۵۰ ج
۳، ص ۱۱۰ ج ۴
۳۶۸۔ سنن بیہقی ص ۱۸۸ ج ۲
۳۶۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب ج ۱
۳۷۰۔ حوالہ درج بالا
۳۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۸ ب ج ۱
۳۷۱۔ ب۔ شرح معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱
۳۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۱ ج ۱، عبدالرزاق
ص ۲۴۶ ج ۲، المحلی ص ۴۱ ج ۳، شرح
معانی الآثار ص ۱۹۸ ج ۱، شرح السنہ ص
۴۴۹، ۴۵۱ ج ۳، المغنی ص ۳۶۳ ج ۲
۳۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۴ ب ج ۱
۳۷۴۔ آثار ابی یوسف نمبر ۴۱۴، ابن ابی
شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱
۳۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۹ ج ۱، المجموع ص
۵۳۱ ج ۳، طبقات ابن سعد ص ۱۳ ج ۴

- ۳۶۸۔ عبدالرزاق ص ۵۳۰ ج ۱، الحلی ص
 ۱۵۸ ج ۵، ص ۳۰۸ ج ۹
 ۳۶۹۔ شرح السنہ ص ۳۷۴ ج ۵، المجموع
 ص ۲۱۵ ج ۵، المغنی ص ۵۱۲ ج ۲
 ۳۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ ج ۱، الحلی ص
 ۱۵۸ ج ۵
 ۳۷۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ ج ۱
 ۳۷۲۔ عبدالرزاق ص ۵۳۷ ج ۳، الحلی
 ص ۱۷۱ ج ۵، شرح السنہ ص ۲۵۰ ج ۹
 ۳۷۳۔ سنن بیہقی ص ۴۹ ج ۴، ابن ابی شیبہ
 ص ۱۵۳ ج ۱، الحلی ص ۱۴۰ ج ۵، المغنی
 ص ۵۱۱ ج ۲، عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۳
 ۳۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۹ ج ۱
 عبدالرزاق ص ۴۶۳ ج ۳، الموطن ص ۲۳۰
 ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۸ ج ۴، آثار ابی
 یوسف نمبر ۴۱۹، شرح السنہ ص ۳۶۸ ج ۵
 کشف الغمہ ص ۱۷۰ ج ۱
 ۳۷۵۔ عبدالرزاق ص ۴۶۷ ج ۳، کشف
 الغمہ ص ۱۷۰ ج ۱، المغنی ص ۵۱۸ ج ۲
 ۳۷۶۔ شرح معانی الآثار ص ۲۹۳ ج ۱
 ۳۷۷۔ کشف الغمہ ص ۱۷۱ ج ۱
 ۳۷۸۔ الحلی ص ۱۶۲ ج ۵
 ۳۷۹۔ عبدالرزاق ص ۵۲۵ ج ۳، المغنی
 ص ۴۹۳ ج ۲
 ۳۸۰۔ الموطن ص ۲۳۰ ج ۱
 ۳۸۱۔ المغنی ص ۴۸۲ ج ۲
 ۳۸۲۔ موسوع فقہ علی مادہ صلوٰۃ نمبر ۲۷
 ۳۸۳۔ عبدالرزاق ص ۴۸۴ ج ۳، ابن
 ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱، الاعتبار ص ۱۷۴
 المغنی ص ۵۱۶ ج ۲
 ۳۸۴۔ الحلی ص ۱۲۵ ج ۵
 ۳۸۵۔ عبدالرزاق ص ۴۷۰ ج ۳، ابن
 ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱، سنن بیہقی ص
 ۴۴ ج ۴، الحلی ص ۱۷۶ ج ۵، شرح السنہ
 ص ۳۳۷ ج ۵، المغنی ص ۴۹۰ ج ۲
 ۳۸۶۔ الحلی ص ۱۳۱ ج ۵، شرح السنہ ص
 ۳۵۵ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱
 الموطن ص ۲۲۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۱۶۹ ج ۱
 ۳۸۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۷ ج ۱
 عبدالرزاق ص ۴۸۸ ج ۳
 ۳۸۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ج ۱، سنن
 بیہقی ص ۴۳ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۳۷
 ج ۵، المغنی ص ۴۹۱ ج ۲
 ۳۸۹۔ الموطن ص ۲۳۰ ج ۱، سنن بیہقی ص
 ۴۴ ج ۴، شرح السنہ ص ۳۳۷ ج ۵
 ۳۹۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۴۸ ج ۱، المغنی
 ص ۴۹۵ ج ۲

- ۳۰۳۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳، المغنی ص ۲۹۲ ج ۲
شیبہ ص ۱۲۲ ج ۱
۳۰۴۔ الموطا ص ۳۰۸ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۱۷ ج ۲، الام ص ۲۵۱ ج ۷، سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۴، المحلی ص ۲۶۱ ج ۶، شرح السنہ ص ۳۱۶، ۳۱۸ ج ۱، المغنی ص ۱۳۹، ۱۴۰ ج ۳، المجموع ص ۲۸۲ ج ۶
۳۰۵۔ تفسیر قرطبی ص ۲۷۹ ج ۲
۳۰۶۔ الموطا ص ۲۸۸ ج ۱، المحلی ص ۱۶۱ ج ۶، شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۶
۳۰۷۔ عبدالرزاق ص ۲۷۵ ج ۴، شرح السنہ ص ۲۷۰ ج ۶
۳۰۸۔ المجموع ص ۳۳۹ ج ۶
۳۰۹۔ المحلی ص ۱۷۱ ج ۶، سنن بیہقی ص ۲۷۷ ج ۴
۳۱۰۔ الموطا ص ۳۰۴ ج ۱، المحلی ص ۱۷۱ ج ۶، المجموع ص ۳۶۱ ج ۶، عبدالرزاق ص ۲۱۶ ج ۲، الام ص ۲۵۲ ج ۷، شرح معانی الآثار ص ۳۲۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۱۹ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۱
۳۱۱۔ حلیۃ العلماء ص ۱۶۳ ج ۳
۳۱۲۔ سنن بیہقی ص ۲۱۹ ج ۴، المجموع ص ۳۵۰ ج ۶، کشف الغمہ ص ۲۰۲ ج ۱
۳۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۱
۳۹۱۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳، المغنی ص ۲۹۲ ج ۲
۳۹۲۔ عبدالرزاق ص ۱۲۶ ج ۳، ص ۱۷۳ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ج ۱، احکام القرآن ص ۱۱۳، ۱۱۶ ج ۳
۳۹۳۔ الموطا ص ۳۰۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۵۴ ج ۴، المحلی ص ۶۰ ج ۷، کشف الغمہ ص ۲۰۶ ج ۱
۳۹۴۔ احکام القرآن ص ۲۰۶ ج ۱
۳۹۵۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۴، ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ج ۱، المغنی ص ۱۶۸ ج ۳، کشف الغمہ ص ۱۹۷ ج ۱
۳۹۶۔ سنن بیہقی ص ۲۱۳ ج ۴، المجموع ص ۳۰۰ ج ۶
۳۹۷۔ تفسیر قرطبی ص ۲۹۴ ج ۲، شرح السنہ ص ۲۴۴ ج ۶
۳۹۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۷ ج ۱، المغنی ص ۱۵۷ ج ۳
۳۹۹۔ المغنی ص ۸۵ ج ۳
۴۰۰۔ المغنی ص ۱۳۶ ج ۳، المجموع ص ۳۴۳ ج ۶
۴۰۱۔ المحلی ص ۲۳۳ ج ۶، احکام القرآن ص ۲۳۰ ج ۱
۴۰۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۲ ج ۱

- ۴۱۳۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۴، کشف الغرہ
ص ۲۰۰ ج ۱، الحلی ص ۲۱۰ ج ۲۱۱، ۶ ج ۶، شرح
معانی الآثار ص ۳۴۳ ج ۱
- ۴۱۵۔ عبدالرزاق ص ۱۸۵، ۱۸۹ ج ۴، ابن
ابی شیبہ ص ۱۲۶ ج ۱، الحلی ص ۲۰۹ ج ۲۱۱،
۶ ج ۶، الموطا ص ۲۹۳ ج ۱، شرح السنہ ص
۶ ج ۲۷۷
- ۴۱۶۔ الحلی ص ۲۲۱ ج ۶ ص ۱۹۷ ج ۷،
المغنی ص ۱۱۶ ج ۳
- ۴۱۷۔ الحلی ص ۲۰۵ ج ۶، المجموع ص ۴۰۲
ج ۶، الاعتبار ص ۱۴۱
- ۴۱۸۔ الموطا ص ۲۹۸ ج ۱، شرح السنہ ص
۶ ج ۳۰۱
- ۴۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۵ ج ۱، عبدالرزاق
ص ۲۱۱ ج ۴، الموطا ص ۲۹۸ ج ۱، سنن بیہقی
ص ۲۶۹ ج ۴، المغنی ص ۱۰۳ ج ۳
- ۴۲۰۔ المجموع ص ۴۰۰ ج ۶
- ۴۲۱۔ سنن بیہقی ص ۲۳۵ ج ۴
- ۴۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۴ ج ۱، ۱ ج ۱، شرح
السنہ ص ۲۹۶ ج ۶
- ۴۲۳۔ سنن بیہقی ص ۲۷۳ ج ۴
- ۴۲۴۔ المغنی ص ۱۵۱ ج ۳
- ۴۲۵۔ شرح السنہ ص ۳۷۵ ج ۶
- ۴۲۶۔ المجموع ص ۴۵۵ ج ۶
- ۴۲۷۔ احکام القرآن ص ۲۳۳ ج ۱
- ۴۲۸۔ شرح معانی الآثار ص ۳۵۶ ج ۱
- ۴۲۹۔ عبدالرزاق ص ۲۹۳ ج ۴، ابن ابی
شیبہ ص ۱۲۵ ج ۱
- ۴۳۰۔ سنن بیہقی ص ۳۰۱ ج ۴، المجموع ص
۶ ج ۴۵۰
- ۴۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۱ ج ۱، سیر اعلام
النبلاء ص ۲۱۵ ج ۳
- ۴۳۲۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد فی الصوم
باب صوم یوم عاشوراء
- ۴۳۳۔ عبدالرزاق ص ۲۹۰ ج ۴
- ۴۳۴۔ المغنی ص ۱۶۷ ج ۳
- ۴۳۵۔ شرح معانی الآثار ص ۳۳۵ ج ۱
- ۴۳۶۔ بخاری فی الصوم باب صوم یوم
النحر، مسلم فی الصوم باب النہی عن صوم
یوم الفطر والاضحی، الحلی ص ۲۷۷ ج ۷، شرح
السنہ ص ۳۴۹ ج ۶
- ۴۳۷۔ الموطا ص ۳۰۴ ج ۱، ابن ابی شیبہ
ص ۱۲۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۶۰ ج ۴، تفسیر
قرطبی ص ۲۸۲ ج ۲، المغنی ص ۱۵۱ ج ۳،
المجموع ص ۴۵۴ ج ۶
- ۴۳۸۔ عبدالرزاق ص ۲۳۱ ج ۴
- الدرا المشور ص ۱۹۲ ج ۱، احکام القرآن ص
۱ ج ۲۰۸

۳۳۹۔ عبدالرزاق ص ۲۳۵ ج ۴ سنن
بیہقی ص ۲۵۴ ج ۴ المغنی ص ۱۳۵ ج ۳
المجموع ص ۴۲۰، ۴۲۳ ج ۶، الحلی ص ۲۶۱
ج ۶
۳۴۰۔ سنن بیہقی ص ۲۵۴ ج ۴ شرح
النسہ ص ۳۱۸، ۳۲۷ ج ۶، المجموع ص
۴۳۱ ج ۶، احکام القرآن ص ۲۱۱ ج ۱
۳۴۱۔ الحلی ص ۶ ج ۷، ص ۲۶۱ ج ۶
۳۴۲۔ الحلی ص ۳۷۶ ج ۱۰، عبدالرزاق
ص ۴۵۴ ج ۴
۳۴۳۔ حلیۃ العلماء ص ۳۶۹ ج ۳، المغنی
ص ۵۳۵ ج ۸
۳۴۴۔ عبدالرزاق ص ۴۷۳ ج ۴، ابن
ابی شیبہ ص ۲۶۶ ب ج ۱، الحلی ص ۴۷۱،
تفسیر طبری ص ۵۸ ج ۶، تفسیر
ابن کثیر ص ۱۵ ج ۲، المجموع ص ۹۸، ۹۹ ج
۹، احکام القرآن ص ۳۱۴ ج ۲
۳۴۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب ج ۱، تفسیر
طبری ص ۵۹ ج ۹، الحلی ص ۷۰ ج ۷

۳۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۵ ب ج ۱
عبدالرزاق ص ۴۷۳ ج ۴، الموطا ص
۴۹۳ ج ۲، الحلی ص ۷۱ ج ۷، تفسیر طبری
ص ۶۱ ج ۶، تفسیر طبری ص ۶۱ ج ۶، تفسیر
ابن کثیر ص ۱۰ ج ۲، احکام القرآن ص ۳۱۴ ج
۲، المغنی ص ۵۴۲ ج ۸، المجموع ص ۱۱۰ ج
۹، کشف الغمہ ص ۲۳۷ ج ۱
۳۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۱
۳۴۸۔ المغنی ص ۵۴۲ ج ۸
۳۴۹۔ سنن بیہقی ص ۲۴۹ ج ۹، الحلی ص
۴۶۷ ج ۷، المغنی ص ۵۵۹، ۵۶۹ ج ۸
۳۵۰۔ الموطا ص ۴۹۱ ج ۲، عبدالرزاق ص
۴۷۵ ج ۴، سنن بیہقی ص ۲۴۹ ج ۹، ابن
ابی شیبہ ص ۲۶۶ ج ۱، کشف الغمہ ص ۲۳۷
ج ۱
۳۵۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱
۳۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۶۷ ج ۱، الحلی ص
۴۵۹، ۴۶۷ ج ۷، المغنی ص ۵۵۸ ج ۸

حرف الضاد

نصب (گواہ)

گوہ کھانے کی اباحت (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ۱)

نصب (بجو)

بجو کھانے کا جواز (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۱)

نصب (کروٹ لیٹ جانا)

- ۱۔ تعریف: فجر کی سنت پڑھ کر دائیں کروٹ زمین پر لیٹ جانے کو نصب کہتے ہیں
- ۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ فجر کی سنت پڑھ کر دائیں کروٹ لیٹ جانے کو مباح سمجھتے تھے تاہم آپ اس کے مسنون ہونے کے قائل نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فجر کی سنت پڑھ کر درج بالا طریقے سے نہیں لیٹتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں سفر اور حضر میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ رہا لیکن میں نے آپ کو فجر کی سنت پڑھ کر کبھی لیٹتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ”ہم اس طرح نہیں کرتے“ تسلیم یعنی فجر کی سنت پڑھ کر سلام پھیر لینا ہی کافی ہے۔^۱ آپ سے اس کے حعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”شیطان ہمیں کھلونا بناتا ہے“ جو لوگ اس عمل کا التزام کرتے ان پر تنقید کرتے ہوئے آپ فرماتے: ”فجر کی سنت پڑھ کر گدھے کی طرح لوٹ پوٹ ہونا کس طرح کا فعل ہے“^۲۔
- مردان بن الحکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا کہ کیا کسی کے لئے مسجد چل کر جانا کافی نہیں کہ وہ دائیں کروٹ پر لیٹ جانے کا عمل بھی کرے؟ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”ابو ہریرہؓ نے اپنی جان پر بوجھ ڈال دیا ہے“ اس موقع پر آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ حضرت ابو ہریرہؓ کی بات کی تردید کرتے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیتے ہوئے فرمایا: ”وہ جری ہو گئے اور ہم بزدل بن گئے“ یہ بات حضرت ابو ہریرہؓ کو جب پہنچی تو انہوں نے فرمایا: ”اس میں میرا کیا قصور کہ میں نے بات یاد رکھی اور یہ لوگ اسے بھول گئے“^۳۔

فجر کی سنت کے بعد لیٹ جانے کا عمل مباح ہے حضرت ابن عمرؓ اس کی ضرورت محسوس کرنے والے کے لئے اس عمل کے کر لینے میں کوئی رکاوٹ تصور نہیں کرتے تھے۔ آپ نے خود بھی ایسا کیا تھا کہ ایک دفعہ فجر کی سنت پڑھ کر لیٹ گئے تھے ۵۔

نخی (چاشت کا وقت)

جب سورج کی روشنی پھیل جائے اور دن پوری طرح نکل آئے تو اس وقت کو نخی کہا جاتا ہے چاشت کا وقت افق سے ایک میل (تقریباً نصف گھنٹہ) تک سورج کے بلند ہو جانے پر شروع ہوتا ہے اور نصف النہار پر پہنچنے سے ایک میل (تقریباً آدھ گھنٹہ) قبل ختم ہو جاتا ہے۔

چاشت کی نماز کا حکم (دیکھئے مادہ ملاۃ نمبر ۳۰)

ضرب (ضرب لگانا)

۱۔ تعریف: ایک چیز کو دوسری چیز پر قوت کے ساتھ مارنے کو ضرب کہتے ہیں۔ اگر یہ چیز کسی انسان پر پڑنے والا کوڑا ہو تو اسے جلد یعنی کوڑے لگنا کہا جائے گا۔

۲۔ کوڑے کے ساتھ ضرب لگانا (دیکھئے مادہ جلد)

تادیب کے طور پر پٹائی کرنا (دیکھئے مادہ تادیب نیز مادہ تعزیر)

اگر آقا اپنے غلام کو ناحق مار پیٹ کرے تو اس کا یہ فعل اس پر اسے آزاد کر دینا لازم کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جزب کا جز ۷)

ضمان (تاوان)

۱۔ تعریف: ضمان یہ ہے کہ اگر مثلی چیز تلف ہو جائے تو اس کی مثل واپس کی جائے اور اگر مثل کی واپسی مشکل ہو تو اس کی قیمت واپس کی جائے۔

ضمان کبھی کفالت کے معنوں میں بھی آتا ہے (دیکھئے مادہ کفالت)

۲۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ تاوان اسی صورت میں واجب ہوتا ہے جب تلف

شدہ چیز مال ہو۔ بنا بریں اگر مسلمان شراب تلف کر دے تو اس کا تاوان واجب نہیں

ہو گا اس لئے کہ مسلمانوں کے نزدیک شراب مال نہیں ہے یا تلف شدہ چیز ایسی ہو کہ

مال جس کا بدل بن سکتا ہو مثلاً آدمی کی جان کا اٹلاف جو قابل احترام ہے یا اس کے کسی عضو کا اٹلاف جان یا جان سے کتر یعنی اعضاء کے خطاء اٹلاف کا تاوان (دیکھئے مادہ جتایتہ نمبر ۳ کا جز ب)

اگر مشترک غلام کا ایک شریک اپنا حصہ آزاد کر دے تو وہ شریک کے حصے کا تاوان بھر دے گا (دیکھئے مادہ رقب نمبر ۸ کے جز ب کا جز ۱)

اگر مشترک لونڈی کا ایک شریک اس کے ساتھ ہبستری کر لے تو وہ دوسرے شریک کے حصے کا تاوان بھر دے گا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ب)

مرہون کے تلف ہو جانے پر اس کا تاوان (دیکھئے مادہ رهن نمبر ۴)

عاریت کے تلف ہو جانے پر اس کا تاوان (دیکھئے مادہ اعارۃ نمبر ۲)

امانتوں کا تاوان (دیکھئے مادہ امانۃ نمبر ۲) اجارے پر لئے ہوئے عین کا تاوان (دیکھئے

مادہ اجارۃ نمبر ۳)

ضیافت (مہمان بننا)

۱۔ تعریف: کسی کا کسی کے پاس آکر ٹھہرنا خواہ اسے اس کی دعوت دی گئی ہو یا دعوت نہ دی گئی ہو، ضیافت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

۲۔ ضیافت کا حکم:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مہمان کو ٹھکانہ دینا اور اس کی خاطر تواضع کرنا بستی والوں پر ایک واجب حق ہے جبکہ شہر والوں کے حق میں یہ اعلیٰ عرفی کا ایک عمل ہے اس لئے کہ دیہاتوں اور صحراؤں کے اندر اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے اور شہروں کے اندر زندگی کی سہولتوں کے پیش نظر اس کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے: ”ضیافت بادیہ نشینوں یعنی خیموں میں رہنے والوں پر لازم ہے۔ مستقل کچے کچے مکانات میں رہنے والوں یعنی شہری زندگی گزارنے والوں پر لازم نہیں ہے“ ۱۔

ب۔ ضیافت کی مدت تین دن ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے تھی۔ اس مدت کے بعد مہمان کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے مہمان بنے جب

تین دن گزر گئے تو آپ نے فرمایا: ”نافع“ اب ہم پر ہمارا مال خرچ کرو“ ۷۔
حرف الصاد میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب ج ۱

۲۔ عبدالرزاق ص ۴۲ ج ۲

۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ب ج ۱

۴۔ الحلی ص ۱۹۶ ج ۳

۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹۳ ج ۱

۶۔ کشف الغمہ ص ۲۴۶ ج ۱

۷۔ مفتہ الصغوة ص ۵۷۶ ج ۱

حرف الطاء

طب (طبابت) دیکھئے مادہ تدوی

طحال (تلی)

تلی کھانا حلال ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جزواؤ کا نمبر ۳)

طریق (راستہ)

لوگوں کی آمد و رفت کے لئے بنائے گئے شارع عام کو طریق کہتے ہیں۔

راستے پر نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کا جز ۱)

طعام (کھانا)

۱۔ تعریف: کھانے کا طعام کہتے ہیں

۲۔ حلال اور حرام اشیاء

الف۔ حلال اشیاء: درج ذیل جانوروں کا گوشت ان شرائط کی رعایت کرتے ہوئے کھانا

حلال ہے جو ان جانوروں کے ساتھ خاص ہیں اور جن کا ذکر ہم نے (مادہ ذبح) اور (مادہ صید) کے اندر کر دیا ہے۔

۱۔ بھو: حضرت ابن عمرؓ بھوکھا مباح قرار دیتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو بتایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بھوکھایا کرتے ہیں آپ نے یہ سن کر کسی تنقید کا اظہار نہیں کیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب بیان کی ضرورت ہو اور سکوت اختیار کر لیا جائے تو یہ بھی بیان ہوتا ہے۔

۲۔ ٹڈیاں: ٹڈیاں کھانا مباح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے ۲۔ اور فرمایا: ”میرا دل چاہتا ہے کہ ہمارے پاس ٹڈیوں سے بھری ہوئی زنبیل ہوتی اور ہم یہ ٹڈیاں کھاتے“ ۳۔ ٹڈیاں خواہ مردہ ہوں انہیں کھانا جائز ہے اس کا ذکر (مادہ طعام نمبر ۲ کے جزو ۱ کے ۳) میں آئے گا۔

۳۔ آبی جانور: تمام آبی جانور کھانا جائز ہے اس کی تفصیل ہم نے (مادہ بحر نمبر ۴) کے اندر کر دی ہے۔

۴۔ گوہ: حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے گوہ کھانے کی اباحت کی روایت کی ہے ۴۔

۵۔ بنیر: اگر بنیر ایسے جانور کے انگو (بکری کا بچہ جو ابھی صرف دودھ پیتا ہو اس کے پیٹ سے ایک چمچ نکال کر کپڑے میں لت کر لیتے ہیں پھر وہ بنیر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے) سے تیار کیا گیا ہو جسے کسی مسلمان یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہو تو اسے کھانا جائز ہے۔ کسی اور کے ہاتھ کا ذبح شدہ جانور اگر ہو تو اس کے انگو سے تیار شدہ بنیر کھانا حلال نہیں ہے۔ اگر ذابغ کے بارے میں پتہ نہ ہو تو ایسے جانور سے تیار شدہ بنیر بھی کھالینا حلال ہوگا (دیکھئے مادہ جین)

ب۔ درج ذیل جانوروں کا گوشت حلال نہیں ہے۔

۱۔ سور اور کتا: سور اور کتے کا گوشت حلال نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں سورہ بقرہ اور سورہ مائدہ میں نص قرآنی موجود ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری ہے (حرمت علیکم والمیثۃ والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغير الله به والمنخنقه)

والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب
تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام پر
ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر یا بلندی سے گر کر یا فکر کھا کر مرا ہو یا جسے
کسی درندے نے پھاڑا ہو..... سوائے اس کے جسے تم نے زندہ پا کر ذبح کر لیا..... اور
وہ جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو)

کتا اپنی نجاست کی وجہ سے حرام ہے۔ اس کے جوٹھے کی نجاست کا حکم اس کے
گوشت کی نجاست کی وجہ سے ہے اس لئے کہ احباب گوشت سے پیدا ہوتا ہے (دیکھئے
مادہ سور نمبر ۲ جز ج)

۲- مردار: ہر طرح کا مردار جانور حرام ہے کیونکہ اس بارے میں درج بالا نص قرآنی
موجود ہے۔ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ کر الگ کر دیا جائے وہ بھی مردار شمار ہوگا (دیکھئے
مادہ صید نمبر ۴ کے جز ج کے ۲ کا جز ج) مردہ جانور سے نکلنے والا انڈا وغیرہ بھی مردار
ہے خواہ انڈے کا چھلکا سخت ہو چکا ہو یا سخت نہ ہوا ہو (دیکھئے مادہ بیض) وہ جنین مردار
شمار نہیں ہوگا جس کی ماں کو ذبح کیا گیا ہو اور وہ اس کے پیٹ سے مردہ برآمد ہوا ہو
(دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ کا جز ہ) مردار کے گوشت کی تحریم کے حکم سے آبی جانور مستثنیٰ
ہیں جیسا کہ (مادہ بحر نمبر ۴) میں گذر چکا ہے نیز مڈیاں بھی مستثنیٰ ہیں۔ مردہ مڈیاں کھانا
جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کر دیئے
گئے ہیں یعنی مڈیاں اور مچھلیاں نیز جگر اور تلی“ ۵۔ نیز فرمایا: ”مڈیاں تمام کی تمام
مذبوہ ہوتی ہیں“ ۶۔

۳- خون: خون پینا حلال نہیں ہے اور نہ ہی منجمد ہو جانے کے بعد اسے کھانا حلال ہے
کیونکہ خون نجس ہوتا ہے۔ اس حکم سے جگر اور تلی مستثنیٰ ہیں۔ ان کا قوام اگرچہ
خون ہی سے ہے تاہم انہیں کھا لیتا جائز ہے۔ اس بارے میں سابقہ فقرے کے اندر
حضرت ابن عمرؓ کا قول گذر چکا ہے

۴- جن حلال جانوروں کو شرعی طریقے سے ذبح کی شرائط کے تحت ذبح نہ کیا گیا ہو اس
کا گوشت کھانا بھی حرام ہے (دیکھئے مادہ ذبح)

۵۔ خشکی کے ایسے تمام حلال جانور جو پالتو نہ ہوں بلکہ جنگلی ہوں اور ان کا اس طرح شکار کیا گیا ہو کہ ان کے جسم سے خون نہ نکلا ہو، ان کا گوشت بھی حرام ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایسے جانور موقوفہ (چوٹ کھا کر مرنے والے جانور) ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے بدوق سے ہلاک ہونے والے جانور کو موقوفہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کے جز ج کے جز ۲ کا جز الف) نیز وہ شکار بھی حرام ہے جس کے اندر شکار کرنے کی وہ شرائط پوری نہ ہوں جن کا ذکر ہم نے (مادہ صید) کے اندر کیا ہے۔

۶۔ پالتو گدھا: حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتوں گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا۔

۷۔ تغذ (سی): نمیلہ الفزازی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، آپ سے سی کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۴۵ تلاوت کی (قل لا اجد فیما اوحی الی محرماً..... آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر جو وحی نازل ہوئی ہے اس میں کوئی حرام شدہ چیز نہیں پاتا..... الخ) حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے کہا کہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس سی کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ خباثت میں سے ایک خبیثہ ہے“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے کہا: ”اگر اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو پھر یہ اسی طرح ہے جس طرح آپ ﷺ نے فرمایا“۔

۸۔ کوا: حضرت ابن عمرؓ سے کوا کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”کوا کون کھا سکتا ہے جبکہ اللہ نے اس کا نام فاسق رکھا ہے۔ بخدا یہ پاکیزہ چیزوں میں سے نہیں ہے“۔

۹۔ وزغ (چھپکلی): حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں چھپکلی نہیں کھائی جائے گی آپ اسے مار ڈالنے کا حکم دیتے تھے۔ کیونکہ یہ ہوام یعنی حشرات الارض میں سے ہے۔

۱۰۔ خرگوش: حضرت ابن عمرؓ خرگوش کھانے کو مکروہ یعنی ناجائز سمجھتے تھے۔

۱۱۔ جلالہ (ایسا جالور جو ناپاک اشیاء کھاتا ہو) کھانا اس وقت تک جائز نہیں جب تک

- اسے تین دنوں تک بند نہ رکھا جائے (دیکھئے مادہ جلالہ نمبر ۲ کا جزب)
- ۱۲۔ محرم کے لئے حالت احرام میں شکار کا گوشت کھانا حلال نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے (مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۳) میں بیان کر دی ہے
- ۱۳۔ جو جانور کسی نے کفارہ یا ہدی کے طور پر نکالا ہو اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ کفارۃ نمبر ۳ کا جز ۲)

۳۔ طعام کے آداب

الف۔ حلال خوری کو نہ نظر رکھنا: انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے کھانے پینے میں حلال خوری کو نہ نظر رکھے۔ وہ حرام کی کمانی نہ کھائے البتہ کسی اور کی حرام کمانی اس کے لئے کھانا جائز ہے اس لئے کہ حرام کا اثر دو افراد تک متحدی نہیں ہوتا۔ نیز سورہ انعام آیت نمبر ۱۶۴ میں ارشاد باری ہے (ولا تکسب کل نفس الا علیہا ولا تزر وازرة وزر اخری ہر شخص کی کمانی کا بوجھ اس پر ہی پڑے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی اور کا بوجھ نہیں اٹھائے گا) بتائیں ایک انسان کے لئے کسی ایسے انسان کے ہاں کھانا جائز ہے جو سودی لین دین کرتا ہو (دیکھئے مادہ ربا نمبر ۵)

ب۔ طعام کو نماز پر مقدم کرنا: اگر طعام حاضر ہو اور کھانے والے کا دل بھی اس طرف لگا ہو اور اسی دوران اذان ہو جائے تو ایسی صورت میں کھانا کھانے کو نماز پر مقدم کر دینا مستحب ہو گا تاکہ کھانے سے قارع ہو کر وہ دنیاوی مشاغل سے خالی اور پاک صاف ذہن کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو سکے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز الف کا ۱۲)

ج۔ طعام کے اندر فقراء کو شامل کرنا: اگر کھانے کے اندر محتاجات ہو تو یہ بات مستحب ہے کہ اس کھانے کے اندر ایک آدھ فقیر کو بھی شریک کر لیا جائے۔ حضرت ابن عمرؓ اس وقت تک کھانے پر نہ بیٹھے جب تک ایک آدھ مسکین کو نہ بلایا جاتا جو آپ کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتا^{۱۳}۔

د۔ با وضو ہو کر کھانا: جو شخص کھانا کھانا چاہے اس کے لئے مستحب ہے کہ با وضو ہو کر کھانے پر بیٹھے (دیکھئے مادہ جنابہ نمبر ۲ کا جز ج) اگر وضوء کرنا اس کے لئے بوجھ ہو تو

اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ دھو لے۔ حضرت ابن عمرؓ پیشاب کرنے کے بعد جب کھانے کا ارادہ کرتے تو وضوء کر لیتے اور پاؤں نہ دھوتے^{۱۳}۔

ھ۔ جس دسترخوان پر شراب کا دور چل رہا ہو اس پر نہ کھانا: جس دسترخوان پر شراب کا دور چل رہا ہو اس پر بیٹھنا جائز نہیں ہے خواہ کوئی شخص کھانے کے ارادے سے وہاں بیٹھے یا کسی اور غرض سے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے اس دسترخوان پر بیٹھنے سے منع فرمایا تھا جس پر شراب کا دور چل رہا ہو^{۱۵}۔

و۔ پیٹ کے بل لیٹ کر نہ کھانا: پیٹ کے بل لیٹ کر کھانا مکروہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص پیٹ کے بل لیٹ کر کوئی چیز کھائے یا پئے^{۱۶}۔

ز۔ دائیں ہاتھ سے کھانا: دائیں ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص نہ تو اپنے بائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھائے اور نہ ہی کوئی چیز پئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے“^{۱۷}۔

ح۔ سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھانا: سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔ اسی طرح ایسے برتن میں بھی کھانا حرام ہے جس پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھا ہو۔ یا اس میں سونے یا چاندی کا کوئی حلقہ یعنی چھلا لگا ہو (دیکھئے مادہ اثناء نمبر ۳)۔

ط۔ مشترک طعام کے اندر غیر کے حق میں سے نہ کھانا: اگر کوئی شخص دیگر افراد کے ساتھ کھانے پر بیٹھے تو اس کے لئے اس طرح کھانا مکروہ ہو گا جس سے دوسروں کا حق کھانے میں گھٹ جائے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی شخص ایک ہی تبقے میں دو کھجوریں منہ میں ڈال لے البتہ اگر کھانے کے اندر سب کے لئے کافی محتاجش ہو تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ جبکہ بن سحیم کہتے کہ حضرت ابن الزبیرؓ کی معیت میں ہم پر قحط اور بھگتی کا دور آگیا۔ حضرت ابن عمرؓ جب کھانے کے دوران ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے: ”ایک کھجور کے ساتھ دوسری کھجور ملا کر نہ کھاؤ“

کیونکہ حضور ﷺ نے اس طرح ملانے سے منع فرمایا ہے۔ الا یہ کہ کوئی شخص اپنے بھائی سے اس کی اجازت حاصل کر لے“ ۱۸۔

ی۔ ضرورت سے زائد کھانا نہ کھانا: انسان کے لئے اپنی ضرورت سے زائد کھانا کھانا مکروہ ہے بلکہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق اتنا کھانا کھائے جس سے اس کی کمرسیدگی رہ سکے۔ نافع کہتے ہیں کہ عراق سے ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ کو جوارش (چورن یا معجون) تحفے کے طور پر بھیجا۔ آپ نے پوچھا کہ اس کا کیا مصرف ہے؟ اس نے کہا کہ جب آپ پیٹ بھر کر کھائیں گے تو اس میں سے تھوڑا سا کھالیں، آپ نے جواب دیا: ”خدا کی قسم“ میں نے فلاں مدت سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ مجھے اس چورن کی کوئی ضرورت نہیں ہے“ ۱۹۔

ک۔ کھانا ہضم کرنے والی چیزیں نہ کھانا: ایسی چیزیں کھانا مکروہ ہے۔ ان کی کراہت کی وجہ ضرورت سے زائد کھانے کی کراہت کی بالتبع ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔
ل۔ مریضوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا: حضرت ابن عمرؓ متعدی بیماریوں میں مبتلا مریضوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں کوئی کراہت نہیں سمجھتے تھے آپ جذامی اور برص والے شخص کے ساتھ بیٹھ کر کھا لیتے ۲۰۔

جنگ میں حاصل شدہ مال غنیمت میں طعام کو شامل نہ کرنا (دیکھئے مادہ غنیمت نمبر ۲ کا جز الف)

عید گاہ میں جانے سے پہلے کچھ کھانی لینا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۳ کا جز ج)
دل پسند کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز الف کا جز ا)

طلاق (طلاق)

- ۱۔ تعریف: نکاح کی ملکیت کے ازالے کو طلاق کہتے ہیں
- ۲۔ بلا سبب طلاق دینے کی کراہت: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں کسی معقول سبب کے بغیر طلاق دینے کا عمل مکروہ تھا۔ سعید بن منصور نے روایت کی

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنی ایک زوجہ کو طلاق دیدی۔ زوجہ نے آپ سے کہا: ”کیا آپ نے میری جانب سے کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی ہے؟“ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ یہ سن کر زوجہ نے عرض کیا کہ پھر آپ ایک پاکدامن مسلمان خاتون کو کیوں طلاق دے رہے ہیں؟ یہ سن کر آپ نے ان سے رجعت کر لی ۲۱۔

۳۔ طلاق دینے والا (مطلق)

الف۔ زوجیت: مطلق کی دی ہوئی طلاق کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مطلقہ کافی الحال شوہر ہو۔ یا آگے چل کر اس کا شوہر بننے والا ہو اگر اس نے طلاق کو اس کے ساتھ نکاح پر معلق کر دیا ہو۔ مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کہے: ”اگر میں تمہارے ساتھ نکاح کر لوں تو تمہیں طلاق ہے“ اس صورت میں نکاح کے ساتھ ہی طلاق واقع ہو جائے گی ۲۲۔

فائدہ العقل شوہر کا ولی طلاق دینے کے معاملہ میں اس کا قائم مقام بن جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک فائدہ العقل بیٹے کی بیوی کو اسی طرح طلاق دی تھی ۲۳۔ شوہر کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا معاملہ کسی اور کے سپرد کر دے۔ اس کی تفصیل زیر بحث مادے کے نمبر ۳ کے جزو او کے جز میں آئے گی

ب۔ اختیار کا وجود: یہ شرط ہے کہ شوہر طلاق دینے کے معاملہ میں اپنا اختیار استعمال کرنے والا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اکراہ کے تحت دی گئی طلاق واقع نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ اکراہ نمبر ۳ کا جز ب)

ج۔ مریض کا مرض الموت کے اندر طلاق دینا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مرض الموت میں مبتلا مریض اگر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو یہ طلاقیں واقع نہیں ہوں گی اور شوہر کی وفات کے بعد بیوی اس کی وارث قرار پائے گی ۲۴۔ کیونکہ وہ یہ قدم اٹھا کر اپنی بیوی کی توریث سے فرار کا قصد کرے گا اس لئے اس کے مقصد کے برعکس معاملہ نمٹایا جائے گا

د۔ غلام کی دی ہوئی طلاق: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں آقا کی اجازت کے بغیر غلام کا نکاح کر لینا زنا تصور ہوتا ہے (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۲ کا جز د) اور ایسی صورت میں زوجین کے

درمیان علیحدگی واجب ہو جاتی ہے۔ اگر آقا اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدے تو ایسی صورت میں طلاق کا معاملہ غلام کے ہاتھ میں رہے گا اور اس بارے میں آقا کو کوئی اختیار نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر آقا اپنے غلام کو نکاح کر لینے کی اجازت دیدے تو اس کی بیوی کو طلاق دینا اس کے لئے جائز نہیں ہو گا۔ الا یہ کہ غلام خود اسے طلاق دیدے“ ۲۵۔

۵۔ معتوہ (عقل سے عاری فرد) کی دی ہوئی طلاق: حضرت ابن عمرؓ معتوہ کی دی ہوئی طلاق کے جواز کے قائل تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ المغیرہ بن عبد الرحمن نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ یہ معتوہ تھے۔ آپ نے مذکورہ خاتون کو عدت گزارنے کا حکم دیا یعنی طلاق کو جائز قرار دے دیا۔ آپ سے کہا گیا کہ مغیرہ تو معتوہ یعنی فاقر العقل ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں نے اللہ سبحانہ کو نہیں سنا کہ اس نے کسی معتوہ یا غیر معتوہ کے لئے طلاق کا اختیاء کیا ہو“ ۲۶۔ ہمیں نہیں معلوم کہ صحابہ کرام میں سے کسی نے اس رائے کے اندر حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔

اگر معتوہ یا مجنون شخص اپنی بیوی کو تنگ کرے اور اسے طلاق دینے پر رضامند نہ ہو تو اس کے ولی کے لئے اسے طلاق دے دینا جائز ہو گا۔ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک فاقر العقل بیٹے کی بیوی کو طلاق دے دی تھی ۲۷۔

۷۔ بیوی کو طلاق کی تلیک: شوہر کے لئے جائز ہے کہ بیوی کو طلاق دینے کے اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ تخییر کی صورت اور تلیک کی صورت

۱۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق اور زوجیت کے بندھن میں بقاء کے درمیان اختیار دے دے تو بیوی کو اس وقت تک مذکورہ دونوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لینے کا حق ہو گا جب تک وہ اپنی مجلس میں رہے گی ۲۸۔ یعنی اس گفتگو کے دوران وہ جس جگہ بیٹھی ہو اسی جگہ بیٹھی رہے۔ لیکن اگر کسی ایک بات کو اختیار کر لینے سے پہلے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو تو اس کے بعد اسے کوئی اختیار حاصل نہیں ہو گا۔ اگر وہ زوجیت کے بندھن میں رہنا قبول کر لے تو وہ اپنے شوہر کی زوجیت میں رہ جائے گی اور کوئی

طلاق واقع نہیں ہوگی^{۲۹}۔ اگر وہ طلاق اختیار کر لے تو اس کی بنا پر ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک تخییر کا لفظ مطلق صورت کے اندر ایک طلاق رجعی سے زیادہ کا مقتضی نہیں ہوتا^{۳۰}۔

۲۔ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تلیک کر دے، تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہوگا کیونکہ وہ یہ قدم اٹھا کر طلاق کا وہ حق جسے اللہ نے اسے عطا کیا تھا اور اس کے ذریعہ اسے شرف بخشا تھا، ایسی ذات یعنی عورت کو دینے کا قصد کرے گا جس سے اللہ نے یہ حق سلب کر لیا ہے۔ قتادہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”جو شخص اپنی بیوی کو طلاق کی تلیک کر دے تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی لیکن وہ خود اللہ کا نافرمان قرار پائے گا“^{۳۱}۔ تلیک مجلس کے ساتھ مختص نہیں ہوتی بلکہ مجلس ختم ہو جانے کے بعد بھی مذکورہ عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق کی تلیک کر دے لیکن بیوی اس تلیک کو قبول نہ کرے بلکہ اسے شوہر کی طرف لوٹا دے تو اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تلیک کر دیتا ہے لیکن بیوی اسے رد کر دیتی ہے اور اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کرتی؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ بات طلاق نہیں ہے^{۳۲}۔ اگر بیوی اس تلیک کو قبول کر لے تو صرف اسے قبول کر لینے کی بنا پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی^{۳۳}۔ البتہ اگر اس کے بعد وہ اپنے آپ کو ایک طلاق دے دے تو ایک طلاق واقع ہو جائے گی۔ اگر دو طلاق دے دے تو دو اور تین طلاق دیدے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس شوہر کے بارے میں پوچھا گیا جو طلاق کا معاملہ اپنی بیوی کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”فیصلہ وہی ہوگا جو وہ کرے گی“^{۳۴}۔ البتہ اگر شوہر کہے کہ اس نے اس تلیک سے صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا تو اس صورت میں اس سے حلف لیا جائے گا اگر وہ حلف اٹھالے تو ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر حلف نہ اٹھائے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق کی تلیک کر دے تو فیصلہ وہی ہوگا جو بیوی کرے گی۔ الا یہ کہ شوہر بیوی کو جھڑپے ہوئے کہے کہ میں نے

صرف ایک طلاق کا ارادہ کیا تھا ایسی صورت میں وہ حلف اٹھائے گا۔ اور جب تک مطلقہ عدت کے اندر ہوگی اس وقت تک وہ سب سے بڑھ کر اس کا مالک ہوگا“ ۳۵۔ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ ایک شوہر نے اپنی بیوی کا معاملہ بیوی کے سپرد کر دیا یعنی اسے طلاق کی تلیک کر دی۔ اس نے تین طلاقیں دے دیں شوہر نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ اس نے جواب دیا: ”میرا نام مہر ہے“ آپ نے فرمایا: ”صرف مہر نہیں بلکہ احمق مہر، اللہ نے جو حق تمہیں دیا تھا وہ تم نے اپنی بیوی کو دیدیا، جاؤ تمہاری بیوی بائن ہو گئی“ ۳۶۔

۴۔ طلاق پانے والی عورت یعنی مطلقہ:

الف۔ ایسی عورت کو طلاق دینا جس کے ساتھ عقد نکاح نہ ہوا ہو: مطلقہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ مطلق کی زوجہ ہو۔ جیسا کہ سابقہ فقرے میں گذر چکا ہے۔ اگر وہ عقد نکاح سے پہلے اسے طلاق دیدے اور طلاق کو اس کے ساتھ نکاح پر معلق کر دے تو نکاح کرنے کے ساتھ ہی اسے طلاق ہو جائے گی ۳۷۔ جیسا کہ (مادہ طلاق نمبر ۳ کے جز الف) میں یہ بات گذر چکی ہے۔

ب۔ غیر مدخول بھا کو طلاق دینا: معروف تو یہی ہے کہ حضور ﷺ کے عہد میں ایک لفظ کے ساتھ تین طلاق ایک طلاق شمار ہوتی تھی۔ جب حضرت ابن عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو آپ نے دیکھا کہ لوگ طلاق کے معاملہ کو مذاق بنانے لگے ہیں۔ چنانچہ آپ نے شوہر کی طرف سے دی گئی تین طلاق کو تین طلاق کی صورت میں واقع کرنا شروع کر دیا ۳۸۔ حضرت ابن عمرؓ اس معاملہ میں حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے تھے۔ بتائیں اگر بیوی کے ساتھ شوہر کا دخول نہ ہوا ہو یعنی بیوی غیر مدخول بھا ہو اور شوہر اسے طلاق دیدے تو یہ بائن طلاق ہوگی۔ اگر شوہر اسے ایک طلاق دینے کے بعد دوسری طلاق دیدے تو پہلی طلاق واقع ہو جائے گی اور دوسری طلاق کوئی چیز نہیں ہوگی اگر شوہر اسے ایک لفظ میں دو طلاق دیدے تو دو بائن طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اگر ایک لفظ میں تین طلاق دیدے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر شوہر بیوی کے دخول سے پہلے اسے تین طلاق دیدے تو وہ اس کے لئے اس وقت تک

حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے“ ۳۹۔ آپ سے ایک روایت ہے کہ اگر شوہر باکرہ یعنی غیر مدخول بھائیوی کو طلاق دیدے اور تین کا لفظ نہ کہے تو وہ اس وقت اس کے لئے حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے“ ۴۰۔ اس روایت کو درج بالا معنوں پر محمول کیا جائے گا غیر مدخول بھائیوی کو ایک لفظ کے ساتھ تین طلاق دینا بدعت ہے۔ ایسا کر کے وہ مطلق گنہگار قرار پائے گا۔ ابو ظاہر نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ مدخول سے پہلے اسے تین طلاق دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”میری رائے میں وہ یہ قدم اٹھا کر گنہگار ہوگا“ ۴۱۔

ج۔ مدخول بھائیوی کو طلاق دینا: جس بیوی کے ساتھ شوہر کا مدخول ہو چکا ہو یعنی تعلق زن و شو قائم ہو چکا ہو اسے کسی عذر کے بغیر طلاق دینا مکروہ ہے۔ یہ بات (مادہ طلاق نمبر ۲) میں گذر چکی ہے۔

اگر شوہر مدخول بھائیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس پر لازم ہوگا کہ طہر کی حالت میں اسے ایک طلاق دے جبکہ اس نے اس طہر کے دوران اس کے ساتھ ہمبستری نہ کی ہو۔ اگر حیض کی حالت میں وہ اسے طلاق دیدے تو اس کا یہ اقدام مکروہ تصور ہوگا۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ سے مروی دو روایتوں میں سے ارجح روایت کے مطابق عورت اس طلاق کی بنا پر عدت گزارے گی۔ آپ نے اپنی ایک بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس بات کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا: ”ابن عمرؓ سے کہو کہ وہ رجوع کر لیں اور بیوی کو اپنے پاس رکھیں حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے اور پھر اسے حیض آئے اور وہ حیض سے پاک ہو جائے۔ اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو اس کے ساتھ ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دیدیں۔ یہی وہ عدت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے“ ۴۲۔ یونس بن جبیر کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے جب مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا تو میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا عورت اس طلاق کی بنا پر عدت گزارے گی آپ نے جواب دیا کہ: ”ہوں! تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر وہ بے بس ہو گیا تھا اور اس نے حماقت کی

راہ اختیار کی تھی؟“ ۴۳۔ یعنی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا بے بسی اور حماقت ہے۔ اس لئے اس کے پاس اس بات کے لئے کوئی عذر نہیں ہوگا کہ اس کی دی ہوئی طلاق کی بنا پر عدت نہ گزاری جائے۔ آپ سے اگر حیض کے اندر طلاق دینے کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے: ”اگر تم نے اسے تین طلاق دیدی ہے تو پھر وہ تم پر اس وقت تک حرام رہے گی جب تک وہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے“ ۴۴۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں تین طلاق دے دی ہے“ آپ نے جواب دیا: ”تم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اپنی بیوی سے جدا ہو گئے“ ۴۵۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شاذ روایت کے مطابق جو شخص حالت حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے گا تو اس کا یہ حیض عدت میں شمار نہیں ہوگا ۴۶۔

۵۔ طلاق کا صیغہ: طلاق یا صریح لفظ کے ساتھ دی جائے گی یا کنایہ کے ساتھ۔

الف۔ صریح لفظ کے ساتھ دی جانے والی طلاق یہ ہے کہ مثلاً شوہر بیوی سے کہے کہ تمہیں طلاق ہے۔ ایسی صورت میں وہ اس فقرے کے ساتھ تعداد کو بھی شامل کرے گا یا شامل نہیں کرے گا۔ تعداد کو شامل نہ کرنے کی صورت میں بالاجماع ایک طلاق واقع ہوگی۔ اور اگر وہ تعداد کو بھی شامل کر کے کہے: ”تمہیں دو طلاق یا تین طلاق ہے“ یا تمہیں سو طلاق ہے“ تو اس صورت میں طلاق کی ذکر کردہ تعداد واقع ہو جائے گی بشرطیکہ وہ تین سے متجاوز نہ ہو۔ کیونکہ زیادہ سے زیادہ طلاقوں کی تعداد تین ہے۔ اگر تعداد تین سے متجاوز ہو جائے تو تین طلاق ہو جائے گی اور باقی طلاقیں ضائع ہو جائیں گی۔ اور طلاق دینے والا سنت کی خلاف ورزی کرنے کی بنا پر گنہگار قرار پائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے یعنی ایک ہی لفظ میں یا ایک ہی مجلس میں تو وہ اپنے رب کا نافرمان ہوگا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی“ ۴۷۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دے دی ہے، آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا کہ میرا نام مرہ ہے آپ نے فرمایا: ”بلکہ تم احقر مرہو، تم سے تین طلاق لے لی جائے گی اور باقی ماندہ ستانوے طلاقوں کا حساب اللہ تم سے قیامت میں لے گا“ ۴۸۔

ب۔ کنایہ کے ذریعے طلاق: کنایہ کی دو قسمیں ہیں۔ طلاق کا ظاہر کنایہ اور طلاق کا غیر ظاہر کنایہ

طلاق کے ظاہر کنایہ کے ذریعے تین طلاق واقع ہو جائے گی خواہ مرد نے ایک طلاق کی نیت کیوں نہ کی ہو۔ ظاہر کنایات یہ ہیں: ”تم خلیہ (فارغ) ہو“ تم بری ہو“ تم بتہ (منقطع) ہو“ تم بائن (جدا) ہو“ وغیرہ وغیرہ^{۴۹}۔ حضرت ابن عمرؓ ”خلیہ“ اور بریہ کے الفاظ کے متعلق فرماتے تھے کہ ان میں سے ہر لفظ تین طلاق ہے“^{۵۰}۔ آپ نے بتہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ تین طلاق ہے^{۵۱}۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ”بتہ“ کے لفظ کے ساتھ طلاق دی اور اسے باہر نکلنے کے ساتھ معلق کر دیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر عورت باہر نکلی تو وہ اپنے شوہر سے منقطع ہو جائے گی اور اگر باہر نہ نکلی تو اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی“^{۵۲}۔ آپ نے ”بائن“ کے لفظ کے ساتھ دی ہوئی طلاق کے بارے میں فرمایا: ”یہ تین طلاق ہے اور مذکورہ عورت مطلق کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے“^{۵۳}۔

اگر شوہر بیوی سے کہے کہ ”تم مجھ پر حرام ہو“ تو اس فقرے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق اس فقرے سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ یہ اللہ کے نام پر قسم کھانے کے مترادف ہوگا۔ اگر شوہر اپنی قسم توڑے گا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ”حرام کا لفظ قسم ہے شوہر اس کا کفارہ ادا کرے گا“^{۵۴}۔ آپ سے دوسری روایت کے مطابق یہ فقرہ ظاہر کنایات میں شمار ہوتا ہے اور اس کے تحت تین طلاق واقع ہو جائے گی^{۵۵}۔ روایتوں کے اندر اس اختلاف کا سبب شاید عرف کا اختلاف ہے۔

اگر ظاہر کنایات کے ذریعے طلاق نہ دی گئی ہو تو ایسی صورت میں معاملہ کا دار و مدار شوہر کی نیت پر ہوگا۔ اگر اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق واقع ہوگی اور اگر ایک سے زائد کی نیت کرے گا تو اس کی نیت کے مطابق طلاق واقع ہو جائے گی۔

ج۔ طلاق کی تعلیق: طلاق کو افعال نیز زمانوں پر معلق کرنا جائز ہے مثلاً شوہر کہے: ”اگر تم باہر نکلیں تو تمہیں طلاق ہے“ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز الف) یا ”اگر فلاں دن

آئے تو تمہیں طلاق ہے“ ۵۶۔ یا ”اگر میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا تو تمہیں طلاق ہے“ وغیر ذلک۔ البتہ طلاق کو اللہ کی مشیت پر معلق کر دینا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ کی مشیت معلوم نہیں کی جاسکتی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہم یعنی اصحاب رسول ﷺ عتاق اور طلاق کے سوا ہر چیز کے اندر اشتیاء کو جائز قرار دیتے تھے“ ۵۷۔

۶۔ طلاق کی تعداد:

الف۔ آزاد کی دی ہوئی طلاق: جس طلاق کے بعد آزاد مرد کو اپنی بیوی سے رجوع کر لینے کا حق ہوتا ہے اس کی تعداد دو ہے۔ کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹ میں ارشاد باری ہے (الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو معروف طریقے سے بیوی کو روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ اسے جانے دینا ہے) اگر شوہر اسے تیسری طلاق دیدے تو وہ اس سے بائن ہو جائے گی اور پھر اسے واپس زوجیت میں لانے کا شوہر کو اس وقت تک حق نہیں ہوگا جب تک وہ کسی اور مرد سے درست نکاح نہ کر لے جس میں حلالہ کرنے کی نیت نہ ہو (دیکھئے مادہ تحلیل) اور یہ شوہر اس کے ساتھ ہمبستری نہ کر لے کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں ارشاد باری ہے (فان طلقها فلا تحل له حتى تنكح زوجا غيره اگر وہ اسے طلاق دے دے تو پھر وہ اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے) یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ب۔ غلام کی طلاق: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ غلام اپنی بیوی کو خواہ وہ آزاد عورت ہو یا لونڈی، دو طلاق دینے کا مالک ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر غلام اپنی بیوی کو دو طلاق دیدے تو یہ بیوی اس پر اس وقت تک کے لئے حرام ہو جائے گی جب تک وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کر لے خواہ یہ بیوی حرہ ہو یا لونڈی“ ۵۸۔ البتہ اس مسئلے کے اندر حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے کہ آزاد مرد اپنی لونڈی بیوی کو کتنی طلاقیں دینے کا مالک ہوتا ہے؟۔ ایک روایت کے مطابق طلاق کی تعداد کا اعتبار مردوں کے ساتھ ہوتا ہے اور عورتوں کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس بارے میں آپ

فرماتے ہیں: ”اگر آزاد عورت غلام کی زوجیت میں ہو تو دو طلاق کے ذریعے وہ بائن ہو جائے گی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی اور اگر لونڈی کسی آزاد مرد کی زوجیت میں ہو تو تین طلاق کے ذریعے وہ اس سے بائن ہوگی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی“^{۵۹}۔ دوسری روایت کے مطابق ’یہی روایت سب سے صحیح ہے‘ کہ زوجین میں سے جو بھی غلامی کے اندر ہو تو اس کی غلامی کی وجہ سے طلاق کی تعداد کم ہو جائے گی۔ اگر لونڈی آزاد مرد کے عقد میں ہو اور وہ اسے طلاق دیدے تو لونڈی کی طلاق کی تعداد دو ہوگی اور اس کی عدت دو حیض ہوگی اور اگر آزاد عورت کسی غلام کی زوجیت میں ہو تو اس عورت کی طلاق دو ہوگی اور اس کی عدت تین حیض ہوگی“^{۶۰}۔

ج۔ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کی صورت میں پہلی طلاق کا منہدم ہو جانا: اگر شوہر اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور عدت گزر جانے کے بعد عورت اس سے جدا ہو جائے اور پھر اس کا نکاح کسی اور مرد کے ساتھ ہو جائے اور مذکورہ مرد اس کے ساتھ تعلق زن و شو بھی قائم کر لے اور اسے طلاق دیدے یا وفات پا جائے اور اس کے بعد مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں آجائے تو اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ باقیماندہ طلاق کے ساتھ پہلے شوہر کی طرف واپس آئے گی۔ آپ نے فرمایا: ”جس عورت کو اس کا شوہر ایک یا دو طلاق دیدے اور پھر وہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لے اور یہ مرد وفات پا جائے یا اسے طلاق دیدے اور پھر پہلا شوہر اس کے ساتھ نکاح کر لے تو وہ باقیماندہ طلاق کے ساتھ اس کے عقد میں آئے گی“^{۶۱}۔ آپ سے ایک اور روایت کے مطابق ’یہی روایت زیادہ صحیح ہے‘ مذکورہ عورت نئی طلاق کے ساتھ اس کے عقد میں واپس آئے گی یعنی اس کا سابقہ شوہر اب اسے تین طلاق دینے کا مالک ہوگا۔ اس طرح یہ ایک نیا نکاح اور ایک نئی طلاق ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ”جو شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دیدے اور پھر مطلقہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لے اور پھر یہ سابقہ شوہر کی زوجیت میں آجائے تو تین طلاق کے ساتھ واپس آئے گی“^{۶۲}۔ نیز فرمایا: ”اگر عورت کو ایک یا دو طلاق ہو جائے اور اس کی عدت گزر جائے اور اس کے بعد وہ کسی اور

مرد سے نکاح کر لے پھر یہ مرد وفات پا جائے یا اسے طلاق دیدے اور اس کے بعد مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کی طرف واپس آ جائے تو یہ نیا نکاح اور نئی طلاق ہوگی۔
۶۳۔

- ۷۔ طلاق کے بعد عورت کی اپنے شوہر کی طرف رجعت (دیکھئے مادہ رجعت)
- ۸۔ اسلام کی بنا پر علیحدگی: اگر اہل کتاب عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو دونوں بلاجماع اپنے نکاح پر باقی رہیں گے کیونکہ مسلمان کا اہل کتاب عورت کے ساتھ نکاح مباح ہے۔ اگر مشرک عورت کا شوہر مسلمان ہو جائے تو اس کے اسلام کی وجہ سے دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی کیونکہ مسلمان کے لئے مشرک عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۱ میں ارشاد باری ہے (ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمنن اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان کے ساتھ نکاح نہ کرو) اگر کافر مرد کی بیوی مسلمان ہو جائے خواہ مذکورہ مرد مشرک ہو یا اہل کتاب تو عورت کے اسلام کی وجہ سے دونوں کے درمیان علیحدگی کردی جائے گی۔ جس صورت کے اندر زوجین میں سے کسی ایک کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے علیحدگی ہو گئی ہو اس میں انتظار کیا جائے گا۔ اگر عدت کی مدت گزر جائے اور کافر فریق اسلام قبول نہ کرے تو عورت کے لئے کسی اور مرد کے ساتھ نکاح کر لینا حلال ہو جائے گا ۶۳۔ (دیکھئے مادہ نمبر ۴ کا جز ج)

- ۹۔ مفقود ہو جانے کی بنا پر علیحدگی (دیکھئے مادہ مفقود)
- ۱۰۔ ایلاء کے اندر طلاق (دیکھئے مادہ ایلاء نمبر ۲) نیز (مادہ تذف نمبر ۴ کے جز الف کا جز ۲)

- ۱۱۔ خلع کے اندر طلاق (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز الف)
- ۱۲۔ لونڈی کی فروخت کی بنا پر اسے طلاق ہو جانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ شادی شدہ لونڈی کی فروخت اس کے لئے طلاق نہیں ہوتی اور اس کے خریدار کے لئے اس کے ساتھ ہبستری حلال نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے ایک شادی شدہ لونڈی خریدی ہے کیا میں اس کے ساتھ ہبستری کر سکتا ہوں؟ آپ

نے جواب میں فرمایا: ”کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے زنا کاری حلال کر دوں“ ۶۵

۱۳۔ خیارِ عتق: اگر غلام کے ساتھ شادی شدہ لونڈی آزاد کردی جائے تو اسے شوہر سے فسخِ نکاح کا اختیار حاصل ہو جائے گا (دیکھئے مادہ خیارِ نمبر ۷)

۱۴۔ طلاق کو پوشیدہ رکھنا: حضرت ابن عمرؓ اس امر کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس سے یہ معاملہ پوشیدہ رکھے اور اسے اس کی اطلاع نہ دے ”مصنف عبدالرزاق“ میں مذکور ہے کہ حضرت زبیرؓ نے حضرت عثمانؓ کی بیٹی کو طلاق دے دی۔ مطلقہ کافی عرصے تک اسی طرح رہی۔ حضرت زبیرؓ سے کہا گیا کہ آپ نے اسے ایسی حالت میں چھوڑ رکھا ہے کہ وہ نہ بے شوہر ہے اور نہ ہی شوہر والی۔ انہوں نے کہا: ”افسوس“ اس کی عدت گزر گئی“ اس بات کا تذکرہ حضرت ابن عمرؓ سے ہوا تو آپ نے فرمایا: ”انہوں نے بہت برا کیا“ ۶۶۔ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن زبیرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی لیکن ایک سال تک اسے اس کی اطلاع نہیں دی۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”انہوں نے بہت برا کیا“ ۶۷۔

۱۵۔ طلاق کا انکار: اگر عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اسے طلاق دے دی ہے لیکن شوہر اس سے انکاری ہو اور عورت کے پاس کوئی گواہی نہ ہو تو اس صورت میں شوہر کو حلف دیا جائے گا کہ اس نے طلاق نہیں دی ہے اس لئے کہ بینہ یعنی گواہی اور ثبوت پیش کرنا مدعی کے ذمے ہوتا ہے اور انکار کرنے والے کے ذمہ قسم ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک عورت تھی جو جنگ میں قید ہوئی تھی اس کا شوہر چپکے چپکے اسے طلاق دینے کی بات کرتا تھا۔ اس نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرے شوہر کی طرف سے خفیہ طور پر طلاق کی بات واقع ہو چکی ہے۔ آپ نے شوہر سے اس بارے میں حلف لیا اور پھر اسے چھوڑ دیا ۶۸۔

۱۶۔ متعہ طلاق

الف۔ تعریف: شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت ہدیہ کے طور پر اسے جو کچھ پیش کرتا ہے وہ متعہ طلاق کہلاتا ہے۔

ب۔ اس کا حکم: اس مطلقہ کو متعہ دینا واجب ہے جسے دخول سے پہلے طلاق دے دی گئی ہو اور اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہ ہوا ہو۔ کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۶ میں ارشاد باری ہے (لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوهن او تفرضا لهن فريضه و متوهن علی الموسع قدره و علی المقتر قدره متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دیدو قبل اس کے کہ ہاتھ لگانے کی نوبت آئے یا مہر مقرر ہو اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے خوش حال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب اپنی مقدرت کے مطابق معروت طریقہ سے دے یہ حق ہے نیک آدمیوں پر) ۶۹۔

ج۔ متعہ کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں متعہ کی کم سے کم مقدار تیس درہم تھی۔ نافع نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”متعہ کے اندر کفایت کرنے والی کم سے کم مقدار تیس درہم ہے یا جو اس رقم کے مشابہ ہو“ ۷۰۔ ابو جہل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے بتائیے کہ میرے لئے متعہ کی کیا مقدار ہونی چاہئے کیونکہ میں خوشحال آدمی ہوں۔ آپ نے جواب دیا: ”فلاں کپڑا اور فلاں کپڑا اسے پہناؤ“ جب میں نے حساب لگایا تو ان کپڑوں کی قیمت تیس درہم نکلی ۷۱۔ جب آپ نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دی تو متعہ کے طور پر اسے لونڈی بھی دی ۷۲۔

د۔ کس مطلقہ کے لئے متعہ واجب ہے؟ مطلقہ کو یا تو دخول سے پہلے طلاق ملی ہوگی یا دخول کے بعد۔ پہلی صورت میں اس کے لئے یا تو مہر مقرر ہوگا یا مہر مقرر نہیں کیا گیا ہوگا۔ اگر مہر مقرر کیا گیا ہو تو مقرر شدہ مہر کا نصف اسے ملے گا اور اس کے لئے متعہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد باری ہے (وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضه فنصف ما فرضتم اور اگر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے تم طلاق دیدو جبکہ تم نے ان کے لئے مہر مقرر کر دیا ہو تو اس صورت میں مقررہ مہر کا نصف انہیں مل جائے گا) اس مطلقہ کے سوا دیگر تمام مطلقات کے لئے متعہ ہے خواہ انہیں دخول سے پہلے طلاق دی گئی ہو یا دخول کے بعد حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہر مطلقہ کو متعہ ملے گا سوائے اس مطلقہ کے جس کا مہر مقرر

ہو اور اسے ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔ اس کے لئے مقررہ مہر کا نصف ہی کافی ہوگا“ ۷۳۔
 ۱۔ مطلقہ کے لئے عدت کا ثانی و نفقہ (دیکھئے مادہ نفقہ)
 طہارۃ (طہارت)

نجاست یا حدث کے ازالے کو طہارت کہتے ہیں (دیکھئے مادہ نجاست) نیز (مادہ وضوء) اور (مادہ غسل)

نماز کے لئے طہارت کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز الف) نیز قرآن کو ہاتھ لگانے اور اس کی تلاوت کے لئے طہارت کی شرط (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۳) طواف اور سعی کے لئے بھی اس کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۸ کا جز ھ)
 طہر (زمانہ طہر)

طہر اس حالت کو کہتے ہیں جس میں عورت نہ تو حیض والی ہو اور نہ ہی نفاس والی حالت طہر میں عورت کے لئے وہ تمام امور مباح ہو جاتے ہیں جو حیض اور نفاس کے ایام میں اس کے لئے ممنوع ہوتے ہیں یعنی نماز، روزہ، مسجد میں داخلہ، قرآن کی تلاوت، طواف، مہستری اور طلاق کی اباحت (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳)

طواف (طواف کرنا)

- ۱۔ تعریف: نیت کے ساتھ کعبہ کے گرد چکر لگانا طواف کہلاتا ہے۔
- ۲۔ طواف کی انواع: طواف کی تین قسمیں ہیں۔
 الف۔ فرض: یہ عمرے کا طواف اور حج کے اندر طواف افاضہ اور طواف وداع ہے (دیکھئے مادہ عمرہ نمبر ۶) نیز (مادہ حج نمبر ۲۶ اور نمبر ۳۳ اور نمبر ۷۳ کے جز ج کا جز ۱)
 ب۔ سنت: یہ حج کے اندر طواف قدوم ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵)
 ج۔ مستحب: درج بالا طوافوں کے سوا تمام دیگر طواف مستحب ہیں مثلاً جب بھی مسجد حرام میں داخلہ ہو طواف کر لیا جائے ۷۴۔
- ۳۔ طواف کے اندر چکروں کی تعداد: فرض شدہ نیز مسنون طواف کے سات چکر ہوتے ہیں۔ نقلی طواف کے لئے طواف کرنے والا جس قدر چکر چاہے لگائے تاہم طاق چکر

مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ طواف کے اندر طاق چکر لگا کر واپس آنے کو مستحب قرار دیتے تھے۔ آپ فرماتے: ”اللہ طاق ہے اور طاق عدد کو پسند کرتا ہے“۔ آپ رات کے وقت سات چکر اور دن کے وقت پانچ چکر کو مستحب سمجھتے تھے ۷۵۔

۴۔ طواف کے لئے طہارت کی شرط (دیکھئے مادہ جج نمبر ۱۸ کا جز ھ) نیز (مادہ جنابہ نمبر ۲ کا جز ز) نیز (مادہ حیض نمبر ۳ کا جز د) نیز (مادہ استحاضہ نمبر ۳) دو رکعتیں پڑھنا طواف کی سنت ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۵) طیب (خوشبو) دیکھئے مادہ تلیب

حرف الطاء میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ عبد الرزاق ص ۵۱۳ ج ۴، الحلی ص ۴۰۲ ج ۷، المغنی ص ۶۰۳ ج ۸
- ۲۔ عبد الرزاق ص ۵۳۱ ج ۴، الحلی ص ۴۳۳ ج ۷
- ۳۔ الموطا ص ۹۳۳ ج ۲
- ۴۔ بخاری، مسلم فی الصید باب اباحہ الضب
- ۵۔ سنن بیہقی ص ۲۵۴ ج ۱
- ۶۔ عبد الرزاق ص ۵۳۱ ج ۴، الحلی ص ۴۳۳ ج ۷
- ۷۔ سنن بیہقی ص ۲۴۹ ج ۹، الحلی ص ۴۶۰ ج ۷، المغنی ص ۵۵۹، ۵۶۹ ج ۸
- ۸۔ بخاری فی الذبائح باب لحوم الحمر الانثیہ، مسلم فی المساجد باب النحر عن اكل الثوم والبصل
- ۹۔ ابو داؤد فی الاطعمه باب اكل حشرات الارض، مسند احمد ص ۳۸۱ ج ۲
- ۱۰۔ الحلی ص ۴۰۴ ج ۷
- ۱۱۔ حوالہ درج بالا
- ۱۲۔ الحلی ص ۴۳۳ ج ۷
- ۱۳۔ البخاری فی الاطعمه باب المومن یا کل

فی معی واحد، مسلم فی الاشریتہ باب المومن

یا کل فی معی واحد

- ۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱
- ۱۵۔ جامع الاصول نمبر ۵۴۵۶
- ۱۶۔ حوالہ درج بالا
- ۱۷۔ مسلم فی الاشریتہ باب آداب اللطام والشراب، ابو داؤد والترغی فی الاطعمه باب الاکل بالیمین، الموطا ص ۹۲۲ ج ۲
- ۱۸۔ البخاری فی الاطعمه، مسلم فی الاشریتہ باب القران بین التمرین، الحلی ص ۴۲۲ ج ۷
- ۱۹۔ جامع الاصول نمبر ۵۳۷۹، طبقات ابن سعد ص ۱۴۹ ج ۴
- ۲۰۔ جامع الاصول نمبر ۵۴۸۸
- ۲۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۴/۲ ج ۳
- ۲۲۔ شرح السنہ ص ۱۹۹ ج ۹
- ۲۳۔ المغنی ص ۸۷ ج ۷
- ۲۴۔ الحلی ص ۲۲۰ ج ۱۰
- ۲۵۔ کنز العمال نمبر ۹۵۶ ج ۲
- ۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۶ ج ۱
- ۲۷۔ المغنی ص ۸۷ ج ۷
- ۲۸۔ المغنی ص ۱۴ ج ۷
- ۲۹۔ کشف العمہ ص ۱۰۱ ج ۲
- ۳۰۔ المغنی ص ۱۴۹ ج ۷

- ۳۱۔ الحلی ص ۱۱۹ ج ۱۰، عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶
- ۳۲۔ الموطا ص ۵۵۵ ج ۲، المغنی ص ۱۳۲ ج ۷، عبدالرزاق ص ۵۱۸ ج ۶
- ۳۳۔ المغنی ص ۱۳۲ ج ۷
- ۳۴۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۷۷/۱ ج ۳
- ۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۹ ج ۱، المغنی ص ۱۴۴ ج ۷
- ۳۵۔ سنن بیہقی ص ۱۸۲ ج ۱۰، الام ص ۲۵۴ ج ۷، الحلی ص ۱۱۷ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۱۸ ج ۹، کشف الغمہ ص ۹۷ ج ۱۰، ۲
- عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶، الموطا ص ۵۵۳ ج ۲
- ۳۶۔ عبدالرزاق ص ۵۱۹ ج ۶
- ۳۷۔ شرح السنہ ص ۱۹۹ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۰۰ ج ۲، الموطا ص ۵۴۸ ج ۲
- ۳۸۔ موسوعۃ فقہ عمرادہ طلاق نمبر ۹
- ۳۹۔ سنن بیہقی ص ۳۳۵ ج ۷
- عبدالرزاق ص ۳۳۳ ج ۶
- ۴۰۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۵ ج ۱
- ۴۱۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱ ج ۶
- ۴۲۔ البخاری، مسلم فی الطلاق باب طلاق الخانفہ، آثار ابی یوسف نمبر ۵۸۹، احکام
- القرآن ص ۴۵۲ ج ۳، سنن بیہقی ص ۳۶۷ ج ۷، الحلی ص ۱۶۵ ج ۱۰
- ۴۳۔ ترمذی فی الطلاق باب طلاق السنہ، نسائی فی الطلاق باب طلاق الخانفہ، المغنی ص ۱۰۰ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱
- ۴۴۔ شرح السنہ ص ۲۰۴ ج ۹
- ۴۵۔ سنن بیہقی ص ۳۳۶ ج ۷
- ۴۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱، الحلی ص ۱۶۵ ج ۱۰
- ۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۴ ج ۱، عبدالرزاق ص ۳۹۵ ج ۶، المغنی ص ۱۰۲ ج ۷
- ۴۸۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۲
- ۴۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۵ ج ۱
- ۵۰۔ کشاف القناع ص ۲۵۱ ج ۵
- ۵۱۔ الموطا ص ۵۵۲ ج ۲، الام ص ۲۵۶ ج ۷
- ۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ ج ۱، سنن سعید بن منصور ص ۲۹۱/۱ ج ۳، الحلی ص ۱۹۳ ج ۱۰، المغنی ص ۱۲۸ ج ۷، شرح السنہ ص ۲۱۳ ج ۹، عبدالرزاق ص ۳۵۹ ج ۶
- ۵۳۔ عبدالرزاق ص ۳۵۷ ج ۶، سنن سعید بن منصور ص ۳۹۱/۱ ج ۳، الحلی ص ۱۹۰ ج ۱۰

- ۵۲۔ شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۹، ابن ابی شیبہ
ص ۲۴۰ ج ۱
- ۵۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۰ ب ج ۱
- ۵۴۔ الحلی ص ۱۲۵ ج ۱۰، احکام القرآن ص
۳۶۵ ج ۳
- ۵۵۔ الحلی ص ۱۲۴ ج ۱۰، احکام القرآن ص
۳۶۵ ج ۳
- ۵۶۔ شرح السنہ ص ۲۱۵ ج ۹
- ۵۷۔ المغنی ص ۲۱۶ ج ۷
- ۵۸۔ الموطن ص ۵۷۲ ج ۲، سنن بیہقی ص
۳۶۹ ج ۷، الحلی ص ۲۰۷، ۲۳۳ ج ۱۰
- ابن ابی شیبہ ص ۲۴۶ ج ۱
- ۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۲ ج ۱، الحلی ص
۲۳۳ ج ۱۰
- ۶۰۔ عبدالرزاق ص ۲۳۸ ج ۷، کنز العمال
نمبر ۲۷۹۵۵، احکام القرآن ص ۳۸۵ ج ۱،
سنن بیہقی ص ۲۶۹ ج ۷، المغنی ص ۲۶۲ ج ۷
- ۶۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۳ ج ۱، الحلی ص
۲۵۰ ج ۱۰
- ۶۲۔ سعید بن منصور ص ۳۵۸/۱ ج ۳،
سنن بیہقی ص ۳۶۵ ج ۷، ص ۲۶۲ ج ۷،
ابن ابی شیبہ ص ۲۴۳ ج ۱

- ۶۳۔ عبدالرزاق ص ۳۵۵ ج ۶، الحلی ص
۲۵۰ ج ۱۰
- ۶۴۔ المغنی ص ۶۱۶ ج ۶
- ۶۵۔ الحلی ص ۱۳۱ ج ۱۰
- ۶۶۔ عبدالرزاق ص ۳۲۲ ج ۶
- ۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ب ج ۱
- ۶۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱ ب ج ۱
- ۶۹۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۸ ج ۱
- ۷۰۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۷، الحلی ص
۲۴۸ ج ۱۰، سنن بیہقی ص ۲۴۴ ج ۷
- ۷۱۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۷، سنن بیہقی
ص ۲۴۴ ج ۷، احکام القرآن ص ۴۳۴ ج
۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ج ۱
- ۷۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ب ج ۱
- ۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸ ب ج ۱،
عبدالرزاق ص ۶۸ ج ۷، سنن سعید بن
منصور ص ۳/۲ ج ۳، الام ص ۲۵۵ ج ۷،
الموطن ص ۵۷۳ ج ۲، الحلی ص ۲۴۷ ج ۱۰،
سنن بیہقی ص ۲۵۷ ج ۷، المغنی ص ۷۱۳ ج ۷،
۱۴ ج ۶، احکام القرآن ص ۴۲۸ ج ۱
- ۷۴۔ المغنی ص ۷۰ ج ۳
- ۷۵۔ عبدالرزاق ص ۴۹۸ ج ۵

حرف الظاء

ظفر (ناخن)

- ۱۔ جمع کے جمع ایک مرتبہ ناخن کاٹنا مستحب ہے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جانے سے پہلے جمعہ کے دن ناخن کاٹے جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ ہر جمعہ اپنے ناخن اور مونچھوں کے بال کاٹتے۔
- ۲۔ ابن آدم کے اعضاء کی تکریم کی خاطر کئے ہوئے ناخنوں کو دفن کر دینا مستحب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسی طرح کرتے تھے^۱۔ (دیکھئے مادہ آدی نمبر ۲ کا جزب)
- ۳۔ محرم حالت احرام میں اپنے ناخن کاٹنے سے باز رہے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز

(۴)

ظہار (ظہار کرنا)

- ۱۔ تعریف: ظہار یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو یا اس کے کسی عضو کو جس کے ذریعے اس کے سراپا کی تعبیر ہو ایسی خاتون کے یا اس کے کسی عضو کے جس کے ذریعے اس کے سراپا کی تعبیر ہو، مشابہ قرار دے جس کے ساتھ اس کی مہبستری حرام ہو۔
- ۲۔ جس عورت کے ساتھ ظہار کیا گیا ہو اس کے لئے زوجہ ہونا شرط ہے اس لئے اپنی لونڈی یا ام ولد کے ساتھ ظہار کرنا درست نہیں ہوگا کیونکہ سورہ مجادلہ آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری ہے (والذین یظاہرون من نساء ہم وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں)
- ۳۔ ظہار کے اندر واجب ہونے والے امور: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر لے اور پھر اس سے مہبستری کا ارادہ کرے تو مہبستری سے پہلے کفارہ ادا کرنا ضروری ہوگا ظہار کے کفارے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مجادلہ آیت نمبر ۳ اور ۴ میں کیا ہے۔ ارشاد ہے (والذین یظاہرون من نساء ہم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتما سا، ذلکم تو عظون بہ واللہ بما تعملون خبیر۔ فمن لم یجد فھیام شہرین متابعین من قبل ان یتما سا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذلک

لَتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتَلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ الِیمِ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کسی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں ایک مملوک کو آزاد کرنا ہے اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ کو اس کی پوری خبر ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا ہے یہ احکام اس لئے ہیں تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے)

اگر ظہار کرنے والا کفارہ ادا کرنے سے پہلے ظہار کی ہوئی اپنی بیوی کے ساتھ ہبستری کر لے تو اس پر دو کفارے واجب ہو جائیں گے۔ ایک کفارہ ظہار کا ہو گا اور دوسرا کفارہ اس بنا پر واجب ہو گا کہ اس نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے مذکورہ بیوی کے ساتھ ہبستری کر لی تھی۔ ۳۔

حرف الظاء میں مذکورہ حوالہ جات

- ۱۔ شرح السنہ ص ۱۱۴ ج ۱۲
- ۲۔ المغنی ص ۸۸ ج ۱، المجموع ص ۳۴۹ ج ۱
- ۳۔ المحلی ص ۵۵ ج ۱۰

حرف العين

عاریتہ (عاریت) دیکھئے مادہ اعارتہ

عاشوراء (یوم عاشوراء)

محرم کی دسویں تاریخ کو عاشوراء کہتے ہیں

یوم عاشوراء کا روزہ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ھ)

عاقلہ (باپ کی جت سے بننے والے رشتہ دار)

۱- تعریف: عاقلہ وہ لوگ ہیں جو فوجداری مجرم کے ساتھ دیت کا بوجھ برداشت کرتے ہیں یہ لوگ مجرم کے باپ کی جت سے بننے والے اس کے رشتہ دار ہیں یعنی ایسے رشتہ دار جن کا نسب مجرم کے باپ کے واسطے سے ہو۔ جس شخص کا نسب اس کی ماں کے واسطے سے ہو مثلاً لعان کرنے والی عورت کا بیٹا نیز ولد زنا تو اس کے عاقلہ اس کی ماں کے عصبہ ہوں گے یعنی اس کی ماں کے وہ رشتہ دار جو اس کی ماں کے باپ کی طرف سے اور اس کے واسطے سے ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”لعان کرنے والی عورت کے ولد کے عصبہ اس کی ماں کے عصبہ ہیں“ وہ اس کے وارث ہوں گے اور اس کی طرف سے دیت بھریں گے“ ۱۔

۲- عاقلہ کی طرف سے غیر عمد جنایت کی دیت برداشت کی جائے گی، ان پر اس دیت کی قسطیں کردی جائیں گی تاکہ وہ تین سالوں کے اندر اس دیت کی ادائیگی کر دیں (دیکھئے مادہ جنایت نمبر ۵ کے جز ب کا جز ۲)

عانہ ۳ (موئے زیر ناف)

زیر ناف شرمگاہ کے ارد گرد اگنے والے سخت بالوں کو عانہ کہا جاتا ہے

موئے زیر ناف کا حلق (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب)

موئے زیر ناف صاف کرنے کے بعد غسل کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ط)

عتق (غلامی سے آزادی)

غلامی دور ہو جانے کو عتق کہتے ہیں (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸)

غلام اپنے مال میں سے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی کو آزاد نہیں کر سکتا (دیکھئے

مادہ تبرع نمبر ۳ کا جز الف)

عقر (عقل سے عاری ہونا)

۱- تعریف: کسی آفت یعنی بیماری کی وجہ سے عقل میں اس طرح خلل پڑ جانے کو عقر

کہتے ہیں کہ اس میں جتنا شخص کا کلام بعض دفعہ عقلاء کے کلام کے مشابہ ہو اور بعض دفعہ دیوانوں کے کلام کے مشابہ ہو۔ ایسے شخص کو معتوہ کہتے ہیں۔

۲۔ معتوہ کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ھ)

عدة (عدت)

۱۔ تعریف: عورت کا اپنے شوہر کی وفات یا اس کی طرف سے دی گئی طلاق کی بنا پر اپنے آپ کو ایک معلوم مدت تک انتظار میں رکھنا عدت کہلاتا ہے۔

۲۔ عدت کب شروع ہوتی ہے؟ عورت عدت کا حساب اپنے شوہر کے یوم وفات سے یا اس کی طرف سے دی گئی طلاق کے دن سے کرے گی۔ خواہ شوہر سامنے موجود ہو یا کسی اور شہر میں ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عورت یوم وفات یا یوم طلاق سے عدت گزارے گی“ ۲۔ نیز فرمایا: ”جب گواہ طلاق یا موت کی گواہی دیں تو اسی دن سے عورت کی عدت شروع ہو جائے گی“ ۳۔

۳۔ عدت کی مدت

الف۔ حاملہ کی عدت: حاملہ کی عدت کی مدت اس کے حمل کی مدت ہے، جب وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی خواہ وہ عدت وفات گزار رہی ہو یا عدت طلاق ۴۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حاملہ کا جب وضع حمل ہو جائے تو اس کی عدت پوری ہو جائے گی“ کیونکہ سورہ طلاق آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن اور حاملہ عورتوں کی مدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے) حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک عدت طلاق اور عدت وفات کی مدت (زیادہ سے زیادہ) ایک سال ہے۔

ب۔ غیر حاملہ عورت کی عدت: غیر حاملہ عورت کی عدت یا تو عدت وفات ہوگی یا عدت طلاق

۱۔ اگر یہ عدت وفات ہو تو اس کی مدت یوم وفات سے چار مہینے دس دن ہوگی کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۴ میں ارشاد باری ہے (والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً

یتربصن بانفسھن اربعہ۔ اشہر وعشرا تم میں سے جو لوگ وفات پاجائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں چار مہینے دس دن تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی) خواہ شوہر کی وفات دخول سے پہلے ہو گئی ہو یا دخول کے بعد (دیکھئے مادہ مہر نمبر ۲ کا جز ۱ و ۲) ابن حزم نے شعبی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ام ولد کو اس کا آقا اپنے مرض الموت میں آزاد کر کے وفات پا جائے تو وہ تین حیض کی عدت گزارے گی“ ۵۔ اگر آقا اسے آزاد کئے بغیر وفات پا جائے تو وہ اس کی وفات کے بعد ایک حیض کے ساتھ اپنا استبراء رحم کرے گی (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کے جز ۱ کا جز ۲) نیز (مادہ رق نمبر ۷ کا جز ۱)

مفقود کی بیوی اپنے شوہر کے گھر میں چار سال تک انتظار کرے گی۔ اگر اس کا شوہر نہ آئے اور اس کی کوئی خبر بھی نہ ملے تو اس کے شوہر کا ولی اسے طلاق دے گا اور پھر وہ چار مہینے دس دن کی عدت وفات گزارے گی۔ جابر بن زید نے روایت کی ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کو مفقود کی بیوی کے بارے میں باہم گفتگو کرتے دیکھا تھا۔ دونوں نے یہی فرمایا تھا کہ مذکورہ بیوی چار برسوں تک انتظار کرے گی پھر اس کے شوہر کا ولی اسے طلاق دے گا اور پھر وہ چار مہینے دس دن کی عدت گزارے گی ۶۔

۲۔ عدت طلاق عورت پر واجب ہوگی اگر طلاق دخول کے یا خلوت صحیحہ کے بعد واقع ہوئی ہو (دیکھئے مادہ خلوة نمبر ۳) یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک طلع فسخ ہوتا ہے طلاق نہیں ہوتا اور اس میں استبراء واجب ہوتا ہے عدت واجب نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ طلع نمبر ۵ کا جز ۱)

عدت گزارنے والی عورت کو یا تو حیض آتا ہو گا یا حیض نہیں آتا ہو گا۔

الف۔ اگر اسے حیض آتا ہو تو وہ یا تو آزاد عورت ہوگی یا لونڈی ہوگی۔ اگر آزاد یعنی حرہ ہوگی تو اس کی عدت تین قروء یعنی تین حیض ہوگی۔ اگر وہ لونڈی ہوگی تو اس کی عدت دو حیض ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”حرہ کی عدت تین حیض اور لونڈی کی عدت دو حیض ہے“ ۷۔ سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۲۲۸ میں ارشاد باری ہے (والمطلقات

یتربصن بانفسهن ثلاثہ قروء اور طلاق یافتہ عورتیں تین قروء تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں گی)

اگر عورت اپنی عدت کے دوران ایک یا دو حیض گزار لے اور پھر حیض آنا بند ہو جائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی یہ حمل کی مدت ہے۔ اگر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وہ وضع حمل تک انتظار کرے گی اور اگر حمل ظاہر نہ ہو تو وہ اس کے بعد طلاق کی عدت گزارے گی یعنی تین ماہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس عورت کو طلاق ہو جائے اور وہ ایک یا دو حیض گزار لے اور پھر اس کا حیض بند ہو جائے تو وہ نو ماہ تک انتظار کرے گی اگر پھر اس کا حمل ظاہر ہو جائے تو وضع حمل کے ساتھ اس کی عدت ختم ہو جائے گی ورنہ نو ماہ کے بعد تین ماہ کی عدت گزارے گی اور پھر آزاد ہو جائے گی“^۸۔ (دیکھئے مادہ رجبہ نمبر ۳ کا جز الف)

تیسرے حیض کے خون کا پسلا قطرہ نمودار ہونے کے ساتھ ہی اس کی عدت ختم ہو جائے گی حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر مرد اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور وہ تیسرے حیض میں داخل ہو جائے تو وہ اپنے شوہر سے بری ہو جائے گی اور شوہر اس سے بری ہو جائے گا نہ تو وہ شوہر کی وارث ہوگی اور نہ ہی شوہر اس کا وارث ہوگا اور نہ ہی شوہر اس سے رجعت کر سکے گا“^۹۔

اگر عدت کے کہ اس کی عدت ختم ہو چکی ہے تو اس کا قول قبول کر لیا جائے گا کیونکہ اس بات کا تعلق ان امور سے ہے جن کی اطلاع عام طور پر عورت کے سوا کسی اور کو نہیں ہو سکتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”فرج امانت ہے“^{۱۰}۔

ب۔ اگر عدت گزارنے والی عورت کو حیض نہ آتا ہو تو حرہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت تین ماہ ہوگی کیونکہ سورہ طلاق آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (واللانی یسن من المحیض من نساء کم ان اربتم فعدتھن ثلاثہ اشھر اور تمہاری مطلقہ بیویوں میں سے جو حیض آنے سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے) لہذا عدت کی حرہ کی عدت کا نصف ہوگی یعنی ڈیڑھ ماہ^{۱۱}۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی صحیح روایت کے مطابق خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت طلاق یافتہ

عورت کی عدت کی طرح ہے (دیکھئے مادہ خلع نمبر ۵ کا جز ب)

۴۔ عدت کے آثار و احکام:

الف۔ اپنے شوہر کے گھر میں عدت گزارنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عدت خواہ طلاق رجعی کی ہو یا طلاق بائن کی مطلقہ اسے اپنے شوہر کے گھر گزارے گی اس طرح بیوہ بھی عدت وفات اپنے مرحوم شوہر کے گھر گزارے گی اور عدت ختم ہونے تک مذکورہ عورتیں اپنے شوہروں کے گھروں سے کہیں اور منتقل نہیں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا: ”مبتوتہ (طلاق بائن پانے والی) اور بیوہ ہو جانے والی اپنے شوہروں کے گھروں سے کہیں اور منتقل نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس کی مدت ختم ہو جائے“ ۱۲۔ نیز فرمایا: ”مبتوتہ“ اپنے شوہر کے گھر سے منتقل نہیں ہوگی جب تک اس کی مدت ختم نہ ہو جائے“ ۱۳۔

سورہ طلاق آیت نمبر ۱ میں ارشاد باری ہے یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتھن واحصواالعدة واتقواالله ربکم لا تخرجوهن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یتین بفاحشہ۔ مبینہ۔ اے نبی لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کا خیال رکھو اور اپنے پروردگار اللہ سے ڈرتے رہو انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عدت گزار جانے سے پہلے ان کا نکل جانا فاحشہ یعنی کھلی بے حیائی ہے“ ۱۴۔

ب۔ اپنے گھر کے سوا کسی اور مقام پر رات نہ گزارنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عدت طلاق اور عدت وفات گزارنے والی عورت کے لئے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ رات گزارنا جائز نہیں ہے البتہ دن کے وقت اس کے لئے اپنی ضرورت کے تحت یا ان رشتہ داروں کی ملاقات کے لئے گھر سے نکلنا جائز ہے جن سے ملاقات کا اس پر حق ہے۔ آپ نے فرمایا: ”مبتوتہ اور بیوہ صرف اپنے گھر پر رات گزارے گی یہاں تک کہ اس کی عدت گزار جائے“ ۱۵۔ حضرت ابن عمرؓ بیمار پڑ گئے آپ کی ایک بیوہ بیٹی

جو عدت میں تھی آپ کی عیادت کے لئے آئی جب رات ہونے لگی تو اس نے آپ سے اسی جگہ رات گزارنے کی اجازت طلب کی لیکن آپ نے اسے حکم دیا کہ اپنے مرحوم شوہر کے گھر جا کر رات گزارے^{۱۶}۔ ایک روایت میں ہے کہ مذکورہ بیٹی دن کے وقت اپنے آبائی گھر میں آئی اور اہل خاندان سے باتوں میں لگی رہتی جب رات ہوتی تو آپ اسے اپنے گھر واپس جانے کا حکم دیتے^{۱۷}۔ آپ کے پاس سائب بن خباب کی بیوی آئی اور اپنے شوہر کی وفات کا ذکر کر کے بتایا کہ قباء کے مقام پر ان کی کوئی زمین ہے اور پھر پوچھا کہ آیا میں اس زمین پر جا کر رات گزار سکتی ہوں؟ آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اس پر عمل کرتے ہوئی مذکورہ خاتون صبح ہی صبح مدینہ سے نکل جاتی اور زمین پر پہنچ کر وہاں دن گزارتی اور شام کے وقت مدینہ واپس آ کر رات اپنے گھر میں گزارتی^{۱۸}۔

رجعی طلاق یافتہ عورت عدت کے دوران دن کے وقت بھی صرف اپنے شوہر کی اجازت سے باہر نکلے گی^{۱۹}۔ (دیکھئے مادہ استیذان نمبر ۳)

ج۔ مطلقہ عورت کے پاس آنے کے لئے شوہر کا استیذان: اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیدے خواہ یہ رجعی طلاق کیوں نہ ہو تو اس کے لئے اجازت حاصل کئے بغیر اس کے پاس آنا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ استیذان نمبر ۲ کا جز ۵)

د۔ احوال: عدت و وفات گزارنے والی بیوہ پر احوال یعنی ترک زینت لازم ہے وہ سرمہ نہیں لگائے گی، نہ ہی خوشبو لگائے گی اور نہ ہی مندی۔ وہ رنگین لباس بھی نہیں پہنے گی اور نہ ہی زیور استعمال کرے گی (دیکھئے مادہ حدود نمبر ۲)

ه۔ عدت کے دوران شوہر کے اسلام لے آنے کی بنا پر زوجیت کی طرف واپسی: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ غیر مسلم جوڑے کے درمیان ان میں سے ایک کے مسلمان ہو جانے کی بنا پر وجود میں آنے والی علیحدگی عدت گزارنے پر مبنی ہوگی۔ اگر عدت گزار جانے سے پہلے دوسرا فریق مسلمان ہو جائے تو دونوں کا نکاح باقی رہ جائے گا۔ اگر وہ مسلمان نہ ہو اور عدت گزار جائے تو دونوں کے دین میں اختلاف کی وجہ سے علیحدگی واقع ہو جائے گی اور نئے سرے سے عدت گزارنے کی ضرورت نہیں

ہوگی ۲۰۔

و۔ نان و نفقہ: عدت گزارنے والے عورت یا تو عدت وفات گزارنے رہی ہوگی یا عدت طلاق۔

۱۔ اگر وہ عدت وفات گزار رہی ہو تو عدت کے دوران اس کا نفقہ یعنی خرچ اس کے مرحوم شوہر کے ذمہ ہوگا اور اس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا خواہ بیوہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ حاملہ کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”عدت وفات گزارنے والی حاملہ عورت کا نفقہ پورے مال یعنی ترکہ سے وصول کیا جائے گا“ ۲۱۔ حاملہ اور غیر حاملہ کے بارے میں آپ نے فرمایا: ”عدت وفات گزار والی پر پورے مال یعنی ترکہ سے خرچ کیا جائے گا“ ۲۲۔ ابن جریج نے روایت کی ہے کہ ابن شہاب زہری سے پوچھا گیا کہ عدت وفات گزارنے والی عورت کا نفقہ کس کے ذمہ ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ اس کا نفقہ خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ اس کے شوہر کے چھوڑے ہوئے پورے مال سے دیا جائے گا۔ لیکن ائمہ نے یہ بات تسلیم نہیں کی اور یہ فیصلہ دیا کہ اسے کوئی نفقہ نہیں ملے گا ۲۳۔

۲۔ اگر عورت عدت طلاق گزار رہی ہو اور یہ رجعی طلاق ہو تو اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا اور اگر یہ بائن طلاق ہو تو مطلقہ کو صرف رہائش کی سہولت ملے گی جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اس کو نفقہ نہیں ملے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”مبتوتہ (طلاق بائن پانے والی) کے لئے کوئی نفقہ نہیں“ ۲۴۔

ز۔ طلاق رجعی والی عدت کے اندر قذف یعنی زنا کاری کا الزام لعان کا موجب ہوتا ہے اور طلاق بائن کے اندر حد کا (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۲ کا جز الف)

عربون (بیانہ یا بیعانہ)

۱۔ تعریف: عربون اس رقم کو کہتے ہیں جسے مشتری بائع کو یہ کہہ کر اس کے حوالے کر دیتا ہے کہ اگر وہ مال خرید لے گا تو ثمن کے اندر اس رقم کا حساب کر لے گا اور اگر

نہیں خریدے گا تو یہ رقم بائع کی ہو جائے گی ۲۵۔

۲۔ عربوں کا حکم: حضرت ابن عمرؓ بیع عربوں کے جواز کے قائل تھے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جزب کا جز ۵)

عرفات (میدان عرفات)

۱۔ تعریف: عرفات اس موقف کو کہتے ہیں جہاں حاجی ذی الحجہ کے نویں دن جبل عرفہ پر وقوف کرتے ہیں۔

۲۔ عرفات میں وقوف کے لئے غسل کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جز ب) نیز (مادہ غسل نمبر ۲ کا جز ج)

عرفات میں وقوف (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

عرفات میں وقوف کا آخری وقت (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۹)

عرفات میں دعا کی قبولیت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز د)

یوم عرفہ کا روزہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز واو کا جز ۳)

عرق (پسینہ)

۱۔ تعریف: جلد کے مسام سے نکلنے والے پسینے کو عرق کہتے ہیں۔

۲۔ پسینہ کا پاک ہونا

جنسی کا پسینہ پاک ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز الف)

جلالہ (گندگی کھانے والے جانور) کا پسینہ مکروہ ہے (دیکھئے مادہ جلالہ نمبر ۲ کا جز

الف)

عزل (عزل کرنا)

۱۔ تعریف: عورت کو حاملہ ہونے سے روکنے کے لئے مادہ منویہ کو اس کے رحم تک پہنچنے نہ دینا عزل کہلاتا ہے

۲۔ عزل کا حکم: جہاں تک میرا علم ہے حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اصل کے اعتبار سے عزل مباح ہے۔ اس لئے جو شخص چاہے عزل کرے اور جو نہ چاہے نہ

کرے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ میں ارشاد باری ہے (نسانوکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شستم تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو آؤ) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: ”جو شخص چاہے عزل کرے اور جو نہ چاہے نہ کرے“^{۲۶}۔ تاہم آزاد عورت یعنی حرہ کو بچے پر حق حاصل ہوتا ہے اس لئے شوہر اپنی حرہ بیوی کی اجازت ہی کے تحت اس سے عزل کر سکتا ہے لونڈی سے عزل کرنا جائز ہے خواہ وہ اس کی اجازت دے یا اجازت نہ دے اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”لونڈی سے عزل کیا جائے گا اور حرہ سے اس بارے میں اجازت لی جائے گی“^{۲۷}۔ تاہم آپ درج ذیل وجوہ کی بنا پر عزل کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے روکتے تھے خواہ لونڈی سے عزل ہو یا حرہ سے۔ عزل کو ناپسند کرنے کی بنیاد تھی کہ اسلام کا پرچم دنیا پر سایہ فگن کرنے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کی خاطر اپنے دشمنوں پر غلبہ پانے کے لئے مسلمانوں کو اپنی تعداد بڑھانے کی ضرورت تھی اسی طرح اسلام کی طرف سے غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کی ترغیب پر لبیک کہنے کی خاطر اور لوگوں کو عملی طور پر اس کی دعوت دینے کی غرض سے عزل سے کنارہ کشی ضروری تھی۔ اس سلسلے میں غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کی ایک عملی صورت یہ تھی کہ آقا اپنی لونڈی کے ساتھ مہستری کرتا اور عزل سے پہلو تہی کرنے کی وجہ سے اس کے نطفے سے لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہو جاتا اور اس طرح لونڈی ام ولد بن کی آقا کی وفات کے بعد آزاد ہو جاتی۔ علاوہ ازیں عزل نہ کرنے کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ ہر عورت کے اندر فطری طور پر موجود ماں بننے کی خواہش اس سے پوری جاتی۔ ان وجوہات کی بنا پر حضرت ابن عمرؓ عزل نہ کرتے^{۲۸}۔ اور فرماتے کہ ”اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا کوئی بیٹا عزل کرتا ہے تو میں اس کی بری طرح خبر لوں گا“^{۲۹}۔ بلکہ ایسا بھی ہوا کہ آپ نے عزل کرنے پر اپنے ایک بیٹے کی پٹائی بھی زردی سن۔^{۳۰}۔ میمون بن مہران نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک بیٹے کے لئے لونڈی خریدی کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد بیٹے سے پوچھا کہ لونڈی ابھی تک حاملہ نہیں ہوئی ہے شاید تم اس سے عزل کرتے ہو؟ لیکن یاد رکھو اگر مجھے اس بات کا پتہ چل گیا

تو مار مار کر میں تمہاری پشت لال کر دوں گا^{۳۱}۔ یہ ممانعت اور تادیب کا یہ عمل حضرت ابن عمرؓ کا اپنا اجتہاد تھا، حکم شرع نہیں تھا۔ اس کی وضاحت خود آپ نے کی ہے۔ عیاض کہتے ہیں کہ ”خدا کی قسم“ میں نماز میں کھڑا تھا کہ حضرت ابن عمرؓ کو سنا کہ آپ بڑی سختی کے ساتھ عزل سے روک رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر میں آپ کی طرف گیا اور عرض کیا کہ میرے خیال میں آپ یہ بات اپنی طرف سے یعنی اپنے اجتہاد سے کہہ رہے ہیں؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا^{۳۲}۔

۳۔ عزل کے اثرات: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اگر آقاؐ اپنی لونڈی کے ساتھ مہستری کرتے ہوئے عزل کر لے اور پھر لونڈی کے کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو اس بچے کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا^{۳۳}۔ الایہ کہ آقاؐ اس کا دعویٰ کرے۔ دعویٰ کرنے کی صورت میں بچے کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا۔

عسل (شہد)

شہد وہ شیریں مادہ ہے جو شہد کی مکھوں کے پیٹ سے نکلتا ہے۔
شہد کے اندر زکوٰۃ کا عدم وجوب (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز واد)

عشاء (عشاء کی نماز)

۱۔ اس کا نام: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص عشاء کو متمم کے نام سے پکارے۔ اگر آپ کسی کو عشاء کی بجائے متمم کہتے ہوئے سنتے تو چیخ پڑتے اور غصے سے کہتے کہ ”یہ تو عشاء ہے“^{۳۴}۔ آپ فرماتے: ”جو شخص متمم کی نماز کے گا وہ گنہگار ہوگا“^{۳۵}۔ آپ شاید یہ کہہ کر امام مسلم کی اس روایت کی طرف اشارہ کرتے جس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ: ”اعراب یعنی بدو لوگ تمہاری نماز کے نام کے سلسلے میں تم پر غالب نہ آجائیں“ یہ لوگ اسے متمم کے نام سے پکارتے ہیں، آگاہ رہو یہ عشاء کی نماز ہے۔ بدو لوگ اندھیرا چھا جانے پر اونٹنیوں کا دودھ دوتے ہیں“^{۳۶}۔

۲۔ نماز عشاء کی فرضیت: (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴)
 عشاء کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۱)
 نماز عشاء میں پڑھی جانے والی قرات (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۲)
 جماعت کے ساتھ عشاء کی نماز کی ادائیگی کی محافظت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز
 الف کا جز ۲)

مغرب اور عشاء کے درمیان وقت کا نماز کے ذریعے احیاء (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر
 ۳۲)

عشاء کی نماز کے بعد بیٹھ کر کہیں لڑانے کی کراہت (دیکھئے مادہ سمر)
 عشر (دسواں حصہ)

عشر کے لفظ کا اطلاق کر کے اس سے دو باتیں مراد لی جاتی ہیں۔

اول۔ اسلامی مملکت کے حدود میں داخل ہونے والے تاجروں سے وصول کیا جانے والا
 سرکاری ٹیکس۔ حضرت ابن عمرؓ وصول شدہ اس ٹیکس کو زکوٰۃ کی مد میں حساب کرنے
 کو جائز قرار نہیں دیتے تھے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۱ کا جز داؤ)
 باغیوں کی طرف سے عشر کی وصولی (دیکھئے مادہ غنی نمبر ۳ کا جز ب)
 دوم۔ کاشتکار کی طرف سے اپنی فصل اٹھانے کے موقع پر اس کے دسویں یا بیسویں حصے کا
 اخراج۔ یہی فصل کی زکوٰۃ ہوتی ہے (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۹ کا جز ھ)

عصابتہ (پٹی) www.KitaboSunnat.com

زخمی عضو پر باندھی جانے والی پٹی کو عصابہ کہتے ہیں۔
 وضو کے اندر عصابہ پر مسح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ جبیرۃ)

عصبۃ (عصبہ)

۱۔ تعریف: کسی شخص کے عصبہ وہ رشتہ دار ہیں جن کی رشتہ داری اس کے باپ کی
 جہت سے ہو۔

میراث کے اندر عصبہ وہ ورثاء ہیں جو ذوی الفروض کی طرف سے ترکہ میں اپنے

- اپنے حصے وصول کر لینے کے بعد باقیمانہ ترکہ حاصل کر لیتے ہیں۔
- ۲۔ ذوی الفروض کے حصوں کی ادائیگی کے بعد ترکہ کے اندر باقیمانہ حصے پر عصبہ کی وراثت کا استحقاق (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز الف)
- عصبہ دیت کا بوجھ برداشت کریں گے۔ (دیکھئے مادہ عاقلہ نمبر ۲)
- نکاح کی ولایت پر عصبہ کا استحقاق (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ب کا جز ز)
- عصر (عصر کی نماز)
- عصر کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ا)
- عصر کی نماز کی فریضت اور اس کا ”صلوٰۃ وسطیٰ“ ہونا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴)
- عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کا حکم (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۴)
- ظہر اور عصر کے درمیان وقت کا نماز کے ذریعے احیاء (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۱)
- عطاء (سرکاری وظیفہ)

۱۔ تعریف: امام المسلمین کی طرف سے کسی مسلمان کے لئے فنی یعنی بیت المال سے مقرر کردہ وظیفہ کو عطاء کہتے ہیں۔

- ۲۔ آزاد شدہ غلاموں کا عطاء میں استحقاق: حضرت عمرؓ نے جب قبائل کی مردم شماری کے رجسٹر بنائے اور وظائف مقرر کئے تو آپؐ نے وظائف کے استحقاق کے اندر کسی عربی اور آزاد شدہ کسی غلام یعنی مولیٰ کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔ اس کی تفصیل ہم نے (موسوعۃ فقہ عمر مادہ فنی نمبر ۳ کے جز ب کے جز ۳ کے جز ز) میں بیان کر دی ہے۔ پھر معاملہ اسی طرح چتا رہا اور جب حضرت معاویہؓ کی حکومت آئی تو انہوں نے آزاد شدہ مسلمان مولیٰ کے وظائف بند کر دیئے اور وظائف کو عربوں کے ساتھ خاص کر دیا حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ مولیٰ یعنی آزاد شدہ مسلمان غلاموں کو بھی یہ وظائف دیئے جائیں۔ آپؐ نے اس سلسلے میں حضرت معاویہؓ کی مخالفت کی۔ عبدالرزاق نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی ملاقات حضرت معاویہؓ سے ہوئی۔ انہوں نے آپؐ سے کہا کہ اگر حاجت ہو تو بیان کرو، آپؐ نے جواب دیا: ”میری حاجت یہ ہے کہ تمہارے ارد گرد خون نہ بہایا جائے، کیونکہ لوگ اسی طرح کرتے آئے

ہیں..... آپ کا اشارہ حضرت عمرؓ کی مقرر کردہ اس پالیسی کی طرف تھا کہ کوئی شخص پوچھ سمجھ کے بغیر قتل نہ کیا جائے^{۳۷}۔ اور تمہارے علاوہ کوئی شخص اس منبر پر نہ بیٹھے نیز تم آزاد شدہ غلاموں کے وظائف جاری کردو کیونکہ عمرؓ نے ان کے یہ وظائف جاری کئے تھے“^{۳۸}۔

عطاس (چھینک مارنا)

۱۔ انسان جب چھینک مارے تو الحمد للہ کتنا مسنون ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ الحمد للہ کے ساتھ السلام علی رسول اللہ ملا لینا بھی پسند کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کے قریب چھینک ماری اور ”الحمد للہ رب العالمین“ کہا آپ نے فرمایا: اس شخص نے ”والسلام علی رسول اللہ“ کہہ کر اس فقرے کا اتمام کیوں نہیں کیا“^{۳۹}۔

۲۔ یہ بھی مسنون ہے کہ چھینک مارنے والے کو ”یرحمک اللہ“ کہا جائے حضرت ابن عمرؓ جب چھینک مارتے اور آپ سے کہا جاتا ”یرحمک اللہ“ تو آپ فرماتے ”یرحمنا اللہ وایاکم ویغفر لنا ولکم“^{۴۰}۔ (اللہ ہم پر اور تم پر رحم فرمائے اور ہمیں اور تمہیں بخش دے) البتہ چھینک مارنے والے کو صرف اس وقت ”یرحمک اللہ“ کہا جائے جب اس نے چھینک مار کر ”الحمد للہ“ کہا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ مسجد میں آئے۔ مسجد کے ایک گوشے سے کسی کی چھینک کی آواز آئی آپ نے اس سے فرمایا ”اگر تم نے اللہ کی تعریف کی ہے یعنی الحمد للہ کہا ہے تو پھر اللہ تم پر رحم فرمائے“^{۴۱}۔ یعنی پھر ہم تمہیں ”یرحمک اللہ“ کہتے ہیں۔

واجب خطبہ مثلاً خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین کے دوران چھینک مارنے والے کو ”یرحمک اللہ“ کتنا مکروہ ہے^{۴۲}۔ اس لئے کہ خطبے کی صورت میں انسان کا فرض ہے کہ وہ خطبہ سننے میں مشغول رہے۔ نیز ”یرحمک اللہ“ کی بنا پر سامعین کی یکسوئی میں خلل پیدا ہو جائے گا۔ اس کراہت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خطبہ سنتا فرض ہے جبکہ چھینک مارنے والے کو ”یرحمک اللہ“ کتنا سنت ہے اور سنت کی ادائیگی کی خاطر فرض کی ادائیگی میں خلل نہیں پیدا کیا جاسکتا (دیکھئے مادہ تقلم نمبر ۴)

عظم (ہڈی)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جانور کی موت کے ساتھ اس کی ہڈی نجس ہو جاتی ہے اور رطوبت والی چیز میں مردار کی ہڈیوں کا استعمال جائز نہیں ہے کیونکہ مذکورہ چیز ان ہڈیوں کی وجہ سے نجس ہو جائے گی۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ ہاتھی کی ہڈیوں سے بنے ہوئے پیالے میں موجود تیل کو استعمال میں لانا مکروہ یعنی ناجائز سمجھتے تھے کیونکہ ہاتھی مردار ہے ۴۳۔

عقوبۃ (سزا)

۱۔ تعریف: عقوبت ان دنیاوی سزاؤں کو کہتے ہیں جنہیں شریعت کی خلاف ورزی کرنے والے پر عائد کر دیا جاتا ہے۔

۲۔ عقوبت کی انواع: عقوبت کی کئی انواع ہیں۔ یعنی حدود (دیکھئے مادہ حد) قصاص (دیکھئے مادہ جناۃ نمبر ۵) تعزیرات (دیکھئے مادہ تعزیر) اور کفارات (دیکھئے مادہ کفارة) جہاں تک دیتوں اور جرمانوں کا تعلق ہے تو وہ عقوبت نہیں ہیں بلکہ وہ ضمان یعنی تادان کی صورتیں ہیں۔

عقیقہ (عقیقہ)

۱۔ تعریف: عقیقہ اس ذبیحہ کو کہتے ہیں جسے بچے کی پیدائش پر اللہ کا شکر ادا کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کی غرض سے ذبح کیا جاتا ہے۔

۲۔ عقیقہ سنت ہے: حضرت ابن عمرؓ عقیقہ کے سلسلے میں بچے یا بچی کی پیدائش کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے ولد کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کرتے تھے، ۴۴۔ یعنی بچے یا بچی کی پیدائش پر ایک بکری ذبح کرتے تھے۔ آپ کے خاندان کا کوئی فرد اگر آپ سے عقیقہ طلب کرتا تو اسے دیدیتے۔ آپ فرماتے بچے کے لئے ایک بکری اور بچی کے لئے ایک بکری ۴۵۔ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کیا جائے گا۔ محارب ابن دثار نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”مولود کی پیدائش کے ساتویں دن اس کے سر کے بال مونڈ دیئے جائیں گے اور

حقیقہ کے جانور کا خون اس کے سر پر مل دیا جائے گا اور بالوں کے ہم وزن چاندی کے صدقہ کر دیا جائے گا“^{۳۶}۔

علاج (علاج کرنا) دیکھئے مادہ تداوی
علم (علم)

- ۱۔ تعریف: کسی چیز کی حقیقت کے ادراک کو علم کہتے ہیں۔
- ۲۔ تعلیم کی ابتدا کب کی جائے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ بچے کو علم سکھانا اس وقت شروع کیا جائے جب وہ اس علم کی حقیقت کا ادراک کرنا شروع کر دے۔ بتائیں جب بچہ تمیز کے مرحلے میں داخل ہو جائے تو اسے نماز کی تعلیم شروع کر دی جائے“ آپ نے فرمایا: ”جب بچہ اپنے دائیں بائیں میں امتیاز کرنے لگے تو اسے نماز کی تعلیم دی جائے“^{۳۷}۔

۳۔ کتابت علم: حضرت ابن عمرؓ طالب علم کے لئے علم کی کتابت کو ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ کتابت یعنی تحریر پر اعتماد طالب علم کی قوت حافظہ کو کمزور کر دیتا ہے۔ نیز یہ وجہ بھی تھی کہ تحریر کی بنا پر لوگ علماء کی مجالست سے مستغنی نہ ہو جائیں۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض دفعہ ایک کتاب ایسے شخص کے ہاتھ آ جاتی ہے جو اسے پوری طرح سمجھ نہیں سکتا اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ”ہم بہت سی باتیں ایک کتاب میں لکھ لیا کرتے تھے اور پھر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آ کر میں ان باتوں کے بارے میں آپ سے پوچھ لیا کرتا تاہم اپنی تحریر کو آپ سے پوشیدہ رکھتا۔ اگر آپ کو معلوم ہو جاتا کہ میں نے یہ باتیں لکھ لی ہیں تو پھر میرے اور آپ کے درمیان ہمیشہ کے لئے فیصلہ ہو جاتا“^{۳۸}۔

۴۔ یقین کی بنیاد پر جواب دینا: اگر کسی عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے اور اسے اس کا جواب نہ آتا ہو تو اس پر لازم ہو گا کہ جواب دینے سے گریز کرے اور کہدے کہ ”مجھے نہیں معلوم“ یہی بات اس کے دین کی سلامتی کے لئے زیادہ مناسب اور اس کی ہیبت کی زیادہ محافظ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا آپ نے

جواب دیا کہ: ”مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے“ جب سائل چلا گیا تو آپ نے فرمایا ”ابن عمرؓ نے بت اچھی بات کہی“ اس سے ایسا مسئلہ پوچھا گیا جس کا اسے علم نہیں تھا اور اس نے کہہ دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے“^{۴۹}۔ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا آپ نے اپنا سر ہلادیا اور اسے کوئی جواب نہیں دیا لوگوں نے خیال کیا کہ شاید آپ نے اس کا مسئلہ سنا ہی نہیں۔ سائل نے آپ سے کہا: ”اللہ آپ پر رحم کرے کیا آپ نے میرا مسئلہ نہیں سنا؟“ آپ نے جواب دیا: ”میں نے سن لیا، لیکن تم لوگ گویا یہ سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھ سمجھ نہیں کرے گا جو تم ہم سے پوچھتے ہو، اللہ تم پر رحم کرے، ہمیں تم چھوڑ دو تاکہ ہم تمہارے مسئلے کو اچھی طرح سمجھ لیں، اگر اس مسئلے کا جواب ہمارے پاس ہو گا تو ہم تمہیں بتا دیں گے ورنہ اپنی لاعلمی کا تم سے اظہار کر دیں گے“^{۵۰}۔

۵۔ حضور ﷺ سے حدیث روایت کرنے کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ کا طرز عمل: حضرت ابن عمرؓ حضور ﷺ سے حدیث کی روایت کرنے سے بچتے تھے اور لغزش کے خوف سے بہت کم روایت کرتے حتیٰ کہ شعبیؒ نے کہا ہے کہ ”میں نے ایک سال تک حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ مجالست رکھی لیکن میں نے اس دوران آپ کو حضور ﷺ سے کوئی حدیث بیان کرتے نہیں سنا“^{۵۱}۔ اسحق بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”میں نے ابن عمرؓ سے بڑھ کر کسی شخص کو حضور ﷺ سے حدیث بیان کرنے سے بچتے نہیں دیکھا“^{۵۲}۔ اگر آپ حضور ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ ﷺ کے ہو ہو الفاظ بیان کرنے کا التزام کرتے اور ان الفاظ میں نہ کوئی کمی کرتے اور نہ ہی اضافہ۔ ابو جعفر الباقریؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب حضور ﷺ سے کوئی حدیث سنتے تو اسے بیان کرتے وقت اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرتے^{۵۳}۔

عمامتہ (پگڑی)

۱۔ تعریف: سر پر لپیٹے جانے والے کپڑے کو عمامہ کہتے ہیں۔

- ۲۔ گہڑی باندھنے کی کیفیت: اگر کوئی شخص گہڑی باندھے تو اس کے لئے مسنون ہے کہ اپنی گہڑی کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دے۔ حضرت ابن عمرؓ جب سر پر گہڑی باندھتے تو اسے سر کے گرد پھرا کر لپیٹ لیتے اور سر کے پیچھے اسے کھونس لیتے اور گہڑی کا شملہ اپنے کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے^{۵۳}۔ میت کی گہڑی اسی طرح باندھی جائے کہ اس کے کنارے کو اس کے چہرے پر ڈال دیا جائے اور پھر ٹھوڑی کے نیچے سے سر پر گہڑی لپیٹی جائے اور اسے سر کی طرف سے جھکا کر اس کا دوسرا کنارہ اس کے چہرے پر ڈال دیا جائے۔ اس کی تفصیل (مادہ موت نمبر ۵ کے جز ج) میں آئے گی۔
- ۳۔ وضو کے اندر گہڑی پر مسح کرنا: حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر گہڑی پر مسح کرنے کو اس صورت میں جائز قرار نہیں دیتے تھے جب وضو کرنے والا اپنے سر پر مسح نہ کرے^{۵۵}۔ آپ جب سر کا مسح کرتے تو گہڑی اوپر کر لیتے اور سر کے اگلے حصے پر مسح کرتے^{۵۶}۔

عمد (جان بوجھ کر کوئی کام کرنا)

عمد آجنایت (دیکھئے مادہ جنایت نمبر ۴ کا جز الف)

عمری (ہبہ کی ایک قسم)

- ۱۔ تعریف: زندگی بھر کے لئے کسی کو کوئی چیز ہبہ کر دینا عمری کہلاتا ہے۔
- ۲۔ عمری کی ملکیت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو ایک چیز عمری کے طور پر ہبہ کر دے تو یہ دوسرا شخص مذکورہ چیز پر قبضہ کرتے ہی اس کا مالک بن جاتا ہے اور اس کے بعد اس چیز کی تمام پیداوار مثلاً پیدا ہونے والے بچوں اور پھلوں وغیرہ کا بھی مالک بن جاتا ہے۔ اگر وہ مرجائے تو مذکورہ چیز اس کے ورثاء کو مل جائے گی^{۵۷}۔ ایک دیہاتی حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنے بیٹے کو اس کی زندگی بھر کے لئے ایک اونٹنی ہبہ کر دی تھی اور اب اس اونٹنی سے بہت سے بچے پیدا ہو کر اونٹنیاں اور اونٹ بن گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”یہ اونٹنی اس کی زندگی اور موت میں اسی کی ہے۔ دیہاتی نے کہا: ”میں نے یہ اونٹنی اس پر صدقہ کیا

تھا“ آپ نے فرمایا: ”یہ بات تمہیں مذکورہ اونٹنی سے اور زیادہ دور کر دینے والی بات ہے“ ۵۸۔

یہ ضروری ہے کہ ہم عمری اور اعارہ کے درمیان اچھی طرح فرق کر لیں۔ عمری کا وقوع ایک چیز کے عین پر ہوتا ہے جبکہ اعارہ ایک چیز کے منافع (جمع منفعات) پر واقع ہوتا ہے حضرت ابن عمرؓ بھی دونوں کے درمیان واضح طور پر فرق رکھتے تھے۔ آپ کی بہن حضرت حفصہؓ نے اپنا مکان اسماء بن زید بن الخطاب کو اسماء کی زندگی بھر کے لئے عاریت کے طور پر دیدیا۔ پھر حضرت حفصہؓ فوت ہو گئیں اور پھر اسماء فوت ہوئیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسماء کی وفات کے بعد مذکورہ مکان لے لیا اور اسے اپنی ہمشیرہ حضرت حفصہؓ سے وراثت تصور کیا۔ امام مالک نے ”الموطا“ میں روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حضرت حفصہؓ سے ان کے مکان کے وارث بنے۔ حضرت حفصہؓ نے یہ مکان اسماء بنت زید کو زندگی بھر کے لئے رہائش رکھنے کی خاطر دیا تھا۔ جب اسماء فوت ہو گئیں تو حضرت ابن عمرؓ نے یہ مکان اپنے قبضے میں لے لیا اور یہ رائے ظاہر کی کہ یہ مکان اب میرا ہے ۵۹۔ یہی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ اعارہ کے طور پر پیش آیا تھا عمری کے طور پر نہیں۔ زرقانی نے ”الموطا“ کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ بات حضرت ابن عمرؓ کے اس مسلک پر دلالت کرتی ہے کہ عمری سکنی (رہائش کے لئے استعمال) سے مختلف ہے ۶۰۔

عمرۃ (عمرہ)

۱۔ تعریف: احرام باندھ کر کعبہ کے گرد طواف کے ذریعے نیز صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے ذریعے مسجد حرام کو آباد رکھنا عمرہ کہلاتا ہے۔

۲۔ عمرہ کا شمار اللہ کے راستے میں ہوتا ہے: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حج اور عمرہ ”سبیل اللہ“ (اللہ کے راستے) میں شمار ہوتے ہیں۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اپنا مال اللہ کے راستے میں وقف کر دے یا اللہ کے راستے میں کوئی نذر مانے تو اس کے لئے اپنا یہ مال حج اور عمرہ میں خرچ کر دینا جائز ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کا ”فی سبیل اللہ“ والا حصہ

جج اور عمرہ میں صرف کرنا جائز ہے (دیکھئے مادہ جج نمبر ۵)

۳۔ عمرے کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جج کے فریضے کی طرح عمرہ بھی فرض ہے اور جس پر جج فرض ہو جائے اس پر عمرہ فرض ہو جاتا ہے^{۶۱}۔ اور اس فرض عمرے کے لئے جج تمتع کا عمرہ کافی ہو جاتا ہے^{۶۲}۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی مخلوق یعنی مسلمانوں میں سے ہر صاحب استطاعت پر ایک جج اور ایک عمرہ واجب یعنی فرض ہے اس کے بعد وہ جو بھی زائد جج یا عمرہ کرے گا وہ اس کے لئے نفل اور خیر شمار ہوگا“^{۶۳}۔ جج سے احصار کی صورت میں جج کا واجب عمرے میں تبدیل ہو جانا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کا جز ب کا جز ۱)

۴۔ عمرہ کرنے کا وقت: مشاعر جج کی ادائیگی کے ایام کے سوا تمام ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ ذوالحجہ کے مہینے کے سوا دیگر مہینوں میں عمرہ کرنا مذکورہ مہینے میں عمرہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ دیگر مہینوں میں عمرہ کرنے کی وجہ سے مسجد حرام مسلسل اور سال بھر آباد رہے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ذوالحجہ کے سوا کسی اور مہینے میں عمرہ کرنا مجھے زیادہ پسند ہے“^{۶۴}۔ اگر کوئی شخص ذوالحجہ میں عمرہ کرنا چاہے تو جج سے قبل ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کے دوران عمرہ کرنا جج کے بعد عمرہ کرنے کی بہ نسبت زیادہ پسندیدہ ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ذوالحجہ کے اندر جج سے قبل عمرہ کرنا اور ہدی دینا جج کے بعد عمرہ کرنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے“^{۶۵}۔ اگر مذکورہ شخص جج کے بعد عمرہ کرے تو بھی جائز ہوگا۔ بسر بن سعید کہتے ہیں کہ میری ہمیشہ نے جج ادا کرنے کے بعد ذوالحجہ کے اندر عمرہ کرنے کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ”ہاں، تم عمرہ کر سکتی ہو“^{۶۶}۔

۵۔ ایک سال کے دوران کئی مرتبہ عمرہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں ایک سال کے دوران کئی مرتبہ عمرہ ادا کرنے میں کوئی کراہت نہیں تھی۔ خود آپ ہر سال ایک عمرہ کرتے تھے لیکن بنو امیہ اور حضرت ابن الزبیرؓ کے درمیان جنگ کے سال آپ نے شوال اور رجب کے مہینوں میں عمرہ کیا^{۶۷}۔

۶۔ عمرہ ادا کرنے کی کیفیت: جو شخص عمرہ کرنا چاہے وہ میقات سے عمرے کا احرام

باندھے گا (دیکھئے مادہ احرام) پھر تبلیہ کے گا اور حرم میں داخل ہوتے ہی تبلیہ منقطع کر دے گا۔ پھر طواف قدم کر کے طواف کی دو رکعت پڑھے گا جیسا کہ (مادہ حج نمبر ۵) میں گذر چکا ہے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱) اس کے ساتھ اس کا عمرہ ادا ہو جائے گا اور وہ اپنا احرام کھول دے گا۔

عورة (ستر)

۱۔ تعریف: عورت انسان کے جسم کا وہ حصہ ہے جسے ڈھانپ کر رکھنا شارع نے فرض کر دیا ہے۔ اور اسے برہنہ کرنا حرام قرار دیا ہے۔

۲۔ ستر کے احکام

الف۔ ہم نے (مادہ حجاب نمبر ۲) میں عورت کے ستر کے حدود بیان کر دیئے ہیں۔ یعنی اپنے جسم کے کس حصے کو وہ کھلا رکھ سکتی ہے اور کن حصوں کو کھلا رکھنا اس پر حرام ہے۔

ب۔ ستر پوشی: نماز کے اندر اور نماز سے باہر ستر پوشی فرض ہے۔ اگر نمازی کو صرف اتنا کپڑا میسر ہو جس کے ذریعے وہ اپنے آدھے جسم کو ڈھانپ سکتا ہو تو وہ اس کپڑے سے اپنے جسم کے زیریں نصف حصے کو یعنی ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈھانپ لے گا کیونکہ یہ حصہ ستر ہے۔ اگر اس کے پاس ستر ڈھانپنے کے لئے بھی کپڑا نہ ہو تو بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ب) نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ حمام کے اندر نیز پانی میں ازار باندھ کر داخل ہوتے تھے ۶۸۔

ج۔ ستر پر نظر ڈالنا: جسم کے جس حصے کو غیر سے ڈھانپ کر رکھنا فرض ہے اس پر اس غیر کا نظر ڈالنا اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ ازار پہن کر حمام میں داخل ہوئے اور وہاں کچھ برہنہ لوگوں کو دیکھا۔ آپ نے فوراً اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا اور پھر فرمایا: ”ناف، میرے کپڑے لاؤ“ نافع کپڑے لے آئے تو آپ نے جسم پر انہیں لپیٹ لیا اور اپنا چہرہ چھپالیا اور نافع سے ہاتھ پکڑنے کے لئے کہا۔ نافع آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو حمام سے باہر لے آئے ۶۹۔

د۔ ستر کو ہاتھ لگانا: جسم کے جس حصے پر نظر ڈالنا حرام ہے اسے ہاتھ سے چھونا بھی حرام

ہے۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جسم سے بال صاف کرنے کے لئے چونا ملتے تھے۔ آپ کے حکم سے میں آپ کے جسم پر چونے کی مالش کرتا جب مالش کا عمل زیریں حصے یعنی ناف کے نیچے تک پہنچتا تو آگے آپ خود مالش کرتے (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب) ھ۔ فروخت کے لئے پیش کی جانے والی لونڈی کا ستر: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ فروخت کے لئے پیش ہونے والی لونڈی کی کوئی حرمت نہیں ہوتی اور وہ بھی دیگر بکاؤ مال کی طرح ایک مال ہوتی ہے۔ بتائیں آپ اس پر نظر ڈالئے، اس کے سینے، پیٹ، سرین اور پنڈلی کو ہاتھ لگانے کو جائز قرار دیتے تھے اور فرماتے کہ: ”یہ سلحہ (فروخت کا مال) ہے“ (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کے جز ھ کا جز ۲)

عیب (عیب)

- ۱۔ تعریف: اس تغیر کو عیب کہتے ہیں جو ثمن میں کمی کا سبب بن جاتا ہے۔
- ۲۔ معقود علیہ (مبیع) کے اندر عیب کی بنا پر فسخ عقد کا خیار (دیکھئے خیار نمبر ۴) اضحیٰ یعنی قربانی کے جانور کا گوشت کے اندر اثر انداز ہونے والے عیب سے پاک ہونا (دیکھئے مادہ اضحیٰ نمبر ۴ کا جز ج)

عید (عید)

- ۱۔ تعریف: شوال کا پہلا دن عید الفطر ہے اور ذوالحجہ کا دسواں دن عید الاضحیٰ ہے۔
- ۲۔ عیدین کے لئے غسل کرنا اور اپنے آپ کو آراستہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ عید کے لئے غسل کو سنت سمجھتے تھے آپ نماز عید کے لئے جانے سے پہلے عیدین میں غسل کرتے تھے ۴۰۔ (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز داؤ) آپ عید کے لئے اپنے آپ کو آراستہ کرنا بھی سنت تصور کرتے تھے چنانچہ عید کے موقع پر اپنے بہترین کپڑے زیب تن کرتے ۴۱۔ اور خوشبو لگاتے ۴۲۔
- ۳۔ عید کی تکبیریں: گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی عید کی تکبیریں شروع ہو جائیں گی اور عید گاہ تک جاری رہیں گی۔ عید گاہ پہنچ کر منبر پر امام کے آنے تک یہ تکبیریں جاری رکھی جائیں گی (دیکھئے مادہ تکبیر نمبر ۱)

۴۔ عید کی نماز: ہم نے (مادہ صلاۃ نمبر ۲۳) میں عید کی نماز اور اس سے متعلقہ افعال مثلاً ایک راستے سے جانے اور دوسرے راستے سے واپس آنے، نماز عید سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنے نیز خواتین کو عید گاہ لے جانے کے متعلق تفصیلات بیان کر دی ہیں۔

۵۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ نہ رکھنا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جز ط) عیدین کی راتوں میں دعا کی قبولیت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز ج) عین (آنکھ)

غسل اور وضو کے اندر آنکھوں کے اندرونی حصے کو دھونا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز د) نیز (مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف) عینہ (بیچ کی ایک قسم)

بیچ مینہ یہ ہے کہ کوئی شخص ایک مال کسی رقم کے بدلے ادھار فروخت کر دے اور پھر مذکورہ مال اس سے مقررہ رقم سے کم پر نقد خرید لے یا ایک شخص کوئی مال کسی سے ایک رقم کے بدلے نقد خرید لے اور پھر اس کے ہاتھ مذکورہ مال اس مقررہ رقم سے زائد پر ادھار فروخت کر دے (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۷ کا جز ج)

حرف العین میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۶ ج ۲، سنن دارمی ص ۳۶۳ ج ۲
- ۲۔ عبدالرزاق ص ۳۲۷ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱، سنن سعید بن منصور ص ۲۸۶/۱ ج ۳، سنن بیہقی ص ۴۲۵ ج ۷، الحلی ص ۳۱۱ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۳۱۳ ج ۹، احکام القرآن ص ۴۱۶ ج ۱، المغنی ص ۵۳۳ ج ۷
- ۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱
- ۴۔ عبدالرزاق ص ۳۵۲ ج ۶، سنن سعید بن منصور ص ۳۵۵/۱ ج ۳، الموطا ص ۵۸۹ ج ۲، سنن بیہقی ص ۴۳۰ ج ۷، احکام القرآن ص ۴۵۸ ج ۳، ص ۴۱۵ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۰۵ ج ۹، کشف الغمہ ص ۱۰۷ ج ۲، الدر المنثور ص ۲۳۷ ج ۶
- ۵۔ الموطا ص ۵۷۲ ج ۲، عبدالرزاق ص ۲۳۸ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۳۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۶۹، ۴۲۶ ج ۷، الحلی ص ۳۰۷، ۲۳۳، ۲۵۸ ج ۱۰، کنز العمال نمبر ۲۷۹۵۵، المغنی ص ۴۵۷ ج ۷

- ۶۔ الحلی ص ۳۰۵ ج ۱۰
- ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۲۵ ج ۷
- ۸۔ عبدالرزاق ص ۳۳۹ ج ۶، کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲
- ۹۔ سنن بیہقی ص ۴۱۵ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۱ ج ۱، ۲۵۳ ج ۱، عبدالرزاق ص ۳۱۹ ج ۶، الحلی ص ۲۵۷ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۲۰۶، ۲۰۸ ج ۹، تفسیر قرطبی ص ۱۱۶ ج ۳، المغنی ص ۴۵۷ ج ۷، کشف الغمہ ص ۱۰۸ ج ۲
- ۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۱
- ۱۱۔ احکام القرآن ص ۳۷۱ ج ۱، المغنی ص ۴۵۹ ج ۷
- ۱۲۔ کنز العمال نمبر ۷۹۸۲، کشف الغمہ ص ۱۰۹ ج ۲، الاعتبار ص ۱۸۳
- ۱۳۔ عبدالرزاق ص ۲۶ ج ۷، الحلی ص ۲۸۶ ج ۱۰، الموطا ص ۵۷۹ ج ۲، کشف الغمہ ص ۱۱۳ ج ۲
- ۱۴۔ تفسیر طبری ص ۸۷، ۸۸ ج ۲۸، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۷ ج ۱، عبدالرزاق ص ۳۲۳ ج ۶، سنن بیہقی ص ۴۳۱ ج ۷
- ۱۵۔ عبدالرزاق ص ۳۱ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۵۰، ۲۵۳ ج ۱، الموطا ص ۵۹۲ ج ۲

- سنن بیہقی ص ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۴۰ ج ۷
الدرالمشور ص ۲۹۰ ج ۱، کنز العمال نمبر
۶۰۶، ۵۲۸، ۲۷۸۳، ۲۷۸۴، ۲۷۸۵ ج ۷
۱۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۲۴/۱ ج ۳
۱۷۔ عبدالرزاق ص ۳۱ ج ۷، المحلی ص
۲۸۶ ج ۱۰، المغنی ص ۵۲۱ ج ۷
۱۸۔ سنن بیہقی ص ۴۳ ج ۷، ابن ابی
شیبہ ص ۲۵۱ ج ۱
۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۲ ج ۱
۲۰۔ المغنی ص ۶۱۶ ج ۶
۲۱۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۲۵/۱ ج ۳
احکام القرآن ص ۴۶۲ ج ۳، المحلی ص ۲۸۹
ج ۱۰
۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۳ ج ۱، احکام
القرآن ص ۴۲۱ ج ۱
۲۳۔ المحلی ص ۲۸۹ ج ۱۰، عبدالرزاق ص
۳۹ ج ۷
۲۴۔ المحلی ص ۲۸۶ ج ۱۰
۲۵۔ حوالہ مذکور نہیں
۲۶۔ الدرالمشور ص ۲۶ ج ۱، آثار ابی
یوسف نمبر ۷
۲۷۔ سنن بیہقی ص ۲۳۰ ج ۷
۲۸۔ الموطا ص ۵۹۵ ج ۲، سنن بیہقی ص
- ۲۳۱ ج ۷، المغنی ص ۲۳ ج ۷، شرح السنہ
ص ۱۰۴ ج ۹، عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۷
۲۹۔ المحلی ص ۷۱ ج ۱۰
۳۰۔ سنن بیہقی ص ۲۳۱ ج ۷، سنن سعید
بن منصور ص ۱۰۵/۲ ج ۳
۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۱۶ ج ۱
۳۲۔ عبدالرزاق ص ۱۳ ج ۷
۳۳۔ البخاری فی الفرائض باب الولد
للفراش، مسلم فی الرضاع باب الولد للفراش
۳۴۔ المغنی ص ۳۸۵ ج ۱
۳۵۔ احکام القرآن لابن عربی ص ۱۳۸۶ ج
۳
۳۶۔ مسلم فی المساجد باب وقت العشاء
النسائی فی المواقیب باب کراہیت ان یقال
للعشاء العتمة
۳۷۔ موسوعة فقہ عمرادہ حد نمبر ۵ نیز مادہ
جناہ نمبر ۵ کے جز الف کا جز ۳
۳۸۔ عبدالرزاق ص ۳۳ ج ۱۱
۳۹۔ شرح السنہ ص ۳۰۹ ج ۱۲
۴۰۔ الموطا ص ۹۶۵ ج ۲، شرح السنہ ص
۳۰۹ ج ۱۲
۴۱۔ شرح السنہ ص ۳۱۲ ج ۱۲
۴۲۔ المغنی ص ۳۲۴ ج ۲
۴۳۔ سنن بیہقی ص ۲۶ ج ۱، معرفۃ السنن وا

آثار ص ۱۷۹ ج ۱

۴۴۔ عبدالرزاق ص ۳۸۰ ج ۳، شرح

النسہ ص ۲۶۴ ج ۱۱، المغنی ص ۶۳۴ ج ۸،

کشف الغمہ ص ۲۳۴ ج ۱، المغنی ص ۳۶۳

ج ۸

۴۵۔ عبدالرزاق ص ۳۳۱ ج ۴، الموطا ص

۵۰ ج ۲، سنن بیہقی ص ۳۰۲ ج ۹، کشف

الغمہ ص ۲۳۴ ج ۱

۴۶۔ الحلی ص ۵۲۵ ج ۷

۴۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۵۳ ب ج ۱

۴۸۔ جامع بیان العلم ص ۶۶ ج ۱

۴۹۔ سنن دارمی ص ۶۲ ج ۱

۵۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۶۸ ج ۴

۵۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۳۵ ج ۱

۵۲۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ص ۳۴۹ ج ۲

۵۳۔ سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۳ ج ۳

۵۴۔ شرح النسہ ص ۳۸ ج ۱۲، کشف الغمہ

ص ۱۵۷ ج ۱، سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۲ ج

۳، طبقات ابن سعد ص ۷۴ ج ۴

۵۵۔ الحلی ص ۶۱ ج ۲، المجموع ص ۴۴۸ ج

۱

۵۶۔ سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۱، معرفۃ السنن و

آثار ص ۲۰۵ ج ۱، مستدرک الحاکم ص

۱۶۹ ج ۱

۵۷۔ شرح النسہ ص ۲۹۳ ج ۸

۵۸۔ سنن بیہقی ص ۱۷۴ ج ۶، عبدالرزاق

ص ۱۸۶ ج ۹، الحلی ص ۱۶۵ ج ۹، آثار ابی

یوسف نمبر ۷۶۵

۵۹۔ الموطا ص ۷۵۶ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص

۷۲۳ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۷۵ ج ۶

۶۰۔ شرح الترغیب فی علی الموطا ص ۵۰ ج ۴

۶۱۔ احکام القرآن ص ۲۶۳ ج ۱، شرح

السنن ص ۱۵ ج ۷، المغنی ص ۲۲۳ ج ۳،

المجموع ص ۸ ج ۷

۶۲۔ المغنی ص ۲۲۵ ج ۳

۶۳۔ سنن بیہقی ص ۳۵۱ ج ۴، ابن ابی شیبہ

ص ۱۷۳ ج ۱، الحلی ص ۴۱ ج ۷، تفسیر قرطبی

ص ۳۶۸ ج ۲

۶۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب ج ۱

۶۵۔ الموطا ص ۳۴۴ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص

۱۶۵ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۴۵ ج ۴، الام

ص ۲۵۳ ج ۷

۶۶۔ الحلی ص ۶۸ ج ۷

۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۴ ب، ۱۶۸ ج ۱،

سنن بیہقی ص ۳۴۴ ج ۴، الحلی ص ۶۹ ج

۷، المغنی ص ۲۲۶ ج ۳، المجموع ص ۱۳۶ ج

۷

۶۸۔ طبقات ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۴

۷۶۴

- ۶۹۔ عبدالرزاق ص ۲۹۲ ج ۱ ۷۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۲ ج ۳
۷۰۔ سنن بیہقی ص ۲۸۱ ج ۳ ۷۲۔ حوالہ درج بالا

حرف الغین

غائب (غیر موجود) دیکھئے مادہ مفقود

غبن (دھوکا دہی)

دھوکا دہی کو غبن کہتے ہیں

بیچ کے اندر غبن (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۲ کے جز الف کا جز ب)

غراب (کوا)

کوءے کے گوشت کی تحریم (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کا جز ۱ و او کا جز ۸)

غرر (ناواقفیت)

جہالت یعنی ناواقفیت کو غرر کہتے ہیں۔

بیچ کے اندر غرر کے دخول سے بیچ فاسد ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۳ کا جز ۷)

غسل (غسل کرنا)

۱۔ تعریف: جسم کے تمام حصوں پر پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں۔

۲۔ غسل کے اسباب: غسل کے کئی اسباب ہیں۔ ذیل میں ہم حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ اسباب کا ذکر کریں گے۔

الف۔ احرام: جو شخص احرام باندھنا چاہے اگر اسے غسل کر لینا میسر ہو تو غسل کرے اگر میسر نہ ہو تو وضو کر لے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز الف)

ب۔ حرم میں داخلہ: حرم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کر لینا مسنون ہے۔ یہ بات (مادہ حرم نمبر ۱ کے جز ب کے جز ۱) میں نیز (مادہ حج نمبر ۱۴) میں گذر چکی ہے۔

ج۔ وقوف عرفہ: حضرت ابن عمرؓ جب حج پر جاتے تو وقوف عرفہ سے پہلے غسل کر لیتے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کا جز ب)

د۔ رمی جمار: آپ ایام تشریق میں رمی جمار کے لئے غسل کرتے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۰ کا جز الف)

۵۔ یوم جمعہ:

۱۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کے دن غسل کو واجب سمجھتے تھے^۱۔ آپ سے جب اس بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے کہ ہمیں حضور ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے^۲۔ آپ جب قسم کھانے کا ارادہ کرتے تو فرماتے: ”تو پھر میں اس شخص سے بدتر ہوں گا جو جمعہ کے دن غسل نہیں کرتا“^۳۔ آپ فرماتے: ”میں پانچ باتوں میں غسل کرنا پسند کرتا ہوں حمام میں جانے کی وجہ سے، جنابت کی وجہ سے، سیتگی لگانے، استرا استعمال کرنے کی بنا پر اور جمعہ کے دن کی وجہ سے“^۴۔

۲۔ جمعہ کے دن غسل کرنے کا افضل وقت یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے جانے سے پہلے غسل کر لیا جائے۔ اور وضو ٹوٹنے سے پہلے نماز جمعہ کے لئے نکل جائے۔ حضرت ابن عمرؓ جمعہ کی نماز کے لئے جانے سے پہلے غسل کرتے اور بہترین خوشبو لگاتے^۵۔ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد غسل کر لے تو اس کا یہی غسل کافی ہوگا، جمعہ کے لئے اسے غسل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی^۶۔

۳۔ جمعہ کے دن مسافر کے لئے ترک غسل کی رخصت ہے اس لئے کہ غسل جمعہ ہر اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس پر جمعہ واجب ہو (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جزیج)۔
۴۔ عید کی نماز: حضرت ابن عمرؓ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن غسل کرتے اور عید گاہ جانے سے پہلے خوشبو لگاتے^۷۔ (دیکھئے مادہ عید نمبر ۲)

۵۔ موت: جب کسی مسلمان کی وفات ہو جائے تو ہر حالت میں اسے نہلانا واجب ہے خواہ وہ جنبی ہو یا جنبی نہ ہو۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اگر کوئی عورت مردوں کے درمیان وفات پا جائے تو اس کی میت پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جائے گا^۸۔ (دیکھئے مادہ موت نمبر ۴)

۶۔ حمام کا پانی: حضرت ابن عمرؓ حمام کے اندر بننے والا پانی لگ جانے کی بنا پر غسل کرنا واجب سمجھتے تھے، اس لئے کہ حمام کے پانی میں لوگوں کے پیشاب کی وجہ سے نجاست ہوتی ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا تھا کہ مجھے پانچ باتوں میں غسل کرنا پسند ہے۔ اور ان باتوں میں حمام کا بھی ذکر کیا تھا۔ ”مصنف ابن ابی شیبہ“ میں

مذکور ہے کہ ابن عمرؓ حمام کا پانی لگنے سے غسل کر لیتے تھے^۸۔

ط۔ استرے کا استعمال: حضرت ابن عمرؓ موئے زیر ناف یا بغل کے بال استرے وغیرہ سے صاف کرنے کے بعد غسل کرنا مستحب سمجھتے تھے، پہلے گذر چکا ہے کہ آپ نے جن پانچ باتوں کی وجہ سے غسل کرنے کو پسند کیا ہے ان میں استرے کا بھی ذکر ہے ”معصف ابن ابی شیبہ“ میں مذکور ہے کہ آپ بغل اکھڑنے کے بعد غسل کرتے تھے^۹۔

ی۔ جنابت۔ جنابت کے اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ مہستری کا عمل:- مہستری کے اندر اگر عضو تناسل کو عورت کے فرج میں داخل کر دیا جائے تو ایسی مہستری غسل کی موجب بن جائے گی۔ اس کی حد یہ ہے کہ مرد کا عضو تناسل عورت کے فرج سے تجاوز کر جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب ختان ختان سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہو جائے گا“^{۱۰}۔ مہستری یعنی وطی غسل کی موجب ہوتی ہے خواہ انزال ہو جائے یا انزال نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب کوئی شخص مہستری کرے اور پھر سست پڑ جائے یعنی انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب ہو جائے گا“^{۱۱}۔

۲۔ منی کا انزال: خواہ انزال بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کی حالت میں اس سے وجوب غسل کے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نیند سے بیدار ہو کر کپڑوں پر تری دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر میں اس طرح دیکھوں تو ضرور غسل کروں“^{۱۲}۔

۳۔ حیض: (دیکھئے مادہ حیض) نفاس (دیکھئے مادہ نفاس) اور استحاضہ (دیکھئے مادہ استحاضہ نمبر

(۲)

ک۔ میت کو غسل دینا: میت کو نہلانے والے پر غسل کرنا واجب نہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میت کو نہلانے والا غسل کرے گا؟ آپ نے پوچھا: ”کیا میت مومن ہے؟“ میں نے کہا: ”مجھے امید ہے کہ وہ مومن ہے“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”مومن کو ہاتھ لگاؤ اور اس کی وجہ سے غسل نہ کرو“^{۱۳}۔ اگر غسل کے دو یا اس سے زیادہ اسباب یکجا ہو جائیں تو ان تمام اسباب کے لئے ایک

ہی غسل کافی ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ جنابت اور جمہ کے لئے ایک ہی غسل کرتے تھے
۱۳۔

۳۔ غسل کرنے کی کیفیت:

الف۔ غسل کے افعال: غسل کرنے والا سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے گا اور پھر اپنی شرمگاہ پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرے گا اور پھر سارے جسم پر پانی بہائے گا نافع نے حضرت ابن عمرؓ کے غسل کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ آپ اپنے دونوں ہاتھ پانی سے دھوتے پھر دائیں ہاتھ سے چلو بھر کر اپنی شرمگاہ پر ڈالتے اور بائیں ہاتھ سے شرمگاہ دھولیتے اور اس سے فارغ ہو کر اپنا بایاں ہاتھ دھوتے پھر کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے اور اپنی آنکھوں کے اندرونی حصے تک پانی پہنچاتے پھر چہرہ دھوتے پھر سر دھوتے پھر دایاں ہاتھ دھوتے اور پھر بایاں ہاتھ۔ اور پھر دونوں ہاتھوں سے چلو بھر کر پورے جسم پر بہادیتے اور اس طرح کئی بار بہاتے ۱۵۔ اگر غسل کی جگہ میں پانی کھڑا ہو جاتا تو وہاں سے ایک طرف ہو کر اپنے پاؤں دھولیتے ۱۶۔ غسل کے اندر آپ اپنی داڑھی کو اچھی طرح ملنا نہ بھولتے ۱۷۔ آپ اگر غسل جنابت کرتے تو آنکھوں کے اندر پانی ڈالتے اور ناف کے اندر انگلی داخل کرتے ۱۸۔ غسل جنابت کے سوا کسی اور غسل میں آپ آنکھوں کے اندر پانی نہ ڈالتے ۱۹۔

ب۔ عورت کے گندھے ہوئے بال: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ عورت غسل کرتے وقت اپنے سر کے بال یعنی چوٹیاں نہیں کھولے گی خواہ وہ غسل حیض کرے یا غسل جنابت بلکہ اپنے سر پر اس طرح پانی ڈال لینا کافی ہو گا کہ پانی بالوں کے جڑوں تک پہنچ جائے آپ فرماتے: ”غسل کے اندر عورت اپنے سر کے بال نہیں کھولے گی بلکہ سر پر تین چلو پانی ڈال لے گی“ ۲۰۔

”المغنی“، صبح مسلم کی شرح نووی اور ”کشف الغمہ“ وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غسل کے اندر عورت کے سر کے بال کھول دینے کے قائل تھے اور جب یہ خبر حضرت عائشہؓ کو پہنچی تو انہوں نے اس پر تعجب اور افسوس کا اظہار کیا۔ دراصل اس روایت میں ضعیف ہوئی ہے اور حضرت ابن عمرؓ کے نام کی بجائے ”ابن عمرو بن

العاص" کا نام ہے جیسا کہ "صحیح مسلم" میں مذکور ہے

ج۔ غسل کے بعد وضو: غسل سے فراغت کے بعد غسل کرنے والا وضو نہیں کرے گا کیونکہ غسل وضو کو اس بنا پر شامل ہوتا ہے کہ اس کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے غسل کے بعد وضو کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "کونسا وضو غسل سے زیادہ وسعت رکھتا ہے؟" ^{۲۱}۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک روایت کے مطابق آپ غسل کے بعد وضو کرتے تھے۔ اگر آپ ایسا کرتے تو اس کی وجہ یہ ہوتی کہ وضو توڑ دینے والی کوئی بات آپ کو لاحق ہو جاتی اور آپ وضو کر لیتے۔ آپ کے بیٹے سالم نے روایت کی ہے کہ آپ غسل کرنے کے بعد وضو کرتے، میں پوچھا "ابا جان" کیا آپ کا غسل وضو کے لئے کافی نہیں ہوتا؟ آپ جواب دیتے: "کیوں نہیں، لیکن بعض دفعہ میرا ہاتھ میری شرم گاہ میں لگ جاتا ہے اور پھر میں وضو کر لیتا ہوں" ^{۲۲}۔ آپ نے فرمایا: "غسل کر لینے کے بعد اگر تمہارا ہاتھ تمہاری شرم گاہ کو نہ لگے تو پھر کونسا وضو غسل سے زیادہ وسعت رکھے گا؟" ^{۲۳}۔

۴۔ پانی کے استعمال میں اسراف نہ کرنا: اگر غسل کرنے والا ضرورت سے زائد پانی استعمال کرے تو اس کے لئے یہ بات مکروہ ہوگی حضرت ابن عمرؓ تقریباً دو صاع (ایک پیالے کا نام) پانی سے غسل کر لیا کرتے تھے ^{۲۴}۔

۵۔ پردے میں غسل کرنا: حضرت ابن عمرؓ اپنے گھر میں غسل کرتے اور پردے میں کرتے، اور کسی کو اس بات کی اجازت نہ دیتے کہ غسل کے دوران آپ کی طرف نظر کرے اور فرماتے: "یہ بات دینداری میں داخل ہے" ^{۲۵}۔

۶۔ غسل کے بعد جسم خشک کرنا: غسل کے بعد کپڑے سے جسم خشک کرنے میں کوئی کراہت نہیں حضرت ابن عمرؓ غسل کرنے کے بعد کسی کپڑے سے اپنا جسم خشک کر لیتے ^{۲۶}۔

۷۔ محرم کے لئے غسل کرنے کی اباحت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز واد) نیز روزہ دار کے لئے بھی اس کی اباحت ہے (دیکھئے مادہ میام نمبر ۷ کا جز ی)

غسل البیدین (دونوں ہاتھ دھونا)

- ۱۔ وضو میں دونوں ہاتھ دھونا (دیکھئے مادہ وضو نمبر ۳ کا جز ج)
- ۲۔ نیند سے بیدار ہو کر دونوں ہاتھ دھونا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں نیند سے بیدار ہو کر دونوں ہاتھ دھونا واجب تھا۔^{۲۷} خاص طور پر جبکہ عرب کے لوگ شاذ و نادر ہی شلواریں پہنتے تھے۔ جب شلوار نہ ہو تو نیند کے اندر جسم کے گندے مقامات تک ہاتھ پہنچ جانا بعید از امکان نہیں ہوتا۔ دونوں ہاتھ دھونے کا معاملہ صرف نیند سے بیدار ہونے کی صورت تک محدود نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے بھی انہیں دھولینا چاہئے اس کے لئے نیند سے بیدار ہونے کی کوئی قید نہیں ہے^{۲۸}۔ یہ بات صفائی اور پاکیزگی کے قواعد کے عین مطابق ہے۔

غش (فریب کرنا) دیکھئے مادہ تدلیس اور مادہ تقریر

غصب (غصب کرنا)

کسی متقوم (قیمت کے تحت آنے والے) محترم (قابلِ حرمت) مال کو بزور لے لینا غصب کہلاتا ہے۔

مغصوبہ مال کے مالک پر اس مال کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۳ کا

جز الف) www.KitaboSunnat.com

غناء (گانا)

- ۱۔ تعریف: موزوں سبوں کے تحت کلمات ادا کرنا غناء کہلاتا ہے۔
- ۲۔ غناء کا حکم: حضرت ابن عمرؓ گانے کی ہر شکل اور اس کی ہر صورت کو حرام قرار دیتے تھے خواہ مرد گانے والا ہو یا عورت گانے والی ہو اور خواہ گانے کا یہ عمل فسق و فجور کے تحت کیا جائے یا کسی اور مقصد کے تحت۔ حضرت ابن عمرؓ کا گذر ایک منہی سی لونڈی کے پاس سے ہوا جو گاربی تھی آپ نے فرمایا: ”اگر شیطان کسی کو چھوڑتا تو اسے ضرور چھوڑ دیتا“^{۲۹}۔ کچھ لوگ احرام کی حالت میں تھے اور ان کے درمیان ایک شخص گارہا تھا۔ آپ کا گذر ان لوگوں پر ہوا تو فرمایا: ”خدا تمہاری کوئی بات نہ سنے“

خدا تمہاری کوئی بات نہ سنے ۳۰۔ میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ آخر محرم شخص کیا کاٹا ہوگا؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس گانے میں فسق کا عنصر شامل نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزک)

بچی البلاء کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے ہیں آپ کے ساتھ چند افراد اور بھی تھے اتنے میں لمبی داڑھی والا ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ یہ کعبہ کا ایک موزن تھا۔ کہنے لگا: ”ابو عبد الرحمن“ مجھے آپ سے اللہ کی خاطر محبت ہے“ آپ نے فرمایا: ”مجھے تم سے اللہ کی خاطر نفرت ہے“ یہ سن کر آپ کے رفقاء نے شاید اسے برا بھلا کہا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ شخص گاگا کر اذان دیتا اور اذان دینے کی اجرت لیتا ہے“

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم دراہم وصول کرنے کے لئے اچھی آواز نکالتے ہو“ ۳۱۔ (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۷)

غنیم (بکریاں)

بکریوں کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز ب)

عمرہ سے احصار کی صورت میں بکریوں کا فدیہ کافی ہوتا ہے۔ حج سے احصار کی صورت میں نہیں اور نہ ہی حج قرآن اور حج تمتع میں ہدی کے طور پر (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کا جز ب) نیز (مادہ حدی نمبر ۲ کا جز الف)

غنیمت (مال غنیمت)

۱۔ تعریف: جنگ کے دوران برسرِ پیکار کافروں کا جو مال مسلمان بزور حاصل کر لیں اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔

۲۔ کون سا مال غنیمت قابل تقسیم ہوتا ہے: مسلمان مجاہدین کے ہاتھ آنے والا کافر دشمن کا مال دو طرح کا ہوتا ہے۔

الف۔ خوردنی اشیاء جن کا ذخیرہ نہیں کیا جاسکتا، مجاہدین کے لئے یہ اشیاء کھالینا اور ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ انہیں مال غنیمت میں شامل نہیں کیا جائے گا حضرت ابن عمرؓ

نے فرمایا: ”غزوات کے اندر شد اور پھل ہمارے ہاتھ لگتے ہم انہیں کھا لیتے اور اٹھا نہیں رکھتے“ ۳۲۔

ب۔ خوردنی اشیاء کے ماسوا قابل ذخیرہ اشیاء: ایسی اشیاء مال غنیمت کے طور پر جمع کی جائیں گی اور ان میں تقسیم کا عمل جاری ہوگا۔

۳۔ مال غنیمت کی تقسیم: جب سارا مال غنیمت جمع ہو جائے تو امام المسلمین ان کی پڑتال کرے گا۔ اگر اسے اس کے اندر کوئی ایسا مال نظر آجائے جسے کافروں نے مسلمانوں سے چھینا ہو تو وہ مذکورہ مال اس کے مسلمان مالک کو واپس کر دے گا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا ایک غلام بھاگ کھڑا ہوا اور آپ کا ایک گھوڑا بھی ساتھ لے گیا۔ یہ غلام اور گھوڑا دونوں کافروں کے ہتھے چڑھ گئے پھر مسلمانوں نے مال غنیمت کے طور پر انہیں حاصل کر لیا۔ اور حضرت ابن عمرؓ کو یہ دونوں واپس کر دیئے گئے۔ یہ بات مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے ہوئی ۳۳۔ یہ واقعہ جنگ یرموک میں پیش آیا تھا۔

اس کے بعد امام المسلمین جنگ کے اندر جو انمردی دکھانے والوں کو مال غنیمت میں سے جتنا کچھ دینا چاہے گا زائد عطیے کے طور پر دے دے گا، جنگ یمامہ میں حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کا مقابلہ کیا اور اسے قتل کر دیا آپ کو اس کا سارا سلب (مقتول دشمن کا ساز و سامان) دے دیا گیا ۳۴۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے عہد میں میں ایک غزوہ شریک ہوا، دشمن سے ہماری مدد بھیڑ ہوئی، میں نے ایک دشمن پر حملہ کر کے اسے نیزہ مارا اور اسے گرا لیا۔ پھر میں نے اس کا سلب لے لیا، حضور ﷺ نے یہ سلب مجھے زائد عطیے کے طور پر دے دیا ۳۵۔ آپ نے یہ بھی بیان کیا کہ حضور ﷺ نے ہمیں نجد کی ایک مہم پر بھیجا۔ ہم میں سے ہر ایک کے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے، حضور ﷺ نے ہمیں ایک ایک اونٹ نفل یعنی زائد عطیے کے طور پر مرحمت فرمایا ۳۶۔ پھر باقیماندہ مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر بیت المال میں رکھا جائے گا اور اس کی پانچ تسمیں کی جائیں گی جیسا کہ سورہ انفال آیت نمبر ۴۱ میں ارشاد باری ہے (واعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسہ وللرسول ولذی القربى والیتامی والمساکین وابن السبیل اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے

حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میں نے دیکھا ہے کہ مال غنیمت کے پانچ حصے کر لئے جاتے تھے اور پھر انہیں مجاہدین میں سب سے زیادہ حصوں کی شکل میں تقسیم کیا جاتا تھا جو حضور ﷺ کی طرف جاتا وہ آپ کا ہو جاتا اور اسے جمع نہیں کیا جاتا“ ۳۷۔

مال غنیمت کے باقیماندہ چار حصے مجاہدین کے درمیان تقسیم کر دیئے جائیں گے ان کا صرف وہی شخص مستحق ہوگا جس نے جنگ میں شرکت کی ہو ۳۸۔ مذکورہ چار حصے مجاہدین میں اس طرح تقسیم ہوں گے کہ مرد (سوار یا پیادہ) کا ایک سب سے زیادہ (حصہ) ہوگا اور گھوڑے کے دو سب سے زیادہ۔ بتائیں گھوڑے سوار مجاہد کو تین حصے ملیں گے اس کا اپنا ایک حصہ اور اس کے گھوڑے کے دو حصے ۳۹۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے گھوڑے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ دیا تھا ۴۰۔

حرف الغین میں مذکورہ

حوالہ جات

شیبہ ص ۱۳۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۰۶ ج ۱،
المجموع ص ۱۳۲، ۱۳۰ ج ۵، الحلی ص ۲۴ ج ۲،
شرح السنہ ص ۱۶۹ ج ۲، المغنی ص ۳۱۱ ج ۲

ج ۱

۱۳۔ عبد الرزاق ص ۲۰۰ ج ۳، ابن ابی
شیبہ ص ۷۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۹۸ ج ۱،
الاستذکار ص ۳۳۴ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۱
ج ۱، المجموع ص ۴۱۰ ج ۴

۱۵۔ عبد الرزاق ص ۲۵۹ ج ۱، الموطا ص

۶۹ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۳ ب ج ۱

۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲ ج ۱

۱۷۔ عبد الرزاق ص ۲۵۹ ج ۱

۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱، عبد الرزاق

ص ۲۵۹ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۷۷ ج ۱، الام

ص ۲۴۷ ج ۷، معرفۃ السنن والآثار ص

۳۳۵ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۷ ج ۱

۱۹۔ عبد الرزاق ص ۲۵۹ ج ۱

۲۰۔ مسلم فی البیض باب نقض مفارقات المرأة،

شرح مسلم للتودی ص ۱۲ ج ۴، المغنی ص

۲۲۶ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۷ ج ۱،

عبد الرزاق ص ۲۷۲ ج ۱

۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱، سنن بیہقی ص

۱۷۸ ج ۱

۲۲۔ شرح السنہ ص ۱۳ ج ۲

۱۔ کشف الغمہ ص ۱۳۲ ج ۱، الحلی ص ۱۰ ج ۲

۲۔ الحلی ص ۱۰ ج ۲

۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ب ج ۱

۴۔ عبد الرزاق ص ۱۸۰، ۲۹۷ ج ۱، ص ۱۹۹ ج ۳

ج ۳

۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۸۳ ب ج ۱

۶۔ الحلی ص ۲۰ ج ۲

۷۔ عبد الرزاق ص ۳۱۰ ج ۳، الموطا ص

۱۶۸ ج ۱، شرح السنہ ص ۱۶۷ ج ۲، ص

۳۰۲ ج ۴، المجموع ص ۸ ج ۵

۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۱

۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵ ج ۱، عبد الرزاق

ص ۲۴۷ ج ۱، الموطا ص ۷۵ ج ۱، سنن

بیہقی ص ۱۶۶ ج ۱

۱۱۔ سنن سعید بن منصور ص

۱۰۵/۲ ج ۳، الحلی ص ۴ ج ۲

۱۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ب ج ۱

۱۳۔ عبد الرزاق ص ۴۰۶ ج ۳، ابن ابی

- ۲۳۔ عبدالرزاق ص ۱۷۱ ج ۱، کشف الغمہ
ص ۵۸ ج ۱
۲۴۔ کشف الغمہ ص ۵۸ ج ۱
۲۵۔ کشف الغمہ ص ۵۹ ج ۱
۲۶۔ شرح السنہ ص ۱۵ ج ۲
۲۷۔ المغنی ص ۹۸ ج ۱
۲۸۔ طرح الشریب ص ۴۳ ج ۲
۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۲۳ ج ۱۰
۳۰۔ سنن بیہقی ص ۶۸ ج ۵
۳۱۔ عبدالرزاق ص ۴۸۱ ج ۱، المحلی ص
۱۴۶ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۳۶ ج ۱
۳۲۔ سنن بیہقی ص ۵۹ ج ۹، سنن سعید بن
منصور ص ۲۹۳/۲ ج ۳
۳۳۔ الموطا ص ۴۵۲ ج ۲، عبدالرزاق ص
۱۹۳، ۱۹۴ ج ۵، المحلی ص ۳۰۵ ج ۷
۳۴۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۷۶/۲ ج ۳
۳۵۔ کنز العمال نمبر ۱۱۵۷۶
۳۶۔ کنز العمال نمبر ۱۱۵۷۸
۳۷۔ الاموال ص ۳۲۵
۳۸۔ المغنی ص ۴۰۴ ج ۸
۳۹۔ شرح السنہ ص ۱۰۲ ج ۱۱، کنز العمال نمبر
۱۱۷۱۱
۴۰۔ البخاری فی الجہاد باب ستم الفرس، مسلم
فی الجہاد باب کیفیتہ قتمہ الغنیمۃ

حرف الفاء

فائزہ (فوت شدہ فرض)

- ۱- تعریف: فائزہ اس فرض کو کہتے ہیں جس کی ادائیگی ایک معین وقت کے اندر واجب ہو اور اس کی ادائیگی کے بغیر وقت گزر جائے۔
- ۲- فوت شدہ نمازوں کی قضا اسی ترتیب سے ہو گی جس ترتیب سے ان کا وجوب ہوا تھا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳)
- نماز کے اندر فوت شدہ نماز یاد آ جانے پر مذکورہ نماز کا فاسد ہو جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز د)

فاتحہ (سورہ فاتحہ)

- ۱- قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت سورہ فاتحہ کہلاتی ہے
- ۲- نماز میں سورہ فاتحہ کی قرات:
- نماز میں سورہ فاتحہ کی قرات کی فرضیت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز د کا جز ۲)
- اور اس کی قرات نہ کرنے والے نمازی کی نماز کا باطل ہو جانا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ب)

الفتح علی الامام (امام کو لقمہ دینا)

- ۱- تعریف: نماز کے اندر ضرورت پڑنے پر امام کو تلقین کرنا یعنی اسے لقمہ دینا
- ۲- نماز کے اندر امام کو لقمہ دینے کا جواز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ج کا جز ۱۰)
- فجر (صبح کا وقت)

فجر کا وقت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۱)

- اذان فجر کے بعد فجر کی دو سنت اور دو فرض کے سوا کسی اور نماز کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳)
- نمازی فجر کی نماز میں کوئی سورتیں پڑھے گا؟ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز د کا جز ۲)

(۴) فجر کی نماز میں قنوت پڑھنا بدعت ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جزک)
 فجر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی محافظت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز الف کا جز ۲)
 فدیۃ (فدیہ)

۱- تعریف: فدیہ اس بدل کو کہتے ہیں جو کسی واجب تصرف کا اس وقت قائم مقام بن جاتا ہے جب مذکورہ تصرف کو رد بہ عمل لانا متغیر ہو جائے۔
 ۲- روزے کا فدیہ:

الف- روزے کے فدیے کی مقدار ایک مسکین کو کھانا کھلانا یا ایک مد (ایک پیانے کا نام) گندم نکالنا ہے۔ یہ ایک روزے کا فدیہ ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ج)
 ب- یہ فدیہ درج ذیل افراد نکالیں گے۔ (۱) انتہائی بوڑھا شخص جسے روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۵ کا جز ب) (۲) حاملہ نیز دودھ پلانے والی اگر یہ دونوں اپنی جان یا اپنے بچوں کی جان کے خطرے کے پیش نظر روزہ نہ رکھیں (دیکھئے مادہ حمل نمبر ۲ کا جز الف) نیز (مادہ رضاع نمبر ۵ کا جز ب) (۳) ایسا شخص جس کے تمام روزے قضا ہو گئے ہوں اور وہ ان کی قضا میں اتنی تاخیر کر دے کہ اگلا رمضان آجائے جب کہ اسے روزہ قضا رکھنے کی قدرت ہو۔ وہ موجودہ رمضان کے روزے رکھے گا اور قضا شدہ رمضان کے روزوں کا فدیہ دے گا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳ کا جز ج)
 ۳- احصار کے اندر فدیہ: احصار کا فدیہ ایک بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے ان کے سوا کوئی اور جانور کافی نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱)
 عمرہ سے احصار کا فدیہ ایک بکری ہے (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۲)
 ۴- حج میں فدیہ:

حج میں قارن کا فدیہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کے جز ب کا جز ۵)

حج میں متمتع کا فدیہ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کے جز ج کا جز ۲)

فرائض (فریضہ کی جمع، مقررہ حصے)

ہر وارث کے مقررہ حصوں کو فرائض کہتے ہیں (دیکھئے مادہ ارث)

فرج (شرمگاہ)

۱- تعریف: مرد یا عورت کی اگلی شرمگاہ کو فرج کہتے ہیں۔

۲- اس کے احکام

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ۱ و ۱۵)

فرج کے اندر حرام وطی کی بنا پر حد زنا کا وجوب (دیکھئے مادہ زنا)

عقد نکاح کے ساتھ فرج میں وطی کی حلت (دیکھئے مادہ نکاح) نیز ملکیت کی بنا پر اس کی حلت (دیکھئے مادہ تسری)

موئے زیر ناف صاف کرنا (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۲ کا جز ب)

فسق (فسق)

۱- تعریف: کبائر کے ارتکاب اور صفائز پر اصرار کو فسق کہتے ہیں۔

۲- فسق کے آثار و احکام

فاسق کو سلام نہ کہنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز ب)

فاسق کی گواہی کا رد ہو جانا (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۵ کا جز ب)

نماز کے اندر فاسق کی امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ب کا جز ۱)

فاسق کے بھنڈے تلے جہاد کرنا (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۶)

فصتہ (چاندی)

مردوں اور عورتوں کے لئے چاندی کے زیورات کا جواز (دیکھئے مادہ حلی نمبر ۲)

چاندی کی زکوٰۃ (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۷ کا جز الف)

چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ج)

فطر (روزہ چھوڑ دینا)

رمضان کے روزے چھوڑ دینے کی کن لوگوں کو اجازت ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر

(۵)

روزہ توڑ دینے والی اور توڑ نہ دینے والی باتیں (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷)

غروب شمس کے ساتھ ہی روزہ کھولنے میں تعجل مستحب ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۴ کا جز ب)

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا درست نہیں (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۲)
فقد (گم کرنا) دیکھئے مادہ مفقود
فقر (فقیر ہونا)

۱۔ تعریف: فقیر وہ شخص ہے جو اپنی ضرورت سے زائد کسی ایسے نصاب کا مالک نہ ہو جس کے اندر نمو کی صفت پائی جاتی ہو۔

۲۔ فقر کی بنا پر زکوٰۃ لینے کا استحقاق (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۱۱ کا جز ب)
فقراء کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرنا مستحب ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۳ کا جز ج)

فنی (فنی)

۱۔ تعریف: جنگ باز کافروں سے لڑے بھڑے بغیر کسی حق کے تحت لیا ہوا مال فنی کہلاتا ہے۔

۲۔ آزاد شدہ مسلمان غلاموں (موالی) کا فنی کے اندر حق (دیکھئے مادہ عطاء نمبر ۲)

حرف القاف

قاضی (قاضی)

قاضی وہ شخص ہے جسے سلطان لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے (دیکھئے مادہ قضاء)

قبالہ (کفالہ)

۱۔ تعریف: قبالہ کے دو معنی ہیں۔

اول۔ معنی کفالہ۔ اس پر ہم (مادہ کفالہ) میں بحث کریں گے

دوم۔ بالمقطع یعنی یکشت معین رقم کے بدلے کسی معین کام کی اس کے تمام تقاضاؤں مثلاً دیکھ بھال، اجرتوں اور دیگر اخراجات کے ساتھ ذمہ داری اٹھانا۔

۲۔ قبالہ کا حکم: حضرت ابن عمرؓ سے اراضی کے قبالہ کا عدم جواز مروی ہے۔ عبدالرحمن بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ”ہم قبالہ کے تحت اراضی حاصل کرتے ہیں اور اس میں پیدا ہونے والے پھل (یعنی زائد چیز) اپنے استعمال میں لے آتے ہیں“ آپ نے جواب دیا کہ: ”یہ معطل رہو اے“ نیز فرمایا: ”قبالہ کی تمام صورتیں رہو اے“^۱ یہاں متغیل یعنی قبالہ سے مراد یا تو یہ ہے کہ ایک معین رقم کے بدلے اراضی کرائے پر حاصل کی جائے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کا جز الف) یا یہ ہے کہ اراضی کی پیداوار کے ایک معین حصے کے بدلے یہ اراضی کرائے پر لی جائے (دیکھئے حوالہ درج بالا)

قبر (قبر)

۱۔ تعریف: قبر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان کو دفنایا جاتا ہے

۲۔ اس کے احکام

الف۔ قبر کو درست حالت میں رکھنے کی خاطر اس پر جانا: انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ قبر کو درست حالت میں رکھنے کی خاطر وقتاً فوقتاً اس پر آیا کرے۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ عامر بن عمرؓ کی قبر پر آمد و رفت رکھتے تھے۔ نافع کہتے ہیں کہ آپ کا ایک بیٹا آپ کی غیر حاضری میں وفات پا گیا۔ جب آپ واپس آئے تو ہم سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ ہم نے آپ کو اس کی قبر کا پتہ بتادیا چنانچہ آپ اس قبر پر جاتے آتے رہے اور اسے درست حالت میں رکھنے کا حکم دیتے^۲۔

ب۔ میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر پر نماز جنازہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز ۴)

ج۔ قبر پر جانا اور وہاں کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا کرنا: حضرت ابن عمرؓ مرہ کثرت سے قبروں پر جاتے آپ کثرت سے عامر بن عمرؓ کی قبر پر جاتے اور ان کے لئے وہاں دعا

کرتے ۳۔ آپ جب سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تو مسجد نبوی میں دو رکعتیں پڑھتے پھر حضور ﷺ کی قبر مبارک پر جا کر کہتے: ”السلام علیک یا رسول اللہ“ اور وہیں یہ بھی کہتے: ”السلام علیک یا ابابکر، السلام علیک یا ابراہیم، السلام علیک یا ابا جہان، السلام علیک“ پھر سفر پر چلے جاتے، آپ جب سفر سے واپس آتے تو گھر جانے سے پہلے اسی طرح کرتے ۴۔ (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز واد)

د۔

قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے لئے قرآن کی تلاوت: حضرت ابن عمرؓ قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کے جواز کے قائل تھے۔ محدثین کے ایک گروہ نے روایت کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ایک نابینا کو قبر کے پاس قرآن کی تلاوت سے روکا اور کہا کہ قبر کے پاس قرآن کی تلاوت بدعت ہے۔ محمد بن قدامہ الجوهری نے امام مذکور سے کہا: ”ابو عبد اللہ، آپ مبشر الحلی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں“ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ یہ سن کر محمد بن قدامہ نے کہا کہ مجھے مبشر نے اپنے والد کے بارے میں بتایا ہے کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور آخری آیت تلاوت کی جائے اور ساتھ ہی کہا کہ ”میں نے سنا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے بھی اسی بات کی وصیت فرمائی تھی“ ۵۔

ھ۔

قبر سے برکت حاصل کرنا مطلقاً حلال نہیں ہے۔ نہ تو حضور ﷺ کی قبر سے اور نہ ہی کسی اور قبر سے۔ الاثرم کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ کے اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی قبر مبارک کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے بلکہ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام پڑھتے تھے، ابو عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ بھی اسی طرح کرتے تھے ۶۔ (دیکھئے مادہ اثر نمبر ۲)

و۔

قبر پر بیٹھنا: حضرت ابن عمرؓ قبر پر بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ قبر کے ساتھ ٹیک لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ آپ قبر کے ساتھ ٹیک لگاتے اور اس پر بیٹھتے بھی تھے ۷۔ البتہ آپ قبر پر ہبستری کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے کیونکہ اس سے میت کی تدفیل ہوتی ہے۔ آپ فرماتے: ”گرم ریت پر ہبستری کر لینا قبر پر ہبستری کرنے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے“ ۸۔ اسی طرح آپ مذکورہ بالا سبب کی بنا پر قبر پر پیشاب پاخانہ کو

بھی مکروہ تصور کرتے تھے ۹۔

ز۔ قبرستان میں نیز قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزب کا جز ۱)

ح۔ میت کو قبر میں پاؤں کی طرف سے داخل کرنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۱۶ کا جزب) قبض (قبضے میں لینا)

۱۔ تعریف: نقل اور تحویل کے ساتھ ہاتھ رکھنے کو قبض کہتے ہیں۔

۲۔ معقب کو قبضے میں لینے سے پہلے اسے فروخت کرنا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جزب)

۳۔ صدقہ کے سوا دیگر محمود تبرع کے لزوم کے لئے قبضے کی شرط (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴) فقیر صدقہ اپنے قبضے میں لے کر اس کا مالک بنتا ہے (دیکھئے مادہ تبرع نمبر ۴) نیر (مادہ صدقہ نمبر ۵)

قبلہ (قبلہ)

۱۔ کعبہ شریف کی جہت کو قبلہ کہتے ہیں۔

۲۔ قبلہ کے احکام:

تقاضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ نہ کرنا (دیکھئے مادہ تحلی نمبر ۳)

نماز کی صحت کے لئے استقبال قبلہ کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزج)

بینہ کی نماز پڑھنے کی صورت میں مریض اپنی ٹانگیں قبلہ کی طرف پھیلا دے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جزب کا جز ۳)

ہدی کو قلاذہ پہناتے وقت اور اس کا اشعار کرتے وقت اسے قبلہ رخ رکھنا (دیکھئے مادہ ہدی نمبر ۵) نیز (مادہ اشعار نمبر ۲)

ذبح کرتے وقت جانور کو قبلہ رخ لٹانا (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۴ کا جز واول)

قبلہ (بوسہ) دیکھئے مادہ تعیل

قتل (قتل کرنا) دیکھئے مادہ جنازہ

قدر (تقدیر)

- ۱- تعریف: ازل کے اندر اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق تمام مخلوقات کے لئے اس تحدید کو قدر کہتے ہیں کہ ان کے وجود کے زمانے میں دنیا کے اندر ان پر کیا کچھ گزرے گا۔
- ۲- تقدیر کے بارے میں بحث و جدال: تقدیر کا مسئلہ بڑا دقیق مسئلہ ہے۔ اس کے بارے میں سوچ بچار کے اندر لغزشیں ہوتی ہیں اور عقول ٹانگ ٹوئیاں مارتے رہتے ہیں، سوائے ان لوگوں کے جنہیں اللہ تعالیٰ بچالے۔ بنا بریں تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: ”ہم ایک مرتبہ تقدیر کے مسئلے میں جھگڑ رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ گھر سے نکل کر ہمارے پاس آئے۔ آپ کا چہرہ انور غصے سے سرخ ہو گیا اور یوں معلوم ہوا کہ گویا آپ کے رخساروں پر اتار دانے پھوٹ پڑے ہیں اور فرمایا: ”کیا تمہیں اسی کام کا حکم دیا گیا ہے کیا میں یہی کچھ دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اتم سے پہلی قومیں بھی اسی معاملہ میں جھگڑنے کی بنا پر ہلاک ہوئیں، میں تم پر یہ لازم کرتا ہوں کہ تم اس بارے میں نہ جھگڑو“^{۱۰}۔ حضرت ابن عمرؓ جس شخص کو تقدیر کے بارے میں بحث کرتے ہوئے یا تقدیر کا انکار کرتے ہوئے سنتے اس پر سخت تنقید کرتے۔ یحییٰ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ ہمارے پاس رہنے والے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خیر و شر سب تقدیر سے ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ خیر و شر تقدیر سے نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم ان لوگوں کے پاس واپس جاؤ تو ان سے کہو کہ ابن عمرؓ تم سے کہتے ہیں کہ ”میں تم سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو“۔“^{۱۱}۔ شام کے اندر حضرت ابن عمرؓ کا ایک دوست تھا جو آپ سے خط و کتابت کرتا رہتا۔ آپ نے اسے لکھا کہ ”مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم تقدیر کے بارے میں لب کشائی کرتے ہو۔ اس لئے آئندہ مجھے کوئی خط نہ لکھنا۔“ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ”میری امت میں تقدیر کو جھٹلانے والے لوگ بھی پیدا ہوں گے“^{۱۲}۔

قذف (زنا کی شمت لگانا)

- ۱- تعریف: صراحہ یا نمنا "زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہتے ہیں۔
 ۲- وہ شخص جس پر یہ تہمت لگائی جائے یعنی مقذوف
 الف- مقذوف یا تو مرد ہوگا یا عورت۔ اگر عورت ہو تو وہ یا تو تہمت لگانے والے یعنی قاذف کی بیوی ہوگی یا کوئی اجنبی عورت۔

اگر بیوی ہو تو قاذف یا تو اس کے ساتھ دخول سے پہلے اس پر یہ تہمت لگائے گا یا دخول کے بعد۔ اگر دخول سے پہلے تہمت عائد کرے گا تو قاذف پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ اس پر لعان واجب ہوگا۔ اگر وہ مذکورہ زوجہ کے ساتھ لعان کرے گا تو اس زوجہ کو نصف مرہل جائے گا^{۱۳}۔

اگر دخول کے بعد قاذف اپنی بیوی کو قذف کرے گا تو اس کا یہ قذف اسے طلاق دینے سے پہلے ہوا ہوگا یا طلاق دینے کے بعد۔ اگر طلاق دینے کے بعد قذف ہوا ہوگا تو وہ اسے یا تو رجعی طلاق کی عدت کے اندر قذف کرے گا یا طلاق بائن کی عدت کے اندر اگر وہ اسے طلاق دینے سے قبل یا رجعی طلاق کی عدت کے اندر قذف کرے تو اس قذف سے قاذف پر حد قذف واجب نہیں ہوگی بلکہ لعان واجب ہوگا۔ البتہ اگر طلاق بائن دینے کے بعد اسے قذف کرے تو قاذف پر حد واجب ہو جائے گی کیونکہ ایسی صورت میں وہ ایک اجنبی عورت کو قذف کرے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر اسے قذف کیا، آپ نے فرمایا: "اگر اس نے تین طلاق دے کر قذف کیا ہے تو اسے کوڑے لگیں گے اور پیدا ہونے والا بچہ اس کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا وہ لعان نہیں کرے گا"^{۱۴}۔ نیز فرمایا: "اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے دے اور پھر اسے قذف کرے تو وہ اس کے ساتھ لعان کرے گا بشرطیکہ وہ رجعت کا مالک ہو"^{۱۵}۔ یعنی مذکورہ طلاق رجعی طلاق ہو۔

ام ولد کو قذف کرنا (دیکھئے مادہ رقی نمبر ۷ کا جز ھ)

- ب- قاذف پر حد جاری ہونے کی یہ شرط ہے کہ مقذوف عصم ہو۔ پانچ صفات کے اجتماع کو احسان کہتے ہیں یعنی اسلام، عقل، بلوغ، حریت اور زنا سے پاکدامنی (دیکھئے مادہ

(احسان)

۳۔ قذف کے الفاظ: قاذف اس وقت تک حد قذف کا سزاوار نہیں ہوگا جب تک اس نے صراحہ زنا کی تہمت نہ لگائی ہو مثلاً وہ یہ کہ: ”تم نے زنا کیا ہے“ یا اسی قسم کا کوئی اور فقرہ۔ اگر ایک عورت کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو اور پھر اس کا شوہر اس سے کہے کہ: ”میں نے تمہیں دوشیزہ نہیں پایا“ تو اس کا یہ قول حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس قول کے مترادف ہوگا کہ: ”تم زنا کار ہو“ اور پھر وہ حد قذف کا مستحق ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تمہیں دوشیزہ نہیں پایا تو ایسی صورت میں اگر وہ اپنی اس قول سے برات کا اظہار کر دے گا تو اسے کوڑے لگیں گے اور مذکورہ عورت اس کی بیوی رہے گی اور اگر برات کا اظہار نہیں کرے گا تو بیوی کے ساتھ لعان کرے گا“ ۱۶۔

اگر باپ سے ولد کے نسب کی نفی کر دی جائے تو حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یہ بات اس کی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کے مترادف ہوگی۔ اگر نسب کی یہ نفی ولد کے باپ کی طرف سے کی گئی ہو تو باپ پر لعان درج بالا تفصیل کے تحت واجب ہو جائے گا اور اگر یہ نفی کسی اجنبی کی طرف سے کی گئی ہو اور وہ دلیل کے ذریعے زنا کی یہ تہمت ثابت نہ کر سکے تو اس پر حد قذف جاری ہو جائے گی۔

۴۔ قذف کے اثرات: اگر کوئی شخص کسی عورت کو قذف کرے تو اس پر درج ذیل نتائج و اثرات مرتب ہوں گے۔

الف۔ لعان: اگر قاذف مقدوفہ کا شوہر ہو تو اس صورت میں درج ذیل نتائج مرتب ہوں گے۔

۱۔ نسب کی نفی: اگر شوہر نے بیوی کو قذف کرتے ہوئے اس کے بطن سے پیدا ہونے والے اپنے بچے کے نسب کی نفی کر دی ہو تو بچے کا نسب اپنے باپ سے منقطع ہو جائے گا اور شوہر کی طرف سے لعان ہو چکنے کے بعد بچے کو ماں کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا۔

۲۔ زوجین کے درمیان علیحدگی: یہ علیحدگی ابدی علیحدگی ہوگی یعنی اس کے بعد دونوں کبھی بھی مل نہیں سکیں گے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب زوجین ایک دوسرے

کے ساتھ لعان کر لیں تو ان کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی اور وہ پھر کبھی یکجا نہیں ہو سکیں گے اور بچے کو ماں کی نسبت سے پکارا جائے گا یعنی کہا جائے گا کہ یہ فلاں عورت کا بیٹا ہے“ ۷۷۔

ب۔ حد جاری ہونا: سورہ نور آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حد بیان کی ہے (والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باریعہ - شهداء فاجلدوہم ثمانین جلدۃ ولا تقبلوا لہم شہادۃ ابدالک ہم الفاسقون اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں ان کو اسی کوڑے مارو اور انکی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں) حضرت ابن عمرؓ اس رائے کے قائل نظر آتے ہیں کہ جس شخص پر حد قذف جاری ہو جائے اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی خواہ اس کی حالت درست کیوں نہ ہو جائے۔ الایہ کہ وہ مقذف پر لگائی ہوئی زنا کی اپنی تہمت کے سلسلے میں اپنے آپ کو جھوٹا قرار دے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد باری (الالذین تابوا من بعد ذلک واصلحو..... مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں) کی تفسیر میں فرمایا: ”ان کی توبہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جھوٹا قرار دیں، اگر وہ ایسا کر لیں تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی“ ۷۸۔

ج۔ گناہ: اس لئے کہ قذف کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے (دیکھئے مادہ کبیرہ نمبر ۲)

قرآن (قرآن مجید)

۱۔ تعریف: قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جو وحی کے ذریعے اپنے معانی اور حروف کے ساتھ اس کے رسول ﷺ کی طرف بھیجا گیا، جو مصاحف میں مدون اور سینوں میں محفوظ ہے اور جو نقل متواتر کے ذریعے ہم تک منقول ہے۔

۲۔ تلاوت قرآن کی فضیلت: جہاد فرض کفایہ ہونے کی صورت میں حضرت ابن عمرؓ اس جہاد کے لئے اتفاق پر قرآن کی تلاوت کو فضیلت دیتے تھے اس لئے کہ تلاوت کی صورت میں اللہ کے ساتھ براہ راست اتصال ہو جاتا ہے اور اللہ کے لیے خود سپردگی

عمل میں آجاتی ہے جبکہ جہاد کے لئے اتفاق کے اندر جان کے لئے خریداری عمل میں آتی ہے۔ آپ فرماتے: ”اگر ایک شخص رات بھر جہاد فی سبیل اللہ کے اندر مجاہدین کے لئے سواریاں مہیا کرنے کی خاطر ایک ایک دینار اور ایک ایک درہم کر کے خرچ کرتا رہے اور دوسرا شخص رات بھر اللہ کی کتاب کی تلاوت جاری رکھے حتیٰ کہ صبح کے وقت اس کی یہ ساری تلاوت اللہ کے ہاں قبول ہو جائے اور میں رات بھر اللہ کی کتاب کی تلاوت جاری رکھوں حتیٰ کہ صبح کے وقت میری تلاوت بارگاہ الہی میں قبول ہو جائے تو میں یہ پسند نہیں کروں گا کہ میرا عمل لے کر اس کے بدلے میں مذکورہ شخص کا عمل مجھے دے دیا جائے“^{۱۹}۔ (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۴ کا جز الف) حضرت ابن عمرؓ نفل نماز مثلاً ترویج جماعت کے ساتھ پڑھنے کی بہ نسبت تنہا پڑھنے کو فضیلت دیتے تھے اس لئے کہ تنہا پڑھنے کی صورت میں قرآن کی تلاوت کا موقع ملتا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۴)

۳۔ قرآن کی تلاوت نیز اسے چھونے کے لیے طہارت کا ہونا: حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اس امر پر اتفاق ہے کہ کامل طہارت کے بغیر کسی انسان کے لئے قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں ہے آپ بے وضو کبھی بھی قرآن کو نہ چھوتے^{۲۰}۔ با وضو قرآن کی تلاوت کے سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ بیت الخلاء سے نکل کر وضو کرنے سے پہلے قرآن کے ایک جز کی تلاوت کر لیتے^{۲۱}۔ ب۔ اور فرماتے: ”حدیث کے بعد ہم قرآن کا ایک جز تلاوت کر لیتے ہیں“^{۲۲}۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ با وضو ہو کر تلاوت کرتے^{۲۳}۔ اس دوسری روایت کو اس مفہوم پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت ابن عمرؓ قرآن کی قرات کے لئے وضو کو مستحب سمجھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ سلام کا جواب دینے کے لئے بھی وضو کر لیتے حالانکہ سلام کا جواب دینے کے لئے بالاجماع وضو واجب نہیں ہے۔ نیز آپ کے غلام نافع کا قول بھی اس کی دلیل ہے۔ یاد رہے کہ نافع حضرت ابن عمرؓ کے احوال سے سب سے بڑھ کر واقف تھے اور آپ کے راوی بھی تھے ان کا قول ہے کہ ”حضرت ابن عمرؓ کا ہر عمل کہاں قابل اتباع ہے۔ آپ اگر کسی بچے کا منہ چوم لیتے تو

وضو کرتے اور جب قرآن کی تلاوت کرنا چاہتے تو وضو کرتے“ ۲۳۔ نافع سے ایک اور روایت کے مطابق حضرت ابن عمرؓ بے وضو نہ تو قرآن پڑھتے، نہ سلام کا جواب دیتے اور نہ ہی ذکر الہی کرتے ۲۴۔

۴۔ بستر پر قرآن مجید رکھ دینا اور اسے لے کر بیت الخلاء میں داخل ہونا: انسان جس بستر پر سوتا ہو اس پر قرآن مجید رکھنے کو حضرت ابن عمرؓ جائز قرار دیتے تھے کیونکہ بستر کوئی گندی جگہ نہیں ہوتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جس بستر پر ایک شخص نے بیوی کے ساتھ صبرستی کی ہو یا اسے احکام ہو گیا ہو یا اس پر اس کا پھینک لگا ہو، اس پر قرآن مجید رکھا جاسکتا ہے؟ آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیا ۲۵۔ البتہ قرآن مجید لے کر بیت الخلاء میں جانا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ گندی اور بے کار جگہ ہے (دیکھئے مادہ غلطی نمبر ۴)

۵۔ قرآن کی تلاوت:

الف۔ اعراب قرآن: حضرت ابن عمرؓ قرآن کی تلاوت کے وقت اعراب قرآن واجب کرتے تھے یعنی اس کے حروف کی زبان کے قواعد کے مطابق فصیح اور واضح ادا کی۔ آپ فرماتے: ”قرآن کے الفاظ واضح طور پر ادا کرو“ ۲۶۔

ب۔ تلحین نہ کرنا: حضرت ابن عمرؓ قرآن کی قرات میں تلحین (لے اور خوش آوازی سے پڑھنے) کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ قرآن بنفسہ زینت ہے اسے آواز کے ساتھ مزین کرنے کی ضرورت نہیں ہے نیز تلحین کی وجہ سے بعض دفعہ حروف اور کلمات واضح طور سے ادا نہیں ہوتے اور ان کے اندر اعرابی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ قرآن کے اندر تلحین کرنے پر آپ اپنے بچوں کی پٹائی کر دیتے تھے۔ ۲۷۔

۶۔ قرآن کی تفسیر اور اس کی آیات پر غور و فکر: قرآن معانی کا خشک نہ ہونے والا چشمہ ہے۔ اس کی ہر دفعہ قرات میں پڑھنے والے کے سامنے نئے نئے معانی آشکار ہوتے ہیں جن کا کوئی تصور سابقہ تلاوتوں سے اس کے ذہن میں نہیں ابھرا تھا۔ اس طرح مرور ایام کی بنا پر قرآن مجید کی جدت میں کوئی کمی نہیں آتی۔ بنابرین اگر ایک شخص ساری زندگی قرآن کی ایک سورت کے مطالعہ میں گزار دے تو وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اب اس سورت کے متعلق کسی اور کے لئے کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ امام

مالک نے روایت کی ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے سورہ بقرہ سیکھنے میں آٹھ برس لگا دیئے^{۲۸}۔ آپ فرماتے ہیں: ”ہم نے ایک زمانہ وہ بھی گزاریا ہے جب کہ ہم میں سے کوئی شخص قرآن کی راہ سے ایمان میں داخل ہوتا۔ حضور ﷺ پر سورت نازل ہوتی اور ہم اس سورت میں مذکورہ حلال و حرام نیز امر و نہی کی تعلیم حاصل کرتے اور یہ بھی سیکھتے کہ اس سورت میں ہمیں کن مقامات پر فکر و تدبر کے لئے وقوف کرنا چاہئے“^{۲۹}۔

۷۔ قبر کے پاس نیز طواف کے دوران قرآن کی تلاوت: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ میت کی تدفین کے بعد اس کی قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کی جائے۔ العلاء بن الجراح سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ جب تم مجھے قبر میں اتارو اور لحد میں رکھو تو اس وقت ”بسم اللہ و علیٰ ستہ رسول اللہ“ پڑھنا، نیز میری قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا نیز میرے سر کی طرف کھڑے ہو کر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور آخری آیت تلاوت کرنا کیونکہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا تھا کہ آپ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے^{۳۰}۔ بلکہ روایتوں میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ نے وصیت کی تھی کہ تدفین کے بعد آپ کی قبر کے پاس سورہ بقرہ کی درج بالا آیتیں پڑھی جائیں، راویوں کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ایک نابینا کو قبر کے پاس قرآن پڑھنے سے منع کیا اور اس سے فرمایا کہ قبر کے نزدیک قرات قرآن بدعت ہے۔ محمد بن قدامہ الجوهری کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ آپ مبشر الحلی کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ثقہ ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ مبشر نے اپنے والد کے بارے میں مجھے بتایا کہ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کی تدفین کے بعد ان کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور آخری آیت پڑھی جائے اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اس بات کے متعلق وصیت کرتے سنا تھا^{۳۱}۔ (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز ۱)

طواف کعبہ کے دوران قرآن کی کوئی تلاوت نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ طواف نمبر ۱۵ کا

۸- مصحف کی خرید و فروخت: حضرت ابن عمرؓ مصحف کی خریداری کے جواز کے قائل تھے لیکن اس کی فروخت کے عدم جواز کی رائے رکھتے تھے۔ اس بارے میں (مادہ بیع نمبر ۳ ج ۱) کے اندر گفتگو ہو چکی ہے۔

۹- سجدے کی آیتیں: ہم نے (مادہ سجود اتلاوہ نمبر ۲) کے اندر جن آیات سجدہ کا ذکر کیا ہے حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں یہی آیات سجدہ ہیں۔
قربتہ (قربت داری)

۱- تعریف: حقیقی یا حکمی نسب کے اندر قرب کو قرابت داری کہتے ہیں۔

۲- قرابت داری کی قسمیں:

الف- حقیقی نسب کی بنا پر قرابت داری۔ اس کی دو قسمیں ہیں

۱- ایسے قرابت دار مرد اور عورتیں جن کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ یعنی محرم رشتہ دار یہ انسان کے اصول یعنی اوپر کے رشتہ دار ہیں خواہ اوپر دور تک کیوں نہ گئے ہوں مثلاً باپ، دادا، نانا، مائیں اور دادیاں نانیاں نیز انسان کے فروغ یعنی نیچے کے رشتہ دار خواہ نیچے دور تک کیوں نہ گئے ہوں مثلاً اولاد، اولاد کی اولاد (مذکر اور مونث دونوں) انسان کے باپ کی فرع خواہ نیچے تک ہو مثلاً بھائی، بہن اور ان کی اولاد (مذکر اور مونث دونوں) نیز اس کے دادا نانا کی فرع کا صرف پہلا طبقہ کوئی اور طبقہ نہیں۔ یعنی چچے، پھوپھیاں، ماموں اور خالائیں

۲- ایسی قرابت دار خواتین جن کے ساتھ نکاح حرام نہیں۔ وہ مذکورہ بالا رشتہ داروں کے سوا دیگر تمام رشتہ دار ہیں مثلاً چچا زاد اور پھوپھی زاد بہنیں نیز ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں۔

ب- حکمی نسب کی بنا پر قرابت داری۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱- نکاح کی بنا پر قرابت داری: اس کے تحت آنے والے رشتہ دار یہ ہیں، بیوی اور اس کے اصول یعنی باپ، دادا، نانا، مائیں اور دادیاں نانیاں نیز اس کے فروغ خواہ نیچے تک کیوں نہ گئے ہوں یعنی بیٹے، بیٹیاں اور ان کی اولاد (مذکر اور مونث دونوں)

زوجہ کے اصول اور فروغ کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔

باپ کی بیوی (سوتیلی ماں) اور بیٹے کی بیوی یعنی بہو کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

۲۔ رضاعت کی بنا پر قرابتداری: اس کے ذیل میں یہ افراد آتے ہیں (۱) ہر وہ فرد جو دودھ پینے یعنی رضاعت کے اندر کسی کے ساتھ شریک ہوا ہو (۲) وہ تمام افراد جو مذکورہ شریک پر حرام ہیں۔ اس تحریم کے لئے رضاعت کی شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ رضاعت کی بنا پر وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی بنا پر حرام ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ نکاح حرام ہوتا ہے۔

۳۔ قرابت داری کے اثرات:

الف۔ صلہ رحمی: قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے اور محرم قرابتداروں کے ساتھ یہ اور زیادہ واجب ہے

ب۔ نفقہ: یہ محرم قرابتداروں پر اپنے قرابتداروں کے لئے واجب ہے (دیکھئے مادہ نفقہ)

ج۔ وراثت: وراثت حقیقی نسب والوں کے ساتھ خاص ہے۔ زوجین کے سوا حکمی نسب کے رشتہ دار وراثت میں شامل نہیں ہوتے۔ زوجین ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں (دیکھئے مادہ ارث)

د۔ عتق۔ اگر کوئی شخص کسی محرم قرابتدار کا مالک بن جائے تو مالک بنتے ہی وہ اس پر آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جزب کا جز ۲)

ه۔ بیع اور تقسیم کے اندر محرم غلاموں اور لونڈیوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ۵)

و۔ نکاح کی تحریم: ان خواتین کا ذکر پہلے گزر چکا ہے جن کے ساتھ محرم قرابتداری کی بنا پر نکاح حرام ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳)

قراض (شراکت مضاریہ) دیکھئے مادہ شرکۃ نمبر ۲ کا جز ج

قرآن (حج قرآن) ایک احرام کے ساتھ حج اور عمرے کو یکجا کر دینا قرآن کلماتا ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳ کا جز ج)

قرض (قرض)

قرض یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو کوئی مثلی چیز دیدے تاکہ مستقبل میں وہ اس کی مثل اسے واپس کر دے (دیکھئے مادہ دین)

قرعہ (قرعہ اندازی)

۱- تعریف: کسی معاملہ کے سلسلے میں قرعہ اندازی کرنا تاکہ مذکورہ معاملہ کے حقدار کا تعین ہو جائے۔

۲- قرعہ اندازی کی مشروعیت: جب کسی چیز کے استحقاق کے سلسلے میں طرفین کے دلائل یکساں ہوں اور ایک دلیل کو دوسری دلیل پر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قرعہ اندازی مشروع ہوگی مثلاً دو افراد کسی تیسرے فرد کے ہاتھ میں موجود کسی چیز کے دعویدار ہوں اور قابض شخص کہے کہ مذکورہ چیز تم میں سے کسی ایک کی ہے لیکن میں اسے نہیں جانتا اور دوسری طرف مذکورہ دونوں افراد میں سے کسی کے پاس کوئی ثبوت موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں قسم اٹھانے کے لئے دونوں کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی۔ اور جس کے نام کا قرعہ نکلے گا قسم کی ابتداء اس سے کی جائے گی یا صورت یہ ہو کہ طرفین میں سے ہر ایک یہ بیٹہ یعنی گواہی اور ثبوت پیش کر دے کہ مذکورہ چیز اس کی ہے تو اس کے نتیجے میں پیش کردہ بیانات یعنی گواہیاں بے اثر ہو جائیں گی اور دونوں کے درمیان قسم اٹھانے کے لئے قرعہ اندازی کی جائے گی جس کے نام قرعہ نکل آئے گا اسے قسم اٹھانے کا مکلف بنایا جائے گا ۳۲۔

اگر قرعہ اندازی درج بالا جیسی صورت کے اندر مشروع ہے تو دلوں کو خوش رکھنے کے لئے یہ بطریق اولیٰ مشروع ہوگی مثلاً ایک شخص کی اگر چند بیویاں ہوں تو سفر میں ساتھ جانے والی بیوی کے تعین کے لئے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی جائے گی تاکہ تمام بیویوں کے دل خوش رہیں۔

قصاص (قصاص)

قصاص یہ کہ مجرم کے ساتھ وہی کچھ کیا جائے جو اس نے جرم کی زد میں آنے

والے شخص کے ساتھ کیا تھا (دیکھئے مادہ جتائے نمبر ۵ کا جز الف)

قضاء (فیصلے کرنا)

۱- تعریف: جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کو قضاء کہتے ہیں۔

۲- قضاء سے چٹا: قضاء کا عمل بڑا نازک اور پر خطر عمل ہے کیونکہ اس میں غلطی ہو جاتی

ہے یعنی حقدار سے حق لے کر حق نہ رکھنے والے کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ یہ ظلم کی ایک صورت ہے انسان معصوم نہیں ہوتا اور اس سے ایسی غلطی سرزد ہو ہی جاتی ہے۔

اس لئے بشرط منجائش اسے قضاء کے کام سے دور ہی رہنا چاہئے۔ امیر المومنین حضرت

عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو قاضی مقرر کرنا چاہا لیکن حضرت ابن عمرؓ نے یہ عہدہ

قبول کرنے سے انکار کر دیا ۳۳۔ حضرت عثمانؓ نے آپ سے کہا: ”لوگوں کے جھگڑوں

کے فیصلے کیجئے“ آپ نے جواب دیا: ”میں دو افراد کے درمیان فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ

ہی دو افراد کی امامت کر سکتا ہوں“ حضرت عثمانؓ نے کہا: ”تو گویا آپ میرا حکم نہیں

مانتے؟“ آپ نے جواب دیا: ”ایسی بات نہیں، لیکن مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قاضی تین

قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ قاضی جو جاہل ہوتا ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ دوسرا وہ

قاضی جسے اس کی خواہش نفس اسے کسی طرف مائل کر دے اور وہ راہ حق سے ہٹ

جائے۔ یہ بھی جہنم میں جائے گا۔ تیسرا وہ قاضی جو اجتہاد سے کام لے کر درست فیصلے

کرے۔ اس کا معاملہ برابر ہوتا ہے یعنی نہ اسے کوئی اجر ملتا ہے اور نہ اس پر کوئی بوجھ

ہوتا ہے“ یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا: ”آپ کے والد محترم فیصلے کیا کرتے تھے“

آپ نے جواب دیا: ”میرے والد فیصلے کرتے تھے اگر کسی معاملہ میں انہیں اشکال پیدا

ہو جاتا تو حضور ﷺ سے پوچھ لیتے اور اگر حضور ﷺ کے لئے بھی یہ معاملہ باعث

اشکال ہوتا تو آپ ﷺ حضرت جبریلؑ سے پوچھ لیتے، لیکن اب میں کس سے

پوچھوں؟ کیا آپ نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ ”اگر کوئی شخص اللہ کی پناہ

حاصل کر لے تو وہ پناہ دینے والی ذات کی پناہ میں آ جاتا ہے“ حضرت عثمانؓ نے فرمایا

: ”ہاں میں نے سنا ہے“ آپ نے فرمایا: ”میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ

آپ مجھے قاضی مقرر کریں" یہ سن کر حضرت عثمانؓ نے آپ کو جانے دیا اور فرمایا: "اس بات کی خبر کسی کو نہ دینا" ۳۴۔ حضرت ابن عمرؓ نے یہ عہدہ شاید اس لئے ٹھکرا دیا تھا کہ آپ کی نظر میں صحابہ کرامؓ کے اندر اس عہدے کے مستحق افراد کی کمی نہیں تھی اور صرف آپ ہی اس عہدے کے لئے نہیں رہ گئے تھے۔

۳۔ فیصلے کے مصادر: قرآن اور سنت ایسے دو اولین مصادر ہیں جن سے فیصلہ معلوم کرنا ہر قاضی پر واجب ہے۔ اور کسی قاضی یا مفتی کے لئے ان مصادر سے ہٹ کر کوئی فیصلہ دینا یا فتویٰ صادر کرنا سرے سے جائز ہی نہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے طواف کے دوران جابر بن زید سے فرمایا: "ابوالششاء تم بصرہ کے فقہاء میں سے ہو، تم ناطق قرآن یا سنت ماضیہ سے ہٹ کر کوئی فتویٰ نہ دینا، اگر تم ایسا کرو گے تو خود بھی ہلاک ہو گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے" ۳۵۔

۴۔ قاضی اپنے فیصلے کے اندر جن دلائل کا سہارا لے گا وہ درج ذیل ہیں:

قاضی کے لئے کسی مثبت دلیل کا سہارا لئے بغیر فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان دلائل کے سلسلے میں ہمیں حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ جو مواد ہاتھ آیا ہے اس کا ہم ذیل میں ذکر کریں گے۔

الف۔ اقرار: اگر مدعی اور مدعا علیہ میں سے کوئی فریق حق کا اقرار کر لے تو قاضی پر اس اقرار کے بموجب فیصلہ صادر کرنا واجب ہوگا۔ اس بارے میں صحابہ کرامؓ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (دیکھئے مادہ اقرار)

ب۔ گواہی: گواہی صرف اس وقت طلب کی جائے گی جب حق کے اقرار سے باز رہا جائے۔ اگر درست گواہی پیش کر دی جائے تو اس کے بموجب فیصلہ سنانا واجب ہوگا (دیکھئے مادہ شہادۃ) اگر دو شخص ایک متضمن چیز پر دعویٰ کردیں اور ہر فریق یہ گواہی پیش کرے کہ مذکورہ چیز اس کی ہے تو دونوں گواہیاں بے اثر ہو جائیں گی اور قسم اٹھانے کے سلسلے میں دونوں کے درمیان قرعہ اندازی ہوگی اور پھر جس کے نام قرعہ نکل آئے گا اس سے حلف لینے کی ابتدا کی جائے گی ۳۶۔ جیسا کہ (مادہ قرعۃ نمبر ۲) میں بیان ہو چکا ہے۔

ج- قسم

۱- اگر مدعی گواہی پیش کرنے سے عاجز رہے تو مدعا علیہ کو قسم اٹھانے کا مکلف بنایا جائے گا حضرت ابن عمرؓ کے پاس جنگ کے اندر قید ہو کر آنے والی ایک لونڈی تھی، اس کا شوہر اس سے طلاق کی چپکے چپکے باتیں کرتا تھا۔ لونڈی نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرا شوہر خفیہ طور پر کچھ نہ کچھ کر بیٹھے گا، لیکن شوہر نے اس الزام کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ لونڈی کے پاس اپنی بات کے حق میں کوئی ثبوت نہیں تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے شوہر سے حلف لیا اور جب اس نے حلف اٹھالیا تو اسے جانے دیا۔^{۳۷}

۲- اگر قاضی حلف اٹھانے والے کے اندر کسی قسم کی لاپرواہی اور بے فکری محسوس کرے تو قسم کے معاملہ میں مخفیہ سے بھی کام لے سکتا ہے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے وصی تھے آپ کے پاس ایک شخص ایک دستاویز یا پروٹوٹ لے کر آیا جس میں گواہوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ”نافع، اس شخص کو منبر رسول ﷺ کے پاس لے جاؤ اور وہاں اس سے حلف لو“ یہ سن کر اس شخص نے کہا: ”ابن عمرؓ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میرے بارے میں آپ اس ذات یعنی اللہ تعالیٰ کو بات سنائیں جو میری بات سن رہی ہے اور پھر وہی ذات میری بات قیامت میں بھی مجھے سنائے گی“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اس شخص نے سچ کہا“ اور پھر اس سے خود ہی حلف اٹھوایا اور مذکورہ چیز اسے دے دی۔^{۳۸}

یہاں حضرت ابن عمرؓ نے منبر رسول ﷺ کے پاس جا کر اس شخص سے حلف اٹھوا کر قسم کی مخفیہ کا ارادہ کیا لیکن جب آپ نے محسوس کیا کہ اس شخص کے اندر تقویٰ ہے تو آپ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

د- مدعی کا قول: قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسے معاملات کے اندر مدعی کے قول کی بنا پر فیصلہ صادر کر دے جن کا علم صرف مدعی کے ذریعے ہی ہو سکتا ہو کیونکہ ان معاملات کے اندر مدعی امین تصور ہوتا ہے مثلاً کوئی عورت کہے کہ اسے حیض آگیا ہے یا وہ حیض سے پاک ہو گئی ہے یا اسی قسم کی کوئی بات۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ عدت طلاق کے اختتام پذیر ہو جانے کے سلسلے میں عورت کا قول قبول کر لیتے تھے آپ فرماتے

”فرج امانت ہے“ ۳۹۔ آپ سے یہ منقول نہیں کہ آپ نے اس معاملہ میں متعلقہ عورت سے اپنے قول کی اتم اٹھوائی ہو (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جزب کے ۲ کا جز

(ب)

۵۔ قرعہ اندازی: ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قرعہ اندازی کے ذریعے قاضی کے فیصلے کو جائز قرار دیتے تھے۔ گذشتہ سطور میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ آپ نے قسم اٹھانے کی ابتداء کے سلسلے میں قرعہ اندازی کی تھی۔

قضاء الفوائت (فوت شدہ فرض کی قضا)

۱۔ تعریف: قضا یہ ہے کہ واجب یعنی فرض کی مثل اس کے غیر وقت میں طانی مافات کے طور پر ادا کی جائے۔

۲۔ فوت شدہ نمازوں کی قضا (دیکھئے مادہ ملاقۃ نمبر ۵ کے جز د کا جز ۳)

فاسد کی ہوئی نفل کی قضا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز واؤ کا جز ۳)

روزوں کی قضا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۳)

دین کی قضا یعنی ادائیگی (دیکھئے مادہ دین)

قطع الطريق (رہزنی)

۱۔ تعریف: رہزنی یہ ہے کہ جنگل اور صحرا میں لوگوں پر حملہ کر دیا جائے اور کسی دشمنی یا انتقام یا غیظ دلانے والی بات کے بغیر ان کی جان اور ان کے مال کو نقصان پہنچایا جائے۔ عزت و آبرو پر حملہ کرنا بھی رہزنی میں شامل ہے خواہ کسی انتقام یا کسی اور سبب کی بنا پر ایسا کیوں نہ کیا گیا ہو۔

۲۔ رہزنی کی سزا: اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۳ میں رہزنی کی سزا بیان کر دی ہے۔ ارشاد ہے (انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا ویصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض) ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے یا ان کے ہاتھ

پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں علاقہ بدر کر دیا جائے (حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”یہ آیت عربین کے بارے میں نازل ہوئی“^{۳۰}۔ یہ لوگ قبیلہ عکل اور قبیلہ عربہ کے افراد تھے انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور پھر کہا کہ: ”اللہ کے رسول، ہم لوگ اہل ضرع (دودھ دینے والے مویشیوں والے) ہیں اہل ریف (کھیتی باڑی کرنے والے) نہیں ہیں، ہمیں مدینہ کی آب و ہوا راس نہیں آرہی ہے“ حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ انہیں چرواہے کے ساتھ کچھ اونٹ دے دیئے جائیں اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان اونٹوں کے ساتھ جا کر رہیں اور ان کا دودھ اور پیشاب پئیں انہیں یہ صورت راس آگئی لیکن انہوں نے چرواہے پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا اور اونٹ اپنے قبضے میں کر لئے اور مرتد ہو گئے۔ جب یہ لوگ گرفتار ہو کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر کئے گئے تو آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالنے اور انکی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دینے کا حکم دیا۔ انہیں اسی حالت میں مدینہ کی سٹغلاخ زمین پر چھوڑ دیا گیا اور وہیں یہ سب مر گئے^{۳۱}۔

قفاز (دستانہ)

کپڑے یا چمڑے وغیرہ کے بنے ہوئے دستانے کو قفاز کہا جاتا ہے۔

حج یا عمرہ کرنے والی عورت کے لئے دستانے پہننا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۲ کا جز ۳)

قلنسوة (ٹوپی)

۱۔ تعریف: سر کے لباس کو قلنسوہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ اگر وضو میں سر کا مسح نہ ہو تو صرف ٹوپی پر مسح کر لینا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ عمامتہ نمبر ۳)

قن (مملوک)

جس مملوک کی غلامی کامل ہو اور وہ مکاتب یا مدبر یا ام ولد نہ ہو اسے قن کہا جاتا ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۴)

قطار (ایک وزن کا نام)

قطار قدیم اوزان میں سے ایک وزن کا نام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک اس کی مقدار بارہ سواویہ تھی^{۲۲}۔ (ایک اویہ نصف رطل کا چھٹا حصہ ہوتا ہے)

تغذ (سی)

تغذ کھانے کا حکم (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واد کا جز ۷)

قنوت (دعائے قنوت)

- ۱۔ تعریف: نماز کے اندر قیام کی حالت میں مانگی جانے والی دعا کو قنوت کہتے ہیں۔
- ۲۔ قنوت کی مشروعیت

وتر کے سوا دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ۱)

وتر کی نماز میں قنوت پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ۱ کا جز ۳)

قود (قصاص) دیکھئے مادہ قصاص

قئی (قے کرنا)

- ۱۔ تعریف: معدے کے مواد کو منہ کے راستے خارج کرنے کو قے کرنا کہتے ہیں۔
- ۲۔ قے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ج)

قے کی وجہ سے روزہ دار کا روزہ نہیں چھوٹا (دیکھئے مادہ میام نمبر ۷ کا جز ب)

قح (پیپ) دیکھئے مادہ صدید

حرف القاف میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ ترمذی فی القدر، مسند احمد نمبر ۵۶۳۹
- ۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۳۰ ب ج ۱
- ۱۴۔ سنن سعید بن منصور ص ۳۶۶/۱ ج ۳
- ۱۵۔ عبدالرزاق ص ۱۰۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ ب ج ۲
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۲۶ ب ج ۲
- ۱۷۔ سنن دارمی ص ۳۶۳ ج ۲
- ۱۸۔ الدر المنثور ص ۲۰ ج ۵
- ۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۱ ج ۱
- ۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱، الدر المنثور ص ۱۶۲ ج ۶، احکام القرآن ص ۴۱۶ ج ۳
- المغنی ص ۱۳۷ ج ۱۱، المجموع ص ۸۰ ج ۲
- ۲۰۔ ب۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱
- ۲۱۔ سنن بیہقی ص ۹۰ ج ۱، عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۱
- ۲۲۔ عبدالرزاق ص ۳۳۸ ج ۱، المحلی ص ۸۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۸۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۱
- ۲۳۔ اخبار القضاة لو کتب ص ۳۲۱ ج ۱
- ۲۴۔ المحلی ص ۸۸ ج ۱
- ۲۵۔ کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۱
- ۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۲
- ۲۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ب ج ۲، سنن بیہقی ص ۱۸ ج ۲

- ۱۔ الامول ص ۷۰
- ۲۔ المغنی ص ۵۰ ج ۲
- ۳۔ عبدالرزاق ص ۵۱۹، ۵۷۰ ج ۳، المحلی ص ۱۳۰، ۱۶۱ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ب ج ۱، نیز دیگر کتابیں
- ۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۱ ب ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۷۶ ج ۳، الاستذکار ص ۲۳۲ ج ۱، نیز دیگر کتب
- ۵۔ المغنی ص ۵۶ ج ۳
- ۶۔ المغنی ص ۵۵۹ ج ۳
- ۷۔ شرح السنہ ص ۴۱۰ ج ۵، کشف الغمہ ص ۱۷۱ ج ۱
- ۸۔ المحلی ص ۱۳۵ ج ۵
- ۹۔ کشف الغمہ ص ۱۷۱ ج ۱
- ۱۰۔ ترمذی فی القدر باب ماجاء فی التشدید فی الخوض فی القدر۔ ابن ماجہ کے اندر اس حدیث کے شواہد کی موجودگی کی بنا پر یہ حدیث حسن ہے
- ۱۱۔ عبدالرزاق ص ۱۱۳ ج ۱۱
- ۱۲۔ ابوداؤد فی السنہ باب لزوم السنہ -

- ۲۸۔ الموطا ص ۲۰۵ ج ۱
 ۲۹۔ النشر فی القراءات العشر لابن الجزری
 ص ۳۱۶
 ۳۰۔ سنن بیہقی ص ۵۶ ج ۴، المغنی ص
 ۳۷۴ ج ۲
 ۳۱۔ المغنی ص ۵۶۷ ج ۲، التاج والاکلیل
 حاشیہ مواہب الجلیل ص ۲۳۸ ج ۲
 ۳۲۔ المغنی ص ۲۸۷ ج ۹
 ۳۳۔ المغنی ص ۳۶ ج ۹، البدایۃ والنہایۃ
 ص ۴ ج ۹
 ۳۴۔ طبقات ابن سعد ص ۱۴۶ ج ۴ سیر
 اعلام النبلاء ص ۲۲۳ ج ۳، ترمذی نمبر
 ۴
 ۱۳۲۲۔ اول کتاب الاحکام
 ۳۵۔ سنن دارمی ص ۵۹ ج ۱
 ۳۶۔ المغنی ص ۲۸۷ ج ۹
 ۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴۱ ج ۲
 ۳۸۔ المحلی ص ۳۸۵ ج ۹
 ۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵۹ ج ۱
 ۴۰۔ الدر المنثور ص ۲۷۷ ج ۲، المغنی ص
 ۲۸۷ ج ۸
 ۴۱۔ تفسیر طبری ص ۱۳۳ ج ۶
 ۴۲۔ تفسیر الماوردی، سورہ آل عمران کی
 آیت نمبر ۱۴ کی تفسیر تفسیر قرطبی ص ۳۰ ج
 ۴

www.KitaboSunnat.com

حرف الکاف

کافر (کافر) دیکھئے مادہ کفر
کبیرۃ (گناہ کبیرہ)

۱۔ تعریف: کبیرہ ہر اس گناہ کو کہتے ہیں جس کے ارتکاب پر اللہ کی وعید آئی ہے یا سزا کے طور پر حد مقرر ہوئی ہے۔

۲۔ بعض کبار کا ذکر: ایک شخص حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ”میں نجدات (خوارج کے ایک فرقے کا نام) کے ساتھ رہا ہوں اور کئی گناہ کئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے تمام کبیرہ گناہ بتادیئے جائیں“ حضرت ابن عمرؓ نے ساتھ یا آٹھ گناہ گنوا دیئے وہ یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کی جان لینا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، پاکدامن عورت پر زنا کی تمت لگانا، جھوٹی قسم کھانا، پھر آپ نے اس سے پوچھا: ”تمہاری والدہ زندہ ہے؟“ اس نے ہاں کہا آپ نے فرمایا: ”اسے کھانا کھلاؤ اور اس کے ساتھ نرم لہجے میں بات کرو“۔

شکر اسلام کو چھوڑ کر بھاگ جانا بھی گناہ کبیرہ ہے (دیکھئے مادہ جہاد نمبر ۸)

کتابی (اہل کتاب)

۱۔ تعریف: کتابی وہ غیر مسلم ہے جو کسی آسمانی کتاب کو ماننے والا ہو، اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ ہیں۔ ان کے سوا کوئی اور اہل کتاب نہیں ہے۔

۲۔ کتابی کے احکام

کتابی کا ذبیح حلال ہے (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جز ب) خشکی کا کیا ہوا اس کا شکار بھی حلال ہے (دیکھئے مادہ صید نمبر ۴ کا جز ب) نیز (مادہ بحر) اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۵)

کحل (سرمہ) دیکھئے مادہ اکتمال

کسب (کمائی)

۱۔ تعریف: کسب اس تصرف کو کہتے ہیں جس سے مال حاصل ہو۔

۲۔ اس کی انواع۔ کسب کی تین انواع ہیں۔

الف۔ کسب حرام: اس سے مراد ہر وہ مال ہے جو ایسے ذریعے سے حاصل کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے مثلاً سود (دیکھئے مادہ ربا) ، سرقہ (دیکھئے مادہ سرقت) زنا کاری (دیکھئے مادہ زنا) اور جوا وغیرہ

ب۔ مکروہ کسب: حضرت ابن عمرؓ اسے کسب خبیث کا نام دیتے ہیں۔ یعنی ایسی کمائی جو گھٹیا حرفتوں میں سے کسی حرفت کے ذریعے حاصل کی جائے (دیکھئے مادہ احترام نمبر ۳ کا جز الف) مثلاً سینگی لگانے وغیرہ کے ذریعے کسب

ج۔ کسب حلال: مذکورہ بالا صورتوں کے ماسوا کسب مثلاً تجارت یا زراعت یا صنعت یا جماد سے حاصل ہونے والا کسب۔ حج کے اندر کمائی کرنا بھی کسب حلال میں داخل ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۰)

۳۔ کسب حلال کی فضیلت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کسب حلال جمادنی سبیل اللہ کے ہم پلہ ہے۔ آپ نے تحریر کیا: ”تم پر تین سفر لازم کی گئے ہیں، حج، عمرہ اور جمادنی سبیل اللہ، انسان ان مذکورہ ذرائع میں سے کسی ذریعے کے تحت کوشش کرتا ہے (یعنی رزق حلال کے لئے کوئی ذریعہ تلاش کرتا ہے) مجھے بستر پر پڑے پڑے مرنے سے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے مال کے ذریعے اللہ کا فضل تلاش کروں، اگر میں کہوں کہ یہ شہادت ہے تو میں اسے شہادت ہی سمجھوں گا“ ۱۔ حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت ابن عمرؓ سے اسی مفہوم کی طرف سبقت لے گئے تھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: ”اللہ کے فضل کی تلاش میں زمین پر سفر کرتے ہوئے اپنے کجاوے کے درمیان مرجانا اللہ کے راستے میں جماد کرتے ہوئے قتل ہو جانے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے“ ۲۔

کسوف (سورج گرہن)

کسوف کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳)

کعبۃ (کعبہ)

۱- تعریف: کعبہ شریف بیت اللہ کو کہتے ہیں جس کی مکہ مکرمہ میں تعمیر کا حکم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا تھا۔

۲- کعبہ کی عمارت کی تزئین و آرائش: حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں کعبہ کی عمارت کی تزئین و آرائش بدعت ہے۔ نیز یہ کہ اس کی عمارت کو اسی سادہ شکل میں رہنے دینا واجب ہے جس سادہ شکل میں اسے بنایا گیا تھا۔ آپ فرماتے: ”اگر تم قریش کو دیکھو کہ انہوں نے بیت اللہ کو گرا کر اسے نئے سرے سے بنایا اور اس کی تزئین و آرائش کی ہے تو اگر مر سکو تو مرجاؤ“ ۳۔

۳- کعبہ پر غلاف چڑھانا: کعبہ پر غلاف چڑھانا مشروع ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ہدیٰ پر قبایح، انماط (کپڑوں کی مختلف اقسام کے نام) اور حلے (عمدہ کپڑے) وغیرہ ڈال دیتے اور پھر ہدیٰ کو لے کر کعبہ جاتے اور ان کا غلاف بنا کر کعبہ شریف پر چڑھا دیتے ۴۔

۴- نماز میں استقبال کعبہ کا وجوب (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ج) سفر کے اندر نفل نمازوں میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کی شرط نہیں (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ج کے ۵ کا جز ھ)

عرفات میں دعا کرنے کے وقت کعبہ کی طرف رخ کرنے کا استحباب (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز داؤ کا جز ۱) نیز صفا و مروہ پر وقوف کے وقت اس کا استحباب (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ کا جز ج)

سجدے کے اندر انگلیوں کا رخ کعبے کی طرف کرنا (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۲ کا جز د) کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۶) ہدیٰ کو قلاذہ پہناتے وقت اور اس کا اشعار کرتے وقت اسے کعبہ کے رخ کھڑا کرنا (دیکھئے مادہ اشعار نمبر ۲)

کعبہ کے دروازے اور رکن کے درمیان التزام کا عمل (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶) قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف رخ کرنے کی کراہت (دیکھئے مادہ غلی نمبر ۳) کعبہ کے اندر جا کر نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز ج)

حرم کے اندر کعبہ کے جوار میں اقامت گزینی (دیکھئے مادہ جوار)

کفارة (کفارہ)

۱۔ تعریف: کفارہ اس تصرف کو کہتے ہیں جسے گناہ مٹانے کے لئے شرع نے واجب کر دیا

ہے

۲۔ ان گناہوں کا ذکر جن کے اندر متعین کفارات کا وجوب ہو جاتا ہے۔

الف۔ حدود: جو شخص اللہ کے حدود میں سے کسی حد والے گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً زنا، ارتداد، رہزنی، چوری، قذف اور شراب نوشی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس پر متعلقہ حد جاری کر دی جائے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”جو شخص حد والے کسی جرم کا ارتکاب کرے اور دنیا میں اسے سزا دے دی جائے تو اللہ کی ذات اس سے بڑھ کر عادل ہے کہ آخرت میں اسے دوبارہ سزا دے“^۱

ب۔ قتل خطا اور قتل شبہ عمد: اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے جسے یہ میسر نہ ہو وہ دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء آیت نمبر ۹۲ میں ارشاد فرمایا ہے (وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطاء ومن قتل مومنا فتحریر رقبہ۔ مومنہ۔ و دیہ۔ مسلمہ۔ الی اہلہ الا ان یصد قوا۔ فان کان من قوم عد ولکم وهو مومن فتحریر رقبہ۔ مومنہ۔ وان کان من قوم بینکم و بینہم میثاق فدیہ۔ مسلمہ۔ الی اہلہ و تحریر رقبہ۔ مومنہ۔ فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین توبہ۔ من اللہ۔ وکان اللہ علیما حکیما کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ دوسرے مومن کو قتل کرے الا یہ کہ اس سے چوک ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا دے الا یہ کہ وہ خوں بہا معاف کر دیں لیکن اگر وہ مسلمان مقتول کسی ایسی قوم سے تھا جس سے تمہاری دشمنی ہو تو اس کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے اور وہ کسی ایسی غیر مسلم قوم کا فرد تھا جس سے تمہارا معاہدہ ہو تو اس کے وارثوں کو خوں بہا دیا جائے گا اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہو گا۔ پھر جو غلام نہ پائے وہ درپے درپے دو

مینے کے روزے رکھے۔ یہ اس گناہ پر اللہ سے توبہ کا طریقہ ہے اور اللہ علیم ودان ہے (ج۔ ظہار۔ اس کا کفارہ ایک مملوک آزاد کرنا ہے، جسے یہ میسر نہ ہو وہ پے درپے دو ماہ روزے رکھے، اگر اسے اسکی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ سورہ مجادلہ آیت نمبر ۳ اور ۴ میں ارشاد باری ہے (والذین یظاہرون من نساء ہم ثم یعودون لما قبل فتحہ رقبہ۔ من قالوا ان یتما سا ذلکم تو عظون بہ واللہ بما تعملون خیر) فمن لم یجد فصیام شہرین متتابعین من قبل ان یتما سا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذلک لتؤمنوا باللہ ورسولہ و تلک حدود اللہ و للکافرین عذاب الیم اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کسی ہوئی بات کی خلافی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں ایک مملوک آزاد کرنا ہے۔ اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے۔ اور اللہ کو اس کی پوری خبر ہے جو تم کرتے رہتے ہو۔ پھر جس کو یہ میسر نہ ہو تو قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں اس کے ذمہ دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا ہے۔ یہ احکام اس لئے ہیں تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے) نیز (دیکھئے مادہ ظہار نمبر ۳)

و۔ قسم توڑنے کا کفارہ: اگر قسم کھانے والے نے قسم کو موکد کیا ہو تو اسے توڑنے کا کفارہ ایک مملوک آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے دینا ہے اور اگر قسم کو موکد نہ کیا ہو تو اسے توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھانا ہے۔ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں ارشاد باری ہے (لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولكن یواخذکم بما عقدتم الايمان فکفارتہ اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم او کسوتہم او تحریر رقبہ۔ فمن لم یجد فصیام ثلاثہ۔ ایام ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم تم لوگ جو مہمل قسمیں کھا لیتے ہو ان پر اللہ گرفت نہیں کرتا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط

درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو اور جو اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ تین دن کے روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کو کفارہ ہے جبکہ تم قسم کھا کر توڑ دو (نیز دیکھئے (مادہ یکمین نمبر ۴ کا جز ج)

۵۔ ایسی نذر پوری نہ کرنا جسے کسی شخص نے قسم کی صورت میں مانی ہو۔ اس کا کفارہ موکدہ قسم کے کفارے کی طرح ہے اگر یہ میسر نہ ہو تو وہ غیر موکدہ قسم کا کفارہ ادا کرے۔ حضرت ابن عمرؓ سے نذر کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا: ”یہ قسموں کی افضل صورت ہے اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو پھر وہ کفارہ ہے جو اس کے بعد ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر وہ کفارہ ہے جو اس کے بعد ہے“ یعنی غلام آزاد کرنا، کپڑے پہنانا اور کھانا کھانا“۔

۶۔ حج اور عمرہ کے اندر احرام کی خلاف ورزیاں (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ن کا جز ۶)

۷۔ جن گناہوں کے کفاروں کا ذکر نہیں ہوا ان کا کفارہ توبہ و استغفار ہے۔
۸۔ کفارہ میں واجب ہونے والی چیزیں: درج بالا بحث سے ہمارے سامنے یہ واضح ہو گیا ہے کہ کفارہ کے اندر درج ذیل تین چیزوں میں سے ایک چیز واجب ہوتی ہے۔

الف۔ غلام آزاد کرنا: قتل، ظہار، قسم اور نذر کے کفاروں میں غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہے ولد زنا اور زانیہ کو کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک کفارے کے اندر ولد زنا اور اس کی ماں کو آزاد کر دیا تھا^۸۔ قتل کے کفارے میں آزاد کئے جانے والے غلام کا مومن ہونا شرط ہے۔ یہ بات گذشتہ سطور میں مذکورہ آیت میں بیان ہو چکی ہے۔

ب۔ کپڑے پہنانا: کپڑے پہنانے کے اندر ہر فقیر کو اتنا کپڑا دے دینا کافی ہے جس کے ساتھ نماز درست ہو جائے^۹۔

ج۔ کھانا کھانا: یہ عمل اس وقت پورا ہوگا جب کھانا پکا کر فقیروں کو پیش کیا جائے ایسی صورت میں اس پر وہ اوسط درجے کا کھانا واجب ہوگا جو وہ اپنے بال بچوں کو کھلاتا ہے۔ سورہ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں ارشاد باری ہے (فکفارتہ اطعام عشرة مساکین

من اوسط ما تطعمون اہلیکم اس کا کفارہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاتا ہے جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو) حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں اوسط درجے کا کھانا آپ کی رائے میں روٹی اور کھجور، روٹی اور پنیر، روٹی اور سرکہ، روٹی اور زیتون کا تیل، روٹی اور دودھ، روٹی اور سبزی تھا اور بہترین کھانا روٹی اور گوشت تھا^۱۔ اسی طرح کھانا کھلانے کا عمل اس صورت میں بھی پورا ہو جائے گا جب وہ فقیر کو ایسی خوراک پیش کرے جسے اس کے شر والے عام طور پر خوراک کے لئے استعمال کرتے ہوں مثلاً گندم، جو وغیرہ اگر وہ فقیر کو گندم پیش کرے تو اس صورت میں ہر فقیر کو اس کی دی ہوئی گندم ایک مد (ایک پیانے کا نام) سے کم نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہر مسکین کے لئے ایک مد گندم“^۲۔ آپ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قسم توڑنے والا ہر مسکین کو دو مد گندم دے^۳۔ البتہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔

د۔ روزہ: قتل، ظہار اور قسم توڑنے کے کفاروں میں روزہ واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح محرم اگر حالت احرام میں ہبستری کر لے یا ہبستری کے دوائی کا ارتکاب کرے یا شکار پکڑے تو اس پر کفارہ کے طور پر روزہ واجب ہوگا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزم نیز نمبر ۶ کے جز ۱ کا جز ۳) جن کفاروں کو ہم نے ذکر کیا ہے ان کے اندر اگر دیگر صورتوں مثلاً عتق اور اطعام سے عاجز ہو تو ان کے بدل کے طور پر روزہ رکھے گا۔

ھ۔ کفارہ میں واجب ہونے والی چیز کی شرط یہ ہے کہ جس پر کفارہ واجب ہوا ہے مذکورہ چیز پر اس کی پوری اور درست ملکیت ہو۔ بصورت دیگر کفارہ میں اس چیز کا اخراج جائز نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک غلام آزادی دینے کی شرط کے ساتھ خریدا جائے تو کیا اسے کفارہ میں آزاد کرنا درست ہوگا؟ آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا^۴۔ کیونکہ مذکورہ شرط کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی اور فاسد بیع کے اندر مملوک کو آزاد کرنا جائز نہیں ہوتا۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا واجب تھا، میں نے ایک شخص سے غلام خرید کر اسے آزاد کر دیا پھر مجھے اطلاع ملی کہ غلام کے مالک نے اسے کہیں سے اٹھایا تھا، آپ نے فرمایا: ”اللہ نے تم سے تمہارا غلام قبول نہیں کیا، جاؤ جا کر اپنی دی ہوئی رقم واپس لے

لو“ اس نے کہا کہ میں نے اسے آزاد کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: ”میں نے تم سے جو کہ دیا وہی کرو“ یہ غلام تمہارے کفارے کے لئے کافی نہیں ہوگا“^{۱۳}۔ کافی نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ کفارہ دینے والے نے ایسا غلام خریدا تھا جس کا بائع مالک نہیں تھا اور اس قسم کی خریداری باطل ہوتی ہے اس لئے گویا اس نے ایسا غلام آزاد کیا جس کا وہ مالک نہیں بنا تھا۔

د۔ متماثل کفارات میں واجب کا اندماج: اگر کوئی شخص کفارہ واجب کر دینے والا کوئی فعل کرے اور اس کا کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہی فعل دوبارہ کر لے تو دونوں فعلوں کا ایک کفارہ کافی ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”اگر تم کئی مرتبہ قسم کھاؤ تو ایک کفارہ ہوگا“^{۱۵}۔ آپ نے اپنے غلام سے کہا: ”تم اپنی بیوی کے پاس ہی پڑے رہتے ہو، اسے طلاق دے دو“ (اس کی بیوی آپ کی لونڈی تھی) غلام نے طلاق دینے سے انکار کر دیا آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم تم اسے ضرور طلاق دے دو“ غلام نے جواب دیا: ”میں ایسا نہیں کروں گا“ اس پر آپ نے تین مرتبہ قسم کھا کر اسے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیا۔ غلام نے بھی قسم کھا کر کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”غلام مجھ پر غالب آگیا“ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا کہ اب آپ کتنے کفارے ادا کریں گے۔ آپ نے جواب دیا: ”ایک کفارہ“^{۱۶}۔ اگر قسم کو موکد بنانے کے لئے کوئی شخص اسی قسم کی بار بار تکرار کرے تو اس کے لئے ایک کفارہ بطریق اولیٰ کافی ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ جب ایک ہی مجلس میں بار بار تکرار کے ذریعے اپنی قسم کو موکد کر دیتے تو قسم توڑنے پر ایک ہی غلام آزاد کرتے^{۱۷}۔

ز۔ کفارہ نکالنے والا اس میں سے کچھ نہ کھائے: جو شخص طعام یا ہدیٰ کفارہ میں نکالے تو اس کے لئے اس میں سے کچھ کھا لیتا جائز نہیں ہوگا^{۱۸}۔

۳۔ کفارہ کے موجب پر کفارہ کو مقدم کر دینا: حضرت ابن عمرؓ قسم کھانے والے کے لئے اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ وہ قسم توڑنے سے پہلے اس کا کفارہ ادا کر دے، اس کے لئے قسم توڑ دینے کے بعد کفارہ ادا کرنا بھی جائز ہے۔ آپ بعض دفعہ قسم توڑنے سے پہلے ہی قسم کا کفارہ ادا کر دیتے اور بعض دفعہ قسم توڑنے کے بعد اس کا

کفارہ ادا کرتے^{۱۹}۔

کفالتہ (کفالہ)

۱۔ تعریف: مطالبہ کے اندر ایک ذمہ کو دوسرے ذمہ کے ساتھ ضم کر دینا کفالہ کہلاتا ہے۔

۲۔ بیع سلم کے اندر کفالہ: بیع سلم کے مشتری کے لئے جائز ہے کہ وہ بائع سے مسلم فیہ (بیع) کے سلسلے میں کنیل طلب کرے (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۶ کے جزب کا جز ۱)

۳۔ کفالہ پر اجرت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کفالہ ان تصرفات میں سے ایک ہے جن کے اندر لوگ ایک دوسرے کو ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ اس حیثیت سے کسی کے لئے کفالہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ میرے پاس ایک دہقان آیا جس کے ذمہ خراج کی بڑی رقم تھی۔ میں اس کا کفیل بن گیا اور اس کی طرف سے خراج کی رقم ادا کر دی پھر وہ دوسری بار میرے پاس آیا اور کفالہ کی دستاویز پھاڑ کر اپنے ذمہ واجب الادا رقم کی ادائیگی کر دی۔ پھر اس نے مجھے ایک ٹو اور کپڑوں کا ایک جوڑا دیا، یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم اس کے کفیل نہ بننے تو کیا وہ یہ چیزیں تمہیں دیتا؟“ میں نے نفی میں جواب دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ”تو پھر یہ چیزیں نہ لو“^{۲۰}۔

کفر (کفر)

۱۔ تعریف: مسلمانوں کے عقیدے کے سوا کوئی اور عقیدہ رکھنا کفر کہلاتا ہے

۲۔ وہ بات جس کی وجہ سے ایک شخص ایمان سے نکل کر کفر میں داخل ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ ردة نمبر ۳)

۳۔ کفر کے اثرات

کفر کی وجہ سے میراث سے محرومی (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۱)

کفر کے سبب زوجین میں علیحدگی (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۸)

کفر احسان کی صفت میں خلل پیدا کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲ کا جز ج)

اگر کافر اہل کتاب میں سے ہو تو اس کا ذبیحہ کھالیتا حلال ہے اور غیر اہل کتاب ہونے کی صورت میں اس کا ذبیحہ حرام ہوگا (دیکھئے مادہ ذبح نمبر ۲ کا جزب اور نمبر ۲ کا جز ج)

کافر کی گواہی قابل قبول نہیں ہوتی (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۵ کا جزب)
کافر کر سلام نہ کہتا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جز الف)
کافر غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرتا (دیکھئے مادہ زکاۃ الفطر نمبر ۳ کا جزب)
کافر کارکن کو زکوۃ کا مال نہ دیتا (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۱۰ کا جزب)
کافر غلام کو آزاد نہ کرتا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جز د کا جز ۲)
کافر کے جنازے کے پیچھے چلنا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۹)
کافر کے حق میں بددعا کرتا (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۸)

کف (ہتھیلی)

احرام کے اندر عورت اپنی ہتھیلیاں کھلی رکھے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جزب کا

جز ۳)

کفن (کفن) دیکھئے مادہ موت نمبر ۵

کلام (کلام کرنا) دیکھئے مادہ تکلم

کلب (کتا)

۱۔ کتے کا نجس ہونا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ کتا نجس ہے اور اس کا جو ٹھاپانی

بھی نجس ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ج)

۲۔ کتے کی فروخت اور اس کے ثمن کا استعمال: جب کتا نجس ہے تو پھر اس کی فروخت

جائز نہیں ہوگی اور فروخت سے حاصل شدہ ثمن حرام ہوگا اور اسے استعمال میں

لانا جائز نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج) نیز (مادہ طعام نمبر ۲ کے جز داؤ کا جز ۱)

۳۔ نمازی کے سامنے سے اگر کتا گذرے تو اس کا اس طرح گذرنا اس کی نماز کو قطع

کردے گا۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہی رائے تھی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۸ کا جز ھ)

کنایتہ (کنایہ)

طلاق کنایہ (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۵ کا جز ب)

کنز (خزانہ) دیکھئے مادہ اکتناز نیز مادہ زکاۃ نمبر ۲ کا جز ب

کی (داغنا)

جسم کے مخصوص مقامات میں جلد کو آگ کے ذریعے جلا کر علاج کرنے کا نام کی ہے

داغنے کے ذریعہ علاج (دیکھئے مادہ مداوی نمبر ۳ کا جز ب)

حرف الکاف میں مذکورہ

حوالہ جات

۱۔ عبدالرزاق ص ۴۲۰ ج ۱۰

۲۔ کنز العمال نمبر ۹۸۵۳

۳۔ المبسوط للرخی ص ۲۳۵ ج ۳۰، تنبیہ

الفاطمین للسرمدی ص ۱۶۳

۴۔ کنز العمال نمبر ۳۱۴۱

۵۔ الموطا ص ۳۷۹ ج ۱، شرح السنہ ص

۱۸۸ ج ۷

۶۔ ترمذی کتاب الایمان باب لا یزنی الزانی

وهو مومن

۷۔ عبدالرزاق ص ۴۲۲ ج ۸، کنز العمال

۴۶۵۷۵

۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۰ ب ج ۱

عبدالرزاق ص ۴۵۶ ج ۷، سنن بیہقی ص

۵۹ ج ۱۰، المحلی ص ۷۲ ج ۸

۹۔ المغنی ص ۴۲ ج ۸

۱۰۔ تفسیر طبری ص ۱۲ ج ۷، المحلی ص ۷۴

ج ۸، احکام القرآن ص ۴۵۸ ج ۲

۱۱۔ تفسیر طبری ص ۱۳ ج ۷، عبدالرزاق ص

۵۱۰ ج ۸، ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱، احکام

القرآن ص ۴۵۷ ج ۲، المحلی ص ۷۳ ج ۸

سنن بیہقی ص ۵۵ ج ۱۰، شرح السنہ ص ۱۸

ج ۱۰، المغنی ص ۱۳۰ ج ۳، ص ۳۶۹ ج ۷

۱۲۔ عبدالرزاق ص ۵۰۶ ج ۸، کنز العمال

نمبر ۳۶۵۵۵

۱۳۔ سنن بیہقی ص ۳۸۹ ج ۷، کشف الغمہ

ص ۱۹۵ ج ۲

۱۴۔ عبدالرزاق ص ۷۸ ج ۹

۱۵۔ عبدالرزاق ص ۵۰۳ ج ۸، المغنی ص

۷۰۵ ج ۸، کشف الغمہ ص ۱۹۲ ج ۲

کنز العمال نمبر ۳۶۵۵۳

۱۶۔ عبدالرزاق ص ۵۰۴ ج ۸، سنن بیہقی

ص ۵۶ ج ۱۰، المحلی ص ۳۳ ج ۵۳

۱۷۔ عبدالرزاق ص ۵۰۳ ج ۸

۱۸۔ المغنی ص ۵۳۲ ج ۳

۱۹۔ سنن بیہقی ص ۵۴ ج ۱۰، عبدالرزاق

ص ۵۱۵ ج ۸، ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۱

شرح السنہ ص ۷۱ ج ۱۰

۲۰۔ عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۸

حرف اللام

لباس (لباس)

- ۱- تعریف: جسم کے سائر کو لباس کہتے ہیں۔
- ۲- لباس میں نہ تو فضول خرچی کرنا اور نہ ہی کنجوسی: حضرت ابن عمرؓ لباس کے اندر اعتماد کی رعایت کو پسند کرتے تھے یعنی فضول خرچی اور کنجوسی کے بغیر۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں کونسا لباس پہنوں؟ آپ نے جواب دیا: ”ایسا لباس پہنو جسے دیکھ کر بے وقوف لوگ تم پر حقارت کی نگاہ نہ ڈالیں اور عقلمند لوگ تم پر انگشت نمائی نہ کریں“ اس نے پوچھا کہ یہ لباس کتنے کا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”پانچ سے لے کر بیس درہم کا“^۱ (دیکھئے مادہ اسراف نمبر ۲)
- ۳- لباس کو طویل نہ بنانا: حضرت ابن عمرؓ طویل لباس کو ناپسند کرتے تھے کیونکہ اس میں ایک تو اسراف ہوتا ہے اور دوسری طرف دکھلاوا اور فخر۔ آپ اپنا لباس طویل نہ رکھتے تھے۔ زہری کے بھائی عبداللہ بن مسلم نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کا ازار آپ کی پنڈلیوں کے نصف حصے تک پہنچا ہوا دیکھا، آپ کی قمیص ازار سے اوپر تھی اور چادر قمیص کے اوپر تھی^۲۔ حضرت ابن عمرؓ کا لباس اس طرح کیوں نہ ہو گا جب کہ آپ نے خود حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص پر اپنی نظر رحمت نہیں ڈالے گا جو فخر اور تکبر کے تحت اپنا لباس زمین پر کھینچے ہوئے چلتا ہو“^۳۔
- ۴- فخر اور غرور کے لباس سے پرہیز: حضرت ابن عمرؓ ہر ایسے لباس سے پرہیز کرتے تھے جس کے متعلق آپ کو یہ خیال ہوتا کہ اسے پہن کر کچھ نہ کچھ فخر اور تکبر پیدا ہو جائے گا۔ شارع نے لباس کو ٹخنوں کے نیچے تک لے جانے کو فخر اور تکبر قرار دیا ہے۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کا لباس آپ کی پنڈلیوں کے نصف تک آتا تھا (دیکھئے مادہ لباس نمبر ۲) حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ملائم کپڑا پہننے سے دل میں فخر اور تکبر پیدا ہو سکتا ہے اس لئے آپ ایسے لباس سے پرہیز کرتے تھے۔ قرعہ کہتے

ہیں کہ میں نے جب حضرت ابن عمرؓ کو موٹے کپڑے پہنے دیکھا تو عرض کیا: ”میں خراسان کا بنا ہوا ملائم کپڑا آپ کے لئے لایا ہوں۔ اگر آپ اسے زیب تن کر لیں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی“ آپ نے فرمایا: ”مجھے یہ کپڑا دکھاؤ“ پھر ہاتھ سے ٹٹول کر فرمایا: ”کیا یہ ریشمی کپڑا ہے؟“ میں نے کہا: ”نہیں یہ سوتی کپڑا ہے“ فرمایا: ”مجھے ڈر ہے کہ اسے پہن کر میرے اندر کہیں فخر اور غرور کا مادہ پیدا نہ ہو جائے جبکہ اللہ تعالیٰ کو فخر اور غرور کرنے والا کوئی بھی شخص پسند نہیں ہے“ ۴۔

مردوں اور عورتوں کے لئے ریشم پہننے کا حکم نیز نابالغ کو ریشم پہنانے کا حکم (دیکھئے مادہ حریر)

عورت کا لباس (دیکھئے مادہ حجاب)

نماز کے لئے لباس (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جزب نیز نمبر ۷ کا جز واول) نماز میں سدل ٹوپ کی کراہت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جزب کا جز ۴)

حالت احرام میں مرد اور عورت کا لباس (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز الف)

عدت گزارنے والی عورت کا لباس (دیکھئے مادہ حداد نمبر ۲)

رنگین کپڑے پہننا (دیکھئے مادہ صغ نمبر ۲)

چگڑی باندھنا (دیکھئے مادہ عمامتہ)

جوتے پہننا اور ایک جوتا پہن کر چلنا (دیکھئے مادہ نعل)

زپورات پہننا (دیکھئے مادہ حلی)

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا (دیکھئے مادہ تنعم نمبر ۲ کا جزب)

فروخت کے لئے پیش کی جانے والی لونڈی کا لباس (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ح)

عید کے موقع پر بہترین لباس پہننا (دیکھئے مادہ عید نمبر ۲)

لحیثہ (داڑھی)

۱۔ تعریف: دونوں جڑوں اور ٹھوڑی پر اگنے والے بالوں کو لحیہ کہتے ہیں۔

لحی یعنی جڑا اس ہڈی کو کہتے ہیں جس پر دانت جڑے ہوتے ہیں۔ ذقن یعنی ٹھوڑی

مذکورہ دونوں ہڈیوں کے ملنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۲۔ داڑھی کو بنا سنوار کر رکھنا یعنی تحمین لہیہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ داڑھی ایک قبضے سے بڑھنی نہیں چاہئے جس طرح حضور ﷺ کی داڑھی مبارک تھی اس لئے آپ اپنی داڑھی مٹھی سے پکڑ کر بڑھے ہوئے بال کتر دیتے تھے ۵۔

اسی طرح داڑھی کے گرد پھیلے ہوئے بالوں کو بھی کتر ڈالنا مستحب سمجھتے تھے اور خود ایسا ہی کرتے تھے ۶۔ آپ حلق سے نیچے کے بال مونڈ دینا پسند کرتے تھے ۷۔

۳۔ وضوء کے اندر داڑھی کا خلال: آپ کی رائے تھی کہ وضوء کے اندر داڑھی کا خلال واجب ہے۔ آپ جب وضوء کرتے تو اپنی داڑھی کے بالوں کے جڑوں کو پانی سے تر کر دیتے تھے اور پھر اپنی انگلیاں ان جڑوں میں داخل کر دیتے حتیٰ کہ پانی کے قطرے ان جڑوں سے کثرت سے ٹپکتے ۸۔

غسل کے اندر داڑھی کو ملنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف)
داڑھی کو خضاب لگانا (دیکھئے مادہ شعر نمبر ۱)

لعان (لعان کرنا)

۱۔ تعریف: زوجین میں سے ہر ایک کی قسموں کے ساتھ موکد گواہیوں کو لعان کہتے ہیں جس میں آخری گواہی لعنت یا غضب کے لفظ کے ساتھ مقرون ہو۔ یہ گواہیاں شوہر کے حق میں حد قذف کی قائم مقام اور بیوی کے حق میں حد زنا کی قائم مقام ہوتی ہیں۔

۲۔ لعان کب واجب ہوتا ہے؟۔ لعان اس وقت واجب ہوتا ہے جب شوہر اپنی پاکدامن بیوی پر زنا کاری کی تہمت لگائے خواہ دونوں کا کوئی بچہ ہو جس کے نسب کی نفی کا شوہر نے ارادہ کیا ہو یا کوئی بچہ نہ ہو اور شوہر اس زنا کاری پر گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو۔ اس کی تفصیل (مادہ قذف نمبر ۲) میں گذر چکی ہے لعان کرنے کی یہ نسبت پردہ پوشی افضل ہے اور جب شوہر لعان کرے تو یہ جائز نہیں کہ اس کا مقصد بیوی کو بدنام کرنا یا اسے رسوا کرنا ہو نہ ہی اس کا مقصد اس بچے کو رسوا کرنا ہو جس کی بنا پر لعان کا عمل وجود میں آیا ہو۔ کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے نزدیک بدترین گناہ ہے۔ بلکہ شوہر پر لازم

ہے کہ لعان سے اس کا مقصد یہ ہو کہ حق صرف حقدار کو ملے یعنی وراثت، نفقہ اور دیکھ بھال۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص کسی بچے سے دنیا میں اسے رسوا کرنے کے لئے برات کا اظہار کرے اللہ اسے قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کر دے گا“ ۹۔

۳۔ لعان کرنے کا طریقہ: اللہ تعالیٰ نے سورہ نور آیات ۶ تا ۹ کے اندر لعان کرنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ (والذین یرمون ازواجہم ولم یکن لہم شہداء الا انفسہم فشدائدہ احدہم اربع شہادات باللہ انہ لمن الصادقین والخامسہ ان لعنہ اللہ علیہ ان کان من الکاذبین ویدرا عنہا العذاب ان تشهد اربع شہادات باللہ انہ لمن الکاذبین والخامسہ ان غضب اللہ علیہا ان کان من الصادقین جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے سوا کوئی گواہ نہیں ہوتے تو مرد کی گواہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ گواہی دے کہ وہ بچوں میں سے ہے اور پانچویں بار وہ یہ گواہی دے کہ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ عورت سے سزا کو یہ بات ٹال دے گی کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار مرتبہ گواہی دے کہ مرد جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار یہ گواہی دے کہ اگر وہ بچوں میں سے ہوا تو مجھ پر خدا کا غضب ہو)

۴۔ لعان کے نتائج و اثرات

۱۔ حد کا سقوط: زوجین میں سے کوئی اگر لعان کرنے سے باز رہے تو اس پر حد واجب ہو جائے گی اگر شوہر باز رہے تو اس پر حد قذف جاری ہوگی اور اگر عورت باز رہے تو حد زنا میں اسے کوڑے لگائے جائیں گے۔ مرد کا حلف اور لعان مرد سے حد کو ساقط کر دیں گے۔

ب۔ لعان کے عمل سے فارغ ہوتے ہی لعان کرنے والے جوڑے کے درمیان علیحدگی ہو جائے گی یہ علیحدگی ابدی ہوگی۔ لعان کے بعد اگر دونوں پھر یکجا ہونا چاہیں تو ان کے لئے ایسا کرنا حلال نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ تو اس علیحدگی کو اور پختہ کرنے کے لئے فرماتے تھے کہ دونوں ایک شہر میں بھی نہ رہیں۔ ابن ابی شیبہ نے آپ سے روایت کی

ہے کہ: ”لعن کرنے والا جوڑا ایک شہر میں بھی نہ رہے“^{۱۰}۔

ج۔ نسب کی نفی: اگر لعن بچے کے نسب کی نفی کی بنیاد پر ہوا ہو تو باپ سے اس کا نسب منقطع ہو جائے گا^{۱۱}۔ اور پھر اس کی ماں اس کے باپ کی جگہ سنبھال لے گی اور ماں کے عصبہ وراثت اور دیت کے اندر باپ کے عصبہ کے قائم مقام ہو جائیں گے^{۱۲}۔
(دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶) نیز (مادہ عاقلہ نمبر ۱)

لعن (لعنت کرنا)

۱۔ تعریف: ”اللہ کی تم پر یا فلاں پر لعنت ہو“ کے الفاظ کے ذریعے گالی دینا لعن کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کی مکروہیت: حضرت ابن عمرؓ لعنت کرنے کو مکروہ تصور کرتے تھے۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنے خادم کو لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور کہا: ”اے اللہ، لعنت.....“ لیکن فقرہ مکمل نہیں کیا اور فرمایا: ”یہ کلمہ میں اپنی زبان سے نکالنا پسند نہیں کرتا“^{۱۳}۔ آپ کے بیٹے سالم نے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے کسی خادم کو کبھی لعنت نہیں کی۔ سوائے ایک خادم کے اور اسے بعد میں آزاد کر دیا“^{۱۴}۔ (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کے جزب کا جزلے)

لغو (فضول کلام)

لغو اس کلام کو کہتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ لغو قسم اس قسم کو کہتے ہیں جس پر قسم کے نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ (دیکھئے مادہ یمین)

لقاط (جمع کرنا)

۱۔ تعریف: فصل کی کٹائی کے بعد کھیت میں پڑی رہ جانے والی بالیاں جمع کرنا لقاط کہلاتا ہے۔

۲۔ لقاط کا حکم: حضرت ابن عمرؓ لقاط کو مکروہ قرار دیتے تھے لیکن اس میں حد سترہ واجب نہیں کرتے تھے^{۱۵}۔ اس لئے کہ اسے محفوظ مقام سے نہیں اٹھایا جاتا۔ نیز فصل کا مالک ان بالیوں اور خوشوں کو اپنے لئے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ جاتا ہے اس لئے یہ

صورت اس صورت سے مشابہ ہے جب کوئی شخص ایک چیز کو اپنے لئے بے کار سمجھ کر اسے سڑک پر پھینک دے اور کوئی اور شخص اسے اٹھا کر لے جائے اور اس سے فائدہ حاصل کر لے۔ کسی اور کا اسے لے لینا بے مالک مال کو اٹھالینے کے مترادف ہوگا۔

لقاط کو اٹھانا اس لئے مکروہ ہے کہ اس فعل سے اٹھانے والے کی کینگی اور گھسپاں کا اظہار ہوگا اگر وہ یہ فعل بلا ضرورت کرے۔ البتہ مجبور اور ضرورت مند انسان کے لئے یہ فعل مکروہ نہیں ہوگا اس لئے کہ ضرورت کے تحت ممنوعہ اشیاء کی اباحت ہو جاتی ہے۔

لقطہ (لقطہ)

۱۔ تعریف: لقطہ اس مال کو کہتے ہیں جسے آپ محفوظ کر لیں اور آپ کو اس کے مالک کا پتہ نہ ہو۔

۲۔ حرم کا لقطہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ حل اور حرم کے لقطہ کے درمیان احکام کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے^{۱۶}۔ (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱ کے جزب کا جز ۱۲)

۳۔ ضائع مال کی انواع: ضائع ہو جانے کے خطرے سے دوچار ہو جانے والا مال یا تو معمولی نوعیت کا مال ہوگا جس کے اندر متوسط طبقے کے لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہوگی یا محترم مال ہوگا یعنی اس نوعیت کا مال جس کے اندر متوسط طبقے کے افراد کو دلچسپی ہوگی پھر یہ مال یا تو اپنی حفاظت خود کر سکتا ہوگا یا خود نہیں کر سکتا ہوگا۔ دوسری صورت میں وہ یا تو ضائع ہو جانے کے مقام پر ہوگا یا محفوظ مقام میں ہوگا۔ ان تمام صورتوں کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقولہ احکام پر ذیل میں ہم بحث کریں گے۔

الف۔ اگر لقطہ معمولی مال ہو جسے متوسط طبقہ کے لوگ بھی خوشی سے دیدیتے ہوں مثلاً کھجور کوڑا وغیرہ۔ تو اسے اٹھانے والے کے لئے اس کی تشبیر کے بغیر فائدہ اٹھالیتا جائز ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ راستے سے گذر رہے تھے کہ آپ کو ایک پڑی ہوئی کھجور نظر آئی آپ نے اسے اٹھا کر کھالیا^{۱۷}۔ آپ نے گلی میں پڑی ہوئی ایک کھجور دیکھی، اٹھا کر اس کا آدھا حصہ کھالیا اور پھر ایک فقیر نظر آگیا تو باقی ماندہ آدھا حصہ اسے دے دیا^{۱۸}۔

ب۔ اگر لفظ اپنی حفاظت خود کر سکتا ہو مثلاً بڑے بڑے دیگ یا ایسے جانور جو اپنا دفاع آپ کر سکتے ہوں مثلاً گشدرہ اونٹ، گھوڑے اور گائیں وغیرہ تو حضرت ابن عمرؓ ان کے متعلق سخت رائے رکھتے اور فرماتے: ”جس شخص نے کوئی گشدرہ جانور پکڑ لیا وہ خود گمراہ ہو گیا“^{۱۹}۔

ج۔ اگر لفظ خود اپنی حفاظت نہ کر سکتا ہو اور وہ ضائع ہو جانے کی جگہ پڑا ہو تو اس کے پاس سے گزرنے والے شخص کے لئے اسے اٹھا لینا لازم ہو گا اس کے بعد اس کی تشییر کی جائے گی اور مالک آجائے پر اسے اس کے حوالے کر دیا جائے گا اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ اگر مذکورہ لفظ محفوظ مقام میں پڑا ہو تو اسے اسی طرح پڑے رہنے دینا افضل ہو گا حتیٰ کہ اس کا مالک اس کی تلاش میں مذکورہ مقام پر جب آئے تو وہ اسے مل جائے^{۲۰}۔ الولید بن سعد کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ تھا۔ مجھے ایک دینار پڑا ہوا نظر آیا۔ جب میں اسے اٹھانے کے لئے بڑھا تو حضرت ابن عمرؓ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: ”اس دینار سے تمہارا کیا تعلق، اسے یہیں پڑا رہنے دو“^{۲۱}۔ تاہم اگر گزرنے والا ایسے لفظ کو اٹھالے تو اس کے لئے یہ فعل جائز ہو گا اور اس پر اس کی حفاظت اور اتنی مدت تک تشییر لازم ہوگی جس کے بعد اسے یقین ہو جائے کہ اگر کسی خبر پہنچانے والے نے مالک تک اس کی خبر پہنچادی ہوتی تو وہ اسے لینے کے لئے آجاتا۔ اگر اس کا مالک آجائے تو مذکورہ شخص اسے یہ لفظ حوالے کر دے گا۔ اگر مذکورہ مدت گزر جانے کے بعد بھی مالک نہ آئے تو اٹھانے والا اگر چاہے تو اسے بادشاہ کے حوالے کر دے بشرطیکہ بادشاہ مسلمانوں کا مال اڑانے والا نہ ہو۔ اگر اڑانے والا ہو تو مذکورہ شخص اس کا صدقہ کر دے۔ اس سے خود فائدہ اٹھانا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ اگر اس کے بعد مالک آجائے تو مذکورہ شخص مالک کو اختیار دے گا کہ اگر وہ چاہے تو اس کی قیمت وصول کر لے اور اگر چاہے تو صدقہ کو برقرار رکھتے ہوئے ثواب کمالے۔ اگر وہ قیمت وصول کرنے پر آجائے تو مذکورہ شخص یعنی لفظ اٹھانے والا اسے اس کی قیمت ادا کرے گا۔ ایک شخص کو چاندی کا سکہ ملا اور وہ اسے لے کر حضرت ابن عمرؓ کے پاس آیا آپ نے فرمایا: ”اس کی تشییر کرو“ اس نے کہا کہ میں نے اس کی تشییر کی ہے لیکن

اسے لینے والا کوئی نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا: ”مزید تشہیر کرو“ اس نے کہا کہ میں نے یہ بھی کیا ہے، کیا میں اسے امیر یعنی حاکم وقت کے حوالے نہ کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ”وہ تو فوراً اسے لے لے گا“ وہ کہنے لگا: ”پھر میں اسے صدقہ کر دوں؟“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اگر اس کا مالک آگیا تو تمہیں یہ بھرتا پڑ جائے گا“ وہ کہنے لگا کہ پھر میں کیا کروں؟“ آپ نے فرمایا: ”میں تمہیں اسے اپنے استعمال میں لانے کا حکم نہیں دے سکتا؟“ اگر تم چاہتے تو اسے نہ ہی اٹھاتے“^{۲۲}۔ یہی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے لفظ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”اسے حاکم کے حوالے کر دو“^{۲۳}۔ اس روایت کو اس منہوم پر محمول کیا جائے گا مذکورہ حاکم مسلمانوں کا مال اڑانے والا نہیں تھا یا اس منہوم پر کہ مذکورہ شخص اگر اس سے فائدہ اٹھا لیتا اور پھر لفظ کا مالک آجاتا اور قیمت لینا چاہتا تو اس قیمت کی ادائیگی اس شخص کے بس سے باہر ہوتی۔

۴۔ لفظ سے فائدہ اٹھانا: اگر لفظ جانور کی شکل میں ہو تو اسے اٹھانے والے کے لئے اس پر سواری کرنا اور اس کا دودھ پینا جائز ہو گا وہ اس کی چونکہ دیکھ بھال کرے گا اور چارہ وغیرہ کھائے گا اس لئے کہ مذکورہ اشخاص کو اس کے بالمقابل تصور کیا جائے گا۔ زید بن جبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک شخص سے جسے گمشدہ جانور ملا تھا یہ کہتے سنا تھا کہ اس کی دیکھ بھال کرتے رہو اور اس کے مالک کی تلاش میں رہو، اس شخص نے پوچھا کہ اگر میں اس کا دودھ استعمال کر لوں تو کیا مجھ پر کوئی جرمانہ عائد ہو گا۔ آپ نے فرمایا: ”میری رائے میں کوئی جرمانہ نہیں ہو گا۔“^{۲۴}۔

لمس (لمس کرنا) دیکھنے مادہ مباشرۃ

لمو (بے فائدہ کام۔ لمو لوب)

۱۔ تعریف: بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع کرنے کو لہو کہتے ہیں۔

۲۔ لمو کا حکم: اگر لمو منفعت سے خالی ہو تو وہ حرام ہے۔ اگر اس میں منفعت ہو تو حلال

ہے مثلاً گھوڑے کو سدھانا، بیوی کے ساتھ پیار کی باتیں اور ہنسی مذاق کرنا اور ایسے کھیلوں میں حصہ لینا جس کے نتیجے میں جسمانی قوت میں اضافہ ہو اور ذہن میں بالیدگی

پیدا ہو۔

۳۔ بعض حرام کھیلوں کا ذکر

الف۔ زرد بازی

۱۔ زرد ایک کھلونا ہے جو پتھر کے چند ٹکڑوں 'دو تاشوں اور ایک صندوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں دونوں تاش ڈال دیئے جاتے ہیں اور ان کے حساب سے صندوق میں پتھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل یہ لعبۃ الطاوتہ (تھیلی کے کھلونے) کے نام سے معروف ہے (مصابح اللغات عربیہ)۔ اردو میں زرد کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ یہ ایک کھیل ہے جسے ارد شیر بابک شہنشاہ ایران نے ایجاد کیا تھا۔ فیروز اللغات اردو میں اسے چو سر کی گوٹ، شطرنج کا مرہ کہا گیا ہے۔ (مترجم)

۲۔ زرد کا کھیل حرام کھیلوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ اول یہ کہ اس کی بنیاد قسمت پر ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں غور و فکر سے کام نہیں لیا جاتا۔ اور ایک تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس کھیل میں ایک طرف اعصاب بے حد تھک جاتے ہیں اور دوسری طرف نا اتفاقی کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: "زرد جو ا ہے" ۲۵۔ آپ اگر اپنے خاندان کے کسی فرد کو زرد کھیلتے ہوتے دیکھ لیتے تو اس کی پٹائی کرتے اور کھلونا توڑ دیتے اور اسے آگ میں جلا ڈالنے کا حکم دیتے ۲۶۔

ب۔ شطرنج: اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ فرماتے کہ یہ زرد سے بھی زیادہ برا کھیل ہے (دیکھئے مادہ شطرنج) حضرت ابن عمرؓ شاید شطرنج کی اندر اس فکری گھات کو نہیں دیکھا تھا جو شطرنج بازی کی طرف سے ضائع کئے جانے والے وقت کے متناسب ہوتی ہے۔

ج۔ چارہ: آج کل یہ کھیل "ادر لیس" کے نام سے معروف ہے 'اسے "قرق" بھی کہتے ہیں۔ قدیم سے اسے "چودہ" کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ اس میں چودہ لکیریں ہوتی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے خاندان کے کسی فرد کو اس کھیل میں مشغول دیکھنا پسند نہ کرتے ۲۷۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے خاندان کے بعض افراد کو اس میں مشغول دیکھا تو کھیل کا سامان اٹھا کر ان پر دے مارا اور سارا سامان ٹوٹ پھوٹ گیا ۲۸۔

د۔ کجہ : اس کھیل کے لئے زمین پر گڑھا کھود کر گڑھے پر لکڑی رکھ دیتے ہیں اور کپڑے کے ایک ٹکڑے کو پلیٹ کر اسے گیند کی شکل دے دیتے ہیں اور پھر اس لکڑی کو اس گیند سے مارتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اس کھیل کو اس لئے ناجائز قرار دیتے تھے کہ بہت سے بچے اس کے ذریعے جوا کھیلتے، آپ کا گذر کجہ کھیلنے والے لڑکوں کے پاس سے ہوا۔ یہ لڑکے گڑھے کھود کر ان میں لکڑیاں رکھ کر یہ کھیل کھیل رہے تھے۔ آپ نے یہ گڑھے بند کر دیئے اور لڑکوں کو اس کھیل سے روک دیا۔ پھر یہ گڑھے دوبارہ نہیں کھولے گئے ۲۹۔

ھ۔ موسیقی سننا: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک موسیقی سننا بھی حرام لموولعب میں داخل تھا (دیکھئے مادہ سماع نمبر ۲ کا جز ب)

لواطۃ (ہم جنسیت) دیکھئے مادہ وطوء نمبر ۲ کا جز الف)

لیلتہ القدر (شب قدر)

۱۔ تعریف: یہ وہ رات جس میں مخلوقات کی مقادیر (پیش آنے والی باتیں) آسمان دنیا میں اتار دی جاتی ہیں۔ راہ خدا کے سالک کو اس رات کے اندر ایک خاص سرور حاصل ہوتا ہے اور یقین و ایمان کی ٹھنڈک اسے محسوس ہوتی ہے۔

۲۔ شب قدر کا وقت: شب قدر پورے سال کے اندر ایک رات ہوتی ہے اور اس کے وقت میں تغیر نہیں ہوتا۔ یہ رات رمضان میں آتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے شب قدر کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا یہ رمضان میں آتی ہے، آپ نے اس کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے فرمایا کہ: ”کیا تم نے ارشاد باری نہیں سنا (انا انزلنہ فی لیلہ) القدر ہم نے یہ قرآن شب قدر میں نازل کیا) نیز سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۵ میں یہ قول باری نہیں سنا (شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا) ۳۰۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ شب قدر ہر رمضان میں آتی ہے اور حضور ﷺ سے مروی ہے کہ یہ رمضان کے عشرہ اخیرہ کی کوئی رات ہے یہ بھی مروی ہے کہ یہ رمضان کی آخری سات راتوں میں سے ایک رات ہے یہ

بھی روایت ہے کہ یہ رمضان کی پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں راتوں میں سے کوئی رات ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ رمضان کی ستائیسویں رات ہے ۳۱۔

شب قدر عشاء کے وقت کے دخول سے شروع ہو کر طلوع فجر تک رہتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے عشاء کی نماز پڑھی اسے شب قدر مل گئی ۳۲۔

شب قدر میں دعا کی قبولیت (دیکھئے مادہ دعاء نمبر ۲ کا جز ۱)

حرف اللام میں مذکورہ

حوالہ جات

۱۔ کشف الغمہ ص ۱۱۴ ج ۲

۲۔ عبد الرزاق ص ۸۴ ج ۱۱، طبقات ابن

سعد ص ۷۴ ج ۴، سیر اعلام النبلاء ص ۲۱۲

ج ۳

۳۔ البخاری فی اللباس، مسلم فی اللباس

باب تحریم جراثیم خلاء

۴۔ حلیۃ الاولیاء ص ۳۰۲ ج ۱، سیر اعلام

النبلاء ص ۲۳۳ ج ۳

۵۔ المجموع ص ۳۴۹ ج ۱، شرح السنہ ص

۱۰۸ ج ۱۲، آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۴۰، سیر

اعلام النبلاء ص ۲۲۱ ج ۳

۶۔ آثار ابی یوسف نمبر ۱۰۳۹

۷۔ المجموع ص ۳۵۰ ج ۱

۸۔ احکام القرآن ص ۳۳۹ ج ۲، ابن ابی

شیبہ ص ۳ ب، ج ۱، الحلی ص ۳۳۴ ج ۲، نیل

الاولیاء ص ۱۶۶ ج ۱، المغنی ص ۱۰۵ ج ۱

۹۔ عبد الرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱

۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲۷ ج ۱

۱۱۔ احکام القرآن ص ۳۰۴ ج ۳، سنن

دارمی ص ۳۶۳ ج ۲

۱۲۔ المغنی ص ۲۶۰ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص

۱۸۶ ج ۲

۱۳۔ عبد الرزاق ص ۴۱۳ ج ۱۰

۱۴۔ حوالہ درج بالا

۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۶ ج ۱

۱۶۔ المغنی ص ۶۴۲ ج ۵

۱۷۔ سنن بیہقی ص ۱۹۵ ج ۶، الحلی ص ۲۶۶

ج ۸، المغنی ص ۶۳۴ ج ۵

۱۸۔ عبد الرزاق ص ۱۴۳ ج ۱۰

۱۹۔ الاشراف لابن المنذر ص ۷۹ ج ۲

۲۰۔ المغنی ص ۶۳۱ ج ۵، شرح متحی

الارادات ص ۷۷ ج ۲

۲۱۔ الحلی ص ۲۶۰ ج ۸

۲۲۔ عبد الرزاق ص ۱۳۷ ج ۱۰، سنن بیہقی

ص ۱۸۸ ج ۶، الموطا ص ۷۵۸ ج ۲، الحلی

ص ۲۶۶ ج ۸

۲۳۔ سنن بیہقی ص ۱۸۹ ج ۶

۲۴۔ الحلی ص ۷۷۲ ج ۲، ۷۷۳ ج ۲، ۷۷۴ ج ۲

۲۵۔ سنن بیہقی ص ۲۱۵ ج ۱۰

۲۶۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱، الموطا ص

۹۵۸ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۱۶ ج ۱۰، الحلی

ص ۲۴۰ ج ۹

۲۷۔ عبد الرزاق ص ۴۶۶ ج ۱۰

۲۸۔ تہذیب الآثار ص ۱۹۱ ج ۱، سنن بیہقی

- ۳۰۔ الدر المنثور ص ۳۷۲ ج ۶
۳۱۔ الدر المنثور ص ۳۷۲، ۳۷۷ ج ۶
۳۲۔ الدر المنثور ص ۳۷۷ ج ۶
۳۔ ص ۲۱۷ ج ۱۰، طبقات ابن سعد ص ۱۶۳ ج ۱۰
۲۹۔ سنن بیہقی ص ۲۱۷ ج ۱۰

حرف المیم

ماء (پانی)

۱۔ تعریف: پانی اس سیال مادے کا نام ہے جس کا نہ کوئی مزہ ہے نہ رنگ اور نہ ہی بو۔
اس کی ترکیب کا کلیہ OH ہے۔

۲۔ پاک ہونے کے اعتبار سے پانی کی انواع: اس اعتبار سے پانی کی دو قسمیں ہیں۔
الف۔ پاک پانی

۱۔ پاک پانی وہ ہے جس میں کوئی نجاست حل نہ ہوئی ہو۔

۲۔ کثیرپانی: اگر کثیرپانی میں نجاست حل ہوگئی ہو تو جب تک اس نجاست کا اثر مذکورہ

پانی میں ظاہر نہ ہو گیا ہو اس وقت تک یہ پانی پاک ہوگا۔ البتہ اثر ظاہر ہو جانے پر یہ

پانی ناپاک ہو جائے گا پانی کی مقدار اگر دو قلعہ کو پہنچ جائے تو اسے کثیرپانی تصور کیا جائے

گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب پانی دو قلعہ کو پہنچ جائے تو وہ کسی نجاست کا حامل

نہیں ہوگا“ ۱۔ نیز فرمایا: ”اگر پانی دو قلعہ ہو تو وہ نجس نہیں ہوگا“ ۲۔ کیونکہ حضرت ابن

عمرؓ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: ”جب پانی دو قلعہ ہو جائے تو وہ

کسی نجاست کا حامل نہیں ہوگا“ ۳۔ (قلعہ ٹٹکے کو کہتے ہیں)

۳۔ جاری پانی کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا ہمارے علم کے مطابق کوئی قول منقول

نہیں ہے تاہم اسے کثیرپانی کے ساتھ ملحق کر دینے پر سب کا اتفاق ہے۔

ب۔ ناپاک پانی:

۱۔ یہ وہ پانی ہے جو قلیل مقدار میں ہو اور اس میں نجاست حل ہو چکی ہے مثلاً حماموں

کے اندر بہایا جانے والا پانی کیونکہ اس پانی میں لوگوں کا پیشاب مل جاتا ہے جس کی وجہ

سے یہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ حمام کا پانی لگنے سے غسل

کر لیا کرتے تھے ۴۔

۲۔ ایسا پانی جس کا کچھ حصہ حرام جانور مثلاً کتے یا گدھے وغیرہ نے پی لیا ہو، جس پانی کا

کچھ حصہ بلی نے پی لیا ہو اس کے متعلق حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں

اختلاف ہے ایک روایت کے مطابق یہ پاک ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲)

۳۔ پاک کرنے کے اعتبار سے پانی کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ ایسا پانی جو چیز کو پاک کر دے پاک کرنے کا یہ عمل یا تو نجاست حقیقی سے پاک کرنا ہو گا یا نجاست حکمی سے

۱۔ نجاست حقیقی کو پاک کرنے والا پانی: نجاست حقیقی مثلاً پیشاب، خون اور پاخانہ وغیرہ کو پاک کرنے والے پانی میں یہ شرط ہے کہ وہ خود پاک ہو، اس کے سوا کوئی اور شرط نہیں ہے۔

۲۔ نجاست حکمی کو پاک کرنے والا پانی: نجاست حکمی مثلاً حدث اصغر اور حدث اکبر کو پاک کرنے والے پانی کے لئے درج ذیل شرائط ہیں۔

الف۔ وہ اسی طرح فی نفسہ پاک ہو جس کا ذکر (مادہ ماء نمبر ۲) میں ہو چکا ہے۔

ب۔ وہ ایسا پانی نہ ہو جسے کسی حیض یا نفاس والی عورت نے ہاتھ لگایا ہو اور نہ ہی اس سے پیا ہو (جیسا کہ مادہ جنایتہ نمبر ۲ کے جز ب) میں مذکور ہے۔

ج۔ سمندر کا پانی نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک سمندر کا پانی پاک ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں ہے^۵۔

آپ فرماتے: ”سمندر کے پانی سے وضوء کرنے کی بہ نسبت تیمم کر لینا مجھے زیادہ پسند ہے“^۶۔ (دیکھئے مادہ بحر نمبر ۳)

د۔ عورت کے استعمال شدہ پانی کے بچے ہوئے حصے سے وضوء جائز ہے^۶۔ ب۔ آپ سے جب عورت کے وضوء کے بچے ہوئے پانی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ عورتیں اٹھلیوں کے پوروں کے اعتبار سے زیادہ لطیف اور خوشبو کے اعتبار سے زیادہ طیب ہوتی ہیں“^۷۔ آپ فرماتے: ”ہم مرد اور عورتیں ایک ساتھ وضوء کیا کرتے تھے“^۸۔

ھ۔ رفع حدث کے لئے استعمال شدہ پانی سے وضوء جائز ہے مثلاً وضوء یا غسل کا جمع شدہ پانی یہ کہ استعمال شدہ پانی حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک طاہر اور مطہر ہوتا تھا، آپ فرماتے: ”جو شخص سر کا مسح بھول جائے اور اپنی داڑھی میں پانی کی تری پائے تو اس

تری سے سر کا مسح کر لینا اس کے لیے کافی ہوگا“^۹۔

و۔ ابالے ہوئے پانی سے وضوء کر لینا بلا کراہت جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ آپ گرم پانی سے وضوء کر لیا کرتے تھے^{۱۰}۔

ب۔ ایسا پانی جو دوسری چیز کو پاک نہ کرے: یہ وہ پانی ہے جس کا ذکر ہم نے (مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف) میں یعنی سابقہ فقرے میں کر دیا ہے۔

۴۔ غسل وغیرہ میں پانی کا اسراف نہ کرنا (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۴)

ماموم (مقتدی)

ماموم وہ شخص ہے جو کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھے۔ ماموم کے احکام (مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ج) میں گذر چکے ہیں۔

مباشرة (مباشرت)

۱۔ تعریف: کسی واسطے کے بغیر دوسری چیز کے ساتھ اتصال مباشرت ہے۔ عورت اور

مرد کی مباشرت یہ ہے کہ مرد کی جلد عورت کی جلد کے ساتھ متصل ہو جائے

۲۔ مباشرت کی قسمیں: مباشرت کی دو قسمیں ہیں۔

الف۔ مرد کی اپنے عضو کے ساتھ مباشرت: اس میں بالا جماع کوئی گناہ نہیں ہے تاہم اگر

مرد اپنی شرمگاہ کو ہاتھ سے چھوئے اور وہ با وضوء ہو تو اس کا وضوء ٹوٹ جائے گا (دیکھئے

مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز واؤ)

ب۔ غیر کے ساتھ مرد کی مباشرت: یہ غیر یا تو اس کی بیوی ہوگی یا کوئی اور ہوگی

۱۔ اگر بیوی ہو تو مباشرت خواہ جس طرح کی ہو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اس حکم سے

صرف دیر میں وطی مستثنیٰ ہے۔ دیر میں وطی حلال نہیں ہے (دیکھئے مادہ وطوء نمبر ۲ کا جز

واؤ) تاہم بیوی کے کسی عضو کے ساتھ مباشرت سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ

وضوء نمبر ۸ کا جز ز)

۲۔ اگر بیوی نہ ہو تو اس صورت میں یا تو وہ مباشرت کرنے والے کی کوئی محرم عورت

ہوگی یا غیر محرم عورت۔ دونوں صورتوں میں مباشرت یا تو شہوت کے تحت ہوگی یا

شہوت کے بغیر اگر شہوت کے تحت مباشرت ہوگی تو محرم عورت کے ساتھ اس مباشرت سے گناہ لازم آئے گا اور اگر غیر محرم عورت ہوگی تو گناہ کے ساتھ حرمت مصاہرت بھی ثابت ہو جائے گی اور وضو بھی ٹوٹ جائے گا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ۱) نیز (مادہ نکاح نمبر ۳ کے جز ۱ الف کا جز ۳)

محرم کے لئے حالت احرام میں شہوت کے تحت عورت کے ساتھ مباشرت ممنوع ہے خواہ یہ عورت اس کی بیوی یا لونڈی کیوں نہ ہو (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز ۴) بوڑھے روزہ دار کے لئے اپنی بیوی یا لونڈی کے ساتھ شہوت کے تحت مباشرت مباح ہے لیکن جوان روزہ دار کے لئے اس کی اباحت نہیں ہے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز ۱ واؤ)

حائضہ عورت کے جسم کے اس حصے کے ساتھ جو اس کے ازار کے تحت ہے شہوت کے ساتھ مباشرت ممنوع ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز ۱ واؤ) اگر مباشرت شہوت کے بغیر ہو اور اجنبی یعنی غیر محرم عورت کے ساتھ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ۱) اور اس صورت میں گناہ بھی لازم آئے گا جب یہ مباشرت اس عضو کے ساتھ ہو جس پر نظر ڈالنا حلال نہیں ہے خواہ یہ مرد کا عضو ہو یا عورت کا اور خواہ عورت محرم ہو یا اجنبیہ (دیکھئے مادہ عورة نمبر ۲ کا جز ۱ د)

متنوع (متعہ)

۱۔ متعہ نکاح

الف۔ تعریف: متعہ نکاح یہ ہے کہ مرد کسی عورت کے ساتھ استمتاع (لطف اندوز ہونے) کے لفظ کے ساتھ ایک معین مدت کے لئے نکاح کر لے اور مدت ختم ہو جانے پر نکاح بھی ختم ہو جائے۔

ب۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ اس قسم کے نکاح کی تحریم کے قائل تھے "۔ آپ سے کہا گیا کہ ابن عباسؓ "نکاح متعہ کی رخصت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "میں نہیں سمجھتا

کہ ابن عباس ایسا کہتے ہوں گے ”لوگوں نے کہا کہ بخدا وہ اسی طرح کہتے ہیں‘ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”خدا کی قسم‘ ابن عباسؓ حضرت عمرؓ کے عہد میں اس طرح کی بات نہیں کہتے تھے“ ۱۔ حضرت ابن عمرؓ نکاح حہ کو شہوت رانی کی ایک قسم قرار دیتے تھے‘ آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”ہم تو اسے شہوت رانی ہی سمجھتے ہیں“ ۳۔ ایک شخص نے آپ سے نکاح حہ کے بارے میں پوچھا تو آپ غضبناک ہو گئے اور فرمایا: ”حضور ﷺ کے زمانے میں ہم لوگ زنا کار اور شہوت رانی کرنے والے نہیں تھے“ ۴۔

۲۔ حہ طلاق: مرد اپنی بیوی کو طلاق دیتے وقت اسے تجھے کے طور پر جو کچھ دیتا ہے اسے حہ طلاق کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل (مادہ طلاق نمبر ۱۶) میں گذر چکی ہے۔
محلل (حلالہ کرنے والا) دیکھئے مادہ تحلیل

مداراة (زنی برتا)

کسی آنے والے شر کو دفع کرنے کے لئے نرم رویہ اختیار کرنا مدارات کے نام سے موسوم ہے گھریلو معاملات میں بیویوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا (دیکھئے مادہ زینہ نمبر ۲ کے جزب کا جز ۴)

مدبر (مدبر غلام)

مدبر اس مملوک کو کہتے ہیں جس کی آزادی کو آقا کی موت کے ساتھ معلق کر دیا گیا ہو (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶)

مدح (مدح سرائی)

۱۔ تعریف: اچھے اوصاف کے ساتھ کسی کو موصوف کرنا مدح ہے

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ انسان کے منہ پر اس کی مدح سرائی کو مکروہ قرار دیتے تھے‘ اگر مدح میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جائے تو اس کی کراہت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ ایسی صورت میں جھوٹ کا عنصر بھی اس میں شامل ہو جاتا ہے نیز کمزور طبیعت والے شخص کو اس سے نقصان ہوتا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے اندر غرور کا

مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک شخص نے کہا: ”اے بہترین انسان اور بہترین انسان کے بیٹے!“ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں بہترین انسان نہیں ہوں۔ میں تو اللہ کا ایک بندہ ہوں“ اللہ سے ڈرتا بھی ہوں اور اس کی ذات سے امید بھی رکھتا ہوں“ خدا کی قسم، تم لوگ ایک شخص کی اسی طرح چالوسی کرتے رہو گے حتیٰ کہ اسے ہلاکت کے گھاٹ اتار دو گے“^{۱۵}۔

المدینہ المنورۃ (مدینہ منورہ)

مدینہ منورہ وہ مبارک شہر ہے جس کے اندر حضور ﷺ کی مسجد یعنی مسجد نبوی واقع ہے۔

مدینہ منورہ کے حدود اور اس کے حرم کے احکام (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲)

مذی (مذی)

۱۔ تعریف: جنسی جوش کے وقت سامنے کی شرمگاہ سے خارج ہونے والے سیال اور لیس دار مادے کو مذی کہتے ہیں۔

۲۔ مذی کے خروج پر مرتب ہونے والے احکام

الف۔ اس مقام کو دھو ڈالنا: مذی نجس ہے اور بدن کے جس حصے یا کپڑے کو لگ جائے اسے دھونا واجب ہے۔ اس بارے میں نص کا ذکر آگے آئے گا۔

ب۔ وضو کا ٹوٹ جانا: مذی کے خروج سے وضو ٹوٹ جاتا ہے عبد اللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ المخزومی کہتے ہیں کہ میں نے مذی کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا آپ نے جواب دیا: ”جب تم مذی دیکھو تو اپنا عضو تاسل دھو ڈالو اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرلو“^{۱۶}۔ اگر کوئی شخص نماز کے اندر مذی دیکھ لے تو نماز چھوڑ کر وضو کرے اور پھر واپس آکر اپنی باتمندانہ نماز پوری کر لے^{۱۷}۔

مراحمہ (نفع کماتا)

بیج مراحمہ (دیکھئے مادہ بیج نمبر ۴ کا جڑب)

مرآة (عورت)

احرام کے اندر عورت کا لباس (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز الف)
احرام والی عورت کے لئے سِلے ہوئے کپڑے اور سوزے پہننے کی اباحت (دیکھئے مادہ
احرام نمبر ۶ کے جز الف کا جز ۱ اور ۲)

احرام کے اندر عورت کا سر ڈھانپنا چہرہ نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ب
کا جز ۱)

نصف شب کے بعد عورت کا مزدلفہ سے منی روانہ ہونا (دیکھئے مادہ ج)
احرام والی عورت کے لئے دستانے پہننے کی کراہت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز
ب کا جز ۳)

عورت بلند آواز سے تلبیہ نہیں کہے گی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز د)
عورت کی اذان (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۳ کا جز ب)
عورت کا استحاضہ (دیکھئے مادہ استحاضہ)
نماز کے لئے عورت کا اقامت کہنا (دیکھئے مادہ اقامتہ نمبر ۲)
عورت کا دیا ہوا امان (دیکھئے مادہ امان نمبر ۲)
عورت کے استعمال سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز
ب) (نیز مادہ ماء نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۲)

عورت کے خلاف کیا گیا فوجداری جرم (جنایت)۔ دیکھئے مادہ جنایتہ نمبر ۴ کا جز ب
محرم مرد یا محفوظ رفقائے ساتھ عورت کا سفر ج (دیکھئے مادہ ج نمبر ۹ کا جز ج)
حالت احرام میں بال چھوٹے کرانے تک عورت بالوں میں کٹھنی نہ کرے (دیکھئے
مادہ ج نمبر ۲۵ کا جز الف)

طواف اور سعی کے اندر عورت رمل نہیں کرے گی (دیکھئے مادہ ج نمبر ۱۵ کا جز ز نیز
نمبر ۱۸ کا جز د)

حاضنہ عورت طواف اور سعی سے باز رہے گی (دیکھئے مادہ ج نمبر ۱۷ کا جز د)

عورت صفا اور مردہ پر نہیں چڑھے گی (دیکھئے مادہ ج نمبر ۷ اکا جز ج)
 نصف شب کے بعد عورت کی مزدلفہ سے منیٰ روانگی (دیکھئے مادہ ج نمبر ۱۱ کے جز د کا
 (۲ ج)

بال چھوٹے کرانے کے ذریعہ عورت کا احرام کھلتا ہے سر منڈانے کے ذریعے نہیں
 (دیکھئے مادہ ج نمبر ۲۵ کا جز د)

حیض کی وجہ سے عورت طواف و دایع ترک کر دے (دیکھئے مادہ ج نمبر ۳۳)
 عورت کے لئے ریشم نہ پہننا مستحب ہے (دیکھئے مادہ حریر نمبر ۲ کا جز ھ)
 جس عورت کا شوہر گھر میں موجود نہ ہو اس کے پاس اندر نہ جانا (دیکھئے مادہ خلوة
 نمبر ۳)

عورت کا سفر (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز الف)
 عورت کی گواہی (دیکھئے مادہ شہادۃ نمبر ۴)
 عورت کا چار زانو بیٹھنے کی نفل پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ب کا جز ۳)
 عورت کا جماعت کی نماز میں شامل ہونا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز الف کا جز ۳)
 نماز میں عورت کی امامت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ب کا جز ۳)
 عورت پر جمعہ واجب نہیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کے جز الف کا جز ۱)
 عید کی نماز کے لئے عورت کا کھلتا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۳ کا جز الف) عورت کو
 طلاق دینا (دیکھئے مادہ طلاق)

عورت کو طلاق کی تلیک (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز واؤ)
 عورت کی عدت (دیکھئے مادہ عدۃ)
 غسل کے اندر عورت اپنی گوندھے ہوئے بال نہ کھولے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا
 جز ب)

اگر عورت کی وفات مردوں کے درمیان ہو جائے تو اسے غسل دینے کا طریقہ
 (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کا جز) نیز (مادہ موت نمبر ۴)
 موت کے ساتھ مباشرت (دیکھئے مادہ مباشرۃ)

عورت کے ساتھ نکاح حہ کرنا (دیکھئے مادہ متحدہ نمبر ۱)
 طلاق کے وقت عورت کو حہ دینا (دیکھئے مادہ متحدہ نمبر ۲)
 بیویوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا (دیکھئے مادہ مداراۃ)
 جنازے کے ساتھ عورت کا نہ جانا (دیکھئے مادہ موت نمبر ۸)
 عورت کے ساتھ نکاح کرنا (دیکھئے مادہ نکاح)
 عورت کا خود عقد نکاح نہ کرنا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز ۱)
 وضوء کے اندر دوپٹے پر مسح کا عدم جواز (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کے جز ۲ کا جز ۱)
 عورت کو ہاتھ لگانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ۱)

مرض (بیماری)

۱۔ تعریف: مرض اس بیماری کو کہتے ہیں جو انسان کو صحت کی حد اعتدال سے خارج کر دے۔

۲۔ مریض کی خدمت اور اس کی دیکھ بھال: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مریض کی خدمت اگر ایک انسان پر متعین ہو جائے تو اس پر یہ خدمت واجب ہو جاتی ہے نیز یہ کہ جس نماز کا بدل موجود ہو اسے مریض کی خدمت کی خاطر ترک کیا جاسکتا ہے آپ نے ایک ضرورت مند مریض کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے جمعہ کی نماز ترک کر دی تھی (دیکھئے مادہ ترمیض)

۳۔ مریض کو علیحدہ رکھنا: حضرت ابن عمرؓ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ بیماری اور شفا سب من جانب اللہ ہے نیز یہ کہ مریض سے مرض کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اس کے پاس انما ینمنا مستحسن ہے۔ آپ حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس ٹھہرتے آپ کے ساتھ جذامی لوگ کھاتے پیتے تھے۔ حضرت خالدؓ یا ان کے خاندان کے بعض افراد آپ کے ساتھ نہ کھاتے آپ نے فرمایا: ”خالدؓ کیا تم ان لوگوں سے گھن کرتے ہو؟“ ان میں سے بعض لوگ تو شاید قیامت کے دن فرشتے ہوں گے“ ۱۸۔

۴۔ مریض کی نماز: مریض مسافر سواری پر فرض نماز ادا نہیں کرے گا بلکہ زمین پر اتر

کر فرض نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جزب کا جز ۱) اگر اس کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت ہوگی تو وہ قیام کے ساتھ فرض نماز ادا کرے گا اگر طاقت نہیں ہوگی تو بیٹھ کر جس طرح قدرت رکھے نماز پڑھے گا (دیکھئے مادہ نمبر ۹ کے جزب کا جز ۳) وہ اشارے سے رکوع اور سجدہ کرے گا اس کے چرے کے سامنے سجدہ کرنے کے لئے کوئی چیز بلند نہیں کی جائے گی (دیکھئے مادہ سجود نمبر ۲ کا جز ۷) جب وہ قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ کرے گا تو چار زانو ہو کر بیٹھے گا (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ط کا جز ۲)

۵- بیماری کی بنا پر حج سے احصار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ احصار کا تحقق

صرف بیماری کروہ سے ہوتا ہے (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کا جزب)

۶- مرض الموت میں غلام آزاد کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کا جز ج)

مریض کا اقرار (دیکھئے مادہ اقرار نمبر ۳)

مرض الموت میں مریض کی دی ہوئی طلاق (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۳ کا جز ج)

مروۃ (کوہ مروہ)

مضا اور مروہ کے درمیان سعی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱)

عورت مروہ پر نہیں چڑھے گی (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ کا جز ج)

مروہ پر دعا مانگنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ کا جز ج)

مزابستہ (بیع مزابستہ)

اس کی تعریف اور اس کا حکم (دیکھئے مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ۷)

مزارعت (مزارعت)

۱- تعریف: مزارعت یہ ہے کہ زمین کا مالک کسی کو اپنی زمین کاشت کے لئے دیدے

اور کاشتکار اپنے بیجوں کے ذریعے کاشتکاری کرے اور جو پیداوار ہو وہ دونوں کے

درمیان طے شدہ نسبت سے تقسیم ہو جائے

۲- مزارعت کی مشروعیت: درست بات تو یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مزارعت کی

اباحت کے قائل تھے۔ آپ سے مزارعت کی جو ممانعت منقول ہے اس کا تعلق فاسد مزارعت سے ہے البتہ آپ خود مزارعت کے عقدے سے اس بنا پر پہلو بچاتے تھے کہ شاید حضور ﷺ نے آخر پر اس کی ممانعت کردی ہے جس طرح حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت میں یہ بات موجود ہے (دیکھئے مادہ اجارۃ نمبر ۲ کے جز الف کا جز ۱)

- ۳۔ مزارعت کی شرائط: مزارعت درست ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں۔
 الف۔ زمین کا مالک اپنے لئے زمین کی کل پیداوار میں سے ایک نسبت کے تحت حصے کی شرط مقرر کرے۔ اگر وہ چند متعین کیل (ایک پیلانے کا نام) کی یا زمین کے ایک مخصوص قطعے کی پیداوار کی یا متعین درخت کے پھلوں کی شرط لگائے گا تو یہ مزارعت فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس میں غرر یعنی نقصان اور فریب کا پہلو ہو گا^{۱۹}۔
 ب۔ بیج ایک فریق دے اور زمین دوسرا فریق دے^{۲۰}۔ (مادہ اجارہ نمبر ۲ کے جز الف کے جز ۱) میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے۔

مزدلفہ (مزدلفہ)

- ۱۔ تعریف: عرفات اور منی کے درمیان ایک مقام کو مزدلفہ کہتے ہیں جہاں عرفات سے نکلنے کے بعد حاجی رات گزارتے ہیں۔
 ۲۔ مزدلفہ کے احکام: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں یکجا ادا کرنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز الف)

مزدلفہ میں حاجیوں کا رات کے وقت قیام (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۰ کا جز ب)
 جرات کی رمی کے لئے کنکریاں مزدلفہ سے لے جانا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کا جز ج)
 مزدلفہ سے منی کی طرف جانے کا وقت (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کے جز د کا جز ھ)

مس (ہاتھ سے چھونا) دیکھئے مادہ مباشرة

مَسْبُوق (مَسْبُوق)

- ۱۔ تعریف: مَسْبُوق وہ نمازی ہے جس کی نماز کا کچھ حصہ امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ گیا

- ۲۔ مسبوق کے احکام: اگر مسبوق امام کو رکوع میں پالے تو اسے وہ رکعت مل جائے گی (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کے جز ۷ کا جز ۳)
- رکعت فوت ہو جانے کے خوف کے پیش نظر مسبوق صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کر سکتا ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ۱ کا جز ۴)
- ماسبوق کا احکام (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کے جز ۱ کا جز ۷)
- نماز جنازہ کا مسبوق (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کا جز ۱ و ۲)
- نماز جمعہ کا مسبوق (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کا جز ۱ ح)
- مسجد (مسجد)

- ۱۔ تعریف: مسجد وہ گھریا جگہ ہے جسے نماز کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو۔
- ۲۔ گھر کے اندر نماز کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر دینا: شاید حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ مسجد صرف وہ عام مساجد ہیں جنہیں نماز پڑھنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ اپنے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مسجد کے طور پر مخصوص کر دینے کی بات حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی۔ بتائیں حضرت ابن عمرؓ سے یہ منقول ہے کہ آپ نے اپنے گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مخصوص نہیں کی تھی بلکہ گھر کے اندر جس جگہ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا آپ وہاں نماز پڑھ لیتے^{۲۱}۔
- ۳۔ تعمیر مسجد: حضرت ابن عمرؓ مسجد کی تعمیر میں سادگی کو فضیلت دیتے تھے اور اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مسجد کے قبلہ میں ایسے نقش و نگار بنائے جائیں اور ایسے کلمات تحریر کئے جائیں جو نمازی کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے اس کے خشوع و خضوع میں خلل پیدا کر دیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۷ کے جز الف کے جز ۲)
- ۴۔ مسجد کے اندر نماز کی ادائیگی: اصول تو یہ ہے کہ اگر کوئی مشروع عذر نہ ہو تو تمام فرض نمازیں مسجد میں ادا کی جائیں (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۱ کا جز الف)
- مسجد کے اندر نماز جنازہ کی ادائیگی جائز ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کا جز ب)
- ۵۔ مردوں کے لئے احکاف صرف باجماعت نمازوں والی مسجد میں درست ہوتا ہے

(دیکھئے مادہ اعتکاف نمبر ۲ کا جز الف)

- ۲۔ مسجد کی زیارت کے لئے سفر (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کا جز واؤ)
 ۷۔ جمعہ کی نماز میں اگر مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو جائے تو عورتوں کو وہاں سے نکال دیا جائے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۲۲ کا جز الف)

۸۔ مسجد کو صاف ستھرا رکھنا: مسجد عبادت کی جگہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اس کا اجلال و احترام ہو۔ مسجد کی جلالت کو برقرار رکھنے کی ایک صورت یہ ہے اسے صاف ستھرا رکھا جائے۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”جو شخص مسجد میں کھنکار کر اپنے بلغم ڈالے گا قیامت کے دن اسے اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ اس کے چہرے پر یہ بلغم موجود ہوگا“ ۲۲۔ اگر مسجد کا فرش پانی کو اپنے اندر چوس لینے کے قابل ہو مثلاً ریت وغیرہ کا فرش ہو تو اس صورت میں مسجد کے اندر وضو کرنا اس کی صفائی کے منافی نہیں ہوگا بشرطیکہ اس عمل سے مسجد میں آنے والے کسی شخص کو کوئی تکلیف نہ پہنچے بنا بریں حضرت ابن عمرؓ مسجد میں وضو کر لیتے اور اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ۲۳۔ آپ سے منقول ہے کہ آپ مسجد سے باہر پیشاب سے فارغ ہو کر مسجد میں آئے اور وہیں وضو کر لیا ۲۴۔

۹۔ مسجد میں سونا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ انسان کے لئے مسجد میں سونا مباح ہے۔ آپ جب کنوارے تھے تو اکثر مسجد نبوی میں سوجایا کرتے تھے ۲۵۔

۱۰۔ مسجد سے گزرتا: حضرت ابن عمرؓ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایک شخص مسجد سے گزر کر جہاں جانا چاہتا ہے چلا جائے ۲۶۔

۱۱۔ حافضہ اور جنبی مسجد کے اندر ٹھہر نہیں سکتے البتہ مسجد سے گزرنے کی انہیں رخصت ہے (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز ب)

تیمتہ المسجد کی نماز (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۳۸)

مسح (مسح کرنا)

۱۔ تعریف: پانی سے تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنا مسح کہلاتا ہے۔ مسح کے اندر پانی بمانے کا

عمل نہیں ہوتا۔

۲۔ اعضائے وضو میں سے کس عضو کا مسح ہوتا ہے؟ (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۳ کے جز ۱ کا جز ۱ و ۲)

وضوء کے اندر موزوں پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ خف)
وضوء کے اندر جرابوں پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ جورب)
وضوء کے اندر پگڑی پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ عمامتہ) وضوء کے اندر جبیرہ (ٹوٹی ہوئی ہڈی پر لگے ہوئے پلستریا بندھی ہوئی لکڑی) پر مسح کرنا (دیکھئے مادہ جبیرہ)
وضوء کے اندر دوپٹے پر مسح کرنا: (دیکھئے مادہ خمار)
مسح کرنے یعنی پونچھ لینے کی بنا پر کون سی نجاست پاک ہو جاتی ہے؟ (دیکھئے مادہ نجاست نمبر ۳ کے جز ۱ کا جز ۱)
مسکر (نشہ آور)

ہر وہ چیز جو عقل کو ختم کر دے اور تمیز کو دور کر دے اسے مسکر کہتے ہیں (دیکھئے مادہ اشریتہ)

مصافحہ (مصافحہ کرنا)

مصافحہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کف دست کا زیریں حصہ دوسرے شخص کے کف دست کے زیریں حصے پر رکھ کر اگلیوں سے دبائے
عورت کا مصافحہ (دیکھئے مادہ مباشرۃ)
مصافحتہ (زرمی کرنا۔ رشوت دینا)

۱۔ تعریف: ظالم سے اپنا حق حاصل کرنے یا اس کا ضرر دور کرنے کی خاطر اسے مال دے دینا مصافحہ کہلاتا ہے۔

۲۔ اس کا حکم: حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مصافحہ جائز تھا۔ آپ کے پاس ایک شاعر آیا آپ نے اسے دو درہم دیئے، لوگوں نے جب اس پر نکتہ چینی کی تو آپ نے فرمایا: ”میں نے یہ دو درہم اپنی عزت و آبرو کے فدیے کے طور پر دیئے ہیں“ ۲۔

مصاحرة (سسرالی رشتہ داری)

شادی بیاہ کی بنا پر قائم ہونے والی قرابت داری کو مصاہرت کہتے ہیں۔
مصاہرت کی بنا پر جن خواتین سے نکاح حرام ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۳ کے
جز الف کا جز ۳، نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۷)

مصحف (قرآن مجید)

مصحف وہ کتاب ہے جو حضور ﷺ پر نازل شدہ اللہ کے کلام کو اپنے ضمن میں
لئے ہوئے ہو۔ اللہ کا یہ کلام ہم تک تواتر کے ساتھ منقول ہو کر پہنچا ہے (دیکھئے مادہ
قرآن)

مضاربتہ (مضاربہ)

مضاربہ اس شراکت کو کہتے ہیں جس میں سرمایہ ایک فریق کا ہوتا ہے اور کام
دوسرے فریق کا (دیکھئے مادہ شرکت نمبر ۲ کا جز ج)
معصیتہ (معصیت) دیکھئے مادہ ذنب

مفقود (مفقود)

۱۔ تعریف: مفقود وہ شخص ہے جو اس طرح کہیں چلا جائے کہ اس کے بارے میں کچھ
معلوم نہ ہو کہ آیا زندہ ہے یا مر چکا ہے۔

۲۔ گمشدگی کے حالات: گمشدگی یا تو ایسی حالت کے تحت ہوئی ہوگی جس میں غالب گمان
ہلاکت کا ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص جنگ میں حصہ لینے کے لئے چلا جائے اور پھر واپس نہ
آئے یا ایسی حالت کے تحت جس میں غالب گمان سلامتی کا ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص کسی
پرامن علاقے یا ملک میں تجارت وغیرہ کی غرض سے سفر پر نکل پڑے۔ اگرچہ بعض
نقہماء نے ان دونوں حالتوں کے اندر فرق کیا ہے اور پہلی حالت کے تحت غائب
ہو جانے والے کو مفقود قرار دیا ہے جبکہ دوسری حالت کے تحت غائب ہو جانے والے کو
مفقود قرار نہیں دیا۔ تاہم حضرت ابن عمرؓ نے گمشدگی کے حالات کے درمیان کوئی

فرق نہیں کیا ہے۔ بلکہ ہر اس شخص کو مفقود قرار دیا ہے جو کہیں جاچکا ہو اور اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ہو^{۲۸}۔

۳۔ گمشدگی پر مرتب ہونے والے اثرات و نتائج

الف۔ اگر وہ شادی شدہ ہو تو اس کی بیوی چار برسوں تک انتظار کرے گی اگر وہ اس دوران آگیا تو دونوں شاد کام ہو جائیں گے۔ اور اگر نہ آیا اور چار برس گزر گئے تو اس کی وفات کا حکم عائد کر دیا جائے گا اور اس کی بیوی چار مہینے دس دن کی عدت وفات گزارے گی۔ اور اس کے بعد کسی اور کے ساتھ اس کا نکاح حلال ہو جائے گا اور مفقود کے ولی کو اسے طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہوگی^{۲۹}۔ انتظار اور عدت کی مدتوں کے دوران مذکورہ عورت پر اس کے شوہر کے مال سے خرچ کیا جائے گا جابر بن زید نے حضرت ابن عمرؓ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مفقود کی بیوی چار برسوں تک انتظار کرے گی اور اس پر اس کے شوہر کا مال خرچ کیا جائے گا کیونکہ اس نے شوہر کے لئے اپنے آپ کو محبوس اور پابند کر رکھا ہے۔ چار سال کے بعد چار ماہ دس دنوں کے دوران شوہر کے پورے مال سے اس پر خرچ کیا جائے گا^{۳۰}۔ (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۳ کے جز ب کا جز ۱) چار سال گزر جانے کے بعد مفقود کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

ب۔ اگر مفقود غیر شادی شدہ ہو تو گمشدگی پر چار سال گزر جانے کے بعد اس کی موت کا حکم عائد کر دیا جائے گا اور اس کا مال اس کے ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

مقبرۃ (مقبرہ) دیکھئے مادہ قبر

مکاتب (مکاتب غلام)

مکاتب وہ مملوک ہے جس کا اپنے آقا کے ساتھ یہ طے پایا ہو کہ وہ آقا کو ایک متعین رقم دے گا اور آقا اسے آزاد کر دے گا۔ مکاتب کے احکام (مادہ رق نمبر ۵) میں گذر چکے ہیں۔

مکتہ (مکہ مکرمہ)

کہ اس شر کو کہتے ہیں جس میں کعبہ شریف واقع ہے اور یہ سارا حرم ہے۔

حرم مکی کے احکام (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱)

مکی فہرست حج کے اندر کعبہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے گا؟ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱ کا جز ب)

ملاہی (لوہو لعب کی چیزیں) دیکھئے مادہ لہو

ملتزم (ملتزم)

۱۔ تعریف: ملتزم کعبہ کے اس مقام کو کہتے ہیں جو حجر اسود والے رکن اور باب کعبہ کے درمیان واقع ہے۔

۲۔ ملتزم کا حکم: حضرت ابن عمرؓ طواف کے بعد بیت اللہ کے کسی حصے سے نہیں چمکتے تھے بلکہ رکن اسود اور دروازہ کے درمیان کھڑے ہو کر دعائیں کرتے ۳۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۶)

منی (منی)

منی مکہ سے قریب حرم کے حدود میں وہ جگہ ہے جہاں حاجی ایام تشریق میں ٹھہرتے ہیں۔

حج کے اندر وہ افعال جو منی میں سرانجام دیئے جاتے ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۸، ۲۰ کا جز د، نمبر ۲۲، ۲۵، ۲۸ اور نمبر ۳۱)

منی (مادہ تولید)

۱۔ تعریف: منی وہ گاڑھا پانی ہے جو سامنے کی شرمگاہ سے کود کر نکلتا ہے اس سے حمل ٹھہرتا اور اس کے خارج ہوتے ہی شہوت ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس کی نجاست: منی کی نجاست کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ پاک ہے ۳۔ اگر یہ پاک ہے تو جہاں یہ لگ جائے اس جگہ کو دھویا نہیں جائے گا اور اگر نماز کے دوران کھڑے پر یہ نظر آجائے تو نماز کا اعادہ نہیں ہوگا۔ مجاہد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ

ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کہا کہ مجھے اپنے کپڑے میں منی کا وجود محسوس ہو رہا ہے اور میں نے اسی کپڑے میں نماز پڑھ لی ہے۔ پھر آپ نے ہاتھ سے اسے کھرچ دیا اور نماز نہیں لوٹائی^{۳۳}۔ لیکن یہی روایت ایک اور شکل میں ابن ابی شیبہ کے نزدیک وارد ہوئی ہے۔ ان کی روایت کے مطابق مجاہد کہتے ہیں کہ ہم نماز کے بعد حضرت ابن عمرؓ کے پاس بیٹھ گئے آپ بھی نماز سے فارغ ہو گئے تھے آپ نے اپنے آپ کو مسلتا شروع کر دیا اور فرمایا: ”میں نے گزشتہ رات اسے تلاش کیا تھا لیکن میں اسے پا نہیں سکا“ مجاہد کہتے ہیں کہ میرے خیال میں حضرت ابن عمرؓ منی کے متعلق کہہ رہے تھے^{۳۴}۔ دوسری روایت کے مطابق یہ نجس ہے۔ جب یہ نجس ہے تو جہاں یہ لگ جائے اس جگہ کو دھونا واجب ہوگا اگر لگنے کی جگہ معلوم ہو جائے تو اس کو دھو ڈالنا واجب ہوگا لیکن اگر لگنے کا یقین ہوا اور جگہ نہ ملے پھر سارا کپڑا دھونا ضروری ہوگا جبکہ یہ کپڑے میں موجود ہو۔ اگر اس کے لگنے کا شک ہو تو کپڑے پر پانی چھڑک دینا کافی ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر تمہیں علم ہو کہ کپڑے کے اندر تمہیں احتلام ہو گیا ہے اور تمہیں جگہ کا پتہ نہ ہو تو سارا کپڑا دھو ڈالو اور اگر تمہیں اس کے لگ جانے یا نہ لگنے کا علم نہ ہو تو کپڑے پر پانی چھڑک دو“^{۳۵}۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے میں منی کا وجود دیکھ لیا اور پھر اسے دھو ڈالا^{۳۶}۔

جلد بن محم کہتے ہیں کہ کپڑے میں منی لگ جانے کے بارے میں میں نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: ”اسے دھو ڈالو“^{۳۷}۔ اگر منی ناپاک ہے تو کوئی شخص اگر نماز پڑھ لے اور اس کپڑے میں یہ نجاست لگی ہو تو اس پر نماز کا اعادہ لازم ہوگا۔ ابن الفرج نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نماز پڑھی جبکہ ان کے کپڑے میں جنابت تھی، حضرت ابن عمرؓ نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم دیا اور انہوں نے نماز لوٹائی^{۳۸}۔

۳۔ شہوت کے ساتھ منی کے نزول کی بنا پر غسل (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کے جزی کا جز

مہر (مہر)

۱۔ تعریف: عقد نکاح کے اندر شوہر بیوی کو جو رقبہ وغیرہ دیتا ہے اس مہر کہتے ہیں۔

۲۔ مہر کے احکام

الف۔ مہر کا وجوب: حضرت ابن عمرؓ عقد نکاح میں مہر کے وجوب کے قائل تھے۔ یہ جائز

ہے کہ مہر کی تعیین کا معاملہ شوہر کے سپرد کر دیا جائے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی

ب۔ کون سی چیز نکاح میں مہر بن سکتی ہے؟ نکاح میں مہر کے طور پر ہر وہ چیز درست ہے

جس کا بیع کے اندر ثمن بننا درست ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس بات کو ناپسند کیا ہے

کہ ایک شخص اپنی لونڈی کی آزادی کو اس کا مہر قرار دے بلکہ وہ اس کے لئے کوئی

اور مہر مقرر کرے^{۳۹}۔ آپ اس شخص کے بارے میں جو اپنی لونڈی آزاد کر کے پھر

اس کے ساتھ نکاح کر لے، فرمایا کرتے کہ: ”یہ اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قربانی کے

جانور پر سواری کرے“^{۴۰}۔ جو شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح

کر لے اس کے متعلق آپ فرماتے کہ وہ آزادی دینے کے سوا کسی اور چیز کو مہر کے

طور پر مقرر کرے گا^{۴۱}۔ (دیکھئے مادہ رقبہ نمبر ۸ کا جز ۲)

ج۔ مہر ادا کرنے کا مکلف کون ہے؟ شوہر مہر حوالہ کرنے کا مکلف ہو گا نہ کہ اس کا ولی

بتائیں اگر باپ اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کر دے تو مہر اس نابالغ پر لازم ہو گا نہ کہ باپ

پر۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح کر دے تو مہر بیٹے

پر لازم ہو گا“^{۴۲}۔

د۔ دخول سے پہلے مہر کا کچھ حصہ ادا کر دینا: حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مستحسن قرار

دیتے تھے کہ شوہر بیوی کے مقررہ مہر کا کچھ حصہ خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت اسے پہلے دے

دے بشرطیکہ بیوی اس پر رضامند ہو۔ آپ نے فرمایا: ”مرد کے لئے یہ بات اچھی نہیں

کہ اپنے مال میں سے کچھ بیوی کو پیش کئے بغیر اس کے ساتھ مہبستری کر لے، یعنی

کپڑے اور عطیے کی شکل میں جس پر بیوی رضامند ہو“^{۴۳}۔

ه۔ مہر کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ سے مہر کی کوئی تحدید منقول نہیں ہے آپ اپنی بیٹیوں

و۔ مہر کے احوال: اگر مرد کسی عورت سے نکاح کرے تو وہ اس کے لئے یا تو مہر کا تعین کرے گا یا تعین نہیں کرے گا۔

اگر وہ بیوی کے ساتھ صحیح طور پر دخول کر لے گا یا اس کے ساتھ غلط صحیحہ اسے حاصل ہو جائے گی تو مرتعین ہونے کی صورت میں بیوی پورے مہر کی مستحق ہو جائے گی (دیکھئے مادہ غلوۃ نمبر ۳) اگر مرتعین نہ ہو تو مذکورہ بالا صورت میں وہ مہر مثل کی مستحق ہو جائے گی۔

اگر شوہر نے بیوی کے لئے مہر کا تعین کر دیا ہو اور پھر شوہر دخول سے پہلے وفات پا جائے یا لعان کی وجہ سے دونوں کے درمیان علیحدگی ہو جائے تو وہ پوری مہر کی مستحق قرار پائے گی اور اس پر عدت واجب ہوگی (دیکھئے مادہ قذف نمبر ۲ کا جز الف) اگر شوہر دخول یا خلوت صحیحہ سے پہلے اسے طلاق دیدے تو بیوی مقررہ مہر کے نصف کی مستحق ہو جائے گی کیونکہ اللہ جل شانہ نے سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۷ میں ارشاد فرمایا ہے کہ

وَأَنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ

اگر تم انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو جبکہ تم نے ان کے لئے کوئی مہر مقرر کر دیا ہو تو مقررہ مہر کا نصف انہیں دو)

اگر شوہر نے بیوی کے لئے مقرر نہ کیا ہو اور پھر اس نے اس کے ساتھ خل یا خلوت صحیح کر لیا ہو تو اس کی وجہ سے مہر مثل واجب ہو جائے گا جیسا کہ اوپر گزرا ہے اگر شوہر دخول یا خلوت صحیح سے پہلے ہی وفات پا جائے تو بیوی میراث کی حقدار ہوگی اور اس کوئی مہر نہیں ملے گا۔ کیونکہ میرے خیال میں حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک مہر بیوی سے جنسی لذت اندوزی کے بالمقابل ہوتا ہے اور مذکورہ بالا صورت میں یہ انتفاع وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی وہ بات وجود میں آئی جو انتفاع کے حکم میں ہے اس لئے بیوی کسی مہر کی مستحق نہیں ہوگی۔ نافع نے روایت کی ہے کہ عبید اللہ بن عمرؓ کی ایک بیٹی جس کی ماں کا نام اسماء بن زید بن الخطاب تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ایک بیٹے

واجد کی زوجیت میں تھی لیکن دخول سے پہلے ہی واعد وفات پا گئے اور انہوں نے کوئی مہر بھی مقرر نہیں کیا تھا۔ بیوہ کی ماں نے اپنی بیٹی کے مہر کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اس کے لئے کوئی مہر نہیں“ اگر اس کے لئے کوئی مہر ہوتا تو ہم اس مہر کو نہ تو روکتے اور نہ ہی تمہاری بیٹی کا حق مارتے“ لیکن بیوہ کی ماں نے آپ کی یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کو ثالث مقرر کیا۔ انہوں نے فیصلہ دیا کہ بیوہ کو کوئی مہر نہیں ملے گا البتہ وہ مرحوم شوہر کی میراث کی حقدار ہوگی^{۴۵}۔ (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ب)

ز۔ یہ بات جائز نہیں کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی شخص کے ساتھ اس شرط کے ساتھ کر دے کہ یہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن اس کے نکاح میں دے دے گا اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہیں ہوگا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جز ھ کے جز ۲ کا جز ج) مواقیت (میقات کی جمع)

مواقیت وہ مقامات ہیں جن سے حج یا عمرہ کرنے والے کے لئے احرام باندھے بغیر آگے جانا جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳)

موت (موت)

۱۔ تعریف: جسم سے روح کے اس ہٹا پر نکل جانے کو موت کہتے ہیں کہ جسم کے اندر روح کو اپنے اندر رکھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ موت کی نشانی یہ ہے دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے اور اس کا عمل رک جاتا ہے۔

۲۔ مرنے والے کی موت کا اعلان: حضرت ابن عمرؓ ایک انسان کی موت کے اعلان کو پسند کرتے تھے خاص طور پر جبکہ مرنے والا شخص اہل علم و فضل ہو۔ حضرت رافع بن خدیجؓ: ”کی وفات عصر کے بعد ہوئی۔ حضرت ابن عمرؓ کو یہ خبر دی گئی اور آپ سے پوچھا گیا کہ جنازہ ابھی اٹھایا جائے؟ آپ نے جواب دیا: ”رافع جیسی شخصیت کا جنازہ اس وقت تک نہ اٹھایا جائے جب تک ارد گرد کے دیہاتوں میں انکی وفات کی خبر نہ پہنچادی جائے۔ چنانچہ اگلے دن ان کا جنازہ اٹھایا گیا“^{۴۶}۔ البتہ حضرت ابن عمرؓ اس

بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اہل جاہلیت کی طرح مختلف مجالس میں گھوم پھر کر موت کی خبر ان الفاظ میں دی جائے: ”میں آپ لوگوں کو فلاں ابن فلاں کی خبر موت سنا رہا ہوں“ ۷۷

۳۔ میت پر آنسو بہانا: موت زندگی کی ایک سنت ہے اور ہر ذی روح کو موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ بقاء صرف اللہ ذوالجلال والاکرام کی ذات کو حاصل ہے۔ انسان جب درج بالا حقیقت کا ادراک کر لے تو اس پر موت کی مصیبت اور اس کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔ البتہ انسان اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتا اور اس معاملہ میں اسے مجبور سمجھنا چاہئے اس لئے کہ اللہ سبحانہ کسی کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا۔ جہاں تک یہ تکلف رونے پینے اور ماتم کرنے کا سوال ہے نیز یہ تکلف غم و اندوہ کے اظہار اور اس میں مبالغہ آرائی کا تعلق ہے تو یہ قابل قبول بات نہیں ہے۔ میت پر آنسو بہانے سے حضرت ابن عمرؓ کی ممانعت میں یہی مفہوم مراد ہے امام مالک نے ”الموطا“ میں روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے جب حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کا تذکرہ ہوا کہ: ”زندوں کی طرف سے آنسو بہانے پر میت کو عذاب ہوتا ہے“ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ”اللہ ابو عبد الرحمن کو معاف فرمائے“ انہوں نے غلط بات نہیں کہی البتہ بھول گئے یا اصل بات سمجھنے میں ان سے خطا ہو گئی، واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ ایک یہودی عورت کے گھر کے پاس گزرے جس کے اہل خاندان اس پر آنسو بہا رہے تھے، آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ”تم لوگ رو رہے ہو اور اسے قبر کے اندر عذاب دیا جا رہا ہے“ ۷۸۔

آنسو بہانے اور ماتم کرنے کے درمیان ایک فرق ہے آنسو انسانی جذبات کے رد عمل کے طور پر کسی تکلف کے بغیر سیلاب کی طرح اٹھ آتے ہیں اور انسان انہیں روکنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جبکہ ماتم رونے کی ایک وہ صورت ہے جو مبالغہ آمیز تکلف پر مبنی ہوتی ہے اور اس کے تحت مرنے والے کی خوبیاں گنوائی جاتی ہیں یہ صورت قطعی طور پر حرام ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے حرام قرار دیتے اور سختی کے ساتھ اس سے روکتے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی معیت میں ایک جنازے

کے ساتھ چل پڑا۔ جب قبرستان پہنچے تو حضرت ابن عمرؓ نوحہ کرنے والی یا بین کرنے والے کسی عورت کی آواز سنی تو آپ اس کے سامنے گئے اور اسے بہت برا بھلا کہا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ”تم اجر حاصل کرنے کی غرض سے جنازے کے ساتھ نکلے ہو اور یہ عورت تمہیں گنگار کرنا چاہتی ہے۔ ہمیں ایسے جنازے کے ساتھ جانے سے روکا گیا ہے جس میں ماتم کرنے والی کوئی عورت بھی شامل ہو“ یہ کہہ کر آپ واپس آگئے اور میں بھی آپ کے ساتھ واپس آگیا۔ (دیکھئے مادہ بکاء)

۴۔ میت کو غسل دینا: جب کوئی مسلمان وفات پا جائے تو اسے غسل دینا واجب ہوتا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ اس کے جسم سے کپڑے اتار لیے جائیں اور شرمگاہ پر کوئی کپڑا ڈال دیا جائے اور پھر اسے غسل دیا جائے۔

اس حکم سے صرف وہ عورت مستثنیٰ ہے جس کی وفات مردوں کے درمیان ہوئی ہو اور ان کے ساتھ کوئی اور عورت نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس کے کپڑوں کے اوپر سے پانی بھیا جائے گا ایسی زنانہ میت کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا جائے گا“ ۵۰۔ ایک روایت میں ہے کہ ”اس کے کپڑوں میں اسے دفنایا جائے گا“ ۵۱۔ میت کو غسل دلانے والے پر نہلانے کا یہ عمل وضو واجب نہیں کرتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جزی) نیز (مادہ غسل نمبر ۲ کا جزک)

۵۔ میت کی تکفین۔

الف۔ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ ایک معین کفن میں کفنائے جانے کی وصیت کر جائے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن عمرؓ نیز دیگر صحابہ کرام کو یہ وصیت کی تھی کہ: ”میرا جنازہ قیصرانی چھوڑ دار چادر میں لپیٹ کر اٹھانا مجھے ایک اوقیہ (ایک وزن کا نام) عود اور لوبان کی دھونی دینا اور مجھے ان کپڑوں کا کفن پہنانا جنہیں میں پہن کر نماز پڑھا کرتا تھا اور ان کے ساتھ میرے گھر میں رکھی ہوئی ایک چھوڑ دار چادر بھی کفن کے طور پر مجھے پہنادینا“ ۵۲۔

ب۔ حضرت ابن عمرؓ پانچ کپڑوں کے کفن کو مستحب سمجھتے تھے۔ آپ اپنے خاندان والوں کو بھی پانچ کپڑوں کا کفن پہناتے تھے یعنی ایک گڑی، ایک قمیص اور تین لفافے ۵۳۔

آپ کا ایک بیٹا وفات پا گیا آپ نے ان ہی پانچ کپڑوں میں اس کی تکفین کی ۵۴۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ گیزی کے کنارے کو میت کے چہرے پر ڈال دیتے تھے اور پھر اسے ٹھوڑی کے نیچے سے لاکر میت کے سر پر لپیٹ دیتے اور پھر گیزی کو اس کے سر پر جھکا دیتے اور اس کا دوسرا کنارہ بھی اس کے چہرے پر ڈال دیتے ۵۵۔

د۔ محرم کا احرام اس کی موت کے ساتھ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔ اس کی تکفین اسی طرح ہوگی جس طرح احرام کے بغیر مرنے والے کی۔ اس کا چہرہ اور سر ڈھانپ دیا جائے گا اور اسے خوشبو لگائی جائے گی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۷ کا جزب)

۶۔ میت اور اس کے کفن کو خوشبو لگانا:

الف۔ میت کے جسد کو خوشبو لگانا: حضرت ابن عمرؓ میت کے جسد کو خوشبو لگانا مستحسن قرار دیتے تھے۔ آپ میت کے بغلوں اور گھٹنوں میں مشک لگاتے ۵۶۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے میت کے تالو میں مشک لگایا تھا ۵۷۔

ب۔ میت کے کفن کو خوشبو لگانا: آپ میت کے کفن کو تین بار دھونی دینا مستحب سمجھتے تھے ۵۸۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے کفن کو عود کی دھونی دی جائے ۵۹۔

ج۔ میت کے تابوت کو خوشبو لگانا: حضرت ابن عمرؓ اسے مکروہ قرار دیتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے تابوت کو حنوط لگانا مکروہ قرار دیا تھا ۶۰۔ اس لئے کہ اس میں اسراف کا پہلو ہے اور اس کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔ میت کے جسد اور اس کے کفن کو خوشبو لگانا اس لئے مستحب ہے کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والا ہوتا ہے اور ملائکہ سے اس کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ اس خوشبو کے ساتھ اپنے رب کے سامنے پیش ہو اور اسی خوشبو کے ساتھ ملائکہ کا سامنا کرے۔

۷۔ جنازہ کے پیچھے آگ لے کر چلنا: سلف صالحین اس بات کو مکروہ قرار دیتے تھے کہ جنازے کے پیچھے آگ لے کر چلا جائے خواہ اس آگ میں بخور یعنی خوشبودار مواد وغیرہ کیوں نہ ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے جنازے کے پیچھے آگ لے کر نہ چلا جائے ۶۱۔

۸۔ جنازے کے پیچھے عورتوں کا چلنا: حضرت ابن عمرؓ اور سلف صالحین جنازے کے پیچھے

عورتوں کے چلنے کو مکروہ قرار دیتے تھے ۶۲۔

۹۔ کافر کے جنازے میں شامل ہونا: موت کی ایک اپنی ہیبت ہے اور دلوں پر اس کا ایک اپنا اثر ہے خواہ میت مسلمان ہو یا کافر۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کافر کے جنازے میں شمولیت سے نہیں روکتے تھے۔ کیونکہ اس کے اندر بھی زندوں کے لئے منفعت و موعظت کا پہلو ہوتا ہے۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا: ”میری ماں مر گئی ہے وہ نصرانی ہے کیا میں اس کی تدفین میں شریک ہو جاؤں؟“ حضرت ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا: ”اس کے جنازے کے آگے آگے چلو، تم اس کے ساتھ شمار نہیں ہو گے“ ۶۳۔

۱۰۔ جنازے کے ساتھ چلنے کے دوران آواز بلند کرنا: جو شخص جنازے کے ساتھ جائے وہ پورے وقار اور سکون کے ساتھ چلے۔ جنازے کے ساتھ چلنے کے دوران آواز بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ جو رواج ہے کہ حاضرین میں سے ایک غصص بلند آواز سے کہتا ہے کہ: ”فلاں کے لئے استغفار کرو“ تو یہ بدعت ہے۔ فضیل بن عمرو کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ ایک جنازے کے ساتھ جا رہے تھے آپ نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ: ”میت کے لئے استغفار کرو، اللہ آپ سب کی مغفرت کرے“ ۱۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہ کرے“ ۶۴۔

۱۱۔ جنازہ اٹھانا: جنازہ دو بانسوں یا لکڑیوں پر اٹھایا جائے گا ۶۵۔ جو شخص جنازے کو کندھا دینا چاہے وہ دائیں جانب سے ابتداء کرے اور اگلے سرے کو کندھا دے۔ پھر دائیں جانب پچھلے سرے کی طرف منتقل ہو جائے اور اسے کندھا دے۔ پھر بائیں جانب پچھلے سرے کے کندھا دے اور پھر بائیں جانب اگلے سرے کو کندھا دے۔ علی الارذی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک جنازے میں دیکھا آپ نے تابوت کے چاروں سروں کو کندھا دیا ۶۶۔ آپ نے فرمایا: ”دائیں جانب سے ابتداء کرو“ خود آپ میت کے دو ہاتھوں سے ابتداء کرتے اور پھر دونوں پاؤں سے ۶۷۔ یہ بھی جائز ہے کہ تابوت کے اگلے حصے کے وسط میں یا پچھلے حصے کے وسط میں یا تابوت کے دو کناروں کے وسط میں جنازے کو کندھا دے۔ یوسف بن ماہک کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رافع بن خدیجؓ کے جنازے میں حضرت ابن عمرؓ کو تابوت کے دونوں پایوں کے درمیان

کھڑا دیکھا تھا، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تابوت کے اگلے حصے کو اس کے دونوں پایوں کے درمیان سے اٹھایا اور اپنے کندھے پر اسے رکھ کر چل پڑے۔^{۶۸}

۱۲۔ جنازے کا آگے چلنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جنازے کے آگے چلنا اس کے پیچھے چلنے سے افضل ہے۔^{۶۹} آپ جنازے کا آگے آگے چلتے۔^{۷۰}

جب جنازہ قبرستان پہنچ جائے تو جب تک اسے لوگوں کے کندھوں سے اتار کر زمین پر نہ رکھیں اس وقت تک کوئی نہ بیٹھے۔ عبدالرزاق اور دیگر حضرات نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک جنازہ کندھوں سے اتار کر رکھ نہ دیا جاتا جب جنازہ زمین پر رکھ دیا جاتا تو آپ بیٹھ جاتے۔^{۷۱}

۱۴۔ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا: حضرت ابن عمرؓ جنازے کے لئے کھڑے ہو جانے کو مستحب قرار دیتے تھے خواہ یہ کسی مسلمان کا جنازہ ہو یا کسی غیر مسلم کا۔^{۷۲} آپ جب جنازے سے پہلے قبرستان پہنچ جاتے تو وہاں جا کر بیٹھ جاتے اور پھر جب جنازہ آتا ہوا دیکھ لیتے تو کھڑے ہو جاتے۔ نافع کہتے ہیں کہ: ”میں پردہ کر دیتا تاکہ آپ جنازہ آتے ہوئے نہ دیکھ سکیں“۔^{۷۳}

۱۵۔ نماز جنازہ: (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰) جب نماز ختم ہو جائے تو شریک شخص اپنی جگہ کھڑا رہے اور وہاں سے نہ ہلے حتیٰ کہ جنازہ اٹھالیا جائے اور اس کے ساتھ چلنے کو کہا جائے۔^{۷۴}

۱۶۔ میت کو تدفین:

الف۔ یہ جائز ہے کہ میت کسی متعین مقام پر اپنی تدفین کی وصیت کر جائے۔ اگر کسی اور مقام پر اس کی وفات ہو جائے تو مذکورہ متعین مقام پر اس کی میت منتقل کر دینی جائز ہوگی ابن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی وفات اس مقام پر ہوئی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو یہاں دفن نہ کیا جائے بلکہ مقام سرف میں لے جا کر دفن کیا جائے۔^{۷۵} (دیکھئے مادہ وصیت نمبر ۲) لیکن آپ کو سرف منتقل کرنا مشکل ہو گیا اس لئے مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے قبرستان میں ذی طوی کی جانب آپ کو دفنایا گیا

ب۔ میت کی اس کی قبر میں پیچھے کی جانب سے یعنی قبر کے پاؤں کی جانب سے اتارا

جائے گا۔ میت کا سر قبر کے پاؤں کے پاس رکھا جائے گا تو پھر اسے تابوت سے سیدھے نکل کر قبر میں اتار دیا جائے گا^{۷۶}۔ حضرت امین عمرؓ کے جسدِ خاکی کو بھی اسی طرح قبر میں اتار آگیا تھا^{۷۷}۔

ج۔ جب میت کو لحد میں لٹادیا جائے گا تو دعا مانگی جائے گی اور جب لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیا جائے گا تو دعا مانگی جائے گی اور جب قبر کو مٹی سے پر کر دیا جائے گا اور قبر درست کر دی جائے گی تو دعا مانگی جائے گی۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ ایک جنازے میں میں حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ گیا۔ آپ نے جب میت لحد میں اتاری تو یہ دعا پڑھی: ”بسم اللہ و علیٰ ملتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ پھر جب کچی اینٹوں سے لحد بند کرنے لگے تو یہ دعا مانگی ”اللہم اجرھا من الشیطان و من عذاب القبر و من عذاب النار“ (اے اللہ! اے شیطان سے، عذاب قبر سے اور آگ کے عذاب سے پناہ دے) پھر جب قبر کو مٹی سے پر کر کے اسے برابر کر دیا گیا تو آپ قبر کی ایک جانب کھڑے ہو گئے اور دعا مانگی ”اللہم جاف عن جنبیہا و صد بروحہا و لقہا منک رضوانا“ (اے اللہ! اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان جگہ کشادہ کر دے، اس کی روح کو اوپر لے جا اور اسے اپنی رضامندی عطا کر)^{۷۸}۔

۱۷۔ تدفین کے بعد میت کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنا (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۶)

۱۸۔ میت کی زیارت کرنا اور اسے سلام کہنا (دیکھئے مادہ سلام نمبر ۳ کا جزِ واؤ)

۱۹۔ موت پر مرتب ہونے والے اثرات

الف۔ مرنے والے کی زوجہ پر عدت کا ایجاب (دیکھئے مادہ عدۃ)

ب۔ متوفی کی تمام مملوکہ اشیاء کا اس کے شرعی ورثاء کی طرف منتقل ہو جانا (دیکھئے مادہ ارث)

نیز اس شخص کی طرف جسے مال دینے کی وصیت کر گیا ہو (دیکھئے مادہ وصیت)

ج۔ حتمی عقود پر موت اثر انداز نہیں ہوتی۔ اگر ایک شخص اجارے پر کسی کو کوئی چیز

دے کر وفات پا جائے تو اس کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہو گا۔^{۷۹}

د۔ آقا کی وفات کے بعد اس کا مدبر غلام اس کے تہائی مال سے آزاد ہو جائے گا (دیکھئے

مادہ رق نمبر ۶) آقا کی وفات کے بعد اس کی ام ولد لونڈی اس کے پورے مال سے آزاد

ہو جائے گی (دیکھئے مادہ رق نمبر ۷)

- ھ۔ جانوروں کے گوشت اور ان کی کھالوں پر موت کا اثر: موت جانوروں کے گوشت، ان کی کھالوں، ان کی ہڈیوں اور ان کے انڈوں کو ناپاک کر دیتی ہے۔ اس لئے مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز کھانا حلال نہیں ہو گا (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز نمبر ۲) نیز (مادہ عظم) نیز (مادہ نجاستہ نمبر ۳ کا جز د) مردار کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی خواہ یہ جانور حلال ہو یا حرام (دیکھئے مادہ جلد) اس حکم سے ٹڈیاں مستثنیٰ ہیں (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز ۲) اور سمندر میں مرجانے والے جانور (دیکھئے مادہ بحر نمبر ۳) میت کی مانی ہوئی نذر اس کی طرف سے پوری کرنا (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۵)
- و۔ موسیقی (موسیقی)

- ۱۔ تعریف: موسیقی ان باوزن اور تالیف شدہ آوازوں کو کہتے ہیں جو گانے بجانے کے آلات سے اس وقت خارج ہوتی ہیں جب ان آلات کو منہ لگا کر پھونکا جائے یا ان کی تاروں کو حرکت دی جائے یا مضرب سے ان پر ضرب لگائی جائے۔
- ۲۔ موسیقی کا حکم: حضرت ابن عمرؓ نہ تو موسیقی کو جائز قرار دیتے تھے اور نہ ہی آلات موسیقی بجانے کو (دیکھئے مادہ سماع نمبر ۲ کا جز ب)
- میقات (میقات) دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳

میقات پر ہدی کے گلے میں جوتے ڈالنا اور اس کا اشعار کرنا (دیکھئے مادہ تہلیلہ نمبر ۳) حج سے واپسی پر میقات میں اترنا اور وہاں نماز پڑھنا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۶)

حرف المیم میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۴، ۲۵ ج ۱، المغنی ص ۲۲۳ ج ۱، المجموع ص ۱۶۲ ج ۱
- ۲۔ تہذیب الآثار للبری ص ۲۲۳ ج ۲
- ۳۔ مسند احمد نمبر ۸۶، ابوداؤد، نسائی فی الصحاح باب بربضاء، ترمذی فی الصحاح باب الماء لاسنجه شی
- ۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹ ج ۱، عبد الرزاق ص ۱۸۰، ۲۹۷ ج ۱، سنن دارمی ص ۲۳۵ ج ۱
- ۵۔ الحلی ص ۲۲۱ ج ۱، ص ۱۲۳ ج ۲، شرح السنن ص ۵۶ ج ۲
- ۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۱، المغنی ص ۸ ج ۱
- ۷۔ سنن دارمی ص ۲۳۵ ج ۱
- ۸۔ الاستذکار ص ۲۱۵ ج ۱
- ۹۔ عبد الرزاق ص ۷۵ ج ۱
- ۱۰۔ الاستذکار ص ۲۵۳ ج ۱، الحلی ص ۱۹ ج ۱، المجموع ص ۲۰ ج ۱
- ۱۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۵ ج ۱، المغنی ص ۱۶ ج ۱
- ۱۲۔ الحلی ص ۵۲۰ ج ۱، المغنی ص ۶۴۴ ج ۱

- ۱۲۔ عبد الرزاق ص ۵۰۲ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۲ ج ۱، درست بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے نکاح متعہ کے جواز کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ (دیکھئے موسوع فقہ ابن عباس مادہ متعہ نمبر ۲ کا جز ب)
- ۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۱، عبد الرزاق ص ۵۰۲ ج ۷
- ۱۴۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۱۰/۱ ج ۳
- ۱۵۔ عبد الرزاق ص ۷۲ ج ۱۱
- ۱۶۔ سنن بیہقی ص ۳۵۶ ج ۱، الام ص ۲۴۷ ج ۷، الموطا ص ۵۵ ج ۱، سنن ابن ابی شیبہ ص ۱۵ ج ۱
- ۱۷۔ الام ص ۷۲ ج ۷
- ۱۸۔ تہذیب الآثار ص ۲۶ ج ۱
- ۱۹۔ شرح الزرقانی علی الموطا ص ۳۷۵ ج ۳
- ۲۰۔ المغنی ص ۳۹۴ ج ۵، عبد الرزاق ص ۹۳ ج ۸
- ۲۱۔ الحلی ص ۲۱۵ ج ۸
- ۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۵ ج ۱
- ۲۳۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ لابن شیبہ ص ۲۷ ج ۱، مجمع الروائد ص ۱۹ ج ۲
- ۲۴۔ عبد الرزاق ص ۴۱۸ ج ۱، المغنی ص ۱۴۳ ج ۱، المجموع ص ۱۸۹ ج ۲

- ۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ج ۱
 ۲۵۔ بخاری فی المساجد باب نوم الرجال فی المسجد، مسلم فی فضائل ابن عمر، ترمذی اور نسائی فی المساجد باب النوم فی المسجد، عبدالرزاق ص ۴۲۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۴۵ ج ۲، المحلی ص ۲۴۱ ج ۴ المجموع ص ۱۸۹ ج ۲
 ۲۶۔ المحلی ص ۲۴۳ ج ۴
 ۲۷۔ طبقات ابن سعد ص ۱۵۵ ج ۴
 ۲۸۔ المحلی ص ۱۳۰ ج ۱۰
 ۲۹۔ المغنی ص ۴۹۱ ج ۷
 ۳۰۔ المحلی ص ۱۳۴ ج ۱۰، سنن سعید بن منصور ص ۴۰۹/۱ ج ۷، المغنی ص ۴۹۵ ج ۷
 ۳۱۔ عبدالرزاق ص ۷۶ ج ۵
 ۳۲۔ الاستذکار ص ۳۵۹ ج ۱، المغنی ص ۹۲ ج ۲، المجموع ص ۵۶۱ ج ۲
 ۳۳۔ عبدالرزاق ص ۳۵۸ ج ۲
 ۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۱
 ۳۵۔ عبدالرزاق ص ۳۶۹ ج ۱، الاستذکار ص ۳۵۹ ج ۱، المغنی ص ۹۲ ج ۲
 ۳۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳ ج ۱
 ۳۷۔ شرح معانی الآثار ص ۳۲ ج ۱
 ۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۶۰ ج ۱
 ۳۹۔ سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۷
 ۴۰۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۲۲/۱ ج ۳، المحلی ص ۵۰۳ ج ۹
 ۴۱۔ عبدالرزاق ص ۲۷۲ ج ۷
 ۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۹ ج ۱
 ۴۳۔ سنن بیہقی ص ۲۵۳ ج ۷، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ ج ۱، المحلی ص ۳۸۸ ج ۹
 شرح السنہ ص ۱۲ ج ۹، المغنی ص ۷۲۰ ج ۷
 ۶
 ۴۴۔ سنن بیہقی ص ۲۳۳ ج ۷
 عبدالرزاق ص ۱۸۰ ج ۶، ابن ابی شیبہ ص ۲۱۴ ج ۱
 ۴۵۔ الموطا ص ۵۲ ج ۲، ابن ابی شیبہ ص ۲۲۳ ج ۱، عبدالرزاق ص ۲۹۲ ج ۸
 ۴۶۔ سنن سعید بن منصور ص ۲۲۳ ج ۳
 شرح السنہ ص ۱۲۵ ج ۹، المغنی ص ۷۲۱ ج ۷
 ۴۷۔ کشف الخمر ص ۷۱ ج ۲
 ۴۸۔ سنن بیہقی ص ۷۴ ج ۴، المغنی ص ۷۵۱ ج ۲
 ۴۹۔ المغنی ص ۷۵۱ ج ۲، المجموع ص ۷۱ ج ۵
 ۴۸۔ الموطا ص ۲۳۴ ج ۱
 ۴۹۔ عبدالرزاق ص ۴۵ ج ۳، ابن ابی شیبہ ص ۱۳۶ ج ۱

- ۵۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۳ ج ۱، سنن بیہقی
ص ۳۹۹ ج ۳
۵۱۔ الحلی ص ۱۱۳ ج ۵
۵۲۔ حوالہ درج بالا
۵۳۔ عبدالرزاق ص ۲۲۲ ج ۳، المجموع
ص ۱۶۲ ج ۵
۵۴۔ المجموع ص ۱۴۹ ج ۵
۵۵۔ عبدالرزاق ص ۲۲۵ ج ۳
۵۶۔ عبدالرزاق ص ۴۱۲ ج ۳، المغنی ص
۲۶۸ ج ۲
۵۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۲ ج ۱
۵۸۔ طرح اشرب ص ۵۶ ج ۲
۵۹۔ المغنی ص ۲۶۲ ج ۲، سنن بیہقی ص
۴۰۶ ج ۳
۶۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱
۶۱۔ المغنی ص ۴۷۷ ج ۲
۶۲۔ المغنی ص ۴۷۷ ج ۲، المجموع ص ۲۳۶
ج ۵
۶۳۔ عبدالرزاق ص ۳۷ ج ۶
۶۴۔ المغنی ص ۴۷۶ ج ۲
۶۵۔ المغنی ص ۴۷۹ ج ۲
۶۶۔ الحلی ص ۱۶۷ ج ۵، ابن ابی شیبہ ص
۱۴۶ ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳
۶۷۔ عبدالرزاق ص ۵۱۲ ج ۳
- ۶۸۔ سنن بیہقی ص ۲۰ ج ۴، الحلی ص ۱۶۷
ج ۵
۶۹۔ المغنی ص ۴۷۷ ج ۲، المجموع ص
۲۳۸ ج ۵
۷۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۳۵ ج ۱،
عبدالرزاق ص ۴۴۵ ج ۳، الموطا ص ۲۲۵
ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۲ ج ۴، شرح معانی الآ
ثار ص ۲۷۹ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۳۳ ج
۵
۷۱۔ عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۳، ابن ابی
شیبہ ص ۱۳۸ ج ۱، المغنی ص ۴۸۰ ج ۲،
الاعتبار ص ۱۳۰، سنن بیہقی ص ۲۷ ج ۴
۷۲۔ الحلی ص ۱۵۳ ج ۵
۷۳۔ عبدالرزاق ص ۴۶۱ ج ۳
۷۴۔ عبدالرزاق ص ۵۱۳ ج ۳، المغنی ص
۴۹۲ ج ۲
۷۵۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۲
۷۶۔ المجموع ص ۲۵۸ ج ۵، المغنی ص ۴۹۶
ج ۲
۷۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۰ ج ۱
۷۸۔ شرح السنہ ص ۳۹۹ ج ۵، المغنی ص
۵۰۰ ج ۲، سنن بیہقی ص ۹ ج ۴
۷۹۔ شرح السنہ ص ۲۶۵ ج ۸

حرف النون

نافلہ (زائد) (دیکھئے مادہ نفل)

نبات (پودا)

حرم مکہ کو کوئی پودا کاٹا نہیں جائے گا (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۱ کے جزب کا جز ۱۰) اور
حرم مدینہ کا بھی (دیکھئے مادہ حرم نمبر ۲ کا جزب)
کن کن پودوں میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اس وجوب کے لئے ان کی کیا
مقدار ہے (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۹ کا جز ھ)

نبیذ (نبیذ)

نبیذ اس پانی یا مشروب کو کہتے ہیں جس کے اندر خرما اور خشک انگور یعنی کشمش
وغیرہ ڈال دیا جائے اور اس میں جوش اور ابال آنے نیز نشہ آور بننے سے پہلے اسے
استعمال کر لیا جائے

نبیذ کے احکام اور اسے پینے کی حلت کی شریں (دیکھئے مادہ اشربہ نمبر ۲)

نجاست (نجاست)

- ۱- تعریف: نجاست اس اعتباری گندگی کو کہتے ہیں جسے شارع حکیم نے نماز کے لئے مانع
قرار دیا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ نجاست معنوی، نجاست مادی
- ۲- معنوی نجاست: یہ نجاست صرف انسان کو لاحق ہوتی ہے کسی اور جاندار کو نہیں۔
یہ وضو کو توڑنے والی چیز یا غسل کو واجب کر دینے والی بات کی صورت میں وجود میں
آتی ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸) نیز (مادہ غسل نمبر ۲) نیز حضرت ابن عمرؓ سے مروی دو
میں سے ایک روایت کے مطابق یہ نجاست پانی کو بھی لاحق ہو جاتی ہے۔ وہ اس طرح
کہ اگر جنبی شخص یا حائضہ عورت اپنا ہاتھ پانی میں ڈبو دے تو یہ پانی غسل یا وضو کے
قابل نہیں رہتا اگرچہ اسے پیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعے مادی نجاست زائل کی
جاسکتی ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جزب)

۳۔ مادی یعنی حسی نجاست: شارع حکیم نے بت سی اشیاء کو نجس العین قرار دیا ہے۔ یہ اشیاء کبھی پاک نہیں ہو سکتیں، حضرت ابن عمرؓ کے اقوال کی روشنی میں ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جائے گا۔

الف۔ پیشاب، پاخانہ اور مڈی: خواہ انسان کا ہو یا جانور کا پھر جانور خواہ حلال ہو یا حرام اس سے مذکورہ حکم میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ انسان کے پیشاب پاخانہ نیز حرام جانوروں کے پیشاب کی نجاست پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ البتہ حلال جانوروں کے پیشاب کی نجاست پر فقہاء کے اندر اختلاف رائے ہے حضرت ابن عمرؓ اس کی نجاست کے قائل تھے۔ ابو مجلز نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کو اٹھاتا ہے اور اس کے پیشاب کی پھیشیں اسے پڑ جاتی ہے آپ نے جواب دیا: ”جس جگہ پھیشیں پڑ جائیں اسے دھو ڈالو“^۱۔ (دیکھئے مادہ بول) مڈی کی نجاست کے بارے میں (مادہ مڈی نمبر ۲) کے اندر گفتگو ہو چکی ہے۔

ب۔ منی: منی کی نجاست کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کے مسلک کی تفصیل گزر چکی ہے اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ اس کے متعلق آپ سے دو روایتیں مروی ہیں (دیکھئے مادہ منی نمبر ۲)

ج۔ خون: خون کی نجاست کے بارے میں (مادہ دم) کے اندر تفصیل گزر چکی ہے۔
د۔ مردہ جانور: موت کی وجہ سے جانور کا گوشت، اس کی کھال اور اس کے پیٹ میں موجود انڈے اور اس کی ہڈیاں سب ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اس حکم سے صرف ہڈیاں اور آبی جانور مستثنیٰ ہیں (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز واؤ کا جز ۲) نیز (مادہ بیض) نیز (مادہ عظم) حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ اگر چوہا سگی میں گر کر مر جائے تو اس کا کیا حکم ہو گا آپ نے جواب دیا کہ اگر سگی مانع حالت میں ہو تو سارا سگی پھینک دو اور اور بجا ہوا ہو تو مردہ چوہے اور اس کے ارد گرد کے سگی کو پھینک کر باقی ماندہ سگی کھاؤ“^۲۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بیس رطل سگی میں چوہا گر کر مر گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ زیتون کے تیل کے بیس فرق (تاپنے کے ایک پیالے کا نام) میں چوہا گر کر مر گیا۔ آپ نے فرمایا: ”اس سے چراغ جلاؤ اور اسے چڑے پر لگاؤ“^۳۔

ھ۔ کتا اور سور: کتے کی نجاست کی وجہ یہ ہے کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اسے پاک کرنے کے بارے میں نص وارد ہوا ہے۔ (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ج) نیز اس کے اندر بعض خوبیاں ہونے کی باوجود اس کی بیچ کی تحریم ہے (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۳ کا جز ج) اس کی بیچ صرف اس کی نجاست کی وجہ سے حرام ہوئی ہے۔ رہ گیا سور تو اس کی تحریم کے سلسلے میں نص صریح موجود ہے۔ سورہ ماندہ آیت نمبر ۲ کے ابتدائی الفاظ میں ارشاد باری ہے (حرمت علیکم المیتہ والدم ولحم الخنزیر..... تم پر مردار، خون اور سور حرام کر دیئے گئے ہیں)

و۔ نجس نہ ہونے کے ضمن میں آنے والے درج ذیل ہیں

۱۔ حائضہ عورت اور جنبی شخص کا جسد حسی طور پر پاک ہوتا ہے (دیکھئے مادہ جنابتہ نمبر ۲ کا جز الف) بنا بریں جنبی کا پینہ پاک ہے اور جس کپڑے میں اس کا پینہ لگا ہوا ہے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ جنابت کی حالت میں پینہ آنے پر جو لباس پہنے ہوتے اسی لباس میں نماز پڑھ لیتے ۲۔ (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۲)

۲۔ جس کپڑے میں مہستری کی ہو: ایک شخص جو کپڑا پہن کر اپنی بیوی کے ساتھ مہستری کرے اس کا وہ کپڑا پاک تصور ہوگا بشرطیکہ اس میں نجاست نہ لگی ہو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”میرے جسم پر جو کپڑا ہے اسی میں میں نے گزشتہ رات مہستری کی تھی اور اسی میں نماز بھی پڑھتا ہوں“ ۵۔

۳۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی دو میں سے ایک روایت کے مطابق بلی کا جو ٹھاپاک ہے اس لئے کہ بلی بھی گھر کا چکر لگانے والوں میں شامل ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جز ج)

۴۔ سمندر کا پانی: حضرت ابن عمرؓ سمندر کے پانی کو ظاہر لیکن غیر مطہر قرار دیتے تھے (دیکھئے مادہ بحر نمبر ۳)

۴۔ ناپاک اشیاء کو پاک کرنے والے ذرائع:

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جو اشیاء اپنے عین کے اعتبار سے ناپاک ہیں اگر وہ نجاست کے مادے سے کسی اور مادے میں تبدیل ہو جائیں تو وہ پاک ہو جاتی ہیں مثلاً ہرن کا خون مشک کی شکل میں، شراب سر کے کی شکل میں اور گندگی کھاد کی شکل میں

تبدیل ہو جائے (دیکھئے مادہ استحالت)

ب۔ حرام جانوروں کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اگر مذکورہ جانور کو ذبح کیا گیا ہو۔ لیکن اگر وہ طبعی موت مرا ہو تو پھر اس کی کھال دباغت سے بھی پاک نہیں ہوگی خواہ وہ حلال جانور کیوں نہ ہو۔ یہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی اس پر (مادہ جلد) کے ضمن میں گفتگو گزر چکی ہے۔

ج۔ ایسی اشیاء جو اصل کے اعتبار سے پاک ہوں لیکن نجاست لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئی ہوں انہیں درج ذیل طریقوں سے پاک کیا جائے گا۔

۱۔ جس جگہ نجاست لگی ہو اگر وہ اس نجاست کا مخرج (نکلنے کی جگہ) ہو تو پانی کے ساتھ اسے دھو دینے سے وہ پاک ہو جائے گی اسی طرح اگر کنکروں وغیرہ سے اسے پونچھ کر نجاست زائل کر دی جائے تو بھی وہ جگہ پاک ہو جائے گی (دیکھئے مادہ استبراء) ابن حزم نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سینگی لگنے کے مقامات کو کنکروں کے ذریعے خون سے صاف کر لیتے اور انہیں پانی سے نہیں دھوتے^۱۔

۲۔ نجاست کے نشان کو پانی یا کسی اور مزیل (نجاست زائل کر دینے والی چیز) کے ذریعے زائل کرنا: حضرت ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے پر خون لگا ہوا دیکھا، آپ نے اسے دھو ڈالا، لیکن اس کا سیاہ نشان باقی رہ گیا آپ نے پانی منگوایا اور اسے کھرچنے لگ گئے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ ایک چیز اس وقت تک پاک نہیں ہوتی جب تک اس سے نجاست کا نشان نہ مٹ جائے کیونکہ یہ بات بعض دفعہ محال ہوتی ہے۔ ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے نجاست لگی ہوئی چیز کو پاک کرنے میں مبالغہ سے کام لیا تھا۔ اس پر آپ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ: ”ہمیں ناپاک چیزوں کو سات مرتبہ دھونے کا حکم دیا گیا“^۸۔

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کہ حضرت ابن عمرؓ نجاست سے تطہیر کے لئے ہر ایسی چیز کے جواز کے قائل تھے جو نجاست کو جڑ سے اکھاڑ کر اسے دور کر دے ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے کپڑے پر خون لگا ہوا دیکھا تو اس پر تھوک کر اسے تھوک کے ذریعے رگڑ دیا^۹۔

د۔ اگر کپڑے وغیرہ میں نجاست کی جگہ مخفی ہو تو سارا کپڑا دھونا واجب ہوگا حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جائے لیکن اسے یہ معلوم نہ ہو کہ کہاں لگا ہے تو وہ سارا کپڑا دھو ڈالے“^{۱۰}

ھ۔ اگر اسے نجاست لگ جانے کے بارے میں شک ہو تو صرف پانی چھڑکنے پر اکتفا کر لے گا اور اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہوگی (دیکھئے مادہ وسوستہ)

۵۔ ناپاک ہو جانے والی اشیاء سے فائدہ اٹھانا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ناپاک ہو جانے والی اشیاء سے فائدہ اٹھالینا جائز ہے۔ ایسے شخص کے ہاتھ ان کی فروخت بھی جائز ہے جو انہیں ایسی چیزوں میں استعمال کرے جن میں طہارت شرط نہیں ہے۔^{۱۱} پہلے گذر چکا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ بیس رطل گھی میں یا ایک روایت کے مطابق بیس فرق زیتوں کے تیل میں چوہا گر کر مر گیا ہے آپ نے فرمایا: ”اسے چراغ جلانے میں استعمال کر لو اسے چڑے پر لگالو“^{۱۲}

ناپاک اشیاء سے ظروف سازی کی کراہت (دیکھئے مادہ اثناء نمبر ۲)

۶۔ انسان کے جسم سے خارج ہونے والی ہر ناپاک چیز سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸)

نماز کی صحت کے لئے حدث اور نجاست سے پاک ہونے کی شرط (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کا جز الف)

حسی نجاست کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ک)

قبر پر نجاست رکھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز وا۱)

ایسی حرفت اختیار کرنے کی کراہت جس میں نجاستوں کے ساتھ مخالفت ہو (دیکھئے

مادہ احتراف نمبر ۲ کا جز الف)

نجش (بیچ کی ایک قسم)

بیچ نجش (دیکھئے مادہ بیچ نمبر ۴ کے جز ب کے جز ۲ کا جز الف)

نذر (نذر ماننا)

۱۔ تعریف: اللہ کے حق کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اپنے اوپر کسی مباح فعل کو لازم کر لیتا نذر کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔

۲۔ نذر کے صیغے۔ ان کی دو قسمیں ہیں

الف۔ نذر محض: یہ وہ صیغہ یا لفظ ہے جو عبادت اور اللہ کی شکرگزاری کے معنوں کو حامل ہو مثلاً کوئی کہے: ”اگر اللہ میرے مریض کو شفا دیدے یا اگر میرے والد آج آجائیں تو مجھ پر ایک غلام آزاد کرنا یا فلاں چیز صدقہ کر دینا لازم ہوگا“ نذر کی اس صورت پر نذر کے احکام منطبق ہوتے ہیں۔ ان احکام کا ذکر آگے آئے گا۔

ب۔ ایسی نذر جو اللہ کے نام کی قسم کی صورت میں مانی گئی ہو۔ اس نذر سے کسی کام کے کرنے یا کسی کام سے روکنے پر ابھارنا مقصود ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے: ”اگر میں فلاں کے ساتھ کلام کر لوں تو مجھ پر اللہ کے لئے ایک غلام آزاد کرنا یا فلاں چیز کا صدقہ کر دینا لازم ہوگا۔“ اس صورت پر قسم کے احکام منطبق ہوتے ہیں اور اس کے فاعل کو اختیار ہوتا ہے کہ یا تو وہ نذر پوری کر دے یا موکد قسم کا کفارہ ادا کر دے^{۱۳}۔ موکد قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو دس فقراء کو کپڑے پہنانا ہے اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو انہیں کھانا کھلانا ہے (دیکھئے مادہ کفارہ نمبر ۲ کا جزد) حضرت ابن عمرؓ سے نذر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”یہ قسموں کی افضل ترین صورت ہے“ اگر اسے پہلی چیز (غلام آزاد کرنا) میسر نہ ہو تو اگلی چیز (کپڑے پہنانا) اختیار کر لے اور یہ بھی میسر نہ ہو تو اگلی چیز (کھانا کھلانا) اختیار کر لے“ آپ کا اشارہ غلام آزاد کرنے، کپڑے پہنانے اور کھانا کھلانے کی طرف تھا^{۱۴}۔ بنا بریں حضرت ابن عمرؓ نے لیلیٰ بنت الجعفاء کے اس قول پر ایک قسم کا کفارہ ادا کرنے کا فتویٰ دیا تھا کہ: ”میرا ہر مملوک آزاد ہے میرا ہر مال ہدی ہے“ اگر تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو تو میں یہودن یا نصرانیہ بن جاؤں“^{۱۵}۔

آپ سے ایک روایت کے مطابق مذکورہ بالا صورت میں غلام آزاد ہو جائے گا اور اپنے مال کی زکوٰۃ صدقہ میں دے دینا کافی ہوگا۔ اسماعیل بن امیہ نے عثمان بن ابی حاضرہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”ایک عورت نے حلف اٹھا کر کہا کہ: ”اگر

میں فلاں کام نہ کروں تو میرا مال اللہ کی راہ میں لگ جائے اور میری لونڈی آزاد ہو جائے۔“ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ لونڈی تو آزاد ہو جائے گی اور پہلی بات کے لئے مذکورہ عورت اپنے مال کی زکوٰۃ صدقہ میں دے دے گی۔“^{۱۶} ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ کلام نہیں کرے گا اگر کلام کر لیا تو ایام تشریق میں مقام ابراہیم اور رکن کے درمیان اپنے آپ کو نحر یعنی ذبح کر لے گا، حضرت ابن عمرؓ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”بھتیجے، لوگوں کو واپس جا کر بتلا دو کہ اللہ کی معصیت کی کوئی نذر نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص نذر مانے کہ وہ رمضان کے روزے نہیں رکھے گا اور پھر وہ روزہ رکھ لے تو یہ بات اس کے لئے بہتر ہوگی۔ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھنے کی نذر مانے اور پھر نماز پڑھ لے تو یہ بات اس کے لئے بہتر ہوگی، اپنے رفیق سے جا کر کہو کہ وہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے اور اپنے بھائی سے کلام کرے۔“^{۱۷} آپ نے اسے کفارہ دینے کا اس لئے حکم دیا تھا کہ اس نے اپنی نذر کو قسم کی شکل دیدی تھی نہ کہ یہ معصیت کی نذر تھی، اس لئے کہ معصیت کی نذر کا انعقاد ہی نہیں ہوتا اور اس میں کوئی چیز عائد نہیں ہوتی جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

۳۔ وہ چیز جس کی نذر مانی جائے یعنی منذور بہ۔

منذور بہ یا تو معین ہو گا یا غیر معین یعنی مطلق۔ اگر معین ہو گا تو وہ یا تو طاعت کی شکل میں ہو گا یا معصیت کی صورت میں۔ اگر طاعت کی شکل میں ہو تو وہ یا تو دسترس میں ہو گا یا دسترس میں نہیں ہوگا۔

ان تمام صورتوں کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کے نقطہ نظر کی روشنی میں بحث کریں گے

الف۔ نذر مطلق: اگر کوئی شخص نذر مطلق مانے یعنی اس کا تعین نہ کرے تو اس پر موکد قسم کا کفارہ لازم ہو گا یعنی ایک غلام آزاد کرنا۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو دس مسکینوں کو کپڑے دینا اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو دس مسکینوں کو کھانا کھلانا جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص کہے کہ ”مجھ پر نذر ہے“ اور وہ اس کا تعین نہ کرے تو اس پر کفارہ لازم ہوگا“^{۱۸}۔ نذر کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ کا

یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ نذر افضل ترین قسم ہے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ب)

ب۔ نذر معصیت:

۱۔ منذور بہ پورا کرنے کے وجوب کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ معصیت نہ ہو خواہ اس کی جنس کا کوئی فرض یا سنت ہو یا نہ ہو۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کتا ہے کہ ”مجھ پر کعبہ پیدل جانا ہے“ آپ نے فرمایا: ”یہ نذر ہے وہ پیدل جائے“^{۱۹}

ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے عبدالکریم نے خبر دی کہ ابراہیم بن ابی بکریا کسی اور نے انہیں بتایا کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس جا بیٹھا۔ میں نے سلام کیا۔ میں آپ سے بیت اللہ کو ہدیہ بھیجنے کے بارے میں مسئلہ پوچھنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے آپ سے کہا کہ میں نے بیت اللہ کو ہدیہ بھیجنے کی اپنے اوپر نذر مانی ہے، اتنے میں ایک اور شخص نے یہی بات حضرت ابن عمرؓ سے پوچھی، آپ نے فرمایا: ”بیت اللہ یہ ہدیہ لے کر کیا کرے گا؟“ اس شخص نے کہا کہ میں نے تو بہر حال یہ نذر مانی ہے، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”پھر اپنی نذر پوری کرو“ میں نے کہا: ”ابو عبد الرحمن، تو میں کیا کروں؟“ آپ نے فرمایا: ”تم بھی ہو؟“ میں نے عرض کیا: ”جی ہاں!“ آپ نے فرمایا: ”تم بھی اپنی نذر پوری کرو“^{۲۰}۔ ہم نے یہاں دیکھ لیا کہ حضرت ابن عمرؓ نے دونوں کی باتوں کو ناپسند کرنے کے باوجود انہیں اپنی نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے فرمایا: ”نذر کے لئے اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ اسے پورا کیا جائے“^{۲۱}۔

۲۔ اگر منذور بہ اللہ کی معصیت ہو مثلاً شراب پینے کی نذر یا اسی طرح کی کسی اور معصیت کی نذر تو حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایتوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ایسی نذر کا انعقاد ہی نہیں ہوتا جب انعقاد ہی نہیں ہوتا تو پھر اس کی خلاف ورزی کی بنا پر متعلقہ شخص پر اس کا کفارہ بھی لازم نہیں ہو گا^{۲۲}۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ کی معصیت میں کوئی نذر نہیں ہے“^{۲۳}۔ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں اپنی قربانی دے دوں گا، آپ نے فرمایا: ”پھر اپنی نذر پوری کرو“ اس شخص نے کہا: ”کیا پھر میں اپنے آپ کو قتل کر دوں؟“ آپ نے فرمایا: ”ایسی صورت میں تم جہنم میں

چلے جاؤ گے“ اس نے کہا: ”آپ نے اس معاملہ میں میرے لئے التباس پیدا کر دیا ہے“ آپ نے جواب دیا: ”تم نے خود اپنے لئے التباس پیدا کیا ہے“^{۲۴}۔ ایک شخص نے آکر آپ سے کہا کہ میں نے یوم النحر میں روزہ رکھنے کی نذر مانی ہے آپ نے فرمایا: ”اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے“^{۲۵}۔ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ ایسا شخص یوم النحر کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھ لے۔ اس طرح آپ نے اس نذر کو درست قرار دیا جس میں کوئی معصیت نہیں تھی اور معصیت والی نذر کو باطل قرار دیا۔ ایک عورت نے آپ سے پوچھا کہ میں نے کھلے سر چلنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کر دو اور سر پر دوپٹہ لو“^{۲۶}۔ آپ نے اس عورت سے اپنی نذر پوری کرنے کے لئے اس لئے کہا کہ اس نے چلنے کی نذر مانی تھی۔ یہ ایک مباح امر تھا اور اس میں قابل اعتراض کوئی بات نہیں تھی اس لئے اس کی نذر درست ہو گئی اور آپ نے مذکورہ عورت پر یہ نذر پوری کرنا لازم کر دیا لیکن عورت نے چلنے کی نذر کو ایک معصیت کے ساتھ مقرون کر دیا تھا یعنی سر پر ہنہ چلنا، حضرت ابن عمرؓ نے سر کھلا رکھنے کی بات کو باطل قرار دیتے ہوئے عورت کو اپنی نذر کی مباح بات پوری کرنے کا حکم دیا، ممنوع بات پوری کرنے کا حکم نہیں دیا۔

ج۔ ایسی چیز کی نذر جو طاقّت سے باہر ہو: حضرت ابن عمرؓ نذر کے اندر طاقّت رکھنے کی شرط نہیں لگاتے تھے۔ بنا بریں اگر کوئی شخص اپنی طاقّت سے بڑھ کر کسی چیز کی نذر مانے اس پر اسے پورا کرنا واجب ہو گا خواہ وہ طاقّت رکھنے کی جو بھی صورت اختیار کرے اگر وہ پوری نذر کی طاقّت نہ رکھتا ہو تو جتنے حصے کی طاقّت اسے حاصل ہو اتنا حصہ وہ پورا کر لے اور جس حصے کی اسے طاقّت نہ ہو اس کا کفارہ ادا کرے۔ سالم نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے عرض کیا کہ میں نے اپنا مال فی سبیل اللہ کر دیا ہے۔ آپ نے جواب دیا: ”یہ فی سبیل اللہ ہے“^{۲۷}۔ ایک عورت نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی، پھر وہ پیدل چل پڑی لیکن مقام مقیم تک پہنچ کر آگے پیدل چلنے سے عاجز ہو گئی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اس سے کہو کہ اگلے سال واپس آئے اور

جس مقام پر پیدل چلنے سے عاجز ہو گئی تھی اس مقام سے پھر پیدل چلے“ ۲۸۔ ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ: ”وہ ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) قربانی کرے“ ۲۹۔ ایک شخص نے آپ سے کہا کہ میں نے نذر مانی ہے کہ میں چل کر مکہ جاؤں گا لیکن مجھے ایسا کرنے کی طاقت نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ”جہاں تک ممکن ہو پیدل چلو اور پھر سوار ہو جاؤ۔ پھر جب حرم میں داخل ہونے لگو تو پیدل چل کر داخل ہو اور پھر جانور ذبح کرو یا صدقہ دو“ ۳۰۔

مجھے ایسا لگتا ہے کہ بیہقی کے اس اضافے والے راوی کو وہم ہو گیا تھا اور اس نے دونوں واقعات کو گنڈ کر دیا تھا اس لئے کہ اگر مذکورہ شخص اگلے سال واپس آئے اور پہلے سال جتنا فاصلہ اس نے پیدل طے کیا تھا اسے سوار ہو کر طے کرے اور جتنا فاصلہ سوار ہو کر طے کیا تھا اسے پیدل طے کرے تو اس صورت میں اس پر کوئی قربانی واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ اس نے اپنی نذر پوری کر دی۔ البتہ اگر وہ اگلے سال واپس نہ آئے تو اس پر ذبح واجب ہو جائے گی جس طرح دوسرے واقعہ کی صورت ہے۔

د۔ منذر بہ کے اندر کسی عذر کی وجہ سے نذر کا پورا ہونا اگر متعذر ہو جائے تو متعلقہ شخص پر اس کا بدل واجب ہو جائے گا بشرطیکہ اس کا بدل موجود ہو۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے کہ: ”جو شخص اگر کوئی ہدیہ بھیجے اور یہ ہدیہ گم ہو جائے یا مرجائے تو اگر یہ نذر ہو تو اس کا بدل دے گا اور اگر نفلی ہو تو اس صورت میں اگر چاہے اس کا بدل دیدے اور اگر چاہے تو اسے ترک کر دے“ ۳۱۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں نے ایک خاص دن روزہ رکھنے کی نذر مانی تھی اور مذکورہ دن عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن میں آگیا۔ آپ نے جواب دیا کہ: ”اللہ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول نے مذکورہ دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے“ ۳۲۔ حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ تھی کہ وہ مذکورہ دنوں کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھے۔ اس طرح حضرت ابن عمرؓ نے نذر کی اس صورت کو درست قرار دے دیا۔ جس میں معصیت نہیں تھی یعنی کسی اور دن روزہ رکھ لینا اور اس صورت کو باطل قرار دے دیا جس کے

اندر معصیت تھی یعنی یوم النحر کا روزہ۔

ھ۔ نذر پوری کرنے کی جگہ: اگر کوئی نذر مانے اور معین جگہ اسے پوری کرنے کی شرط لگا دے تو اس پر یہ نذر مذکورہ معین جگہ پر پوری کرنا واجب ہوگا۔ اگر معین جگہ کی شرط نہ لگائی ہو تو اس صورت میں جس جگہ چاہے وہ اپنی نذر پوری کر سکتا ہے بتابریں اگر کوئی شخص اونٹ ذبح کرنے کی نذر مان لے تو وہ جس جگہ چاہے یہ اونٹ ذبح کر سکتا ہے۔ حرم میں اسے ذبح کرنے کی شرط نہیں ہوگی ۳۳۔

و۔ منذور بہ سے نازر کا فائدہ اٹھانا: ”حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نذر ماننے والے کے لئے نذر والی چیز سے کچھ کھانا حلال نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ”اگر بدنہ (قربانی کا اونٹ یا گائے) ہلاکت کے قریب پہنچنے پر یا ٹانگ ٹوٹ جانے کی وجہ سے ذبح کر دیا جائے تو اس کا مالک اس میں سے خود کھالے اور دوسروں کو کھلا دے اور اس کا بدل نہ دے الا یہ کہ وہ نذر کا جانور ہو یا محرم کے شکار کے جرمانے کا جانور ہو“ ۳۴۔ (ایسی صورت میں وہ اس کا گوشت نہیں کھائے گا)

۴۔ نذر اور فریضہ کا اجتماع: اگر ایک شخص پر فرض حج اور نذر کے حج کا یا فرض نماز اور نذر کی نماز کا اجتماع ہو جائے تو وہ پہلے فرض حج یا فرض نماز ادا کرے اور پھر نذر پوری کرے۔ اس کے سوا کوئی اور صورت اس کے لئے کافی نہیں ہوگی۔ حتیٰ کہ اگر وہ نذر کے حج کی نیت کر لے تو بھی اس کا یہ حج فرض حج کے طور پر واقع ہو جائے گا (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳)

۵۔ میت کی طرف سے نذر پوری کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ میت کے ذمہ جو نذر ہو اسے پورا کرنا و ثاء پر لازم ہوگا خواہ یہ مالی نذر ہو مثلاً عطیہ وغیرہ یا بدنی نذر ہو مثلاً روزہ نماز وغیرہ۔ الشرحانی نے ”کشف الغمہ“ میں نقل کیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میری ماں وفات پا گئی ہے اور اس نے مسجد قباء میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا: ”تم اس کی طرف سے نماز ادا کرو“ ۳۵۔

نزد (نزد کا کھیل)

نزد ایک کھیل ہے جو کچھ پتروں اور تاش کے دو پتوں نیز ایک صندوق پر مشتمل ہوتا ہے۔ صندوق میں پتے ڈال دیئے جاتے ہیں اور یہ پتے جو کچھ ظاہر کریں اس کے مطابق پتھر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل یہ کھیل ”الطاولتہ“ کے نام سے مشہور ہے نزد کے ساتھ کھیلنے کی تحریم (دیکھئے مادہ نمبر ۳ کا جز الف)

نسب (نسب)

۱۔ تعریف: ولادت کے سبب وجود میں آنے والے رابطے کو نسب کہتے ہیں یعنی یہ فرد کو اصول کے ساتھ مربوط کر دیتا ہے۔

۲۔ نسب کس کا ہوتا ہے؟ اہل جاہلیت اس بات کو درست قرار دیتے تھے کہ ایک شخص متبنی بن کر اپنا انتساب اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف کر دے لیکن قرآن کریم نے متبنی بننے کے اس طریقے کو باطل قرار دے دیا اور یہ لازم کر دیا کہ ہر انسان اپنا انتساب اپنے باپ کی طرف کرے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو ہم لوگ ”زید بن محمد“ کے نام سے پکارتے تھے حتیٰ کہ قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی (ادعوہم لابانہم) ہوا قسط عند اللہ تم انہیں ان کے آبا کی نسبت سے پکارا کرو یہی بات اللہ کے نزدیک زیادہ مہنی برانصاف ہے) ۳۶۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۔

اگر ایک شخص کا باپ بچوں ہو مثلاً ولد زنا یا باپ نے اپنے بیٹے کے نسب کی مشروع طریقے سے اپنی ذات سے نفی کر دی ہو تو ان صورتوں میں اس کا نسب اس کی ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا (دیکھئے مادہ لعان نمبر ۴ کا جز ج)

۳۔ نسب کن باتوں کے ذریعے ثابت ہوتا ہے؟ باپ سے نسب چند امور کے ذریعے ثابت ہو جاتا ہے۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ سے فراش کے سبب نسب کا ثبوت منقول ہے۔ فراش سے ہماری مراد مرد اور عورت کے درمیان وہ شرعی یعنی جائز تعلق ہے جس کے بموجب مرد کو مذکورہ عورت کے ساتھ ہبستری کرنے کا حق حاصل ہو جاتا

ہے۔ خواہ یہ تعلق عقد نکاح کی بنا پر وجود میں آیا ہو مثلاً زوجہ یا ملک یمین کا بنا پر مثلاً مملوکہ لونڈی۔

توت کے اعتبار سے فراش کے تین مراتب ہیں:-

قوی فراش: یعنی زوجیت کا فراش۔ اس کے ذریعے دعوے کے بغیر نسب ثابت ہو جاتا ہے اور صرف لعان کے ذریعے اس کا انقضاء ہوتا ہے (دیکھئے مادہ لعان)
متوسط فراش یعنی ام ولد کا فراش۔ اس کے ذریعے بھی دعوے کے بغیر نسب ثابت ہو جاتا ہے لیکن نفی کر دینے سے یہ منتفی ہو جاتا ہے اس کے انقضاء کے لئے لعان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی نیز عزل کی موجودگی میں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا ۳۷۔

ضعیف فراش: یعنی ایسی لونڈی کا فراش جس کے لئے اموست ثابت نہ ہو اس سے پیدا ہونے والے بچے کا نسب صرف اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب باپ اس کے نسب کا دعویٰ کرے۔

۳۔ نسب کی نفی کرنا

الف۔ اس کا گناہ: اگر ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ کسی بچے کا نسب اس سے ہی ہے تو اس کے لئے مذکورہ بچے کے نسب کی نفی جائز نہیں ہوگی کیونکہ ایسی صورت میں مذکورہ بچہ ضائع ہو جائے گا اور تربیت نیز اتفاق اور میراث کے سلسلے میں اس کے حقوق بھی ضائع ہو جائیں گے۔ بچے کے نسب سے انکاری ہونے کا سبب بعض دفعہ تو کچھ سماجی اور معاشرتی تقاضے ہوتے ہیں اور بعض دفعہ میاں بیوی کے درمیان رونما ہونے والے جھگڑوں کی وجہ سے بیوی سے شوہر کی نفرت اور اس کے خلاف کینہ اس کا سبب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”جو شخص کسی بچے کو دنیا میں رسوا کرنے کے لئے اس سے برات یعنی نسب کی نفی کا اظہار کرے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے رسوا کر دے گا“ ۳۸۔

ب۔ نسب کی نفی کے ذرائع: فراش زوجیت کی بنا پر بچے کا ثابت ہونے والا نسب صرف لعان کے ذریعے منتفی ہوتا ہے (دیکھئے مادہ لعان) ام ولد کے بچے کا نسب صرف آقا کی طرف سے نسب کی نفی کے ذریعے منتفی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے لعان کرنے کی

ضرورت نہیں ہوتی اور ایسی لونڈی کے بچے کا نسب جس کے لئے اس سے پہلے امومت ثابت نہ ہو اس وقت منتفی ہوتا ہے جب آقا اس کے نسب کا دعویٰ نہ کرے۔
نسیئہ (ادھار، تاخیر)

نسیہ تاخیر کو کہتے ہیں اور نسیہ کا ربوا یعنی سود اس زیادت کو کہتے ہیں جس کی اجل کے بالمقابل شرط عائد کی گئی ہو (دیکھئے مادہ ربانمبر ۳)
نسیان (بھول)

اگر روزہ دار بھول کر کھانی لے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز داؤ)

نصاری (عیسائی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار جو آپ کے دین پر ہونے کا دعویٰ کریں نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ نصاریٰ اہل کتاب میں سے ہیں (دیکھئے مادہ کتابی)
نظر (نظر ڈالنا)

ستر پر نظر ڈالنے کی تحریم (دیکھئے مادہ عورة نمبر ۲ کا جز ج)
مہستری کے دوران بیوی کی شرمگاہ پر شوہر کا نظر ڈالنا مستحب ہے (دیکھئے مادہ وطوء نمبر ۴ کا جز ب)

نعل (جوتا)

حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنا مثلہ نہیں، نہ ہی اس سے انسان کی شرافت و مروت میں کوئی کمی آتی ہے۔ اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس کی گواہی رد ہوتی ہے۔ آپ خود ایک پاؤں میں جوتا ڈال کر چلتے تھے۔ عبد اللہ بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک جوتا پہن کر کئی گز چلتے دیکھا تھا ۳۹۔
جوتوں پر مسح کا جواز (دیکھئے مادہ خف نمبر ۳)

جوتے پہن کر طواف کرنا درست ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب)

نعی (خبر موت دینا)

میت کی خبر موت دینا مکروہ ہے (دیکھئے مادہ موت نمبر ۲)

نفقہ (خرچہ)

۱۔ تعریف: کسی پر اس طرح خرچ کرنے کو نفقہ کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی زندگی باقی رہے یہ خوراک، لباس اور رہائش سب کو شامل ہے۔

۲۔ اجناس (روک رکھنے) کا نفقہ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نفقہ کا استحقاق اجناس کی بنا پر وجود میں آتا ہے یعنی اگر کوئی شخص کسی انسان یا جانور کو روک رکھے تو اس پر اس کا نفقہ واجب ہو جائے گا۔ بنا بریں

الف۔ حضرت ابن عمرؓ نے شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب قرار دیا اس لئے کہ بیوی شوہر کی خاطر اپنے آپ کو روکے رکھتی ہے اور پابند کر لیتی ہے اور اس کی اجازت کے بغیر باہر نہیں نکلتی۔ اسی طرح آپ نے مفقود کی بیوی کا نفقہ انتظار کی پوری مدت میں مفقود کے مال میں سے واجب کر دیا یعنی چار سال تک (دیکھئے مادہ مفقود نمبر ۳ کا جز الف) نیز عدت کے دوران بیوہ کا نفقہ اس کے مرحوم شوہر کے مال سے لازم کر دیا خواہ وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ نیز عدت طلاق گزارنے والی عورت کا نفقہ حاملہ ہونے کی صورت میں اس کے شوہر پر واجب کر دیا اور اگر حاملہ نہ ہو لیکن اسے طلاق رجعی ملی ہو تو بھی اس کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہو گا البتہ اگر بائن طلاق ملی ہو تو عدت کے دوران اس کے شوہر کو اس کا خرچہ دینے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا اس لئے کہ طلاق بائن کی وجہ سے بیوی پر واقع شدہ اجناس ختم ہو جاتا ہے (دیکھئے مادہ عدۃ نمبر ۴ کا جز واؤ)

ب۔ آپ نے آقا پر اس کے غلام کا نفقہ واجب قرار دیا اس لئے کہ آقا اسے اپنے لئے روکے رکھتا۔ اس بارے میں نص کا آگے ذکر ہو گا۔

رضاعت کا نفقہ (دیکھئے مادہ رضاع نمبر ۵ کا جز ج)

۳۔ نفقہ کے طور پر واجب ہونے والی صورت: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جہاں نفقہ واجب ہو اس میں متوسط صورت واجب ہوگی۔ آپ نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۸۹

میں ارشاد باری (من اوسط ماتطعمون اہلیکم وہ اوسط درجے کا کھانا جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو) کی تفسیر میں فرمایا: ”ہم اپنے بال بچوں کو اوسط درجے کا جو کھانا کھلاتے ہیں وہ یہ ہے: روٹی اور کھجور، روٹی اور زیتون کا تیل، روٹی اور کھی اور اعلیٰ درجے کا کھانا جو ہم انہیں کھلاتے ہیں وہ گوشت اور روٹی ہے“ ۴۰۔

۴۔ واجب نفقہ لینے کے لئے اجازت حاصل کرنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کسی کے مال میں کسی کا حق ثابت ہو جائے تو اس کے لئے مالک کی اجازت کے بغیر اپنا حق وصول کرنا جائز ہوگا۔ بنا بریں آپ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ غلام اپنے آقا کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر حسب ضرورت خوراک اور لباس حاصل کر لے آپ فرماتے: ”ملوک کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ آقا کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے کسی کو کچھ دیدے اور نہ ہی کسی کو آزاد کرے اور نہ ہی کوئی صدقہ کرے البتہ وہ اس کی اولاد اور اس کی بیوی معروف طریقے سے خوراک اور لباس لے سکتے ہیں“ ۴۱۔

نفل (نفل)

۱۔ تعریف: فرض سے زائد ہر تصرف کو نفل کہتے ہیں

۲۔ نفلی نمازیں:

نفلی نمازوں کے عمومی احکام (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۲۴)

نفلی نمازیں (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۲۳ اور نمبر ۲۵ تا نمبر ۳۹)

جمعہ کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۲۲ کا جز ۷)

عید کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد نفل پڑھنا (دیکھئے مادہ صلاہ نمبر ۲۳ کا جز ۵)

۳۔ نفلی روزے (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲)

۴۔ سفر میں نوافل کی ادائیگی (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ۱ کا جز ۵)

۶۔ فاسد شدہ نوافل کی قضاء: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ نفل پڑھنے والا اپنی ذات کا خود حاکم ہوتا ہے۔ اگر وہ نفلی روزہ یا نماز کی نیت کرے اور پھر اس کے دل

میں اسے فاسد کردینے کا خیال آجائے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ اس پر اس کی قضا لازم نہیں ہوگی۔ اگر وہ اس کی قضاء کر لے تو یہ زیادہ بہتر بات ہوگی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۱۲ کا جزب) نیز (مادہ نذر نمبر ۳ کا جزد) نیز (مادہ حج نمبر ۱۹ کے جز واد کا جز ۳) نفی (جلا وطن کرنا)

کسی کو سزا کے طور پر اس کے وطن سے دور کر دینا نفی ہے
غیر محسن زانی کو سو کوڑے لگانے کے بعد اسے جلا وطن کر دینا (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جز الف کا جز ۴)
نقاب (نقاب)

احرام کے اندر عورت کے لئے نقاب اوڑھنے کی کراہت (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ب کا جز ۳)
نکاح (نکاح کرنا)

۱۔ تعریف: نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں زوجین میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے جنسی لذت اندوزی حلال ہو جاتی ہے۔
۲۔ عورت کو پیغام نکاح بھیجنا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر ایک شخص کسی خاتون کو پیغام نکاح بھیج چکا ہو تو جب تک وہ اس سے دست بردار نہ ہو جائے اس وقت تک کسی اور کے لئے مذکورہ خاتون سے سلسلہ جنہانی جائز نہیں ہوگی۔ آپ احرام والے شخص کے لئے یہ بات جائز قرار نہیں دیتے تھے کہ وہ کسی عورت کو اپنے لئے یا کسی اور کے لئے نکاح کا پیغام بھیجے اسی طرح عدت گزارنے والی عورت کو بھی پیغام نکاح بھیجنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے یہ بھی تھی کہ اگر ہم کفنوں کی طرف سے عورت کے ولی کو رشتے کا پیغام ملے تو اس پر اس پیغام کے ساتھ موافقت لازم ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ سے اس سلسلے میں منقولہ روایات کی تفصیل (مادہ غلبہ میں گذر چکی ہے)

۳۔ جن خواتین کے ساتھ نکاح حرام ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ایسی خواتین کی دو قسمیں ہیں۔ ایسی خواتین جن کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور ایسی خواتین جن کے ساتھ وقتی طور پر نکاح حرام ہوتا ہے۔

الف۔ ابدی طور پر محرمات کی تین اصناف ہیں:

۱۔ نسبی محرمات: یعنی انسان کی اصل خواہ اوپر تک چلی جائے مثلاً ماں اور دادی ثانی اور انسان کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے مثلاً بیٹی اور نواسی۔ باپ کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے مثلاً بہن اور بہن کی بیٹی نیز دادا نانا کی فرع کا پہلا طبقہ مثلاً پھوپھی اور خالہ نہ کہ انکی اولاد۔ درج بالا تحریم اجماعی ہے اور اس کے متعلق کسی صحابی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ رضاعت کی بنا پر محرمات: اس بارے میں (مادہ رضاع نمبر ۵ کے جز الف) میں تفصیل گزر چکی ہے۔

۳۔ مصاہرت کی بنا پر محرمات: حضرت ابن عمرؓ شہوت کے ساتھ مباشرت یعنی ہاتھ لگانے اور ہم آغوش ہونے پر حرمت مصاہرت کا اثبات کر دیتے تھے خواہ اس کے ساتھ ہبستری عمل میں نہ بھی آئے^{۳۲}۔ آپ نکاح کی بنا پر حرمت مصاہرت کے اثبات کے قائل تھے، تسری کی بنا پر نہیں (دیکھئے مادہ تسری) بنا بریں اگر کوئی شخص لونڈی کے ساتھ تسری کرے اور لونڈی کی کوئی بیٹی ہو تو وہ اس کی ماں کو بیچ یا بہہ وغیرہ کے ذریعے اپنی ملکیت سے خارج کر کے اس کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ج)

لڑکی کے ساتھ عقد نکاح ہوتے ہی زوجہ کی اصل خواہ اوپر تک چلی جائے حرام ہو جاتی ہے اور اصل کا زوج بھی حرام ہو جاتا ہے مثلاً زوجہ کی ماں اور زوجہ کے باپ کی زوجہ۔ مسلم بن عویمر الاعدع نے بکر بن کنانہ سے روایت کی ہے کہ اسے بکرنے بتایا کہ میرے باپ نے طائف میں ایک عورت کے ساتھ میرا نکاح کر دیا۔ ابھی میں نے اس کے ساتھ ہبستری نہیں کی تھی کہ میرے چچا میری بیوی کی ماں کو بیوہ چھوڑ کر وفات پا گئے۔ یہ بیوہ بڑی مالدار تھی۔ میرے والد نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں اس بیوہ کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی دلچسپی ہے؟ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ پوچھا۔

انہوں نے نکاح کر لینے کے لئے کہا۔ پھر میں حضرت ابن عمرؓ سے یہی مسئلہ پوچھا آپ نے نکاح نہ کرنے کا فتویٰ دیا۔ میں نے اپنے والد کو دونوں حضرات کی رائے بتادی انہوں نے حضرت معاویہؓ کو خط لکھ کر دونوں حضرات کی رائے سے آگاہ کیا۔ حضرت معاویہ نے جواب لکھا کہ ”میں اللہ کی حرام کی ہوئی بات کو حلال اور حلال کی ہوئی بات کو حرام نہیں کر سکتا، تم جانو اور تمہارا کام، عورتیں بہت ہیں“ اس طرح انہوں نے نہ تو مجھے روکا اور نہ ہی اس کی اجازت دی، جس کے نتیجے میں میرے والد نے مذکورہ بیوہ کے ساتھ میرے نکاح سے صرف نظر کر لیا ۳۳۔

اسی طرح زوجہ یا زوج کی فرع خواہ نیچے تک چلی جائے حرام ہو جاتی ہے، فرع کا زوج حرام نہیں ہوتا۔ ان تمام رشتوں کی تحریم کی جامع سورہ نساء کی آیت نمبر ۲۳ ہے ارشاد باری ہے (وامہات نساء کم وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نساء کم اللاتی دخلتم بھن فان لم تکنوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلائل ابنائکم الذین من اصلا بکم اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے..... ان بیویوں کی لڑکیاں جن سے تمہارا تعلق زن وشوہوچکا ہو ورنہ اگر (صرف نکاح ہوا ہو اور) تعلق زن وشوہ ہوا ہو تو (انہیں چھوڑ کر ان کی لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر لینے میں) تم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے..... اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں) نیز سورہ نسا کی آیت نمبر ۲۲ جس میں ارشاد باری ہے (ولا تنکحوا ما نکح ابائکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشہ) ومقتا وساء سیلا اور جن عورتوں سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ان سے ہرگز نکاح نہ کرو مگر جو پہلے ہو چکا ہو چکا درحقیقت یہ ایک بے حیائی کا فعل ہے، ناپسندیدہ ہے اور برا چلن ہے)

ب۔ وقتی محرمات: یہ وہ خواتین ہیں جن کے ساتھ نکاح کسی عارضی سبب کی بنا پر حرام ہوتا ہے۔ جب یہ سبب زائل ہو جائے تو ان کے ساتھ حلال ہو جاتا ہے۔ ان کی درج ذیل اصناف ہیں۔

۱۔ شوہر والی عورت: کیونکہ سورہ نساء آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے

(والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم اور وہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں البتہ ایسی عورتیں مستثنیٰ ہیں جو جنگ میں تمہارے ہاتھ آئیں) یعنی شادی شدہ عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح کرنا حلال نہیں سوائے ان عورتوں کے جو جنگی قیدی بن کر آئی ہوں اس لئے کہ جنگ کے اندر قید ہو جانا گرفتار شدہ عورت اور اس کے شوہر کے درمیان علیحدگی پیدا کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ استبراء نمبر ۲ کا جز ب)

۲۔ چار سے زائد عورتیں کیونکہ سورہ نساء آیت نمبر ۳ میں ارشاد باری ہے (فانکحوا ما طاب لکم من النساء مشی وثلاث ورباع تو جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کرلو)

۳۔ تین طلاقیں پانے والی جب تک وہ کسی اور مرد سے حلالہ کی نیت کے بغیر نکاح نہ کر لے سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں ارشاد باری ہے (فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ پھر اگر (دوبارہ طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لئے حلال نہ ہوگی الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ہو اور وہ اسے طلاق دیدے)۔ دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۲ نیز مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ہ

۴۔ عدت گزارنے والی عورت: عدت خواہ عدت وفات ہو یا عدت طلاق اور طلاق خواہ رجعی ہو یا بائن تمام صورتوں میں عدت کے دوران مذکورہ عورت سے نکاح حلال نہیں ہوگا۔ رجعی طلاق کی بنا پر عدت گزارنے والی مطلقہ سے نکاح کی تحریم کی وجہ یہ ہے کہ جب تک وہ عدت میں ہے اس کا شوہر اس سے رجعت کر سکتا ہے۔ عدت وفات یا عدت طلاق گزارنے والی عورت سے نکاح کی تحریم کی عام وجہ یہ ہے کہ اسے ابھی حمل سے اپنا رحم خالی ہونے کی بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتی۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدت وفات گزارنے والی بیوہ کو صریح الفاظ میں پیغام نکاح دینے کی تحریم کر دی ہے تو اسکے ساتھ نکاح کی بطریق ادلیٰ تحریم ہوگی (دیکھئے مادہ عدہ نمبر ۲ کا جز ج)۔

۵۔ مشرک اور کتابیہ (یہودیہ یا نصرانیہ) نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ سے یہودیہ اور نصرانیہ سے نکاح کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے جواب دیا: ”اللہ تعالیٰ نے مشرک عورتوں کو مسلمانوں پر حرام کر دیا ہے اور میرے علم میں مشرک کی اس سے بڑھ کر کوئی صورت نہیں ہے کہ ایک عورت یہ کہے کہ: ”عیسیٰ میرے رب ہیں“ حالانکہ عیسیٰ جیلہ السلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے“ ۴۴۔

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے اہل کتاب کی عورتوں کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے مجھے یہ آیت پڑھ کر سنائی (والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کر گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی) اس کے بعد آپ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ تلاوت کی (ولا تنکحوا المشرکات حتی یومنن اور مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں) ۴۵۔

یہاں سے ہمارے سامنے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بقول قرطبی حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ دو آیتیں سنیں ایک میں تحلیل تھی اور دوسری میں تحریم جبکہ آپ کو نسخ کی بات بھی نہیں پہنچی تھی تو آپ نے توقف اختیار کر لیا ۴۶۔ آپ بہت زیادہ توقف کرنے والے شخص تھے۔ جن حضرات نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت نے سورہ مائدہ کی آیت کو منسوخ کر دیا ہے انہوں نے یہ بات آپ کے کلام سے اخذ نہیں کی بلکہ آپ کی طرف نسبت کر کے بات بنانے کی کوشش کی ہے اور تاویل سے کام لیا ہے حالانکہ تاویل کی بنیاد پر نسخ اخذ نہیں ہوتا۔

تاہم اس کے باوجود آپ فی الجملہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی ناپسندیدگی کامیلاً رکھتے تھے اور اس بارے میں اپنے والد محترم حضرت عمرؓ کے مسلک سے متاثر تھے۔ اس کی وضاحت ہم نے (موسوعہ فقہ عمرؓ مادہ نکاح نمبر ۴ کے جزب کے ج ۱) میں کر دی ہے۔ تاہم دونوں کے درمیان اس اعتبار سے فرق ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ بات اس لئے ناپسند تھی کہ مسلمانوں کے اندر کتابی عورتوں کی خبیث عادات و اطوار

سرائیت کر جانے کا خطرہ تھا اور حضرت ابن عمرؓ کو یہ بات اس لئے ناپسند تھی کہ اہل کتاب کی عورتوں کے عقدائے میں بہت سی شرکیہ باتیں بھی شامل ہو گئی تھیں مشرکہ عورتوں سے نکاح بالاتفاق حرام ہے۔

۶۔ محرم: محرم کے لئے حالت احرام میں خود نکاح کرنا یا کسی کا نکاح کرانا درست نہیں ہے۔ اگر اس نے ایسا کر لیا تو اس کا یہ نکاح فاسد ہو گا خواہ یہ محرم شوہر ہو یا بیوی (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جزل)

۷۔ محارم کو یکجا کر دینا: کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے عقد میں بیک وقت ایسی دو بیویاں رکھے جن میں سے ایک دوسری کی محرم ہو مثلاً دو بہنیں، ماں اور اسکی بیٹی، پھوپھی اور اسکی بھتیجی وغیرہ خواہ یہ اجتماع نکاح کی بنا پر ہو یا تسری کی بنا پر (دیکھئے مادہ تسری) یا ایک نکاح کی بنا پر زوجیت میں آئی ہو اور دوسری تسری کی بنا پر ملکیت میں آئی ہو کیونکہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد باری ہے (وان تجمعوا این الاختین الا ما سلف اور تم پر یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو زوجیت میں یکجا کر دو) البتہ پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جزاؤ۔)

۸۔ زانیہ: حضرت ابن عمرؓ زانیہ کے ساتھ نکاح کو مباح قرار دیتے تھے خواہ اس کے ہونے والے شوہر نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہو یا کسی اور نے۔ اگر کسی اور نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہو تو ہونے والے شوہر کے ساتھ اس کے نکاح کی صحت کی دو شرطیں ہیں۔ اول یہ کہ وہ یعنی زانیہ زنا سے توبہ کر لے دوم یہ کہ وہ اپنا استبراء رحم مکمل کر لے (دیکھئے مادہ زنا نمبر ۳ کے جزب کا جزا ۱ اور ۲)

۹۔ عقد زوجیت میں حرہ (آزاد عورت) کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنا: حضرت ابن عمرؓ حرہ کے ہوتے ہوئے لونڈی سے نکاح کرنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے عقد میں حرہ ہے اور اب وہ ایک لونڈی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے دونوں کو زوجیت میں یکجا کر دینے کی صورت میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ۷۷۔

۱۲۔ عقد نکاح

الف۔ زوجہ کی رضامندی: حضرت ابن عمرؓ عقد نکاح کی صحت کے لئے عورت یعنی ہونے والی بیوی کی رضامندی کو شرط قرار دیتے تھے۔ اس رضامندی پر اس کی طرف سے ملنے والی اجازت کو دلیل قرار دیا جائے گا۔ اگر وہ نکاح کی اجازت دیدے تو نکاح درست ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں سے ان کے نکاح کے سلسلے میں اجازت حاصل کیا کرتے تھے ۴۸۔

ب۔ زوجہ کے ولی کی رضامندی: آپ زوجہ کے ولی کی رضامندی کی بھی شرط عائد کرتے اور فرماتے: ”عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے“ ۴۹۔ عورت کا قریب ترین عصبہ اس کا ولی ہوتا ہے۔ عورتیں نکاح کے اندر اولیاء نہیں بن سکتیں صرف مملوک کے نکاح میں وہ ولی بن سکتی ہیں اس کا ذکر اگلے پیرے میں آئے گا۔ بنابرین بیٹی کی نکاح میں اس کی ماں سے اجازت حاصل کرنے کی شرط نہیں ہے۔ البتہ اس سے مشورہ کر لینا مستحسن ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ: ”عورتوں سے ان کی بیٹیوں کے نکاح کے بارے میں مشورہ کرو“ ۵۰۔

ھ۔ غلام اور لونڈی کے آقا کی رضامندی: حضرت ابن عمرؓ غلام کے نکاح کی صحت کے لئے اس کے آقا کی رضامندی کو شرط قرار دیتے تھے۔ اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا یہ نکاح باطل ہوگا۔ آپ نے فرمایا: ”اگر غلام اپنے مولیٰ (آقاؤں) کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہوگا“ ۵۱۔ مذکورہ بالا نکاح باطل ہونے کی بنا پر حضرت ابن عمرؓ اس نکاح پر درج ذیل نتائج مرتب کرتے تھے۔

۱۔ بیوی کے ساتھ اس کی ہبستری زنا کاری ہوگی جس کے نتیجے میں اس پر حد واجب ہو جائے گی آپ دونوں پر حد زنا جاری کر دیتے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۲۔ مہر کا سقوط: جب حد واجب ہو جائے گی تو مہر ساقط ہو جائے گا کیونکہ مہر اور حد کا بیک وقت ایک ہی محل میں اجتماع نہیں ہوگا۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

۳۔ نکاح کے ولی اور گواہوں کی تعزیر: کیونکہ انہوں نے ایک حرام فعل میں مدد دینے کا اقدام کیا تھا۔ یہ تمام باتیں حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہیں۔ نافع نے آپ سے روایت

کی ہے کہ اگر آپ کا کوئی غلام آپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیتا تو آپ اسے کوڑے لگاتے اور میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کر دیتے اور بیوی سے کہتے: ”تم نے اپنی شرمگاہ اس کے لئے مباح کر دی حالانکہ اس نے تمہارے لئے کوئی مہر مقرر نہیں کیا۔“ آپ فرماتے: ”اگر غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اسے حد میں کوڑے لگائے جائیں گے اور دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی، مہر واپس کر دیا جائے گا اور نکاح کرانے والے گواہوں کی تعزیر کی جائے گی“ ۵۲۔ آپ کے ایک غلام نے آپ کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا آپ نے دونوں کو کوڑے لگائے اور غلام نے اپنی بیوی کو جو کچھ دیا تھا وہ آپ نے لے لیا اور دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی ۵۳۔

اگر آقا اپنے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے تو اس کا یہ نکاح درست ہو جائے گا اور طلاق دینے کا اختیار غلام کو حاصل ہوگا۔ آقا کو اس بارے میں کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو آقا اپنے غلام کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے تو طلاق کا اختیار غلام کو حاصل ہوگا یہ اختیار کسی اور کے ہاتھ میں نہیں ہوگا“ ۵۴۔

د- مہر کے احکام کی تفصیل (مادہ ۷) نیز (مادہ ۸ کے جز ۱) میں گذر چکی ہے۔

ھ- عقد نکاح میں شرطیں لگانا: عقد نکاح میں لگائی گئی شرطوں کی دو قسمیں ہیں۔

۱- ایسی شرطیں جس کا عقد نکاح مقتضی ہو اور یہ عقد کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں۔ ایسی شرطیں جائز ہیں مثلاً مہر کو مؤجل رکھنے کی شرط یا معروف طریقے سے بیوی کو زوجیت میں رکھنے یا اسے چھوڑ دینے کی شرط نیز اسی قسم کی دیگر شرائط۔ حضرت ابن عمرؓ جب نکاح کراتے تو فرماتے: ”میں نے تمہارا نکاح ان شرطوں پر کرایا جن کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی معروف طریقے سے بیوی کو اپنی زوجیت میں رکھنا یا احسان کے ساتھ اسے چھوڑ دینا“ ۵۵۔

۲- ایسی شرطیں جن کا عقد نکاح مقتضی نہ ہو اور نہ یہ عقد نکاح کے ساتھ مناسبت رکھتی ہوں۔ اگر عقد نکاح میں اس قسم کی شرطیں عائد کر دی جائیں تو اس سے نکاح فاسد ہو جائے گا۔

الف۔ مثلاً عقد نکاح میں توقیت کی شرط: یعنی کوئی شخص کسی عورت سے اتنے مہر ایک ماہ کی مدت کے لئے نکاح کر لے۔ اسے نکاح متہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ متہ)

ب۔ طلاق مغالظہ پانے والی عورت کے ساتھ پہلے شوہر کے لئے حلالہ کرانے کی شرط کے ساتھ نکاح (دیکھئے مادہ تحلیل نمبر ۲) نیز (مادہ زنا نمبر ۲ کا جز ھ)

ج۔ یہ شرط کہ عورت کے لئے کوئی مہر نہیں ہوگا۔ اسے نکاح شغار کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ نے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے۔ نکاح شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی کے ساتھ اس شرط پر کر دے کہ یہ دوسرا شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس کے ساتھ کر دے گا اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہیں ہوگا ۵۶۔

و۔ گواہ: حضرت ابن عمرؓ نکاح کی صحت کے لئے گواہوں کی شرط نہیں لگاتے تھے بلکہ گواہوں کے بغیر بھی نکاح کو جائز قرار دیتے تھے ۵۷۔ (دیکھئے مادہ اشهاد نمبر ۲)

ز۔ عورت کا عقد نکاح سرانجام دینا: حضرت ابن عمرؓ عورت کے لئے عقد نکاح سرانجام دینے کو مباح قرار نہیں دیتے تھے خواہ وہ یہ عقد نکاح اپنے لئے سرانجام دے یا کسی اور کے لئے اس لئے کہ عورت مردوں کی مجلسوں سے منزہ ہوتی ہے نیز یہ بھی لازم ہے کہ اس پر حیا داری کی چھاپ ہو جبکہ عقد نکاح ان باتوں کے منافی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت کی لونڈی ہے کیا وہ اپنی لونڈی کا نکاح کرا سکتی ہے آپ نے اس کا جواب نفی میں دیا اور فرمایا: ”وہ اپنے ولی کو اس کا حکم دے اور ولی اس کا نکاح کرائے ۵۸۔“

ح۔ عقد نکاح کے وقت خطبہ (دیکھئے مادہ خطبہ نمبر ۳)

نکاح کا ولیمہ (دیکھئے مادہ دعوت نمبر ۲ کا جز ب)

احسان کی صفت وجود میں آنے کے لئے دربت نکاح کے تحت دخول کی شرط

(دیکھئے مادہ احسان نمبر ۲ کا جز د)

نکاح کے بندھن کا کحل جانا (دیکھئے مادہ طلاق)

نواح (ماتم کرنا)

میت پر ماتم کرنے کی تحریم (دیکھئے مادہ موت نمبر ۳)

نوم (نیند)

۱- تعریف: نوم اس طبعی کیفیت کو کہتے ہیں جو انسان کو وقتاً فوقتاً لاحق ہوتی ہے اور اس کے تحت قوت عاقلہ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور قوت عاقلہ کے تمام آثار و نشانات معطل ہو جاتے ہیں۔

۲- عشاء کی نماز سے پہلے اور اس کے بعد سونا: حضرت ابن عمرؓ انسان کے لئے عشاء سے پہلے سوجانے کو مباح قرار دیتے تھے بشرطیکہ عشاء کی نماز کے لئے اسے بیدار کرنے کی کسی نے ذمہ داری اٹھائی ہو۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے نافع سے پوچھا کہ کیا حضرت ابن عمرؓ عشاء سے پہلے سوجاتے تھے؟ نافع نے جواب دیا کہ آپ سوجاتے اور کسی کو اس کام کے لئے مقرر کر دیتے کہ وہ آپ کو بیدار کر دے ۵۹۔ اگر کوئی شخص عشاء کے لئے سونے والے کو بیدار کرنے کی ذمہ داری نہ لے تو ایسی صورت میں عشاء سے پہلے اس کا سوجانا مکروہ ہوگا۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کو محمول کیا جائے گا: ”عشاء پڑھو اور پھر سوجاؤ“ ۶۰۔ اسی بنا پر آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ عشاء سے پہلے سوجانے والے کو گالیاں دینے پر اتر آتے ۱۔ (دیکھئے مادہ ملاء نمبر ۵ کے جز ۵ کا جز ۵)

جب ایک شخص عشاء پڑھ لے تو اس کے بعد سوجانا اور گھسیں نہ ہاکنما مسنون ہوگا (دیکھئے مادہ سر نمبر ۲)

۳- نیند کی وجہ سے کب وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کب نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۸ کا جز ۷)

جبئی جب سونے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے وضوء کرنا مستحب ہوگا (دیکھئے مادہ جنابہ نمبر ۲ کا جز ۷ ج)

مسجد میں سونے کی اباحت (دیکھئے مادہ مسجد نمبر ۹)

نیابتہ (نیابت) دیکھئے مادہ وکالتہ

نیہۃ (نیت)

۱۔ تعریف: کسی فعل کو سرانجام دینے کے لئے جزم کے ساتھ عقد قلب کو نیت کہتے ہیں۔

۲۔ عبادات کی صحت کے لئے نیت کی شرط (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱)

حج کے اندر نیت (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۱)

نفل روزوں کے سوا عمل پر نیت کا مقدم ہونا (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۶)

بلند آواز سے نیت نہ کرنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۴)

کنایا کے تحت دی گئی طلاق میں معاملے کا نیت کی طرف راجع ہونا (دیکھئے مادہ طلاق

نمبر ۵ کا جز ب)

حرف النون میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ج ۱، سنن بیہقی ص ۴۱۳ ج ۲، المحلی ص ۱۸۰ ج ۱
- ۲۔ المحلی ص ۱۶۰ ج ۱
- ۳۔ حوالہ درج بالا نیز عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۱
- ۴۔ عبدالرزاق ص ۲۶۶ ج ۱
- ۵۔ حوالہ درج بالا
- ۶۔ المحلی ص ۱۰۷ ج ۱
- ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱
- ۸۔ المغنی ص ۵۴ ج ۱
- ۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳۱ ج ۱
- ۱۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰ ج ۱
- ۱۱۔ المحلی ص ۱۳۸ ج ۱
- ۱۲۔ المحلی ۱۶۰ ج ۱، المغنی ص ۶۰۹ ج ۸، عبدالرزاق ص ۸۶ ج ۱
- ۱۳۔ المغنی ص ۶۹۶ ج ۸، المحلی ص ۱۰۸ ج ۸
- ۱۴۔ عبدالرزاق ص ۴۴۲ ج ۸، کنز العمال نمبر ۳۶۵۷۵
- ۱۵۔ المحلی ص ۸ ج ۸

- ۱۶۔ المحلی ص ۱۰۹ ج ۸
- ۱۷۔ سنن بیہقی ص ۷۷ ج ۱۰
- ۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱
- ۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۷۸ ج ۱۰، المغنی ص ۳۳ ج ۹
- ۲۰۔ عبدالرزاق ص ۲۴ ج ۵
- ۲۱۔ عبدالرزاق ص ۴۳۹ ج ۸، کنز العمال نمبر ۳۶۵۷۴
- ۲۲۔ شرح السنہ ص ۳۳ ج ۱۰
- ۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۶ ج ۱، سنن بیہقی ص ۷۷ ج ۱۰
- ۲۴۔ عبدالرزاق ص ۴۶۲ ج ۸، المحلی ص ۱۸ ج ۸، المغنی ص ۷۱۰ ج ۸
- ۲۵۔ المحلی ص ۱۸ ج ۸، ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱
- ۲۶۔ المحلی ص ۱۸ ج ۸
- ۲۷۔ عبدالرزاق ص ۴۸۳ ج ۸، المحلی ص ۱۰ ج ۸
- ۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۹ ج ۱، الوطاس ص ۷۷ ج ۲، المحلی ص ۴۶۶ ج ۷، المغنی ص ۱۲ ج ۹
- ۲۹۔ سنن بیہقی ص ۸۱ ج ۱۰
- ۳۰۔ عبدالرزاق ص ۴۴۸ ج ۸
- ۳۱۔ سنن بیہقی ص ۲۴۳ ج ۵، ص ۲۸۹ ج ۵

۹، شرح السنہ ص ۱۹۳ ج ۷

۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۷ ج ۱، الحلی ص ۱۸

ج ۸

۳۳۔ احکام القرآن ص ۲۳۳ ج ۳، سنن

بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵

۳۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱، المغنی ص

۵۴۲ ج ۳

۳۵۔ کشف الغمہ ص ۲۰۶ ج ۱، ص ۱۹۳ ج

۲

۳۶۔ بخاری اور ترمذی سورہ ازاب کی

تفسیریں مسلم فی فضائل زید بن حارثہ،

الدرالمشور ص ۱۸۱ ج ۵، سنن بیہقی ص ۱۶۱

ج ۷

۳۷۔ المغنی ص ۵۲۹ ج ۹

۳۸۔ عبدالرزاق ص ۴۲۶ ج ۱۱

۳۹۔ عبدالرزاق ص ۱۶۷ ج ۱۱، شرح السنہ

ص ۷۸ ج ۱۳

۴۰۔ الدرالمشور ص ۳۱۳ ج ۲، المغنی ص

۵۶۵ ج ۷

۴۱۔ عبدالرزاق ص ۷۴ ج ۴، سنن بیہقی

ص ۱۹۵ ج ۴، ص ۳۲۷ ج ۵، الاموال ص

۴۵۷

۴۲۔ المغنی ص ۵۸۰ ج ۶

۴۳۔ عبدالرزاق ص ۲۷۵ ج ۶، ابن ابی

شیبہ ص ۲۱۲ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۷۰ ج ۴

۱، المغنی ص ۵۶۹ ج ۶

۴۴۔ بخاری فی الطلاق باب ”ولا

تکلموا بالمشاکات“ تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۸ ج ۱،

الحلی ص ۴۴۵ ج ۹

۴۵۔ الدرالمشور ص ۲۶۱ ج ۲، احکام

القرآن ص ۳۳۲ ج ۱، تفسیر قرطبی ص ۶۸

ج ۳

۴۶۔ احکام القرآن ص ۳۳۲ ج ۱، تفسیر

قرطبی ص ۶۸ ج ۳

۴۷۔ الموطن ص ۵۳۶ ج ۲، الحلی ص ۴۴۱

ج ۹، الام ص ۲۵۵ ج ۷، سنن بیہقی ص

۷۵ ج ۷، کشف الغمہ ص ۶۳ ج ۲

۴۸۔ عبدالرزاق ص ۱۴۳ ج ۶، الحلی ص

۴۶۲ ج ۹

۴۹۔ الحلی ص ۴۵۳ ج ۹، کشف الغمہ ص ۶۱

ج ۲

۵۰۔ ابوداؤد فی النکاح باب فی الاستمرار

۵۱۔ ابوداؤد فی النکاح باب نکاح العبد بغير

اذن سيده، المغنی ص ۵۱۵ ج ۶

۵۲۔ عبدالرزاق ص ۲۴۳ ج ۷، ابن ابی

شیبہ ص ۲۲۰ ج ۶، الحلی ص ۴۶۳ ج ۹، تفسیر

قرطبی ص ۱۴۱ ج ۵، المغنی ص ۵۱۶ ج ۶،

سنن بیہقی ص ۱۰۰ ج ۷، کشف الغمہ ص ۵۹

- ج ۲ کتاب النکاح باب نکاح اشعار
- ۵۳۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/۱۹۷ ج ۳
- ۵۴۔ سنن بیہقی ص ۳۶۰ ج ۷، الموطا ص
- ۵۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/۱۹۵ ج ۲
- ج ۳، المحلی ص ۲۳۱ ج ۱۰
- ۵۵۔ سنن سعید بن منصور ص ۱/۱۷۴ ج ۱
- ۳، سنن بیہقی ص ۷۱۳ ج ۷
- ۵۶۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی نسائی
- ۵۷۔ نیل الاوطار ص ۲۶۰ ج ۶، المغنی ص
- ۵۸۔ عبد الرزاق ص ۲۱۰ ج ۶، ص ۲۷۳
- ج ۷، کنز العمال نمبر ۷۷۵۷
- ۵۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳ ج ۱
- ۶۰۔ حوالہ درج بالا
- ۶۱۔ حوالہ درج بالا

حرف الہاء

صبتہ (ہبہ)

- ۱۔ تعریف: زندگی کے اندر اپنی کوئی چیز بلا عوض کسی کو تھیک کر دینا ہبہ کہلاتا ہے۔
- ۲۔ کس چیز کا ہبہ درست ہوتا ہے؟ اعیان میں سے ہر اس عین کا ہبہ درست ہوتا ہے جس کا حصول درست ہو، اس کی حوالگی ممکن ہو اور وہ معلوم و متعین ہو اس لئے کہ عقد کے ذریعے ہی ہبہ کا لزوم ہوتا ہے۔ ثابت فی الذمہ حقوق یعنی غیر اعیانی حقوق کا ہبہ بھی درست ہے۔ البتہ اعیانی حقوق کا ہبہ جائز نہیں ہے۔ بنا بریں نہ تو نسب کا ہبہ جائز ہے اور نہ ہی ولاء کا ہبہ^۱۔ نہ ہی آقا کی طرف سے اپنی لونڈی کے ساتھ ہبستری کے حق کا ہبہ۔ وغیر ذلک۔

- ۳۔ ہبہ کے سلسلے میں اولاد کے درمیان مساوات برتاؤ: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ہدایا کے اندر اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنا واجب نہیں ہے نیز یہ کہ باپ کو اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو مساوات قائم رکھے اور چاہے تو قائم نہ رکھے۔ حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ نے تین یا چار غلام اپنے ایک بیٹے کو دے دیئے اور دوسرے بیٹوں کو نہیں دیئے^۲۔

- ۴۔ ہبہ کا سوال کرنا حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ مومن کے لئے ہبہ طلب کرنے کے فعل سے اپنے آپ کو منزه رکھنا واجب ہے اور اس کی طلب ناجائز ہے۔ خود آپ بھی کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرتے^۳۔ آپ فرماتے: ”میں کسی سے کچھ نہیں مانگتا اور مجھے جو کچھ دے دے اسے میں رد نہیں کرتا“^۴۔ عبدالعزیز بن مروان نے آپ کو لکھا کہ اپنی ضروریات بیان کیجئے آپ نے جواب میں انہیں لکھا کہ: ”حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے“ میرے خیال میں اوپر کا ہاتھ دینے والے کا ہاتھ ہے اور نیچے کا ہاتھ لینے والے کا ہاتھ ہے، میں تم سے کچھ مانگوں گا نہیں لیکن تم نے جو کچھ دیا ہے اسے رد بھی نہیں کروں گا، والسلام“^۵۔

حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ نے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ حضرت عمر کو

عطیے دیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ آپ سے عرض کرتے: ”اللہ کے رسولؐ یہ عطیے ان لوگوں کو دے دیجئے جو مجھ سے بڑھ کر ضرورت مند ہیں“ یہ سن کر حضور ﷺ فرماتے: ”اے لے لو، پھر یا تو اسے اپنا مال بنا لو یا اس کا صدقہ کر دو، تمہارے پاس اس مال میں سے جو آئے جبکہ تمہارے اندر اس کے لئے اشراف نفس نہ ہو اور نہ ہی تم اس کے مسائل بنو تو اسے لے لو اور جو اس طرح نہ ہو اس کے پیچھے اپنے دل کو نہ لگا دو“ سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہی وجہ تھی جس کی بنا پر حضرت ابن عمرؓ نہ تو کسی سے کچھ مانگتے تھے اور نہ ہی آئی ہوئی چیز کو واپس کرتے“ ۱۔

۵۔ بہ قول کرنا

الف۔ بہ قول کرنے کے عمل کس طرح تکمیل پذیر ہوتا ہے؟ الفاظ کے ذریعے قول بہ کا عمل بالاتفاق جائز ہے مثلاً کوئی شخص کسی سے کہے کہ ”میں نے یہ قلم تمہیں بہ کر دیا“ اور وہ جواب میں کہے کہ ”میں نے بہ قول کر لیا“ اور پھر وہ مذکورہ قلم اپنے قبضے میں لے لے۔ تاہم فقرہ ”میں نے قول کر لیا“ قول بہ کے لئے شرط نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ صرف بہ اپنے قبضے میں لینے پر اکتفا کر لے تو یہ بات جائز ہوگی اور اسے قول سمجھ لیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ حضرت عمرؓ کے ایک اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے، حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ سے فرمایا: ”مجھے یہ اونٹ فروخت کر دو“ حضرت عمرؓ نے جواب میں عرض کیا: ”اللہ کے رسولؐ یہ اونٹ آپ کا ہو گیا“ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”عبد اللہ بن عمرؓ یہ اونٹ تمہارا ہو گیا“ اس کے سلسلے میں تمہاری جو مرضی ہو وہ کرو“ اس واقعہ میں یہ منقول نہیں کہ حضور ﷺ نے الفاظ کے ذریعہ حضرت عمرؓ کا بہ قول کیا یا حضرت ابن عمرؓ نے الفاظ کے ذریعے حضور ﷺ سے بہ قول کیا“ ۲۔

ب۔ سلطان کا دیا ہوا بہ قول کر لینا: سلطان کے دیئے ہوئے بہ کی دو میں سے ایک کیفیت ہوتی ہے۔

۱۔ سلطان اپنی رعیت میں سے کسی فرد کو اپنے ساتھ ملانے اور اسے اپنے ہاتھ میں لینے کی غرض سے اسے کوئی چیز بہ کر دے تاکہ مذکورہ شخص ایک باطل چیز دیکھ کر اس پر

تقید نہ کرے بلکہ خاموش رہے یا وہ کسی حق بات کا انکار کر جائے۔ اس قسم کا ہبہ قبول کرنا جائز نہیں ہے خواہ یہ ہبہ سلطان کی طرف سے آیا ہو یا غیر سلطان کی طرف سے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے حضرت ابن الزبیرؓ کے ساتھ خانہ جنگی کے دوران حضرت ابن عمرؓ کو مال کا ہدیہ بھیجا۔ آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب خانہ جنگی ختم ہو گئی اور پھر عبدالملک نے آپ کو مال کا ہدیہ بھیجا تو آپ نے اسے قبول کر لیا۔^۸

۲۔ سلطان درج بالا مقاصد کے سوا کسی اور مقصد کے تحت ہبہ کرے، ایسا ہبہ قبول کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہی حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی۔ مختار ثقفی آپ کو مال بھیجا کرتا آپ اسے قبول کر لیتے اور فرماتے: ”میں کسی سے سوال نہیں کرتا اور اللہ میرے لئے جو کچھ بھیج دے اسے میں رد بھی نہیں کرتا“۔^۹

ج۔ ایسا ہبہ جس میں ربوا کا شبہ ہو: قرض دینے والے کے لئے قرض لینے والے سے کوئی ہبہ قبول کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں ربوا کا شبہ ہوتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا: ”میں نے ایک شخص کو قرض دیا اس نے مجھے ہدیہ بھیج دیا“ حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا: ”اسے اس ہدیہ کا بدلہ دو یا اسے اپنے قرض کی رقم میں شمار کر لیا پھر اسے واپس کر دو“۔^{۱۰} کلیب بن وائل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ میرے پاس ایک دھقان آیا جس کے ذمہ خراج کی بڑی رقم تھی، میں نے اس کا کفیل بننا قبول کر لیا اور تحریر لکھ دی اور اس کی طرف سے رقم بھی ادا کر دی۔ کچھ عرصے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور مذکورہ تحریر پھاڑ دی اور اپنے ذمہ واجب الادا رقم ادا کر دی پھر اس نے مجھے ایک ٹٹو اور کپڑے کا ایک جوڑا دیا، یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم اس کے کفیل بن کر رقم ادا نہ کرتے تو کیا وہ تمہیں یہ چیزیں دیتا؟“ میں نے اس کا جواب نفی میں دیا جسے سن کر آپ نے فرمایا: ”تو پھر تم یہ چیزیں نہ لو“۔ (دیکھئے مادہ دین نمبر ۴ کا جز ج)

د۔ محرم کو شکار کا ہدیہ بھیجنا حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ محرم کے لئے ہدیہ کے طور پر کسی کا بھیجا ہوا شکار قبول کرنا حلال نہیں ہے۔ آپ ہدیے قبول کر لیتے لیکن

حالت احرام میں اگر آپ کو شکار کا ہدیہ بھیجا جاتا تو اسے واپس کر دیتے^{۱۲}۔ آپ کو زندہ ہرنیاں ہدیہ کے طور پر بھیجی گئیں آپ نے انہیں یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ: ”ہدیہ بھیجنے والے نے حرم میں داخل ہونے سے پہلے انہیں ذبح کیوں نہیں کیا؟ جب یہ ہرنیاں اپنے مامن یعنی حرم میں داخل ہو گئیں تو انہیں ہدیہ کے طور پر بھیج دیا“^{۱۱} مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے“^{۱۳}۔

۶۔ بیہ واپس کر لینا: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اس صورت میں موہوب لہ سے بیہ واپس لے لینا جائز ہے جب تک بیہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہو اور موہوب لہ کی ملکیت سے خارج نہ ہوا ہو نیز موہوب لہ نے اس کے بدل کے دھوپر کوئی چیز واہب کو نہ دی ہو۔ اگر وہ واہب کو اس کا کوئی بدلہ یعنی عوض دے دے تو پھر واہب کے استرداد کا حق ساقط ہو جائے گا^{۱۴}۔

۷۔ ”العمری“ کے ساتھ بیہ (دیکھئے مادہ عمری)

ہدی (ہدی)

۱۔ تعریف ہدی وہ جو پایہ ہے جسے حج یا عمرہ میں قربانی کے طور پر یا کفارہ کے طور پر حرم کے اندر ذبح کیا جائے۔

۲۔ ہدی کے طور پر کون سے چوپائے ذبح کئے جاسکتے ہیں۔

الف۔ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ واجب ہدی کے اندر صرف اونٹ یا گائے ذبح کی جاسکتی ہے واجب ہدی سے ہماری مراد وہ دم یعنی جانور ہے جو احصار کے اندر واجب ہوتا ہے (دیکھئے مادہ احصار نمبر ۳ کے جزب کا جز ۱) اس طرح وہ دم ہے جو حج تمتع یا حج قرآن میں واجب ہوتا ہے۔ آپ فرماتے: ”جب کوئی شخص حج اور عمرے کا قرآن کر لے تو اس پر بدنہ واجب ہو جائے گا۔ آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ بکری واجب ہوگی“ یہ سکر آپ نے فرمایا: ”روزہ رکھ لینا بکری قربانی کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہے“^{۱۵}۔ آپ فرماتے: ”ہدی اونٹ یا گائے کا ہوتا ہے“^{۱۶}۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳)

ب۔ واجب ہدی کے اندر اس کا شئی ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم عمر کا جانور کافی نہیں ہوگا^{۱۷}۔ (پانچ سالہ اونٹ اور دو سالہ گائے کو شئی کہتے ہیں۔ مترجم)

ج۔ ہدی کا مادہ ہونا مستحب ہے۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا: ”آپ کا کیا خیال ہے کہ میں اونٹنی کی بجائے اونٹ ذبح کر دوں؟“ آپ نے جواب دیا: ”میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ مادہ جانور ذبح کرنا مجھے زیادہ پسند ہے“^{۱۸}۔

د۔ ہدی میں اشتراک: حضرت ابن عمرؓ کا پہلا قول یہ تھا کہ ہدی کے اندر ایک سے زائد افراد کا اشتراک درست نہیں ہے اور گائے صرف ایک آدمی کی طرف سے درست ہوتی ہے نیز بکری اور بدنہ (اونٹ یا گائے) صرف ایک آدمی کی طرف سے ذبح ہو سکتے ہیں^{۱۹}۔ لیکن بقول ابن حزم آپ نے جلد ہی اپنے اس قول سے رجوع کر لیا اور اونٹنی یا گائے میں ایک سے زائد افراد کے اشتراک کے جواز کے قائل ہو گئے۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ کیا گائے اور اونٹ کی قربانی سات افراد کی طرف سے دی جاسکتی ہے؟ آپ نے پوچھا: ”یہ کیسے ہو سکتا ہے کیا گائے یا اونٹ کی سات جانیں ہوتی ہیں؟“ میں نے عرض کیا: ”کوفہ میں اصحاب رسول ﷺ نے مجھے یہی فتویٰ دیا ہے“ لوگوں نے بھی میری بات کی تصدیق کی اور کہا کہ یہی بات حضور ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی فرمائی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”یہ بات مجھے معلوم نہ ہو سکی“^{۲۰}۔

ه۔ ہدی کے بچے کو اس کے ساتھ ذبح کرنا: اگر کوئی شخص اونٹنی یا گائے اپنے ہدی کے لئے خرید لے اور یہ اونٹنی یا گائے حاملہ ہو یا مذکورہ شخص کے پاس آکر حاملہ ہوگئی ہو اور پھر بچہ جن دے تو اس پر ماں کے ساتھ اسے بھی ذبح کرنا واجب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”اگر بدنہ بچہ دیدے تو ہدی لیجانے والا اس بچے کو بھی اٹھالے گا اور ماں کے ساتھ اس بھی ذبح کر دے گا۔ اگر اسے مذکورہ بچہ اٹھا کر لے جانے کا کوئی ذریعہ میسر نہ ہو تو اسے اس کی ماں پر لاد دے گا اور ماں کے ساتھ اسے بھی ذبح کر دے گا“^{۲۱}۔

و۔ ہدی کا مرجنا یا گم ہو جانا: اگر کوئی شخص ہدی خرید کر اپنے ساتھ لے چلے اور پھر یہ

ہدی راستے میں مرجائے تو اس صورت میں یا تو یہ نقلی ہدی ہو گا یا واجب ہدی
 ۱۔ اگر نقلی ہدی ہو تو جس جگہ یہ مرنے لگا ہو اسی جگہ اسے ذبح کر دے گا اور اس کا
 گوشت کھانا اس کے لئے جائز ہو گا۔ اسے اس کی جگہ کوئی اور ہدی خریدنے کی
 ضرورت نہیں ہوگی۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے میرے ساتھ ایک اونٹنی
 نقلی ہدی کے طور پر بھیج دی۔ یہ اونٹنی راستے میں مرنے کے قریب ہو گئی میں نے اسے
 ذبح کر دیا اور اس کا ایک حصہ صدقہ کر دیا اور ایک حصہ لے کر واپس آ گیا حضرت ابن
 عمرؓ نے یہ گوشت تناول فرمایا اور اس ہدی کا بدل نہیں دیا^{۲۲}۔ یعنی اس کا بدل نکالنا
 ضروری نہیں ہے۔

۲۔ اگر واجب ہدی ہو مثلاً نذر کا ہدی یا فکار کے جرمانے کا ہدی یا اسی طرح کا کوئی اور
 ہدی ہو اگر وہ مرنے لگے تو اسے ذبح کر دیا جائے۔ ہدی لے جانے والا اس کا گوشت
 کھائے اور پھر اس کی جگہ دوسرا ہدی لے جائے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر بدنہ
 مرنے لگے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے (جس کے نتیجے میں وہ چلنے سے معذور ہو جائے) تو
 اسے ذبح کر دیا جائے اور اس کا مالک اس کا گوشت خود کھائے اور دوسروں کو کھلائے
 اور اس کا بدل نہ دے۔ الا یہ کہ وہ نذر کا ہدی ہو یا فکار کے جرمانے کا ہدی“^{۲۳}۔
 (ایسی صورت میں وہ اس کا بدل دے گا اور اس کا گوشت بھی نہیں کھائے گا) ہدی گم
 ہو جانے کا حکم اس کے ہلاک ہو جانے کے حکم کی طرح ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا
 : ”جو شخص اونٹنی ہدی کے طور پر لے چلے اور وہ گم ہو جائے یا مرجائے تو اگر یہ اونٹنی
 نذر کی ہو تو اس کا بدل دینا ہو گا اور اگر نقلی ہو تو مالک کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو اس کا
 بدل دے دے اور چاہے تو اسے ترک کر دے“^{۲۴}۔ اگر ایک شخص کا ہدی گم ہو جائے
 اور نہ مل سکے اور پھر مالک اس کی جگہ دوسرا ہدی خرید لے اور اس کے بعد پہلا ہدی
 بھی مل جائے تو اس پر دونوں ہدی ذبح کرنا واجب ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا
 : ”جو شخص ہدی ہانک کر لے چلے اور پھر اسے گم کر دے اور اس کی جگہ دوسرا ہدی
 خرید لے اور پھر اسے پہلا ہدی بھی مل جائے تو وہ دونوں ہدی ذبح کرے گا“^{۲۵}۔

۳۔ ہدی کا اشعار شرط ہے ((دیکھئے مادہ اشعار) نیز جگہ میں جوتے وغیرہ کا ہار ڈالنا بھی

(دیکھئے مادہ تقلید) اسے عرفات میں لے جا کر کھڑا کیا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے: ”ہدی وہی ہے جس کا اشعار کیا جائے اور اسے قلاوہ ڈالا جائے اور عرفات میں کھڑا کیا جائے“ ۲۶۔ اگر ہدی کا اشعار نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کے گلے میں قلاوہ ڈالا جائے اور پھر اسے عرفات سے لے کر جایا جائے تو ہدی نہیں ہوگا بلکہ اضحیہ ہوگا ۲۷۔ (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۳)

۲۔ ہدی بھیجنے والے کا امساک: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اگر کوئی شخص کعبہ کو ہدی بھیج دے تو وہ صرف پیوی کے ساتھ ہبستری کرنے کے سوا ان تمام دیگر کاموں سے اپنے آپ کو روک رکھے گا جن سے احرام والا اپنے آپ کو روک رکھتا ہے۔ یعنی وہ اپنے ناخن نہیں کاٹے گا، بال نہیں مونڈے گا اور خوشبو نہیں لگائے گا یہاں تک کہ اس کا مرسلہ ہدی حرم میں ذبح ہو جائے۔ البتہ وہ اپنی سے پیوی ہبستری کر سکے گا اور اسے شہوت کے تحت ہاتھ لگا سکے گا۔ نافع نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ اگر کوئی ہدی بھیج دیتے تو ان باتوں سے رک جاتے جن سے احرام والا رک جاتا ہے البتہ تلبیہ نہ کہتے ۲۸۔

۳۔ ہدی نحر یعنی ذبح کرنے کا وقت: جمرہ عقبہ کی ری کے بعد نقلی ہدی اور حج تمتع نیز حج قرآن کا ہدی اور جزا یعنی جرمانے کا ہدی ذبح یا نحر کیا جائے گا۔ (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲۴) نذر اور احصار کے ہدی کو ذبح کرنے کا کوئی معین وقت نہیں ہے الا یہ کہ نذر ماننے والا اپنی ذات پر ایک خاص وقت میں ہدی ذبح کرنا لازم کر دے۔

۵۔ ہدی ذبح کرنے کی جگہ: نقلی ہدی نیز تمتع اور قرآن کا ہدی نیز جزاء یعنی جرمانے کا ہدی اور احصار کا ہدی صرف حرم کے اندر ذبح ہونا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اپنا ہدی منی کے اندر عقبہ کے پیچھے مغریں نحر کرتے یا مکہ میں مروہ کے مقام پر نحر کرتے ۲۹۔ نذر کے ہدی کو ناذر جس جگہ ذبح کرنا چاہے کر سکتا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جو شخص اونٹ یا گائے ذبح کرنے کی نذر مانے وہ اسے جس جگہ چاہے ذبح یا نحر کر سکتا ہے“ ۳۰۔ البتہ اگر وہ اسے حرم میں ذبح کرنا اپنے اوپر لازم کر لے تو پھر حرم کے سوا کسی اور جگہ اسے ذبح کرنا درست نہیں ہوگا۔

۶۔ ہدی کا گوشت کھانا: ہدی لے جانے والے کے لئے اپنے ہدی کے گوشت کھا لینا جائز ہے البتہ اگر نذر یا جرمانے کا ہدی ہو تو پھر اس کا گوشت کھانا اس کے لئے جائز نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ”اگر بدنہ مرنے کے قریب ہو جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے اور پھر اسے ذبح کر دیا جائے تو اس کا مالک اس کا گوشت خود کھا سکتا ہے اور دوسروں کو کھا سکتا ہے۔ وہ اس کا بدل نہیں دے گا الا یہ کہ وہ نذر یا شکار کے جرمانے کا بدنہ یعنی ہدی ہو“^{۳۱}۔ (ایسی صورت میں وہ اس کا گوشت نہیں کھائے گا اور بدل بھی دے گا) ایک روایت میں حضرت ابن عمرؓ منی سے چل پڑے اور اپنی قربانی یعنی ہدی کا گوشت نہیں کھایا^{۳۲}۔ یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ہدی کا گوشت کھانا واجب اور ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا کرنا واجب ہوتا تو حضرت ابن عمرؓ اسے کبھی ترک نہ کرتے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کے نزدیک ہدی کا گوشت کھانا سنت یا مباح تھا۔

ہدی کا گوشت ذخیرہ کر لینا (دیکھئے مادہ ادخار)

۷۔ ہدی کے گلے میں فلاہ ڈالنے کے ذریعے احرام (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۴) ہر (بلا)

بلا وہ نر جانور ہے جس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ البتہ اس کے جوٹھے کی نجاست قابل معافی ہے کیونکہ وہ گھر کا چکر لگانے والوں اور لگانے والیوں میں شمار ہوتا ہے (دیکھئے مادہ سور نمبر ۲ کا جرج)

ہرولہ (تیز قدموں سے چلنا)

ہرولہ تیز قدموں سے چلنے کو کہتے ہیں یعنی عام رفتار سے چلنے اور دوڑنے کے درمیان ہوتا ہے ہرولہ کب مسنون ہے؟ (دیکھئے مادہ رمل نمبر ۲)

حرف الھاء میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ المغنی ص ۳۵۲ ج ۶
- ۲۔ سنن بیہقی ص ۱۷۸ ج ۶
- ۳۔ کشف الغمہ ص ۱۹۱ ج ۱
- ۴۔ فتح الباری ص ۱۳۵ ج ۱۳، شرح السنہ ص ۱۲۹ ج ۶
- ۵۔ احکام القرآن ص ۷۱ ج ۱
- ۶۔ المحلی ص ۱۵۲ ج ۹
- ۷۔ المغنی ص ۵۹۵ ج ۵
- ۸۔ شرح السنہ ص ۱۵ ج ۸
- ۹۔ فتح الباری ص ۱۳۵ ج ۱۳، شرح السنہ ص ۱۲۹ ج ۶، ص ۱۵ ج ۸، احکام القرآن ص ۷۱ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۷۶ ج ۲، شرح السیر الکبیر ص ۹۹ ج ۱، المحلی ص ۱۵۳ ج ۹، المغنی ص ۲۶۹ ج ۴، ص ۴۴۴ ج ۶، سیر اعلام النبلاء ص ۲۲۰ ج ۳، طبقات ابن سعد ص ۱۵۰ ج ۴
- ۱۰۔ عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۸، المحلی ص ۸۶ ج ۸، کنز العمال نمبر ۱۰۱۴۳، کشف الغمہ ص ۱۴ ج ۲
- ۱۱۔ عبدالرزاق ص ۱۴۸ ج ۸

- ۱۲۔ المحلی ص ۱۵۳ ج ۹
- ۱۳۔ عبدالرزاق ص ۴۲۵، آثار ابی یوسف ص ۱۴۹ ج ۱۳
- ۱۴۔ عبدالرزاق نمبر ۴۶۲۱۳، المحلی ص ۱۲۹ ج ۹
- ۱۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۳ ج ۱
- ۱۶۔ حوالہ درج بالا
- ۱۷۔ المغنی ص ۵۵۳ ج ۳
- ۱۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۷۵ اب ج ۱، المحلی ص ۱۵۱ ج ۷
- ۱۹۔ جامع الاصول نمبر ۱۶۳۴، المحلی ص ۱۵۱ ج ۷
- ۲۰۔ حاشیہ المحلی ص ۱۵۱ ج ۷
- ۲۱۔ الموطا ص ۳۷۸ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۱۹۷ ج ۱، سنن بیہقی ص ۲۳۷ ج ۵، شرح السنہ ص ۱۹۷ ج ۷
- ۲۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۹۹ ج ۱، المحلی ص ۲۶۷ ج ۷، المغنی ص ۵۳۷ ج ۳
- ۲۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ اب ج ۱
- ۲۴۔ سنن بیہقی ص ۲۴۳ ج ۵، ص ۲۸۹ ج ۹، الموطا ص ۳۸۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۱۹۴ ج ۷
- ۲۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸۴ اب ج ۱، المغنی ص ۵۴۵ ج ۳
- ۲۶۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵، المغنی ص

- ۲۳۴ ج ۳، المجموع ص ۲۶۹ ج ۸، المحلی
ص ۱۶۶ ج ۸
۲۷۔ المحلی ص ۱۶۶، ۲۷۲ ج ۷
۲۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۲ ج ۱، تفسیر
قرطبی ص ۴۱ ج ۶
۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۰۱ ج ۱، سنن
بیہقی ص ۱۰۲، ۲۳۲، ۲۴۰ ج ۵
۳۰۔ سنن بیہقی ص ۲۳۲ ج ۵
۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۶۶ ج ۱، المحلی ص
۲۷۱ ج ۷، شرح السنہ ص ۱۹۱ ج ۷، المغنی
ص ۵۴۲ ج ۳
۳۲۔ سنن بیہقی ص ۲۴۱ ج ۵

حرف الواو

وتر (طاق)

وتر جفت کی ضد ہے اور وتر کی نماز وہ نماز ہے جو عشاء کی نماز کے بعد پڑھی جاتی ہے وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح کی نماز تک ہے (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز ۵ کا جز ۱)

وتر کی نماز پڑھنے کا طریقہ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۹ کا جز ۱)
سفر کی اندر سواری پر وتر کی نماز (دیکھئے مادہ سفر نمبر ۳ کے جز ۵ کا جز ۱)

وجہ (چہرہ)

۱۔ تعریف وجہ سر کا وہ حصہ ہے جس کی ذریعہ عادیۃً مواجہت ہوتی ہے یعنی ایک انسان دوسرے کے سامنے ہوتا ہے۔ اس میں دونوں آنکھیں، منہ اور ناک واقع ہیں۔ طول میں اس کی حد پیشانی کی سطح کی ابتداء سے ٹھوڑی کے نیچے تک ہے اور عرض میں اس کی حد دونوں کانوں کی لو کے درمیان ہے۔

۲۔ چہرے کو بگاڑ دینا: حضرت ابن عمرؓ چہرے کی صورت بگاڑنے کو مکروہ سمجھتے تھے خواہ یہ بگاڑ ضرب کی وجہ سے پیدا ہو یا دشم یعنی گودنے کی وجہ سے۔ سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چہرے پر نشان بنانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ”حضور ﷺ نے چہرے پر ضرب لگانے سے منع فرمایا ہے“ ۱۔ (دیکھئے مادہ تادیب نمبر ۳) نیز (مادہ تعزیر نمبر ۳)

۳۔ وضو میں چہرہ دھونا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴)

احرام کی حالت میں چہرہ نہ ڈھانپنا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کے جز ۱ کا نمبر ۲)
چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۲ کا جز الف)

ودیعہ (ودیعت)

ودیعت اس مال کو کہتے ہیں جسے قصداً کسی کے پاس بلا معاوضہ حفاظت کی خاطر رکھا

جائے۔

ودیعت کے احکام (دیکھئے مادہ امانت)

وزغ (چھکلی)

چھکلی کھانا حرام ہے (دیکھئے مادہ طعام نمبر ۲ کے جز داؤ کا جز ۹)

وسق (وسق ایک پیانے کا نام)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے“ ۲۔

وسم (نشان بنانا)

وسم گرم لوہے کے ذریعے داغ کر جلد پر نشان بنانے کو کہتے ہیں۔

جانوروں کو وسم جائز ہے تاکہ وہ دوسرے جانوروں کے ساتھ مل نہ جائیں۔ تاہم جلد کو اس قدر گہرا داغنا مکروہ ہے کہ اس کا اثر گوشت تک پہنچ جائے۔ اس لئے کہ یہ بلا ضرورت تعذیب کی صورت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو اپنی بکریوں کو داغ رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا: ”گوشت تک نہ پہنچاؤ، گوشت تک نہ پہنچاؤ“ ۳۔

وسوسہ (وسوسہ)

۱۔ تعریف: بے موقعہ و محل شک کا بار بار لوٹ کر آنا وسوسہ کہلاتا ہے۔

۲۔ وسوسہ قطع کرنا: حضرت ابن عمرؓ وسوسے کو شیطان کا عمل قرار دیتے تھے شیطان انسان کو وسوسہ لاحق کر دیتا ہے تاکہ اسے اللہ کی اطاعت سے ہٹا دے بتائیں انسان پر لازم ہے کہ وہ وسوسہ ختم کرنے کے لئے قدم اٹھائے۔ اس لئے جو شخص اس وسوسے میں مبتلا ہو کہ اسے پیشاب لگ گیا ہے اس پر اس وسوسے کو اپنے کپڑے پر پانی چھڑک کر دور کرنا لازم ہے تاکہ اگر اسے وسوسہ پیدا ہو جائے تو وہ یہ سوچے کہ یہ پانی ہے پیشاب نہیں ہے۔ ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پیشاب لگ جانے کے وسوسے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ”جب تم وضو کر چکو تو پانی چھڑک لو کیونکہ وسوسہ شیطان کی طرف سے پیدا کیا جاتا ہے“ ۴۔ آپ خود بھی اسی طرح کرتے

تھے۔ آپ کو جب تک نجاست لگنے کا یقین نہ ہو جاتا نجاست کی جگہ نہ دھوتے بلکہ اس پر پانی چھڑک دیتے۔ اس لئے کہ وسواس یا شک تطہیر واجب نہیں کرتا۔ مروی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو اس جگہ کو نہ دھوتے جہاں پیشاب کے اثر کا شک ہوتا البتہ اس پر پانی چھڑک دیتے^۵۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ جب وضو کرتے تو شرمگاہ پر پانی چھڑک لیتے^۶۔

وشم (گودنا)

۱۔ تعریف: وشم اس نشان کو کہتے ہیں جو جلد میں سوئی چھو کر اس مقام میں رنگین مادہ چھڑک دینے کا نتیجہ میں باقی رہ جاتا ہے۔

۲۔ وشم کا حکم: چہرے پر وشم کاری مکروہ ہے۔ سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ چہرے پر نشان بنانے کو مکروہ قرار دیتے تھے^۷۔ (دیکھئے مادہ وجہ نمبر ۲)

وصیتہ (وصیت)

۱۔ تعریف وصیت اس بلا عوض ٹیکہ کو کہتے ہیں جس کی اضافت مابعد الموت کی طرف کی گئی ہو۔

۲۔ وصیت کا حکم: ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ سے وصیت کے وجوب کی روایت کی ہے۔ انہوں نے یہ بات شاید اس حدیث سے اخذ کی ہے جس کی روایت حضرت ابن عمرؓ نے حضور ﷺ سے کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کسی مسلمان فحش کی کوئی چیز اگر قابل وصیت ہو تو اس کا حق صرف یہی ہے کہ اس پر دو راتیں نہ گذریں مگر اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی موجود ہو“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جب سے میں نے یہ حدیث حضور ﷺ سے سنی ہے اس وقت سے مجھ پر ایک رات بھی نہیں گذری مگر میری وصیت میرے پاس موجود ہے“^۸۔ آپ وصیت میں تاخیر سے ڈراتے ہوئے فرماتے: ”قریب ہے کہ موت وصیت سے سبقت کر جائے“^۹۔

تاہم میں ابن حزم کی درج بالا رائے سے حلق نہیں ہوں۔ بلکہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وصیت کو سنت سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ آپ کی وفات ہو گئی اور آپ

نے وصیت نہیں کی۔ جب آپ کی طبیعت بگڑنے لگی تو آپ سے وصیت کرنے کے لئے کہا گیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: ”میں کس چیز کی وصیت کروں؟ میں زندگی میں جو کچھ کرتا تھا اللہ کو اس کا بہتر علم ہے۔ اور اب میں ان لوگوں (ورثاء) سے بڑھ کر کسی کو اس کا حق دار نہیں سمجھتا۔ میں ان کے حصوں میں کسی کو داخل نہیں کروں گا۔“^{۱۱} سالم نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو آپ نے فرمایا: ”میرے بیٹے، اگر میں مرجاؤں تو مجھے حرم سے باہر دفن کرنا۔ کیونکہ حرم سے مہاجر بن کر نکل جانے کے بعد اب میں وہاں دفن ہونا پسند نہیں کرتا“ سالم نے کہا: ”ابا جان، اگر ہمیں اس کی قدرت ہوگی تو ہم ایسا ہی کریں گے“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”تم میری بات سن رہے ہو اور پھر کہتے ہو کہ“ اگر ہمیں قدرت ہوگی“ سالم نے کہا: ”میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حجاج ہم پر غالب آجائے گا اور وہ آپ کا جنازہ پڑھا دے گا“ یہ سن کر آپ خاموش ہو گئے۔^{۱۲} اس طرح یہ وصیت واجب نہیں تھی۔

۳۔ وصیت کی مقدار: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ بہترین وصیت متوسط وصیت ہے اور آپ کی رائے میں تنائی حصہ متوسط تھا۔ آپ فرمایا کرتے: ”تنائی متوسط ہے اس میں نہ تو کمی کی جائے اور نہ ہی اس پر اضافہ۔“^{۱۳} کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مال کے تنائی حصے سے زائد کی وصیت کرے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کی وصیت صرف تنائی مال میں نافذ ہوگی۔ اگر وہ معین چیزوں کی وصیت کر جائے اور یہ معین چیزیں تنائی مال سے زائد ہوں اور ان میں غلام آزاد کرنا بھی شامل ہو تو ایسی صورت میں حق کو دیگر چیزوں کی وصیت پر مقدم رکھا جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر حق اور وصیت یکجا ہو جائیں تو حق سے ابتداء کی جائے گی“^{۱۴} (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶) نیز (مادہ ترکۃ نمبر ۲ کا ج ۱)

۴۔ موصی الیہ (وہ شخص جس کے حق میں وصیت کی جائے) حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ وصیت ہر ایسے شخص کے حق میں جائز ہوتی ہے جس کا مالک ہونا جائز ہو بشرطیکہ وہ وارث نہ ہو۔ اگر وارث ہو گا تو اس کا حق میں وصیت درست نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں“^{۱۵} ایک شخص نے آپ

سے پوچھا کہ آپ وارث کے حق میں وصیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں آپ نے اسے جھڑک دیا اور فرمایا: ”تم حروریہ (خوارج کا ایک فرقہ) سے قریب ہوتے جا رہے ہو“ کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں“ ۱۵۔

سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد باری ہے (کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیہ للوالدین والاقربین بالمعروف حقا علی المتقین جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے اگر وہ کوئی مال چھوڑ کر جا رہا ہو تو تم پر والدین اور اقرباء کے لئے معروف طریقے سے وصیت لکھ دی گئی) حضرت ابن عمرؓ کی رائے میں والدین کے حق میں وصیت آیت میراث کے نزول سے پہلے مشروع تھی۔ آیت موارث کے نزول کے بعد نیز ہر حقدار کو اس کا حق دے دینے کے بعد کسی وارث کا وصیت کے سلسلے میں کوئی حق باقی نہیں رہا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ارشاد باری (ان ترک خیرا الوصیہ للوالدین والاقربین) کو آیت موارث نے منسوخ کر دیا ہے اور وارث نہ ہونے والے اقرباء باقی رکھے گئے ہیں“ ۱۶۔

۵۔ موصی بہ (وہ چیز جس کی وصیت کی جائے) انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر ایسی بات کی وصیت کرے جس میں معصیت کا پہلو نہ ہو بشرطیکہ مذکورہ بات کا تعلق واجبات عینہ (فرض عین) سے نہ ہو کیونکہ ان کے اندر نیابت درست نہیں ہوتی جائز وصیتوں میں یہ وصیت داخل ہے کہ اس کی قبر پر سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتیں اور آخری آیت تلاوت کی جائے (دیکھئے مادہ قبر نمبر ۲ کا جز ۱) یا یہ وصیت کہ اسے فلاں متعین کفن میں کفنا یا جائے (دیکھئے مادہ موت نمبر ۵ کا جز الف) یا یہ وصیت کہ اسے فلاں مقام پر دفنایا جائے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کی وفات اس جگہ (مکہ) میں ہوئی آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو یہاں نہ دفنایا جائے بلکہ مقام سرف میں دفنایا جائے ۱۷۔ یعنی حرم میں نہ دفنایا جائے۔ تمائی مال یا اس سے کم کو صدقہ کر دینے کی وصیت بھی جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ ایک عورت نے تیس درہم فی سبیل اللہ دینے کی وصیت کی ہے کہ کیا یہ رقم حج میں لگائی جاسکتی ہے؟ آپ نے جواب دیا: ”حج بھی فی سبیل اللہ میں شمار ہوتا ہے“ ۱۸۔

اگر وصیت کا تعلق ایسی چیز سے ہو جو فرض عین میں شمار ہوتی ہو اور جس میں نیابت داخل نہ ہو مثلاً بلا عذر فرض حج ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والے کی طرف سے حج کی ادائیگی یا نماز وغیرہ کی ادائیگی تو اس کی وصیت جائز نہیں ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۴)

۶۔ وصی: وصیت کرنے والا اپنی وصیت کی تنفیذ کے لئے ایسے شخص کا انتخاب کرے گا جس کے اندر اسے سچائی اور دیانت داری کے اوصاف نظر آئیں گے۔ وہ یہ معاملہ اس کے سپرد کر دے گا۔ یہ شخص وصی کہلائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ ایک شخص کے وصی تھے^{۱۹}۔ آپ نے اپنی وصیتوں کی تنفیذ کا معاملہ ابن عون کے سپرد کر دیا تھا۔ ابن عون کہتے ہیں کہ ”حضرت ابن عمرؓ نے جب یہ معاملہ میرے سپرد کیا تو مجھے یہ بات پسند نہ آئی میں نے اس کے متعلق حضرت عمرؓ سے استفسار کیا۔ جس کے جواب میں انہوں نے مجھے اسے قبول کر لینے کا حکم دیا“^{۲۰}۔

وضوء (وضو کرنا)

- ۱۔ تعریف جسم کے چند مخصوص اعضاء کو اس طرح دھونا اور مسح کرنا وضوء کہلاتا ہے جس کے نتیجے میں نماز کی اباحت کا دروازہ کھل جائے۔
- ۲۔ وضوء کا حکم بعض صورتوں میں وضوء واجب ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں مستحب۔
- الف۔ وضوء کی قدرت رکھنے پر وضوء اس وقت واجب ہوتا ہے جب وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے خواہ فرض نماز ہو یا نفل نماز یا نماز جنازہ ہو یا سجدہ تلاوت۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول پہلے گزر چکا ہے کہ: ”کوئی نماز طہارت یعنی وضوء کے بغیر قبول نہیں ہوتی“ اسی طرح یہ قول کہ: ”کوئی شخص صرف اسی حالت میں سجدہ کرے جب وہ پاؤں ہو اور صرف اسی حالت میں جنازہ پڑھے جب وہ پاؤں ہو“ (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۵ کے جز الف کا جز ۱) اسی طرح وضوء اس وقت واجب ہو جاتا ہے جب کوئی شخص مناسک حج میں سے کوئی شک ادا کرنے کا ارادہ کرے مثلاً طواف کعبہ کرنے کا یا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کا۔ حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول بھی گزر چکا ہے کہ حاجی وضوء کے بغیر کوئی بھی شک ادا نہ کرے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۵ کا جز ب) نیز (مادہ حج نمبر ۷ کا جز ۷) نیز احرام باندھنے

کے وقت جسے غسل میسر نہ ہو وہ وضو کرے گا (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۵ کا جز الف) اور قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کے ارادہ کرنے پر وضو کرے گا البتہ ہاتھ لگائے بغیر قرآن کی تلاوت بے وضو بھی جائز ہے (دیکھئے مادہ قرآن نمبر ۳)

ب (۱) سب وضو شخص کے لئے کھانا کھانے، سونے اور دوبارہ ہمبستری کے ارادے کے وقت وضو کر لینا مستحب ہے (دیکھئے مادہ جہانہ نمبر ۲ کا جز ج) حضرت ابن عمرؓ جب پیشاب سے فارغ ہوتے اور کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو وضو کر لیتے البتہ دونوں پاؤں نہیں دھوتے^{۲۱}۔ پھر اگر نماز پڑھنے کا ارادہ کرتے تو دونوں پاؤں دھولیتے اس لئے کہ آپ کی رائے میں وضوء کے افعال کے اندر تتابع (پے درپے سرانجام دینا) واجب نہیں تھا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

(۲) با وضو شخص کے لئے ہر نماز کے وقت تجدید وضو مستحب ہے۔ ابو غلیف اللہلی نے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ جب عصر کی اذان ہوئی تو آپ نے وضو کا پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز کے لئے نکل گئے میں بھی ساتھ ہی نکل آیا۔ نماز پڑھنے کے بعد آپ واپس گھر گئے اور اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئے میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا پھر جب مغرب کی اذان ہونے لگی تو آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا۔ میں نے عرض کیا: ”ابو عبدالرحمن یہ کیا بات ہے، ہر نماز کے لئے وضو؟“ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”اچھا تم نے میری یہ حرکت محسوس کر لی! یہ سنت نہیں ہے۔ میرا صبح کی نماز کے لئے کیا ہوا وضوء میری تمام نمازوں کے لئے کافی ہے بشرطیکہ مجھے حدث لاحق نہ ہو جائے۔ لیکن میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ”جو شخص با وضو ہونے کے باوجود وضوء کر لے اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دے گا“ بخیر“ اسی حدیث کی بنا پر مجھے ہر نماز کے لئے وضو کرنے کی رغبت پیدا ہو گئی“^{۲۲}۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس وقت تک ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا طریقہ نہیں چھوڑا جب تک آپ اپنے اندر اس کی قوت پاتے رہے^{۲۳}۔ جب اس قوت کا فقدان ہو گیا تو حدث لاحق نہ ہونے کی صورت میں آپ پرانے وضو پر اتکاف کر لیتے یہ روایت موجود ہے کہ آپ بیٹھ جاتے اور ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھ

لیتے ۲۴۔

۳۔ مجلس کے اندر اگر حدث یعنی پیٹ سے خارج ہونے والی ہوا کی بدبو پا کر تمام لوگ وضو کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تاکہ حدث والے پر پردہ پڑا رہے تو ایسی صورت میں مجلس میں موجود با وضو شخص کو بھی ان کے ساتھ مل کر وضو کر لینا مستحب ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہم اگر گروہ کی شکل میں ہوتے اور ہمیں حدث کی بدبو آتی تو حدث والے پر پردہ ڈالنے کے لئے ہم سب اٹھ کر وضو کر لیتے“ ۲۵۔

غسل کرنے سے پہلے وضو کر لینا مسنون ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز الف) غسل کرنے کے بعد وضو کرنا مستحب نہیں ہے اس لئے کہ غسل وضو کی ضرورت پوری کر دیتا ہے (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۳ کا جز ج) یاد الہی اور سلام کا جواب دینے کے لئے وضو کر لینا مستحب ہے (دیکھئے مادہ ذکر اللہ نمبر ۲)

۳۔ مکروہات وضو

الف۔ پانی کے استعمال میں اسراف: حضرت ابن عمرؓ وضو کے اندر پانی کے اسراف کو ناپسند کرتے تھے اور اسے مکروہ قرار دیتے تھے۔ عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو ایک کوزہ پانی یا اس سے زائد کے ساتھ وضو کرتے دیکھا، میں نے عرض کیا ”یہ ایک مد (ایک پیانے کا نام) ہوگا“ آپ نے فرمایا: ”ایک مد یا اس سے کچھ زائد“ ۲۶۔

ب۔ ناقص وضوء: اگر وضوء میں دھلنے والے اعضاء اچھی طرح دھوئے نہ جائیں یا جن اعضاء کو دھونا فرض ہے انہیں تین تین بار دھویا نہ جائے تو ایسا وضوء ناقص ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”قیامت کے دن کچھ لوگوں کو منقوصین کے نام سے بلایا جائے گا“ آپ سے پوچھا گیا منقوصین کون سے لوگ ہیں! آپ نے جواب دیا: ”تم میں جو لوگ اپنی نماز اور اپنے وضوء کو ناقص طور پر بے اتفاقی سے سرانجام دیتے ہیں“ ۲۷۔

ج۔ اگر ہاتھ پاک ہو تو اسے دھونے سے پہلے برتن میں ڈالنا: حضرت ابن عمرؓ وضو کرنے والے کے لئے اس بات کو مکروہ تصور کرتے تھے کہ وہ اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے اسے پانی کے برتن میں ڈبو دے (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر ۲) بلکہ آپ اس معاملہ میں

حوض کو بھی برتن تصور کرتے تھے اور ہاتھ دھونے سے پہلے حوض میں اسے ڈبونا مکروہ تصور کرتے تھے خواہ حوض بڑا کیوں نہ ہوتا۔ آپ فرماتے: ”حوض برتن ہے“^{۲۸}۔

د۔ چرے پر پانی مارنا: خالد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرتے دیکھا تھا آپ اپنے چرے پر پانی ڈالتے تھے“^{۲۹}۔ یعنی چرے پر پانی مارتے نہیں تھے۔

۴۔ وضو کے افعال: وضوء کے فرائض کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۶ میں کیا ہے (یا ایہا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوهکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برؤوسکم وارجلکم الی الکعبین اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے چرے اور اپنے ہاتھ کھنیوں تک دھولو، اپنے سر کا مسح کرو اور اپنے پاؤں دھوؤ) اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے منقول اقوال کا ذکر ہم ذیل میں کریں گے۔

الف۔ تین تین بار دھونا: حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر دھلنے والے اعضاء میں دھونے کے اعادے کو سنت تصور کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں وضو میں حضرت ابن عمرؓ کے اعضاء وضو کو کئی مرتبہ دو دفعہ دھلاتا اور کئی دفعہ تین مرتبہ“^{۳۰}۔ مسلم بن صبیح کہتے ہیں کہ ”میں نے حضرت ابن عمرؓ کو وضو کے اندر تین تین مرتبہ اعضاء وضو دھوتے ہوئے دیکھا پھر آپ نے اپنے سر اور کانوں کا مسح کیا“^{۳۱}۔

ب۔ جس عضو کا دھونا وضو میں واجب ہے اس کے ہر حصے تک پانی پہنچانا: ہم نے حضرت ابن عمرؓ کو اس بارے میں پورا اہتمام کرتے پایا ہے۔ آپ جب ہاتھ دھوتے تو انگلی میں موجود انگوٹھی کو حرکت دیتے۔ ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کرتے وقت اپنی انگوٹھی کو ہلاتے تھے“^{۳۲}۔

ج۔ ہاتھوں کو کھنیوں تک دھونا: حضرت ابن عمرؓ کھنیوں کو دھونے میں داخل کرنا اسباق وضو (پورے طور پر اعضاء وضو کو دھونا) تصور کرتے تھے۔ آپ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ موسم گرما میں وضو کو اپنے بغلوں تک پہنچا دیتے تھے“^{۳۳}۔ اگر وضو کرنے والے کی انگلی میں انگوٹھی ہو تو اس کے لئے اسے ہلا دینا مستحب ہو گا تاکہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ پانی انگوٹھی کے نیچے تک پہنچ گیا ہے۔ گذشتہ پیرے میں بیان

ہو چکا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کرتے وقت اپنی انگوٹھی کو حرکت دیتے تھے۔

د- چہرہ دھونا: چہرہ دھونا وضو کے فرائض میں سے ایک فرض ہے جیسا کہ درج بالا آیت میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

۱- حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو پانی اپنی آنکھوں کے اندر تک پہنچا دیتے ۳۴۔ آپ اس عمل کو واجب تصور کرتے تھے ۳۵۔ تاہم آپ آنکھوں کے داخلی حصے کو دھونا صرف اس وضو میں واجب سمجھتے تھے جو غسل جنابت سے پہلے کیا جائے۔ وضو کی دیگر صورتوں میں اسے واجب نہیں سمجھتے تھے۔ نافع نے اس بات کی خبر دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی آنکھوں کے اندر صرف غسل جنابت میں پانی ڈالتے تھے۔ نماز کے لئے وضوء میں ایسا نہیں کرتے تھے ۳۶۔ یہاں ہمارے لئے ضروری ہے کہ علامہ شوکانی کے اس قول پر تھوڑا سا وقوف کریں کہ ”حضرت ابن عمرؓ مذکورہ فعل کو واجب تصور کرتے تھے“

اس قول کے معنی یہ ہیں کہ غسل اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک غسل کرنے والا اپنی آنکھوں کے اندر پانی نہ ڈالے۔ اگر اس کا غسل درست نہیں ہوگا تو اس کی نماز بھی درست نہیں ہوگی اور اگر اس کی نماز درست نہیں ہوگی تو نماز میں اس کی اقتداء بھی درست نہیں ہوگی۔ جبکہ حضرت ابن عمرؓ ان صحابہ کرام کی اقتداء میں نماز ادا کر لیتے تھے جن کے متعلق آپ کو علم تھا کہ یہ غسل جنابت کے اندر آنکھوں کے اندر تک پانی نہیں پہنچاتے۔ بنا بریں میری رائے یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ غسل جنابت کے اندر اپنی ذات کے اعتبار سے آنکھوں میں پانی ڈالنے کا التزام کرتے اور دوسروں پر اس کا ایجاب نہیں کرتے۔

۲- حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر داڑھی کے خلال کو بھی واجب تصور کرتے تھے (دیکھئے مادہ لیتہ نمبر ۳)

۳- حضرت ابن عمرؓ جب داڑھی کے خلال اور آنکھوں کے اندر پانی پہنچانے کو واجب تصور کرتے تھے تو کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ایجاب آپ کے نزدیک بطریق اولیٰ ہوگا کیونکہ منہ اور ناک چہرے کے اجواف یعنی کھوکھلے حصے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا

ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضوء کے اندر چہرے کے تمام اجواف کو چہرے کے توابع کی حیثیت سے دھونا واجب قرار دیتے تھے یا اس حیثیت سے ان کا دھونا واجب تھا کہ یہ چہرے کا اجزاء ہیں۔

۴۔ وضوء کرنے والے کے لئے اپنے چہرے پر پانی مارنا مکروہ ہے حضرت ابن عمرؓ اس سے اجتناب کرتے تھے۔ خالد بن زید نے کہا ہے کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو وضوء کرتے دیکھا تھا آپ چہرے پر پانی ڈالتے تھے ۳۷۔

۵۔ سر کا مسح

۱۔ حضرت ابن عمرؓ سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا واجب تصور کرتے تھے آپ خود بھی سر کے مسح کے لئے نیا پانی لیتے ۳۸۔

۲۔ سر کا مسح ایک مرتبہ کرنا واجب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ایک مرتبہ سر کا مسح کرتے ۳۹۔

۳۔ نووی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ سر کے مسح میں واجب مقدار اس کم سے کم حصے کا مسح ہے جس پر سر کے اسم کا اطلاق ہو تا ہو خواہ حصہ کتنا ہی قلیل کیوں نہ ہو، انہوں نے اپنے مسلک کی تائید میں یہ روایت نقل کی ہے ۴۰۔ جصاص رازی نے آپ سے سر کے بعض حصے کا مسح نقل کیا ہے ۴۱۔ سر کے مسح کے سلسلے میں آپ سے جو بات منقول ہے وہ یہ ہے کہ آپ دونوں ہتھیلیوں کو پانی میں ڈبو دیتے اور پھر سر کا مسح کرنے کے لئے انہیں سر کے وسط میں رکھتے اور پھر سر کے اگلے حصے تک انہیں پھیلا دیتے ۴۲۔

۴۔ اگر وضوء کرنے والے کے سر پر ٹوپی یا پگڑی ہو تو ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہو گا یعنی سر پر مسح کرنے کی نیابت کے طور پر۔ بلکہ اس پر لازم ہو گا کہ ٹوپی یا پگڑی کو ہٹالے اور پھر اپنے سر کا مسح کرے (دیکھئے مادہ عمامتہ نمبر ۳) اسی طرح سر پر مسح کی نیابت کے طور پر عورت کے لئے دوپٹے پر مسح کر لینا جائز نہیں ہو گا (دیکھئے مادہ خمار نمبر ۲)

۵۔ کانوں کا مسح

۱۔ حضرت ابن عمرؓ کانوں کو سر کا حصہ سمجھتے تھے اس لئے ان کا مسح واجب قرار دیتے

- اور فرماتے: ”دونوں کان سر میں سے ہیں ان کا مسح کرو“^{۴۳}۔
- ۲۔ اگر وضو کرنے والا اپنے کانوں کا مسح کرنا چاہے تو اپنی دو انگلیاں نئے سرے سے پانی میں ڈبوئے اور ان کے ساتھ کانوں کا مسح کرے^{۴۴}۔ اس مسح کی کیفیت ہم سے نافع نے بیان کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب وضو کرتے تو انگوٹھوں سے متصل اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کان میں داخل کر دیتے اور کانوں کے اندرونی حصوں کا مسح کرتے اور انگوٹھوں سے کان کے بیرونی حصے کا مسح کرتے^{۴۵}۔
- اگر وضو کرنے والا چہرے کے ساتھ اپنے کان کا بیرونی حصہ دھو لے تو سر کے مسح کے بعد اس کے لئے اندرونی حصے یعنی صماغ (کان کے سوراخ) کے مسح پر اکتفا کر لینا جائز ہوگا۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ صماغ کے سوا اپنے کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصوں کو چہرے کے ساتھ ایک یا دو مرتبہ دھولیتے اور پانی کے ساتھ سر کا مسح کرنے کے بعد اپنی دو انگلیاں دونوں صماغ میں ایک ایک مرتبہ داخل کرتے^{۴۶}۔
- ۳۔ پاؤں دھونا: وضو میں پاؤں دھونا فرض ہے اس کے لئے ان پر مسح کر لینا کافی نہیں ہوگا۔ حضرت ابن عمرؓ دونوں پاؤں دھویا کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ دونوں پاؤں دھوتے اور میں پاؤں پر پانی بہاتا^{۴۷}۔ آپ سے پاؤں پر مسح کی کفایت بھی مروی ہے^{۴۸}۔
- ۴۔ آپ جب پاؤں دھوتے تو انگلیوں کا خلال بھی کرتے۔ آپ پاؤں پر دوسرے اعضاء کی بہ نسبت زیادہ پانی صرف کرتے کیونکہ دیگر اعضاء وضو کی بہ نسبت پیروں کو میل کچیل زیادہ لگ جاتا ہے۔ شیبہ ابن نصح کہتے ہیں کہ میں نے القاسم بن محمد کے ساتھ مکہ کمرہ تک سفر کیا میں نے دیکھا کہ وہ نماز کے لئے وضو کرتے وقت اپنے ہاتھ کی انگلیاں پیروں کی انگلیوں میں داخل کر دیتے اور پھر پیروں پر پانی بہانا شروع کر دیتے میں نے کہا: ”ابو محمد! آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے^{۴۹}۔ عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وضو کے پانی کا زیادہ حصہ اپنے پیر دھونے میں صرف کرتے تھے^{۵۰}۔

۳۔ اگر وضوء کرنے والے نے پیروں میں موزے یا جوتے یا جرابیں پہن رکھی ہوں تو

ان پر مسح کرنا اس کے لئے جائز ہوگا (دیکھئے مادہ خف) نیز (مادہ جورب)

۵۔ جبیرہ پر مسح کرنا: اگر وضوء کا کوئی عضو زخمی ہو اور اس پر پٹی یا لکڑی وغیرہ بندھی ہو

اور اسے وضوء کے لئے اتارنا تکلیف دہ ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہوگا (دیکھئے مادہ جبیرہ)

۶۔ وضوء میں متابعت: حضرت ابن عمرؓ وضوء کے افعال میں متابع یعنی پے درپے کرنے

کے وجوب کے قائل نہیں تھے۔ آپ اس کا التزام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ

نے بازار میں پیشاب کیا اور پھر آپ نے وضوء کیا۔ وضوء میں اپنا چہرہ دونوں بازو تین

تین دفعہ دھو کر سر کا مسح کر لیا پھر جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو آپ کو جنازہ

پڑھانے کے لئے کہا گیا، آپ نے موزوں پر مسح کیا اس وقت تک آپ کا وضوء خشک

ہو چکا تھا پھر آپ نے جنازہ پڑھایا ۵۱۔

۷۔ اعضائے وضوء کو خشک کرنا: حضرت ابن عمرؓ اعضائے وضوء کو خشک کر لینا مکروہ نہیں

سمجھتے تھے۔ یہ مروی ہے کہ آپ نے وضوء کرنے کے بعد کپڑے سے اپنا چہرہ خشک کر لیا

۵۲۔

۸۔ نواقض وضوء

الف۔ حضرت ابن عمرؓ سیلین (قبل اور دبر) سے نکلنے والی ہر چیز یعنی پیشاب یا پاخانے یا

مدی یا ریح یا کیڑے کے خروج کو وضوء توڑ دینے والی بات شمار کرتے تھے۔ جس شخص

کے دبر سے کوئی کیڑا نکلتا یا عضو تاسل سے کوئی پھو وغیرہ خارج ہوتا اس کے متعلق

آپ فرماتے: ”اس پر وضوء لازم ہے“ ۵۳۔ آپ فرماتے: ”اگر تم مدی دیکھو تو شرمگاہ

دھو ڈالو اور نماز والا وضوء کرلو“ ۵۴۔ (دیکھئے مادہ مدی نمبر ۲ کا جزب)

ب۔ خون نکلتا: ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ جسم کے کسی حصے سے

از خود نکلنے والا خون وضوء توڑ دیتا ہے اگر جسم سے خون نکالا جائے تو اس سے وضوء نہیں

ٹوٹا (دیکھئے مادہ دم نمبر ۳)

ج۔ قے ہو جانا: ابن عبدالبر نے ”الاستذکار“ کے اندر اور ابن حزم نے ”المحلی“ کے

اندر حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ کی رائے تھی کہ قے سے وضوء ٹوٹ جاتا

ہے ۵۵۔ نووی نے آپ سے وضوء نہ ٹوٹنے کی روایت نقل کی ہے ۵۶۔ اور اس کے

ذریعے اپنا مسلک ثابت کیا ہے۔

د- پیپ اور زرد مادہ ابن قدامہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ پیپ اور زرد لیس دار مادے کو خون نہیں سمجھتے تھے۔ یعنی اس کے خروج سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ قلع)

ه- نیند حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ بیٹھے بیٹھے سو جانے والے کا وضو وضو نہیں ٹوٹتا البتہ لیٹ کر سو جانے والے کی نیند خواہ مختصر کیوں نہ ہو وضو توڑ دیتی ہے۔ آپ فرماتے: ”جو شخص لیٹ کر سو گیا اس پر وضو واجب ہو گیا اور جو بیٹھے بیٹھے سو جائے اس پر وضو لازم نہیں ہوتا“^{۵۷}۔ آپ خود بیٹھے بیٹھے سو جاتے اور وضو نہ کرتے لیکن جب لیٹ کر سو جاتے تو وضو کا اعادہ کرتے^{۵۸}۔ نافع نے روایت کی ہے کہ آپ مسجد حرام میں تھوڑی دیر کے لئے سو جاتے اور پھر اٹھنے کے بعد وضو کرتے۔ قیام اللیل کے دوران جب آپ پر نیند کا غلبہ ہو جاتا تو بستر پر آکر لیٹ جاتے اور بس اتنی دیر سوتے جتنی دیر پرندہ سوتا ہے اور پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور وضو کرنے کے بعد دوبارہ نقلیں شروع کر دیتے^{۵۹}۔

و- مس ذکر: حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ اپنے یا کسی اور کے عضو تناسل کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے^{۶۰}۔ آپ فرماتے: ”جس نے اپنے عضو مخصوص کو ہاتھ لگایا اس پر وضو واجب ہو گیا“^{۶۱}۔ آپ اگر اپنے عضو مخصوص کو ہاتھ لگاتے تو وضو کرتے^{۶۲}۔ سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو غسل کرنے کے بعد وضو کرتے دیکھا، میں نے عرض کیا کہ: ”ابا جان! کیا آپ کا غسل آپکے وضو کے لئے کافی نہیں ہو جاتا ہے؟“ آپ نے فرمایا: ”کیوں نہیں، لیکن بعض دفعہ عضو تناسل کو میرا ہاتھ لگ جاتا ہے اس لئے میں وضو کر لیتا ہوں“^{۶۳}۔ آپ فرماتے: ”اگر غسل کے بعد تمہارا ہاتھ عضو مخصوص کو نہ لگے تو کونسا وضو غسل سے بڑھ کر وسیع ہو گا؟“^{۶۴}۔

ز- آپ کی رائے تھی کہ عورت کو ہاتھ لگانا یا اس کا بوسہ لینا وضو توڑ دیتا ہے آپ نے فرمایا: ”مرد کا اپنی بیوی کو چوم لینا اور ہاتھوں سے اس کے جسم کو ٹھونکنا ملامہ ہے (جس کا ذکر قرآن میں وضو کے سلسلے میں آیا ہے) اس لئے جو شخص اپنی بیوی کا بوسہ لے یا ہاتھ سے اس کے جسم کو ٹھوٹے اس پر وضو لازم ہو گا“^{۶۵}۔ محمد بن الحسن نے کتاب ”ا

لآثار میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس روایت کے ذریعے انہوں نے اپنے مسلک یعنی حنفی مسلک کی تائید کی ہے ۶۱۔ تاہم یہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے محفوظ نہیں ہے۔ محفوظ پہلی روایت ہے۔ کسی مذکر کو ہاتھ لگانے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابن عمرؓ اگر کسی بچے کا منہ چوم لینے تو صرف کلی کرتے اور وضو نہ کرتے ۶۲۔

ح۔ بغلوں کو ہاتھ لگانا بغلوں کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات کے اندر اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: ”اگر کوئی شخص وضو کرنے کے بعد اپنے بغل کو ہاتھ لگائے تو وہ وضو کا اعادہ کرے گا“ ۶۸۔ تاہم درست بات یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ خود حضرت ابن عمرؓ بغلوں کو ہاتھ لگانے کی بنا پر وضو نہیں کرتے۔ کیونکہ آپ موسم گرما میں وضو کرنے کے بعد اپنے ہاتھ بغلوں تک پھیر لیتے اور اس سے آپ کا وضو نہ ٹوٹتا ۶۹۔

ط۔ آپ پر پکی ہوئی چیز کھانا: آگ پر پکی ہوئی چیز کھالینے سے وضو ٹوٹ جانے کے بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ ایسی صورت میں وضو واجب کر دیتے تھے ۷۰۔ آپ خود بھی آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرتے ۷۱۔ دوسری روایت کے مطابق مذکورہ صورت کے اندر آپ وضو واجب نہیں کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جس چیز کو آگ پکا دے اسے کھانے پر وضو لازم ہو گا یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا: ”وضو تو جسم سے خارج ہونے والی چیز کی بنا پر لازم ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم میں تو صرف پاک چیز داخل ہوتی ہے اور جسم سے صرف خبیث اور ناپاک چیز خارج ہوتی ہے“ ۷۲۔ آپ نے فرمایا: ”میں گوشت کھاتا اور دودھ پیتا ہوں اور نماز پڑھ لیتا ہوں اور وضو نہیں کرتا“ ۷۳۔ آپ سے مروی ہے کہ آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا اور اونٹنی کا دودھ پیا اور پھر نماز پڑھ لی اور وضو نہیں کیا ۷۴۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ستوپینے کے بعد وضو کیا ۷۵۔ اس وضو سے نماز والا وضو مراد نہیں ہے بلکہ اس سے منہ دھونا مراد ہے۔ کیونکہ غسل یعنی دھونے کے عمل پر اکثر وضو کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہے

ی۔ مردہ نہلانا: ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ مردہ نہلانے والے کے لیے وضو

کو مستحب قرار دیتے تھے۔ اسی استحباب پر وہ روایت محمول ہو گی جس میں آپ نے مردہ نہلانے والے کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا ۷۶۔ اس کی دلیل آپ سے عبد اللہ بن احمد کی وہ روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ ہم مردے کو غسل دیتے اور پھر ہم سے بعض غسل کر لیتے اور بعض غسل نہ کرتے ۷۷۔ اگر مردے کو حنوط یعنی خوشبو وغیرہ لگائی جائے تو متعلقہ شخص پر غسل واجب نہیں ہو گا۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اتفاق ہے۔ آپ سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ نے حضرت سعید بن زید کے ایک بیٹے کی میت کو حنوط لگایا، ایک روایت میں ہے کہ خود حضرت سعید بن زید کی میت کو حنوط لگایا اور اسے اٹھایا پھر مسجد میں گئے اور وضو نہیں کیا اور نماز پڑھ لی ۷۸۔

ک۔ نجاست کو ہاتھ لگانا: حضرت ابن عمرؓ سے روایات کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نجاست کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو منیٰ میں وضو کرتے دیکھا اس کے بعد آپ نیچے پاؤں باہر نکل جاتے اور آپ کے پیروں کے نیچے ہر چیز آتی پھر آپ مسجد میں داخل ہوتے اور دوبارہ وضو کئے بغیر نماز پڑھ لیتے ۷۹۔

ل۔ نابالغ بچے کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا (دیکھئے مادہ تعقیل نمبر ۳ کا جز الف) و ضیعہ (بیع کے ثمن میں کمی کرانا) دیکھئے مادہ بیع نمبر ۴ کے ب جز کا نمبر ۴
www.KitaboSunnat.com
وطہ ۷ (ہبستری)

۱۔ تعریف وطنی سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ مرد اپنا عضو تناسل کسی عورت کے فرج یا دبر میں یا کسی مذکر کے دبر میں داخل کر دے

۲۔ وطنی حرام: حرام وطنی کی تفصیل درج ذیل ہے

الف۔ لواطت: یعنی کوئی مذکر کسی اور مذکر کے دبر میں اپنا عضو تناسل داخل کر دے۔ اسکی تحریم بالاجماع ثابت ہے ۸۰۔

ب۔ جانور کے ساتھ وطنی: یہ بھی بالاجماع حرام ہے (دیکھئے مادہ حیوان نمبر ۷) اس فعل پر تعزیر واجب ہو جاتی ہے (دیکھئے مادہ تعزیر نمبر ۲)

ج۔ اجنبی عورت کے ساتھ ہبستری: اجنبی عورت سے وہ عورت مراد ہے جس پر

ہبستری کرنے والے کی کوئی ملکیت نہ ہو اور نہ ہی انکے درمیان عقد نکاح موجود ہو۔
اس وطنی میں حد زنا واجب ہوتی ہے (دیکھئے مادہ زنا)

د۔ اپنی شادی شدہ لونڈی سے ہبستری کرنا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ھ) یا مشترکہ لونڈی سے ہبستری کرنا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز ب) یا تسری کے طور پر حاصل شدہ لونڈی کو اپنی ملکیت سے خارج کرنے سے پہلے اس کی کسی محرم عورت سے جو لونڈی ہو تسری کرنا (دیکھئے مادہ تسری نمبر ۳ کا جز واؤ)

ھ۔ حیض یا نفاس والی عورت سے ہبستری کرنا (دیکھئے مادہ حیض نمبر ۳ کا جز واؤ)

و۔ بیوی کے دبر میں جنسی عمل کرنا اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایات میں اختلاف ہے۔ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۳ میں ارشاد باری ہے (نساء کم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شنتم تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں اپنی کھیتی میں جس طرف سے چاہو آؤ) اس کی تفسیر میں حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: ”چاہے تو سامنے کی طرف سے آئے اور چاہے تو پیچھے کی طرف سے آئے“^{۸۱}۔ نافع کہتے ہیں کہ جب قرآن کی تلاوت ہوتی تو حضرت ابن عمرؓ چپ چاپ تلاوت سنتے اور زبان سے کچھ نہ کہتے۔ ایک دن میں نے یہ آیت (درج بالا آیت) تلاوت کی، آپ نے فرمایا: ”تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کسی کے بارے میں نازل ہوئی میں نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: ”یہ عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کرنے کے بارے میں نازل ہوئی“^{۸۲}۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کے دبر میں جنسی عمل کر لیا پھر اس کے دل میں اپنے اس فعل کے متعلق تشویش پیدا ہو گئی اس پر اللہ تعالیٰ نے درج بالا آیت نازل فرمائی^{۸۳}۔

حضرت ابن عباس اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ حضرت ابن عمرؓ مذکورہ بالا آیت سے استنباط کرتے ہوئے بیویوں کے دبر میں جنسی عمل کے جواز کے قائل تھے لیکن ساتھ ہی وہ حضرت ابن عمرؓ پر یہ تنقید بھی کرتے کہ ان سے آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہے اور کہتے: ”اللہ ابن عمرؓ کو معاف کرے، انہیں وہم ہو گیا“^{۸۴}۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کے بیٹے سالم نے نافع کے اس قول کی تکذیب کر دی تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کے جواز کے قائل تھے۔ سالم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم بیویوں کے ساتھ تعیض

کر لیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمھیں کیا ہے؟ میں نے بتایا کہ دبر میں جنسی عمل کرنا، یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”کیا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے؟“ بلکہ یہ روایت بھی ہے کہ خود نافع نے اس شخص پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا جس نے نافع سے روایت کی تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کے دبر میں عمل جنسی کے جواز کے قائل تھے۔ ابوالنضر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام نافع سے پوچھا کہ لوگ تمہارے بارے میں یہ بات کثرت سے بیان کر رہے ہیں کہ تم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آپ عورتوں کے دبر میں عمل جنسی کے قائل تھے؟ نافع نے یہ سن کر کہا کہ ”ان لوگوں نے حضرت ابن عمرؓ کا نام لے کر ایک جھوٹ بات کی ہے اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک روز قرآن کی تلاوت ہوئی جب یہ آیت (مذکورہ بالا آیت) آئی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”نافع، تمہیں معلوم ہے کہ یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟“ میں نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”ہم قریش کے لوگ بیویوں کو الٹا لٹا کر انکے فرج میں جنسی عمل کرتے اور انصار کی خواتین نے یہود سے یہ اخذ کیا تھا کہ پہلو کے بل لٹا کر ان سے مہستری کی جائے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی“^{۸۶}۔ یعنی درج بالا آیت تاہم امام مالک نے اس روایت کی تردید کر دی ہے جس میں ذکر ہے کہ سالم نے نافع کی روایت کی تکذیب کر دی تھی۔ وہ اس طرح کہ امام مالک سے پوچھا گیا کہ لوگ سالم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ غلام یعنی نافع نے میرے والد کے نام سے جھوٹ کہا ہے، امام مالک نے جواب میں فرمایا: ”میں یزید بن رومان پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے مجھے سالم بن عبد اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نافع کی کسی ہوئی بات جیسی بات کی خبر دی ہے۔“ امام مالک ان لوگوں کی روایت کی بھی تردید کرتے ہیں جنہوں نے سعید بن یسار سے روایت کی تھی کہ حضرت ابن عمرؓ عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کی تردید کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ امام مالک سے جب یہ پوچھا گیا کہ حارث بن یعقوب ابوالجباب سعید بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ ہم لوگ لوہڑیاں خرید کر ان کے ساتھ تمھیں کرتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ تمھیں کیا ہے؟ سعید نے بتایا کہ دبر میں عمل جنسی کو تمھیں کتے ہیں جسے سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا:

بھلا کوئی مسلمان ایسا کر سکتا ہے ” یہ سن کر امام مالک نے کہا: ”میں رہیچہ پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے مجھے ابوالجباب سے اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے نافع کی کسی ہوئی بات جیسی بات کی خبر دی ہے“^{۸۷}۔

روایتوں میں درج بالا تضادات کی وجہ سے ہمارے پاس ابوالنضر کی روایت باقی رہ جاتی ہے جس میں منقول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کو حرام قرار دیا تھا۔ یہ ایک صحیح روایت ہے۔

اس طرح عورتوں کے دبر میں جنسی عمل کی ممانعت کی روایت اور جنسی عمل کی اباحت کی روایت یکجا ہو گئی ہیں۔ اور اصول یہ ہے کہ جب اباحت اور ممانعت کا اجتماع ہو جائے تو ممانعت کو اباحت پر مقدم کر دیا جائے گا۔

- ۳۔ حلال وطی: وطی یعنی ہبستری دو اسباب کی بنا پر حلال ہوتی ہے
الف۔ ملکیت کی بنا پر (مادہ تسری) میں ہم نے اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔
ب۔ عقد نکاح کی بنا پر (مادہ نکاح) میں ہم نے اس کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔
۴۔ ہبستری کے احکام

الف۔ مونث کے ساتھ ہبستری دو باتوں میں سے ایک بات پر منتج ہوگی اول یا تو مر لازم ہو جائے گا (دیکھئے مادہ نمبر ۲ کا جز ۱) بشرطیکہ نکاح درست طریقے سے ہوا ہو یا شبہ کے ساتھ ہوا ہو یا شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو گئی ہو یا پھر حد لازم ہو جائے گی۔ یہ اس صورت میں ہوگی جب کہ اجنبی عورت کے ساتھ خالصتاً حرام ہبستری ہوئی ہو (دیکھئے مادہ زنا)

ب۔ الزلیعی نے ”تبيين الحقائق“ میں حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ مرد کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ وہ ہبستری کے دوران اپنی بیوی کی شرمگاہ کو بھی دیکھے تاکہ یہ بات لذت جماع کے حصول میں زیادہ موثر بن جائے۔^{۸۸}۔

ج۔ جنبی شخص اگر ہبستری کا ارادہ کرے تو اس کے لئے وضو کر لینا مستحب ہوگا (دیکھئے مادہ جتاہ نمبر ۲ کا جز ج)

د۔ جس شخص کے پانی نہ ہو اس کے لئے ہبستری مکروہ نہیں بلکہ وہ ہبستری کے بعد حدث دور کرنے کے لئے تیمم کر لے (دیکھئے مادہ تیمم نمبر ۲)

۵۔ ہبستری کے اندر عزل اصل کے اعتبار سے مباح ہے تاہم حرہ سے اس کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے (دیکھئے مادہ عزل)

۶۔ ہبستری حج کو فاسد کر دیتی ہے (دیکھئے مادہ حج نمبر ۳۸) اور روزے کو بھی (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۷ کا جز الف) نیز اعتکاف کو بھی۔ احرام والے پر اس سے باز رہنا واجب ہے (دیکھئے مادہ احرام نمبر ۶ کا جز م)

۷۔ مدبرہ لونڈی کے ساتھ ہبستری (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶)

۸۔ ہبستری کے نتیجے میں غسل کا وجوب (دیکھئے مادہ غسل نمبر ۲ کے جز ی کا جز ۱)

۹۔ بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں ہبستری نہ کی گئی ہو (دیکھئے مادہ طلاق نمبر ۴ کا جز ج)

وقف (وقف کرنا)

۱۔ تعریف وقف کرنا یہ ہے کہ اصل مال کو محبوس رکھا جائے اور اس کے ثمرات تبرع کے طور پر دے دیئے جائیں۔

۲۔ اس کی مشروعیت: حضرت ابن عمرؓ وقف کو مشروع سمجھتے تھے خواہ یہ غیر منقولہ مال ہو یا جانور۔ آپ نے اپنا مکان وقف کر دیا تھا^{۸۹}۔ اور حضرت عمرؓ کے مکان میں اپنا حصہ اپنی آل کے ضرور تمند افراد کے لئے وقف کر دیا تھا^{۹۰}۔

جانور کو وقف کرنے کا جواز حضرت ابن عمرؓ کی روایت کردہ اس حدیث کی بنا پر ہے جس میں ذکر ہے کہ اللہ کی راہ میں سواری کرنے کے لئے آپ کو ایک گھوڑا دے دیا گیا تھا^{۹۱}۔

۳۔ وقف سے واقف کا فائدہ اٹھانا: واقف کے لئے اپنی زندگی میں وقف شدہ مال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنا مکان وقف کر دیا تھا اور اس کے ایک حصے میں اپنی رہائش رکھی تھی^{۹۲}۔

۴۔ وقف کی تولیت: واقف کے لئے وقف کی تولیت جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ وہ اپنی زندگی میں یا اپنی موت کے بعد تولیت کا معاملہ اپنے خاندان کے کسی فرد کے سپرد کر دے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی زندگی بھر اپنے وقف کی تولیت کی۔ پھر آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیٹی حضرت حفصہؓ اس وقف کی متولیہ بنیں اور ان کے بعد حضرت ابن

عمرؓ متولی بنے ۹۳۔

وکالتہ (کارندگی)

۱۔ تعریف کسی کو اپنا کوئی معاملہ سپرد کر دینا اور تصرف کے لئے اسے اپنا قائم مقام بنادینا وکالتہ کہلاتا ہے۔

۲۔ کن امور میں وکالتہ جائز ہوتا ہے؟ وکالتہ بہت سے امور میں جائز ہوتا ہے۔ ان میں سے حضرت ابن عمرؓ سے منقول امور کا ذکر درج ذیل ہے۔

الف۔ ہر مالی حق یا ایسے عقد کے اندر جس پر مالی التزام مترتب ہوتا ہے مثلاً خرید و فروخت اور نکاح وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ نے بیع صرف (سونے چاندی کی بیع) کے اندر کارندہ یعنی وکیل مقرر کیا تھا ۹۴۔ نیز خریداری کے سلسلے میں بھی وکیل بنایا تھا۔ جابر نے ایک شخص سے جس کا نام انہوں نے ذکر کیا روایت کی ہے کہ مذکورہ شخص نے حضرت ابن عمرؓ کے لئے بصرہ سے ایک لونڈی خریدی۔ جب لونڈی آپ کے سامنے پیش ہوئی تو رونے لگی۔ آپ نے رونے کی وجہ پوچھی۔ لونڈی نے کہا کہ مجھے اپنا باپ یاد آگیا۔ یہ سن کر آپ نے اسے آزاد کر دیا ۹۵۔ آپ نے نکاح کے سلسلے میں بھی وکیل بنایا تھا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کا جز ب)

ب۔ ایسے کام سرانجام دینے کے لئے بھی وکالتہ درست ہوتا ہے جن کے اندر کسی معین کاری گر کی شرط نہیں ہوتی مثلاً ایک مال قبضے میں لینے کے لئے کسی کو وکیل مقرر کرنا اور صدقات جمع کرنے کے لئے توکیل کیونکہ اس میں صدقات جمع کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ مد نظر نہیں رکھا جاتا کہ جمع کرنے والا زید ہے یا عمرو۔ نافع نے روایت کی ہے کہ ایک شخص کو صدقات جمع کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے میرے بارے میں اس سے بات کی وہ مجھے بھی اپنے ساتھ شامل کر لے۔ چنانچہ اس نے مجھے شامل کر لیا لیکن اپنے ساتھ لے چلنے سے مجھے رخصت دے دی اور پھر میں اپنی جگہ مقیم رہا اور میرا حصہ اس نے مجھے دے دیا ۹۶۔

ج۔ بدنی عبادات مثلاً روزہ نماز وغیرہ میں وکالتہ درست نہیں ہوتا۔ (دیکھئے مادہ صیام نمبر ۳)

د۔ بدنی اور مالی دونوں سے مرکب عبادت مثلاً حج اور عمرہ کے اندر عجز کی حالت

کے سوا وکالہ درست نہیں ہوتا۔
 اگر عجز کی کیفیت موجود نہ ہو تو کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ توجہ کر سکتا ہے اور
 نہ ہی عمرہ (دیکھئے مادہ ج نمبر ۴ نیز نمبر ۸ کا جز ب)
 حج میں رمی جمار کے اندر نیابت (دیکھئے مادہ ج نمبر ۲۲ کا جز واد)
 ولاء (ولاء)

- ۱۔ تعریف: ولاء وہ حکمی قرابت داری ہے جس کا سبب حق یا عقد ہوتا ہے۔
- ۲۔ ولاء ساقط کر دینا اور اسے ختم کر دینا
- الف۔ ولاء کا اسقاط: حضرت ابن عمرؓ ولاء کے اسقاط کے جواز کے قائل تھے اس لئے کہ
 ولاء ایک حق ہے اور شخص حقوق کا اسقاط جائز ہوتا ہے۔ بتائیں اگر کوئی شخص اپنا
 غلام سائبہ کے طور پر یعنی اس سے ولاء ساقط کر کے آزاد کر دے تو اس سے ولاء کا
 سقوط ہو جائے گا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۳ کا جز ج)
- ب۔ ولاء کو ختم کرنا: حضرت ابن عمرؓ اس کے جواز کے قائل نہیں تھے۔ ”مصنف
 عبدالرزاق“ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ولاء کی بیع کو انتہائی طور پر ناپسند کرتے
 تھے۔ آپ اس بات کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ ایک شخص اپنے موالی کو چھوڑ کر کسی
 اور سے ولاء کا رشتہ جوڑ لے یا ولاء کا ہیہ کر دیا جائے ۹۷۔
- ج۔ انتقال ولاء: آزاد کرنے والے کے لئے آزاد کردہ غلام پر ولاء کا ثبوت ہوتا ہے۔
 جب آزاد کرنے والا مر جائے تو اس کے قریب ترین عصبہ کی طرف اس کا انتقال ہو جاتا
 ہے اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی رائے تھی کہ ولاء مذکورہ عصبہ کے لئے ہے ۹۸۔
- ۳۔ ولاء پر مرتب ہونے والے اثرات: اس پر دو اثرات مرتب ہوتے ہیں ایک اثر تو
 معنوی ہوتا ہے اور دوسرا مادی
- الف۔ معنوی اثر یہ ہے کہ ولاء والے اور جس پر ولاء ہے کے درمیان مواصلت اور
 رابطہ ہو جاتا ہے۔
- ب۔ مادی اثر یہ ہے کہ جس پر ولاء ثابت ہو جائے اس کی وفات پر ورعاء کی عدم
 موجودگی میں ولاء والا اس کا وارث بن جاتا ہے۔ اس موضوع پر ہماری تفصیلی گفتگو
 (مادہ ارث نمبر ۳ کے جز ج) نیز (مادہ ترکۃ نمبر ۲ کے جز د) میں گذر چکی ہے۔

ولایت (سرپرستی)

۱۔ تعریف: تصرفات پر لگی ہوئی پابندی والے یعنی مجبور شخص کے اموال کی حفاظت اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال کے لئے کسی بالغ اور عقلمند شخص کا قیام ولایت کہلاتا ہے۔

۲۔ ولی کے تصرفات

۱۔ ولی کے لئے جائز نہیں کہ وہ مجبور شخص کے اموال میں ایسے تصرفات کرے جو اس کے لئے خالص نقصان کے باعث ہوں مثلاً اس کا مال ہبہ یا صدقہ کر دینا (دیکھئے مادہ جبرع نمبر ۳ کا جز ب) اس میں مجبور پر واجب شدہ حقوق کی ادائیگی شامل نہیں ہے خواہ یہ حقوق اللہ ہوں مثلاً زکوٰۃ وغیرہ یا یہ حقوق العباد ہوں مثلاً دین اور نفقہ کی ادائیگی۔ حضرت ابن عمرؓ چند قیموں کے ولی یعنی سرپرست بنے تھے آپ ان کے مال کی زکوٰۃ ادا کرتے تھے (دیکھئے مادہ زکوٰۃ نمبر ۳ کا جز الف)

۲۔ ایسے تصرفات جن کے اندر نفع اور نقصان کے دونوں پہلو موجود ہوں، ولی کے لئے مجبور کے مال میں یہ تصرفات جائز ہیں مثلاً خرید و فروخت وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ چند قیموں کے ولی بنے تھے ان کے لئے آپ نے ایک مکان خریدا تھا اور مکان کی قیمت ان کے مال سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا ادا کی تھی^{۹۹}۔ اسی طرح مجبور کے مال کو تجارت میں لگا دینا ولی کے لئے جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو جائز قرار دیتے تھے کہ ولی مجبور کے مال سے خود مضاربہ کرے یا منافع کے اندر ایک معین حصے کے بدلے مذکورہ مال کسی کو مضاربہ پر دے دے^{۱۰۰}۔

۳۔ مجبور کے مال کو فائدہ دینے والے تصرفات کا جہاں تک تعلق ہے تو ولی ان تصرفات کا خاص اہتمام کرے کیونکہ ان کے ذریعے ایک طرف تو مجبور کا مال محفوظ ہو جائے گا اور دوسری طرف اس کا مال بڑھ بھی جائے گا مثلاً مجبور کے لئے ہبہ قبول کرنا یا اگر مذکورہ مال تلف ہونے کا خطرہ ہو تو اسے قرض کے طور پر لے لیتا۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی سرپرستی میں موجود قیموں کا مال قرض کے طور پر لے لیتے تاکہ اسے تلف ہونے سے محفوظ کر دیں^{۱۰۱}۔ ابن سعد نے ”اللبقات“ کے اندر روایت کی ہے کہ جب

حضرت زیدؓ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے ان کا مال ان کی اولاد کے حوالے کر دیا۔ نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ اس مال سے قرض دیتے اور اپنے لئے قرض لیتے اور پھر جنگ کے اندر اس مال سے مذکورہ اولاد کے لئے تجارت کرتے^{۱۲}۔ اگر دلی مجبور کا مال اس نیت سے قرض لے کہ اس کے ذریعے اپنا مال بڑھائے تو حضرت ابن عمرؓ اس صورت کو جائز قرار نہیں دیتے تھے۔ اسی مفہوم پر حضرت ابن عمرؓ کی اس تفسیر کو محمول کیا جائے گا جو آپ نے سورہ انعام آیت نمبر ۱۵۲ کے سلسلے میں بیان کی تھی۔ ارشاد باری ہے (ولا تقرؤا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتی یبلغ اشدہ اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر صرف ایسے طریقے سے جو سب سے بہتر ہو یہاں تک کہ یتیم اپنے سن رشد کو پہنچ جائے) آپ نے اس کی تفسیر میں فرمایا: ”اس کے مال سے کسی کو قرض نہ دو“^{۱۳}۔

ب۔ ولی کے غیر مالی تصرفات

۱۔ ولی اگر باپ ہو تو اس کے لئے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہو گا اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح اپنی بھتیجی سے کر دیا تھا^{۱۴}۔ البتہ باپ کے سوا کسی اور ولی کے لئے اجازت کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں ہو گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت قدامہ بن مغنوںؓ نے اپنی بھتیجی کا نکاح حضرت ابن عمرؓ سے کر دیا۔ یہ معاملہ جب حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ یتیم لڑکی ہے اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا“^{۱۵}۔

۲۔ عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا اور ولی ہی اس کی طرف سے عقد نکاح کا کام سرانجام دے گا (دیکھئے مادہ نکاح نمبر ۴ کے جزب کا جز ج)

ولد (بیٹا، بیٹی)

باپ پر اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت واجب ہے (دیکھئے مادہ اب)
نسب کے اندر ولد اپنے باپ کا تابع ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نسب نمبر ۹) اور غلامی کے اندر اپنی ماں کا (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۴ کے جز د کا جز ۲)
عطیات کے اندر اولاد کے درمیان مساوات قائم کرنا (دیکھئے مادہ جتہ نمبر ۳)

لعان کرنے والی عورت کے بچے کی میراث (دیکھئے مادہ ارث نمبر ۶)
اگر باپ کی ملکیت میں اس کا ولد آجائے تو وہ اس پر آزاد ہو جائے گا (دیکھئے مادہ
رق نمبر ۷ کا جز ج)

کفارات وغیرہ میں ولد الزنا کو آزاد کرنا (دیکھئے مادہ رق نمبر ۸ کا جز د) نیز (مادہ کفارة
نمبر ۳ کا جز الف)

مدبرہ لونڈی کی اولاد اپنی ماں جیسی حیثیت والی ہوتی ہے (دیکھئے مادہ رق نمبر ۶ کا جز
ھ) نیز (مادہ بیع نمبر ۳ کا جز ج)

ولد زنا کے جنازے کی نماز کی مشروعیت (دیکھئے مادہ صلاۃ نمبر ۴۰ کے جز الف کا جز
۳)

اگر جانور کو ہدی کے طور پر متعین کر دیا جائے اور پھر اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو ماں
کے ساتھ بچہ بھی ذبح کیا جائے گا (دیکھئے مادہ ہدی نمبر ۲ کا جز ھ) نیز (مادہ انحیتہ نمبر ۹)
ولیمتہ (ولیمہ)

شادی کے موقعہ پر تیار کئے جانے والے کھانے کو ولیمہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ دعوة)

حرف الواو میں مذکورہ

حوالہ جات

- ۱۔ بخاری شریف فی الذبائح باب الوسم والعلم فی الصورة
- ۲۔ سنن بیہقی ص ۱۲۱ ج ۴
- ۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷۰ ج ۱
- ۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ب ج ۱
- ۵۔ عبدالرزاق ص ۱۵۲ ج ۱
- ۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ب ج ۱
- ۷۔ بخاری فی الذبائح باب الوسم والعلم فی الصورة
- ۸۔ بخاری اور مسلم کتاب الوصایا ابو داؤد فی الوصایا باب ما یومر بہ من الوصیۃ نسائی فی الوصایا باب کراہیۃ التأخیر فی الوصیۃ ترمذی فی الجناز باب الحث علی الوصیۃ الموطا ص ۷۶ ج ۲ عبدالرزاق ص ۵۶ ج ۹، الحلی ص ۳۱۲ ج ۹ طبقات ابن سعد ص ۱۳ ج ۴
- ۹۔ کنز العمال نمبر ۴۶۱۱۰
- ۱۰۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۴ ج ۴
- ۱۱۔ طبقات ابن سعد ص ۱۸۷ ج ۴
- ۱۲۔ عبدالرزاق ص ۶۷ ج ۹، کنز العمال نمبر

۴۶۱۱۲

- ۱۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲
- عبدالرزاق ص ۱۵۸ ج ۹، سنن سعید بن منصور ص ۱۰۱/۱ ج ۳، الحلی ص ۳۳۳ ج ۹، کنز العمال نمبر ۴۶۱۱۱، سنن دارمی ص ۴۲۲ ج ۲، المغنی ص ۳۸۷ ج ۹
- ۱۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲
- ۱۵۔ حوالہ درج بالا
- ۱۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۸ ج ۲، تفسیر طبری ص ۷۰ ج ۲، سنن بیہقی ص ۲۶۵ ج ۶، المغنی ص ۶۲ ج ۶
- ۱۷۔ المغنی ص ۵۱۰ ج ۲
- ۱۸۔ الاموال ص ۶۰۹
- ۱۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲، المغنی ص ۱۳۴ ج ۶
- ۲۰۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۷۷ ج ۲
- ۲۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۸ ج ۱
- ۲۲۔ شرح معانی الآثار ص ۲۵ ج ۱، المغنی ص ۱۳۳ ج ۱، کشف الغمہ ص ۸۵ ج ۱
- ۲۳۔ سنن دارمی ص ۱۶۹ ج ۱، عبدالرزاق ص ۵۸ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۲۲ ج ۲
- ۲۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۶ ج ۱
- ۲۵۔ کشف الغمہ ص ۵۰ ج ۱
- ۲۶۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱

- ۳۳۔ شرح معانی الآثار ص ۲۰ ج ۱
عبدالرزاق ص ۱۱ ج ۱ ابن ابی شیبہ ص ۴
ب ج ۱ المجموع ص ۴۵۳ ج ۱
۳۴۔ الموطا ص ۳۷ ج ۱ سنن بیہقی ص ۶۵
ج ۱ معرفۃ السنن والآثار ص ۲۳۶ ج ۱
تفسیر قرطبی ص ۹۱ ج ۶ شرح السنہ ص ۴۴
ج ۱ الاستذکار ص ۲۵۰ ج ۱ المغنی ص ۱۰۶
ج ۱
۳۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۳ ب ج ۱
۳۶۔ عبدالرزاق ص ۱۱ ج ۱ کشف الغمہ ص
۴۸ ج ۱
۳۷۔ شرح معانی الآثار ص ۴ ج ۱ ابن ابی
شیبہ ص ۴ ب ج ۱
۳۸۔ تفسیر ابن کثیر ص ۲۵ ج ۲
۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۳ ب ج ۱
عبدالرزاق ص ۲۴ ج ۱
۵۰۔ عبدالرزاق ص ۲۴ ج ۱
۵۱۔ سنن بیہقی ص ۸۴ ج ۱ الموطا ص ۴۳
ج ۱ الام ص ۲۵۰ ج ۷ الاستذکار ص
۲۷۷ ج ۱ الحل ص ۶۹ ج ۲ معرفۃ السنن
والآثار ص ۲۴۵ ج ۱ شرح السنہ ص ۴۴۶
ج ۱ المجموع ص ۴۹۲ ج ۱
۵۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۵ ج ۱
۵۳۔ کشف الغمہ ص ۵۰ ج ۱

- ۲۷۔ عبدالرزاق ص ۳۷ ج ۲
۲۸۔ کشف الغمہ ص ۷۷ ج ۱
۲۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱
۳۰۔ عبدالرزاق ص ۴۳ ج ۱
۳۱۔ ابن ابی شیبہ ص ۳ ج ۱
۳۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۷ ب ج ۱ المجموع
ص ۴۳۶ ج ۱
۳۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ب ج ۱
۳۴۔ تفسیر قرطبی ص ۸۴ ج ۶ المجموع ص
۴۱۳ ج ۱ المغنی ص ۱۰۷ ج ۱
۳۵۔ نیل الاوطار ص ۱۷۴ ج ۱
۳۶۔ عبدالرزاق ص ۲۵۹ ج ۱
۳۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۱ ج ۱
۳۸۔ ابن ابی شیبہ ص ۵ ج ۱ عبدالرزاق
ص ۱۰ ج ۱
۳۹۔ ابن ابی شیبہ ص ۴ ج ۱ عبدالرزاق
ص ۷ ج ۱ المجموع ص ۴۷۳ ج ۱ المغنی
ص ۱۱۷ ج ۱
۴۰۔ المجموع ص ۴۴۰ ج ۱
۴۱۔ احکام القرآن ص ۳۴۲ ج ۲
۴۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۸ ب ج ۱ ص ۴
ج ۱ عبدالرزاق ص ۶ ج ۱ الحل ص ۵۳
ج ۲ الاستذکار ص ۱۶۶ ج ۱ المغنی ص ۱۲۵
ج ۱

- ۵۳۔ الموطا ص ۵۵ ج ۱، الام ص ۲۴ ج ۲
 ۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵ ب ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۵۶ ج ۱
 ۵۵۔ المحلی ص ۲۵۹ ج ۱، الاستذکار ص ۲۸۸ ج ۱، المغنی ص ۱۸۴ ج ۱
 ۵۶۔ المجموع ص ۵۸ ج ۲
 ۵۷۔ الام ص ۲۵۰ ج ۷، معرفۃ السنن والآثار ص ۲۹۹ ج ۱
 ۵۸۔ عبدالرزاق ص ۱۳۰ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۱، الموطا ص ۱۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۲۰ ج ۱، معرفۃ السنن والآثار ص ۱۹۷ ج ۱، الام ص ۲۴۹ ج ۷، احکام القرآن ص ۳۳۱ ج ۲، المحلی ص ۲۲۲ ج ۱، الام شرح السنہ ص ۳۳۸ ج ۱، المجموع ص ۲۰ ج ۲، طرح التریب ص ۴۹ ج ۲
 ۵۹۔ سنن بیہقی ص ۱۱۹ ج ۱
 ۶۰۔ عبدالرزاق ص ۱۱۵ ج ۱، المحلی ص ۲۳۷ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۴۲ ج ۱، الاستذکار ص ۳۱۲ ج ۱، المغنی ص ۱۷۸ ج ۱، الاعتبار ص ۴۲، المجموع ص ۴۳ ج ۲
 ۶۱۔ الموطا ص ۶۰ ج ۱، معرفۃ السنن والآثار ص ۳۳۹ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۱ ج ۱
 ۶۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۲۷ ج ۱
 ۶۳۔ سنن بیہقی ص ۱۳۱ ج ۱، شرح السنہ ص ۱۳ ج ۲
 ۶۴۔ عبدالرزاق ص ۱۷۱ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۲۸ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۸ ج ۱
 ۶۵۔ الموطا ص ۶۴ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۲۴ ج ۱، معرفۃ السنن والآثار ص ۳۱۰ ج ۱، عبدالرزاق ص ۱۳۲ ج ۱، ابن ابی شیبہ ص ۸ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۳ ج ۱، الاستذکار ص ۳۱۹ ج ۱، شرح السنہ ص ۳۴۵ ج ۱، المغنی ص ۱۹۲ ج ۱، المجموع ص ۳۱ ج ۱، کشف الغمہ ص ۵۶ ج ۱
 ۶۶۔ آثار محمد بن الحسن نمبر ۱۷
 ۶۷۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ب ج ۱
 ۶۸۔ سنن بیہقی ص ۱۳۸ ج ۱
 ۶۹۔ عبدالرزاق ص ۱۱۲ ج ۱، سنن بیہقی ص ۱۳۹ ج ۱، ۲۵۵ ج ۱
 ۷۰۔ المحلی ص ۲۴۳ ج ۱، المغنی ص ۱۹۱ ج ۱، الاعتبار ص ۴۹ ج ۱، المجموع ص ۶۱ ج ۲
 ۷۱۔ عبدالرزاق ص ۱۷۴ ج ۱
 ۷۲۔ شرح السنہ ص ۳۴۸ ج ۱
 ۷۳۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ج ۱
 ۷۴۔ ابن ابی شیبہ ص ۸ ب ج ۱
 ۷۵۔ ابن ابی شیبہ ص ۹ ج ۱
 ۷۶۔ المغنی ص ۱۹۲ ج ۱

- ۷۷۔ سبل السلام ص ۶۹ ج ۱
 ۷۸۔ الموطا ص ۱۸ ج ۱، سنن بیہقی ص ۳۰۷ ج ۱، عبد الرزاق ص ۴۰۸ ج ۳
 ۷۹۔ عبد الرزاق ص ۳۱ ج ۱
 ۸۰۔ مراتب الایمان لابن حزم ص ۱۳۱
 ۸۱۔ الدر المنثور ص ۲۶۵ ج ۱، تفسیر طبری ص ۲۳۴ ج ۲، المغنی ص ۲۲ ج ۷، صحیح البخاری فی تفسیر ”نساء کم حث لکم“
 ۸۲۔ تفسیر طبری ص ۲۳۳ ج ۲
 ۸۳۔ تفسیر طبری ص ۲۳۴ ج ۲
 ۸۴۔ ابوداؤد فی النکاح، الحاکم ص ۱۹۵ ج ۲
 الدر المنثور ص ۲۶۳ ج ۱، تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۱ ج ۱
 ۸۵۔ احکام القرآن ص ۳۵۲ ج ۱، المحلی ص ۹۶ ج ۱۰
 ۸۶۔ احکام القرآن ص ۳۵۲ ج ۱، تفسیر قرطبی ص ۹۲ ج ۳، تفسیر ابن کثیر ص ۲۶۳ ج ۱، سنن نسائی
 ۸۷۔ تفسیر طبری ص ۲۳۳ ج ۲
 الدر المنثور ص ۲۶۶ ج ۱، المحلی ص ۹۶ ج ۱۰
 ۸۸۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۸ ج ۶
 ۸۹۔ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۶
 ۹۰۔ شرح السنہ ص ۲۸۵ ج ۸، المحلی ص ۱۸۰ ج ۹
 ۹۱۔ التفسیر قرطبی ص ۳۸ ج ۸
 ۹۲۔ سنن بیہقی ص ۱۶۱ ج ۶
 ۹۳۔ المغنی ص ۵۵۲ ج ۵
 ۹۴۔ شرح السنہ ص ۲۱۹ ج ۸، طبقات ابن سعد ص ۱۶۴ ج ۴
 ۹۵۔ عبد الرزاق ص ۳۰۹ ج ۸
 ۹۶۔ سنن بیہقی ص ۱۶ ج ۷
 ۹۷۔ عبد الرزاق ص ۶۵ ج ۹، المغنی ص ۳۵۲ ج ۲
 ۹۸۔ المغنی ص ۳۵۲ ج ۳، ۳۷۶ ج ۶
 ۹۹۔ سنن بیہقی ص ۳ ج ۶
 ۱۰۰۔ المغنی ص ۲۳۹ ج ۴
 ۱۰۱۔ المحلی ص ۳۲۴ ج ۸، ص ۱۰۰ ج ۶
 عبد الرزاق ص ۷۰ ج ۹۸، ۴ سنن بیہقی ص ۳ ج ۶، ص ۱۴۹ ج ۴، الاموال ص ۴۵۱
 ۱۰۲۔ ابن سعد ص ۱۷۳ ج ۳، ص ۲۹۲ ج ۱
 ۱۰۳۔ عبد الرزاق ص ۹۴ ج ۹
 ۱۰۴۔ کشف الغمہ ص ۶۰ ج ۲، المغنی ص ۴۹۹ ج ۶
 ۱۰۵۔ المغنی ص ۴۹۰ ج ۶

حرف الیاء

یتیم (یتیم)

۱- تعریف: یتیم اس بچے کو کہتے ہیں جس کا باپ اس کے بالغ ہونے سے پہلے فوت ہو جائے۔

۲- یتیم کی ولایت یعنی سرپرستی (دیکھئے مادہ ولایت)

یتیم کا ولی یتیم کے مال سے اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا (دیکھئے مادہ زکاۃ نمبر ۳ کا جز الف)

ید (ہاتھ)

۱- تعریف: ید کا اطلاق بعض دفعہ تو بچے سے لے کر اگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے اور بعض دفعہ کسی سے لے کر اگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔

۲- ہاتھ کے احکام: ہاتھوں کو پانی کے برتن میں داخل کرنے سے پہلے انہیں پسینوں تک دھولینا (دیکھئے مادہ غسل الیدین نمبر ۲) نیز (مادہ وضوء نمبر ۳ کا جز ج)

وضوء کے اندر دونوں ہاتھ کنبیوں تک دھونا (دیکھئے مادہ وضوء نمبر ۴ کا جز ج) چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا (دیکھئے مادہ سرقت نمبر ۲)

اذان کے اندر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھنا (دیکھئے مادہ اذان نمبر ۹)

یَمِین (قسم)

۱- تعریف: یمین حلف کو کہتے ہیں اس کے ذریعے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر ابھارا جاتا ہے یا کسی کام کے اثبات یا اس کی نفی کی تاکید کی جاتی ہے

۲- یمین کا صیغہ

الف - کس نام سے حلف اٹھانا جائز یا ناجائز ہوتا ہے؟۔ لفظ اللہ کے ذریعے یا اس کے اسماء میں سے کس اسم کے ذریعے یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کے ذریعے حلف اٹھانا جائز ہے حضرت ابن عمرؓ قائل کے قول ”وایم اللہ“ کو یمین تصور کرتے تھے۔ ا

اسی طرح قائل کے قول ”اقسم“ (میں قسم کھاتا ہوں) کو یمین شمار کرتے اور فرماتے ”قسم یمین ہے“۔ ۲

اللہ کے نام کی قسم کے ساتھ کسی ایسے لفظ کو ملا دینا جائز نہیں جو مخلوقات کے ساتھ مشابہت سے اس کی ذات کو پاک نہ رکھنے کا احساس پیدا کرتا ہو۔ حضرت ابن عمرؓ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ کوئی شخص ان الفاظ کے ذریعے قسم کھائے کہ ”خدا کی قسم جہاں بھی خدا ہو“^۳ کیونکہ اس لفظ سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ کو مکان و مکانیت کی حاجت ہے یا اللہ کسی مکان میں موجود ہے۔ یہ چیز مخلوقات کی صفات سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ کے سوا کسی اور کے نام کے ذریعے قسم کھانا جائز نہیں ہے مثلاً آباء اجداد کے ناموں کی نیز کعبہ وغیرہ کی قسم کھانا۔ کیونکہ اس میں مخلوق کے مقام کو خالق کے مقام تک بلند کرنے کا پہلو ہے۔ اور یہ بات اس لئے جائز نہیں کہ اس میں اللہ سبحانہ کے ساتھ شرک کا شبہ موجود ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے: ”اللہ کے نام سے جھوٹی قسم کھانا غیر اللہ کے نام سے سچی قسم کھانے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہے“^۴ آپ نے ایک شخص کو ”لاوا کعبۃ“ (نہیں، کعبہ کی قسم نہیں) کہتے ہوئے سنا تو فرمایا: ”غیر اللہ کے نام کی قسم نہ کھاؤ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ: ”جو شخص غیر اللہ کی قسم اٹھائے اس نے کفر کیا یا شرک“^۵۔

ب۔ اللہ کے نام کی قسم کا حکم حاصل کر لینے والی صورت؟ جس صورت پر قسم کا حکم عائد ہوتا ہے اور اسے توڑ دینے پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنی ذات پر کوئی ایسی بات واجب کر دے جو اسے ناپسند ہوتا کہ اس کے ذریعے کسی فعل سے روک دے یا کسی فعل پر ابھارے۔ ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ میری ایک آزاد کردہ لونڈی لیلیٰ بنت الجہماء نے مجھ سے کہا: ”اگر تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو تو میرا ہر مملوک آزاد اور میرا ہر مال ہدی ہے اور میں یہودیہ یا نصرانیہ ہو جاؤں“ ابو رافع کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی زینب کے پاس گیا زینب کی حیثیت یہ تھی کہ فقہ کی بصیرت رکھنے والی خواتین میں ان کا ہی ذکر ہوتا۔ لیلیٰ بھی میرے ساتھ ان کے پاس گئی۔ زینب نے پوچھا کہ آیا مکان میں ہاروت ماروت ہیں؟ لیلیٰ نے کہا: ”زینب! اللہ مجھے تم پر قربان کر دے! اصل بات یہ ہے کہ میں نے ابو رافع سے کہا کہ: ”اگر تم اپنی بیوی کو طلاق نہ دو تو میرا ہر مملوک آزاد ہے اور میں یہودیہ اور نصرانیہ بن جاؤں“ یہ سن کر زینب نے کہا: ”یہودیہ اور نصرانیہ؟ تم اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان سے ہٹ جاؤ“ ابو رافع کہتے ہیں کہ لیلیٰ نے گویا زینب کی بات قبول نہیں کی۔ میں ام

المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس گیا۔ میرے ہاتھ لیلیٰ نے ام المومنین کو پیغام بھیجا کہ اس نے اس طرح قسم کھائی ہے۔ حضرت حفصہ نے قسم کی تفصیل سن کر فرمایا: ”یہودیہ اور نصرانیہ؟“ اور پھر لیلیٰ کو میری بیوی اور میرے درمیان سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن لیلیٰ نے ان کی بھی یہ بات قبول کرنے سے گویا انکار کر دیا پھر میں حضرت ابن عمرؓ کے پاس گیا۔ آپ میرے ساتھ لیلیٰ کے پاس گئے۔ جب آپ نے سلام کہا تو لیلیٰ آپ کی آواز پہچان گئی اور کہنے لگی: ”میرے باپ آپ پر اور میرے آباء آپ کے والد پر قربان ہوں!“ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”تم پتھریا لوہے کی بنی ہوئی ہو یا کسی اور چیز کی؟ تمہیں زینب نے فتویٰ دیا، تمہیں ام المومنین نے فتویٰ دیا لیکن تم نے دونوں کی بات نہیں مانی“ یہ سنا لیلیٰ نے کہا: ”ابو عبد الرحمن! اللہ مجھے آپ پر قربان کر دے! میں نے کہا ہے کہ میرا ہر مملوک آزاد اور ہر مال ہدی ہے اور میں یہودیہ یا نصرانیہ بن جاؤں! یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”یہودیہ یا نصرانیہ؟“ اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو اور اس شخص اور اس کی بیوی کے درمیان سے ہٹ جاؤ“۔ یعنی ان کے پیچھا چھوڑ دو، یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے لیلیٰ کی طرف سے اپنی ذات پر مذکورہ باتوں کے ایجاب کو اللہ کے نام پر قسم اٹھانے کے قائم مقام قرار دیا اسی صورت کو نذر بصورت قسم کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے اسے توڑ دینے کی صورت میں کفارہ واجب کر دیا۔

حضرت ابن عمرؓ سے ایک اور روایت کے مطابق آپ نے رائے دی تھی کہ جہاں تک مملوک آزاد کرنے کا معاملہ ہے تو یہ واجب ہو جاتا ہے۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ مذکورہ مال میں سے زکوٰۃ کی مقدار ادا کر دینا اس کا کفارہ ہے۔ آل ذی الصبح کی ایک خاتون نے کہا تھا کہ: ”اگر میرا شوہر فلاں کام نہ کرے تو میرا مال فی سبیل اللہ ہے اور میری لونڈی آزاد ہے“ بیوی نے یہ بات کسی ایسے کام کے سلسلے میں کہی تھی جسے اس کا شوہر ناپسند کرتا تھا۔ ادھر شوہر نے قسم اٹھالی کہ وہ مذکورہ کام نہیں کرے گا۔ پھر یہ مسئلہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا دونوں حضرات نے فرمایا کہ جہاں تک لونڈی کا تعلق ہے تو وہ آزاد ہو جائے گی اور جہاں تک مال کا تعلق ہے تو وہ اپنے مال کی زکوٰۃ کا صدقہ کرے گی۔

ح۔ قسم کی تعلیق یعنی اشتناء: اگر کوئی شخص قسم کا حلف اٹھائے اور ساتھ ہی اشتناء

کردے مثلاً کہے: ”میں یہ کام ضرور کروں گا اگر اللہ چاہے“ تو اگر وہ استثناء یعنی ”اگر اللہ چاہے“ کا ذکر قسم کے ساتھ ہی کرے اور پھر قسم توڑ دے تو اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ استثناء کا ذکر قسم کھانے کے بعد وقفے سے کرے اور پھر اپنی قسم توڑ دے تو اس پر کفارہ لازم ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”ہر موصول استثناء کے اندر قسم توڑ دینے پر کوئی کفارہ لازم نہیں آئے گا اور اگر استثناء غیر موصول ہو تو قسم کھانے والا قسم توڑنے پر حائث قرار پائے گا“^۸۔ (دیکھئے مادہ استثناء نمبر ۲ کا جز الف) نیز فرمایا: ”اگر کوئی شخص کہے ”واللہ“ (خدا کی قسم) اور پھر انشاء اللہ کہے“ اور جس کام کے کرنے کا حلف اٹھایا ہو اسے نہ کرے تو وہ حائث نہیں ہوگا^۹۔ یعنی اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ آپ خود قسم کھاتے ہوئے کہتے: ”خدا کی قسم“ میں فلاں کام نہیں کروں گا، اگر اللہ چاہے“ پھر آپ وہ کام کر لیتے اور کفارہ ادا نہ کرتے^{۱۰}۔

۲۔ قسم کی تغلیظ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کے جز ج کا جز ۲)

۳۔ قسم کی انواع قسم کی تین قسمیں ہیں۔

الف۔ یمین لغو، یہ وہ قسم ہے جو بلا قصد زبان سے ادا ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”لغو کی صورت یہ ہے (لا، واللہ، بلی واللہ)“۔ ایسی قسم پر کفارہ لازم نہیں ہوتا کیونکہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۸۹ میں ارشاد باری ہے (لَا يُوَاحِدُكُمْ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ) اللہ تعالیٰ لغو قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں کرتا) سالم نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بعض دفعہ اپنے کسی بیٹے سے فرماتے: ”میں نے اس مجلس میں تمہاری گیارہ قسمیں گنی ہیں“ لیکن آپ اس بیٹے کو کفارہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیتے^{۱۱}۔ کیونکہ یہ تمام قسمیں یمین لغو کی صورتیں ہوتیں

ب۔ یمین منعقدہ

۱۔ یہ وہ موکد قسم ہے جسے کوئی شخص مستقبل کی کسی بات کے بارے میں اٹھائے مثلاً یہ کہے: ”خدا کی قسم میں یہ کام کروں گا یا خدا کی قسم“ میں یہ بات نہیں کروں گا“

۲۔ اس یمین کی دو انواع ہیں

یمین موکدہ: نذر بصورت قسم کا شمار بھی یمین موکدہ میں ہوتا ہے (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ب) نیز وہ قسم جسے حالف بار بار دہرائے۔

یمین غیر موکدہ یعنی ایسی قسم جسے حالف بار بار نہ دہرائے

۳۔ جو شخص یمن منعقدہ کی صورت میں قسم اٹھائے اسے چاہئے کہ وہ اپنی یہ قسم پوری کرے۔ اگر اس نے یہ قسم کسی غیر پر اٹھائی ہو تو اس غیر کو بھی یہ قسم پوری کرنا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو سکے وہ یہ قسم نہ توڑے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”اگر ایک شخص دوسرے سے کہے کہ: ”میں نے تم پر اللہ کی قسم کھائی“ تو مناسب یہی ہے کہ دوسرا شخص یہ قسم نہ توڑے، اگر توڑ دے تو اس کفارہ ادا کرے“^{۱۳}۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص سے کسی کپڑے کا مول تول کیا، اس شخص نے قسم اٹھائی کہ وہ یہ کپڑا فروخت نہیں کرے گا پھر اس کے دل میں مذکورہ کپڑا فروخت کر دینے کا خیال آگیا۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ نے اس کی قسم کی وجہ سے مذکورہ کپڑا خریدنا پسند نہیں کیا^{۱۴}۔

ج۔ یمن غموس: یہ قسم کسی گذری ہوئی بات پر کھائی جاتی ہے اور قسم کھانے والے کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے۔ اس قسم کے متعلق ہمیں حضرت ابن عمرؓ کا کوئی قول ہاتھ نہیں آیا۔ تاہم ایسی قسم کبار میں شمار ہوتی ہے (دیکھئے مادہ کبیرۃ نمبر ۲)۔
۴۔ قسم کا کفارہ

الف۔ کفارہ کو حنث پر مقدم کرنا: حضرت ابن عمرؓ قسم توڑنے پر کفارہ قسم کو مقدم کر دینا جائز سمجھتے تھے۔ اور اسے موخر کر دینے کو بھی جائز قرار دیتے تھے۔ نافع نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ قسم کھا لیتے اور پھر جس کام کے نہ کرنے کی آپ نے قسم کھائی ہوتی اسے کر لینے کا ارادہ کرتے تو بعض دفعہ مذکورہ کام کر لینے سے پہلے کفارہ ادا کر دیتے اور پھر وہ کام کر لیتے اور بعض دفعہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے وہ کام کر لیتے اور کام کر لینے کے بعد کفارہ ادا کرتے^{۱۵}۔

ب۔ کفارات کا تداخل: حضرت ابن عمرؓ کفارہ یمن کے تداخل کے قائل تھے، یعنی اگر ایک شخص متعدد قسمیں کھالے یا اپنی قسم کئی مرتبہ دہرائے تو ان صورتوں میں اس پر صرف ایک کفارہ واجب ہوگا۔ مجاہد نے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اپنے ایک غلام کا نکاح کسی لونڈی سے کرا دیا۔ غلام نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا، آپ نے اس سے کہا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو، غلام نے جواب میں کہا کہ: ”خدا کی قسم“ میں اسے طلاق نہیں دوں گا“ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”خدا کی قسم، تم اسے ضرور طلاق دے دو“ اور اپنی یہ بات تین دفعہ دہرائی، مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے آپ

سے پوچھا کہ اب آپ اپنی قسم کا کیا کریں گے! آپ نے جواب دیا: ”میں اپنے قسم کا کفارہ دوں گا“ میں نے عرض کیا کہ آپ نے تو یہ قسم کئی بار کھائی ہے ”یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”بس ایک کفارہ دوں گا“^{۱۶}۔

ج۔ قسم کا کفارہ کیا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ نے موکد قسم کے کفارہ اور غیر موکد قسم کے کفارہ کے درمیان فرق رکھا ہے۔ موکد قسم کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

موکد قسم کا کفارہ ایک مملوک آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا ہے۔

غیر موکد قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ہر مسکین کو اتنا کھانا دیا جائے جو ایک مد (ایک پیانے کا نام) سے کم نہ ہو۔ اگر کسی کو یہ میسر نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے۔ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: ”جس شخص نے قسم اٹھائی اور اسے موکد کر دیا اور پھر اپنی قسم توڑ دی تو اس پر ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا لازم ہوگا“ اور اگر کوئی شخص قسم کھائے اور اپنی قسم کو موکد نہ کرے اور پھر قسم توڑ دے تو اس پر دس مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہوگا۔ وہ ہر مسکین کو ایک مد گندم دے گا۔ اگر اسے یہ میسر نہ ہو تو تین دن روزے رکھے گا“^{۱۷}۔ (دیکھئے مادہ کفارۃ)

۵۔ نذر بصورت قسم (دیکھئے مادہ نذر نمبر ۲ کا جز ب)

قسم کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ (دیکھئے مادہ قضاء نمبر ۴ کا جز ج)

مہستری ترک کر دینے کی قسم کھانا (دیکھئے مادہ ایلاء)

یسودی (یسودی) دیکھئے مادہ کتابی
www.KitaboSunnat.com
یوم (دن)

حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک یوم کی ابتداء صبح صادق کے طلوع سے لے کر سورج مکمل طور پر غروب ہو جانے تک ہے^{۱۸}۔

یوم عرفہ

ذی الحجہ کے نویں دن کو یوم عرفہ کہتے ہیں (دیکھئے مادہ حج نمبر ۱۹)

یوم الشک

یہ شعبان کا تیسواں دن ہے اگر ہلال رمضان نظر نہ آئے اور آسمان میں بادل یا گرد و غبار وغیرہ ہو (دیکھئے مادہ شک نمبر ۲ کا جز الف)

۹۔ الموطا ص ۴۷۷ ج ۲، کشف الغمہ ص

۲ ج ۱۸۹

۱۰۔ عبد الرزاق ص ۵۱۶ ج ۸

۱۱۔ الدر المنثور ص ۲۶۸ ج ۱، تفسیر ابن کثیر

ص ۲۶۸ ج ۱

۱۲۔ المحلی ص ۳۳ ج ۸

۱۳۔ عبد الرزاق ص ۴۷۸ ج ۸، المغنی ص

۴ ج ۸، کنز العمال نمبر ۳۶۵۱۸

۱۴۔ عبد الرزاق ص ۴۹۴ ج ۸

۱۵۔ عبد الرزاق ص ۵۱۵ ج ۸، المغنی ص

۸ ج ۱۳

۱۶۔ المحلی ص ۵۳ ج ۸، عبد الرزاق ص

۵۰۴ ج ۸، سنن بیہقی ص ۵۶ ج ۱۰

۱۷۔ الدر المنثور ص ۳۱۲ ج ۲

۱۸۔ الموطا ص ۴۷۹ ج ۲، سنن بیہقی ص

۵۶ ج ۱۰، الام ص ۲۵۷ ج ۷، المحلی ص

۵۳ ج ۸، کشف الغمہ ص ۱۹۲ ج ۲

بجہ اللہ، اختتام

ترجمہ موسوعۃ فقہ ابن عمرؓ

مترجم، محمد عبدالقیوم عفی عنہ

حرف الیاء میں مذکورہ حوالہ جات

۱۔ عبد الرزاق ص ۴۷۱ ج ۸

۲۔ ابن ابی شیبہ ص ۱۵۸ ج ۱، عبد الرزاق

ص ۳۸۱ ج ۸

۳۔ عبد الرزاق ص ۴۷۱ ج ۸

۴۔ عبد الرزاق ص ۴۶۹ ج ۸، المحلی ص

۸ ج ۳۳

۵۔ سنن ترمذی فی النذور باب کراہیتہ

الحلف بغير الله، ابوداؤد فی الایمان باب

کراہیتہ الحلف بالآباء، الحاکم فی المستدرک

ص ۱۸ ج ۱، ص ۲۹۷ ج ۲، شرح السنہ ص

۱۰ ج ۷

۶۔ عبد الرزاق ص ۴۸۷، ۴۹۰ ج ۸

سنن بیہقی ص ۶۶ ج ۱۰، تفسیر ابن کثیر ص

۲۰۴ ج ۱، المغنی ص ۷۱ ج ۸

۷۔ عبد الرزاق ص ۴۸۵ ج ۸، سنن بیہقی

ص ۶۸ ج ۱۰

۸۔ سنن بیہقی ص ۴۷ ج ۱۰، المحلی ص ۴۶

ج ۸

